

**OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY**

Call No. *111* / *111* Accession No. *111*

Author *111* / *111*

Title *111* / *111*

This book should be returned to or to the library listed on the label below.

---





سازمان

جلد دوم

کتاب

جس کا اس اردو ناول سے ناظرین کو بڑا غائب نظر آئے گا یہ ہیں  
 ترجمہ گوہر افغانی کے نتیجے حاصل ہوتے ہیں  
 صاحب الزمان کے فضیول شہر صاحب سی آئی ای۔ ایکسپریس ہفت روزہ میں  
 انجیل طریقت شہادت رتن ناتھ صاحب درگاشمیری لکھنؤ کے تصنیف فرمایا تھا  
 چولہ

اب بعد نظر ثانی و محنت تمام و کمال

بہارِ حیات

باتمام بابونمبر لال بھارگوپیرٹنٹ

کتابخانه عمومی

افسانہ جنرل

وزارت معارف و اوقاف و صنایع مستظرفه

اعلان = قیامت اس کتاب کا جو طبع شدہ ہو گئے۔



## فسانہ آزاد

جلد دوم

بجز خار ناپید اکٹار میں ایک جہاں مثل محبوبان طناز  
 اٹھکھیلان کرتا جلا آتا ہے باد خشک طپ تکڑ کا جھونکا جگر  
 تک کو سر دی ہو نچا ناہ سو اسے لا جو دی آسمان دینی چار دیوے  
 کالے کو سون رنگ کچھ اور نظری نہیں آتا ہے۔ کار دان سلاار  
 عشاق زار و سر قافلہ دلدادگان حسن جمال جوان فرخا بدین  
 آزاد عالی نژاد کو کبھی یاد منم ناز فروش کبھی خیال میل بہت سن  
 دل و تنم کوش گلاھ ضبط کیا مگر آنسو چشم و چکان سے نکل ہی آئے  
 کف افسوس مگر جرت بار شہ زبان پر لائے ۵

چہ بے پردہ کسی بوم کو دور آ | بے پردہ زریے از خوش دام  
 شب کا سہانا سماں - آخر داکم نور افشان - خبا سے فہر  
 آرائش نور نظر سے سہماک صفا پرور - باد ستر انگیز ہوشو  
 کے طرہ تابدار کے طفیل میں غالیہ زیر بھی - غنیمتیر نفاخہ آمیز بھی -  
 جو لپٹ آئی بھی روئے نہ روان کی خبر لائی بھی جیت بھی کیا اسی  
 جہاز پر ناخدا لائے فتنن نا تا رہا بسا ہی - یا خدا لے اپنی قوت کا  
 سے سمندر میں عطر لٹھہا ہوا باد صبا کی کارگزاری پر کسی  
 مرغ و لہو کے گیسوے غنیرن کی مشکباری پر - یہ رلف چلیا ہی یا  
 عود تماری پر - آسان بھی میرے ہی تم میں ملی پوش پر - بحر کف  
 بر لیا بھی بھی شور و جنت کے غم میں یہ جوش و خروش پر - کاہ عشق  
 خرد سوز پر - بات پر مگر دور پر - کسی دل پر نہ کیا ہی سے غنیمت و لو

منم آن سحر بیان کرد و طبع سلیم  
 منم آن بحر کباب ز معانی کہ بود  
 فوج فوج است معانی بلم برد  
 غنچہ از نسبت سحران غنچہ کند  
 آن خردمند حکیم کہ بسا بہ عقل  
 گیرند ز جرم جوہر کل نفس تقسیم  
 خستہ آستودہ طرقت ز شتر تقسیم

طبع کو شہ چشم ست زار باب خود

ورنہ سنہ تقسیم زار ان نشان زرد سیم

بیل شاخسار معجز طرازی خدایب گلزار کتہ بردازی حضرت  
 شیخ جلال الدین عرفی شیرازی خاب تراء و جبل الجنہ شواہ  
 کا یہ کلام فصاحت و قدرت الباقی اگر میرے حسب حال ہوتا تو  
 میرا جعبہ دامن کو غیر مفہود سے بالامال ہوتا - مگر افسوس

جہاں کشتہ درد و بچ شہر دیا | نیا فتنہ نہ رفت نہ بخت در بازار

خیر سے حافظ از مشرب سمت گلے بے لہافی است  
 طبع چون آب غرغری روان مارا بس

## افاز و استان

یہ تو اپنی مسجد انی کا ایک مجنونان بیان پر - اب یہاں سے  
 افاز و استان پر -

لے لکھ کر ہم سب کو یہ خط لکھ کر دیا۔ میں نے اس کو دیکھا تو بہت خوش ہو گیا اور جلد ہی اس کو

جاری ہو کہ طوفانِ المیہ اور دلِ جزیرہ بحر سے جو مشکل پیدا  
 کی عقل عاری ہے۔ بخدا حالت کی گرم بازاری ہے  
 کتنی مست گانیم یادِ شریکِ زلفِ باشد کہ با سیمین یارِ انشا  
 بیماریِ حسنِ آرا سوختِ خوش گل پر خوبانِ زمین ہونگی کرے  
 بت من سخت تر سے کہ از اہلِ جفا ہا ایکل بسیاری مانی مبادا جو فابانی  
 ہاے گھر بار چھوڑا دلبر دلدار چھوڑا۔ آرام تن چھوڑا۔ پیارا  
 وطن چھوڑا۔ مگر  
 بزرگِ معصوم و ستاروںِ مہرِ خلی فیہ دلہا اے بیکدام از در کوئی می یابد  
 طاقت گویا نیازیاد با ستارے کور ہے۔ طائر دل تیر بحر کا چرخ ہے  
 با آہ بھی بے تاثیر ہے  
 نالو آہم کہ بطورِ درگاہِ بجا دکنم دستِ دل گیرم در کوئی تو فرما کہم  
 دل دردمند ہے۔ بوسے کباب جگر بند ہے  
 لکھا از تو دام کہ چہ کردہ و یاسان افکند سازم کہ شرفی نہ دروی  
 عین حالتِ جنون میں دیوانہ وار گھومتے تھے کہ ایک بہت  
 زمین مکر پری پیکرِ نازک بدن غنچہ دہن نے آہ سرد بھر کر جو نظر  
 ڈالی۔ کنگھیروں سے دیکھا دیدہ و دانستہ مات مالی۔ یہ پوچھ  
 لید ہی صاحبِ حسنِ جمال تھی۔ زہر و مثالِ مشتری خصال تھی۔  
 از سر تا پایاہ ریشمی لباس زیب تن اور وہ جو بن وہ پھس کہ  
 خدا کی قدرتِ مجسمِ نظر تھی۔ صباحت و دجا بہت صدف  
 ہوئی جاتی تھی۔  
 میانِ آزاد بادِ شاد جہاز پرانی بیماریِ حسنِ آرا کی یاد  
 میں سرِ مہر تھے چیکے چیکے خند سی سائیں بھرتے تھے کسے  
 کچھ کہتے تھے نہ سننے تھے۔ مگر اس بہت جادوِ جمال کے جو کنگھیروں  
 اپنے نظر ڈال کر دیکھا کہ رنگ رو باختہ میں بھانپ گئی کہ حضرت  
 انہ۔ مردِ اختر ہیں۔ ٹھوڑی دینک لکی کیفیتِ جنوں

دیکھا کی بعد ازاں اپنے شوہر سے یوں ہم کلام ہوئی۔  
 مس زہم (یعنی برس و نیشا) چارلی ہارے دیکھو  
 ہندوستانی جملکین جو سائے نکل رہا ہے دیکھا؟ وہ وہ۔  
 صاحب (ص) بیٹے لکھنت اپیلین صاحب۔ بان  
 بان دیکھا۔ پھر؟  
 م۔ اسکے بشرے سے کیا پایا جانا ہے غور کر کے دیکھو۔  
 ص۔ (دینک مہات کر کے) ٹھہر جاؤ (ٹھوڑی دیر کے بعد)  
 ہکو معلوم ہوتا ہے کسی کی جدائی کا اسکو اسقدر رنج ہے کہ  
 دیوانہ ہو رہا ہے جب میں انگلستان سے ٹک چھوڑ کر جہاز پر جانا تھا  
 تو میرا بھی یہی حال تھا وہ وقت مجھے نہیں بھولتا پہلے دن  
 سے دوسرے روز میری تیرا سی کو چوکنی ترقی ہوئی اور تیسرے  
 روز دوسرے دن سے بھی زیادہ۔  
 جسقدر دور جاتا تھا آستقدر رنج و دلال بھی ترقی پاتا تھا۔  
 م۔ (آہ سرد بھر کر) اسکا باعث میں سمجھ گئی میری بھی  
 یہی کیفیت تھی۔  
 راوی۔ ان دونوں کی شادی ہندوستان میں ہوئی تھی  
 مگر آخر ان انگلستان سے ہو چکا تھا بے تکلف مہینوں کے دنوں  
 ساتھ گویا کہ ہو کھانے بھی ساتھ جاتے تھے شکار کو جاہن یا  
 سیر گھزار کو جاہن ساتھ نہ چھوڑتا۔ ایک دن شب ماہ میں دنوں  
 عاشق و معشوق شہر کے ایک مانی باغ میں بیٹھے تھے دخت  
 بھرے پھلے پھولے سرسبز و شاداب چھوٹے عظیم لہیم  
 دلا جو اب جرت تھی کہ یہ باغبان کی خیابان پر وادی ہے۔  
 یا کسی ساحر کی جادو طرازی ہے۔ گل بوٹوں پر جو بن تھا  
 نور کا ہر گلبن تھا۔ یہ طبلِ شاخسارِ رعنائی بھی اپنے سرو  
 انبال یعنی عاشقِ جنتِ خصال کے ساتھ ایک روش میں

کول ہیں۔  
 ص۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ بات نہ مٹاؤ۔ واسطہ خدا کے  
 ایسی گفتگو کر دو کہ میں اپنا مافی الضمیر کہنے کی جرأت ہو۔  
 ستارہ لگے مدد دہوئے کا سبب کسی پر دوسرے پوچھو۔  
 م۔ (ہنس کر) اچھا۔  
 ص۔ چلو اس کچھ میں ٹھہریں۔  
 م۔ کس اعتبار پر۔  
 ص۔ اتنے دنوں کی محبت کے اعتبار پر ہماری عزت  
 اور بات کے اعتبار پر اور کس اعتبار پر۔  
 م۔ اچھا چلو۔

دو دنوں عاشق و معشوق ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوئے  
 اور ایک دوسرے کو ساتھ لیے ہوئے آہستہ آہستہ چلے۔  
 سایہ تنگ کا بار اس دلکش جوان فرخار کی کمر نازک کو گراں  
 گذرتا تھا۔ گزرتے گزرتے بل کھائی تھی قدم قدم پر لگی جاتی تھی  
 دونوں اور بھی مست ہوئے۔ چاندنی رات اور غور دور آنکھوں  
 ساتھ جسکے مقابل میں پریشان کی پریشان مات مستی کیا خون  
 کی کیفیت تھی۔ ۵

گشیدہ ہم زنجون غم کے تھوڑے اور سالو باسر جو روش نما نہ  
 معشوق شل زکس جیران۔ عاشق گل بیطرح چاک گریبا  
 بس نقشہ تھا کہ۔ ۵

گر جنوں آید بسیم رہہ دیگانہ نیست  
 و در خرد بر سر سرخ من گودرغانہ نیست

پھر ایک ہفت و ثقات روشن میں پنج پر جا بیٹھے۔  
 ص۔ اسوقت دو چاند ہیں۔  
 م۔ آریاں بجا کر! میں۔ ایک ایک کے دودو

اور مایانہ چمک رہی تھی۔ پھولوں کی بو باس سے ہوا اڑھتی  
 ہوشان فرخار کی طرح چمک رہی تھی۔ دونوں عاشق و  
 معشوق مست تھے اسوقت جنوں کے بندے عشق پر  
 تھے اور کیونکر مرنے شباب کی آنگ تھی۔ جوانی کی  
 ترنگ تھی۔ باغ پرند ہمارا روح افزا۔ چو طرفہ ہو کا  
 عالم۔ جانور نہ آدم۔ گل اپنے اپنے جو بن پر۔ بوسے گل  
 صبا کے توسن پر۔ اندر طرف یہ کہ چاندنی نے کھبت کیا  
 ترنشی مستی کو اور بھی بھر دیا۔ ٹھٹھے ٹھٹھے دونوں ایک  
 روش میں کہ سیون پر بیٹھے بیٹھی بیٹھی باتیں کرنے لگے۔  
 م۔ ابا مایا کیا سنا سنا سماں ہے۔  
 ص۔ دل کی کلی کھلی جاتی ہے۔  
 م۔ ہمارا داغ اسوقت عرش پر ہے۔  
 ص۔ خصوصاً ہمارا۔  
 م۔ یہ خصوصیت کیسی۔

ص۔ ہمارا داغ اسوجہ سے عرش پر ہے کہ ہم اسوقت  
 ایک سر و سینہ بر کے ساتھ باغ میں بہار کے مزے  
 اٹھا رہے ہیں۔  
 م۔ (مسکرائیں اور شرماہیں)۔

ص۔ کون سر و سینہ پر جو مسرور خرام ناز ہے۔  
 م۔ تنے اور نیل (مشرقی) زبانوں کی کتاب میں اس  
 اثر سے پڑھی ہیں کہ اکثر جملے انھیں کے خیالات کی  
 طرح ہوتے ہو۔ اسوقت ہوا خوب مٹھنڈی ہو شاید  
 کہیں مٹھہ برسائے۔

ص۔ اب بات نہ مٹاؤ۔  
 م۔ اسکی سین ٹٹک دجہ کیا ہے کہ ستارے کے سب

سو جھنے گئے آب -

ص - ہاں جنونِ ادش نے تو ایسا ہی چوندھیا دیا ہے  
م - پھر وہی !!!

ص - ایک چاند آسمان پر جودہ (انگلی کے اشارے سے فخر کو بنا کر) اور دوسرا چاند یہ ہے -

میں نے بجا کر گوری گوری گردن دوسرے رخ پھیر لی -

ص - کیوں مزاج کیسا ہر اس وقت -

م - اس وقت مزاج کا حال کیا پوچھتے ہو - بیمار بھی ہوتا اچھا ہو جائے -

ص - ہلکوبھی ایک مرض ہے ہم تو اتنی دیر بیٹھے رہے مگر اچھے نہ ہوئے -

م - کیا مرض ہے -

ص - مرضِ عشق -

راوی - یہ ہر مرض کی دو افریقہ | ارضِ عشق لا دوا دیکھا  
م - خیر کوئی مرض ہو ڈاکٹر کے پاس جاؤ -

ص - اس مرض کی ڈاکٹر تم ہو -

م - نئے دن کی خفیت لیکہ ہندوستان سے آئے ہو -

ص - اٹھارہ مہینے کی -

م - نئے دن بانی ہیں -

ص - (سکرا کر) جتنے دن میں ایک ٹرکا پیدا ہوتا ہے -

م - (شرما کر) نو مہینے؟ (ہلکھلا کر ہنس پڑیں) -

ص - ہاں نو مہینے -

م - فوج میں بھی لفٹنٹ ہو اور سول میں بھی کم کرتے ہو -

ص - فوج میں لفٹنٹ ہوں اور سول میں سسٹنٹ کمشنر

م - ہندوستان کیسا ملک ہے -

ص - واہ کیا پوچھنا - اول تو ازراہی - بہت خراج نہیں ہوتا

دوسرے کو بھیمان اور بنگلے سنے کرابہ پر ملتے ہیں دوسرے

نوکر چاکر چار چار پانچ پانچ روپیہ ماہواری کے جتنے چاہو نوکر

رکھ لو - پھر حکومت ان سب پر طرہ ہے - وہاں ہم لوگ شاہی

کرتے ہیں جس گلی کو چے میں نکل گئے سب ڈرتے ہیں -

م - انکا ڈر بڑا -

ص - اور کیا ہم ڈریں -

م - اس طرح ہر راجہ وہ تم سے ڈریں نہیں بلکہ ملک دیکھ کر خوش

ہوں ڈرنا کیا سنئے -

ص - ڈریں نہیں تو ہمارا رب کیونکر جے بھلا -

م - واہ ڈرتے سے کیمن رعب جتنا ہے - تم انکو مثل اپنے

وطن والوں کے سمجھو - پھر دیکھو کس طور پر پیش آنے میں

روزند (پادری) کر سکو فرہندوستان میں بیس برس

رہ آئے ہیں - وہ پتا (دیا) سے بیان کرتے تھے کہ وہاں

عموماً انگلستان ہندوستان کو نگر کرتے ہیں - یہ بڑی

بڑی بات ہے -

ص - غلط ہے - کہتے ہیں - مگر سب نہیں -

م - ہم اگر ہندوستان میں ہوں تو سب مل جل کے ہیں -

بھلے مانسون اور امیرون کی لیڈیون میں اس ملک کی

لیڈیان آنے جانے پانی ہیں؟ -

ص - ہاں جاسکتی ہیں - مگر رواج نہیں اور دہائی عورتیں

بیان کی لیڈیون سے ملین تو کہیں کیا - وہ تو بالکل ان پرہ

ہوتی ہیں اور انکا طرز معاشرت بھی مختلف ہے -

م - ہم اگر وہاں ہوں تو ہندوستان کی لیڈیون

سے ملا کر ہیں -

ص - (شکر کر) یہ تم کھڑی کھڑی کیا کتنی ہو کہ ہم ہندوستان میں ہوں - ہم ہندوستان میں ہوں ہندوستان تو تم کو چلنا ہی پڑے گا ہمارے ساتھ -

مس کے چہرے کا رنگ تغیر ہو گیا سفیدی سرخی اور سرخی سفیدی سے کئی بار تبدیل ہوئی - اور کسی قدر نیکی ہو کر پوچھا کہ کیا کہا آخر میں یہ کون لفظ کہا -

ص - اب تو کہا سو کہا - پیاری کہا -

م - خاموش -

ص - (گلے میں ہاتھ ڈال کر) پیاری -

م - (چھوڑ کر) یائین -

ص - (قد مون پر ٹوپی رکھ کر) پیاری دینشیا میں پیر عاشق ہوں -

اُس پری نے ایک ادا سے ہوش رہا سے اُن پر نظر ڈالی اور بیٹھ گئی اتنی شہ چو پائی تو عاشق زار کے تن پر مڑو میں از سر نو جان آئی - اور اس نے آہستہ سے رخسار باباں کا بوسہ لیا اسکے جواب میں معشوق جو روش نے اُنکے لبوں کو چوس لیا مگر آنکھیں نہ کھلی کر کے اور گردن نہ ہٹا کر ہار پیار سے اُنکے میرے دل پر فتح پائی اور کچھ مٹی وقت نہیں پائی برسوں سے مگر میں نے عہد کر لیا تھا اب تک تمھاری خوب چال و چال وضع قطع سے اچھی طرح واقف نہ ہونو مگر شادی نہ کرو گی اب میں نے یحیٰن لی جو کہ اگر اب شادی ہوگی تو تمھارے ہی ساتھ ہوگی - عاشق معذوق نے فرط غم سے پیشانی نورانی اور رخ زیبآ اور بنا گوش مفاکوش کے کئی بار بے چھوکیا بوسے لیے اور کبھی کبھی بوسوں کا جواب بھی پایا -

مس کے رخسار گلگون سے اشک ٹپھٹکے ہوئے دہن کی خیر لانے لگے عاشق صادق نے اپنے معشوق گلفام و نازک اندام کو زور سے گلے لگایا اور دونوں ملکر خوب روئے اسکے بعد ناک پر جاکر منہ اور ہاتھ دھوئے اور پھر بدستور بیٹھنے لگے -

م - میری زندگی میں آج کا مبارک دن سب سے زیادہ قابل یادگار ہے -

ص - میری نہ کہو ہماری کہو -

م - ہاں دونوں کی زندگی میں - بیشک -

ص - چلو ہندوستان کی بھی ہوا کھاؤ -

م - وہاں ولیم سے ملو گی اور کین ٹو فر سے ملاقات ہوگی - کرنل گرگ سے ملا کر بیٹے -

ص - کرنل گرگ تو ہیں سینا پور میں - بنگال پریسیڈنسی اور دہلی پٹیال کی ترائی کے پاس - اور کین ٹو فر جی مدرس سے دو منزل اور ولیم کرانچی میں ہیں - سمجھیں - پھر بھلا سب سے ملنے کی کون صورت ہے - کیونکہ ہمارے مقام سے ان سب شہروں کا بہت فاصلہ ہے -

م - ایک آدھ دفعہ تو مل سکیں گے -

ص - ہاں یہ نا -

م - جہاں تم ہو وہ مقام کس ہے -

ص - بہت اچھا شکار خوب کھینے میں آتا ہے -

م - چلو اب گھر چلیں -

ص - (بوسہ لیکر) اچھا ایک بوسہ تو پھر چلیں -

نگار مرغوب اور دلدار مطلوب نے عاشق شاد و باہر اد کی گردن ہمیں میں دست رنگین ڈال کر چاہا کہ عین سستی اور غایت جوش حسن پرستی میں رخسار جانان کو چوم لے لیکن

ص۔ آفت۔ توبہ توبہ۔ تمھاری طرف اگر انکھ اٹھا کر بھی دیکھے تو خون جی پی لون اُسکا۔

یہ کھکر لفتنٹ نہایت جوش میں آیا۔ اتنے میں بھاگ کھلا اور وہ ناخوش آئند مہمان گھوڑے پر سوار ہو کر باغ میں داخل بیچون بیچ میں پہونچ کر پوچھا کہ۔

*What is the name of the place?*

یعنی لفتنٹ اپیلیٹن بیان میں۔

صاحب ادھر سے دونوں کا رنگ فنی ہو گیا۔ آدھی رات کا وقت۔ شہر سے تین چار میل پر باغ۔ ہر سمت جنگل۔ کسی کو کاؤن کا خبر بھی نہیں کہ کہاں گئے ہیں چوڑے ستارے۔ کون اس وقت آیا۔ اس کو معلوم کہاں سے ہوا کہ لفتنٹ اپیلیٹن بیان میں م کیسی مصیبت سے ہوتی دو چار ہونا ہو۔ صید بلاداد بار ہونا ہو۔ ص۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہو۔ گر گھبرا نا بیکار ہو کر کر کے دیکھو تو کہ اسپر کون سوار ہو۔

م۔ میرا کلبجہ اس وقت دھڑ دھڑاتا ہو۔

ص۔ آہستہ سے بوسہ لیکر استقلال! استقلال!۔  
*Love making is going on here*

راہا بیان تو بوسہ بازی ہو رہی ہو۔ چڑٹ جلائے کے لیے دبا سلائی روشن کی اور کہا کہ عاشق و معشوق دونوں سے معافی چاہتا ہوں کہ میرے چرٹ پینے سے بد باغ نمون اس کے بعد سوار تھے بہ آواز بلند کہا کہ۔

*So then a man - by the name of Appleton*

بیان لفتنٹ اپیلیٹن کے نام کا کوئی آدمی ہو۔ اس سوال کا کسی نے جواب نہ دیا بولتے کہ نام تک نہ لیا۔ عاشق و معشوق شربت

ہنوز رو سے تابان تک لب بھی نہ جاتے پائے مجھے کہ تیز رو گھوڑے کی ٹاپون کی آواز آئی میں دینیشکے دل پر ایک قسم کی مصیبت چھائی وہ آواز رفتہ رفتہ ترپ اور بلند ہوئی دشت وہ چند ہوئی دونوں حیران و ششدر کہ کیا اتنی یہ کیا امنزار ہو۔ اس گھوڑے پر کون سوار ہو۔ شدہ شدہ اسپ تیز کام باغ کی طرف آیا اور عین بھاگ پر بھکر کہہ نہ سکیا۔ معلوم ہوا کہ ایک سوار اسپر سے اُترا اور آ کر بھاگ کھلا ہوا سوار (س) بیٹے کرنل میفسرس صاحب (بھاگ کھو پوچھا تک کھو۔

م۔ پیے ہوئے ہو۔

ص۔ آواز ہی کئے دیتی ہو۔

م۔ یہ ہر کون ہو۔

ص۔ خدا جانے۔

م۔ یہ شرابی اس وقت کہاں سے آگیا کجخت نے مڑا کر کر دیا۔

ص۔ آنے بھی دو۔

م۔ ناحق کچھ بکے دے۔

ص۔ واہ! بکے تو تماشا بھی دکھا دوں۔

م۔ تم کچھ پیے ہوئے گھوڑا ہی ہو۔

ص۔ واہ بہان ہر دم چڑھی رہتی ہو۔

م۔ ناحق لڑائی و دڑائی ہو۔

ص۔ اس کی بیان کچھ پر دانی نہیں ڈگ لگائے ہو گے یاد کرنے م۔ آدھ چپ رہیں۔

ص۔ آئین! لفتنٹ! فوجی انسر! جوان آدمی میں

چھپ رہوں تو مہنسی نہ ہو۔

م۔ مگر تم اکیلے تو اس وقت نہیں ہو۔



غاموش پنہ درگوش - مگر اہل سنچیر کہ اپیلین کا نام لیا جو  
یا اہلی یہ کیا جراحی - سوار نے گھوڑا پھیرا اور دوسری روس  
میں جا کر پھر ہی سوال کیا - اتنے میں اتفاق سے چرٹ  
اگر چڑا - اور سوار نے پکار کر کہا کہ اگر کسی انسان کے کان  
میں اسوقت میری آواز پہنچے تو وہ مہربانی کر کے مجھے یہ  
چرٹ اٹھا دے - اسپر ایک خوشرو جو ان بہت اگڑا ہوا  
اٹھا اور یوں ہم کلام ہوا -  
جوان (جو) میں اٹھا دوں گا -

س - مشکور ہوا - میں اگر اسوقت گھوڑے پر سے  
اترتا تو گھوڑا مجھے بہت دق کرتا - پھاگ کے پاس میں  
ذرا اتر بیٹھا تھا تو اس نے نہایت پریشان کر دیا تھا - پکا نام  
جو - لفٹنٹ اپیلین میں ہی ہوں -  
س - اپیارے دوست تمہیں کو تو میں دعوئہ مضامین -  
جو - کیوں ! -

س - بھائی مجھے افسوس ہے کہ میرا مشن دیہیام تکوین  
کہ اپنے معشوق زہرہ کشمال و جادو جال سے اس باد خشک  
اور میدان وسیع نصحت آباد اور گلزار مینوسواد اور جانینی  
رات اور تھائی میں بھڑت بوس کنار تھے - غیش و طرب سے  
دو جارتے ہرگز بسندہ آئیگا اور مھاراجے اختیار جی چاہیگا  
کہ مجھے گولی مار دو - مگر میں مجبور ہوں - اور بے تصور ہوں  
سوار یہ تقریر دشت شجیرہ کے چرٹ پینے لگا لفٹنٹ  
اپیلین کی یہ کیفیت تھی کہ اگر کبھی بھی گرتی تو انکو خبر نہ ہوتی -  
بالکل از خود رفتہ بخوڑی دینک سکتے کا عالم ہوا انھوں نے  
اندھرا جھاگیا - بلا مبالغہ اپنے آپ میں نہ لگا کر کئی انکے  
عفو عفو کو گند پھری سے رہتا تو بھی خبر نہ ہوتی - دیکھو

مگر اسی حالت میں ایک ایسی آواز انکے کان میں آئی کہ وہ  
انکو ہوش میں لائی - وہ انکی مشقہ نما زمین و ناخوردہ زمین  
کی آواز تھی - اس وقت رنگین ادا نے نہ انکو پکارا نہ غل مچایا  
مگر سوار کی ناخوش آئند باتیں سنکر اسکا دل بھر آیا اور ایک  
تاریک دیکھا ایک نقشہ مجسم نظر آیا - الغرض دہشتے نے ایسا ڈرایا  
کہ بے اختیار روئے اور سیکھان بھرنے لگی - چپکے چپکے گریز ماری کرنے  
لگی بیشک اگر اسی نبی نبی عقی تو اپیلین کے کان میں بھٹکتی مرنی  
لیکن یہ فائدہ بھی جننے اپیلین کے زخم جگر نہ لگا کام کیا - آواز  
سننے ہی سوار کو بھڑک کر اپنی پیاری و نیشا کیطرف گئے اور  
جانے ہی خوب محبت سے بغل میں لے کر انھوں نے پیار سے گلے  
لگایا - وہ پر ہی بھی بعد نا ز دہری اسے پیش آئی اور دونوں  
کوئی دس منٹ تک خوب روئے سوار کے دل پر اسکا بڑا اثر  
پہنچا فوراً گھوڑے سے اتر اتر ہوا اور خرابی ایک سحر رفع کے تنے  
سے سمندر غاپسند کو باندھ کر عاشق کیطرف چلا - ✓

س - اپیلین میرا جی چاہتا ہے کہ اسوقت زمین و مہنس جائے  
اور میں زمین کے اندر چلا جاؤں - اُن اتم دونوں کے کڑے  
سے اسوقت کلچر پاش پاش ہو گیا -

ص - ہمارے قریب آنکر بیٹھیے ذرا -  
س - (بچ پرانے پاس بیٹھیکر) پیاری لڑکی میں ایک  
بوڑھا آدمی ہوں اور لڑکے بالے رکھتا ہوں سچ کہتا ہوں  
کہ اسوقت میرے دل کا عجیب حال ہے - گو میں نے تمہیں کبھی  
پیشتر نہیں دیکھا تھا اور نہ اسوقت اچھی طرح دیکھ سکتا ہوں  
کیونکہ شہر میں کامیروں میں اور صنعت بھر میں اور ہفت میں  
بر لائی بھی بہت ہی ہوا مگر تمہاری حالت ناظر جسکے عشرت  
بھی میں اچھی واقف نہیں مجھے فوسل تاہر کہ ایسا مشن کیوں لایا

<p>اس فقرہ ہوش رہا اور جان گزارنے و دنیا بھاری کی آتش غم کو اور بھی بھڑکایا اور اپیلٹن کو انتہائے زیادہ ٹہرایا دونوں اپنے اپنے دل میں سوچنے لگے کہ بااگہی کون ایسی بات ہو جسکو یہ خود ہماری بھائی کا باعث سمجھتا ہو۔ مگر ان دونوں میں سے ایک کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ اس خبر حشر آشوب سننے کے</p>	<p>مہربان حال سے اس آگے بڑھنے بھی نہ پائی تھی کہ عیسا دیا۔ عاشق کی آنکھوں کے نیچے تصویر غم پر غم لگی آرزو کا ہونا ہو گیا۔ معشوق کو اس درجہ صدمہ ہو چکا کہ جنون ہو گیا تیرا لم کیجیے کے وار پار ہوا۔ طائر دل شہزاد محسن کا شکار ہوا۔ ہے ۵</p>
<p>ہاتھ اس کی سرگردن میں محال کیجھا احوال نہایت ترسناک دل کیجھا س۔ (دوسرا چرٹ جلا کر) ہے اگر میں ہوتی پیک فرخندہ فانی ہوتا تو دونوں عاشق و معشوق کا دامن کو ہر قصود سے مالا مال ہوتا یا ہے اگر میں کوئی مردہ طرف گیر لانا تو عاشق کا چہرہ بننا ہو جاتا فرخندہ شادی سے معشوق گلبدن جاسے میں بھولے نہ سوتا۔ مگر افسوس عدا افسوس کہ میرا پیام باعث تفرقہ برداری عاشق کے لیے دقت جاننازی ہو۔</p>	<p>خبر میں عشق و عشرت پر بھی گرائی تھی دریافت کریں۔ یا اپنے نام خوش آئند پورے مہمان سے پوچھیں مگر وہ خبر ہم کو سنا دے توقف عمل میں نہ لاؤ۔ جلد بتاؤ پیر مرد نے لاکھ چاہا کہ اصل حال بتائے اور جو پیغام لایا ہو کہ سنا ہے مگر زبان گویا بالکل بند ہو گئی اور ہر شافی و جراحی وہ چند ہو گئی۔ ۵</p>
<p>ص۔ لکنا دریا پر پھل پانی میان میں ایک بوند اسیر ہر می ہو جو کی جیسے جوی جانا بکھینکھا رہے ہیں</p>	<p>عجب درو سے ست جانم را اگر گویم زبان سوزد و اگر دم در شمع ترسم کہ مغز استخوان سوزد</p>
<p>دنیسا کیجیے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اور ایک آہ سرد بھر کر میں چار بار اٹھی مگر اٹھ اٹھ کے منہ میٹھی لٹی سج ہو چکی۔ بیکو بار سے اٹھنے کو ڈانٹتے لیکن اور کیجیے اٹھے کر بڑے انبساط پیلٹن نے آہستہ سے اس نگار پر لیکن ادا دہ لقا کے پیارے پیارے ہاتھوں کو جو مگر اور جنون کی حالت میں جھوم جھوم کر</p>	<p>س۔ دل کی لگی تیری ہوتی ہو۔ ص۔ کیسی کچھ۔ خدا دشمن کو بھی اپنے بار آشتا سے جلا کر س۔ ہم بھی یہ سب پا پڑیل چکے ہیں۔ خدا مصیبتیں جھیل چکے ہیں۔ ہے میری امیری!! میری!!! یہ لکھ سوار کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوئے حضرت پیر مرد نے اختیار مصروف گریہ و زاری ہوئے عاشق و معشوق نتیجہ کہ باخدا یہ ہو گیا رہا معلوم ہوتا ہو اسنے بھی کوئی صدمہ عظیم سہا یہ پیر مرد دینی سوار خاموش تھا۔ از خود رفت و بیہوش تھا۔ ✓</p>
<p>زبان حال سے یوں کہا۔ ۵ نزع میں نہ کرنا لیکن نہ کیجیے ص۔ آپ کہ سوقت میں بند کو دعا دیتے ہیں س۔ اب استقلال کو کام میں لاؤ۔ واسطے خدا کے استغفار نہ گھبراؤ معشوق کم سن ہے اسے دلاسا دو سبھلاؤ۔ ٹیٹ بد کا خلا زمانہ ہو کبھی وصل کبھی غارت جاننا ہو۔ دنیا کا ہی کارخانہ ہے</p>	<p>س۔ (زبان حال سے) ۵ ولین کہ دہڑٹھا آنکھوں میں آنسو آئیے میٹھے میٹھے کھانچا کیا یاد آیا ص۔ ۵</p>
<p>ص۔ (زبان حال سے) ۵</p>	<p>دم آغاز جنون طوق لگو کر ہوا اعلیٰ چا بھی نہ پائے تھے کہ کھلو آیا</p>

<p>دیشیا نے زور سے ایک نعرہ (ہاے) بلند کیا اور عش کی حالت طاری ہوئی۔</p>	<p>کون شتا ہر تری جن جن میں صبح خضر کی کین و ہم راہ ہمارے میں</p>
<p>سوار سو جا کہ ہے اس کم سن اور بھولی اور نا تجربہ کار پیش کے ننھے سے کیجئے پر اسوقت کیا جانے کیا گزری ہوگی۔ اپلیٹن نے چاہا کہ اپنی پیاری دیشیا کو مدد دے مگر سوکھائے ہوش میں لائے گردہ خود ہی ہوش دین دنیا فراموش کھاس</p>	<p>ہاے ابھی ٹھوڑی دیر ہوئی کہ نرم طرب بھی اور شوق رہو شال</p>
<p>خفتہ را خفتہ کے گند بیدار</p>	<p>تھا اور حضرت صبا کا یہ شعر حسب حال تھا ہے</p>
<p>جب سوار بکرہ کار نے یہ کیفیت معشوق و حالت عاشق پر کی دیکھی تو تالاب سے اپنی لمبی ٹوپی میں پانی بھر لایا اور دیشیا کے منہ اور سر پر آب مروٹھا یا۔ پھر دو تین بار لگیا اور سطح پانی لایا۔ اسکے بعد باغ کے دو تین درختوں کی پتیوں کو کہ</p>	<p>جناب یوسف اگر ہر ہوشان کھین ہو خواہین بختی دیکھا ہواہن</p>
<p>بواس میں عہد و گلاب سے بھی گوسہفت لگائی تھیں ٹوڑا اور خوب زور سے پھینکی پر پوڑا اسی کا نکلنے بنا یا اور اس نوش لب کو سوکھایا تو ٹھوڑی دیر میں ہوش آیا۔ اپلیٹن کھین کھونے ہی میں بار بار اپنے محبوب سنا کا نام لیا۔ اپلیٹن۔ اپلیٹن۔ اپلیٹن۔ اپلیٹن نے اسکا جواب آنکھوں ہی آنکھوں میں دیا بولنے کا نام ہی نہ لیا گویا کہ یہ اشعار حسب حال تھے</p>	<p>عاشق معشوق اپنے اپنے طالع فرج پر اترائے تھے۔ ہوش کنا سے لطف و محبت بڑھاتے تھے اور گویا کہ یہ شعر زبان سے نکلتے تھے</p>
<p>وہ دن کے جو چمکنا رہتے تھے مدام انہو ہر ہوش میں زور دیتے</p>	<p>دو ہم نہیں ہوشان کی جو خزان کھین دیکھا میگاہمین کیا رنگ کماں</p>
<p>س۔ (دیشیا کے قدم پر ٹوپی رکھ کر دیر میں۔ م۔ پیر مرد مجھے اسوقت معاف کرنا تمہاری آواز میرے دل پر تیرا دیر سے زخم جگر پر رنگ اور میرے کیجئے پر شتر کا کام کرتی ہے۔ مگر اتنا میں ضرور دے جانی ہوں کہ تم بے قصور ہو۔ تم مجبور ہو۔ ہاے بیکسی داسے بیکسی</p>	<p>لیکن جہان گل و وہان خار۔ جہان خزانہ ہر وہان مار ابھی ٹھوڑی دیر ہوئی کہ بات بگنی تھی شادی کی دلوں میں ٹھن گئی تھی۔ نظم</p>
<p>جو چٹا ہے کیا ہم حال نہ گانی کا اجب اہوا جانان نہ گانی ہے</p>	<p>بندے کے لیے جو آفتین ہیں اور عش تری کر آفتین ہیں</p>

اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ میں کرنل میگفرسن ہوں تمھاری رجسٹرا کا کرنل۔

ص۔ آغا۔ کرنل میگفرسن! اب پہچانا۔

س۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ تم کو بھی ساتھ لیتا جاؤں۔

ص۔ کب۔

س۔ اسی دم۔

ص۔ آف ابھی ابھی؟۔

س۔ ہاں امد کیا۔ صبح تڑکے گرجم جہاز روانہ ہوگا۔

اب کوئی ایک کا عمل ہے۔

ص۔ داسے ناکامی بارخ ہی گھنٹے باقی ہیں۔

س۔ انھیں پانچ گھنٹے ہیں جو کچھ تیاری کرنی ہو کر لو۔

ص۔ این! بس!! افسوس!!!۔

م۔ ہاے کیا ناکامی دنا مرادی ہے۔

کرنل نے پھر کہا کہ اپیلٹن جو کچھ تیاری کرنی ہو انھیں

بارخ گھنٹوں میں کر لو مگر مردانہ وار کارروائی کرو۔ اپیلٹن

کی گردن میں ویشیا کا دست رنگیں تھا۔ اور سینہ پاش

پاش نہایت ہی حزن تھا نہ جاے مانند پاشے رفتن۔

آخر کار جی کرڈا کر کے اپیلٹن نے کہا کہ میں اسی دم مستعد ہوں

ابھی ابھی چلے۔

م۔ ہا۔ آف۔ س۔ بھین۔ یہ چھو۔ کے۔

راوی۔ حضرات ناظرین ستم کا سامنا ہے۔ ویشیا نے

لاکھ کلچے پر چھو کر کہا مگر انکوں کا دریا آئندہ آمینڈ کر

آتا تھا۔

جب اسکے معشوق رعنا جو ان بلند بالا نے کہا کہ میں

مستعد ہوں ابھی چلے تو ویشیا نے بری جرات کر کے رو

س۔ اپیلٹن۔ اب مرث پونے چھ گھنٹے باقی ہیں۔ ڈیر مس جو کچھ کھانا سنا ہو کہ سن لو نیشنا ہونا ہو سن ل دے

آخر تو کھراڑ سر یہ صبا خزان اول کھوئے خوب چپا لے بلبل

ص۔ جعدا کی کٹھڑی تو اب کل نیند سکتی۔ لیکن میں نے

اپنے دل کو خوب مضبوط کر لیا ہے۔ اب تم صاف صاف بتاؤ کہ

ماجر کیا ہے پیاری ویشیا ذرا دل کو تم بھی مضبوط رکھو۔

ویشیا نے کہا ہاے میرا دل تو گر راحت ہے۔ بیچ آشنا

نیند غم کا قند شکل ہے۔ کبھی سنا نہیں۔ یہ کہو ویشیا کا

بات سے جاتا رہا کہ نہ رکن کا تا بہ بندہ گیا ہے

دل پریشانی جاوید مٹا بیگرو۔ اب سر زلف پریشان تو سودا گرد

ص۔ (گلے میں ہاتھ ڈال کر) پیاری ذرا رونا موقوف

کر دو۔

م۔ (زبان حال سے) ہ

گھنٹے گھنٹے گھنٹے افسو۔ رونا ہے۔ کچھ ہنسی نہیں ہے

ص۔ رخصت آؤ ہم گول ٹیڈ کر۔ آئشے در زہم ان گنبد سنائی را

س۔ اپیلٹن۔ اب مرث سارے پانچ ہی گھنٹے رہ گئے۔

م۔ (اوجھ کر) ہاے۔

لو ہم زور و زائل داغ جلائی را۔ ایک دم بدل روشن چرخ آشنا کی

م۔ پیر مرداٹ نکو جو کچھ کھانا ہو کہ چلو۔

س۔ ہارس کا ڈر میں توج میں پونا گیا تھا۔ برٹن کی

س نو آبادی سے بڑی سخت جنگ چھڑنے والی ہے۔ گو

ن بھی رخصت ہو میں۔ لیکن مجھے حکم ہوا ہے کہ فوراً اس

آبادی کی طرف کوچ کروں۔ نشے کے باعث سے

نے تمھیں اب تک نہیں پہچانا تھا اور جرت و

رت کے سبب سے تم مجھے نہ پہچان سکے۔ لیکن

رو تے کچھ کہا جو پیر مرد اور اپلیٹن دونوں کی سمجھ میں  
خاک نہ آیا۔ وجہ یہ کہ چچکیاں لیتی اور سسکیاں بھرتی جاتی  
تھی پوری بات منہ سے نہیں نکلتی تھی۔ ہا۔ آف۔ س۔  
ہمین۔ یہ چھو۔ کے۔

اتنا تو سنائی دیا باقی غت رو دی طلب و نیشا کا یہ تھا۔  
ہاے افسوس۔ ہمیں ہمیں چھوڑ کے) یعنی تم جو کہتے ہو کہ جلو  
ہم چلنے کے لیے ابھی مستعد ہیں۔ تو کیا ہمیں ہمیں چھوڑ کے  
چل دو گے ہاے ستم سے

غلبت جان تل بیٹھنے کو | اجدانی کی کھڑی سر پر کھڑی ہی  
صل۔ (گلے لگا کر) اسی بامیں نہ کر دو کہ جاری سپہ گری  
فرق آجائے۔ (بوسہ لیکر) یاری دیشیا۔

ونیشا نے خود بہتراری اور گریہ و زاری کی حالت میں  
اپنے محبوب سمن پر کے زانو پر سر رکھ دیا اور خوب پھوٹ  
پھوٹ کر ایسا زار زار رونی کہ اپلیٹن کی آستین تر کر دی سے

فلک پر گریہ درآید ز اشکباری من  
زمین پر لرزہ درآید ز بقراری من

ونیشا نے معشوق زہرہ شمال کے زانو سے سر ہٹایا اور  
آنسوؤں کو رومال سے پونچھ کر جب سمن کے ہاتھ پر سے لیے  
پیر مرد ایک درخت کے سایہ میں چرٹ پی رہے تھے انھوں  
نے ابکی بہ آواز بلند کہا کہ اپلیٹن اب کوچ کا وقت آگیا۔  
بس جو کھنا سنا ہو پکس لو۔ اور جلو اپلیٹن نے بت بلین ادا  
کو بدلت تمام ساتھ لیا اور چل کھڑا ہوا۔ کرنل صاحب پیچھے پیچھے  
م۔ اب خدا جائے ملنا ہوا نہو۔

صل۔ خدا اثر اسباب الاسباب ہی۔

م۔ ہر جرم جنگ پر جاتے ہو۔ یا ہمیں قتل کیے جاتے ہو

صل۔ (بوسہ لیکر) صبر صبر صبر۔  
م۔ ہاے صبر نہ کرتی تو اس وقت چل بھی سکتی۔ مگر ایک  
ایک قدم ایک ایک منزل ہی۔  
صل۔ آہ۔ آہ۔ آہ۔ آہ۔ آف۔

م۔ (رخسار تابان چوم کر) نہ جاؤ تو کیسا۔  
صل۔ ارے غضب! انگلشمن نہیں اگر نہ جاؤں۔  
م۔ ہاں ہی تو ایسا ہی مگر میں اس وقت جو کون میری خطا معاف کرنا۔  
صل۔ آف کیا غضب کی بات کہی۔ خطا! تمہاری سسین  
بھر کے خطا!!!۔

م۔ دیکھو اپلیٹن ڈیر نو کری انسان اسی لیے کہتا ہے کہ  
بھوکون نہ مرے۔ اسکی تھیں پردہ انہیں۔ تم خود امیر کے ٹوٹے  
نہ سہی مگر میری دولت کسکے لیے ہو۔ تم سے بڑھ کر کوئی ہی اور اگر  
تو ایسا ہی خجال ہی تو لائق فائق تربیت یافتہ آدمی ہو چکا اور  
کے لیے مضمون لکھ کر خواہ سے زیادہ پاسکتے ہو پھر کون جاؤ۔  
صل۔ نہیں سمن تمہا چاہے تل بھی جائے مگر جانا نہیں مل سکتا  
انگلشمنوں و لٹنٹ ہو کر جنگ کے نام سے بھاگوں کیا محال۔

اور یاری صینٹ میٹری کے تو اعداد و نو این بھی تو سخت ہیں  
نہ جاؤں تو گرفتار ہو جاؤں کورٹ مارشل ہو۔ جس اخبار  
کو کو لو جس میگزین کو پڑھو میری جبر دلی اور جنیت کا حال  
ضرور دیکھو نامہ نگار مضمون کا تار باندھ دین اور پھر میں اس  
لائق نہ رہوں کہ کسی کو انگلستان میں صورت دکھاؤں۔  
م۔ اب آس کر ہلکل ٹوٹ گئی۔ سے

رنگائے ٹھٹ کھڑی ہر نامرادی | اتنا سے دلی نکلے کہ مر سے

جس وقت باغ سے باہر ہو سے اندھیرا سا آنکھوں کے تلے  
پھایا۔ قدم قدم پر چوم ہاں دو میدی کو ساتھ پایا شاعر خوا

و خند ان بے ہمتا رسالدار فقیر محمد خان گویا کی یہ غزل بالکل حسب حال ہے۔ لہذا حوالہ فلم تردد ہال پر ہے

ہر ایک گلشن عالم میں پوریشاں ہے  
چمن میں بسیل تر زلف سو گواراں ہے  
ہر ایک شاخ اکھٹا ہے ہر پتہ نام میں  
ہر ایک نخل پیل بھی شہرہ خوان ہے  
کلی جو چمکی تو آواز کی نالوں کی  
چمن گام بہ لبیر سر سودا افغان ہے  
اُڑا رہی ہے صبا غلہ صحن گلشن میں  
گلزار کا جاک گریبان پر کھٹے نان ہے  
چمن میں بیٹے ہر سونے جی کی پنا  
برنگ دیدہ ترنگس آج گریبان ہے

جس طرح جان تن سے لنگھتی ہے اس طرح یہ دونوں چمن سے نکلے۔  
ص۔ انکو کوٹھی پر پہنچانا ہون اور میں اپنے گھر سے  
ابھی ابھی تیار ہو کر آتا ہوں۔

س۔ اتنی دیر۔  
م۔ اتنے ٹھوڑے عرصے میں بھی تم مجھ سے جدا ہونا  
چاہتے ہو۔

ص۔ گھر پہ آجکل کوئی نہیں ہر سب دیہات گئے  
ہیں یاروں و دوستوں سے ملنے کا وقت نہیں۔ بس  
اسباب لیا اور ابھی آ یا اسی دم۔

م۔ آئن کیا از غیب کا تھپڑ آ یا۔ کیسے نہیں بول رہے  
تھے کہان وہ تیار بیان نہیں کہان اب جدائی کی گھڑی ہے۔  
راوی۔ ۷

دیر در پے گلاب سیکر دیم  
گفتہ کہ دین باغ دمی خندیم  
س۔ آت ادہ اب تو سر کا ہو چلا۔

م۔ (دہستہ سے) اس بڑھے نے تو اد بھی ہاتھ پاؤں  
بچھلا دیے۔  
ص۔ اپلیٹن۔ قدم تیز اٹھاؤ۔

ص۔ جہاز کس وقت روانہ ہو گا۔  
س۔ ترکے کچر دم۔

ص۔ ادہ تو ابھی عرصہ ہے۔ میں گھوڑے پر سوار ہوا  
اور چلا۔

عاشق خستہ حال و جگر نگار نے اپنی مشق طرہ دار اور  
پیر مرد سلیقہ شعار کو مشق ویشیا کی کوٹھی سبز رنگ غیرت  
نگار خانہ اشد تک پر چھوڑا۔ برج والہ سے بے مقصد مجبور  
تھوڑی دیر کے لیے منہ موڑا۔ طرار سے بھرتا نر قدم دھڑا گھر  
میں داخل ہو کر آدی کو آواز دی۔ اندر سے خادمہ آئی۔  
اُسکو حکم عالم مرگ مفاجات کی خبر سنائی۔ سنبھلی خادمہ تہنہ  
دہر دل عزیز اکھونہیں آنسو بھرائی۔ مگر آقا کے حکم سے طاقت  
انکار کجا۔ گنجائش امر کجا آبدہ ہو کر خند شکار ہو چکا۔

اسباب بندھوایا۔ فرس تند خو پر کاٹھی کس بیگ لگے بین ڈال  
آدمیوں سے خشت ہو کر اور دروگر روانہ ہوا۔ غلام کو سے  
جانانہ ہوا۔ اساتے راہ میں رہوار صبار قنار کو خیر کیا۔  
عجلت کے سبب سے قدم قدم پر تیر کیا کبھی مہیکر اشارہ بنایا  
کبھی کوراجا یا گھوڑا تازک مزاج تاب کہان کو کوراکھائے ع

تیا ہوا اور چپے پہ آیا

جب دور سے ٹاپوں کی آواز آئی تو پیر مرد بیٹے کرنل  
سیکفرسن نے بادہ پریم کہا تو دنیا اسوس جدائی کی  
گھڑی نے جسم صدمت دکھائی۔ دنیا بیجاری فلک کی  
سنائی عین حماقت اشفاق کی دنیوی میں بھانگ پر سہویتی  
تھی جنوں کے مارے نئے جیتی تھی تمام عالم کی نظر مومن  
تیرہ قرار تھا۔ طائر دل صید تیار تھا۔ البشا۔

دل شتم زندہ بیتا بیونک لوٹ لیا  
اسکا قبلہ کو دہا بیونک لوٹ لیا

اپلیٹن نے دکھانے والے سپاہی کی منڑا ہونی ہی میں بحیثیت کرنل  
میلنگرسن حکم دیتا ہوں کہ گھوڑے کی پیٹھ پر او اور پکٹس دوڑاؤ  
اپلیٹن نے دیشیا کو آخری مرتبہ پھر تیار کیا اور وردر کو کسا  
کہ پیاری اگر ہنگام خفست پھر احسان کرنا ہو تو ایک ہوسے لو  
اُس خستہ و خربن کم رسیدہ و غلیں نے مجبور ہی ہوسے لیا۔ ہنوز  
نہ سار عاشق زار پر مشوق جگر دکھار کے لب شیریں کی تری  
بدستور تھی کہ اپلیٹن پھرتی کے ساتھ پشت نوسن آہوشگار پر  
اُٹک گئے۔ اور (اوداع دنی) کی آواز دیشیا کے کان میں  
آئی تھی کہ گلگون خوش خرام دتیر گام ہوا ہو گیا۔ اپلیٹن نے  
چلتے دقت غل چھا کر کہا کہ اوداع دیشیا۔ مگر گھوڑا اس جتنی و  
جالا کی سے پکٹس بھاگا کہ صرف (اوداع دنی) تو اس غرزدہ  
دختہ نے سنا مگر اپنا پورا نام دنی شیا اپنے عاشق کی زبان  
سے نہ سن سکی حسرت ہی رہ گئی کہ (دنی) کے بعد (دیشیا)  
کا لفظ بھی سن لیتی۔ مگر دل کی دل ہی میں ہی جب تک گھوڑے کی  
ناپونگی آواز کان میں کی تب تک وہ دل بستہ خوب دنی اور چلائی  
مگر جب آواز غائب ہو گئی تو دیشیا کو بہت بھیا بھیا لگا کی کالی صیبت میں  
نظر آئے لیکن۔ اور داہمے نے وہ رنگ جھانک وہ کل فرضی  
صورتیں اس کم سن اور نا تجربہ کار دلفگار کو ڈرناے لیکن  
کبھی واہمے نے بے سراورد بے دم کا گھوڑا چلتا پھرتا دکھایا  
کبھی انسان کے دھڑ بگدھے کا سر نظر آیا ایک دفعہ دکھا کہ  
ہاتھی درخت پر بیٹھا ہے۔ ہاتھ لکھ کا اور بندہ سرکا۔ یہ شل  
حسب حال بھی زندگی و بال بھی۔ ایک تو یاد آشنائی  
معارف کا نام دوسرے ستہ اٹھارہ برس کا سن تجربہ بھی کم  
تیسرے تنائی اور شب تیرہ و تار چاندنی غائب۔ اندھیرا  
نمودار۔ امیر کی عاجزادی جو گر راحت و شادی

اپلیٹن کی جھکی وردی اسوقت چاندنی رات میں  
جگمگاتی تھی جرات بلا میں جیتی تھی۔ رسالت مدتے ہونی  
جاتی تھی۔ سمنند وغا پند سے آخر کر اُس بکس بے بس نے  
انہی پیاری دیشیا کو بیٹا بنا لگے لگایا۔ اور ولاسا دے دیکر  
سمجھایا۔ ادھر صبر و استقلال کی نمائش تھی ادھر خن ملال  
کی افزائش تھی۔ عاشق بحر حسرت میں غوطہ زن پر مشوق پتھر  
تیر خزن و دھن ادھر خیم نوچکان۔ ادھر سینہ بریان۔ ادھر  
دیدہ مطروح۔ ادھر سینہ مجروح۔ صبا۔

ہمکو تول کے سینوں سے بڑے بڑے بچ ہوئے  
خوش رہا کرتے تھے پر یونین سیدمان کو نہ کر

ہاے اگر ایک گلدن سے اٹھ نہ لڑتی تو میں سیرچن میں  
اوس کیون پڑتی۔

س۔ بھائی اپلیٹن یہ نقطہ تمھاری نا تجربہ کاری اور چھوٹا  
دہم دکان ہے کہ جدائی کے نام سے اس درجہ خفقان ہے  
اگر خواستہ خدا ہے تو گل لبیل کا پھر دھال ہوگا عاشق و معشوق  
کا دامن کو ہر آرزو سے پھر لالہ ملی ہوگا۔ صبا۔

برائے الہی ہی سماں پھر ہو پھر ایک جگہ لبیل کو باغیان دین

صل۔ یہ سیری جان سے زیادہ پیاری دیشیا۔ خدا ارا اسوقت  
لب لبیل شکر خاے ایک ہوسے تو لے۔ دیشیا۔ اسوقت دل  
پٹھا جاتا ہے۔ دیشیا پیاری دیشیا ہاے کھجیا سمجھ کو تاہم۔ خدا  
کے لیے خفست کی وقت ذرا تو دو۔ ات جان جان۔

دیشیا بچا ہی پڑی دقت سے کچھ کہنے کو تھی کہ اتے میں  
کرنل نے غل چھا کر کہا کہ۔ اپلیٹن۔ تم اپنی دیوگی (فرض) کو  
ذرا غزن نہیں رکھتے۔ اور اگر اب تھے چلتے میں تو قہقہہ کیا  
تو تمھاری دہی منڑا ہوگی جو مورچے سے بھاگ جانے اور دشمن کو

نازدعم کی پروردہ صد با آدمیوں میں رہنے سننے کی عادی  
عشق کی پہلی ہی منزل - ننھا سا کلیجی - دل صید آفات  
شکل - ۵

اے آیتنا اسانی اور کاس و ناولسا  
کہ عشق آسان نمود اول دے افتاد شکلا

رنج جدائی اور خوف تنہائی اور شب و بچہ ر اور  
تلقی و مفرور سے غشی کی حالت طاری ہوئی - بچہ دی و  
از خود رنگ کی گرم بازاری ہوئی - مثل تصویر غاموش  
توت سامع سے کچھ دیر کے لیے بہرہ منہ درگوش  
اتنے میں حسن اتفاق سے ایک بادرچی جو حسب ضرورت  
کسی گانوں کو گیتا نکھٹ پٹ کرنا ایک ٹوپر آتا تھا  
احاطہ کوٹھی کے پاس آیا تو دیکھا کہ درخت کے سائے  
میں کوئی ٹھرا ہوا ہر عین پھانگ پر ڈھبی دے اڑا  
ہوا ہے - پہلے شک ہوا کہ صرف ملاحظہ نظر ہے - انسان  
نہیں فقط داہمے کا اثر ہے - لیکن قریب آتا تو شک کا نور  
اور ملاحظہ نظر کا احتمال دور ہو گیا - خوب غور کر کے دیکھا تو خوف  
نے مٹوا لیا - ڈرتے ڈرتے ایک مرتبہ چلا اٹھا کہ تو کون ہے  
اس آواز نے بچاری و نیشا کو چونکا دیا بھانک بھانک  
صورتیں تو انگھون کے تلے پھر ہی رہی تھیں - سمجھی کہ کسی  
بھوت بریت نے مجھ صورت دکھائی - غضب ہو گیا  
شامت آئی - زور سے چیخ کر گری تو بیہوش - دین و دنیا  
فراموش - چیخ کی آواز سے بادرچی نے بھاپ لیا  
کہ مس و نیشا ہے - اتنے میں کوٹھی کے حوالی موالی نے  
باہم کہا کہ یہ عجب سا نچہ ہوش رہا ہے - کہ پھانگ کے قریب  
کسی نے اس وقت غل چمایا اور اس زور سے چلایا کہ

سامعین کے بدن کے روٹکے ٹپکے ہو گئے دس با پچ  
آدمی تیان روشن کر کے چلے کہ دیکھیں کیا ماجرا ہے -  
انسان ہر با پچھلا و ہر بادرچی نے آواز دی کہ جلد اٹھو  
یہ دیر نہ لگاؤ ورنہ ناکامی ہوگی - اور صبح کو انتہائی بدنامی  
ہوگی - لوگوں نے بے بے دگ بڑھائے اور قریب آئے  
تو دیکھا کہ ایک لاش برمی ہر اور سانسے ٹوٹی کھڑی ہے -  
باورچی سے غور کر کے دیکھو کہ کون ہے - آواز تو مرنے نیشا کی سی تھی -  
ایک آدمی سردوشی قریب بچا کہ ارے -

دوسرا آدمی - این اارے یہ ماجرا کیا ہے - یہ تو ہماری  
آقا زادی میں و نیشا ہے -

تیسرا آدمی - دیکھئے کیا ہوا اٹھا و غش میں ہر مٹھہ سو گھاؤ -  
چوتھا آدمی - دوسروں کی ساغش اور کسی بیوٹی میان  
ہمان کام ہی نام ہے - اس خاندان کی نفا کا یہاں نہ سیر ہو گیا  
میں و نیشا آفتاب لب بام ہر نیف جھوٹ گئی - ہماری آواز  
کی کر ٹوٹ گئی -

سب نے ملکر دیکھا تو ہاتھ پاؤں مثل یخ سرد تھے - سب  
اعضا و جوارح آلودہ خاک و گرد تھے - سمجھے کہ سانحہ غلگن ہے  
ہم دہم واپسین ہے - نوکرون چاکرون نے ایسا کرم چایا کہ  
میں و نیشا کی مچھی کو خواب ناز سے جگایا - آنکھ کھلتے ہی ماتم  
کی آواز کان میں آئی تو خود بھی بے سمجھے ہو جیسے خوب روئی  
پیشی - پیش خیموں نے روتے روتے کہا کہ حضور ادرہ تو زمین  
جلد جلد قدم اٹھا میں میں و نیشا کو دم واپسین چھاتی سے لگا  
اس فقرہ ہوش رہا کہ سننا تھا کہ اس خاتون عصمت تاب نے  
نعرہ بلند کیا پیش خیموں نے ہاتھ میں ہاتھ دیا -

خاتون - (رخا) یعنی میں و نیشا کی مچھی - ارے لوگو



بتاؤ تو مجھ کو کیا ہو۔ پیاری ونیشا کس مصیبت میں مبتلا ہے۔  
پیشانی رمت۔ حضور ابھی ابھی اس سہری پرستے بل کر  
لٹایا ہے۔ جانے کیا ازغب کا پیٹھڑا کھایا ہے۔ ہوش ہے نہ  
خواس ہے بیس اب تو جھوم نو میدی دیا ہے۔

خاتون شریا جاہ و خرد آگاہ نے کہا کہ استقلال ونیشا کی  
پیشانی اور سینہ نورانی اور منہ پر تاحہ رکھ کر کہا کہ گھر آنے کی  
بات نہیں مہر کو تاحہ سے نہ دو ٹھنکے سو نگھاؤ اور عاڈا کٹر کو بلاؤ  
خدا ام با ادب حکم پاتے ہی بتاؤں گے ڈاکٹر کو جگایا۔ سارا  
حال کہ سنایا۔ تھوڑی دیر کے بعد کوٹھی کے احاطے میں ایک  
فٹن گھر گھڑائی ہوئی آئی۔ لوگوں نے غل جھانک ڈاکٹر کی وہ سواری  
آئی۔ خاتون بالغ خرد نے کشادہ پیشانی ڈاکٹر سے ہاتھ  
ملا یا۔ اور ونیشا کے قریب لجا کر بٹھایا۔ ڈاکٹر نے کل کیفیت  
معاینہ کر کے کہا کہ مفصل حال بتاؤ۔ اور تاحہ روح افزا  
برسر سو نگھاتے جاؤ۔

خا۔ رعلحدہ لجا کر مفصل کیفیت تو مجھے خود بھی نہیں  
معلوم لیکن اسقدر جانتی ہوں کہ لفٹنٹ اپلٹنٹاے  
ایک نو برد اور غبرین موجو ان رعشا ہے۔ کشیدہ قامت  
قرطعت اور بلند بالا ہے۔ ام اسے اور نیلگر ہے مجمع علم و  
ہنر ہے۔ شاعری اور نکتہ پردازی میں طاق شتاری اور  
جادو طرازی میں شہر آفاق۔ سانس میں بھی پانگاہ  
حاصل ہے عالم و فاضل اور مود کا مل ہے۔ وہ ونیشا کے پاس  
اکثر آیا جاتا ہے اور قیاس سے کہتی ہوں کہ اس کے عشق  
کا دم بھرتا ہے۔ اسکا بھی آپس دل آیا ہے اور کیون نہ آئے  
ایک جری اور ذی لیاقت جوان فوجی انسر پایا ہے۔  
میری بھی خواہش ہے کہ ونیشا کا اسی کے ساتھ بیاہ جاؤ

اسکے والدین بھی تو دل سے چاہتے ہیں کہ ان دونوں میں  
نکاح ہو۔ آج حسب معمول سرشام ہوا کھانے گئی مگر خلافت  
معمول دیر کر کے آئی میں سوئی تھی کہ لوگوں نے جگا یا اور  
ونیشا کا حال بتایا۔ دیکھا تو ہاتھ پاؤں سرد اور آغوش خاک  
گرد ہیں۔ خدا جانے یہ کیا ماجرا ہے۔ مگر کوئی نیا گل ضرور کھلا ہے  
ڈاکٹر نے مس ونیشا کا سارا حال بنور سنا۔ اور خاتون عفت  
مآب سے کہا کہ آپ کے استقلال سے میں خوش ہوا۔  
ڈاکٹر۔ خدام سے پوچھیے کہ کس حیثیت میں سب سے  
پہلے دیکھا تھا۔

خا۔ پھانک کے پاس جب چاپ کھڑی تھی باورچی گنوا  
آوی سمجھا کہ بھوت پریت ہے۔ غل مچایا۔ تو ونیشا زور سے  
جیخنی اور بیہوش ہو گئی۔  
ڈاکٹر۔ لفٹنٹ اپلٹنٹ کو بلاؤ۔

خاتون عمر نے کہ از میں مستقل مزاج وزن پاک و دلبر سا  
نہی آدمیوں کو حکم دیا کہ ڈاکٹر صاحب کی فٹن پر اپلٹنٹ کو  
بلاؤ اور ابھی لگاؤ۔ کتنا کہ گاڑی دروازے پر کھڑی ہے  
چلو تمھاری ونیشا بیہوش پڑی ہے۔

فٹن واپس آئی تو اپلٹنٹ نداد۔ ایک خادمہ آتری  
اور تمھارے اشارے سے آداب بجالائی۔  
خا۔ تمھارے آقا کا نام ہیں۔

خادمہ۔ میں صاحب وہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی آئے تھے  
اور دم کے دم ٹھکر کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور کچھ سا  
لے کر چلے گئے۔ ہم سے کہ گئے ہیں کہ کہیں جنگ ہونے لگا  
ہے۔ ان کے نام حکم آیا تھا کہ معاً فوج میں شریک  
ہو کر میدان جنگ میں جائیں جہاز اب تھوڑی دیر میں

دائیں جانب کرنل میکفرسن صاحب کا مکتب خوش خرم  
 دین کا مٹا رہا ہے بھرا جاتا تھا۔ بائیں طرف عاشق ناز مفسر  
 دل جگر فلک لغت اپیلین کا شہر بسک خیر اٹھکھیلان  
 کرتا جاتا تھا۔ دونوں تہ خورگور دکنی ٹاپو سے جنگل گونجے لگا  
 اور آذر باز گشت نے گیتا تازیانہ کا کام کیا۔ جسقدر ہاؤس  
 آواز بلند ہوتی تھی اسقدر انکی سرعت دھیری دہ چند ہوتی  
 تھی۔ کرنل برانڈی کے نشہ میں چور سیست دھجور تھا۔ مگر  
 اپیلین بچا ہر مصیبت کا مارا دھجور درخوڑ تھا لیکن بندگی  
 بچا گی فوج کا لغت اگر کسی زن کا دنگاہ غیرت شہر  
 کے عشق کا اسد جہم بھرے کے مورچے پر جانے سے انکار  
 کرے تو لوگ مایان بجا ہیں۔ دفاع نگار خاکہ آرا ہیں جاد  
 قہر درخیش بر جان درخیش معشوق سے اجازت بھی نہ پانی  
 مگر گھوڑے کی باگ اٹھائی گوزن آہو سکار پر سوار تھا گوزل  
 دل مصروف طرف کو ہے یا تھا۔ صبا سے

آدم سے باغ خلد چھٹا ہم سے کو سے یار  
 وہ ابتدا سے رنج تھی یہ انتہا سے رنج

دو کوس تک دونوں سوار چپ چاپ گھوڑے کو گڑا  
 چلے جاتے تھے اور گلگون شیر طبیعت ہوا کو شہر تھے۔ اس کے  
 بعد کرنل میکفرسن قدم قدم جانے لگے اور اپنے ساتھی سے  
 یون اٹھا ہمدردی فرماتے لگے۔

س۔ اپیلین۔ اب وقت پر پہنچ جائینگے۔

ص۔ ہاں!۔

س۔ انگشتان کے ساتھ ہمدردی کا یہی موقع ہے چاہے  
 جان جائے مگر بات نہ جائے۔ غرت و غفلت میں ذرا  
 فرق نہ آنے پائے۔ آتش۔

ڈاکٹر۔ بس وجہ معلوم ہو گئی۔ گھبرانے کا مقام نہیں۔  
 ڈاکٹر نے خاتون عفت آب کو دلاسا دیا اور ایک دمی  
 کو بھیج کر ڈاکٹر خانے سے دوا منگائی۔ دیشیا بلائی اور  
 کچھ پیشانی اور سر پر لگائی دس منٹ میں دیشیا نے آنکھ  
 کھولی تو عجیبی بولی کہ سیاری دیشیا طبیعت کا کیا حال ہے۔  
 اس نوع و س خستہ جگر نے بعد نزاکت چچی کا ہاتھ اپنے  
 پیارے ہاتھوں میں سے لے کر کہا کہ چچی جان اتنا کا خرن و  
 ملال ہے۔ حتیٰ کہ جینے سے سیزا ہون زندگی دہال ہے۔ بچ  
 غم نے مجھے بھی تک مروتین دکھائیں کبھی بریت  
 سوچے۔ کبھی چرملین نظر آئیں۔ ایک برج تنہا لی کا کیا  
 کم تھا کہ سیر ہر اور طرہ ہوا سے

سائنس و کیمی تنہا میں جو آنے جاتے  
 اور چر کا دیا جلا دے جاتے جاتے

قلب بے اعتبار ہے۔ دل سخت مصیبت سے دوچار ہے۔

ایک آفت سے تو مر کے ہوا تھا جینا  
 پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اسد ریتی

ادھر کا قصہ تو یہاں چھوڑا۔ اب اپیلین کا حال سنئے  
 معشوق زین کر اور دلدار دلبر کے فعل نوشین کا پوسہ  
 پا کر اور شہر بسک خیر کی باگ اٹھا کر چلے تو ایک ایک  
 قدم پر یہ مجھے اور شور و شین دل تھا اور رنج و محن۔  
 کبھی سوچتے تھے کہ ہاے وقت نصحت اپنی کی نہ اس کی سنی  
 سیاری دیشیا نے اپنے ہجوم یاس نا امید کی کوتاہی ہمارا  
 کہنا مانا ہمارے التماس عجز ساس کو قبول فرما اور بس فعل  
 شکر خاں سے بوسہ لیا اور تہنہ اشد درہر طوطا پشی کی کہ پشت  
 تو سن پر بلا اجازت آئے اور گھوڑے کو کر گڑا دیا۔

بھلے اُس ختم ہو گیا۔ اور فوج آدمیوں کو تو علم کے قریب  
آنے ہی نہ دینا چاہیے۔ ایک اور اسی گولی میں ولہا تیار ہو کر۔  
آج مرے کل دوسرا دن۔ گویا پید اہی نہیں ہوئے تھے  
موت میدان جنگ اور تل کی زمین سے ابھیں سرور کا پر۔  
ص۔ کرنل مجھے موت یہ خیال ہی کہ میں نے مس ویشیا  
کو چلتے وقت کیوں مجبور کیا کہ بوسہ لے۔ اُسے تو ایسی حالت  
تھن دلال میں میرا کتنا اور میں نے اسد راجے جی جیتی  
کی کہ اجازت تک نہ لی اور روانہ ہو گیا۔ کرنل یہ خیال  
میرے دل کے ساتھ وہ کہ تاجی جو کفر ایمان کے ساتھ اور موت  
جان کے ساتھ ہے اس دل کو کون سمجھا دے۔ صبا سے

تو نہ ہوتا تو نہ دنیا میں کوئی عزم ہوتا  
کیون عدم سے مجھے ساتھ ادا دل شیدا لائے

س۔ اگر دل کو مضبوط نہ رکھو گے تو ہم بھیجنے کو تم فوج کے  
قابل نہیں ہو بیان ویشیا کمان وہ جہان بھی ہاں تھی۔ بیان  
تو ہر دم کا خون میں گولے کی آواز آئی چاہیے اور زبان سے  
برن برن نکلنا چاہیے۔

ص۔ ہمیں تو ویشیا کی صورت ہر برگ و بار اور درد  
دیوار سے نظر آتی ہے۔ بقول شاعر

اتنی تو بد عشق کی تاثیر دیکھئے جس سے دیکھنے نری تصویر دیکھئے

س۔ ہوت کا لڑا کا خیال ضرور چاہیے۔ اب ملال کیسے سے  
کیا ہوتا ہے زندگی پر تو مس ویشیا مسٹر سلین ضرور کھلائی  
الغرض اور ویشیا آدم عاشق شیدا کا عجب حال تھا  
جینا دیا ل تھا الفت پلٹیں میدان جنگ سے نچر و عایت  
درمیں آئے تو سنا مس ویشیا بچے باپ کے ساتھ ہندوستان  
گئی مومن خود دل سیم عرب کے بہتر از سے کھل گیا ایسے خوش ہوا

حاضر میں ہم جو عمر کا راز ہو | مریخ قبل است کے ادھر سوار ہو  
انگلستان کے اقبال کی ہی کافی دیں کہ ہم لوگ پیاد  
سے لیکر تیارہ جنرل جنگ پر جانا اور اپنے وطن کے نام پر سر  
کٹنا نا جری معزز سمجھتے ہیں۔ جب تو ہتھے پونہ میں کو بیچا  
دکھایا اور جنگ بحری میں ہسپانیہ کے مشہور مشہور جنرل  
نے اپنے ملک کا نام دیا ہے

آن نہ من با شتم کہ روز جنگ مینی پشت من  
آن شتم کا نہر میان خاک و خون مینی سرے

انگلستان!۔ پیارا انگلستان!!  
ص۔ صبح۔

س۔ تم مورچے پر چلنے سے اسوقت خوش ہو یا نہیں  
ص۔ ہاں۔

س۔ تلوار کے منہ مرنے اور توپ کا گولہ لکھا کر جان  
دینے اور میدان کا راز زمین زمین پر ٹھنڈے ہو جانے  
سے شرم کر سہا ہی کو کوئی خوشی نہیں ہے۔  
ص۔ بجا۔

س۔ تم اسوقت خوش نہیں نظر آتے اسکا کیا باعث  
ہے۔ یہ تو وہ وقت ہے کہ سپاہی اور پیادہ اور کرنل اور  
جنرل سب کے سب خوش خوش مورچے پر جاتے ہیں اور  
مٹانے میں کہ اکتی فتح ہو۔

ص۔ اسوقت میرا دل بھرا ہوا۔ اور ابھی میں پریم ہو گئیں  
س۔ سنو ابھی تم صاحبزادے ہو۔ اتفاقات کی اور  
بات ہے ورنہ تم بھی ابھی ظاہر سبب بہت دن جینا ہے  
اگر فوج میں عزت اور نام نیک چاہتے ہو تو خدات کو دل  
سے نکالو۔ بات مانو۔ اب جنگ کا خیال کرو عشق و حسن کا

باشنہ بے فکر ہی کہلاؤں، اچھا افسانہ ہو گا اگر، اگر کیا مشنہ

میان آزاد و نیشیا اور اسپلٹن کی ملاقات

اسنے بہن جہاز کے ایک کونے سے آواز مانی کہ (او گیدی  
نہوئی فردلی، ہوا پیچھے۔ درنہ لاش پھر کتنی ہوئی اسوقت)  
میان آزاد سمجھ گئے کہ حضرت خواجہ بدیع صاحب کو در سے  
شیطان نے رنگلی دکھائی۔ دشت سر سرسوار ہوئی فردلی  
باد آئی دے کہ اسانہو کسی دور بہن سے ٹر رہیں۔ انہم کی  
ترنگ میں جو جھجھک رہیں۔ قرب جا کر پوچھا کہ کس پر  
بگڑے کیوں چلا جا۔ کون یاد آیا۔ کس پر غل چایا۔

خوجی۔ (خجی یعنی خواجہ بدیع الزمان بدیع۔ اجمی جاہ  
بھی بیان شکار ہاتھ سے جہاز راہد گرفتار رہی کر لیا  
تھا گیدی کو بانا تو اتنی فردلیان لگانا کہ چھٹی کا دور  
یاد آتا۔ مگر میرا بانوں پھیل گیا اور وہ نکل گیا۔

آزاد۔ (سکار کر) بار ایک آنچ کی ہمیشہ کسر بجاتی ہے  
خبر کی چہرے کو کرنا گیدی کو۔ یہ تھا کون۔

خو۔ تھا کون؟ تھا کون؟ ہوتا کون؟ وہی بہرہ پیام  
اد کس کو پڑی تھی بھلا۔  
آزاد۔ بہرہ یا؟

خو۔ جی ہاں بہرہ دیا بڑا تعجب ہوا آپ کو۔  
آزاد۔ بھئی ہاں تعجب کہیں لینے جانا ہے۔ کیا بہرہ دیا  
بھی جہاز سرسوار ہو لیا ہے۔ بڑا لاگو ہو بھئی۔

خو۔ سو انہیں ہوا تو آیا کہاں سے۔ پھر جا گیدی تو خوا  
بدیع جو فردلیان ہی نہ بھونکی ہوں (دونچو بڑا دگر اشارہ  
آزاد۔ کیا سوتے تھے خوجی یا نیک میں تھے۔

کہ گویا قارون کا خزانہ مل گیا۔ عاشق کی آندوسے دلی برائی  
معتوق نے منہ ہانگی مراد پائی۔ ہندوستان میں آئے تو خوشی کے  
شاد بانے بجائے میں نیشیا دانی سن رہی اسپلٹن جو بہن سے  
جس طرح انھیں بسم لایا | اچھے ہوئے سب ملین تھا یا

راوی نے یہ روایت عہد اندر ناظرین کی تاکہ کس  
نیشیا کا حال سمجھ میں آئے اور اسپلٹن کے نام سے  
احسیت نہ پائی جائے۔

اُس بت شیرین حرکات مجروحہ صفات کائنات یعنی  
میں نیشیا نے جو بیان آزاد کو ناکام و نامراد پایا۔ تو اپنے  
پیارے شوہر سے بھدا ناز یوں فرمایا۔

م۔ چارلی۔ پیارے اس غنٹلیں سے کیونکر پوچھیں کہ  
آہ سرد اور دل بردرد کا سبب کیا ہے۔ بتاؤ۔

ص۔ پیاری تم اولے ایسے آدمیوں کو غنٹلیں کیوں  
کتی ہو یہ تو (رنگ) لینے (کا لادہ) ہے۔

م۔ دیکھو تینے چھوڑ دی چھیر خانی کی۔

ص۔ تو پھر تم ہمارے چرھانے کے لیے کالے آدمیوں  
کو غنٹلیں کیوں کتی ہو۔

م۔ کالا آدمی تو ہم جیسی کو کہتے ہیں یہ تو گورا چٹا  
خوبصورت آدمی ہے۔

ص۔ تو خوبصورت ہونے سے غنٹلیں بن جاتا ہے۔ وہ  
غنٹلیں کی اچھی تعریف کی۔ انگلستان کے سپاہی سب  
دسفیہ ہوتے ہیں تو کیا اس سے وہ سب غنٹلیں ہو گئے  
م۔ تم تو اپنی دلیل سے آپ قائل ہو گئے۔ تمھارے کلام  
یہی ثابت ہوا کہ غنٹلیں گورے چہرے سے انسان نہیں  
ہوتا۔ پھر یہ کیا فرض ہے کہ تم سب تو غنٹلیں ہو اور کس ملک

تو۔ خوجی کی ایسی بیسی مردودی۔ پھر کتنے خوجی کہاں کہ  
کیون جی؟

آزاد۔ معاف کرنا بھئی۔ تھوڑا ہوا۔

تو۔ داد اچھا تھوڑا ہوا۔ کسی کو دو جوتے لگایے اور  
کیسے تھوڑا ہوا۔ خواجہ بدیع میرے مجھ کبخت کا نام تھا۔

آزاد۔ نام تھا۔ کیا اب نہیں ہے۔

تو۔ جب دیکھو خوجی خوجی خوجی کی ایسی بیسی مردکی  
آزاد۔ جناب خواجہ بدیع صاحب یہ بہر دیا کبخت کہا  
سے آگیا۔

تو۔ ارے صاحب اب تو خواب میں بھی آنے لگا۔ ابھی  
ابھی میں سو رہا تھا آپ موجود۔ میرے ہاتھ میں اس وقت

انیم کی دبیاتھی پھینک کے دیا اور لیکے کنارہ جو چھپے  
جھپٹا تو دو کوس نکلیا مگر شامت اعمال سے ایک مقام پر  
نڈا سا بانی ہوا تھا۔ روح فنا ہو گئی پھلا تو ارادہ ہون۔

آزاد۔ کیا گر ٹپسے؟ ارے تو بہ!۔

تو۔ بس کچھ نہ پوچھیے۔ پھر آپ جانیے میرا گرا یہ معلوم  
ہو جیسے ہاتھی پہاڑ سے گر دھڑام۔ دھڑام۔

آزاد۔ اس میں کیا شک ہے۔ آپ کے ہاتھ پانوں ہی کے  
دبے میں۔ وہ تو کیسے بڑی خیریت گذری۔

تو۔ اور کیا۔ اس نے بچایا۔

آزاد۔ تو یہ کیسے ہتے پر سے اُکھر گیا۔

تو۔ اودہ جانا کہاں ہی رگیدی رگیدی کے بارون خرد لیا  
تو خواجہ بدیع۔ بیان کبہ انی کر چلے میں۔

لفٹ اپیلٹن اور دیشیا دونوں بیان آزاد اور  
خوجی کی تقریر سننے تھے۔ اپیلٹن تو ارادہ خوب سمجھتے تھے

مگر دیشیا نادان تھے۔ اپیلٹن نے ترجمہ کر کے بتایا تو دیشیا  
نے تنقید لگایا کہ معقول۔ نسخ۔ انچ بھر کا آدمی۔ ایک ایک شہ  
کے ہاتھ پانوں اور اس کے گرنے سے اتنی بڑی آواز ہونی  
کہ جیسے ہاتھی گرے۔

ص۔ شری ہو کوئی۔

م۔ پکا سودا کی معلوم ہوتا ہے۔

ص۔ خدا جانے کیا وہی بتا ہی کہتا تھا تو ملی بات بات  
پر بھونکتے ہیں آپ۔

م۔ اہا ہا۔ تم چپ رہو ہم اس ضلع میں سے پوچھتے ہیں کہ  
یہ کون پاگل ہے۔ بس انھیں پانوں پانوں میں ہم اسکا بھی  
حال پوچھ لینگے۔ ہون۔

ص۔ اچھا۔ مگر ہندوستانی بنیز ہونے میں تم گفتگو نہ کرو اس سے۔

م۔ اب تو اتنے دن ہم بھی ہندوستان میں رہ آئے ہیں  
ہم سے یہ بات نہ کرو اچھا انھیں پوچھو۔

ص۔ (انگلی کے اشارے سے بیان آزاد کو بلایا)۔

بیان آزاد اسی جھلاک سننے والے تھے۔ ٹمک ٹمک  
دیر دم کشیدم۔ اپیلٹن اپنی آدمی چہرہ مارے غصے کے

لال ہوا غلط غضب سے عجب حال ہوا خیال ہوا کہ دیشیا  
تنقید لگا لیگی تاہم بیان بجا لیگی کہ ایک نگر تک مخی طب نہوا

بات کا جواب تک نہ دیا۔ دیشیا نے جو کیفیت دیکھی تو  
اٹھ کھڑا اور مسکراتی ہوئی بیان آزاد کی طرف گئی۔ بیان آزاد

یہ دونوں سے بڑے چالنے اور ضلعیوں میں بنے کے عادی تھے  
انھوں نے ایک معززا اور خود اور کم سن لیڈی کو جو مخی طب

پایا تو بعد ادب ٹوٹی آماری اور تسلیم بجالائے۔ مسکرائے  
اور پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے جاتے ہیں۔

م۔ انگلستان۔

آزاد۔ ہان۔ ہندوستان میں کس قدر عرصہ تک رہنے کا اتفاق ہوا۔

م۔ بہت کم۔ یہی کوئی برس سوا برس۔

آزاد۔ درست۔

م۔ یہ پسند نہ آدمی کون ہے۔

آزاد۔ جی ایک مسخرہ ہے۔

م۔ خوب باتیں کرتا ہے۔ ہنسنے ہنسنے اس وقت پیٹ میں بل پڑ گئے۔

آزاد۔ جی ہان بڑا مسخرہ ہے۔

م۔ (اپنے شوہر کی طرف مخاطب ہو کر) چارلی یہ جھٹلیں کتنے ہیں کہ وہ بونا مسخرہ ہے (آزاد سے) یہ فائنٹ اپلیٹن ہیں میرے شوہر۔ آئیے آپ سے انکی ملاقات کرادوں۔

آزاد۔ (دھم بڑھا کر) گڈ مارنگ سر۔

ص۔ (مصافحہ کر کے) گڈ مارنگ۔ آپ کمان جائینگے۔

آزاد۔ ٹرکی۔

م۔ ہان! کیون؟ کوئی خاص کام ہے یا صرف بہ طریق سیر و سیاحت۔

آزاد۔ ایک فردوسی کام ہے۔

ص۔ وہاں تو بالکل جنگ پھری ہے۔

آزاد۔ جی ہان میں بھی اسی بے جانا ہوں۔

ص۔ وہ جنگ کے واسطے۔

آزاد۔ ہان ایک سبب حائل ہے۔

م۔ آپ تو ٹرکی کا ہاتھ بنا بیٹھے۔

آزاد۔ جی! میں کیا شک ہے۔

ص۔ اگر آپ مجھے معاف کریں تو ایک بات دریافت کر دینا اس وقت آپ آہ سرد کیون بھرتے تھے۔ آپ کی ٹھنڈی سانسوں کی طرف میری پیوی نے مجھے متوجہ کیا اسکا کوئی سبب خاص ضرور ہے۔

آزاد۔ کیا عرض کر دینا کسی ایسے نے مجھے ٹرکی جانے کا حکم دیا ہے کہ اسکی تھوہر ہر وقت نظر کے سامنے رہتی ہے۔

م۔ ہم پہلے ہی سمجھ گئے تھے۔ آپکی شادی ہوئی ہے۔

آزاد۔ جی نہیں میں ناگذا ہوں۔ مگر ٹرکی سے سرخرو واپس آنے پر میری شادی منحصر ہے۔

م۔ میں سمجھ گئی۔

ص۔ اخا یہ میان آزاد تو آپ کا نام نہیں ہے۔

آزاد۔ (تجربہ ہو کر) ہان جی تو یہی نام۔ آپکو کیونکر معلوم ہوا

ص۔ ایک اخبار میں مجھے آپکا ذکر خیر دیکھا تھا آپ تو

بڑے لائق فائق اور مشہور و معروف جھٹلیں ہیں۔

جھٹلیں کے لفظ پر دیشیانے بعد شوخی اپنے شوہر کو چپکے سے ایک ٹھوکا دیا۔

م۔ خدا اگر سے میان آزاد سرخرو آئیں۔

ص۔ میان آزاد ٹھیک ٹھیک حال تھا وہ کہ کس نے ناہرہ

کی دھڑکیوں نے ٹرکی جانے پر مجبور کر دیا۔

آزاد۔ دل چوٹ کھا گیا اور کیا بتائیں۔

م۔ نام معشوقی سن بر کیا ہے۔

آزاد۔ حسن آرا بیگم۔

م۔ کیا پارا نام ہے۔ (بھولے پن کے ساتھ) جی چاہتا

ہے اس نام کو جو م لون۔

ص۔ (مسکرا کر) این واہ! بہت بھلا معلوم ہوا

م۔ مس حسن آرا یکم پڑھ لکھ تو ضرور لیتی ہو گی۔

آزاد۔ نہایت تربیت یافتہ لیدی ہیں ذکی الطبع حلیم المزاج خوش فکر۔ منہس مکھ۔ خند پیشانی۔

م۔ حسین تو ضرور ہی ہو گی۔

ص۔ حسین تو ایسی ہیں کہ ہندوستان سے ٹرکی بھیجا اور جاتے ہیں ہی ثبوت حسن گلوسر کافی پر قیامت کی بری چوڑی اپیلٹن کسی ضرورت سے درانا خدا کے پاس گئے تو مس ویشیا نے بری بے تکلفی سے پوچھا کہ حسن آرا یکم کی صورت قطع و فصیح جال وصال خوبو کسی پر میان آزاد رسیا آدمی تو تھے ہی انکو دل لگی جو سوجھی تو انھوں نے دیے دانتوں کہا کہ بس بعینہ آپ ہی کا سا مکھ ہے۔ ایسی ہی گوری گوری گردن۔ ایسی ہی جسم تن۔ ایسی ہی غبرین۔ ایسی ہی توں ایسی ہی بڑا سا قد۔

م۔ (شرکار) تو مس حسن آرا میری چھوٹی بہن معلوم ہوتی ہیں کیوں جب ہمارے گورے پن کی درپردہ خوب تعریف کی۔ آزاد۔ (ہاتھ جوڑ کر) معاف کیجئے گا۔ آپ کو اپنے مشق پر پھر کا ہنسل بایا تو اسقدر مٹا لے کی جرات ہوئی۔ درنہ ہم تھے اور اہ سرد۔ ہم تھے اور دل پرورد ہر دم بے چین۔

لب بر فغان زبان پر ہیں۔

کد سب غم جاگتا آفت میں مہنی	اکشام سے بان صبح قیامت میں مہنی
ادھر میں شق کے پتے سے نکالے	دم توڑنے میں قطع محبت میں مہنی
اُنہی ہی تجھے سوچتی ہو جو خاک و دن	سیجھی بھی تجھے نہی نہی نہی نہی

م۔ سنا جو چاہتے ہو کہ آزاد ویرانے تو استقلال سے کام لو اور مس حسن آرا کو دل سے بالکل بھلا دو۔ درنہ مشکل ہے۔ مقدم تو یہ بات ہو کہ دل ناواہن ہو جیتا ملن چھوڑا احباب چھوڑے پھر

بھی مستقل مزاج نہو گے تو کب ہو گے۔

آزاد۔ دل برقا ہو نہیں بان اتنا قابو تھا کہ اُس ضمتم تم کوش و ناز فروش کا کٹنا مان لیا۔ روم کا جانا دل میں ٹھکان لیا اب آفت بھی نہ کروں۔ ٹھنڈی ساس بھی نہ بھرون۔

م۔ اس میں کچھ سرج نہیں۔ اگر دنا آئے تو ضبط نہ کرو۔ ٹھنڈی ساسین ضرور بھرو۔ لیکن دل کو ہاتھ سے نہ دو۔ دن رات میں حسن آرا ہی کے خیال میں نہ رہو۔

آزاد۔ ہاں صہا مجھ سے وحشی کو  
اسکو سمجھا جو کچھ سمجھتا ہو

م۔ مس حسن آرا بہن سنگدل ذرا کیوں؟  
راوی۔ بُت تو سنگدل ہوا ہی کرتے ہیں۔  
ص۔ مس حسن آرا کی باتیں ہر ہی ہیں۔ کیا میں ہو گا اسکا آزاد۔ یہی کوئی چودہ پندرہ سال۔

م۔ این! ذرا سی ٹرکی ہے۔ چودہ پندرہ سال؟  
ص۔ نہیں نہیں ذرا سی نہیں ہے۔ ہندوستان کی پانزدہ سالہ ٹرکی ہے۔

م۔ (مسکرا کر) ہاں سچ کہا۔  
اتنے میں جہاز پر ایک دل لگی بازو سوچھی کہ آؤ جو

بنائیں۔ اور خوب ہنسنے لگائیں۔ دو چار راہیں  
شریک حال ہو گئے جب دیکھا کہ میان خو جی بینک میں سوئے  
تو ایک شخص نے وقتاً مرحین انکی ناک میں ڈال دین  
اور ذوق بھر کے بیس قدم پر ہوا خو جی نے جو آنکھ کھولی  
تو آجھیں آجھیں آجھیں۔ چھین۔ چھین۔ یاد لے گئے  
کی طرح ادھر ادھر ہو گئے لگے مس ویشیا اور فٹنٹ اپیلٹن  
اور میان آزاد اور جہاز کے مسافر ہنسنے ہنسنے لوٹ لوٹ گئے

حضرت خواجہ بدیع صاحب ہست ہی جھلائے اور خوب ہی گرائے۔ اب آپ ہی آپ بے نقط سٹارہے ہیں۔

آزاد۔ بھائی خواجہ بدیع صاحب۔

خو۔ بس الگ رہیے گا۔ (آچھین)۔

آزاد۔ آخر یہ ہوا کیا۔ کچھ بناؤ تو۔

خو۔ چلیے آکھو کیا وہ چاہے جو کچھ ہوا (آچھین)۔

آزاد۔ یار یہ اسی بہروپے کا سارا فساد ہے۔ آپ نے اچھے گھر بیانا دیا۔

خو۔ (دیکھتے تو کتنی (ماچھین) خروپیاں بھونکی ہوں مردو کوک (ماچھین) یاد ہی تو کرے۔ (چھین)۔

آزاد۔ مگر تم گڑگڑ پڑتے ہو۔ بیان ایک دفعہ جی کرنا کر کے گرفتاری کر لو۔

خو۔ ہونہ کیا ہنسی ٹھٹھا ہے گرفتار کر لینا (آچھین) م۔ اسوقت اُس نے کیا کیا۔

خو۔ ناک میں مرچیں ڈال دین گیدی نے۔

اسپر اور بھی تہمتہ پڑا اور نفعے کی آواز نے میان خوجی کو اور بھی چوند مچا دیا پانے تو سب کو کچا ہی کھا جائے اور بہروپے کی تو بڑی ناک نہ باقی رہتی۔ مگر خدا کئے کو نہیں تھا۔

آزاد۔ ابھی آپ تاک میں بیٹھے رہیے۔ بس آئے ہی گرفتار کر لیجیے۔ مگر پڑا شریر۔ سچ ناک میں دم کر دیا۔

خو۔ آت اودہ اچھٹھٹھا گاہی۔ ناک میں مرچیں جھونکنا کیا معنی یہ ناک کان کی دل لگی کسی۔

آزاد۔ اور کیا صاحب یہ بڑی بجا بات ہے۔

خو۔ بجا اور بجا کے بہرہ سے نہ رہیے گا میں ایک آدمہ دل

ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر کے دھرونگا۔ کہا نے بڑے کرے خان میں آپ کوئی نہ رہا تھے ہو مجھے میں بھی کیدانی کی ہے۔

م۔ (میان آزاد سے) کیا کتاب ہے۔

آزاد۔ (ترجہ کر کے) کتاب ہے کہ میں فوج میں کپتان ہ چکا ہوں۔

م۔ دل۔ کپتان صاحب۔

خو۔ واہ واہ واہ۔

آزاد۔ اور کیوں بندہ بہرہ ور یہ خاکسار نے کیا کیا تھا جو حضور نے لے ڈالا اسوقت کہ ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دوں گا۔

اور چھین و چھان۔

خو۔ (آنکھیں کھول کر) ارے یہ آپ تھے۔

آزاد۔ اور نہیں تو کیا آپ کے باپ تھے۔

خو۔ بھائی معاف کرنا۔

آزاد۔ یار کوئی تدبیر سیسی کر دو کہ بہروپیا پکڑ لیا جائے۔

خو۔ تم بولو نہیں۔ بس دیکھتے جاؤ صبح شام میں گرفتاری کیا جا رہا ہوں گیدی کو۔

آزاد۔ لیکن اب ذرا ہوشیار سوئیے گا۔ بہروپیا گیا خنیم میں ایسا نہ کوئی حرفت رو پے دو پے غائب کر دے۔

بیوقوف کمین کا اب گدھے بیان بہروپیا کہاں۔

خو۔ بس خودی بزرگی ہو چکی۔ ہمیں جو کھنگا سنے کا بھی

بس رخصت (دور یا بدھنا اٹھا کر) بندہ جلتا ہے۔ پارا نہیں ہو چکا۔ اور سنئے ہم گدھے ہیں۔ کیا جانے کتنے گدھے بنے بناؤ۔

آزاد۔ چلیے گدھے نہیں گدھے کر سہی۔ لیکن جائے گا کہاں یہ بھی خشکی جو کچھ معقول!۔

خو۔ اوجہار کے کپتان۔ ادنا خدا۔ جہاز روک لے۔

آزاد۔ این!! اوجہاز روک لے!! کیا خوب!!۔



راوی - واسپر بچہ کا دیا - وہ بیان خوبی - کیون نہو اپنے حساب کو بچھڑے پر لے میں جب چار روک لیا م - (زور سے تمہارے لگا کر) کیا جہاز کو روکنے کا حکم دیتا ہے ص - (منکر) ہاں بہت بگڑے ہیں -

خو - ارے جہاز روک لے - او نا خدا - ص - وہ دون نہ سنے گا دو چہار ہاتھ فردلی کے لگا ئے تو پھر منے ؟

یگنکو پوچی رہی تھی کہ خدنگار نے آکر صاحب سے کہا حضور (حاضری) جی لگی -

م - بیان آزاد سے بھی کہو کہ ہمارے ہی ساتھ کھانا کھا رہے ہیں ص - مشر آزاد - میری بیوی کی خواہش ہے کہ اس وقت ہم آپ ساتھ کھانا کھائیں - ہم اپنی کسین میں کھاتے ہیں - آزاد - کیا مضائقہ -

م - ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ بیٹھا اٹھا کیجے دو گھڑی غم ہی غلط ہوگا - آزاد - میں کمال مشکور ہوں -

م - مشر آزاد - ہم دونوں کو تمہارے ساتھ ایک قسم کی ہمدردی ہے

آزاد - میں تمہارے دل سے محبت ہوں - شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ اس قدر شکور ہوں کہ زبان سے ادا نہیں ہوتا -

ص - جو اس وقت تمہاری کیفیت ہے وہی میری کیفیت تھی م - وہ وقت خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے میں اور سارے چاروں ایک دن باغ میں مل رہے تھے رات کا وقت تھا

ہوا - اودی گھٹا عجیب مہمانساں تھا - چاروں اس وقت ایسے خود رفتہ ہوئے کہ میرے قدموں پر ٹوپی رکھ کر انھوں نے کہا

کہ دنیا میں تمہیں بیا کرنا میں تم پر عاشق ہوں میں نے شرم کے ارے کہے جو اب نہ دیا کہ میری بھی آزدی تھی کہ تمہیں کے ساتھ شادی ہو - خبر پڑی دیر کے بعد میں نے ان سے زبان ہاری بس پھر ایک ایسا ساجی ہوا کہ میں نے روٹی - ص - فرے فرے کی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک سوار گھوڑے کو لڑکھاتا ہوا آیا اور اسے میرا نام لے کر کہا کہ لفٹ اپلیٹن بیان ہے -

م - آت جب مجھے وہ وقت یاد آتا ہے تو کانپ اٹتی ہوں -

ص - بس - ع

کاٹو تو لہو نہیں بدن میں اسے پھر میرا نام لیا - آخر کار معلوم ہوا کہ میری جہنم کا کرل ہے - کہا کہ ہارس گاڑ سے مجھے علم ہوا ہے کہ تھک لے کر صبح کو جہاز پر سوار ہو جاؤں - انگلستان کی ایک نو آبادی سے جنگ عظیم کسی قلم نے چھپری ہے -

آزاد - ارے غضب ! وہ استم ! استم ! صبح کو جہاز پر جانا ہے - اور شب کو شادی کی باتیں ہو رہی ہیں - ہاے اس وقت کیا حال ہوا ہوگا - معاذ اللہ معاذ اللہ -

م - حال ! اپنے آپے میں کون تھا -

ص - پیاری دنیا کی یہ کیفیت کہ اسوجاری اور لولا نہیں جاتا فزوغم سے اظہار حال محال ہے - اب فرما ئے میں اس پیام کو سمجھاؤں یا اپنے دل کو سمجھاؤں یا دنیا کو سمجھاؤں انکی گریہ دزاری اور تیراری ناگفتہ بہ اور کہ تل مجھ سے بار بار کہے کہ اپلیٹن اب پانچ ہی گھنٹے باقی ہیں اپلیٹن اب چار ہی گھنٹے باقی ہیں - آخر کا میں مجبور ہو کر

انہی نصحت ہوا۔ آت رونا آتا ہو۔

آزاد کیا نجات کا سامنا تھا۔

ص۔ کرنل نے اس قدر جلدی کی کہ انہی بھی طبع رخصت بھی ہو سکا۔ مگر جہاز پر جب کبھی دیشیا یا آتی تھی غصہ کی تصویر انکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی۔ دیشیا کی بھولی بھولی انفرسٹیم مسماتی تھی۔

آزاد۔

بہمن تفتیشیلم سے نور ہالی ہوتی	شب بھراں عرصہ بڑی ہوتی
دعدہ ویدار کا چٹل کھائی ہوتی	کل جوانی تھی دیا بھی آتی ہوتی
دشت غزت میں جوتھے لائی ہوتی	بلکسی تھڑے دور تک آتی ہوتی
وصل کی شہزادوں جلدی آتی ہوتی	ایسہ اور ذرا دیر لگائی ہوتی

م۔ انکے خٹون پر جو بہمن جنگ سے مرے نام لائے تھے میری زندگی کا دار و مدار تھا۔ دن رات رونے ہی سے شرکار آت میری زندگی کے دو دن بڑے سخت تھے۔

ص۔ مگر خدا نے ہماری سن لی۔

م۔ کوئی دس گیارہ مہینے کے بعد پچھڑے ہوئے باہم ملے۔ میان آزاد ابیدہ ہوئے تو اس سن بربری بیکریے اپنے اودے ریشمی رومال دسوی سے انکے آنسو پونچھے۔

ص۔ مشرزا دہم بھی ایک وقت میں ایسے ہی باپوس تھے مگر خدا نے جو ہماری بیاری دیشیا سے ملا۔ اہد طبع بھی مس حسن آرا سے ملو گے ایک دن۔ خدا کے لیے غم کو دور کر دو۔

م۔ آمین۔

آزاد۔ ہمت مردان مدد خدا۔

م میں حسن آرا کو اپنی خیر عاقبت کے خطوط تو بھیجے ہونے۔

آزاد۔ برابر۔

حاضری نوش جان کر کے دیشیا اور اپیلین اور میان

آزاد بے تکلفی کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ دے ہوئے ادھر ادھر یہ دونوں بیچ میں اس صنم رونا کو لیے ہوئے ٹھٹھکے گئے آزاد کو دیشیا کی ایک ایک جھب بھاتی تھی اور وہ زن جمید کبھی بعد شوخی اٹھلاتی تھی کبھی ناز و ادا کے ساتھ مس کرتی تھی۔ واہ رے آزاد وہ خوش قسمت ہو تو ایسا ہو۔ بلاشبہ اپنے وقت کے کھیا تھے۔ جہاں رہے منظر نظر گلہ خان پر ہی روش ہی رہے جس سے ایک مرتبہ بات کی وہ ہزار جان سے عاشق و شید ہو گئی۔ عجب جاوید میان آدمی تھا۔ ۵

اثر کھانے کا پیار سے ترسے میان میں ہر	اثر کھانے کی آنکھ میں جادو تری زبان میں ہر
---------------------------------------	--

آدمی خوب رو اور عین مچوان غلامد بلا تو تھے ہی۔ اور طرہ اسیر یہ کہ نہ کہ سنج و شیرین مقال خوش تقریر ناز کمال دیشیا کو بھی ان سے ایک پاک محبت ہو گئی۔ ہر دم انھیں کے ساتھ رہتی تھی۔ تنہا تنہا کر چل کر تھی اور انکی محبت کا دم بھرتی تھی۔ اعلیٰ درجے کا عشق صادق تھا اگر جہاز پر دیشیا کا ساتھ نہ ہوتا تو میان آزاد مری مصیبت میں بسر کرتے۔ انکے تنہائی دوسرے درجہ والے تھے۔ تیسرے درجہ پر تھے۔ مگر خدا نے انکے ہر میان آزاد اس صفائی اور شرافت میں پیش آئے کہ اپیلین کو دیشیا کا انکے ساتھ رہنا بھیجا ہے لکھا انہیں ہنستا ہونا ذرا بھی شاق نہ گذرا۔ آزاد نے جو ایک جوان اور بری چہرہ مشوق کو اپنا ہمدرد پایا تو خدا کا شکریا ادا لائے کہ خیر و کھیر غم تو غلط ہوا جہاز کا سفر دراز نہ لکھا۔

خوجی۔ (لہر لہر کر کے)

گرم سین اور تہ مجھیں سی | جگو تو دل لگی سے غرض یہ کہ میں سی

آزاد نے جو یہ شعر سنا تو کسی بہانے سے دینیات سے ذرا دیر کے لیے رخصت ہو کر خو جی کو جا کر سمجھا یا۔  
آزاد۔ ہائین ہائین یہ کیا غضب کرتے ہو اسکا شوہر اشعار خوب سمجھ لیتا ہے۔ فارسی خوان ہے۔  
خو۔ وہ گیدی اس راز کو کیا نہ کو کیا جانے۔

آزاد۔ تم بڑے بد ہو۔ لاجول ولا۔  
خو۔ (منسک) ہونہر کیا اُڑان گھائی ان تہاتے ہین آستاد شہید مردوں سے بھی دل لگی! کیون؟  
آزاد۔ خدا را ایسی باتیں نہ کرو۔

خو۔ وادہ ہر حسن آرا کے لگ بھگ ہین ہائین سچ کہنا استاد وہ مہجی والی بیگم بھی ایسی ہی سوخ تھی۔ اتنے میں میان خو جی کو بت رنگین اداو دینیات نے ایک ادا سے دلہا کے ساتھ انگلی کے اشارے سے بلایا خواجہ بدیع نے جو دیکھا کہ ایک فچہ دہن گبدن کی انکے حال پر کمال عنایت ہے تو ریشہ خطی ہو گئے اور بہت اڑتے اور ایند تے ہوئے چلے۔ ابو ہو ہو۔ ذرا حضرت

کے قد و قامت کو دیکھئے اور اس بو کھلاہٹ کو دیکھئے کہ پتا ہوئے جاتے ہین اپنے نزدیک لندہ مور پہلوان کے بھی چپا ہین۔ اے شاہ باس ہر وہ کیون نہو اسوقت ذرا بانوں پھیلے تو دل لگی ہو کر مصیبت تو یہ ہے کہ آنا پڑا وہ کاڈو جب گر لگا تو جاڑ سطح آب سے تر آب کی خلائیک بھر کر تری پہلوانی! آخر کندے نوٹے ہوئے آپ ہم صاحب کے ہونے آزاد۔ ٹوٹی آنا کہ سلام کرو۔ ٹوٹی آنا خود خو جی کا لفظ کش تھا کہ خواجہ بدیع صاحب کے غصے کے

تھوڑا بھر کا پارہ ایک سو میں رجبے پر پہنچا۔ بس پلٹ پڑے

اور پلٹتے ہی اُٹے پاؤں بھاگنے لگے۔

آزاد۔ اد گیدی (دشکرا کر) اد گیدی۔ جو پلٹ گیا جھو اتنی فردیان جھونکی ہوئی کہ جھنکی کا دو دم یاد آجا بنگا۔ م۔ م۔ ہنسک کیا ہمسے خفا ہو گئے۔ حضور۔ اے یہ آکے پھر لٹنا کیا مٹے۔ ادہ آئے ہما حب۔

آزاد۔ خو جی کو روک کر کہیوں بھی کیا شیطان نے پھر انگلی دکھادی میان خو جی۔

خو۔ خو جی مردک پر خدا کی مار۔ خو جی گیدی پر شیطان کی پھٹکار۔ ایک دفعہ خو جی کہا میں خون بی کے رہ گیا اب پھر دہرا خدا جانے کب کا دایاں گارٹے وقت آئے آتا ہے ورنہ وادہ مارے فردیوں کے جھٹسا سر آڑا دیتا لاکھ گیا گذرا ہون تو کیا ہو۔ اے پھر رسالدار اری اد گیدی ہی کیا کیے ہین گھاس ہین گھودی ہے۔ جی بان۔

م۔ آغا یہ خو جی کی نظد پر گئے ہم سمجھے ہم سے روکے خو۔ (ریشہ خطی ہو کر) نہیں ہم صاحب ایسی بات آپ فرماتی ہین۔

آزاد۔ ذرا اسے (کی زوہ کرمہ کا حال پوچھیے۔

م۔ کیا آجی پوی کے بھی آپ کے سے بے چارے ہاتھ پاؤں ہین۔

آزاد۔ انی پوی کا نام ہزار عرفان ہے۔ دیونی ہر دیونی۔ خو جی نے جو ہزار عرفان کا نام سنا تو چہرہ زرد دل سرد رنگ نی۔ گلچاشن ہو گیا۔ ادیا دجوا کا خوب بے بھاد کی ٹری مھین تو سم گئے ایک دفعہ ہی آنکھیں بند کر لین دنیاشمعی نہیں کہ کیا ہمارے ہر گریان آزاد تو دم بھکار تھے سمجھا یا تو خوب کھلکھلا مین۔

<p>عمل اٹھ گیا اور کالے کوسون تک گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا۔ اب وہ چاروں بری پیکر رشک فخر نظر سے اوجھل ہوئیں تو شہزادہ بلند ارادہ کے حواسِ خمہ بلا اجازت فخر ہو گئے اپنے معشوقِ شمع رو کو نہ پایا تو انکھوں تلے اندھیرا چھایا۔ تیار کی میں بھلا کہیں جائے نظر آیا ہے</p>	<p>چوری</p> <p>ایک ایوانِ سپہرِ امان کے بامِ فلکِ احتشام پر چار کم سن نوخیز شوخ و دینار خاتونِ معالی و دودمان خوابِ نازین ہیں اور ایک عاشقِ زار دریش و سببِ نگارِ نوبانِ حال وقال سے کہ رہا ہے کہ سے</p>
<p>ہو یہ وہ درد کہ جس درد کا جا رہے ہی نہیں وان لڑی آنکھ جہان اپنا گناہ رہے ہی نہیں</p> <p>پلنگ پر لے لے گسٹو انکھا معنی ملک کا بچھلنا ملک محال تھا جینا و بال تھا کبھی حالتِ بیہوشی کبھی خود فراموشی۔ فوسے</p>	<p>گرفتہ بردہ گفتی وقتِ خوابت</p> <p>اندھ خوابت ابنِ حریفانِ خوابت</p> <p>چاروں بچوں کیان بھی بند سوئی ہیں۔ ایک سر و سمن بر دوسری ترک زین کمرِ تیسری انشانِ حنینِ نازینی۔ چوتھی غیرتِ لعلبانِ چینی۔ یہی مندم ہو تا تھا کہ مصور کا ملِ فن مسلم البتوت استادِ رشک مانی غیرتِ بہزاد نے ناز و داد اور شرم و حیا کی تصویر کھینچی ہے۔ بہارِ انسا بیک کی زلفِ عینا سے بہشت کی لطفیں آتی تھیں روحِ افزا کے گلو گھر و بال تو جوان کے مزاج کی طرح بل کھاتے تھے۔ سپہرِ ارا کا دستِ حنائی سینہ صافی پر تجبِ لطف دکھاتا تھا۔ اور خاتونِ مہ نقا و س شیرین آرا بی حسن آرا بیک کے گورے</p>
<p>غلط است آنکہ گوئید کہ بدلِ بہتِ دل را اولیٰ من ز غصہ خون شد دل تو خیر نہ ارد</p> <p>طرح طرح کے خیالات میرزا مایون فر کے دل میں جاتے تھے اور دل کی دھڑکن کے مارے اور بھی کھراتے تھے تھوڑی دیر کے بعد کیا سنتے ہیں کہ کوئی دلِ جلایہ حقانی اشعار آواز بلند پر صفا ہوا راہ راہ جاتا ہے اور سامعینِ ذی ہوش بادِ عرفان کے جرعہ نوش کو بے اختیار وجد میں لاتا ہے</p>	<p>گورے پیارے پیارے کھڑے کے گردا گرد جب رشکِ نگ دیکھ کر دھوکا ہوتا تھا کہ انور گہ کر چھو باہو۔ ادھر یہ چاروں پر بانِ خیر آرام ہیں ہیں اور نگاہِ شوخی اپنا کام کر رہی ہے یعنی خدامِ عالی مقام شہزادہ سلیمان قدر میرزا مایون بہادر کے پاس ان تہانِ ملاکِ نظر فریبِ عدد سے صبر و شکیب کے بامِ پر سونے کی خیر لائے۔ اور خود بدستِ سننے ہی متنابی برے تابانہ دوسرے آئے سچ ہے</p>
<p>اعز دوست میلانز کو دروانی مدہ یاد تو م عاشقا زار مونس جان آید</p> <p>صد ہزارانِ مجموعی دیر گزشتہ ریا دتی گوید و مردارِ جوان آید</p> <p>یہ پرورد اور معرفت کی دُوبی ہوئی غزلِ سنہرے شہزادہ مایون فر کے دل کی عجیب کیفیت ہوئی ایسے ست کوکھ لکھ لگ گئی۔ ایک غمگین نے بعد ادبِ بہت سے جگایا۔ اور پائون و باک یون بیان کیا۔ خادم۔ (خ) حضور حضور۔</p>	<p>مکتبہ جلہ ناز توحید بہ دارد</p> <p>کرا آسمانِ زمین و دریا</p> <p>جب میلے شب کی زلف چلیا تا بہر کہ ہو چو نوچاندنی کا</p>
<p>شہر۔ ہون۔ خ۔ حضور زہر نقدِ حنین صاحبِ باندہ سے آئے ہیں۔ شہر۔ کون۔</p>	

<p>اور کھٹی حق یوں ہے کہ سے          بزم تو بہ سحر گفتار استخارہ کلمہ بہار تو بہ نیکن پر سد جہار کلمہ          میر - ناسخ مفت میں ذیل ہو گئے کلنگ کا نیکا لگا دے          خدا کے لیے بھرتو بہ کر دے          شہنر - ابھی ابھی اسی دم - مگر سے</p>	<p>سخ - حضور باندہ سے میر صاحب آئے ہیں -          شہنر - (خراٹے بننے لگے)          میر صاحب (میر) جی حضور کو ریش عرض ہے اٹھیے          اٹھیے بس اب یہ نخرے رہنے دیجیے دیکھیے تو کون آیا ہے          شہنر - (آنکھ کھول کر) کون صاحب ہیں -</p>
<p>تو بہ چار زلف خوابان مست   چون مستنیم خوشنما ترشد          میر - آرخان چارون چھو کر یوں میں سے آپ ریختے کس پر          ہیں - یا چارون پر دل آیا ہے -          شہنر - چار نکاح جائز ہیں یا ناجائز -          میر - ہاں شرعاً تو جائز ہیں مگر جب چارون کو ایک          نظر سے دیکھے -</p>	<p>میر - بچائیے -          شہنر - (خور سے دیکھ کر) اسم مبارک -          میر - میرزا ہمایون فر -          شہنر - اخاہ - تصدیق حسین میں (اٹھ کر بنگلیہ دوسے)          آؤ بار کھٹی خوب آئے -</p>
<p>شہنر - لینے کا ناہو جائے - ایک آنکھ بھوانی کے پھینٹ          کر دے -          میر - آن چارون میں کوئی نہ کوئی کا فردا اسکے حسن و          جمال اور رعنائی و دلربائی میں شرمہ چرمہ کر ضرور ہوگی - اسی پر          آپ سب سے زیادہ لٹو ہو گئے وہی مطبوع طبع ہوگی - اسی کا لقب          خاص محل ہوگا - پھر عدیل کمان رہا - اور سالیوں کے ساتھ دلی          کرنے کو آپ شرعاً جائز سمجھتے ہیں ؟ معقول ہوئے حضرت -</p>	<p>میر - کیسے کچھ اڑوسی پڑوسیوں کا حال تو کیسے متناہی          پر وہ دونوں ہر پارہ نظر آتی ہیں یا نہیں -          شہنر - اسے بیان اب تو چو کر ہی ہے - ایک سے ایک          خبرہ چرمہ کر سب سے میں مگر چشم شرم اود پاس موش ننگ          جیا قدم قدم پر ساتھ - ادب کا ہر دم خیال بقول شاعر سے</p>
<p>آپ سب سے زیادہ لٹو ہو گئے وہی مطبوع طبع ہوگی - اسی کا لقب          خاص محل ہوگا - پھر عدیل کمان رہا - اور سالیوں کے ساتھ دلی          کرنے کو آپ شرعاً جائز سمجھتے ہیں ؟ معقول ہوئے حضرت -          شہنر - آپ بھی طرفہ میخون میں ایسے سبایان اور سب          جو روین سالی کی سالی جو دلی جو روین ہی چپن گھنٹا ہے -</p>	<p>جیا پیش تخت چشم لہری آمد   ادب بہریم تو صد جاستہ ملی بد          میر - یہ کیسے کرے ہیں استاد -          شہنر - ہاں خوب یاد آتا - میں ابھی ہی تو خواب دیکھ رہا          تھا خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک طر از اور نکین مسری          حسن آیا بگم کا خط لائی ہے - خط پڑھی چکا تھا کہ آپ بلا کی طرح          نادل ہوئے جی چاہتا ہوں کہ کوئی مار دوں -</p>
<p>میر - تو واقع میں چارون پر دانت ہیں -          شہنر - نہیں بیان ہنستا ہوں - وہی تو ناگھدا ہیں -          میر - اچھا تو پھر امیدوار ہم بھی ہیں -          شہنر - اب رنگ لائی گلہری -          یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ محلے میں دفعہ فل ہوا</p>	<p>میر - اور کیوں صاحب یہ آپ نے تو بہ جو کی تھی -          شہنر -          بعد گل خدم از تو بہ شرب نجل          کہ کس مباد ذکر دارنا صواب نجل</p>

بن کے چھوٹ جاؤ گے۔ تو میں ہنسا۔  
شہنشاہ (خندہ نگار سے) پانی لائے دھوئیں اور بارش  
کا بوٹ لاؤ۔  
میسر۔ چل کر کیا کہو گے۔  
شہنشاہ۔ مبارکباد۔

میسر۔ این بخوبی انتظام کرنے چلتے ہو کہ کروں  
نا پنی جائے۔

شہنشاہ۔ اچھی کیلنگ کیا۔ بس افسوس کرینگے۔  
میسر۔ تو افسوس کرنے جانے ہیں آپ۔ لا حول ولاقوتہ۔  
شہنشاہ۔ مطلب سعدی دیگرست۔ افسوس اظہار ہمدردی  
ہر شاہ پر اسی پھیر میں نظر خوش گذرے کی ٹھہرے۔  
اور نہ ہی نہ سہی۔ اور ہی سن لینگے حالانکہ

قانع پر بھی نشو و طالب دیدار  
پر دانہ بہ کتاب بھی تو انکرو  
مگر

چھیر خوجا بے چلی جائے اسد اگر نہیں وصل و حشر ہی سی  
دونوں خوش گمان کرنے ہوئے چلے۔  
حسن آسا بیگم کا محل عشرت منزل کچھ کانے کو سون تو  
تھا ہی نہیں کہ سواری پر جائے مگر سے رد قدم چلے اور  
دن سے داخل۔

کیا دیکھتے ہیں کہ چالیس پچاس آدمیوں کے غول میں  
ایک شخص چور کو لیے کھڑا ہے۔ اور چور سے بے بھاد کی  
پڑ رہی ہیں۔ ایک نے ترسے چپٹ جھائی۔ دوسرے نے  
میں رسید کی اور نفلی ڈوب کر وہ ہو رہا۔ میسر نے  
آئے ہی زمانے سے دھب دی۔ چوٹے نے عین گھوڑی  
پر شاخ سے دھول لگائی۔ انہر چور پڑی پڑی کلبلا گیا

چور چور لینا جانے نہ پائے۔ گائیس لو۔ پھانس لو۔ لینا  
گائیس لیا ہے۔ جسے دیکھو چورک پرتا ہے بائیں بائیں کمان ہے  
کمان ہے۔ کوئی چراغ روشن کرتا ہے۔ کوئی بوی کا زور  
موتا کرتا ہے۔ چور نہ کھلبلی پچ گئی۔ کھلے دالے باہم یوں چور کو کیا  
کر رہے ہیں۔

۱۔ پکر گیا۔ پکر گیا۔  
۲۔ بان بان گرفتار ہو گیا۔

۳۔ ارے کمان کودا۔ پکر گیا چور کہ نہیں پکر گیا۔  
۴۔ میسلے آج شام کو ہمارے یہاں بھی آئے تھے۔

۵۔ بھیا اندھیاری رات بڑی ٹھن ہے۔ اداں ساڑن  
کی اندھیاری بان چرمبست ہے۔

۶۔ میں نے کئی بار غور سے دیکھا کہ کالا کالا آدمی متابی پر  
کھڑا ہے جب میں اٹھا تو غائب ہو گیا۔

۷۔ ارے بیان کسے کھڑے ہیں جدا آئے تھے۔  
۸۔ اچھی دہی سانے دالے محل میں۔

۹۔ سانے دالے محل میں؟ بیگم صاحب کے بان؟  
۱۰۔ بان بان بارے بھر گزشت۔

شہنشاہ۔ ارے بار کچھ سنا۔  
میسر۔ بان چور کہیں گھسا تھا۔

شہنشاہ۔ کبھی کہیں نہیں۔ دہین دہین۔  
میسر۔ دہین کمان؟

شہنشاہ۔ تمھارے سر میں۔ اچھی حسن آسا کے بان اور کمان  
کیون بھی موقع تو دیکھا ہے چلتے ہو اس وقت جلوہ بازی میں۔

اسی بہانے احسان خانی میں مفت کرم داستان۔  
میسر۔ سوچ لو۔ ایسا تو پیچھے میرے نامے جانے نہ تو شہنشاہ

مگر قمر دیش پر جان ہر دیش کرنا کیا۔ جاے لندن نہ پاک  
 برفن جھلا جھلا کر دوتا جاتا تھا مگر اس کو اسے پن کے صدقے  
 کو آت نک نہ کی۔ چپٹ پٹری اور گھوڑے لگا دو تین گرم دل  
 رقبی اغلب آدمی تو ابلتہ جاتے تھے اور لوگوں کو سمجھاتے  
 تھے کہ بس اب تو کھوپڑی پہنی کر دی بانی اور ٹراٹر جاتے جا  
 تھے۔ ایک نے کہا خوب ہاتھ کرانے۔ دوسرے نے کہا وہ  
 زنائے کی چپٹ رسید کی واسطہ کہ چھٹی کا دودھ ہی تو بیٹا  
 پا کر نہ ہونگے۔ تیسرے بولے میں بھی کڑی آمد کی  
 آگیا جو مکھلا لایا ہم تو پوے ہاتھ سے لگاتے تھے۔ جس  
 چوت بہت کم آئے مکھلا آدھ ہو کہ چوتھے آسمان کی خبر لائے  
 پانچویں اسے بار ہاتھ در در کرنے لگا۔ مگر خدا جانے رٹر  
 کی کھوپڑی بنی سے مردود کی یا اینٹ کی ہے۔ چھٹا۔ جی ہاں  
 جانو کھائی تو جا بگا۔ پھوڑ دوں دونوں۔  
 چور۔ چھوٹو لگا تو چچا ہی بنا کر چھوڑ دوں گا کچھ دیکھو تو سہی  
 شہر۔ بڑے شاہین چور معلوم ہوتے ہیں حضرت۔  
 چور۔ حضور پر سون غلام درد ملت پر بھی ہوا یا ہے۔  
 شہر۔ مجھے کسی نے اطلاع نہ دی ورنہ میں آپ کی شان کے  
 موافق آپ کی خوب خدمت کرتا۔  
 مصباح۔ اے حضور یہ گلہ از ہے۔ درد درد کے چور  
 اسکا نام سنیں تو کان بکریں۔  
 چور۔ اے تیرا پ بھی ہماری ہی کٹری میں بیٹھا تھا۔  
 مصباح۔ چپ نہیں دوں گا ایک چوہا بیسی طلق  
 میں ہو رہے گی۔

چور۔ چھٹ جاؤں تو چوٹے اور بوٹے کا حال تہا دل  
 کیا گردن بے بس ہوں ورنہ تم سب کو میں کے دھرتیا شہر

بناؤ انا۔ سر۔

نواب صاحب۔ (ن) ہمارا نسا یکم کے میان (میان) سی  
 زبان کیا طرار آدمی ہے۔

شہر۔ اچی حضرت اسکی پور پور میں بیچ ہیں۔ واسطہ  
 آدمی شہ زور بھی ہے۔

میر۔ بجا ارشاد ہوا مگر۔ جیل بدن میں ضرور ملے ہے۔

ن۔ جی ہاں یہ اکثر چور دن کا قاعدہ ہے۔

شہر۔ (گستاخی معاف) چور دن کے قاعدے سے حضور

خوب واقف نکلے۔ سچ ہے۔ (دلی را دلی می شناسد)۔

ن۔ بجا ہے۔ دلی را دلی می شناسد کی اچھی بھینسی کہی۔

میر۔ حضرت یہ آخر آبا کدھر سے اور بکر کو بکر گیا۔

ن۔ میں پھر پھر اگر کوئی دس بجے کے وقت شہر سے آتا تو

پھانک کے پاس سڑک گھوڑے نے ٹھوکر لی۔ کوئی نہیں

نکٹ شمل روشن کر کے میں نے گھوڑے کو دیکھا اور ایک

آدھ گھنٹے تک باغ میں ٹھلا کیا۔ گیارہ بجے اندر گیا دس

بجھا کھانا کھایا۔ دوٹے پوٹے بارہ بج گئے۔ مگر ایک بجے پھر

انکھ کھل گئی ٹھلا کیا۔ دو کے عمل میں خوب بیٹھی بند آئی

بس ایک دفعہ ہی حضرت سلامت غل کی آواز سنی۔ تو چونک

اٹھا معلوم ہوا کہ چور آبا ہے۔ تلوار لیکر دوڑ پڑا۔ اب نیچے چو

جو گھبرا ہوا زینے پر چڑھنے لگا۔ میں نو اور سے آ رہا ہوں اور

دو بیچ سے زینوں پر چڑھتا ہی چون سچ میں مڈھ بھڑکائی

اٹھنے پھری نکالی مگر میں نے ایک ہاتھ پھوڑا۔ دلائی پھیلنے

ہوئی پڑی ذرا ہاتھ اوچھا نہ پڑے تو مکھلا کھل جانے لگا

اسکی بدی تو بھی میں نہیں بچ نکلا۔ پھر قتل تلوار کی چک کے

اگے کون ٹھہر گئے۔ بھلا۔ ایسا سما کہ ہوش پتیرا خواں

شہر۔ ہاں تو مزایا فتنہ میں حضور پر کیے۔  
 میر۔ ابکی پھر تیرا گھر دیکھا میان نے۔  
 چور۔ ہونہ وہ تو نہ مال ہو۔  
 میر۔ شاباش جیسا کے بیسوں بسوے۔  
 ن۔ (شہزادے سے) یہ آپ نے کہاں اسوقت تکلیف  
 فرمائی پیردیسوں پر اس درجہ ہمدردی۔  
 شہر حضرت ہمایہ گھر کا جاہ۔ میں نے کہا جگہ دیکھوں  
 تو کیا دروات خدا نخواستہ ہوئی بارے شکر ہے کہ پھر گذشت  
 آپ اسقدر قریب ہیں مگر خدا آپ کو توفیق ہی نہیں دیتا کہ کسی  
 غریب خانہ تک تشریف لائے سچ سچ عرض  
 شاہان کم التفات بجال گدا کنندہ۔

ن۔ پیر شد کیا عاف کر دے۔ بوجہ خد درخند حاضر ہو  
 معاف فرمائیے گا۔ زرا دم کے دم تشریف رکھیے خد نوش جان فرمائیے  
 شہر۔ بہت اچھا۔ حضرت ہم تو بے تکلف آدمی ہیں۔  
 ن۔ چلیے کوٹھی میں بیٹھیں۔ یہاں ادس مضر ہے۔  
 شہر۔ اے حضرت ہونٹ جس میں تو کچھ ٹھینا نہیں اچھا معلوم ہو تو کہ  
 ن۔ کیا مصافحہ کر سیاں لاؤ جی۔ مونڈے نکالو۔

نوا بھاجا شہزادہ میرزا جلاؤن فرادر میر صاحب  
 کرسیوں پر دروازے کے قریب ممکن ہوے۔ تو یوں باہم  
 چرمیکو میان ہوئے لگلیں۔

ن۔ ان ذات شریف کو اب کو تو ایلی جو ترہ دکھاؤ۔  
 شہر۔ حضرت آپ کی سالی تو دالہ بڑی شیردل نکلیں۔  
 دوسری کم سن عدوت ہو تو ڈر جائے اس پر بولی بولی کانپنے  
 لگے دالہ۔

ن۔ جی ہاں۔

ہو گئے بھاگتے راہ نہ ملی پاؤں کین رکھنا ہر قدم کین پڑتا  
 ہوزینہ اترتے اترتے دوبار ٹھوکر کھائی۔ اب چھت پر  
 پہنچے وہاں ستورات کھڑی غل چار ہی نہیں جھپٹ  
 کے چابا کہ پیچے کو دپڑے مگر جھپٹک میں پہنچوں پہنچوں  
 میری جھوٹی سالی نے اس پھرتی سے رستی کا پھندا بنا کر  
 پھینکا کہ اٹھ کر ارا کے گرا۔ اٹھ کر بھاگنے ہی کو تھا  
 کہ بندہ درگاہ گلے پر تڑن سے موجود۔ جانے ہی چھاپ بیٹھا  
 عورتوں نے دہائی دینا شروع کی اب ہزاروں نصیحتیں دیر ہی  
 ہیں کہ نہ چھوڑے تو ہمارا ہی مردہ دیکھے۔ نہ چھوڑے تو  
 ہماری ہی جھٹی کھائے۔ نہ چھوڑے تو ہمیں کو روئے  
 جین کو ہر پر کرے۔ مگر میں کچھ شری تو تھا ہی نہیں چھوڑنا  
 چوطرف سے خوب گانے رہا۔ اتنے میں خند گار سپاہی  
 نوکر چاکر سب آن موجود ہوئے۔ مشکبیں کسی لیکن حضرت  
 کی اور کشان کشان لوگ انکو یہاں لائے تب سے  
 بے بھاد کی پڑ پڑی ہیں انپر۔ جھکو دھمکانا ہر مردک کہ  
 جب چھوٹو ننگا تو حلال ہی کر دالو لگا۔ مگر یہاں بھرون  
 میں کب آتے ہیں۔

شہر۔ اچی بکنے دیجئے ماتقول کو۔ ذرا کسی آدمی کو حکم دیجئے  
 کہ دیکھے بیڈ کے نشان تو نہیں ہیں۔ ابھی تو سارا آئے دال  
 کا بھاؤ معلوم ہو جائے۔

ن۔ بہت خوب۔ حسین علی۔ دیکھ تو لو۔  
 حسین علی۔ ارے صاحب ارے بیڈ ہی بیڈ کے نشان ہیں۔  
 گردھاری کر می۔ ہیسے بیٹے پارسال ہمارے کھیت میں  
 بیٹھا تھا۔ مولی چرائی۔ لگڑی چرائی۔ کراں جرائی۔  
 پکڑا گیا تو بندہ جرب (ضرب) بید کا حکم ہوا۔



شہنشاہ چھوٹی بین نہ آپ کے گھر کے لوگوں سے۔

ن۔ جی ہاں۔

مکان کے اندر آن ہوشان نہرہ تمثال اور گل خان  
جادو جمال کے فرشتہ خان کو بھی خبر نہیں کہ باہر میرا ہمایون  
تشریف رکھتے ہیں آپس میں ہنس ہنس کر یوں باتیں  
کر رہی تھیں۔ ع۔

بھلی کو کیا خبر تھی کہ بانی میں محبت ہے۔

سپر۔ آرا۔ (سپر) ہر جہاں جی میں نے جب آس کا  
کائے سندے کو دیکھا تو سن سے جان نکل گئی۔  
روح افزا۔ (روح) ہوا تباہ کا بند تھا موٹے موٹے  
ہاتھ ہاتھ۔

سپر۔ جنازہ نکلے موٹی کائے کا۔ علم بردار کا  
علم ٹوٹ پیر۔

حسن آرا۔ (حسن) وہ تو خبر گذری کہ صندوق ہاتھ سے  
گہرا نہیں تو سب مومن لیجا۔

سپر۔ ہمارا لہسا بہن کی چڑچڑی ساس لاکھون ہستی  
کمری ہو کا گنا سب بچ کھا جائے کیا باندھو باندھتیں۔

ہمارا لہسا۔ (ہمار) چور چور کی ہنک کان میں پڑی تو  
میں کلبلا کر چونک اٹھی بھائی تو چوندا بھی کھل گیا۔ اندھا  
ہر جہاں محنت سے باندھا تھا۔ چلو خبر۔

روح۔ (دقہہ لگا کر) بس ہماری باجی کو دن رات چوٹی میں  
بناؤ جادو کی فکر رہتی ہے۔ خواب میں بھی نکھر ہی ہو گئی۔

حسن۔ بھئی خانوں جنت کی قسم قہتا ہو اس بات کا خیال  
اور جعفر پٹنی تختی بستی میں ہندو ہمارے خاندان بھرمین  
تو کسی کو نہیں ہر جمعی تو دودھا بھائی اپنیر رکھے ہوئے ہیں

کیوں بہن۔

ہمار۔ چلو چلی ہو۔ چھوٹا منہ بڑی بات۔  
سپر۔ بڑے بڑے لکین بڑے لکین جیسے کوئی انکی دھکی میں آجائے گا۔  
روح۔ باجی ذرا تھیں اپنے دل میں سوچو کہ کمان تو چو  
کی بات جیت ہو رہی تھی اور کمان تھے اپنے جوڑے کا ذکر  
جھپٹ دیا۔ اور کئے سے جرتی ہو۔

حسن۔ اما جان روز کما کرتی ہیں کہ خورشید دولہا کو  
ہمارا لہسا کے ساتھ عشق ہے۔

ہمار۔ ہاں سنا ہے۔ ہونکہ عشق ہے۔ کائے سر کی ایک تو  
اٹکے بچے نہیں باقی ہر عشق ہے! آمین دہان سے بری  
وہ بنے۔ عشق نہیں وہ ہے۔

سپر۔ کیا دودھا بھائی سے کچھ اچھی ہیں آپ۔  
ہمار۔ جائے بڑے ہی سہی پھر آج کو کیا۔ ایوان ٹر ٹر لگائی

ہر مافی بن مافی کون اچھا ہے۔ کون بڑا ہے۔ پھر۔  
اب لطیفہ سنئے کہ میرزا ہمایون فرما ہر بیٹے چکے چکے ماری

لغتوں سن رہے تھے بعض بعض بیاری بیاری بھولی بھولی باتوں  
پر ہنسی پڑی دقتوں سے ضبط کر سکے۔ نواب بیچارے کو کٹ

گئے مگر جب مجبورانہ جاکر کھائیں تو بھی خلاف ادب ہے۔ چکے  
بیٹھے رہیں تو بھی ہاں نہیں جانا جان غدا میں بھی جھپٹ کر  
شہزادہ بلند ارادہ نے کہ کد سیری تو نہیں ہوتی مگر اب تخفیف

تقدیر۔ یار زندہ وصحت بانی۔  
ن۔ تشریف لیجائیے گا۔ اسوقت آپ نے کمال مخزون

فرمایا۔

زقہ دولت سلطان چڑے کم  
کلاہ گوشتہ دہقان بافتا بربد  
از انعامات بہا نرسے دہقانے  
کسیا ہر برش نہایت چوہو سلا

شہنشاہ حضرت بندہ تو آپ سب صاحب جو نگا خاک یا ہے۔  
ایک ذرہ بمقدار نہ چاہیڑا شاہی اور شہنشاہی اور سلطانی  
اور خسروی کی ہے۔

ن۔ یہ آپ کی بزرگی ہے اس درجہ نفسی عین دلیل کمال ہے۔  
میر۔ آپ ہمارے ملک کے شہنشاہ سے ہیں۔

ن۔ اس میں کیا شک ہے۔  
شہنشاہ۔ اچھی حضرت آپ نے سنا نہیں سچ

کہ درین راہ فلاں ابن فلاں چیز بیست

اب حصت ہوتا ہوں۔

ن۔ فی امان العذر۔  
ادھر شاہزادہ والا نژاد فرخ نداد بادل شاد اپنے  
دستخیز غفلت کا شانہ کی طرف بے درجہ و بکل میر صاحب  
سے باتیں کرنے اور فوطر طرب سے مستانہ و از عدم دھرتے  
لے دنا ہوئے ادھر نواب صاحب نے مجلس راہ میں تشریف ارازی  
فرمائی اور یوں باتیں کرنے لگے۔

ن۔ تم لوگوں کی بھی عجب عادت ہے۔ جب دیکھو گی کہ کوئی  
غیر آدمی آن کر بیٹھا ہے۔ بس تب ہی خواہ مخواہ غل بچاؤ گی  
اس وقت ایک بھلے مانس بیٹھے تھے اور یہاں چل ہوئی  
تھی۔ ایک بولی دوٹھا بھائی ان پر بکھے ہیں۔ دوسری  
بولین ٹکڑا سواسے بناؤ چناؤ اور سنگار نکھار کے اور بھی کچھ  
آتا ہے۔ گھر کچھ کا کچھ چھٹا کھسنا یا دین دل ہی دل میں  
کٹ کٹ کے رہ گیا۔

بہار۔ وہ بھلے مانس گھوڑا کون سڑی سودائی تھا جو  
اتنے وقت بیعت کرنے آ بیٹھا۔

روح۔ ادھر نواب کوئی اُنکے مارے اپنے گھوڑے بات کرے

گھوٹ کر مار نہ ڈالیے۔ ہوا یا تو دوٹھا بھائی آئی ان کی عزت  
برستے ہیں کہ ڈاکٹر کو سمجھ دکھاؤ۔ یا اتنا پردہ کہ کوئی اپنی  
چار دیواری میں بھی نہ بولے۔

حسن۔ ہم بھی تو سین دوٹھا بھائی وہ بھلے مانس کو کھجے ہے۔  
ن۔ اچھی ہی جو سامنے رہتے ہیں۔ شہنشاہ سے۔

بہار۔ چاہوں فر۔  
ن۔ بان بان۔

حسن۔ ارے تو آپ نے ان کو جسے کہ کیوں نہ دیا۔  
روح۔ اے ہاں پھر ہم کا ہے کہ بولتے۔

بہار۔ اپنی خطا نہ کہیں گے۔ دوسروں کو مفت مفت  
لٹکا رہے۔

ن۔ اس وقت وہاں سے آیکا متوقع نہ تھا۔ حسن آرا۔  
تمھاری بڑی تعریف کرتے تھے۔

حسن۔ (رنگ فاقی)  
پسہر۔ کبھی ادھک ادھک کرنے لگا۔

روح افزانے حسن آرا کے چپے سے چٹکی لی حسن آرا کا  
خون خشک ہو گیا کہ بار خدا کہیں کسی نودی نے اپنی طرف سے  
نک مچ لگا کر تو نہیں کچھ پی پڑھا دی ہے۔ بہار افسانہ آواز دلا  
تھی جی بات نال دی۔

بہار۔ اب وہ چور کمان بھیج گیا۔  
ن۔ مجھ سے ہا یوں فرنے پوچھا کہ چور کس نے گرفتار کیا

میں نے کامیری چھوٹی سالی نے بہت ہی ہنسے اور کہنے لگے  
کہ بڑی عقل مند معلوم ہوئی ہیں۔

بہار۔ ارے! اچھی تعریف کرتے تھے۔ حسن آرا کی۔  
ن۔ ہاں بہت خوش ہوئے۔

دہ تو گھر میں گھس پڑتا۔

بہار۔ نہیں واہ۔ شہزادہ ہو۔ کوئی ایسا دیسا ہو۔

سپہر۔ کام تو شہد دن کے ایسے ہیں۔

اب ایک اور فیضہ سینے۔ چور آیا۔ غل خباثت ہوا۔ پکڑا

گیا زانے بھر میں پڑی محل بھر جاگ اٹھا۔ چور کھائے پر

ہونچا۔ گر بڑی بیگم صاحب ابھی تک خراٹے ہی لے رہی ہیں

جب بیدار ہو میں تو بی مغلائی کو آواز دی۔

بڑی بیگم۔ (ب) مغلائی۔ اے مغلائی۔ کیا مر گئی۔

مغلائی۔ اُجی کیسے۔

ب۔ کچھ غل سا چٹھا ابھی۔

راوی۔ سبحان اے۔ بہت جلد نہیں۔

مغلائی۔ ان بیگم صاحب کچھ آواز تو آتی تھی۔

راوی۔ مقبول بڑی بی تو بڑی بی چھوٹی بی سبحان اے۔

ب۔ ذری کسی سے پوچھو تو۔

مغلائی۔ اے بیوی پوچھنا اس میں کیا ہو۔ پھیرا دیر یا

آیا ہوگا۔

ب۔ میں نے آج ہاتھی کو خواب میں دیکھا ہے اے بچائے۔

چاری کی ماں۔ دیا، بیگم صاحب۔ رات چور

آیا تھا۔

ب۔ کیا؟ کس کے ہاں۔

یا۔ آپ کے ہاں اور کس کے ہاں۔

ب۔ اے اے اے بچائے۔ مغلائی جا کے پوچھو تو۔ دیکھو

خیریت ہو نہ۔ بس تم آنا پوچھنا روح افزا سے کہ بڑی

بیگم صاحب پوچھتی ہیں یہ غل کیسا چٹھا ہے۔

حسن۔ اے اے پھر آنا اور روح افزا بیٹوں کی بیٹوں کھلکھلا کر

یہ بات جو سنی تو حسن آرا کی جان میں جان آئی نواب

باہر گئے کہ باغ میں مسہری پر ہنرے سے آرام کریں۔ تو ان

بہنوں کو باہم مکالمہ کرنے کا اچھا موقع ملا بے تکلفی سے

باتیں کرنے لگیں۔

حسن۔ اے اے جانتا ہوں تو دھک سے رہ گئی۔

ہو جو تھر تھر کا پتی تھی کہ یا اللہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ میرا ماتھا

ٹھنک کا کہ انکا عورت کے بھیس میں بیان آنا اور ٹھنکنا اور

گلوریاں کھانا اور میدھک ہلکے چاب دیکھ جانا اور

تنگ دھانا اور فطہ بھونا۔ سارا کچا چٹھا کسی گھر کے بھید

نے دو لھا بھائی سے کہہ دیا۔

روح۔ اور میں کیا سمجھی؟ میں بھی یہی سمجھی ہوں جمعی تو

میں نے چنگی لی کہ جو غضب ہی ہو گیا۔

بہار۔ مہری بڑی گت تھی اُسوقت اسی سے میں نے بات

کاٹ دی کہ کسی وقت اکیلے میں باتوں باتوں میں تو وہ

لو لگی کہ آخرش یہ ماجرا کیا ہے۔ کچھ سنیں تو سی۔

سپہر۔ سچ کہوں میں تو بھاگ جانے کو تھی۔ جی چاہتا

تھا جا کے گنڈو نہیں میں کو دڑوں۔

حسن۔ ہاں صورت دکھانے کے لائق تو نہ رہتی پھر۔

سپہر۔ اور اس موے کی بد ذاتی اور دھناتی تو دیکھو

کہ چور کا نام سننے ہی آڈا۔ بھلا کیا وجہ تھی اسکی۔ ایسا

کہان کا اثر کہ تم تھا خاصہ بد ذات ہو چھٹنا ہوا۔

حسن۔ میں بچے ساڑھے تین بجے کے وقت آپ جو

آئے تو کیوں آئے۔

روح۔ میں تباؤ نہ سکو یہ خبر ہو گئی کہ دو لھا بھائی

گھر پر ہیں۔ نہیں تو نہ آنا اور جو یہ نمونے تو چوری کے پھر میں

بہنس پڑیں کوئی دس منٹ تک قہقہہ رہا۔ شاید ہمارے  
ناظرین پوچھیں کہ ہمارا منسا بیگ کہاں تھیں۔ بس ناگفتہ بہ۔  
نواب صاحب جاہلین اور وہ جاہلین۔

حسن۔ امان جان بہت جلد جاہلین۔ بی مغلائی کیسا  
تم بھی گھوڑے بچکر سوئی تھیں۔ اندر ہی نیند۔

مغلائی۔ ذری آنکھ لگ گئی تھی۔ مگر کچھ غل کی آواز  
خود راہی تھی۔

حسن۔ کچھ کچھ اچھ بھر جاگ اٹھا تھا رے نزدیک  
کچھ ہی کچھ غل تھا۔ ٹھیک۔

روح۔ دونوں ابھی رہیں۔ چور آیا۔ غل چایا۔  
کوٹھنوں کو ٹھون دوڑا۔ پکڑا گیا۔ تھانے بھیجا۔ اب

جب سب کے سب سونے لگے تو تم ان کے پوچھتی ہو کہ  
کیا غل چا تھا۔

سپہر۔ اے کامیکے واسطے بہکاتی ہو۔ بی مغلائی تم جا کے  
سور ہو۔ غل تھانے ول تھا کوئی سوتے سوتے بڑا اٹھا ہوگا  
تم جاؤ سور ہو۔

حسن۔ جا کے بڑی بیگ صاحب سے کہہ دو کہ چور آیا تھا مگر  
جاگ ہو گئی۔

مغلائی۔ اے خدا نہ کرے۔ بڑی فال متھے سے نہ نکالو۔  
تینوں بہنیں مغلائی کی سادگی پر بے اختیار منہس پڑیں۔

حسن۔ ات بہن پیٹ میں مل پڑ گئے۔  
روح۔ میرا تو بڑا حال چور سے ہنسی کے۔ موت۔

سپہر۔ بی مغلائی تھے تو دھوپ میں بال سفید کیے ہیں  
کہتے جاتے ہیں کہ چور تھانے دوڑ تھا۔ یہ دونوں بہنیں غلے  
مکھو بیوقوف بنائی ہیں تم نامتی ہی نہیں۔

مغلائی۔ اے گیا چو لے میں نکوڑا چور۔ ادھر آٹھ گاج کرے  
تو آنکھیں ہی پھوٹ جائیں مومے کی۔ کیا ہنسی تھکھا ہی  
اندر سے باہر تک اندر کی عنایت سے پچاس آدمی۔ چور  
موتی کاٹا آٹھ گاج کرے۔

سپہر۔ دیکھو تو سہی بھلا۔ ادھر بڑی فال متھے سے نکالنا  
مغلائی۔ ابھی بڑی بیگ میں لین تو غل چاہیں۔

سپہر۔ اد نہیں تو کیا انگو ایسی باتوں سے بڑی چڑھے۔  
بی مغلائی کو نیند کے جھونک میں اٹھنا بڑا حار گزرا تھا

یہاں آئیں تو ان سب نے ملکر بنا ڈالا۔ جھنجھلائی ہوئی لگیں  
اور بڑی بیگ سے بون کھنکھن۔

مغلائی۔ اے حضور نہ کچھ ہر نہ دی۔ بیکار دیکار کو جگایا۔  
ب۔ آخر کچھ کوگی بھی بیٹھ پڑا کر دوگی۔

مغلائی۔ (لیٹ کر) کمون کیا ہوئی۔  
ب۔ آخر کمین گئی تھیں۔ کچھ پیغام کہا۔ غل کیسا تھا۔

چور آئے تھے۔ بھڑپا تھا۔ کیا تھا۔  
مغلائی۔ نہ بھڑپا تھا نہ چور تھا نہ کمین غل تھا نہ شور تھا

کوئی سوتے سوتے بڑا اٹھا بس اور تھا گیا۔  
ب۔ پیاری کی مان۔

پیا۔ اے حضور آئی کیسے۔  
ب۔ تم باہر جا کر آدمیوں سے ابھی پوچھو کہ غل کیسا تھا۔

پیا۔ ہوی میں ابھی گھڑی ڈیرمہ گھڑی ہوئی کہ باہر سے  
آئی ہوں۔ کوٹھے پر مل تھکھا آیا تھا۔ کوٹھے کی قلت (غل)

توڑ کر جمع تھا تو تھا مل (مگر) صندوق جب اٹھا یا تو  
بھڑپا کر کے گزرا ہاتھ سے بس جاگ ہو گئی اتنے میں نو بھٹ

کوٹھے پر سے ننگی تلوار لے کر دوڑ آئے۔

حسن - چار بج گئے۔ ہماری بھی آنکھیں جھکی پڑتی ہیں

ابھی دو گھنٹے رات ہے۔

بہار النسا بھی تشریف لائیں۔

ہمارے اب دو گھنٹے رات کمان ہر چار بج گئے۔ ساڑھے

پانچ پر ترکا ہوتا ہے۔

حسن - بان جب ہی۔ ۵

مرغان سحر چمک رہے ہیں | گھلاے چمن ہرک ہے بین

ہمارے چشم بدور ہماری بین کیا جلد شعر کہ لیتی ہیں کسی کو

اپنے دو گھلا بھائی کو شعر سناؤ۔

حسن - واہ ہم کیا ادھر ہمارے شعر کیا۔ کیا پدی اور کیا

پدی کا شور با۔

ہمارے انیم سب نے ملکر تمغہ لگا با تھا۔ نواب سمجھے کہ

آنکھوں میں کسی بات پر نہیں ہی ہو جسے کہا کہ تمہاری بہنیں جگو

ہنس رہی ہیں۔ چھتر خانی بری۔ بھر ہم بھی چھتر بن گئے تو

اپنی داؤن برانہ گئے۔

روح - ادوہ۔ ادوہ۔ چھتر بن گئے۔

سپہر - کیسے شوق سے چھتر بن۔

حسن - بری بہن کے پیارے دو گھلا بہن نہیں تو ہم

ملکہ انکو بنالیتے۔

خیر اس جھں میں اور چمکی کوئی بین پو پھٹنے لگی۔

اب تمہارے کا حال سننے کہ کوئی ساڑھے تین بجے کے

وقت نواب صاحب کے نوکر چور کو لے کر تمہارے پر ہو چکے۔

تمہارے دار صاحب نثار و جمہدار شراب پیے مست پڑے ہیں

محرچوک کے کسی کمرے پر میں کا سنبھل اپنی اپنی ڈیوٹی پر

صرف ایک برق انداز تپائی پر بیٹھا ادوہ رہا ہے۔

دپیاری کی مان کھانسنے لگی۔

ب - بان پان پھر۔ کھانسی بھی نگوڑی اسوقت آتی ہے

میا - پھر چور کو کپڑا لیا بس نیچے لے گیا وہ جسٹیس کو دے

تین آؤ تو آجکل بھر جاگ اٹھا۔ سب دوڑ آئے بیوی میں کیا

کہوں۔ کئی گھونٹے پڑے۔ دے مٹی۔ کچر نکال دالا۔

ب - خورشید دو گھلا کے دشمنوں کو تو کہیں چوٹ دوٹ

نہیں آئی۔

میا - ناہوی ایک پھانسی تک تو بھیج نہیں۔

ب - چور کچلے تو نہیں گیا۔

میا - ایک جھنجھی تک نہیں۔ لیکن ضرور مل جاگ جو

ہو گئی۔

ب - چور اب ہر کمان۔

میا - نواب صاحب نے اسکو خادم حسین کے سپرد کر کے

تھانے پر بھیجا ہے۔

ب - گیا مو اجل خانے۔ (جیل خانہ)

منغلانی - اب جلی پستی پڑ گئی۔

ب - تو نوکشتی تھی کہ کوئی سوتے سوتے بڑا اٹھا تھا۔

جھوٹی نمائے بھری۔ ذرا صاف صاف نہ پوچھا گیا

چل جاہٹ۔

منغلانی - اری بیوی حسن آرا بیگم۔

ب - بس جلو اب بہت بائیں نہ بناؤ۔ شرما لے

نہ شرانے دے۔

روح - (حسن آرا سے) اب نہ سوؤ نہیں تو نماز قضا

ہو جائیگی۔

سپہر - اری نہیں ابھی کوئی چار کا عمل ہو گا۔

خادم حسین - دغا (ملازم نواب صاحب) صوبدار صاحب ہیں۔  
 کانستبل - ادنگھ رہا ہے۔  
 خا - ارے یہاں کوئی ہے۔  
 کانستبل - (ہینک مین)  
 خا - ارے یہاں کوئی ہے یا سب کو سانپ سو گئے۔  
 خدنگار - (خد) اچھا سنا ہوا ہے۔  
 خا - (آگے بڑھ کر) ارے کوئی ہے؟  
 کانستبل - علم در۔  
 خا - ذرا سانسے آؤ۔  
 کانستبل - کون؟  
 خا - خادم حسین۔  
 کانستبل - کہاں سے آئے ہو۔  
 خا - اب ہانگ آؤ گے بھی کہ وہاں سے بائیں بناؤ گے۔  
 خد - کب سے حیران ہیں کچھ ٹھکانا ہے۔  
 کانستبل - (دُعا کر) کہاں سے آئے ہو۔ کیا کوئی وارد ہو گئی۔  
 خا - ہاں انکو پہچانو۔ رات کو کوئی مین بیچے چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے۔  
 کانستبل - آٹ - دہی جھگڑے کی سنائی۔ کتنے کی چوری ہوئی۔  
 خا - چوری ہوئے نہیں پائی تھی کہ جاگ ہو گئی۔  
 کانستبل - بھر۔  
 خا - بھر پکڑے گئے مشکین کسی گین ذلیل ہوئے۔  
 کانستبل - حملہ کا کانستبل تو ساتھ آیا ہی نہیں۔

خا - کانستبل کسی حملہ کی کی بھٹی میں سو رہا ہوگا۔  
 برق انداز کا کہیں چاہی نہ تھا۔  
 خد - سارا محلہ بھر آگ لگا کر سپاہی کا پتا نہ تھا۔  
 کانستبل - جب مال کچھ چوری ہی نہیں کیا تو اُسکو پکڑ کیوں لائے بیچارے کو۔  
 چور - (ارے خوشامد کے) ہاں صوبہ دار صفا دیکھو تو بھلا۔  
 کانستبل - بیکار جھگڑا بڑھا یا۔  
 خا - اب کچھ پٹ پٹ لکھو گے یا نہیں۔  
 کانستبل - اسی کیسی ریٹ - آئے وہاں سے پٹ لکھو۔  
 چھوڑ دو چور کو۔  
 خا - واہ چھوڑ دینے کی ایک ہی کمی - لکھیم پور کے تھانے پر مین بھی جارہے تھے چکا ہوں۔ اور سنبھلے کتنے لگے۔  
 چھوڑ دو - واہ واہ۔  
 کانستبل - نہ چھوڑ دے تم۔  
 خا - ہوش کی دوا کر دیا۔ کسی اور بھروسے نہ بھولنا مین کسی ایسے دیسے کا نوکر نہیں ہوں۔ میان بڑے نامی وکیل مین اور گھر کے رئیس - چھوڑ دینے کی ایک ہی کمی۔  
 اسکے ساتھ کچھ بھی چھوڑاؤں تو سہی - محلے کے برق انداز کی نوکر مین فرق آگیا سمجھو۔ وہ تو بھلا نہیں نظر آتا۔  
 کانستبل - (چور سے) ابے مجھے انھوں نے کتنے گھنٹے اپنے ہاں رکھا تھا۔  
 چور - صاحب پکڑے بس یہاں لے آئے۔  
 کانستبل - دُعا کر کے - ابے تو کہنا کہ مین ماہ راہ چلا جاتا تھا اسے مجھ سے لاگ ڈال دیتا تھی انھوں نے گھات پکڑ کر مجھ پکڑ لیا اور نوب پٹیا اور چار گھنٹے تک صطبل کی کونجری مین

بندر کھا۔

چور۔ لاگ ڈانٹ کیا بناؤں۔

کاسٹبل۔ کدینا کہ اس شخص کی چور دہریہ بڑی نگاہ ڈالتے تھے تو میں نے کئی دفعہ انکو ٹوکا۔ یہ زبردست میں غریب آدمی۔ بس لاگ ڈانٹ ہو گئی۔

چور۔ مگر میری چور تو چار برس ہوئے ایک کے ساتھ نکل گئی۔

کاسٹبل۔ بس تو بات بن گئی۔ کدینا کہ انھیں کی سازش سے نکل گئی تھی۔

چور۔ میں گاؤں پر تھا جب وہ ایک کے ساتھ چل دی۔

کاسٹبل۔ اچھا تیرے گھر میں کوئی اور جوان ہے۔

چور۔ ہاں۔ بہن ہے۔

کاسٹبل۔ کیا سن ہوگا۔

چور۔ ٹرکوری ہے۔ کوئی بیس بائیس برس کی ہوگی۔

کاسٹبل۔ کیسی ہے؟

چور۔ آپ سے رنگ کھلتا ہے۔

کاسٹبل۔ بس اسی کا نام لینا۔ تو انپر دو جرم قائم ہوئے۔ ایک یہ کہ جھوٹ موٹ بھگت پھانسی لیا۔ دوسرے جس بیجا۔

چور۔ اچھا۔

خدا۔ اسوقت کچھ منہسی آئی ہے اور کچھ غصہ آتا ہے۔

کاسٹبل۔ جب بڑا گھر دیکھو گے تب منہسی کا حال کھل جائیگا۔

خدا۔ ہمارے ہی گھر میں چوری ہو اور ہمیں پھنسن۔

کاسٹبل۔ رات کو میٹھی نیند میں تھے جگایا ہے۔ دیکھو تو ہوتا کیا ہے چٹا گلچیز۔ چلو روزنا چر کھادو۔

خا۔ میں بچے کے دقت کوٹھے کی کٹھری میں دھماکے کی آواز آئی بلکہ صاحبہ کی بڑی صاحبزادی جاگ اٹھیں

تو دیکھا کہ کٹھری میں روشنی ہے۔ روشنی دیکھتے ہی اگھوٹے تھے اندھیرا چھا گیا۔ ٹھوڑی دیر مارے ڈر کے نہ بولیں

پھر جلدی سے اپنی بہنوں کو جگایا۔ انھوں نے خوب غل جمایا

نوا بھابہ سہ منزلہ پر سو رہے تھے فوراً اٹھے اور تلوار جو انکے سرھانے پر رکھی تھی بلکہ جھپٹ پڑے۔

کاسٹبل۔ ذرا ٹھہرو تلوار کا لائنس اُنکے پاس ہے۔ جولا لائنس بنو تو چودہ ہی برس کو بھینچوں۔

خا۔ پورے بیس برس کو؟ بھائی کچھ تو میعاد کم کر۔

کاسٹبل۔ دیکھو معلوم ہوگی۔

خا۔ ایک تلوار کا لائنس اُنکے ساتھ بیس تو سپاہی تلوار باندھے نکلے ہیں۔ یہ ایک ہی تلوار ہے پھر نے بن ہوئے

کاسٹبل۔ اچھا خیر کہو۔

خا۔ زینے پر دونوں کی ٹوہ بھیر ہوئی۔ چور نے چھری نکالی انھوں نے تلوار کا بھر پورا تھہ چھوڑا تو چور ٹھہر کر تجھے بٹھا

اور زینے پر سے نیچے بھاگا۔ اور ایسا گھبراہٹ کر کرنا تھا کہ نوا بھابہ چھاپ بیٹھے پھر ہم لوگ پوچھے پکڑا چور کو نیچے

لائے۔ پھر تو صدا آدمی جمع ہو گئے۔

کاسٹبل نے گھنٹا شروع کیا مگر خبر سے کچھ پڑے دھچی ہی داجی تھے ذرا عمارت اور اٹلا ملاحظہ فرمائیے۔

و موہنا

ایا چور دقت رات کے بین بچ گئے۔ اوپر مکان کے

پلٹیں آتی تھیں کمرست کے دہلی تھیں۔ اگر میان آزاد  
ایک ایک بیاری ادا کی قیمت ہفت ایلیم کی بادشاہی بھی  
لگائے تو بھی کم تھی۔

✓ ہر دو عالم قیمت خود گفتہ  
نرخ بالا کہ از دانی ہنوز

جسطرح مہن کو بھائی کا پیار ہوتا ہے اسطرح یہ آزاد کو دل  
سے جانتی تھیں اور ان کے میان بھی آزاد کو مثل اپنے حقیقی  
بھائی محبت سمجھتے تھے اور چونکہ اپلیٹن کی جان آزاد نے بھائی  
نہی اس سبب سے دونوں میان بی بی کو ان سے ایک قسم کا  
عشق ہو گیا تھا۔ دیشیا کا فرط محبت سے میان آزاد کے  
ہاتھ میں دست سپین دیکر اٹھکیلیان کرنا اور گیسو سے چہرہ  
سے دماغ جان آزاد کو رشک خطا و ختن بنانا اور اس گلبدن  
کا بار بار مسکرانا عجیب کیفیت دکھانا تھا۔ ۷

۸ خوشا صبح کے عاشق زشکر خواب حال  
دست در گردن ممشوق محال بر فراست

انٹے میں ان کے کھانے کا وقت آیا۔ میان آزاد  
اور لفٹنٹ اپلیٹن اور دیشیا اور ایک بندہ سنج بیٹھ کر  
دُور کھانے لگے۔

م۔ بس بنالیا۔

بندہ۔ اہی ایک دن بڑی دل لگی ہوئی۔ ہم دہلی سے  
کوئی دس میل کے فاصلے پر ایک دوست کے یہاں فروکش  
ہوئے۔ شب کو دوست کے خدمتگار کی جو رو دس  
اندے آقا کی جوری سے چٹ کر گئی جب انکی ہوی نے  
پوچھا کہ یہ اندے کہاں گئے تو خدمتگار نے بگڑی ہوئی  
بات بنا کر کہا کہ جی کھا گئی خیر۔ مگر بندہ درگاہ نے

مالک مکان یکم باشور (شہور) بڑی یکم تین بجے رات  
آباد دھم کھا تو سہا ب جادین (دھما جڑی کی خرابی)  
یکم کی ڈر کے اپنی ہنوں کو جگ آیا (جگایا) ہنوں کو جگ چل  
تو غول (غل) چائیں۔ چور بھاگ کے جینے (ڈینے) پر اور  
نواب بھی تلوار لگائی۔ نہ لگ سی (لگی) چور بھاگ کا نواب  
پکر لیا جب چور گر پڑا تو نوکر لوگ آئے چور کو پکڑ لائے۔

رسیدہ بود بلائے وے بخیر گذشت

میان آزاد فرخ نہاد نے جو ایک پری رخ مر بارہ  
ترتیب یافتہ خاتون نیک سیرت کو اسد جہد روپا یا کھا تو  
دشت دل سیکندردہ روپا بھی جب کبھی جن آرا کا جائیداد  
اور بھولی بھولی بیاری بیاری بائین یاد آتی تھیں تو دو گھڑی  
نعم غلط کرنے کے لیے دیشیا کے پاس جا بیٹھتے تھے۔ اس شایستہ  
یہودی کی قدرتی دہر باگھا تین اور سچی ہمدیدی کی بائین  
میان آزاد کے ساتھ وہ کرتی تھیں جو کتے کے ساتھ  
اور مار گزیدہ کے ساتھ تریاق اور عاشق زار کے ساتھ پوس  
لعل نگار گلغذار کرتا ہے۔ ایک روز شام کے وقت دیشیا  
نکھر کر اٹھلا بیٹھی میان آزاد نے نیکر کر کہا کہ آج ٹھنڈی  
ٹھنڈی ہوا کے جمونے عجیب لطف دکھاتے ہیں۔ دیشیا بولی  
کوئی ہمارے دل سے بوجھے کہ ہم کیسے بشاش ہیں۔ یہ نکھر  
میان آزاد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ادب بھی ناز و ادا سے  
اٹھلانے لگیں نیلگون فریبسی گون پر عالم تھا اور ایک  
نئے فن کی تشرین ٹوپی زیب سر بھی جس سے بانگین بھی  
بانگین کا سبق لیتا۔ نازک کمری سپر طرہ تھی۔ ٹوڈی نو  
بیٹے خطر گلاب خالص کی بو باس اور زلف چلیبا سے وہ



دیکھ لیا تھا کہ بڑی بچی چمک چکی ہیں تھوڑی دیر کے بعد  
بچی آئی تو جھلا کر خدشہ نگار کی چور نے اپنے بیان سے  
کہا کہ خدا کے لیے اس بچی کا کچھ علاج کر دو تب تو ہم سے  
نہ رہا گیا۔ بتنے پہ آواز بلند کہا کہ بڑی لکین ایسا نہ کرنا  
کہ بچی کو مار ڈالو۔ پھر اندھے بھیم نہ ہو گئے۔ انوہ۔ مصرع

کا تو تو لہو نہیں بدن میں

عورت نے تو سانس تکلی۔ مگر خدشہ نگار بے اختیار نہیں  
آزاد۔ دوسرے زبون ہی کو فی برتن ٹوٹ جائے  
بلی کا نام بد۔

بند۔ ایک مرتبہ ہمارے ایک لڑکے کے چچک نکلی۔  
دوسرا بھی مبتلا ہوا رفتہ رفتہ محلے بھر کے بچے اسی مرض میں  
گرفتار ہوئے۔ خیر ڈاکٹر صاحب نے جب بل بھیجا تو  
فیصلہ دی بیس پونڈ کے حساب سے کم کر کے نفیس بھیج دی  
انھوں نے بڑی شد و مد سے خط لکھا کہ نفیس خلاف ضابطہ  
کم کیوں بھیجی۔ میں نے جواب لکھا کہ کیشن مقرر کیا۔ پوچھا  
کیشن کیسا میں نے کہا حضرت ابتدا چچک کی ہمارے ہی  
گھر سے ہوئی۔ اگر ہمارے بچوں کو چچک نہ نکلتی تو اتنے لڑکے  
کیوں مبتلا سے مرض ہوتے ہند ہمارا کیشن واجب ہے۔

حص۔ پرسون تمھاری سالگرہ ہے۔

بند۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو خواہش ہوتی ہے کہ سال میں  
بارہ مرتبہ سالگرہ ہو۔ مگر جب ذرا سیانی ہوئیں پھر  
البتہ سالگرہ کے نام سے جڑ جاتی ہیں تو دیکھ کیا۔ بات  
یہ ہے کہ کم سن لڑکیوں کو تمیز کیا کہ سن دس سال اور جو بن  
کیا چیز ہے۔ مگر جان بیس بائیس کی ہوئیں اور جوانی اور  
جو بن نے رنگ دکھایا بس پھر تو مٹانی ہیں کہ کیا اندیشہ

کے بعد سالگرہ آگے ایسا نہ کہ جوانی جواب دیکر چلے ہے۔  
اتنے میں نفٹش اپٹین نے پوچھا کہ اس گلاس میں  
برآمدی بابا بھری ہے نہ تو حضرت بذلہ کچھ کیا فرمائیے  
میں کہ ہاں گلاس کے نیچے حصے میں تو بابا بھری ہے مگر  
ادپر کے حصے میں نہیں نظر آتی۔

آزاد۔ آپ شادی کیوں نہیں کرتے حضرت۔

بند۔ بوی چل بسین۔

آزاد۔ دوسری شادی کیجیے۔

بند۔ بھئی پہلی شادی سے ہم سیکھ گئے کہ چور کا ہنسنا تو  
آسان ہے مگر شادی کے بعد اسباب کا دستیاب ہونا البتہ  
بیشمار کھیر ہے۔

آزاد۔ کیا خوب یہ تو دی شل ہوئی کہ ایک صاحب  
نحاس میں کوٹرا خریدنے گئے لوگوں نے پوچھا حضرت  
کوٹرا کیا کیجیے گا۔ گوٹرا تو آپ کے پاس ہے ہی نہیں سکرا کر  
فرمایا کہ بس ذرا سی بات تک نہ سمجھ میں آئی ساجی پہلے  
کوٹرا سنا سو خرید لیں پھر تو گوٹرے کی ضرورت ہوگی  
مقدم تو کوٹرا خریدنا ہے۔ گوٹرا تو رفتہ رفتہ  
مل ہی جائیگا۔

بند۔ ہم یک شرط کے ساتھ شادی کریں گے۔

آزاد۔ پھر نکاح کی شرطیں تو سخت ہوا ہی کرتی ہیں۔

م۔ وہ شرط کیا ہے۔

بند۔ بوی یوہ ہو۔ مگر دو شوہر دن کو چٹ کر چکی ہو۔

آزاد۔ معقول!۔

بند۔ اور دس بچے ہوں۔

م۔ انوہ۔ یہ بچوں کی قید کیوں کی۔

بند۔ این ایہ آپ نہیں سمجھیں۔ اگر جوان بیوی آئی تو وہ جھک ٹھیک بنائیں گی ناز برداری کرنے کرنے ناگ میں دم آجائے گا سن بیوی اسی کو غنیمت سمجھیں کہ شادی تو ہوئی نخرے بھی کم کریں گی اور بچے بڑے کام آئیں گے۔

آزاد۔ وہ کیا۔

بند۔ تھوڑے دنوں میں کوڑے کر ڈالینگے۔

بند۔ دنیا میں بعض اوقات اچھی باتوں کو بھی لوگ بُرا سمجھنے لگتے ہیں لوگوں کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی جوان لیدی کو ذکر سے کم ملتے جلتے دیکھا تو کہا کہ فلان لیدی گو کم سن ہے مگر مردوں کی صورت سے اسکی طبیعت نفور ہے بے طبیعت جوان نہیں پڑھی عورتوں کی سی باتیں اور نہ ہو۔ اگر نو جوان خاتون کفایت شعار ہوگی تو بھی یہ مشہور ہو گا کہ ابھی کم سن ہوئی تو فضول حبس جی کی طرف ضرر مائل ہوئی۔ یہ کفوس جسے پڑھی عورتیں ہو کرتی ہیں اگر نو جوان لیدی گرجی کے

کاروبار میں طاق ہو اور تیر منزل اور امور خانہ داری کا تہ دل سے خیال رکھنے لگے تو بھی مالک دیر نہ روز کی بھرتی حضرات اس پر حرج کرینگے۔ اگر نو جوان لیدی نے جانور دن پر رحم ظاہر کیا اور ان بے زبانوں پر سختی نہ کی تو بھی ظاہر ہیں آدمی ہی اسے اسکی نسبت قائم کرینگے کہ وہ سن عورتوں کی خوبو کی طرف زیادہ متوجہ ہے۔ جوانی کی آنگ جیسی چاہیے وہ بات نہیں۔ لاجول دلاقوہ اب فرمائیے۔ کفایت شعاری انتظام خانہ داری مردوں سے کم ملنا جلتا بیڑاں جانور دن سے برحم پیش آتا ہیں

کیا گناہ ہے۔ مگر واعدہ کیا بیڑا دھسان خلقت ہے۔

ص۔ مشہور تو ایسا ہی ہے جیسا آپ نے کہا۔ آزاد۔ ہاں واقعی یہی حال ہے کہ کم سن عورت کفایت شعار ہوئی اور نو جوانوں نے زمرے سے گویا خارج کی گئی وہ اچھا انصاف ہے۔

بند۔ لیدی کو اور چاہے جو کچھ کہ لو مگر ایک بات نہ کہو۔ آزاد۔ وہ کیا۔

ص۔ وہ کون بات ہے۔ بھئی ہم بھی سنیں بھلا۔ بند۔ دو برس گھٹا کچھ بٹاؤ۔ دودن بڑھا کر عمر نہ بٹلاؤ۔ اگر بچیں برس کی عورت ہو تو اس کو بائیس برس کی کہو۔ خوش ہو جائے اور جو بچا برس برس کی ہو اور سو بچا اس کو مین جینے بڑھا کر تو معاذ اللہ بقدر بگڑے کہ تو بے ہی بھلی۔

م۔ ہاں بس جتنے عیب ہیں سب عورتوں ہی میں ہیں تم لوگ بالکل بے عیب ہو اور کفایت شعاری نو جوان سے منزلوں دور رہتی ہو۔

آزاد۔ آپ دن کے وقت پیدا ہوئے تھے۔ یاشب کو۔ بند۔ آماکتی تھیں کہ کچھ رات باقی تھی جب ہم ذیاب میں نازل ہوئے۔

م۔ کتنی رات باقی تھی۔

بند۔ اسی ہی کوئی سنٹ سوانٹ رات ہو گی بس۔ دیشیا اور اپیلٹن منٹ بھرات کا فقرہ سن کر بے اختیار ہنس پڑے اور میان آزاد نے پیٹھ ٹھوکی کہ اُستاد اس فن کے بانی کار ہو کوئی دو گھنٹے تک یہی دل ملی بری۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ میان خوب تر مکتے ہوئے چلے آتے ہیں ایک سوکھا کتا رہا تھا میں نے بندہ سچ نے

کہا آئے آئے بس آپ ہی کی گھر تھی۔

خ۔ تجھے مجھے بھیے خیال آیا کہ کسی سے پوچھوں تو یہ سمندر ہے کیا شعر۔

م۔ بان ضرور پوچھیے۔ (نہ سچ کو دکھا کر) ان سے پوچھیے۔ یہ ایسے معاملات سے خوب واقف ہیں۔

خ۔ کیون حضرت یہ سمندر کیا شعر ہو اور کس فقیر کی دعا سے بنا۔

نہ۔ تاریخ اچھا میں اسکا کل حال درج ہو۔

خ۔ کچھ تو فرمائیے۔

نہ۔ اگلے وقتوں میں جب لوگ کپڑوں کے عوض کھال بنتے تھے اور جانور ان صحرائی کے کچے گوشت پر بسر کرتے تھے۔ ایک ملک تھا گھاٹرنگر۔

خ۔ ذری ٹھہر جائے گا۔ وہاں انیم بھی کہتی تھی۔

نہ۔ اس ملک کے باشندے بڑے جرمی اور سپاہی آدمی تھے۔ مگر پستہ قد۔

خ۔ (موجھوں پر تاؤ دیکر) ہوں ہوں۔ پستہ قد تو جرمی ہوتے ہی ہیں۔

نہ۔ لیکن کوئی باشندہ بغیر فردلی باندھے گھر سے نہیں نکلتا تھا۔ فردلی موثر بیچہ سی۔

خ۔ (اگر مگر) کیون میان آزاد۔ وہی بات آگے آئی نہ۔

نہ۔ ایک ان لوگوں میں سخت عیب تھا۔

خ۔ ارے! وہ کیا! بتاؤ تو جی۔

نہ۔ سب مردود انیم پتے تھے۔

خ۔ (نیور چڑھا کر) ادگیدی۔

آزاد۔ بائیں بائیں! شریف اور دین جھکین سے یہ سخت کلامی۔

خ۔ ہم تو سر سے پاتون اور پاتون سے سرنک پھنک گئے۔ آپ شریف یے پھرے ہیں۔ نہ ہوئی فردلی ورنہ ڈھیر کر دیتا۔ ادگیدی۔

نہ۔ غرض کہ کوئی انیم کا شائق نہ تھا۔

خ۔ این! کیا! شائق نہ تھا۔

نہ۔ کوئی گھربانہ تھا کہ جہاں انیمی نو۔ دن رات انیم ہی گھلا کرتی تھی۔

خ۔ (منسکر) ہاں۔ یہ مانا۔ واہ کون ملک تھا۔ ہاں ہم نہ ہوئے۔

نہ۔ مردود ہانکے تھے پستہ قد مگر عورتیں گران ڈیل۔

خ۔ یہ بری سنائی۔ زعفران دین کی ہوگی۔

آزاد۔ (منسکر) ہاں! داند کیا کہی ہو۔

نہ۔ جہاں میان ذرا بگڑے اور جوی نے بغل میں داب کر دو تین جھکے دیے یا دبا یا اور بازار بھر میں بند آیا۔

خ۔ (اچک کر) اہا ہا۔ یار سنتے ہو۔ وہ بہر و پیاوہ میں کا تھا۔ کیون اب تو اس گیدی کا مکان بھی مل گیا۔

اچھا ٹھہر جاؤ چھوڑ دوں تو سہی۔

نہ۔ وہاں گئے باشندے کچا انیان کرنے تھے۔

خ۔ جھک مارتا تھا ہمارا باپ۔

آزاد۔ این! یا دشت خبری میان۔

خ۔ داند جھک مارتا تھا گیدی۔

آزاد۔ کون جھک مارتا تھا۔

خ۔ ہمارا باپ۔

خ - اپنے باپ کے ساتھ یا آپ کے باپ کے ساتھ -  
 خ - میرا باپ کا ہے کو جو - جھک کر تاجہ کو ہمارا باپ بتاتا  
 ہے ہم بھی اسی ملک کے ہیں -  
 آزاد - تو مصنوعی باپ تھا -  
 خ - بیشک کیا فرسے سے باپ بن بیٹھے گیدی - ایسی ہی  
 باتوں پر تو ہم فردلی بھونکتے ہیں -  
 خ - آپ کسی ایسی کو دیوں کہ میں بیٹھ جائے -  
 خ - ہاں - کیا مصلحت ہے - مگر انہی ہو در نہ ہم سکوادی ہی  
 نہیں سمجھتے جو انہی نہ پیے -  
 خ - چین بن جاؤ -  
 خ - ہاں صاحب اس ملک میں اور کیا کیا ہوتا تھا بھلا  
 اس ملک کے آدمیوں کی قصور بریں بھی تھا رے  
 پاس ہیں -  
 خ - نہیں تو مگر دے دیں - بس بالکل تمہارے ہی سے  
 ہاتھ پاؤں نکلے کرارے جو ان مگر پاس فرو لیان اور نوڈا  
 بہت کھاتے تھے -  
 خ - اہو ہو جو وہ ہمارے آباد اجداد تھے سب -  
 خ - مگر آپ کی والدہ شریفہ نے صل دیا -  
 خ - میان آزاد دیکھو بس انھیں باتوں میں تم سے  
 ہم سے نہیں بنتی - مرد خدا ہاں سے تو لیے چورے اقرار  
 کر کے لائے تھے کہ فردلی ضرور لے دیگے اور میان صاف  
 مگر گئے اب ہمیں فردلی سنگاد تو خیریت ہے - در نہ ہم بگڑتی  
 جاتے تھے - دامد کوں گیدی دم بھر ٹھہرے یہاں -  
 آزاد - اور میان سے آپ جاتے آخر کہاں - جنہم -  
 جاتے جاتے نہ ہم امد -

آزاد - شاہاش - خلت الرشید پیدا ہوے کہ باپ کو بھی  
 گالی سے نہ چھوڑا -  
 خ - اہی وہ ہمارا باپ ہی نہ تھا - جھوٹا تھا گیدی -  
 آزاد - آخراہ کیونکر جانیں -  
 خ - فردلیان بھونکتے کامرک نے کام کیا - جھک کر تھا -  
 خ - (کھلکھلا کر نہیں پھرین) شاید سچ کہتا ہو -  
 خ - قسم قرآن کی جھک مارا تھا مردک -  
 آزاد مقول ایسے بگڑ گئے -  
 خ - قسم امام حسین کی جھک مارا تھا پاچی بلکہ اور پاچہ -  
 بیش باد -  
 اس بیش باد پر میان آزاد آدھ گھنٹے تک ہنساکے -  
 خ - آزاد کے مکے کی قسم جھک مارا تھا -  
 آزاد - آپ کے والد بھی تو پسند نہ تھے -  
 خ - نہیں وہ لہا جو توف تھا - مگر ان البتہ گراں ہیں تھیں  
 چشم بد دور وہ اسی ملک کی تھیں جسکا ذکر کر رہے ہیں -  
 آزاد - لیکن پھر شادی آپ کے باپ کے ساتھ کیونکر ہوئی -  
 خ - اہی بھگلا یا ہو گا بد معاش - اماں سیدی عورت  
 تو چشم بد دور تھی - میں انکین دم میں -  
 آزاد - کیا زندہ ہیں -  
 خ - آٹ کوئی بیس برس ہوے انھیں دفنائے  
 ہوئے کو -  
 آزاد - پھر یہ چشم بد دور کیوں بار بار کہتے ہو -  
 خ - الفت کی وجہ سے -  
 خ - تو وہ کسے ساتھ بھاگ آئی تھیں -  
 خ - اہی اسی باپ کے ساتھ -

بات کا جواب دینا بھی گران گذرنا تھا اب بات بات پر  
نفع لگاتی ہو۔ اسکا کیا خوب جواب دیا ہی نہیں کے  
بولیں کہ وہ اس میں تعجب ہی کی کون بات ہو بھلا۔ ایک  
دن مجھے خیال آگیا بس تب سے اب ہر وقت ہنستی رہتی  
ہوں۔ تب تو میں نے اپنا منہ بیٹ لیا۔ پوچھا منہ کیوں  
پہلے ہو۔ میں نے ردی صورت بنا کر کہا کہ بوی ہم تو خوش ہو  
تھے کہ تم نہیں کچھ خندہ پیشانی ہو لیکن اب ہم سے تم سے خوب  
بنے گی۔ مگر معلوم ہو گیا کہ تمہارے منہ سے ہنسی اور رونے دونوں کا  
اعتبار نہیں۔ اگر کھین سیٹھ بیٹھے بیٹھے کسی دن خیال آگیا  
کہ رونا اچھا۔ اور رو دین۔ چلو پھر دنا ہی شروع کر دوں گی  
بس بس معلوم ہو گیا۔ رو تو بچ بنسو تو خوشی نہیں۔ اور  
مصیبت تو تب ہی ہوتی ہے کہ جب تیر طبع جو ان عورت  
کی کسی افسردہ دل اور سبک مغز دے کے ساتھ شادی ہو  
اے ہر طوطی را بانگ در نفس کردند۔ بوی کے نکھار سنگا  
چل مذاق کے دن میان کا انہی برس کا سن آج کے کل  
دوسرا دن۔ منہ میں دانت نہ بیٹ میں آنت فرانسس  
میں ایک ٹری طباع اور خود آگاہ لیدی بھی جسکے دلش  
اور دلچسپ ناول شہور دار دامہا میں اس بھاری بھرپی  
ایسی ہی مصیبت پڑی تھی۔ ایک ناول میں اس مصنفہ نامی نے  
اپنے کھوسٹ سنا کا بیان بھی ایک پیرائے میں درج کیا ہے۔  
تشریریں کے سن میں جو مرادوں کے دن تھے اور جوانی تھی  
پڑتی تھی اور ہر غصہ بدگن خن و جان حسن تھا۔ اتفاق  
سے ایک بڑے کے ساتھ اس قانون نوخیز کی شادی  
ہوئی وڑے کوٹھ کوٹھ کو دن رات سوا اسکے اور کوئی  
کام نہ تھا کہ بیٹھ۔ بکری اور میل گاے بھینس خریدے

م۔ انکے پاس کچھ روپیہ دو روپیہ بھی پرانی فلس ہی ہیں۔  
آزاد۔ جی میں انکا خزانچی ہوں۔ چاہے جتنی روپیہ کی  
ضرورت ہو چیکوں میں حاضر کرتا ہوں۔

بند۔ اس خزانچی کے لفظ پر ہمیں ایک لطیفہ یاد آیا۔  
آزاد۔ آپکے پاس بھی تو لطافت و طراقت کا خزانہ بھرا  
ہو چشم بدو۔ فرمائیے۔

بند۔ شادی کے قبل جو ان و نوخیز لیدی ان اپنے مطبوع  
شوہر کو اپنا خزانہ کہتی اور سمجھتی ہیں۔ شادی ہو نیکی  
بعد خزانے سے خزانچی اسکا نام بدل دیتے ہیں صبح۔ شام  
فرمائشوں کی گرم بازاری ہوا کرتی ہے۔ آج اخبار میں نئی  
فشن کی بیس کا اشتہار پڑھا اسی پر لٹو ہو لیکن کل پڑھا  
کہ پیرس میں لیدیوں کی نازک نازک طلائی گھڑیاں لکیتی  
ہیں۔ وہ نوراً منگوا لیں میان کی تنخواہ میں چاہے لگا  
نہ بچے۔ انکو اس سے کچھ سروکار نہیں خزانچی کے خزانچی  
میان کے میان۔

م۔ اچھا ہوا تمہاری بوی بھاری چل بسیں ورنہ تم تو انکو  
گھونٹ گھونٹ کے مار ڈالتے۔

بند۔ شادی کے بعد وہ ایسی روئی صورت بنائے رکھتی  
تھیں کہ معلوم ہوتا تھا آج باپ کے مرنے کی خبر آئی ہے۔  
دو برس کے بعد جو وہ چند برس پہلے تھے جیسے کے لیے بھائی  
ہوئی تھی جیسے کے بعد جو دیکھتا ہوں امد ہی امد۔ بات  
بات پر مسکراتا اور بات بات پر قہقہے لگاتا۔ بات ہوئی  
اور کھل گئیں میں نے ایک دن پوچھا کہ کیا تم وہی ہو جو نازک  
بھون بھونے رہا کرتی تھیں جسکو کہ لکھا ہاں ہوں تو وہی  
کیون میں نے کہا شکریہ کہ کا بالٹ تو ہوئی یا تو ہوتی ہی تھیں



ہم۔ ہائے ستم۔ ایسی دہ جین اور ایسے بد شکل کے ساتھ بیاہی جا  
آزاد۔ ہائے ستم داسے ستم۔ کمال انسوس کی بات ہے۔  
خ۔ دینکے چونک کر باپ بنے تھے۔ گیدی ناغوں کو لگا کر  
آزاد۔ پھر گرائے بھی واقعی تمھارا باپ پاگل تھا کہ  
تم ایسے مسکے پاگل لڑکے ہو۔

خ۔ اچھی خدا خدا بھیجے باپ کسکا تھا۔ کسکا باپ تھا کسکا۔  
ص۔ کوئی آپکا باپ تھا یا کوئی تمھاری بہن۔ یوں ہی پیدا ہوئے  
خ۔ ہو گا کوئی۔ وہ تو نہ تھا۔ ہم بس اسی ملک کے ہیں  
اور وہ ہیں کوئی ہمارا باپ بھی ہو گا۔

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جہاز کے کپتان نے سب کو اطلاع  
دی کہ ایک گھنٹے میں بڑی سخت آندھی آنی والی ہے مستعد  
ہو رہو۔ یہ خبر دشت اثر مٹنے ہی سب کے ہوش و حواس  
غائب ہو گئے۔ اور جہاز پر کھلبلی مچ گئی۔

ہم۔ آندھی ہو کمان۔ بہن تو آندھی و آندھی کچھ بھی نظر  
نہیں آتی۔

آزاد۔ ہماری سمجھ ہی میں نہیں آیا کہ کیا۔ خاصہ  
صاف مطلع ہے یہ انھوں نے بیٹھے بٹھائے اچھا سگود  
چھوڑا کھٹے لگے آندھی آئی۔ مفت میں بیٹھے بٹھائے  
لوگوں کو حیران کر دیا۔

آج تو اپریل کی پہلی تاریخ بھی نہیں ہے کہ ہم سمجھیں سب  
کو اپریل فول بنا۔

ص۔ اسکی کچھ نہ کچھ اہلیت ضرور ہوگی۔ جو وہ کبھی  
کپتان آندھی کا نام زبان پر نہ لانا مگر بظاہر آندھی کے  
ذرا بھی آثار نہیں پائے جاتے۔

اتنے میں جو طرف سے یاس دیم کی صدا میں نے لگن۔

ایک پرفزوت جو طفلی سے صدا بار جہاز پر سوار ہو سے  
مجھے کف انسوس مل کر کہنے لگے کہ یہ آندھی نہیں پیام  
اجل ہے۔ شاید دس پانچ آدمی کسی طرح بچ نکلین ورنہ اب  
دوڑے اور اب دوڑے۔ ایک عمر لیدی نے کہا کہ اب  
جہاز کی خیریت نظر نہیں آتی۔ آندھی بہت ہی سخت  
آئی والی ہے۔ ایک نوجوان فرانسسی نے جو قریب کھڑا ہوا تھا  
پوچھا کہ پھر آخرا کیا تدبیر کی جائے منفر کسی طرح ممکن ہے  
یا نہیں۔ لیدی نے اہ سرد پھر کر کہا کہ بیٹا اب رست سے  
ہاتھ دھو رکھو اور دنیا سے کوچ کرنے کی تیاریاں کرو۔

یہ ہوش رہا فقرہ سن کر نوجوان نے بھد حسرت ایک  
نویز لیدی کیطون دیکھا اور دونوں کی آنکھیں پرنہ لگن  
میان آزاد کے قریب دو بھائی کھڑے باہم باتیں کرتے تھے  
ایک نے کہا ہاے اب ہم اپنے بوڑھے باپ کو کیونکر دیکھینگے  
اور جب وہ ہمارے ڈوبنے کی خبر سنیں گے تو انکا کیا حال ہوگا۔

چھوٹا بھائی ابدیدہ ہو کر بولا ہم ہی حاصل عمر ہیں۔ اور دونوں  
کے دونوں بیان اور دونوں ڈوبنے کے ساری خدا کی میں  
اور نہ کوئی رشتہ دار نہ دوست ہے نہ باری ہے۔ انھیں تسکین

دینے والا بھی تو کوئی نہیں ہے۔ ہائے اُنکے دل پر کبھی  
گد رے گی۔ اسی کاش ہم دونوں میں سے ایک ہی بیان  
ہونا دوسرا اُن کی دلجوئی کے لیے انھیں کے پاس رہتا  
اب وہ سر مگر اگرا کر جان دینے روتے روتے اندھے  
ہو جائینگے مگر ہم دونوں میں سے ایک تو بھی نہ جائینگے۔  
دیکھنے کو ترس جائینگے۔

اتنے میں کپتان نے پھر سب کو اطلاع دی کہ خبردار ہوشیار  
آندھی آن ہو چکی۔ جہاز کا خدا حافظ ہے۔ امید رست منتقل

آدم کھٹے مین وہ لوفان فرو ہوا۔ ناخدا اے خدا کا شکر ادا کیا  
اور کہا اس طرح کی خبر ہوا انہی تھی کہ ہمیں شک کی جگہ یقین ہو گیا  
تھا کہ کس طرح جہاز نے بے گار بہت ہی جلد ڈوب جائے گا اگر

جدد نے اس بندہ کو ناری کے ترے ہم جا میں  
باب ان ہوتے ہیں کب ایسے شفیق و شفیع

دفعہ ہوا اور دھوکا دہی اور وہ تیزی اور وہ تندہی سب جالی  
ہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اندیشہ ہی نہ تھا یہ خدا کی شان ہے اور یہ  
خدا جانے جہاز کمان کا کمان پونچا ہوتا۔ بارے لہو صبر کج کر  
سب کی جان میں جان آئی کر جو جی بچا کر البتہ پشان کئے گئے تھے  
گھر معینہ نہیں دیا۔ ایکٹ ایکٹن غراب ضرور ہو گئے انہی سے  
کہ چاہے جو تک جو تک کے انسان کو گمراہی میں نہ بکر نہ مرے

پیریون کی چہل

خیر آدم کا قصہ دو آدم چھوڑا۔ اب سنئے کہ شام کو قوت  
جیکہ باد صحر طرب انہی سے جا کر تک کو خنکی پونچتی تھی اور بھول  
کی بوباس سے شام منبر ہوا جاتا تھا۔ اور بادل اٹھ بھول  
پر نئے حسن آرا بیکم انہی بیاری بہنوں کو ساتھ بلے ہاتھ  
میں ہاتھ دیے معروف گلشت چین دہاشاے نسرین  
نسرین تھیں۔ آدم بادل کا بھوننا اور آدم ان بتان  
طناز کا جوانی کی ترنگ میں مستانہ وار باغ سرایا ہوا  
میں چک چک کر گھومنا عجب لطف دکھاتا تھا۔ فخر دل  
کھلا جاتا تھا روح افزا کے دو پٹے پر وہ عمل تھا کہ  
اہو ہو ہو۔ حسن آما کا ہلکا صندلی دوپٹا اور ادا  
پا بجاہ بدلی میں عجب جو بن دکھاتا تھا کہ ہمارا لہو لہو  
آس وقت سفید سادہ بابیک دوپٹا خلاف معمول اور سے

ہو گئی ہے سب دست بردار ہو کہ خدا اس مصیبت سے بچا  
یہ فقرہ مستکر ایک شخص بولا کہ دعا مانگنا محض فضول ہے دعا  
سے کہیں آئندہ کوئی روک سکتا ہے۔ اپیلین نے کہا ہاں  
ہو تو ایسا ہی مگر انسان کے دل کو ایک قسم کی تسکین ہوتی  
ہے کہ شاید خدا ہمارے اس مصیبت کے وقت سن لے۔  
خ۔ د چونکہ کہ ہائین یہ نکل گیا ہے۔ بھئی۔ کیا ٹرکی آن  
پہنچے جو سفر تو ختم ہوا۔ بھائی آزاد یہاں اور تھے ہی پوچھا  
کہ انیم کمان کبھی ہے۔ یار اب تین ہی جہازوں کی رہ گئی ہے۔  
آزاد۔ انیم کئی جنم میں کچھ بہت کی بھی خبر ہے۔ انہیں  
انیم ہی کی پڑی ہے۔  
خ۔ (انہیں کھو گئے) کیوں کیوں۔ یہ کیا بات۔ آخر  
یہ سب کے سب چلائے کیوں ہیں۔

آزاد۔ ناخدا اے کما بہت بڑا لوفان آنے والا ہے  
جہاز اب کسی صورت بحال نہیں سکتا۔ لوگوں نے جی چھوٹ  
گئے اب کو انیم کی تلاش ہے۔  
خ۔ بھئی سانی۔ کتنے بھے ٹرکی در کی جان کا قہر کرو غانا  
نہانا لو اب بھلے۔ خیر خدا کے جہاز تباہ ہو تو چین میں پہنچے  
کہ انیم تو بے بہت سی۔ اور حسن آرا بھی وہاں سے قریب ہوئی۔  
آزاد۔ ہاں بخت پھر بادل لانی۔ حسن آرا بھاری جب ہما دے  
کا حال سینگے تو کڑھ کڑھ کر مگی گھٹ گھٹ کر مگی۔  
خ۔ صبر کرو بھائی آزاد صبر کرو لیکن ہمیں تو آسمان انیم کے دل  
کی طرح صاف نظر آئے۔ یہ اندھمی کی خبر کس نے آئی۔

جہاز پر ایک عجیب طرح کی کھلبلی مچی ہوئی ہے کہ اتنے مین ہوا کا  
ذرا کم ہو گیا اندر رخ بدل گیا۔ ناخدا اے اب سب کو پھر وہاں  
اگر خدا نے چاہا تو اندھمی زیادہ نہ شاہکی اور ٹھوڑی دیر میں وہاں



سپر آرا پھول لے کر سکرائی۔  
 سپر۔ واہ نہیں روٹی نہ ہوں۔ روئین میرے دشمن  
 جو میری طرف دیکھ نہ سکیں میں نے جان بوجھ کر وہاں  
 تمھے بنایا تھا جس میں پھول دے دو۔  
 حسن۔ مہری ذری اس کوے کو تمارے ہنگامے میں  
 کب سے قانون قانون کر رہا ہے۔

بہار۔ ہاں مجھے بھی اسکی بولی سے نفرت ہے۔ جب دیکھو  
 ٹاؤن ٹاؤن۔ ٹاؤن ٹاؤن۔

سپر۔ ٹاؤن ٹاؤن کتنا چاہیے۔ قانون قانون۔ وہ  
 بولیں قانون قانون یہ بولیں ٹاؤن ٹاؤن۔  
 روح۔ یہ خوب ہوئی۔ ایک ہی ہوئی۔ ٹاؤن ٹاؤن آیا  
 قانون قانون جو کچھ ہو یہ تو اوتار ہے کہ حسن آرا اور بہار اللہ  
 حسن۔ ہتھے تو قانون قانون ہی سنایے۔  
 بہار۔ اور ہتھے ٹاؤن ٹاؤن سنایے۔  
 حسن۔ بدلتی ہو کچھ۔؟

بہار۔ ہاں بدلتے ہیں۔ آؤ۔ آؤ کیا بدلتی ہو۔  
 حسن۔ پانچ پانچ روپے بدلتے ہیں آؤ ہاتھ مارو۔ ہاتھ مارو۔  
 ہاتھ مارو۔

بہار۔ پانچ پانچ کوئی اور بدلتے ہو گئے ہم دو دو اشرفی  
 بدلتے ہیں۔

روح۔ ہم حسن آرا کے ہاتھ پر بدلتے ہیں۔ سیک ایک  
 اشرفی جسکا جی چاہے بدلے۔

مہری۔ (مہنتی ہوئی) سرکار ہمارے پاس تو ایک  
 اٹھنی ہے جو کچھ بڑے حضور نے انعام میں دی ہے۔ ونڈی  
 اٹھنی لگائی ہے کوئی ہمارے برابر کی ہو تو ہم اٹھ اٹھ آنے

نہیں۔ ہاں سپر آرا البتہ متوالی تھی۔ وضع دنیا سے  
 نرالی تھی۔ وہ باگمی بیج بیج گزرا ہر صد سالہ بھی دیکھتے تو  
 گھٹنوں گھوڑا ہی کرے۔ زلف پریشان شادان و فرحان  
 مست و خندان اٹھلا اٹھلا کر دشمن میں آہستہ آہستہ  
 قدم اٹھاتی تھی اور گلہاے منہر کی بھینی بھینی ملک سے  
 اور بھی مست ہوئی جاتی تھی۔ ۷

باغ میں آج جو اس گل کی سوار سی آئی  
 شور بلبس نے کیا بادبہار سی آئی

روح افزائے گلاب کا ایک پھول تو آرا سپر آرا کی کل  
 گئیں کہ بہن یہ ہلو دے ڈالو ہم اپنے جوڑے میں لگا بیٹھے۔  
 روح۔ بس باغ بھر میں اب یہی ٹکڑا پھول رہ گیا ہے۔  
 سپر۔ (بھولے پن کے ساتھ) اور تو بچھوٹے چھوٹے ہیں  
 روح۔ تمہیں بڑی شوقین ہو۔  
 بہار۔ ہونچہ اتنی بڑی ہو کر چھوٹی بہن سے لڑتی ہیں۔ ہوا  
 پھول بھی کوئی بڑی کامنات ہے جیسے۔  
 روح۔ اچھا آپ رہنے دیں۔

حسن۔ سپر آرا جانیں روح افزا جانیں۔ تم بیج میں کہوں  
 بولتی ہو بہن۔

روح۔ انکی عادت ہے۔ یہ اپنی عادت سے ناپا جانیں جی جی  
 بہار۔ ٹانگ کی برابر ٹانگی اس سے خدا سے پھول پر لڑتی ہیں۔  
 روح۔ پھر۔

سپر۔ اچھی بہن دے ڈالو۔ ہم اپنے جوڑے میں لگا بیٹھے۔  
 (آبدیدہ ہو کر) اچھا نہ دو۔

روح۔ لو بس اتنے ہی میں رو دین (سپر آرا کو گلے  
 لگا کر) ہم تو ہتھنتے تھے تم مہنتی مہنتی میں رو دین۔

بدلیں۔ جو اتو جی ہی یا ادھر یا آدھر۔

حسن۔ اچھا تو دوا شرفیان جو کہیں۔ مکر نے کی  
سنہ نہیں۔ جی ہاں۔ کوئی ضامن دو۔ ہم یوں نہ مانینگے  
ہدید کے آدمی مکر جاتے ہیں۔

بہار۔ اچھا ہم سپہرہ آرا کے پاس رکھواتے ہیں تم بھی  
دوا شرفیان بسادہ کسی کے پاس۔

حسن۔ کیا کچھ چرون ہوا رکھو سا ہی ہر بھلے مانس  
کی بات کافی ہے۔ قول جان کے ساتھ ہے۔

دونوں بہنوں نے جا کے بری بگم سے بوجھا اور خوں  
نے شرط نہیں بدی تھی وہ بھی ساتھ کہیں۔ بری بگم

نے کہا ہم نے تو وہ سنا ہے جو حسن آرا کہتی ہیں۔  
قاون قاون سنا ہے۔ بہار انسا بولی ہی تو ہم بھی کہتے

ہیں۔ قاون قاون۔ سب ہم جو یوں نے ملے ان سے  
کرنا شروع کیا کہ واہ پانچ روپیے کے لیے جھوٹ بولتی

ہو تم نے تو ماون ماون کہا تھا۔ حسن آرا بولی اسکا نتیجہ  
یہ ہو گا کہ اب کوئی انکی بات کا اعتبار نہ کرے گا یہ کہتی ہیں

اور کہ جاتی ہیں۔ آدمی کی بات جہاں گئی بس گئی اور  
اعتبار بھی ہر سارے زمانے کا دار و مدار ہے۔ بہار انسا

نے کہا ہم بدگئے پاس نہیں مکرے ہوتے۔  
سپہرہ بہن رو پے دیدو۔ تین رو پے تم دو رو رو پے

ہم دین۔  
حسن۔ ہاں ہیں تو ایسی ہی خیس کہ ٹانگ کی برابر ٹرکی

اور اس سے لینے بیٹھیں۔  
بہار۔ چلے آپ کی بلا سے۔ اچھا آؤ دے بھی دین

کہان کی مچھٹ۔ آئے دن طے ہی دیا کرتی ہیں۔

بہار انسا نے بی مغلانی سے صندوقچہ منگوایا اور رکھو لکر  
پانچ رو پے کا ایک نوٹ روح افزا کو دیا۔ روح افزا نے

کہا بہن یہ کہان کا ہے جو بلیٹی کا ہوا تو ہرگز میں نہ لینے کی  
چوٹی بٹے کی کون دے۔

بہار۔ ہم نہیں جانتے تم اُنسے پڑھو منگو آؤ۔  
روح۔ بی مغلانی ذری یہ نوٹ خوشید دو لھا سے

پڑھو منگو آؤ کہان کا ہے۔  
مغلانی نے باہر جا کر نواب صاحب سے کہا کہ حضور

ذری اس نوٹ کو پڑھ دیجیے کہ اسکا نمبر کیا ہے نواب صاحب  
نے پڑھ کر کہا۔ ۱۱۲۰۰۔ گیارہ ہزار دو سو۔

مغلانی۔ (غصہ آکر) بیوی گیارہ ہزار دو سو۔  
حسن۔ کیا گیارہ ہزار دو سو کا بھی ایک نوٹ ہوا کہیں

مغلانی۔ نہیں بیوی یہ نمبر ہے اس نوٹ کا۔  
روح۔ جاؤ شرٹن ہی رہیں بس۔

سپہرہ نمبر کس نے پڑھوانے کو کہے تھے تم سے۔ پوچھو  
کہ ہے کہان کا نوٹ۔

مغلانی۔ (نوٹ لیکر) امین کیا جانو ہوا نوٹ  
کیا ہوتا ہے ہمارے دخت (دقت) میں نوٹھ دو تھ تھا

کہان۔ یہ کاغذ کے گھوڑے آج کل دوڑائے جاتے ہیں  
(باہر جا کر) حضور نمبر نہیں پوچھتی ہیں۔ آیا کہان سے ہے

وہ تو ہے۔ ہر کہان کا۔  
ن۔ دیکھو نا گپور کا ہے۔

حسن۔ نہ لینا۔ امی روح افزا بہن لینا نہیں۔  
روح۔ یہ ہم نہ لینگے۔ ہمیں الہ آبادیا کلکتے کا دیجیے۔

بہار۔ یہ اسیٹھ بیان کسو کو نہیں بھائی۔ لاؤ لاؤ

بدل دون کو یہ لو۔ اچھا جائے دو تم نقد روپے لو  
گنو ایک دو تین چار پانچ۔

سپہر۔ کوپائے۔  
روح۔ نہیں پائے۔

سپہر۔ نہ پائیں تو منامت نہ چاہئیں۔  
حسن۔ بی مفلائی کسی سے کہو کہ پانچ روپیہ نقد کی  
ٹھکائی لائے۔

بہار۔ بہن نقد کس خرے سے کتنی ہیں۔  
سپہر۔ تازی کج میل ٹھکائی ہو باسی نہ اٹھالائے  
بہار۔ بھلا تم کو بیٹی ملیگی؟  
حسن۔ مل جکی۔

تھوڑی دیر میں باہر سے ٹھکائی کی چنگیری۔ صرف  
دو روپیہ کی ٹھکائی۔

حسن۔ این یہ پانچ روپیہ کی ٹھکائی ہر اتنی سی۔  
لونڈی۔ نہیں تو باہر نو ابھاب نے تین روپے  
لے لیے اد سپاہی سے کہا دوہی روپے کی لاؤ۔

بہار۔ یہ کیوں ندی بلاؤ تو۔  
حسن۔ واہ یہ اچھی ہوئی۔

ان۔ (اندر آکر) اب کیوں بلایا۔ اغاہ ٹھکائی کھلائے  
کے لیے بلایا ہوگا۔

بہار۔ ہاں۔ (چپکے سے) منہ دھو رکھیے۔ یہ تین روپے  
آپ نے کیوں اڑائے۔

ان۔ این خواب دیکھتی ہو کیا۔  
بہار۔ جی ہم علم غیب پڑھے ہیں۔  
ان۔ کچھ خبر نہ۔ بھلا دو روپے کی اتنی ٹھکائی ملتی۔

بہار۔ شان خدا۔ ہمیں آپ چھینوں پر اڑاتے ہیں لے  
اب یہ دھاندلی تم کر رکھو۔ روپے لاؤ۔

ان۔ اب تمہیں یقین کیوں نہ آئے اچھا دو روپیہ ادر دو  
تو دیکھیں اتنی ٹھکائی اتنی ہر یا کم اتنی ہر۔  
بہار۔ (زنک کر) لاؤ لاؤ۔

ان۔ یہ بیان اگر کس نے پرچہ جڑا۔ نو صاحب ہوئے کہا  
تھا دو کی آج آئے باقی کی پھر منگو اٹینگے۔

بہار انسا بیگم نے روپے لیکر رکھ لیے ادر نو ابھاب  
باہر چلے گئے۔

حسن۔ ایزدہ آسمان سے گر کھجور میں اٹکا۔ اُسے روپے  
لے تو آپ نے منہ دھو تین روپے رکھ لیے۔

روح۔ آت روح بے ایمانی!۔  
سپہر۔ کچھ ٹھکانا ہر۔

بہار۔ کچھ ٹھکانا ہر! کچھ ٹھکانا ہر! کہتے ہوئے شرم نہیں  
آتی۔ اٹھیں کی وجہ سے شرط بدی ادر اب یہی ہو جاتی  
ہیں (منہ جڑھا کر) کچھ ٹھکانا ہر۔ کچھ ٹھکانا ہر۔

سپہر۔ (منہ رگڑا کر) ای لو مجھے کیوں خفا ہوئی ہو میں  
کیا ہاتھ جوڑے تھے کریم فردہی شرط بدو۔

بہار۔ (سکڑ کر) جلدیں میں میں جگ ڈال جا لو بھاگ کھڑی  
خیر ٹھکائی تقسیم ہوئی۔ بڑی بیگم کے پاس بھیجی۔ نو ابھاب

کو دی ڈنڈیون باندیوں نے چھٹی ادر جاردن بنیں لکر کھا  
گلبن باہم مجھو بے بن کے ساتھ منہ ہی دل لگی ہوئی جاتی

میں چل ہوئی تھی ادر ایک نیا شگو ڈھلا۔  
دروازے پر ایک ٹھکائی آئی دو کمار ایک خدا تگنا تگنا پڑو

ایک عورت ڈولی سے اُترتی اور کہا دون اور غدا تمکار نے  
 اسکے اُترتے ہی کہا بسم احمد اتنی برس کا سن چہرے پر  
 چھریان - گرا بھی تک زخا رتا بان پر سرخی باقی ہے -  
 از سر تا پایا ہ پوش - کمر با وجود سن ہونے نے بھکی نہ بھکی  
 عمر بھر بھی جریب ہاتھ میں نہ لی - عینک البتہ لگاتی تھیں  
 آہستہ آہستہ قدم دھرتی ہوئی اندر داخل ہوئیں -  
 معافی - (بڑی بیگم سے) بیسے وہ آئی ہیں -  
 بڑی بیگم - کون - آغاہ - آئیے آئیے - آپ نے کاہے کو  
 تکلیف کی کبھی کو کیوں نہ یاد کر لیا -  
 ضعیفہ - (ض) ایک ہی بات ہے -  
 ب - اچھی رہیں -  
 ض - شکریہ - صاحبزادیان کمان میں -  
 ب - اس طرف میں امام باڑے میں - بلو اؤن -  
 ض - ابھی نہیں -  
 ب - ارے کوئی پنکھا بھلو -  
 ض - نہیں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے - کچھ تم سے  
 خلیے میں کہنا ہے -  
 ب - خبر تو ہے -  
 ض - (دبے داخون) ہاں -  
 ب - ہر جی اندر خبر کرے جیسے پانون تلے سے نئی نکلگئی  
 (نہ کروں سے) تم سب ذری ہٹ جانا - اب کیے -  
 ض - اپنی ٹرکوں کی ذرا خبر داری رکھو -  
 ب - (منہ پر کراخاموش)  
 ض - دیکھو کنواری لڑکیاں اور پھر جوان اور اس پر  
 طرہ بہ کہ نام خدا حسن کی کان میں - اور امیرزادیان میں

اس سن میں سب کی نظر پڑتی ہے اور لڑکیاں اکثر بگڑ بھی جاتا  
 کرتی ہیں -  
 ب - (ٹھنڈی سانس بھر کر خاموش)  
 ض - بڑا نازک مقام ہے -  
 ب - (گردن نیچی کر کے) ایک بات مجھ سے سچ بچ کہو  
 بولو - کوئی سچ ہے -  
 ض - اور تجھوٹ میں کب بولی -  
 ب - دیکھو مکومین ماں اور اپنی بڑی بیگم کی جگہ سمجھتی ہوں  
 لڑکیاں جیسے میری دہلی تھاری - ہر کہ نہیں؟ -  
 ض - بیشک امین کنا کیا ہے -  
 ب - تو پھر اس مائے (معلے) میں بھی راست  
 راست بولنا -  
 ض - بلا کم دکاست -  
 بڑی بیگم رونے لگیں تو ضعیفہ نے سمجھا یا کہ ہائیں رونا  
 کیا سننے -  
 ب - بھلا میں سچ کہو کوئی ایسی بات تو -  
 (ایسی بات تو) بیاننگ بڑی بیگم کہ چکی تھیں کہ اسو  
 ٹپ ٹپ کرنے لگے - اور پھر ضعیفہ نے تسلی دی -  
 ب - کوئی ایسی بات تو نہیں سنی جس سے مجھے شک کیا  
 کھا کے سو رہنا پڑے جو ٹھیک جواب نہ دیا تو حشر کے  
 رزد دا من کپڑو کی -  
 ض - ایسی کوئی بات ابھی تک نہیں ہوئی -  
 ب - کہا خدا انکار دہ ہونے کو ہے -  
 ض - نہ لگوں تاک میں ہیں -  
 ب - اندر کرے جنازہ نکلے مودن کا جو سہری بچوں کو

جبری نظر سے دیکھیں۔

ض۔ بس اب ہوشیار ہو۔

ب۔ کیا ہوشیار ہی کروں۔ اندر سے ہاسرنگ  
پچاسوں آدمی نوکر جا کر نوٹدیان مغلا نیان ہیں۔ پھر سچ  
کہوں مجھ کو تو دونوں نیک معلوم ہوتی ہیں۔

ض۔ کوئی مان کے پیٹ سے بد بھی پیدا ہوا ہے۔ موصے  
شہدے خراب کر ڈالتے ہیں بھلی مانس کو۔

ب۔ گھر بھر میں کوئی جوان عورت ہی نہیں نوکر رکھی  
کہ کسی کے بھگانے سے نوکریوں کو درغلائے کوئی ایک  
جوان ہر گز معتبر۔

ض۔ میں سب کہوں گی۔

ب۔ وگوریاں بنی رکھی ہیں کھاؤ۔

ض۔ تم تو بھول بھول جاتی ہو۔

ب۔ بیگم کیا؟

ض۔ میں پان کمان کھاتی ہوں۔

ب۔ ہاں ہاں۔ سچ کہا۔ اب میرے حواس بھی

تو ٹھکانے نہیں ہیں۔

ض۔ تم گھبراؤ نہیں کہ ان ماشا امد سب نیک ہیں۔

ب۔ ہاں بدی تو کسی کے مزاج میں بھی نہیں ہے۔

ض۔ دونوں پرہ لینی میں یا ایک۔

ب۔ دونوں۔

ض۔ اچھا یہ میں لکھ لائی ہوں۔ اُن سے کہنا کہ صبح کو روؤ

پرہ لیا کریں۔ سب ہاچٹ۔

یہ کہہ کر ایک کاغذ باجیس میں لکھا تھا۔

اُسی بکتائی بے ہمتائی و قیوم توانائی وہم چیز دانائے

وہمہ حال بنائی از عیب مصفائی و از شرک مبرا کی۔ اصل  
سر دوائی۔ شمشاہ فراروائی۔ مسند نشین استغنائی۔  
اکسی خلع جانی و نہ آرزو مند مگانے۔ پیدا است کہ زمین  
جانی بلکہ جان زندہ بخیر ست کہ تو آئی۔ اُسی عذر مایہ  
کہ تو غنی و مانقیر۔ عینہاے مارا گیر کہ تو قوی و مانقیر۔ اُسی  
ولی وہ کہ در کار تو جان بازمی و جانے وہ کہ کار آن جهان  
سازیم اُسی ہمتے وہ کہ از دنیا بزار شویم و تو فیضے وہ کہ  
استوار شویم۔ اُسی نگہدار کہ پریشان نشویم و براہ آرزو  
سرگردان نشویم۔ اُسی تو آن ساز کہ دیگران نسا زندہ توان  
نواز کہ دیگران نوازند۔ اُسی چون تو نگریم بادشاہم تاج  
بر سر۔ چون بخود می نگریم خاکم از خاک کمتر ب۔

پیوستہ دلم از رضای نوزند  
جان درین میں کنای تو نوزند  
گر بر سر خاک من گیا ہی روید  
ہر برگ از ان ہی دفای تو نوزند

ض۔ اگر صبح کو اُٹھ کر آسکو پڑھوے تو جو آرزو ہو مس  
پوری ہو جائے۔

ب۔ اچھا ضرر پڑھینگے۔

ض۔ ذری صاحبزادیوں کو تو بلوآؤ۔

ب۔ پیاری کی مان۔ ادبیاری کی مان۔ ذری جا کے

حسن آرا سپہر آرا کو بلاؤ۔ کو چلیے آستانی جی آئی ہیں۔

ض۔ ہاں زدی جلدی بھیجنا بیٹا۔

پیاری کی ان ٹھکر گین کہ حسن آرا اد سپہر آرا کو بلائیں۔

اب شیشے کہ وہاں چاروں بہنیں ٹھہری کھیل رہی

تھیں حسن آرا اور روح افزا ایک طرف۔ سپہر آرا اد سپہر آرا

دوسری جانب حسن آرا کی بازی میں رخ۔ فرزین۔ ایک

پیل اور چھ پیادے۔ اور دوسری بازی میں فرزین اور

دو نرخ اور ایک پیادہ۔ مگر بہار انسان کی بازی دینی ہوئی تھی۔ یوں پانچ سو برس پہلے۔

سپہر۔ بہار انسان بہن تو کتنا نہیں، مگر کیا کیا نہ بڑھو پیادہ نہ بڑھو لے کے بڑھ دیا اسپ کا اسپ پٹ گیا۔ اور بازی کی بازی دب گئی۔

بہار۔ اچھا پھر کیا کرنے۔ یہ۔

سپہر۔ اسپ اس گھر کیوں نہ آئیں۔

بہار۔ تھو تو بس ایک چال سوچتی ہے۔ اور یہاں دین میں جا لیں ذہن میں رہتی ہیں دیکھو ہم اسپ کو اس گھر میں آئیں۔ وہ اس نرخ کو مار کے کشت دینیں ہم کہان جا میں بنا چلو تو ابھی ابھی معقول کر دوں۔

سپہر۔ ہم! کیوں یہ گھر تھا بادشاہ کو۔

بہار۔ اچھا۔ تو رخ تو کیا جنم میں یا نہیں گیا۔ پولو۔

سپہر۔ پانچ پٹ جاتا تھا۔

بہار۔ (بہار کر کے) رخ ہی نہیں لگتا۔ بازی گئی گذری تھی بادشاہ کو تو ایک ہی گھر تھا۔ وہ پیل کی کشت دیکر وزیر کو بھی ٹھکایا جنم۔ پس یہ بھندے ہی تو تھیں نہیں سوچتے ہی تو ساری کرامات ہے۔ شطرنج میں ہی کیا۔

سپہر۔ ان بازی ہی سیتا ناس ہو گئی تھی۔ حسن آسا بہن خوب کھلتی ہیں اور ہم بھی اچھا کھلتی ہو۔

روح۔ اور ہم؟ ہمارا نام ہی نہیں۔

سپہر۔ بہن ہم ان دونوں کو نہیں پانچ۔ چاہے جو کہو ہم ایک نہ مانیں گے۔

روح۔ اچھا اکیلے اکیلے کھلو اور۔

حسن۔ میں تو رخ اٹھا کے اُسے کھلتی ہوں۔

بہار۔ میں بھی ابھی ابھی ابھی سہی۔

روح۔ مگر کوئی بیچ میں بول نہ اٹھے۔

بہار۔ کوئی نہیں۔ بس ہم اور ہم۔

یہ بیٹھی بیٹھی پانچ چاروں بہنوں میں بھولے بن کے ساتھ ہو ہی رہی تھیں کہ بیماری کی مان شریف لائیں۔ اس بڑھی عورت کی عادت تھی کہ جب بھی بڑی سگم کسی کو بلواتیں تو یہ ڈبٹی ہوئی جاتی اور خوب غل جاتی تھی کہ جلو

ابھی ابھی جلو۔ اب بھی حسب معمول ایسا ہی کیا۔ چلیے چلیے۔ جلدی سے اُسے حکم کیا کہ ابھی ابھی لاؤ سپہر آ کو یہ نفر سہ بڑی بڑی معلوم ہوئی۔ تھو کہ بولی کہ جاؤ وہاں سے کہو میں آتے داہ بڑھی ہو گئی ابھی غل غل شور۔ آئی وہاں سے جو دھرا میں بن سیدھی طرح بات نہیں کہانی۔ پیاری کی مان بہت ہی خفیف ہوئی جب چاپ ستاکی۔ اسنے میں منٹائی نے آکر کہا کہ بیکر تھا

اُستانی جی آئی بن۔ آپ سب کے دیکھنے کو بہت ہی جاہتا ہے۔ ذری دم کے دم چلی چلیے۔ بازی کبھی رہنے دیجیے اُستانی جی کو آپ سب سے بڑی الفت ہے۔ حسن آرا اور

سپہر آرا اور بہار النساء اور روح افزا ملکر کہیں۔ اور دوپٹے کو سنبھال سنبھال کر چاروں تیر کے ساتھ آداب بجا لائیں۔ اُستانی جی نے سپہر آرا کو گلے لگایا اور سب بہنوں سے بزرگانہ گفتگو کرنا شروع کی۔

اُستا۔ ان دونوں کو ہنسنے آج پہلے ہی مرتبہ دیکھا (روح افزا اور بہار النساء کو تمھارا کیا نام ہے بیٹی۔

بہار۔ بہار النساء۔

اُستا۔ بہار النساء سگم داہ داہ تو خوب ہم ہے۔ اور تمھارا؟

روح۔ روح۔ روح افزا۔

بی آشتی می گئے انکو دعائے خیر دی کہ اللہ کرے یہ شاد اور با مراد رہیں دودھون نہ یمن پوتون بھلین ہریری بک سے رخصت ہو کر دلی پر سوار ہو یمن اور وعدہ کر گئیں کہ ابی جحرات کو پھر آؤ گی۔

تباهی! تباهی! تباهی! !!

این نکتہ سر بہتہ بیاد م ز جابست  
کاین عمر بیک چشم زدن نفس بر آبست

وہ قطرہ بارش جدائی۔ وہ غرقہ بحر آشتی یعنی آزاد فرخ نہاد بادل شاد خاتون پر بڑا دو ماہ سیما و نیسیا اور اسکے پیارے شوہر جو ان بدین تن نفنٹ اپیلٹن سے کہیں آزادانہ نہ کہ سنج کے لطیفہ کوئی کے لطف آٹھا اپنے سچے ہمدردوں کی محبت کا دم بھر نغم غلط کرنا سندسکی لطیفائی اور جہاد کی روانی کو یکسا طرح سے اپنا دل بھلانا تھا جسوقت ناخوہ جادو جمال پریشی شمال کا چاہ زرخندان یاد آتا تھا جی دوبا جاتا تھا گردلو کو سمجھانا تھا کہ سے

یا مانعہ توڑے جائینگے بکھولینگے نقاب  
سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہے

ایک روز جہاز کے ناخدائے سب کو اطلاع دی کہ ایک گھنٹہ میں ٹبری سخت آندھی آئیوالی ہر مستعد ہو جو۔ یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی سب کے ہوش محاس غائب ہو گئے۔ جہاز کے ناخدائے کو پیر دیمٹر کے ذریعے سے جہاز والوں کو بعد حزن ملال آگاہ کر دیا کہ بہت جلد طوفان عظیم آئو والا ہے اس ناگمانی کے ذریعہ کا انسان ضعیف البینان میں بار نہیں شیت انروی میں چار انہیں لوگ اس خبر وحشت لڑکے

سکر از بس سرا سیمہ جہان ہوئے۔ انہما کے سرگردانی پریشان ہوئے جسکو دیکھتے جگر خون جبین نظر ڈالے دریش و مخزون ہوش و حواس سے ہوا بتائی۔ آنکھوں میں تاریکی چھائی سدا عالم تیرہ ذرا نظر آتا تھا۔ اجل کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا۔ کوئی مثل سنبل پریشان۔ کوئی مثل گل چاک اگر بیان ہوں پرآہ شعلہ نشان زبان پرالان۔ ۵

اگرچہ آنکھوں میں آنسو تو دل پر غم سے بھرا  
جگر میں درد ہے تو ہر زبان پر وا دہلا

آسمان حق پرستوں کے دل کی طرح صاف۔ چاندنی خوب نکھری ہوئی۔ ماہ منیر مثل محبوب چادہ سا جلوہ کھتا بکھردر سے بجلی صبح اقبال عیان۔ اجرام نورانی فلک سے قدرت ربانی نمودار۔ انازینا السماء الدیبا برینتہ الکوکب کا مفہوم آشکار۔

سیان آزاد کا جہاز کچا پارا نام جی ونیس Genie  
ہے تھامشوقان طناد کی طرح اٹھکھیلیان  
کرتا جاتا تھا ناخن پھر اطلاع دی کہ طوفان آتا ہے ہر دیر سے  
طوفان عظیم کی آمد آمد صاف ظاہر ہے۔ روگو خبردار ہو شیاہی  
طرزہ العین میں مصیبت سے دوچار ہونا ہی زندگی سے ہاتھ جو  
ہے۔ بدن کے روٹنے کھڑے ہو گئے جان کے لالے ٹپے  
جہز بھی کہ با آہی جائین تو کمان جائین۔ اس بحر پیدا  
کنا ر اور طوفان حسرت بار سے نجات کیونکر جائیں۔ دل بچا  
دینیاب تھا۔ زہرہ آب آب تھا۔ دیکھا کہ کپتان کے بھی ہاتھ  
پانوں پھول گئے اور اسکے نفٹ بھی سب ٹپی ٹپی بھول گئے  
ہیچو سے یعنی شیرعبوں سے نکتے پر آئے تھے اور کھل کر کھڑے  
پڑھ جاتے تھے۔ اس سبب سے آتش غم ابھی تیر ہوئی

ہر گز سے سے بلند خدا سے برتر برتر ہوئی۔ ناخدا نے لاکھ سمجھا یا مگر کسی کو اسکی فہمائش سے جان بچنے کا یقین نہ آیا۔ کھپ گئی کہ اب ہم یمن اور گرداب بلا۔ ہم یمن اور چار موہ فتنہ۔ ۵

کسی طرح سے سمجھنا نہیں دلی شاد

وہی بگاڑی وہی زاری اور وہی فریاد

اتنے یمن ہوائے وہ زور باندھا کہ الامان - الامان ناخدا نے صرف ایک مین سیل main sail تو بدستور رہنے دیا باقی اور سب اتار لیے۔ اب جہاز راہ خدا پر چھوڑ دیا گیا۔ موجوں کی یہ کیفیت کہ آسمان سے بائیں کرتی تھیں۔ جہاز پھیرے کھا کر گنبد کی طرح اوپر سے اوپر آتا تھا۔ اور اوپر سے اوپر جاتا تھا۔ سمندر اس درجہ جوشِ خروش برپا تھا کہ انھار انھار۔ جہاز والے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ جان و مال کو روٹیٹھے۔ سمندر کی ڈراؤنی صورت دیکھ کر بدن کا پٹ اٹھتا تھا۔ مرد و زن باعلیٰ مدد سے یا خدا بچا بچو کا غل بجاتے تھے۔ بچے سمکھ اپنی ماؤں سے جڑے جاتے تھے۔ کوئی عورت منہ دھاب کے روئی تھی کہ ہاے عمر بھر کی کمائی اس سمندر میں گزوائی۔ کوئی اپنے پیارے معصوم بچے کو بھاتی سے لگا کر کہتی کہ اما کلیجا بچتا جانا۔

یہاں ہم سے اور تم سے نصرت ہوتے ہو۔ وہ داداں سکراتھا اور اس بھولے بن سے اپنی درمیان دلی پر کلیجان گرتا تھا

مطلبے کو روڈ از ہستی یمن ازار بود

در نہ در کنج عدم آسودگی بسیار بود

کسی کو بھوم پاس و حمان سے چپ گلی گئی تھی کسی بھار کے ہاتھ بالوں میں لپیٹی تھی۔ کوئی بقتقنا سے اضطراب

اضطراب سمندریں کو ڈرنے کا ارادہ کر کے رہ رہ جاتا تھا۔ کوئی مارے بول کے ناخداؤں غلامیوں سے لپٹا جاتا تھا کوئی مصروف مناجات تھا کسی کے لب پر یاد افغ املیات غرض فطخون سے کیا پورے کیا جان کیا عقلند کیا نادان سب کی عقل کم جو اس باختہ ہو گئے تھے۔

خاتون ماہ لقا و نیشا کے چہرے سے رنگ کا فور ہو گیا۔ بیکہ سنج کے دل سے خیال لطیف کوئی منزلوں دور ہو گیا۔ میان آزاد کا چہرہ زرد اپلیٹن کے لب پر نالہ پرورد۔ و نیشا کے دست نیگین یمن اپلیٹن کا ہاتھ اوپر آزاد اوپر بیکہ سنج تمام جہاز بر سر راہ و فغان تھا۔ روٹکنا روٹکنا غریبہ خودن تھ اس طوفان نے جہاز کو ماتم کہہ کر دیا۔ رگما سے تن یمن غم و اہم کوٹ کوٹ کھردیا۔ ۵

دل ستم زدہ و باس و حسرت و حمان

انیس بچے ہی دقین چار پسلو یمن

میان آزاد نامراد بادل ناٹا دسو چنے لگے کہ بار خدا یا یہ کس مصیبت سے دوچار کیا۔ معشوق زہرہ شمال کے غوفر صنم اجل سے بھگنا کر کیا۔ جی لگانے کی خوب سزا پائی صابر محبوب کی دھن میں جان ہی گزوائی۔ ہماری ہڈیاں تک گل جائیگی۔ مگر حسن و اباسیم اس سانحہ جگر دوز کی خبر بھی نہ پائیگی۔ وہ بیجاری برسوں ہماری خبر سے بیخبر رہے گی۔ نصیب اعدا و انواع واقسام کے صدمے سے گی۔ اور وہ غم سے ٹرپ ٹرپ کر کے گی۔ ۵

او بادشہ خوبان داد از غم نہائی

او درد تو از دربان بستر نامی

تو نہائی و مجبورئی راز تو چنانم کرد

دل سے تو بجان بد و ست و کار

وی باد تو مونس کوشتہ تنہا

مزدست تجو باد شد دانان شکسبال



آٹھ بیٹھے تو تلاطم کا عالم دیکھا ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے سمندر کی بھیاں تک صورت دیکھی تو کاپ اٹھے دیکھا زون و مومبتلا ہلا ہر سمت آہ دہکا ہر پانی بیہوش اچھلتا ہر مغر کی کوئی صورت نہیں دیوان حافظ اچھا لایا اور صدق دہل سے فال دیکھی آزاد کو برہم غزل سنائی - غزل

آمد گوش ناگم آواز بلبلے  
داند چمن گلند بفر باد غفلے  
بسر کم اندران گل بلبلے  
آشتم چنانچہ صبح نہانم سحلی

رغم باغ ناکہ چنیم سحر گلے  
مسکین چوینش گلے نشہ بدلا  
میکشتم اندران چمن باغ ویدم  
چون کرد دلم اثر آواز عند لب  
پس گشت کفہ شہود دین باغ راو  
کس چغائے غار چیدہ ازو گلے

ناخدا خوب سمجھتا تھا کہ حالت ہر گھڑی نازک ہوتی جاتی ہے طوفان ہے کہ اُٹھنا جلنا ہے - موج کے بغیر ہے استدر بلند ہو تھے کہ کلچر بانسوں اچھلتا تھا لیکن آزمودہ کا رکھا اسکی پھرتی اور استغفال سے لوگوں کو کچھ یوں ہی سی نشانی و تسلی ہوئی تھی کہ شاید جان بچ نکلے - اپنے اپنے مذہب اور عقیدے کے بموجب اہل جہاز جناب باری سے دعا مانگتے تھے اب بیٹھے کہ جن مقام پر جہاز غرق ہوتا تھا اسکے سامنے ایک جھوٹا اور پڑھنا پڑھنا - جزیرہ پیرم - یہ جزیرہ ساحل چین سے چار میل کے فاصلے پر طول ساڑھے چار میل عرض دو میل - سطح بحر سے ۱۲۰ میل بلند اسکے گوشہ جنوب مغرب میں ایک نہایت دلکش بندرگاہ ہے - وہ چار آدمیوں نے اس جزیرہ کو بعد حضرت دیکھ کر کہا کہ ہاے خدا جانے یہ کون سا پو ہے - آزاد خوب واقف تھے کہ یہ جزیرہ پیرم ہے انھوں نے کئی یورپین سیاحوں سے کہا تھا کہ اگر اس جزیرے میں کوئلے کا بند و بست ہو تو خوب بات ہے - مگر اکثر لوگ نے

بین غریب کو فنا جس بحر صدق و صفا کو درود دل سے کیوں کر آگاہ کر دین ٹھان لی تھی کہ چاہے اپنے کو بر باد و تباہ کر دین - مگر عشق و زین کر کا حکم بجالا دین - مری جاؤں اور پھر جاؤں اس میں مردن یا زندہ آؤں لیکن -

پچھلی کو کیا خبر تھی کہ پانی میں شست ہی پیاری سپہ را بار بار فال دیکھنی - کہ آزاد تب تک مجیدی تھے لٹکا بیٹھے - میدان کا زرار سے سرخرو ہو کر واپس آئیے نہیں مانگنی کہ آزاد آئین تو ہم مسجد میں تھی کے چراغ جلا ہیں - آزاد صورت دکھائیں تو ہم گلے چڑھائیں مگر آزاد اب دو گھڑی کے مہمان آفتاب لب بام ہیں - نامراد و ناکام ہیں - آزاد کی کشتی زندگی بحر ہستی میں غوطے کھائی ہے کوئی دم کہ دم میں تہ کی خبر لائی ہے - کہ فنا سے ٹکرائی یہ ڈو لگائی وہ ڈو لگائی -

کشتی شستگانیم ای بادشہ طر بر خیز  
باشد کہ باز نیم آن یار آشتار

مگر دنیا بامد قائم ہے - دل کو اس حالت میں بھی معاش دیتے تھے کہ سائین کے سوکھیں ہیں -

روزے برسی وصل حافظ  
گر طاقت انتظار دارے

اب بیٹھے کہ جہاز بحر میں تو کرام مچا تھا مگر فوجی انبی لمبی تانے سو ہی رہے تھے - اس نیند پر خدا کی ماریاں تنک پر شیطان کی پٹھکار - میان آناد نے جگایا کہ خواجہ صاحب آٹھے طوفان آیا ہے - حضرت نے بیٹھے ہی بیٹھے بھٹھنکار فرمایا کہ چپ گدی بیٹھے خواب میں بہو جا کر باہر - تب تو میان آزاد جھلائے اور کسر ایک لات لگائی فوجی کلید

<p>امید دل نہیں پرست قسمت   لکھائے دیکھئے کیا کیا یہ چرخِ خراب</p>	<p>جواب دیا کہ جزیرہ مذکور میں پانی کی عنقاہیت ہے۔ یہ جزیرہ</p>
<p>مرنے کی تیار بان ہو رہی تھیں مگر جب دشت اور ویدی اور انتہا کی پریشانی میں خیال آتا تھا کہ شاید بعد مرگ وہاں ہو تو گویا جی اٹھنے سے کبھی کان میں جن آواز کی آواز آتی تھی کہ کیوں آزاد داغ مفارقت دے چلے کبھی چونک پڑتے تھے کہ این! سپہر آگے رونے کی آواز کہاں سے آئی۔ مگر حسن آما اور سپہر آگے دونوں کو دیکھ کر دل کی خبر نہ تھی۔ بس اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ امیلٹن اپنی جانتی بیوی کا چھرا پھرا ہاتھ بکڑ کر بدحوشی کے ساتھ تھکے پر کھڑے رو رہے ہیں۔ اور بندہ سنج کی آنکھیں روتے روتے شل خون کی تر سنج ہیں۔ میان آزاد کو دیکھ کر دیشیانے بعد حسرت کہا۔ مگر آزاد۔ الاس! الاس!!</p>	<p>جہاز والوں کو ترسا ہوا تھا اور سب کے سب دست بردار تھے کہ یا آگہی کسی طرح اس باؤٹک جہاز سے انحر ہو کر جھانے تیری بندہ فواری کے مہلے سے یہیں جزیرہ تک پہنچا دے گا ہے اس باؤٹک کے پاس ہی آندھی آئی تو اتنے بندگان خدا کی جان کیوں جانی مگر افسوس۔</p>
<p>آزاد۔ رخصت۔ ونیشیا۔ دائمی۔ آزاد۔ جہاز اب گرواب تلاطم میں ہے۔ ونیشیا۔ چاہے جو ہو۔ آزاد۔ دروگر ہاے ستم دے ستم۔ مس۔ مگر آزاد۔ آزاد۔ اب کیا۔ مبر۔ اب کیا۔ مبر۔ اب کیا۔ مبر۔ مس سمجھ گئی کہ غم اور الم نے اس بیچارے کو دیو بنا دیا۔ بندہ سنج۔ ارے! ہر جہز۔ کو اب بھنور میں جہاز لگا۔ اسوقت عورتوں نے اس زور شور سے آواز بکا بلند کی کہ کل جہاز والوں کے کپڑے دھل گئے۔</p>	<p>قسمت تو دیکھنا کہ کہاں کوئی جاگندہ دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا اتنے میں ناخدا نے حکم دیا کہ All hands ahoy اس جگہ خواش فقرے سے جہاز میں کھرام بج گیا۔ صدائے نام ہر گوشہ سے بلند ہوئی جہاز کے مسافروں کی پریشانی اور باؤسی وہ چند ہوئی۔ باؤٹن خواب آلود ہوئے۔ جسم تھکے کی طرح ٹھہر گئے۔ ناخدا نے پھر پکار کر کہا۔ All hands ahoy یعنی چلنے آؤ جہاز میں ہیں سب معاشرے پر آمین</p>
<p>اہل جہاز نے شور لایا مان بلند کیا تو یہی معلوم ہوا کہ دراصل جہاز خوش آواز ہو رہا تھا اور دراصل خوشگام تر خاک اور گاؤز میں کاپا اٹھے۔ ہر فرد بشر کے چہرے پر یکساں پریشانی تھی۔</p>	<p>فلک بکریہ در آمد ز اشکباری شان زمین بلرزد در آمد ز بقیہ اری شان آزاد نے اس حالت کو دیکھی میں ہاتھ ملکا کر کہا۔</p>
<p>ہزار جہت کھلا آب مٹا تھا ہوا بھونکی دی گئی ہر جہت مس۔ اٹاک! اٹاک! اٹاک! ص۔ بس اتنی ہی دنیا تھی۔</p>	<p>ہزار جہت کھلا آب مٹا تھا ہوا بھونکی دی گئی ہر جہت مس۔ اٹاک! اٹاک! اٹاک! ص۔ بس اتنی ہی دنیا تھی۔</p>

آزاد۔ ہاں اتنی ہی دنیا تھی۔

خوجی۔ بھائی۔ بیارے۔ ہاے آزاد۔ خدا گواہ ہے کہ میں اس وقت انہیں کے نشے میں نہیں مگر جیت جیت کر تمھاری جان جانی ہر ہاے حسن آرا تجھیں گی کہ آزاد نے دم کا دیا۔ پردہ نشیں بلکہ اس عصمت سمات کو کبسا معلوم ہوگا کہ جہاز ڈوب گیا۔ اور آزادی کی جان گئی۔

ہاے افسوس و اے افسوس سے

از جوش آتش غم غلغلہ افشاں پر ارجاع من  
خدا ابرہہ دلم رھے کہ خون دمد داغ من

ارے آزاد۔ ہاے تیری جوانی مفت گئی حسن آرا کے عشق نے تجھ کو کہیں کا نہ رکھا۔ جیت۔ جیت۔

جہاز پر جتنے مرد اور عورتیں اور بچے تھے سب مصیبت تھے بچے اپنی اپنی ماؤں سے چھٹے ہوئے زار زار روتے تھے عورتوں نے شور مچا کر کہا تھا مگر یہ کمان دراز تھا کہ پریشان۔ جو لوگ تھوڑی ہی دیر ہوئی خوش و خرم تھے انکو اس وقت گریہ کمان پایا۔ خود اپنی فضا کا نوہ خوان پایا۔

مدت شادی و غم نیست برابر بہر جان  
اگر یہ شمع شبے خندہ صبح ست دے

جہاز تین بار گھوما اور ہوا سے تند اسکو لکئی گز کے چلے پرے گئی۔

میم۔ پیارے ڈار لنگ۔ اپلیں۔ رخصت۔  
اپلیں۔ (ص) پیاری۔ مرغ۔

ہاے رخصت کئے کو تھا۔ مگر مرغ کہنے ہی جہاز نے تھے بار جکر کھا یا اور دست زبان سے نہ نکل سکا۔ بیشاکی اس وقت عجیب کیفیت تھی۔

آزاد فرخ نما دو ایک جری اور دلیر آدمی تھے کوشش لینے کی کہ نبی نوع انسان کی جان بچائیں۔ کپتان اور اس کے لفٹنٹ اور اہل جہاز سب آزاد کے عاشق تھے۔ ایک قسم کی دلی محبت ہو گئی تھی۔ آزاد نے سچی مشکور کی کہ اپنی ڈوبنے سے بچ جائیں۔ مگر یہ خیال محال تھا کپتان نے اس وقت بڑی لاپرواہی سے کہا کہ کیا اس وقت یہاں کوئی آدمی بھی ایسا نہیں جو میرے اسٹنٹون کو مدد دے اور ہنگامہ خد کی جان بچائے میں تو جی کر اڑا کر کے جان بچائے میں کوشش موقوف رہا ہوں۔ بسنی شی والا نام اس اندر سے پھر کپتان نے غل جھا کر کہا کہ۔

*Lower the Life Boats*  
دراستہ ہو کہ ہر جہاز کے ساتھ چند لایف بوٹ رہتے ہیں۔ ریسوں اور زخموں سے جگرے ہوئے۔ ان بوٹ آگیا تھا کہ لایف بوٹ سے مدد لیجائے۔ لایف بوٹ جہاز کے غرقاب ہونے کے وقت کام آتے ہیں ناخذ انے کہا کہ لایف بوٹ جو اس جہاز کے ساتھ ہیں۔ انکو نیچا کر آزاد نے اسے بڑی مدد دی۔

اب جہاز ڈوبنے ہی کو تھا۔ دس فٹ سے زیادہ پانی جہاز کے ہولڈ میں آگیا تھا۔ آزاد نے کپتان سے کہا کہ پانی کو پمپ کے ذریعہ سے نکالو ورنہ غضب ہی ہو جائیگا کپتان نے کہا کہ پمپ کے ذریعہ سے پانی نکالنا بیجا رہی۔

آزاد۔ کیوں؟

کپتان۔ پہلے تو اندھی کا ذرا بھی لگان نہ تھا۔ دفعہ طوفان جو آیا تو امواج بحر پھاڑکی بلند سی کے برابر اونچی ہونے لگیں جو شے تھے پرتھی سب کو بہائے گئیں۔ آزاد نے کپتان کی بڑی تعریف کی اور لایف بوٹ

Save the compass to  
enable you to steer  
for the land

یعنی کمپاس اپنے ساتھ لیتے آؤ تاکہ اُس کے ذریعہ سے  
لائیف بوٹ خشکی کی طرف جاسکیں۔ ناخدا نے کمپاس لیا  
جزیرہ پریم سلسلے نظر آتا تھا مگر فرط باس سے کسی کو امید  
نہ تھی کہ وہاں تک پہنچ سکیں گے۔

پریم کے باشندے بے یقین تھے کہ وہی انسانی نہایت  
حسرت اور غایت طال کے ساتھ دیکھتے تھے کہ ایک جہاز ڈوب  
رہا جو ان کو گون نے جزیرے کے ساحل پر خوب تیر رہی کی  
اور کئی من قبل برابر آتے گئے تاکہ شے بلند ہوں اور اہل جہاز  
نے اگر یاس اور دم اور پریشانی کے سبب سے اس جزیرے  
کو نہ دیکھا ہو تو روشنی سے سمجھ جائیں کہ زمین قریب ہے۔ مین  
مختلف مقامات پر آگ جلائی گئی۔ صد ہا آدمی اس واقعہ  
میں رہا کے دیکھنے کے لیے اپنے اپنے مکان چھوڑ کر ساحل بحر  
پر آن کھڑے ہوئے تھے اور غل بچارے تھے اکثر ترقی یافتہ  
آدمی بھوٹ بھوٹ کر رونے لگے اور ہر دل سے آرزو مند تھے  
کہ جہاز ڈوبنے سے بچ جائے۔ مگر بعض ذات شریف ایسے  
کو دیکھ دیکھ کر کھلے جانے لگے کہ سو برس پہلے اندھیرے کے مہین  
خوب نہیں حیرت انگیز تھی اغلب بدکردار ناخدا تھے اس کے  
خوشی کے ایمان بجانے لگے جانے میں بھولے نہیں سماتے  
تھے اور باہم خوش خوش یوں کہیں اُڑاتے تھے۔

ایک۔ بس اب جہاز کے ڈوبنے میں باقی کیا ہے۔

دوسرا۔ اچھی بات ہے۔

تیسرا۔ تڑکے ہی سے ییس ہو کر اڑو لگا۔

کو نیچا کیا اسوقت آزاد کی پھرتی اور ہمدردی اور سچی  
شجاعت کے اہل جہاز ہر دل سے مداح تھے اور دنیا  
اس جری نوجوان کو حسرت کی نظر سے دیکھتی تھی۔ آزاد  
نے بہت سے ٹرکون اور عورتوں کو لائف بوٹ میں  
جگہ دی۔ اس کام میں جو اسکی سچی ہمدردی اور بہت  
پردال تھا اسکی جان خود بعض خطر میں تھی۔ مگر آزاد  
کی جرأت اور شجاعت اعلیٰ درجہ کی تھی۔

آزاد اسوقت عورتوں اور بچوں کو مدد دے رہے تھے  
کہ وہ جہاز سے لائف بوٹ میں کو آؤ۔ مین انھوں نے کسی  
کی ایک نہ سنی پھر دنیا نے بعد حسرت انکو آواز بلند بکلا  
اکراد اور سب کو چھوڑ کر دنیا کی طرف آئے اور انکو گون  
اٹھا کر لائف بوٹ کی طرف لے گئے۔ دنیا نے کہا پیارے  
آزاد میری جان سے زیادہ پیارے اپیلٹن کو لاؤ۔ مین  
میں اپیلٹن بھی آبا دنیا اور اپیلٹن دونوں لائف بوٹ  
میں کودے اور آزاد نے فرط غم سے مین بار کہا۔

Hurrah Hurrah Hurrah

Hurrah Hurrah Hurrah

Hurrah Hurrah Hurrah

آزاد کی بات اسوقت قابل دیدنی تھی۔ بلکہ دیکھی نہیں  
تھی۔ لوگوں کو شک کی جگہ یقین ہو گیا کہ یہ انسان نہیں  
آسمان سے آیا ہے کہ گنگا رو کو غرق ہونے دے اور ملک  
کی جان بچائے دوسرے لائف بوٹ میں بھی آزاد کی خوش خوشی  
سے کئی آدمی کو دے جہاز کے کپتان نے جہاز کو اسوقت

چھوڑا جب تین بار بکرا کھار کھار غراب ہو گیا تھا ناخدا  
لائیف بوٹ میں کو تو میاں آزاد نے با قاعز بلند کہا۔

ترپ رہی تھی۔ اسکے پیارے شوہر نے جو ایک اوسط درجے کا ناجو تھا اسکو لکھا تھا کہ میں تین دن میں جی ڈینس جہاز پر بیسی سے مہر جادنگا خوب جانتی تھی کہ سی جہاز پر وہ بھی سوار ہوگا۔ تمام عالم اسکی نظر دن میں تیرا ہوا تھا اور گو تین لائف بوٹ پر آدمی آرہے تھے۔ مگر وہ غم سے اس درجہ اشکبار تھی کہ اسکو کوئی شکر نظر نہ آتی تھی۔ زن مذکورہ کی بغیراری اور اشکباری اور اضطراب و بیتابی کا حال ناگفتہ بہ تھا یہ ڈاڑھ میں مار مار کر دیتی جاتی تھی کہ اتنے میں ایک ملاح نے اسکے آنسو پوچھے اور یوں تشفی کی۔ مری پیاری بیٹی۔ گو تو مجھ کو نہیں جانتی کہ میں کون ہوں لیکن میں تجھ کو خوب جانتا ہوں۔ دن برس کے سن سے میں نے ملاجی کا کام کیا ہے ادب میں بچا سی برس کا ہوں پچیس مڈر سے میں نے جہاز رانی چھوڑ دی اب میں بوڑھا ہوا میں نے سمندر کی جو جو کھفتیں دیکھی ہیں وہ اس جزیرے میں کسی نے کم دیکھی ہوگی۔ یہ کچھ فرض نہیں کہ جب جہاز ڈوبے تو سب کے سب غرق ہی ہو جائیں۔ بحرِ اسفک میں ایک جہاز طوفانِ عظیم کے سبب سے چٹکوں میں غرق ہو گیا۔ مگر صرت گیارہ ڈوبے باقی سب قدرتِ خدا سے بچ گئے تین لائف بوٹ سٹے آرہے ہیں کیا عجب کہ ان میں تیرا شوہر بھی ہو تو پوری دیر اور مائل کر۔ قبل از مرگ وادلا جناب باری کی درگاہ سے مردود ہونا ہے۔ اس زن مضطرب حال کی آنکھوں میں ایسا اندھیرا اچھایا تھا کہ لائف بوٹ آئے اب تک نہیں دیکھے تھے۔ پیر مرد نے جو لائف بوٹ کا نام لیا تو اسکو دوا یوں ہی سی تشفی ہوئی کہ شاید اپنے پیارے شوہر کی صورت

چوٹھا۔ دس بارہ برس ہوئے کہ ایک فرانسیسی جہاز اسی مقام پر غرق ہوا تھا۔ کئی سو آدمیوں کی جان گئی مگر یاروں کی ہڈیاں چڑھیں۔ ایک صندوق بہتا ہوا ادمر نکلا۔ اس میں جواہرات تھے ہم بیٹوں بھائیوں نے بڑی کشش اور کوشش سے نکالا۔ مگر نصف تو چھین گیا۔ نصف ہمارے ہتے چڑھا۔

پانچواں۔ ارے اہم جانتے ہیں جہاز چ جائیگا افسوس چھٹا۔ کیا مجال طاقت۔ وہ دیکھو جگر کھایا۔

ساتواں۔ (موجھوں پر تاد دیکر) صبح کو قسمت آزمائی ہوگی۔ آٹھواں۔ اچھی بیٹنی اسطرح بہت کچھ پیدا کیا۔ مگر دعا مانگو کہ جہاز جلد ڈوب جائے۔

نواں۔ خدا کرے یہ تو ابھی ابھی غرقاب ہو جائے۔ اور دس دن تک جتنے جہاز ادمر سے آئیں بس غرق ہی ہوتے جائیں۔

یہ سنگدل تشفی دست بدعا تھے کہ جہاز نور اڈوب جائے تو صبح کو مال و اسباب انکے ہاتھ آئے۔ لیکن جزیرہ پیرم میں ایسے رحم دل طیب النفس نیک مرد بھی تھے جو دل ہی دل میں دعا مانگتے تھے کہ بار خدا یا اس جہاز کا تو ناخدا ہو جاوے میں پھوٹ پھوٹ کر روئی نہیں کہ خدا جانے کون کون بد بخت اسوقت نغمہ ننگ اجل ہوگا کسی زن نوجوان و خوب رو کا پیارا شوہر ڈوبتا ہوگا۔ کسی کا عصوم بچہ اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوگا بغیر پیرم میں اسوقت ساحل بحر کے قریب دو جہاز اندھام عام تھا آسمین ایک زن خوب رو آئینہ زانو اس سانچہ تادیدنی اور درد انگیز اور واقعہ ناشیندنی وحسرت خیز سے

آنے میں مدد دی مگر انکو بالکل بھول ہی گئے۔ یہ ہوت  
ایسے چونہ دھبے لگے کہ ایک مقام پر کھڑے ہوئے جہاز اور طوفان  
اور سمندر کو بے نقطہ سا رہے تھے۔  
کپتان دوبار حکم دے چکا کہ توپ داغو۔  
اتنے میں ایک توپ دھمی۔ دھننا۔

ع۔ اسکے کیا معنی۔

طلاح۔ (ہاتھ ملکہ) ہاے ہاے۔

ع۔ یہ توپ کیوں دھمی۔

طلاح۔ مصیبت کی علامت ہے۔

ہوا اور بھی تیز ہوئی۔ طلاح نے کہا اتنی عمر میں میں نے  
ایسا طوفان عظیم نہیں دیکھا۔ جہاز تو اب کھلونا جو گینا جیسے  
تھکا ویسے جہاز۔ لہرین تو دیکھو کتنی بلند ہوتی جاتی ہیں لہذا  
الامان۔ الامان سمندر راستہ کو یا خونخوار ہو رہا ہے۔ کچھ  
ٹھکانا ہے۔ اتنے میں چاندنی کا نور ہو گئی۔ گھٹا توپ اندھیرا  
کالے کوسوں تک چھایا۔ مگر ہوا کی تیزی کے سبب سے کچھ خوب  
بلند تھے اور جزیرہ پیرم کے چند خداترس آدمی آگ کو ادھی  
تیز کرنے جاتے تھے۔

طلاح۔ آگ روشن کرو۔ آگ روشن کرو۔

ع۔ تیل۔ تیل۔ تیل۔

طلاح۔ ان ڈوبنے والے بھاروں پر دراجم کرو۔

ع۔ ہر جزو اس وقت تو ٹھرا نہیں رہا جاتا۔ پانچ لاکھ جاتی  
ہوں جتنے ہی نہیں۔

طلاح۔ بیٹھ جاؤ۔ آگ سے دور۔ شعلوں سے الگ۔

پھر جہاز پر توپ دھمی دھننا۔

طلاح۔ (بہ آواز بلند)

دیکھ سکتے آسودوں کو پوچھ کر بہت غور کے ساتھ سمندر کی طرف  
نظر کی تو دیکھا کہ واقعی تین لایفٹ بوٹ چلے آتے ہیں۔  
ایک کراگ کو خوب تیز رہشمن کیا تاکہ روشنی کی سمت  
بوٹ آئیں۔ طلاح نے بھی اُس فلک ستانی کو بڑی مدد  
دی اور برابر تسکین دیتا گیا۔

عورت (ع)۔ یہ روشنی وہ لوگ دیکھنے ہوئے۔

طلاح۔ ضرور اس سے انکو بڑی تقویت ہوگی۔

ع۔ ہاے۔ کیا معلوم کس کس بچارے کی جان پرین لگی۔

طلاح۔ افسوس۔

ع۔ بھلا۔ لایفٹ بوٹ تو نہ ڈوب جائیگے۔

طلاح۔ ہلکی ہلکی کشتیاں ہیں۔

ع۔ طوفان تو ادھر بھی سخت ہوتا جاتا ہے۔

طلاح۔ آگ روشن کرو۔ آگ روشن کرو۔

اس عورت بھاری مصیبت کی ماری کو یقین واثق تھا  
کہ اُسکا پیارا شوہر کسی نہ کسی لایفٹ بوٹ پر ضرور ہوگا۔ سچ  
ہو دنیا بامید قائم۔ یہ اجماعی طرح معلوم ہی نہیں کہ کبھی سے وہ  
روانہ بھی ہوا یا نہیں مگر کھڑی دعا مانگ رہی ہے کہ یا اگلی یہ لایفٹ  
بوٹ سچ جائیں کہ پیارے شوہر سے ملوں۔ ہوانے اپنے زور  
باندھا کہ انہر۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ طوفان کو گوبال نہ دیا  
سے جانی دشمنی ہے۔ جہاز پر سردار میں خوبی طوفان کو گالیاں  
دینے جاتے تھے کہ انکے بھت۔ ادبے ایمان طوفان او سیرج  
او سنگدل طوفان۔ او گیدی سبک بد لیا۔ آپاسی سے تو میں  
پانی کی صورت سے کاٹتا تھا۔ اس پانی کو آگ لگے۔ ماری دلا  
میان آزاد کو اس وقت مطلق خیال نہ رہا کہ وہ بدیع صاحب  
بھی انکے ساتھ ہم و ہمساز ہیں اور لوگوں کو لایفٹ بوٹ پر

مرجا۔ کبتان استمتمہ۔ (عورت سے) اس طوفان عظیم میں ایسے چھوٹے جہاز کو اتنے عرصے تک بچانا کبتان استمتمہ ہی کا کام ہے۔ ایسا ناخدا ابھی کم دیکھا۔  
 رخ۔ یہ دوسری توپ کیون دہی۔

ملاح۔ مصیبت کی علامت ہے۔ (دور میں لگا کر) آفت  
 اکر ہے۔ ارے ارے رے رے۔

ایک لہرائی۔ جہاز تہ وبالا ہونے لگا وہ کئی تو دوسری آئی۔ ہنوز جہاز سنبھل نہ پایا تھا کہ تیسری موج کے پھیرون نے آفت دھانی میان آزاد کمال شجاعت و استقلال بھر جہاز پر سے کوئے ہی کو سمجھ کر ناخدا نے میان خودی کو بھی آنکے لایف بوٹ میں ہنوز خرابی ہو چکا۔ آتے ہی انھوں نے غل چایا کہ ارے بارونیم کی دیا تو وہین رہ گئی۔ میان کوئی بندہ خدا دہری لپک کے ہماری دیا لے آئے آزاد کو

جو بابا تو جھٹ گئے بھائی آزاد جب آثار جہاز نہ بچا تو یہ ننھی ننھی کشیمان بھلا کیونکر بچ سکی۔ آزاد نے کہا۔ خدا کا ہے جب زور سے اندھی آتی ہے تو تندرخت بھی پھٹ پڑتی ہے کبھی کسی نے یہ دیکھا ہو گا کہ اندھی چلنے سے گھاس ٹٹ گئی۔

جزیرہ پیرم میں اس زلزلہ نے خبر دے جبری دریا کا لگ روشن کی اور ایسے طوفان عظیم کے وقت اس قی و قی میں کھری رہی توپ لگئی۔ مگر وہاں سے جانی کیونکر۔

ادھر تو یہ باتیں ہوتی تھیں ادھر جہاز کو ایک موج بلاخبر نے اس زلزلہ کا پھیلا دیا کہ اچھل گیا۔ ناخدا لایف بوٹ میں لگا تھا۔ دوسرا پھیلا دیا۔ تیسرا پھیلا دیا۔ ملاح نے دوسری سے دیکھا کہ ہاے ہاے سب ڈوب گئے بچا لایف بوٹوں میں تو کوئی بچا سٹھ آدمیوں سے زیادہ

نہیں آئے پائے۔ جہاز گھونسے لگا۔ جسطح پھری کو پکھڑا ہے۔ اسطرح امواج بلاخبر کے پھیرون سے جہاز نے جہاز کیا اہل جہاز کا حال ناگفتہ بہ انکی بیسی اور بے بسی اُن کی آشفتمہ حالی اور پریشانی۔ انکی سرسبکی اور جبرانی۔ عورتوں کی

گریہ وزاری۔ مردوں کی آشکباری۔ بچوں کی بیقراری کی اہتمام تھی۔ اگر کوئی فوگر آفراسوٹ جہاز اور اہل جہاز کا فوٹو مارتا تو بڑے بڑے سنگدل اس کے دیکھ کر زانہ زانو دے اہل مٹی جاتی ہے اہل جل کے بچے میں مرغ حیات پھنس گیا مگر پھر رہا ہے کہ شاید ٹپ کے نکل سکے۔ ادھر مصیبت زدے جہاز پر دیوانہ دار پھرتے تھے کہ کسی طوفان بھاگ جائیں جان بچائیں اور ادھر اہل طوطی ہنس رہی تھی کہ اس دشت کے حد سے کوئی آنسو اتا تو ہو چو کہ مجھ سے بھاگ کے جائینگے کہاں۔

جان بڑی پیاری چیز ہے۔ خوب جانتے تھے کہ ناخدا انداز کماس کا بتا بہین۔ جہاز میں بانی برابر ادھر طوفان ستم پر ستم دھار ہے۔ سمندر جوش و خروش پر ہے۔ لایف بوٹ دور نکل گئے۔ مگر پھر بھی کوشش کرتے جاتے تھے کہ شاید بچ جائیں۔ ہاے افسوس و اے افسوس۔

لائی جات آئے تھالے چلی چلے  
 اپنی خوشی نہ آئے۔ اپنی خوشی چلے

دو اہل رسیدہ بہنیں اس حالت یاوسی میں یوں باتیں کرنے لگیں۔

ٹری بہن۔ (ٹری) کوڈر ڈوبانی میں کوڈر ڈوبنا۔  
 برج جائیں۔

چھوٹی بہن۔ (چھوٹی) (سرپٹ کر) اب جو چاہے کرو۔  
 بچا محال ہے۔

بڑی۔ بڑی۔ اس طوفانِ ظالم سے خدا بچھے۔

چھوٹی۔ ہاے آج سینگلی تو کیا کینگلی۔

بڑی۔ آٹ ہاے غضب۔ ارے یہ ہوا کیا۔

چھوٹی۔ میں تو کو دیتی ہوں۔

بڑی بہن۔ (رد کر) ہائیں کیوں جان دیتی ہے۔

حضراتِ ناظرین! کس قدر اسوس ناک معاملہ ہے۔ جہاز

اب ڈوبنا ہے ایک بہن مارے گھبراہٹ کے کہتی ہے کہ میں

پانی میں کو دی بڑی ہوں ہاے کوئی پوچھے کہ سمندر میں

کو دینے سے کیا بچ جائیگی مگر پوچھے تو اس سے جو ہوش

میں ہو۔ دوسری بہن کہتی ہے کہ ہائیں ہائیں کو دنا نہیں

کو دنا نہیں۔ جان کیوں دیتی ہے۔ آٹ ہاے کیا غضب

نفرہ ہے۔ دہشت گھبراہٹ از خود رنگی۔ جوشِ خون

آشفتمندی و فرط غمِ عالم۔ یہ سب اس نفر سے پڑتا ہے

جوشِ خون اور بہن کی محبت اسکی مفتضی نہ ہوئی کہ بہن کو

کو دینے دے۔ گو خوب جانتی تھی کہ کو دی کی تو اور نہ کو دی کی

جان ہر طرح جان جا بگی۔ مگر دینا باہر قائم۔

ایک عورت نے جو اس سانچے میں رہا ہے بھنوں ہو گئی تھی

اپنے پیارے بچے کو سمندر میں پھینک دیا اور کہا اس سمندر یہ لڑکا

میں تیرے سپرد کرتی ہوں یہ کہہ کر خود بھی کو دی بڑی اور

نفرہ رنگ اہل ہوئی تینوں لایفٹ بوٹ موجود کے

تھپیرے کھائے تختیان اٹھائے جزیرہ پریم کے رخ جانے لگے

کل ستر آدمی آسمین تھے تاریکی ایسی چھائی تھی اور لہر

استقدر بلند ہو ہو جاتی تھیں کہ جزیرہ مذکور ابھی طرح

نظر نہیں آتا تھا۔ مگر روشنی نے انکو بڑی مدد دی۔ ورنہ

کہاں سے چند ان مطلب برآری ممکن نہ تھی۔

ملاح ساحل پر ان بوٹوں کی آمد آمد کا منظر کھڑا تھا۔

اور وہ زن خوب تر تھی کبھی دہر میں ملاح سے لیکر کبھی تھی

اسکے دل کی اسوقت عجب کیفیت تھی۔ جہاز کے غرق ہونے

اور صد ہا بندگانِ خدا کی جان جانے کا از بس ملال تھا۔ مگر

جب سوچتی تھی کہ ایک لایفٹ بوٹ پر اسکا شوہر بھی آتا

ہو گا تو باچھین کھیل جاتی تھیں اور پھر جو خیال آتا تھا کہ

مبادا بوٹ پر نہ کو دسکا ہو تو اوداس ہو جاتی تھی۔

اتنے میں بادِ مخالف جو چلی تو وہ لایفٹ بوٹوں کا رخ

بدل گیا۔

ملاح۔ ارے ارے رے! آٹ۔ یہ بُرا ہوا۔

ع۔ (دچمک کر) کیا ہوا۔

ملاح۔ بوٹوں کو دیکھو۔

ع۔ دیکھ ملکہ ارے یہ تو دوسرے رخ جانے لگے

ہاے ہاے یہ کیا ستم ہو گیا۔

ملاح۔ گھراؤ نہیں۔ گھبراؤ نہیں۔ کہاں اس کے پاس ہے

اور کپتان آسمتہ بڑا لائق اور تجربہ کار نا خدا ہے اور ان کے

لفٹ بھی آزمودہ کار جہاز ران ہیں۔

ع۔ مگر اس سے فائدہ کیا ہو گا۔ بادِ مخالف سے کچھ بس

چلتا ہے

ملاح نے دیکھا کہ ایک لایفٹ بوٹ بھنور میں پڑ گیا اور

چکر کھانے لگا۔ یہ بحرِ ہند کے مختلف مقامات سے خوب

واقف تھا۔ اب سینے کے جس مقام پر یہ لایفٹ بوٹ تھا

وہاں دو تین پہاڑ بھی قریب تھے۔ جنگی چوٹیاں ہمیشہ پانی میں

پھٹی رہتی تھیں۔ ان پہاڑوں سے جہاز ران کم واقف

تھے کیونکہ جہاز کے پہلی راستے پر وہ واقع نہ تھے مگر پیر مرد



جے جے کا حال جانتا تھا۔ سمجھ گیا کہ اگر زندہ ہو ساری نہ کی  
نوشتی تھے ٹکڑے ٹکڑے اڑ جائینگے۔ زن خوب رو سے اس  
امر کا تذکرہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ طرح طرح کے سوالات  
کرتی جاتی تھی مگر علاج کی نظر اسی طرف تھی۔

ع۔ کشتیان اب کہاں ہیں۔

ملاح۔ خاموش۔

ع۔ (خون زدہ ہو کر) اب لایف بوٹ کہاں پر ہیں۔

ملاح۔ (جواب نہ مار دیا)

ع۔ کیا مخبر زمین پر گئیں۔

ملاح۔ بہادر ن سے ضرور ٹکرانگی۔

ع۔ اب ہیں کہاں پر۔

ملاح۔ ٹھہر جاؤ۔ ٹھہر جاؤ۔ اسوقت بائین نکر۔

تیس چالیس تھی اس لایف بوٹ کی حالت زار

دیکھ کر خوش ہو رہے تھے ایک بولا ڈپ ڈوب۔ دوسرے

نے کہا۔ ارے جگلی کشتی۔ تیسرے نے کہا بکری کی ان گتنگ

خبر سنائی۔ چوتھا بولا۔ وہ ڈوبی ارے بھرنجی۔ ہاے

بچ گئی۔ ملاح کا بس چلتا تو خود جا کے توار ہاتھ میں لیتا

اور ان اجل رسیدہ ہجاردوں کو جانا مگر۔ امر حال تھا

زن خوب روان شقی القلب آدمی کو گفتگو شکر اور بھی لازماً

رہنے لگی۔ کہ یہ کج بحث کھڑے ہوئے دعا مانگ رہے ہیں

کہ کشتی غرقاب ہو جائے۔

جنی ڈنیں جادو کرکھا کر غرقاب ہو گیا بچوں اور عورتوں

اور مردوں کے چنچے جلانے کی آواز سے لایف بوٹ اٹھ

کے کلیجے دہل گئے۔ ایک تو خود گرداب میں تھا۔ باقی

دو دنوں کے بیٹھنے والوں نے پیچھے پھر کر اس ساتھ ہوش رہا

کو نظر عبرت سے دیکھا اور اسقدر روئے جلائے کہ الامان  
الامان۔ دیکھتے ہی دیکھتے جاز ڈوب گیا۔

ساحل جزیرہ پیرم پر بھی شور مچا۔ گو اکثر سنگدل جہاز کے  
ڈوبنے کی دعا مانگ رہے تھے۔ مگر حشوت دیکھا کہ بچے اور زن

مرد اس یکسی سے جان دینے ہیں بے اختیار آنسو نکل پڑے

شعلے ہوا کے سبب خوب تر تھے لہذا شب کی تاریکی مانع

مشاہدہ نہ ہوئی زن خوب رو سکتے کے عالم میں تھی۔ ملاح نے

بیشتری کمد ہاتھ کا اتنے عرصے میں جاز غرق ہو گا چنانچہ

دیس ہی ہوا۔ کبھی زن خوب رو کشتی کی طرف دیکھتی تھی کبھی بچوں

تھی کہ مبادا جہاز ہی میں رہ گیا ہو اور ڈوب گیا ہو۔

اب سینے کہ جس لایف بوٹ پر ناظر وہ ماہ نقاد نشیا اور

نفسٹ املین تھے وہ بادی مخالف کے زور سے جزیرہ پیرم سے

تھوڑے فاصلے پر رہتا چلا گیا اور تپوہر ایک انارٹی کے ہاتھ میں

ملاح تو خراٹ جہاز زان تھا بھاپ گیا کہ کسی نادان آہوز

کے ہاتھ میں توار ہے۔ کشتی کا بچہ معلوم۔ بادیدہ مطروح سینہ

بجود خدا کے آہرے پر بیٹھے سمندر کو دیکھ رہا ہے۔ اجل

ہر سمت سے انہی بھیاں صورت دکھاتی تھی۔ چوڑا نہ مصیبت

مصیبت نظر آتی تھی۔ جہاز پر سے بوٹ میں آنے کے مگر یہاں بھی

مصیبت نے ساتھ نہ چھوڑا۔

ایک آفت سے تو ہر دم کے ہوا تھا جینا

بڑ گئی اور یہ کسی مرے امیر نہی

مس۔ آزاد کس بوٹ پر ہیں۔

ص۔ وہ سامنے جانا ہے۔

مس۔ اب ہمارا بوٹ بھی سکتا ہے بھلا۔

ص۔ خدا ابرا کا ر سا نہ ہو۔

مس - (آہ سرد بھر کر) یا آئی، میں بچا ہے۔ (رد کر کے) ہاے ہم بیکناہ میں۔

ص - اُٹ اسوقت جیسے کوئی کلیجہ مسوس رہا ہے تو پکارتا ہے کہ مقابلہ کرنے ذرا خون نہیں معلوم ہوتا مگر اسوقت روح لڑ رہی ہے۔ خیر خدا حافظ ہر دیشیا گھر او نہیں خدا کی خدا کی میں کسی کو دخل نہیں ہے۔

مس - یقین نہیں آتا کہ یقین۔

ص - صبر صبر، استقلال۔ استقلال۔

مس - صبر نہیں تو اور یہاں بس کیا چل سکتا ہے۔ آسمان کی طرف (دیکھ کر) یا خدا اچھا ہو۔

ص - تو آزاد کی کشتی بھی اُدھر ہی آنے لگی۔

مس - ہاں آئی۔ مگر وہ بھی تو اُدھر ہی چلی آتی ہے۔ ہا جا کیا ہے یا خدا۔ یا خدا۔

ص - اپنی خوشی سے ٹھوڑا ہی آتے ہیں کچھ۔

مس - کوئی نہ بچے گا۔ ہاے اب جان گئی۔ اپلیٹن۔ نصرت یہ کہہ کر دیشیا رخ اوڑھنا پکے خوب زار زار روئی

بہانک کہ کبھی بندھ گئی۔ اپلیٹن بھی زندگی سے ہانہ دھو چکا تھا۔ مگر دیشیا کو کمال استقلال سمجھا یا کہ پیاری دیشیا ذرا

مستقل مزاج رہو۔ یہ وقت استقلال کا ہے۔ اگر استقلال نہ کر دو گی۔ تو کرو گی کیا۔ گزرتا ہم مستقل رہنا چاہیے دیکھو

اگر مستقل نہ رہتے تو جہاز سے یہاں تک کیونکر آتے اور لوگوں کی طرح ہم بھی نہ ڈوب جاتے۔

مس - اب تو بچنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے دیکھو دیکھو کی طرف نظر کر کے اُٹ۔ ہاے یہ ہمارا جانی دشمن ہے۔

ص - آزاد کی کشتی کا رخ بدل گیا۔ افسوس۔

م - ہاے ہاے۔

ص - ایسا طوفان تو ہنسنے آج تک دیکھا ہی نہیں۔ یا آئی مدد سے یا خدا مدد سے۔

مس - اس ستر پہ جو مردہ گریڈیم دنیا را  
ندارد و نرئی آسایشی دیدیم دنیا را

ایک لایف بوٹ چپہر کپتان آہستہ آہستہ دھ تو مع انجینر جزییرہ پر تک پہنچا۔ مگر د لایف بوٹ ابھی سندر رہی

میں ہیں۔ رات اور بھی تیروتا رہتی گئی۔ مگر طوفان نے نظر عنایت کی۔ جب طوفان کسی قدر کم ہوا تو یہ دونوں بوٹ

بھی جزییرہ مذکور کی طرف چلے۔ کپتان آہستہ آہستہ لایف بوٹ پر سے اترتے ہی لوگوں سے پوچھا کہ پال نا سے ایک علاج

اس باؤ میں کہیں ساحل ہی کے قریب رہتا ہے اس سے میں ملنا چاہتا ہوں علاج تو وہاں پر کھڑا ہی تھا آگے بڑھا کپتان

اُسکو دیکھ کر زنبیل مٹھو سے علاج نے کہا کہ میں پہلے تو سمجھا تھا کہ کوئی اور جہاز ہے مگر پھر مجھے معلوم ہوا کہ ذی جنس ہے۔ افسوس

ہذا افسوس۔ کتنے ٹن کا جہاز تھا۔ کپتان صاحب نے کہا کہ سارے تین سو ٹن کا تھا۔ تینوں لایف بوٹ میں کوئی ستر

بہتر آدمی کو دے۔ باقی بچا رہے اسی لیے پیدا ہوئے تھے کہ اس خونخوار سندر میں جان گنوا میں۔ افسوس میں نے بڑی بھلائی

کی۔ اغلب ہے کہ دوبار توپ دنگے کی آواز یہاں آئی ہو۔ بہت عرصے تک کوشش کرتا رہا کہ جہانک ممکن ہو جہاز کو

ڈوبنے سے بچاؤں گم تو خود میرا نے مجھ پر کار ہو۔ ساتھ ستر برس تک جہاز رانی کیا کیے تم نے دیکھا ہی ہو گا کہ

میں کتنی دیر تک جہاز پر رہا۔ علاج نے کہا جی ہاں میں دور میں سے بہت غور کے ساتھ کل کارروائی بعد حسرت

میان آزاد اور فوجی ایک لایف بوٹ پر تھے۔ دیشیا اور اپلیٹن دوسرے پر اب دو لونی بوٹ ایک دوسرے سے تھوڑے ہی فاصلے پر جانے لگے، اتنے میں ایک موج نے یہ تھوڑا سا کچھ اپلیٹن دالا تو بوٹ کھاکر دوسرے رخ بہتا چلا گیا اور یہاں تک کہ وہ بالا ہونے لگا کہ تین آدمی سمندر میں گر پڑے اور حیف حدیث کہ ان تینوں میں ٹھنٹ اپلیٹن بھی تھے اور یہ گرے اور دیشیا نے ایکس جیج ماری اور جہاز اور شجاعت سے اپلیٹن کی مدد کو چلا۔ اور اپلیٹن کا وفادار کتا بھی آقا کے کرتے ہی پانی میں کود پڑا اور سر کے بال دانتوں سے پکڑ کر اپنے آقا کو اٹھائے مچھارے میان آزاد بھی پیرتے ہوئے دن سے جاہو پکے ایک تھپکی جودیتے ہیں وہ اپلیٹن بچتی بکھرے۔ بوٹ قریب آیا لوگوں نے مدد دیکر اپلیٹن کو کھینچ لیا یہ اسوقت ایسے کھڑے ہوئے تھے کہ روح تک گویا زہری بھی دیشیا کو غسل کی حالت میں دیکھ قریب جا بیٹھے اور لب نعل شکر خا کا زور سے ہوسہ لیا۔

تھوڑے ہی دیر میں تھوڑی دیر میں جوش آیا گوشتوہر کو لایف بوٹ میں دیکھ کر غوطہ پر سے آنکھیں اشکبار ہوئیں۔

ص - اس نیو فونڈ لینڈ کے رتیق بے زبان اور میان آزاد اور فونڈ نے مجھے اسوقت بچا لیا۔ اور میں گرا اور کتا کو دار اور بوٹ سے میان آزاد کو دپڑے۔

میان آزاد کی مدد سے ٹھنٹ اپلیٹن فوج گئے مگر لایف بوٹ اس پھرتی سے گئے کہ خود بچا سے میان آزاد سوار نہو سکے بدرجہ مجھوڑی انکو پیرتے ہوئے جانا پڑا جب لایف بوٹ ساحل کے بالکل قریب پہنچا تب تک میں

دیکھ رہا تھا آپ نے سوائے اعلیٰ مسئول کے اور سب مسئول کو کچھ کر دیا ورنہ خدا جانے کیا ہوتا یہ ساٹھ ستر آدمی بھی نہ بچتے۔ وہ کون شخص ہے جو دوبار لایف بوٹ سے جہاز پر آیا اور لوگوں کو لے لیکھا یہ بڑا جری آدمی ہے۔ میں نے ایسے جوش اور ہمارم دیکھے ہیں۔ جو اردن کے لیے اپنی جان پر کھیل جائیں کپتان نے کہا وہ ایک ہندوستانی ہے میان آزاد بڑا لائق آدمی ہے اس سے مجھے بڑی مدد ملی۔ اسکی بسا اور شجاعت اور جو انفرادی کا نقش میرے لوح دل پر نقش ہو گیا۔ قابل داد کام کیا ہے۔ آبا با با کس باکپن سے لوگوں کو مدد دی ہے کس بچان اور میں اسکی جو انفرادی کی بڑی تعریف کرونگا اور مختلف اخباروں میں مجھ کو ادولنگا کپتان اسی مقام پر بیٹھ گیا۔ ایک شخص نے کہا اگر مضائقہ نہ تو تھوڑی سی شراب پی لیجئے آپ اسوقت انتہا کے بدحواس ہیں اور محنت بھی اس قدر ہے کہ شاید کام عمر نہ کی ہوگی۔ کپتان نے اسکا شکریہ ادا کیا اور قول لیکر دیکھا تو جیسا کہ ایک گلاس پانی میں ملا کر پھر ایک گلاس لیا۔

تھوڑی ہی دیر میں جوتھائی قول شراب لندھائی۔ جب سرور گئے اور نشے جے کوٹھڑا ہوا اور سمندر کے اس مقام کو کھسرت و جہرت دیکھ کر روناک اور جگہ دزد آواز سے یوں کانے لگا۔

Three times round went  
my gallant ship. And  
three times went she.  
Three times went my  
gallant ship when she  
went to the bottom of the sea

اٹھکھیلے ہون پر ہمیں اور میان آزاد فرخ نہاد بادل شاد  
جہاز پر خواب نازین تھے کہ دفعہ مشراپلیٹن نے انکو  
آواز دی۔ مشرا آزاد۔ مشرا آزاد۔ اٹھجے سویرا ہر ماٹھا  
پہنچ گئے۔ آزاد اٹھجے تو دیکھا کہ ماٹھا کے گرجا اور مساجد  
کے شہرے منار اور کنکڑے آفتاب کی کرن سے جھک  
رہے ہیں اور دور سے گل شہر کے اوپچے اور بچے مکانات  
اور عمارت عجیب لطافت کے ساتھ نظر آنے ہیں میان آزاد  
اس کیفیت کو دیکھ کر از بس محظوظ ہوئے اور غور ہی ہی  
دیر کے بعد ان کا جہاز ماٹھا میں لنگر انداز ہوا۔  
لوگ خوشی خوشی اترے۔ خوجی اور میان آزاد  
مسجد میں گئے۔ اور مشراپلیٹن اور کیتان آسمتھ  
اگر جانی طرت روانہ ہوئے۔ سینٹ مائیکیل کے  
گرجا میں ڈیڑھ گھنٹے تک عبادت کی۔ اور وہاں سے  
چلے تو میان آزاد کو مسجد سے ساتھ لیا۔  
کیتان آسمتھ نے کہا کہ صبح کو پینسولا اینڈر اور پل کینی  
کا اسٹیمر یعنی دو دکنش جہاز (ایڈی آرٹا) لندن  
روانہ ہوگا۔ رات بھر سب کے سب مل جل کر رہے  
صبح کو جدائی کا وقت تھا۔ جس وقت ونیشا اور  
اپلیٹن ابری آرٹا پر سوار ہونے لگے میان آزاد  
ٹوہارین مارمار کروٹے لگے۔ ونیشا شہر ہی بے اعتبا  
جی چاہتا تھا کہ آزاد کو بھی جہاز پر بٹھائے یا خود جاکا  
نام نہ لے۔

اول تو میان آزاد کی یاقوت اور قابلیت اس بچہ  
اعلیٰ تھی کہ تربیت یافتہ لیدباں اور فضلیں بڑی خوشی  
کے ساتھ ان سے ملتے تھے اور ان سے گفتگو کر کے خوش

ہونے لگے۔ دوسرے بیان آزاد اور وین لینڈ ہون اور  
فضلیوں کی طرز معاشرت اور طریق گفتگو اور ادب و  
آداب سے بھی خوب واقف تھے لہذا جب کسی لیدبی یا  
فضلیہ سے ملتے تو معاشرت یا اجنبیت نہیں پائی جاتی تھی  
ونیشا کو آزاد سے پاک اور دلی محبت تھی۔ اور کیونکہ ہوتی  
اپلیٹن کی جان بجائی تھی۔ علاوہ برین جو سچی جو انر دی  
اور بچی ہمدردی میان آزاد نے جہاز ڈوبنے کے وقت ظہر  
کی تھی اسکا نقش ونیشا کے دل پر بوجی منقوش  
ہو گیا تھا۔ ونیشا کا دل اسقدر بھرا کہ جہاز پر جانا اور  
میان آزاد کو ماٹھا میں اکیلا چھوڑ دینا از بس شاق گذرا  
اور اپلیٹن سے کہنے لگی کہ اگر تمھاری راسے ہو تو جب آزاد  
ہمارے سامنے روانہ ہو جائیں تب ہم لندن جانے کا  
خیال دل میں لائیں۔ میں کیا کر دوں مجبور ہوں۔ دل کو  
لاکھ لاکھ سمجھاتی ہوں بھلائی ہوں گردل نہیں مانتا۔ کسی  
پسوا قرار نہیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ آزاد کی مفارقت  
میں جان جا بگی۔ جرت ہے کہ اب ہم کریں تو کیا کریں۔  
اپلیٹن نے آزاد سے کہا کہ اب اسوقت مجھ سے اور کچھ  
نہیں کہا جاتا صرف اسقدر کہتا ہوں کہ ضرورت کے  
وقت جان جو کم کے وقت مجھ کو ضرور یاد کرنا۔ اپلیٹن کو  
اب اپنا دم ناخویدہ غلام سمجھو۔  
ونیشا آزاد جیسے بہن کو اپنے بھائی کی محبت ہوتی ہے  
وہی ہی جھکو تمھاری محبت ہے۔

آزاد۔ اب اس وقت کوئی اس قدر نشئی کر دے  
کہ میں تم کو اور تمھارے پیارے شوہر کو کچھ بھی دیکھو  
تو میں جی اٹھوں۔ میں سوچتا ہوں کہ دو بہن دن تک

میں بیان اکیلا کیونکر رہ سکونگا۔ ایک ایک گھنٹہ  
ایک ایک سال کے برابر گزرے گا۔ طرح طرح کے خیالات  
دل میں جُل جُل ہونگے۔  
استغھ۔ بیشک۔ بیشک۔

ص۔ آزاد۔

آزاد۔ یار زندہ و صحبت باقی۔

م۔ اب ہندوستان ہی میں لیٹنے کا شاید یورپ  
میں ملاقات ہو۔

آزاد۔ مشرقی ایشیاء۔ میں ہندوستان میں رہوں  
یا جہاں رہوں ملونگا ایک مرتبہ ضرور۔ مگر یہ دونوں  
کس طرح کھینچے۔

م۔ یہ اقرار کرو اور حتمی وعدہ کرو کہ خط برابر  
بھیجتے جاؤ گے۔

آزاد۔ برابر! اس میں کیا فرق پڑے گا۔

ص۔ ہمارے نام خط اس پتے سے بھیجنا۔ سی ایلٹن  
اسکو اتر قریب کوٹھی مشہور کا کس اینڈ کپنی آری  
ایجنٹس۔ پکاؤلی۔ لندن۔

آزاد نے یہ چہ ایک کاغذ پر لکھ لیا۔ اور حفاظت  
کے ساتھ جیب میں رکھا۔

م۔ مشرقی ایشیاء نے چودہ مہینے کی رخصت لی ہے  
چودہ مہینے کے بعد وہ اپنی رجنٹ میں ہونگے  
خدا نے چاہا تو اس عرصے میں آپ بھی واپس آئے  
ہونگے۔

آزاد۔ دیکھیے۔

م۔ خدا جانے کتنی کب تک رہے۔

آزاد۔ اور کیا کچھ واقعے پیش آئیں۔

ص۔ جنگ طویل کھینچے گی۔

آزاد۔ اکثر افسروں کو ایسا ہی کہ برٹش گورنمنٹ  
شرکی کا جنبہ کرے گی۔

ص۔ دل ہم نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اگر ایسا ہو تو

خدا کرے ہم بھی بھیجے جائیں۔ پھر ہمارا آپکا ساتھ ہو

برٹش گورنمنٹ کی حکمت یہ ہے کہ کسی کا جنبہ نہ کریں۔

مگر اپنی چال سے بھی ہم غافل نہ رہیں گے۔ شرکی

کی حالت اچھی نہیں ہے۔ انتظام بھی خراب ہے۔

اور در دار نہیں۔ جنرل اغناٹ نے شرکی کا نام

مریض رکھا ہے اور ہم بھی ان سے اتفاق کرتے

ہیں۔

آزاد۔ مانا کہ انگلستان کی طرح یا فرانس اور

جرمنی کی طرح وہاں شایستہ طور پر حکومت ہوتی ہو

مگر وہاں کی بد نظمی کو لوگ بہت جلد سے بیان

کرتے ہیں۔

الفرض و نیشا اور ایلٹن میان آزاد سے برحسب

تمام رخصت ہوئے۔ وقت رخصت و نیشا کی انکلیشن

اسقدر اٹھکرا رہیں کہ وہ بجا رہی آزاد کی صورت بھی

اچھی طرح نہ دیکھ سکی۔ ایلٹن نے معاف کیا۔ اور

میان آزاد و نیشا میں اکیلے رہ گئے۔

آستانہ جی کا آنا اور دل لگی دل لگی میں پند

سودمند شنانا

آستانہ جی جب وعدہ بری بلکم کے ہاں گئیں تو

سے اتریں بلکم سے ملین۔ حسن آسا سپر آسا روح افزا اور

آگ میں جل جائیں بھائی میں کو دھرن مگر انہی آبر و فردر بچائیں۔ اور یہ ہم نہیں تو آخرش دنیا کو مگر قائم ہم نہیں تو دنیا تو بالانا ہو جائے۔ پرسون ایک جوان آدمی گورا چٹا گھوڑے پر سوار دروازے پر آیا۔ تین بار حسب معمول دستک دی۔ لوندی باہر گئی دیکھ آئی۔ اودا کو اندر بلائی وہ لڑکا دھن بنا ہوا بیٹھا تھا۔ اُس سوار نے جو نہیں راہ معلوم ہوتا تھا گھوڑا شروع کیا سمجھا کہ چودہ بندہ برس کی کوئی جوان عورت ہو اور نور حسن تو اُس کے چہرے سے برسا ہی ہر شیداء اور دلدادہ اور از خود رفتہ ہو گیا۔ پہلے تو اُسے دمار کاٹ کی پھر کھل کھل کے باتیں کرنے لگا حضرت تو مفتون ہو ہی چکے تھے لگے عشق کی باتیں کرنے جب خوب از آلیا کہ سمیع فتح انور کا پر دانہ اور عاشق دیوانہ ہو تو شراب ناب پلائی اور اُسے بھی بلا عذر چسکی پر چسکی لگائی خوب سرور کھٹے اور نشے جے تو چھوچھا کہ بیان آنکلی صاف صاف غرض نہاؤ۔ اچھے شراب کی ترنگ میں تھا صاف راست ہر راست بلا کم و کاست ہاک اٹھا۔ غور دی کے بعد میں نے لوندی کو اشارہ کیا اس نے زور سے دروازہ دھم دھمایا تو اُس طفل عروس نمائے کہا کہ بس اب خیر اسی میں ہو کہ دوسرے دروازے سے بھاگ جاؤ ورنہ ہو جو آیا ہو تم کو زندہ نہ چھوڑیگا۔ یہ سنکر انگناٹھن ہرن ہو گیا اودا بگ بٹ بھاگے تو اب تک آتے ہی ہیں۔

ب۔ تم بڑا ثواب کرتی ہو۔ کس کس گھر کی ہو بیٹوں کو تم نے بچایا۔

استما۔ یہاں سے سات کوس پر ایک گاؤں ہے۔ مالکپور اُسکے چودھری کی ہو ہر ایک تمہانہ دار عاشق ہو اگر دال نہ لگی

بہار النسا کو کوٹھے پر سے بلوایا۔ یہ ادب کے ساتھ آئیں اور سلام کر کے بیٹھیں مزاج پر سی کی ادھر ادھر کی باتیں ہو لیکن۔ شہر کی عورتوں کا ذکر ہونے لگا تو آستانی جی نے کہا بڑی بگم بگم ہو یہ ہوے کوئی بھیس برسین ہو میں تب سے ہم برابر اسی ٹوہ میں رہتے ہیں کہ کوئی ہو بیٹی بگڑنے نہ پائے۔ جانشک ہمارے امکان میں ہی ہم کبھی اس بات میں دریغ نہ کریں گے۔ ہنسے آجک کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی عورت بد راہ ہو کے پھلی پھولی ہو۔ چار دن کی چاندنی پھر وہی اندھیرا پاکھ۔ اکثر آدمی آن آن کے میرے قدموں پر ٹوپی رکھتے ہیں کہ فلاں عورت بگم بھائے حضور دعاؤں کیونکہ یہ مشہور ہو گیا ہے کہ آستانی جی کی دعا میں بڑا اثر ہے میں اُس سے سارا کچا چھٹا پوچھ کر اُس عورت کو اور اُسکے عزیزوں اور شہرہ داروں کو اطلاع دیدیتی ہوں۔ پھر وہ جانیں انکا کام جائے۔ سمجھ سے واسطہ نہیں۔ میں کئی طرح جانچ لیتی ہوں چودہ بندہ برس کا میرا ایک عزیز ہے اُسکو میں زمانے پہلے پھلکا کر بھجادیتی ہوں۔ جو آتا ہی پہلے اُس سے ملاقات ہوتی ہے اگر بد وضع ہوا تو اُسکو چھٹا کر دے وہ عورت کے بھیس میں پھسلنا پھسلنا کہ اُس سے کچا چھٹا شراب پلا کر پوچھ لیتا ہے یہ ترکیب میں نے نکالی ہے۔ جو نہ اچھی ترکیب۔ اور بھلا مانس ہو تو اُسکی طرف نظر بھی نہیں کرتا بس وہ پھر مجھ سے ملتا ہے اور اگر بھلی فسی کا کوئی کام میرے دریغ سے نکلتا ہے تو میں جان لڑا دیتی ہوں اور ہزار بات کی ایک بات یہ ہے کہ عورت اگر نیک ہو تو مرد کیا کر سکتا ہے۔ اور اگر بد ہو تو لاکھ بردے میں رکھو وہ اپنی ہی سی کر جائیگی۔ مگر شریف خاندانوں کی ہو بیٹیاں تو



موٹ بدنام کر دیا۔

استما - اے غضب کھڑا چنوا دے مو کے کو۔

ع - اور کیا۔

استما - اور اوپر سے تیر اندازی کرے۔

ع - ایسی جگہ مارنے کجھٹ کو جہاں پانی نہ ملے۔

استما - جی جی جو تمہارے میدان میں تو کیا جانے کیا

کرین اور تم کو تو میں جانوں ماہر ہی ڈالین۔ صورت

دیکھنے کے روادار نہ رہیں۔

ع - جی جی کیا جانے کیا کر ڈالین۔

استما - ایسے لگوڑے شہد دن کو کوئی بھلا تمہ لگانا

ہے۔ تم بھلے مانسوں کی بو بیٹی سادھو اور فقیر سے بچیں

کیا کام خبردار خیردار آج سے زنا مانا ہوں۔ دیکھو بہن

آبرو بڑی چیز ہے۔

ع - ہاں بھر ملک میں اور ہے کیا۔

استما - تمہیں ریح تو ہو گا مگر سچ کتی ہوں اور فقیر

کے رہا بھی نہیں جانا کہ دو تین عورتیں مجھ سے تمہارا حال کہ نہیں

ع - قسم ہو جو میں نے کوئی ایسی بات کی ہو جس سے آبرو جانے

تمہارے بہانہ مذہب میں خدا پہلوگ پریش کرتے ہیں تم ان

ہو میں اسوقت دیے (دیا) کے سانسے تھی ہوں کہ عیسیٰ پاک

پیدا ہوئی ہوں ویسے ہی اب بھی ہوں اب صاف صاف

بتا دو کہ وہ عورتیں کیا کہتی تھیں۔

استما - بات کا ہنگامہ تو بتا ہی ہے۔ تو کو کا قہار ہے جتنے منہ اتنی ہی باتیں

بڑی جگہ نے کہا میں تمہیں خدا ایسی ہی نفی تک دے

اور اب تو کچھ میل کا ٹھہری جگہ ہے۔

استما - وہ وہ بائیں ہتھ دیکھی ہیں کہ کہنے اور یاد کرنے

ہوئے بکمال انسانی و نجدی کہا کہ اب مجھ کو بھیکو بھیج دو۔

خون ہو کہ بسا دہ بد وضع انتقام لینے پر آمادہ ہو جائے اور مجھ پر

آنچ آجائے۔ چنانچہ راتوں رات چالیس دیونے ساتھ وہ اپنے

بیکے بھیجی گئی۔

میں نے ایسے ایسے کام کیے ہیں۔ یہ ایک دفتر بے پایان ہے کوئی

کمانک بیان کرے۔ ایک سہ تہہ آدھی رات کی وقت ہمارا مکان پر

کسی نے تین دفعہ دستک ہی حسب معمول دروازہ کھولا گیا تو ایک

ہندو سپید پوش لڑکھا مڑا اور بے زباندہ آیا۔ پوچھا کیا کام ہے لکھنے

کہ ایک فقیر میری جو رو کر در بھگتا ہے اور عورت کو فقیر سے ایک کلمہ

دور دور کا لطف سا ہو گیا ہے۔ کوئی دعا ایسی دیجیے کہ عورت کا

دلی فقیر کبھی نہ پھر جائے اسکی درخواست کو میں نے قبول کیا

دوسرے دن میں کسی بھانے سے اس عورت کے پاس گئی اور باتوں ہی

باتوں میں میں نے اس فقیر کا ذکر چھڑا کر نام سننے ہی کھل گئی۔ تب تو

میں نے کہا کہ وہ ایک بچی بیان ہے اسے شہر بھر میں ٹکڑا کر بدنام کر دیا ہے

کہ مجھ سے گفت ہے اور لوگ تمہاری فعل پر ہنستے ہیں۔ وہ تو فقیر

صبح کو گڈڑی بازار میں بیٹھا رہتا ہے شام کو بھیک مانگتا ہے۔

عورت - (ع) ہاں بھیک مانگتا ہے!! اے نہیں۔

استما - نہیں سہی۔ دکھا دوں؟ کہ تو کسی روز دکھا دوں۔

ع - میں جانوں بڑا سدا سدا دھو ہے۔

استما - وہ سدا سدا دھو کہیں ہو نہیں۔

ع - مجھے کیا معلوم تھا۔ یہ تو آج کھلا۔

استما - اے بہن اب آج سے تو اس سے بات جیت کرنا۔

ہاں انتخاب خیال رہے۔ نافرمانی کیون بدنام ہو گی مفت

مفت میں گناہ بے لذت سے فائدہ۔

ع - اور اسکا پاجی بن تو اسی سے ظاہر ہے کہ مجھ کو جھوٹ



سے روٹنے بدن کے کھڑے ہوتے ہیں۔

ب۔ یہ اس گناہی کے سبب سے تو اتنا منگنا سمان ہے کہ جب دیکھو کال آتا ہے۔ سناؤ درو ترک خط لے لاکھون آدمی ماروا لے گھر کے گھر خالی تھکے کے محلے مچاڑ پڑے ہیں گاؤں کے گاؤں میں جیسے جھاڑو پھیر دی یہ جو بھو بھال آتا ہے۔ یہ کیا ہے۔ یہ بھی گناہ کے سبب سے۔ برسوں دفعہ بھو بھال آیا۔ رات بھر میں قرآن ہی پڑھا کی۔ آگے سو سو برس کے ہو کر آدمی مرنے تھے اب جوان جوان چٹ پٹ مرنے جاتے ہیں۔ تو کہہ سہے گناہ کے مارے جب دیکھو ہنر ہو جو ہر فصل میں دبا۔ ہنر وقت پر برستا ہی نہیں گرمی پڑتی ہے تو جھنسا دیتی ہے۔ یہ بخار کیا جانے اسے کیا کہتے ہیں بی لال بخار حسین بندہ۔ ڈوٹا ہر وہ پہلے کب آتا تھا۔ پانی کے مرے کو تو دیکھو روز بروز کھاری ہوتا جاتا ہے۔ آگے گھر گھر میٹھے کوئین تھے اب محلے میں دو چار میٹھے کوئین ہیں باقی سب کھاری۔ کٹی تک نہ کیجائے۔ ہمارا کنواں بھی تھک دیا یہاں شیریں ہے اور باہر کی باؤلی بھی۔

استما۔ یہ تمھاری نیک بنتی ہے۔

ب۔ اچھی وضع نبھائے چلے جائے ہیں۔ جب تک چل سکے کچھ اپنا بس تھوڑا ہی ہے اس میں۔

استما۔ ہم تو چھیننے سے ہی بائیں دیکھتے بھالتے آئے ہیں ہم تو سمجھتے ہیں کہ زیادہ پردہ بھی خواب ہے اور زیادہ پردہ بھی ہری ہری ہری پردہ والیاں جنگل میان تک پر کھینچیں بیٹھنے دینے تھے انکی وہ گت دیکھی ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ پردہ دل کا مقدم ہے سب بڑا ہی بڑا ہے کچھ ٹکھٹا در برف سب کھا ہی بھرا ہے۔ بھلا کڑے کے پردے کیوں دل بھرا ہوا کیا ہے وہاں خیال ہے

ب۔ ہاں یہ تو ٹھیک کہتی ہو۔

استما۔ ابھی پانچ ہی چھ روز ہوئے کہ ایک عورت کوئی ساٹھ ستر برس کی ہے وہ مکان کی طرف سے کوئی بارہ بجے رات کو مدنی ہوئی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی کہ کل سے کھانا نہیں کھایا کوئی امیر کا بندہ ایک ٹکڑا کھلوادے پہلے میں سمجھی کہ جسطرح اور فقیر اور فقیر میں جھوٹ موٹ کہا کرتی ہیں کہ ہم نے چار روز سے کھانا نہیں کھا یا تجھے کھو کوئی مرنے میں اس جسطرح اسنے بھی جلانا شروع کیا۔ لیکن انکی آواز سی بھیانک تھی اور اسی وقت برستی تھی کہ میں نے دروازہ کھلو کر اسکو اندر بلوایا۔ فقیر ناؤ چلنا دو بھر کھا۔ میں ایک باسی روٹی اور ایک بوٹی دی پھر دال موٹھ کھلائی جب اسنے کھا کر پانی پیا تو جان میں جان آئی اور اپنی بنتی کہ سنائی کہ میں ایک بھنے مانس کی لڑکی ہوں۔ جو در برس کی تھی جب میرا نکاح ہوا۔ نکاح ہوا تو میں میان کے ہاں اپنی سسرال میں رہنے لگی مگر میان کو پردے کا مرض حد سے زیادہ دن رات دُند ایلے موجود کہ دروازہ کیوں کھلا۔ کھڑکی سے کیوں جھانکی۔ یہ کیوں کیا۔ وہ کیوں کیا۔ اُنھے جوتی بیٹھنے لات۔ تاک میں دم آگیا۔ مگر اشرفی کا فقر کھلاتے تھے۔ اچھا بڑا پنچھاتے تھے۔ زیور سے میں گوندنی کی طرح ندی ہوئی تھی میری خاطر داری بہت کرتے تھے اور میرا دم بھرتے تھے مگر پردے کا جنون تھا۔ ایک روز مجھے کچھ ایسی سوچی کہ بس میں تباہ ہو گئی۔ انکے پردے کے خیال نے کچھ نہ کیا اور میں خیر کچھ دن تو میان کے ورثہ خان کو بھی خبر نہوئی۔ کچھ نہ سمجھے۔ مگر پاپ کہیں جھبا کیا ہے۔ اسی توبہ خان کی طرح سر پر جھوٹے بولے۔ کوئی لاکھ ٹکھیا میں گڑھوڑے۔ مگر پاپ نہ سمجھتا کہ چھوٹا

آوارہ پھر کی۔ اب برسوں سے بھیک مانگتی ہوں ہے  
جو میں راہ چلتی تو گرٹھے میں کیوں کرتی۔ مگر میری تو  
یوں ہی بدی ہوئی تھی۔ قسمت میں ہی لکھا تھا کہ ٹھوکرین  
کھاؤں تو پھٹتی کیونکر۔ اگر میان کے کینے پر چلتی تو آج خاصی سک  
نبی ہوتی۔ ہاے میرے نصیب مجھے کیا سوچھی یہ کہ کدہ پھوٹ  
پھوٹ کے روئی۔ میں نے اسکو دو روپے دیے اور نصبت کیا  
ب۔ بری چال کے یہی نتیجے ہیں۔

استما۔ ہنسنے تو آج تک نہیں دیکھا کہ کوئی بھلے ماس کی بوٹی  
بگڑے کہ نبی ہو پھر۔ یا آوارہ ہو کر نیل نشین ہوئی ہو۔

ہنسنے تو اپنے ہی پاتختے دیکھا۔

ب۔ ہرے کے کام کا ہر ہی نتیجہ ہے۔

استما۔ ہونا ہی ایسا چاہیے۔

ب۔ مغربی کلوری تو بنا لاؤ۔ باتوں میں تمھاری خاطر  
کرنا بخول گئی۔

استما۔ اگر بس میں اسکا کیا خیال ہے۔

ب۔ ہر جب میں اس عورت کی باتیں یاد کرتی ہوں  
تو کانٹا کھتی ہوں۔

استما۔ کس عورت کی؟

ب۔ یہی جو تم نے بیان کی ابھی ابھی۔

استما۔ اور جو اسکی زبان سے اسوقت سنیں تو دیکھتے ہیں  
کہ قلب کی کیا حالت ہوتی ہے۔ سننے سے حیرت ہوتی تھی نہ

بھر مجھے غینہ آئی ہو تو قسم لو۔ گرین بڑی خوش ہوں  
کہ تمھاری صاحبزادان بڑھی لکھی ہیں جو میں انکے کام دل

تو ایسی خوش ہوں کہ میرا امیدی جانتا ہی اور میں تو  
خیر دل کی لڑکیوں کو تعین و تعلیم دینے کو اپنا فرار

شدہ شدہ میان سے بھی گوندوں نے باتوں باتوں میں  
کہنا شروع کیا۔ انا یقین نہ آیا۔ مگر توہ میں رہے۔ اتنے  
میں بدی اور بھی کھل گیلی۔ مگر میان کو توہ میں سے لیکن  
انکو تیا نہیں ملتا تھا۔ ایک دن شدنی امر گھر کی لڑکی سے  
اور مجھ سے جو کراہ ہوئی تو وہ تنک کر چلی گئی۔ مگر چلتے وقت  
اتنا کہ گئی کہ ہوی سننے میان کا نام دہو دیا۔ میان نے جو آنا سنا  
بس آگ مہ گئے وودن تنک کھانا نہ کھایا اور مجھ سے گھڑی

گھڑی پوچھیں کہ کل حال صاف صاف بتاؤ آخر یہ کیا ہوا  
یہ اسنے لہا کیا اب میں صاف کیا اپنا سرتاؤں۔ میں نے پھوٹ پھوٹ  
کے رونا شروع کیا۔ دوران تک گھر میں وہ ہم حج بھی کہ بس

مجھ نہ پوچھتے تین چار مرتبہ میان نے مجھ کو مارا اور خوب لٹکا کر  
مار کھانے کا تو میں نے کام ہی کیا تھا بلکہ کام تو میں نے ایسا کیا

کہ قیل کجائی میری بوٹیاں جیل کو تو کو دیا میں تو بھی  
سزاوار بھی خیر میرے دن میان گئے باہر خبروں کی بھانجی

چکانے بند ہی نے جو موقع پایا تو زور لیکر نکل گھڑی ہوئی پٹے  
ستہ کمی بدی تو بھی ہی ساتھ ہو کر بھاگ گئی۔ کچھ دن تو خیر

اچھی طرح رہی سہی مگر دوسرے ہی میلنے ڈھول لیکر جلدیا۔ میں  
صبح کو جو اٹھی تو نہ ارد۔ ادھر دیکھا ادھر دیکھا کہ میں تیا نہیں

زور کو جو صندرق میں جا کے دھکتی ہوں تو غائب۔ ہر ہر  
سرشتنا شروع کیا ایک چھٹا تک نہ رہا۔ رات کو مجھ سے کہا

تھا کہ آجکل چوری چکاری بہت ہوتی ہے گناہی رتی آمار  
رہو۔ ایسا ہیورات کو چور کے گلا گھونٹ کر سب لیجائے

اور تم ٹمھ ہی تکتی رہو۔ میں سادی کیا جانوں کہ اسکے پیٹ  
میں کیا ہے۔ گناہ میں نے سب تار کو صندرق میں کھدایا

کچھ دن پاس نہ رہا پس ہاتھ لگے رہ گئی۔ کچھ دن اور

اپنی سعادت اور اپنا زور اور سمجھتی ہوں بھلا اُسے جی  
جراؤنگی اُن کو تو ایسا بتاؤں کہ جس کا حق ہے مگر بات یہ ہے  
کہ جھوٹی رنگینا کچھ اپنے برابر وایوں ہی سے خوب گل گل  
کے باتیں کرتی ہیں ہم سے باتیں کرنے میں اُن کو لطف  
نہ حاصل ہوگا۔

ب۔ اور اُنکے برابر والی ایسی کوئی ہے نہیں جو انھیں کچھ  
سمجھائے یا آوارہ عورتوں کا ذکر کر کے ایسا نتیجہ نکالے  
اور وہ بات پیدا کرے کہ سننے والے کے دل پر نقش ہو جائے  
اور ایسا نقش ہو جائے کہ مٹانے نہ مٹے۔

استا۔ اُنکی صحبت میں کوئی اُنکی بچولی اور بھی بیٹھتی ہے۔  
ب۔ یکم نے کہا میں آج کل تو یہی چار نہیں ہیں اور ادھر ادھر  
مچلے کی پاس پڑوس کی ہو بیٹیاں یا رشتے نانے کی عورتیں  
آتی جاتی رہتی ہیں۔

استانی جی نے کہا یہاں ایک لڑکی ہے جانی یکم اُسکی  
صحبت میں نہ بیٹھتے پائیں۔ ثری یکم بولیں کون جانی یکم  
وہ تو یہاں نہیں آتی جانی۔

استا۔ میں خبر پائی ہوں کہ جانی یکم بھی دس بیٹیں دفعتاً آئی تھی۔  
ب۔ ذری حسن اُرا کو تو بلا لانا کوئی۔ کہنا کچھ پوچھنا ہے  
آپ سے۔

استا۔ کیا حسن آرا سے پوچھو گی۔  
ب۔ ہاں دریافت کروں۔  
استا۔ ہنستے ہنستے پوچھیے گا۔ ڈانٹ نہ بیٹھنا۔  
ب۔ نہیں۔

نوڈی نے جاکر حسن آرا یکم سے کہا کہ چلیے اکوٹری یکم وہاں  
نے یاد فرمایا ہے حسن آرا اسوقت ایک پابجا مہ کا ٹھہر ہی تھی

پوچھا خیریت تو ہے نوڈی نے کہا ہاں سب خدا کا فضل ہے  
ذرا چلی چلیے۔ حسن آرا نے گھڑی باندھی اور چلین۔  
حسن۔ کیوں اما جان۔ کاہے کیواسطے یاد کیا۔  
ب۔ یہاں آؤ تو بتائیں۔ پاس آؤ۔  
حسن۔ حاضر ہوئی فرمائیے۔

ب۔ ہمارے یہاں کوئی وہ لڑکی آتی ہے۔ اچھی دیکھو بھولی  
جانی ہوں لڑکی سی ہے۔ ابھی کس کم سن بالکل۔  
حسن۔ کون! کچھ تیرہ بتائیے تو معلوم ہو۔  
ب۔ احمدہ جانی یکم کہلاتی ہے۔ چلی سی لڑکی۔  
حسن۔ ہاں دو چار دفعہ آئی تھی۔  
ب۔ اب نہ آئے ہائے۔  
حسن۔ کیوں اما جان کیوں۔

ب۔ وہ بڑی چلی لڑکی ہے۔ انھوں نے پہلے پوچھا تو ہم  
سنجھے نہیں اب یاد آگئی۔

حسن۔ ہاں! اب یہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ گن کیسے ہیں  
دو گھڑی آکے منس بول لیتی تھی مگر ایک بات ہماری سمجھ میں  
نہ آئی وہ یہ کہ زمانہ بھر اسکو بد وضع کتا ہے مگر وہ انتہا کی  
خوش خلق اور وعدہ آرمی ہے ہاں بات چیت میں البتہ بری ہے۔

بات کو مال کو ثری یکم نے کہا استانی جی اب  
کس روز آؤ گی۔ اب کی جماعت کو آؤ تو اچھی اچھی کہا بنا  
کر کیوں کو ستاؤ جس میں انگار دل بیٹے۔ دو چار دن میں  
آن کے رہو۔ استانی جی نے کہا یکم صاحب فخر کو تو ہکا بک  
گانوں جانا ہے شاید دو دن میں وہاں سے آنا ہو۔ دو دن  
پھر چوبیس گئے تو ایک دو دن یہاں رہنے لگے اُن کو کہو تو  
بدھ کو ضرور آؤں۔ یہ کلمہ استانی جی زحمت ہو گیا۔

ب۔ اب نہ آئے ہائے۔  
حسن۔ کیوں اما جان کیوں۔

ب۔ وہ بڑی چلی لڑکی ہے۔ انھوں نے پہلے پوچھا تو ہم  
سنجھے نہیں اب یاد آگئی۔

حسن۔ ہاں! اب یہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ گن کیسے ہیں  
دو گھڑی آکے منس بول لیتی تھی مگر ایک بات ہماری سمجھ میں  
نہ آئی وہ یہ کہ زمانہ بھر اسکو بد وضع کتا ہے مگر وہ انتہا کی  
خوش خلق اور وعدہ آرمی ہے ہاں بات چیت میں البتہ بری ہے۔

بات کو مال کو ثری یکم نے کہا استانی جی اب  
کس روز آؤ گی۔ اب کی جماعت کو آؤ تو اچھی اچھی کہا بنا  
کر کیوں کو ستاؤ جس میں انگار دل بیٹے۔ دو چار دن میں  
آن کے رہو۔ استانی جی نے کہا یکم صاحب فخر کو تو ہکا بک  
گانوں جانا ہے شاید دو دن میں وہاں سے آنا ہو۔ دو دن  
پھر چوبیس گئے تو ایک دو دن یہاں رہنے لگے اُن کو کہو تو  
بدھ کو ضرور آؤں۔ یہ کلمہ استانی جی زحمت ہو گیا۔

## خوجی

افخہ - بعد مدت - مگر بسیم احمد ہی غلط ہوئی - یہ خوجی کیا  
 معنی - خوجی جو کن مردک - خوجی خوجی - خاصہ بھلا چنگا  
 نام جو خواجه بدیع صاحب یہ کہنے لگے خوجی - وہ نہ ہوئی قرولی  
 در نہ اپنے آپ اپنے بیٹ میں خواجہ صاحب بھونکا دیتے - خوجی  
 خوجی کی دم میں نکرہ مردک کی - جزیرہ لائیا میں مختلف ملکوں  
 کے آدمی ہیں - آرمینین - عرب - انگریز - اسکاچ - آئرش -  
 اہل مسیحا - یونانی - وغیرہ وغیرہ - مگر وہ دن نے اس جزیرے  
 میں باک ٹرسے گراں بل جو ان کا گذر ہوا - قذو کوئی آدھ گز کا -  
 ہاتھ پاؤں دو دو مائے کے - ہوا ذرا تیر چلے تو پتا ہو جائیں - کتنی  
 لگانے کی ضرورت پڑے - مگر بات بات پر سیکھے ہوئے جاتے ہیں  
 کسی نے ذرا ترجمہ نظر سے دکھاؤ حضرت نے قرولی سیدھی کی  
 بھوکہ کہ دن انکو کسی امر کا خیال ہی نہ تھا - دنیا کی فکر نہ دین  
 کی کچھ کسی سے واسطہ ہی نہیں - بس انیم مواد چاہے کچھ ہو  
 یا نہ ہو - اس جنت کے حد تے - کہ میان آزاد نے تو جہاز  
 پر سے لایعت بوٹ میں بٹوایا - آپ غل جھانے ہیں کہ ارے  
 بارو انیم کی ڈوبا لیک کے آنا ہی صل علی - جو خوش  
 چرا بنائے - کوئی کرٹے دل ہوتے تو ڈیالانے کے عوض  
 حضرت ہی کو جہاز پر پھر بھال دیتے کہ کیجے خواجہ بدیع صاحب  
 اب انیم گھولے - سمنہ - رہ پھر پڑا ہو -  
 آزاد کے کما بھٹی تمھارا یہ فقرہ عمر بھر نہ بھولے گا کہ پیرم کے  
 باشندے اور اسباب بیش بہا تو پا دیں ہی گئے لیکن دیکھیں  
 ہماری انیم کی ڈوبا کس خوش نصیب کے ہاتھ لگتی ہو -  
 خ - پھر اس میں شہی کی کیا بات ہو - آخر ہنسے آپ کس بات پر  
 ہماری تو جان پر بن آئی اور آپ کو دل لگی سمجھی ہو - بیان

خدا اجانے کسی کسی نقتیں مابین تب کہیں خدا خدا کر کے انیم  
 ہاتھ لگی - وہ انیم ہانگ ساتھ آئی - وہ وہ ہانگ - وہاں تک  
 آزاد - این یا دشت -  
 خ - آفت - والہ جہاز کے ڈوبنے کا کس مردک کو بیخ ہوا  
 حساب - مرگ ابوہ جتنے دارو مگر انیم ہاے انیم چنیا یکم  
 کے ڈوبنے کا البتہ کمال بیخ ہوا اس دن سے جمائون پر  
 جمائیاں آتی ہیں - وہ تو کیسے ملاح بیچارے نے رحم کھا کر  
 دو دن کا سہارا کر دیا اب اس وقت کیا کیا جائے -  
 آزاد - لاجول دلا توہ -  
 میان آزاد سے دو پیسے لیے اور ایک دوکان پر  
 پہنچے -  
 خ - انیم دو - انیم -  
 دکاندار انیم تاکتا ہے کہ یہ کس کیا رہے ہیں -  
 خ - ہم انیم مانگتے ہیں - ارے میان ایفون -  
 ایفون -  
 دکاندار نے ہاتھ سے کہا کہ ہم سمجھتے نہیں -  
 خ - عجب جانگلو جو - ابے ہم انیم مانگتے ہیں -  
 دکاندار ہنسنے لگا -  
 خ - کیا پٹھی جوتی کی طرح دانت لگاتا ہو - ابے گیدی  
 نہوئی قرولی در نہ دھوان اس بار ہوتا -  
 راوی - کیا خوب - قرولی ہوتی تو دھوان اس بار ہوتا  
 ہاں اور اند -  
 خ - بے بس اب دل لگی ہو چکی لاؤ انیم لاؤ -  
 پیسے حضرت مدد سا ہی دکھاتے ہیں - اتنے میں میان آزاد  
 پہنچے -

آزاد۔ این خوبی۔

خ۔ جھک مارنے میں آپ۔ خوبی پر لعنت مردک پر۔  
آزاد۔ ارے غضب۔ لاجول دلاؤ۔ معاف فرمائیے گا۔  
جناب خواجہ بدیع صاحب۔

خ۔ ارے دو کرو مرتبہ سمجھا چکا کہ خوبی مجھ بدبخت کا  
نام نہیں میں خواجہ صاحب الشیرہ خواجہ بدیع صاحب  
ہوں۔ خوبی۔ خوبی۔ اور وہی کرو بار معاف بھی  
کر چکا۔

آزاد۔ یہاں کیا خریداری ہوتی ہے۔

خ۔ اچھی یہاں تو سب جانگلو ہی جانگلو رہتے ہیں۔  
ایک ٹھٹھے بھر سے انیم مانگ رہا ہوں۔ سنتا ہی نہیں۔

آزاد۔ پھر کہنے سے تو آپ بُرا مانتے ہیں۔ بھلا یہ بارو  
بیچتا ہے۔ یا انیم۔ ادھر یہ دوسا ہی پیسے کیا ہونگے۔ ہٹل  
گوٹھے ہی رہے اب تباہ جانگلو تم ہو یا وہ ہے۔  
خ۔ ٹھٹھی یہاں پر تو ہم بھی قائل ہو گئے۔

اس فقرے پر میان آزاد بے اختیار ہنس پڑے اور  
خوبی بہت ہی خفیت ہوے۔

خ۔ لاجول دلاؤ۔

آزاد۔ عقل سے تو تم کام ہی نہیں لینے۔

خ۔ ہنسنے تو خود ہی کہہ دیا کہ ہمارے ہم بھی قائل ہو گئے۔  
آزاد۔ جلو ہم انیم دلوادین۔ آد۔ اٹھو۔

خ۔ قربان۔ قربان۔ دامن مردہ میں از سر نو  
جان اُٹھی۔

آزاد۔ پیسے ہاندہ رکھیے۔ جب ٹوکی سے ہٹ کر جائیے گا  
تو پوچی کو دیکھیے گا۔

خ۔ ہمارا تو دل ہی گواہی دیتا ہے کہ اسکنڈ رہے تک  
بھی ہونچنا محال ہے جہاز کا حال تو ہم دیکھ چکے اور آپ  
ٹھیکہ لیا ہے کہ دنیا بھر کو ڈوبنے سے آپ بچا بیٹھے۔ کوئی  
بانی میں گرا اور آپ جھم سے کود پڑے ایک نہ ایک دن  
آپ کی جان ضرور جانی ہے۔ چوچھے کوئی جیسے کوئی مرے  
آپ کو اس سے کیا واسطہ مگر جھٹ۔

میان آزاد نے کہا ٹھٹھی اب ہمارا کمانو ہجو کو ٹوڑی  
جانے دو اور تم جلدو ہندوستان۔ خوبی نے اپنا ٹھٹھی  
لیا واہ۔ واہ۔ دامن میں نہ مانو لگاے

از میں جھٹا شو کہ تو ام نوریدہ	آرام جان دمنوس قلب رمیدہ
از دمنوس دست ہزارند عاشقان	پیر میں صبور ی ایشان دریدہ
پانم نیر سہرین میں دگر از نشاط	تاسو میں طلفت و عنایت تو دیدہ

اور اب تھما دس کس سے جایا جائے گا۔ نا حضرت۔  
ہندے کو معاف کیجیے۔ اب میں ساتھ چھوڑنے والا نہیں  
ہوں۔ ٹھٹھی۔ انیم البتہ دلواد۔ اور میں چلا جاؤنگا تو تم  
لڑو گے کیسے برتے ہو۔

آزاد۔ چہ خوش۔ آپ ہی کے برتے پر تو میں لڑنے  
جاتا ہوں نہ۔

خ۔ کون۔ قسم کھا کے کہتا ہوں۔ جب سینے گاہی سینے گا  
کہ خواجہ بدیع صاحب نے تو ب میں کیل لگا دی۔

آزاد۔ جی امین کیا شک ہے۔

خ۔ شک دک کے بھروسے ہی نہ رہیے گا۔ اکیلی گڑھی  
چوٹے میں بھی نہیں جلتی دیکھیے جوت بدیع صاحب اب  
بارفتار پر سو رہے ہیں اور اگر کہہ بیٹھے ہیں اچھی  
ہوئے اسوت اچھے اچھے جڈیل اور کڈیل جھک جھک کے

عظیم کرنے لگتے ہیں۔

آزاد نے مسکرا کر کہا بھئی واسد جڈیل اور کنڈیل کی تم ہی ایک ہی کسی گروا وسط خدا کے میدان جنگ میں میرے ساتھ نہ جائیے گا۔ بتی بجتے چو با پیچارہ لٹو راہی جی جائے گا۔

خوجی بت ہی بگڑے اور اگر کرولے۔ واسد ایک کٹا رہی سے لشکر کے لشکر اور پرے کے پرے نہ صاف کر دے ہوں تو خواجہ بدیع نہیں بچے مونجھون کو تاؤ دیکر کہا اشوا اسد دیکھے تو جائیے مگر یار جوب کی جہاز غرقاب ہوا تو بس گے ہی گذرے۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک حبشی سلسلے سے آنکلا ڈبیل جوان بچھدان پھری ہوئیں سینہ چورا۔ میان خوجی نے جو دیکھا کہ ایک شخص اگر نا برزاسا سے آ رہا تو حیرت بھی اندر لے لگے۔ میان آزاد کو بے اختیار منسی آئی حبشی نے قرب آنکر شانے سے ذرا دھکا دیا تو میان خوجی نے بیس ٹھکندان کھائیں اور دم سے منہ سے بھل کرے۔

تاؤ داٹے عقہد لگا کر کہا دیکھیے سنھیلے میان خواجہ بدیع صاحب خواجہ صاحب جیسا تو تھے ہی چھار ڈیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حبشی کو لٹا کر کہا اولیادی نہ ہوئی درولی سوت ورنہ بدن کو جھپٹی کر دیتا اتفاق سے میں اپنے زعم میں آئی آ رہا نہیں تو وہ بچی دینا کہ انجیر بجر دھیلے ہو جائے۔

میان آزاد نے کہا افسوس تو یہی ہے کہ آپ اپنے ہی زعم میں ہمیشہ بخی کھا جاتے ہیں بھلا اس حبشی سے تم کہا تمھارا کانٹو بھڑو مقابلہ کرے۔ خوجی میں بہ چین ہو کر ولے اچھا آرا کر دیکھ و نہ

جھاتی برز چڑھ بیٹھون تو خواجہ بدیع نام نہیں۔ اور ہاتھ لنگن کو آرسی کیا ہے۔ کو تو لٹکا روں جا کے۔ آزاد نے کہا بس جانے دیجے ایک یوں ہاتھ پاؤں کے دمن ہوئے ہو۔

میان آزاد اور خوجی دوسرے دن جہاز پر سوار ہوئے اور اسکندریہ چلے۔ میان آزاد کو نہ سیر کر بھائی بھی نہ مشر املین کی اسوقت یاد آتی تھی۔ انکی آرزو دلی یہ تھی کہ جس طور پر ممکن ہو فوراً ٹرکی پہنچوں میدان کارزار میں بیٹھ جیت کے جو سر دکھاؤں اور ہم میں سر خردی حاصل کر کے ہندوستان واپس آؤں اور حسن آرا دیکھ کو عقد نکاح میں لاؤں۔ جب محبوب مطلوب کا خندہ کلین یاد آتا تھا۔ تو منکے دل پر بھلیاں کرتا تھا۔ خیال کیا کہ مسطظفینہ جانا اور دم کے افسران خوجی کی خدمت میں بار بار نا اور سوخ بڑھانا اور میدان جنگ میں قابلیت اور بات دکھانا آسان امر نہیں ہے خدا جانے اہل دم ہمیں کس طرح پیش میں بیٹھ جائیں ہم عہدہ یابین یا نہ یابین۔ کیا افتادہ ہے۔ ہاتھی جھوٹے کھوڑا چھوٹے۔ یہ سوچ کر انکا دل استغبر بھرا کہ بے اختیار آبدیدہ ہو گئے میان خوجی نے سمجھا یا کہ دیکھو بھی آزاد مہاری تمھاری حالت اب ایک ہم مشوق صبح ہم خوب شج کی کیفیت میں سر دھتے ہیں تم روئے ہویم دونو ایک کس طرح کے چلتے ہیں تمھیں حسن آرا دیکھ ہمیں جیسا ہم نے کہیں کا نہ رکھا دونوں کی کیفیت ایک ہر اسوقت ذرا دل بہلاؤ۔ دو گھنٹ بانی پو کھانا کھاؤ۔ آزاد نے کہا سبحان اللہ تم غلط کرنے کی کیا خوب تدبیر تھائی ہے۔ ہمازی تو جان بر بن آئی ہو آپ تو مانتے ہیں کھانا کھاؤ۔ دل بہلاؤ۔ خوجی نے کہا یہی وادی جان ایک مثل کہا کرتی تھیں کہ کڑے کھائے دل بہلائے پیٹ بھرا

<p>خ - بھائی جا ہے ملاقات ہو جائے خدا انجوستہ نومگر یہ خیال دل سے دور کر دو کہ حسن آرا تمھاری طرف سے بدگمان ہو گئی۔ یہ تمھاری بدگمانی ہے۔ حسن آرا اور یہ خیال احوال کیا مجال۔</p> <p>آزاد۔</p>	<p>تو کھ کو آئے۔ میان حذر روزہ زندگی کے بے کون بھی ریخ کرے۔ بجز غم حسین کوئی غم ہی نہ کہا۔</p>
<p>دل میرو دزدنم صاحبہ لان خدا را درو کہ راز پنهان خواہ شد آشکارا</p>	<p>بھائی لڑنے کو جب اکبر چلے تو لے سرور قتل ہمو کر چلے جام لے کر سانی کو شر چلے خشب لب بھے ہم بختیم تر چلے کسطح سے عابد مضطرب چلے بھر بھلا کا مرن پو وہ کو نو کر چلے شاہ گریان شل ابر تر چلے اتر اوزنوار دشمن پر چلے</p>
<p>خ - بیش کے بعد نوش ہے۔ آزاد۔ اور جو یہ معلوم ہو جائے کہ بیش کے بعد بھی نوش نہیں ہے۔ فرما دے بیش کے بعد کیا پایا۔ خ - مشہور ہے کہ گویا ہاں وصال نہوا۔ مگر وہاں ہو گا۔ آزاد۔ اس عشق کا بڑا جو جس نے ہمیں دین کا رکھنا نہ دیا کا۔</p>	<p>کیا کہوں میں دادی بر جان پاسے گلگون خجکے ناز گل سے ہو بزی سان کیا جو اکبر کو طمان دوسرے شہزادے کے گویا ہون د</p> <p>آزاد۔ حضرت خواجہ صاحب اسوقت دل لڑے لڑے ہو جاتا ہے۔ کلیجہ اٹھ کر آتا ہے۔ اپنے مرنے کا رنج نہیں۔ آج نہیں کل مرے۔ کل نہیں پر سون مرے۔ یوں نہ مرے زخم کھا کر مرے۔</p>
<p>خ - ہر تو ایسا ہی گر۔ آزاد۔ اب تو جا ہے جیسی سختی پڑے جھیلین گے فز دور اگر ہم مر گئے تو تم حسن آرا کو ہمارے وفات کی اطلاع دو یا نہیں خ - تم مرد گے۔ کیا طاقت۔ آزاد۔ یہ بھی اتھادی امر ہے کچھ۔</p>	<p>ہر اکڑا دینا چار بادش نوشید مگر افسوس تو یہ ہے کہ حسن آرا بیجاری کرے گی اور ہمارے حال زار سے انکو کوئی بھی مطلع نہ کرے گا۔ ستم تو یہ ہے۔ وہ اپنے دلیں سوچنے کی کہ آزاد دعا دیگے۔ دم نہ جا سکے۔ عاشق صادق نہ تھے زمانہ ساز تھے کسی اور مہوش پر دل آیا ہو گا کسی اور کو عقد نکاح میں لایا ہو گا۔</p>
<p>خ - کیا مجال مرنانہوا منسی ٹھٹھا ہوا۔ اور دہم کی دوا تو لقمان کے پاس بھی نہ تھی۔ آزاد۔ این۔ کیا خوب۔ خ - کیا خوب سمیت۔</p>	<p>نشاہد ہوس باضن باگلے کہ ہر بادا دش شود بلبلیے</p> <p>اگر اتنی تشفی ہو جائے کہ آزاد کا حال حسن آرا کے کم کو بوجھ معلوم ہو جائیگا تو دل کو بڑی تقویت ہو ورنہ خیر ہے</p>
<p>آزاد۔ سن تولو۔ خ - غیر ممکن بات کوئی اور سننے ہونگے۔ دعویٰ بے دلیل</p>	<p>اب تو چل ہی کھڑے ہوئے آزاد بھر ملیں گے اگر خدا الایا</p>

مصل ہونا ہی ثبوت دو کہ تم مر جاؤ گے۔  
آزاد۔ کیا کوئی مرنے سے انکار بھی کر سکتا ہے۔

خ۔ تو مر ہیے ہم ایسے ہیں ہم ایسے بولے تیلے بوڑھے نصیبی  
نہ کہ تم ایسے بیٹھے کٹے چاق چوبند۔

آزاد۔ اور شاید ہم ہی تمھارے پہلے مر جائیں۔

خ۔ داہا جی تم ہکمار کے مر گئے۔

آزاد۔ خیر۔

خ۔ خیر کیا معنی۔ کچھ نہ بردستی ہے۔ ہم نکو مرنے نہ دینگے۔  
ادھر نکو نزع کی حالت میں دکھایا اور ہم نے زہر کھالیا۔

اب فرمائیے پہلے کون مر گیا۔

آزاد۔ اچھا جو ہم ڈوب گئے۔

خ۔ سنبھال دو بنے والے اور ہی ہوتے ہیں۔ انکی  
ایسی صورت ہی نہیں ہوتی۔ اس تیرہ صدی میں

معدودے چند ہی ڈوبنے والے ہیں اور ڈوبنے والے  
سمندر وں میں ڈوبنے نہیں آیا کرتے ہیں اُنکے بلے

ایک چلو کافی ہے بس۔

آزاد۔ اگر فرض محال (جیسا کہ تم سمجھتے ہو) ہم مر گئے  
تو حسن آرا بیگم کو فخر و اطلاع دینا۔

خ۔ کیا مجال۔

آزاد۔ نہ اطلاع دو گے۔

خ۔ ہرگز نہیں۔

آزاد۔ آخر درجہ۔

خ۔ اگر ہم ڈوبتے نہ ترنے نہ کھٹنے پڑھکنے وہاں تک پہنچے  
تو جا کے کینکے کہ ایک عورت کو میان آزاد عقد نکاح میں

لائے اب خڑے سے دم میں دندائے ہیں ہم یہ نہ کینکے

کہ آزاد جان بقی تسلیم ہوئے۔ ہم صاف ہی کینکے کہ میان آزاد  
وہاں گلچٹھے اُڑا رہے ہیں۔ ایک حسین عورت کے ساتھ

شادی کر لی چین ہی چین گھسا ہے۔ میں نے ایک دن مذکر کہ کیا کہ  
حسن آرا بیگم بھی باہر میں بس نام سننے ہی ایک چپٹ جانی ہو

سے۔ میں سوخت تو کچھ نہ بولا۔ مگر دوسرے روز بھاگ کے چلا آیا  
آزاد۔ تسلیم خوب حق دوستی آپ ادا کرینگے۔

خ۔ یہ فعل بھی خالی از حکمت نہیں ہے۔

آزاد۔ اور وہ حکمت کیا ہے ہم بھی نہیں۔

خ۔ اگر آپکا کوئی دوست یقیناً حتمی گھاڑ آپ کے  
مرنے کے بعد حسن آرا کو لکھ بھیجے کہ میان آزاد عالم جاودانی

سے پدروود کر گئے۔

آزاد۔ کس سے کس سے پدروود کر گئے۔

خ۔ عالم جاودانی سے۔

آزاد۔ بہت ہی خوب۔

خ۔ کیوں۔ عالم جاودانی سے پدروود کرنا یعنی مر جانا۔

آزاد۔ درست۔ بجا۔ عالم جاودانی سے پدروود کر کے

گئے کہاں عالم فانی؟

خ۔ لا حول ولاقوة۔ مطلب یہ کہ عالم فانی سے پدروود  
کر گئے خیر اگر لکھ بھیجیں کہ میان آزاد مر گئے ہوں ہی سہی

حسن آرا کی جان پربن آئے یا نہیں۔ اُس بیچارہ کی  
دل پر کسی گز سے۔ ای۔ ہر زندہ درگور۔ سر ٹیک بٹک کر دم توڑے

اور جو یہ سنے کہ آزاد ہیں تو جیتے جاگتے مگر عاشق صادق نہ تھے

جھوٹے اور بد معاش نکلتے۔ ایک عورت کے ساتھ شادی

کر لی اور غول کا خیال نہ رکھا تو قسم خدا ہے پاک کی تمھارے

نام سے نفرت ہو جائے۔ اور سوچ تو قریب پہنچنے نہ پائے



<p>اب بھگتو۔ آزاد۔ ۵</p>	<p>اب بولو ہر اچھی ترکیب بائین۔ نہ کہو گے۔ آزاد۔ ہاں ہر تو اچھا۔</p>
<p>منع کرنا ہر مجھے بار گھر جانے کو ناصحا گئے اس سے سمجھانے کو</p>	<p>خ۔ داکٹر (دیکھا۔ پیر شو باموز۔ بوڑھے آدمی ڈیبا مین بند کر رکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ سکندر اعظم جب</p>
<p>خ۔ آگ لگنا کیا معنی بیان تو دہنے کا ڈر ہے۔ آزاد۔ ۵</p>	<p>تقدوینہ سے چلے تو حکم دے و باکہ فوج کے ساتھ سب جوان ہی جوان چلیں۔ اگر کوئی بوڑھا جلا تو قفل کیا</p>
<p>جی مرزا سے سفر کر ہی گیا مین موا کوں کر لگا دان شور</p>	<p>جائیگا۔ ایک سپاہی نے اپنے بوڑھے باپ کو جیکے سے ٹپارے مین بند کیا اور ساتھ لے چلا۔ بس حضرت سلا</p>
<p>اوسبجانہ خبری تو نے دو جہاں تھا لے مر ہی گیا</p>	<p>ایک موقع پر بوڑھے کی قدرت ہوئی۔ پھر اچھے اچھے علیموں کی عقل ذہن بھی کہ بیان پر کیا کریں آخر کار</p>
<p>میرے قابل کا کر لین دیکھو دیکھو خون کو مڑ ہی گیا</p>	<p>سپاہی اپنے بوڑھے باپ کو لے گیا۔ اور کہا جان پناہ سے جان بخشی کا مستعدی ہوں کہ خلاف حکم شہنشاہی سکو</p>
<p>خ۔ اب سینے۔ معاملے کی بات یہ ہے۔ آزاد۔ معاملہ کیا ایسی قسمی مین۔ بیان تو رع۔</p>	<p>بتقصاے محبت فرزندی ساتھ لایا۔ سکندر نے اسکا قصور معاف کیا اور سپر فزوت نے میدان فکر مین عقل</p>
<p>ابن اک نگاہ پر تھکا ہر فیصلہ دل کا خ۔ جہنم آج تک ہی نہ معلوم ہوا کہ آپ کا دو تھانہ</p>	<p>کے گھوڑے دوڑانے تو وہ بات پیدا کی کہ علیکون تک نے پسند کی۔ مشفق۔ تجربہ بڑی چیز ہے۔ تم لاکھ بڑے جادو</p>
<p>آزاد۔ خانہ بدوش۔ وطن کا تباہی نہیں ہے مین نے ہاتھوں سے اٹھا ہا ہر مکان بالا سے سر</p>	<p>پھر نوڈے ہی ہو ہمارے سامنے۔ آزاد۔ ۵</p>
<p>ہون مین وہ بلبل ہر مر آشیان بالا سے سر خ۔ یہ کیسے تو معلوم ہوا کہ کوئی روٹنے والا نہیں ہے۔ چلو</p>	<p>کوئی ہمسایہ اونپید انہوگا   ہوا بھی تو پھر ایسا رو انہوگا خ۔ بس اتنے ہی مین زد دیے۔ ۵</p>
<p>سستے چھوٹے۔ مین ایک حسن آرا انکو ہم سمجھا لینگے۔ بس دہی ترکیب کہ تھکاری غیبت کرینگے۔ ہزاروں تدبیروں کی</p>	<p>عاشق بھی جوے تو میر زانی نہ گئی بس ایک کڑی دلا اٹھائی نہ گئی</p>
<p>ایک تدبیر تو بس یہ ہے۔ خوبی نے کہا کہ بھائی دل بہلانے کے لیے تو مین اشعار</p>	<p>ہم نوکتے تھے کہ ترکی جانے کا خیال دل مین نہ لاؤ۔ خ۔ ہندوستان مین زنداؤن ہم نہ اٹو کوئی کیا کرے</p>
<p>پڑھنا ہون ایسی حالت مین ہی لازم ہے کہ طبیعت کو اور</p>	<p>کنے تھے کہ عشق کے جھگڑے مین نہ پڑنا۔ نہ مانا نہ مانا۔</p>

منا طلب کرو۔ میں نے دیکھا کہ ٹکڑو شعرو شاعری کا اڑبس شوق  
ہر مذہب شعر پڑھنے شروع کیے حسن آرا کو تم جبر و زکے لیے  
دل سے بالکل بھلا دو۔ ورنہ دل ہاتھ سے جاتا رہے گا  
اور سفر کی سختی تم کو خون رو لائیگی۔ منہ سو بولو۔ سیر  
دیکھو۔ ادھر ادھر لوگوں سے ملو۔ تم یہاں اجنبی ہو۔  
کل آدمیوں کی نظر تمھاری ہی طرف ہو۔ سب سے ملو  
بو لو چلو منہ سو۔ غم غلط کرو۔ یہ کیا کہ تمھاری سانسین بھر  
رہے ہو۔ ہاے ستم۔ ہاے غضب۔ ع۔

نام خدا ہو جو ان کچھ تو کیا چاہیے

یا تو اس درجہ جو اُمردی کی کدرا سے اشارے کی درجہ  
دن سے جہاز پر سوار ہو گئے۔ وطن مائون کو خیر باد کہہ کر  
روم چلے اور باب اسعد پریشانی اور حیرانی اور  
سرگردانی پر کہ بات کرنا تک دو بھر ہو۔ یہ کیا بات۔  
دل کو خوب مضبوط رکھو۔ کوئی کتاب پڑھو۔ تم اتنے  
لائق فائق آدمی ہو جنہیں دس بارہ دن سے تم کو بڑھتے  
نہیں دیکھا ان دنوں میں دن رات مطالعہ کتب کرنے  
تمھے دل بہلتا تھا اب آجکل کیلئے پڑھنا انقطع کر دیا و شست  
نے ان دو چار عشق نے مٹیوا لیا۔

آزاد۔ ہاں سچ کہنے ہو شری ہو تو کیا ہو اگر اس وقت  
ٹھکانے کی بات کہی۔

خ۔ کوئی کتاب پڑھو۔ مانٹا کی خوب سیر کرو۔ ارے یا  
اول تو ہمیں امید ہی نہیں کہ ہندوستان واپس جائیں  
اور اگر خوش قسمتی سے زندہ بچے اور ہندوستان کی صورت  
دیکھی تو زمین پر قدم نہ رکھینگے۔

آزاد۔ مسکرا کر زمین پر تو آپ اب بھی قدم

نہیں رکھتے ہیں۔

خ۔ ہم کینگے تم لوگ کیا جانو مانٹا کہاں ہو۔ بھلا بتاؤ  
جزیرہ پریم کدھر ہو۔

آزاد۔ پریم نہیں پریم۔

خ۔ پس یہی تم میں سخت عجب ہو۔ وہ پریم کہا تو کیا اؤ  
پریم کہا تو کیا۔

آزاد۔ ہاں تو پھر خوجی کہا تو کیا اور خواجہ بدیع صاحب  
کہا تو کیا۔

خ۔ (مسکرا کر خاموش)۔

آزاد۔ منہ سے چھٹی ہنسنے۔ ہنسنے خوجی۔ وہ تو بہ تو بہ  
خواجہ صاحب جاب خواجہ بدیع صاحب۔

خ۔ اہی نیلے کیدانی کی حالت میں جھکو نہیں دیکھا تھا  
و اسد انگلیان اٹھتی تھیں۔ جدھر سے نکلنے انگلیان  
اٹھنے لگیں۔ ۵

مراہم حسین چہرہ گلفام بود | بلور نیم از خوبی اندام بود  
آزاد نے کہا خواجہ صاحب اب آپ یہاں شادی کر لیجیے

اور مزے مزے رہیے۔ یہاں عورتیں بہت ہیں اور حسین  
اور آپ ہی کی سی گران ڈیل کو نو کو شش کجائے  
کسی سے کہیں سنیں۔ خوجی نے کہا اب روم سے واپس  
آئیں تو بھر شادی کی فکر کریں۔ ابھی نہیں۔ مفت  
میں شادی کر کے آؤ نہیں۔ جو روائگ چیتا لے ناک  
میں دم کر دے۔ یہ پروسس ٹکا پاس نہیں۔ (تو بھر شادی  
کی دھن سمائی جو واہ واہ صاحب ماہ ہاں شرمی سے  
واپس آئیں۔ تو پھر بیاہ رہے۔ یہاں خواجہ بدیع  
بھی دوٹھانیں۔ ۵

<p>آنکھ ہوا دن نقاب غافل دراں گل سے بہار بوستان ہو الماکس دان ہوں جھارٹاٹو میتا جے چاندنی کا دان فرش</p>	<p>بار چاہا کہ کوڈ پڑون اور کوڈ کے لاؤن مگر ہاتھ پاؤن پھول گئے۔ سوقت ہم بھی اپنے وقت کے بادشاہ ہیں۔ ع لے غم زدے نے غم کا لے آؤ اب مذاق کی باتیں ہوں۔ ۷</p>
<p>آزاد۔ اہو ہو ہو۔ فرے میں آئے میان خوجی۔ خ۔ دسکرا کہ چھپر خانی سے آپ باز نہیں آئے پھوہی خوجی۔ خوجی۔ بھائی خواجہ صاحب کیون نہیں کتے خواجہ بدیع کو نہ۔ میان آزاد خوجی کو لیکر ایک کوٹھی میں گئے اس کوٹھی میں قومہ کی سوداگری ہوتی تھی۔ آزاد نے اپنے دوست کو دہان بٹھایا۔ اور ایک آدمی کے ہاتھ انیم منگوائی۔ انیم دیکھتے ہی میان خوجی کھل گئے سیکڑوں ہی دعائیں دین۔ بھائی آزاد داد احمد اسدم تو نے سبحانی کی۔ خدا گواہ ہر جلالیہ جلالیہ۔ مصرعہ</p>	<p>فکر کو میں کی رہتی نہیں مگر خوارون میں غم غلط ہو گیا جب بیٹھ گئے بارون میں ایسطح انہوں نوش بھی کو میں کی فکر سے آزاد ہو جائے ہیں۔ ایک گندے کی انیم گولی۔ گولے ہی گولے سر درجم کیا۔ پی تو لگی درد کی سو جھنے دینا دانیہا سے واسطہ ہی نہیں۔ ۷ ایسی سم سہری کیو مراعض نیاز گلشن یار میں گر ہو ورسالی تیری آزاد۔ اب تو واقعی درد کی سو جھنے لگی۔</p>
<p>او وقت تو خوش کہ وقت ناخوش کردی واہ بھئی واہ۔ خدا کرے کہ چاہی پالچ مینے میں حسن آرا سے طو اور فائز مرام ہو۔ انیم ہاتھ میں لیکر ایسے خوش ہوئے کہ جاے میں پھوے نہ سہائے۔ ایک چینی کی پیالی لیکر دکان ہی میں انیم گولی ادھبکی لگا لی واہ آزاد کیوں نہو۔ دوست صادق سچے بار دادہ کے محسن تھیں ہو۔ شاباش شاباش۔ کیوں نہو دادہ احسان عمر بھر نہو لوں گا۔ بھئی انیم بیٹا بڑا ہی گر لت کو لیکر بن مجوری ہے۔ قسم خدا کی انیم کی ڈیبا جوت میسے جاز پر جھٹ گئی۔ پس یہ معلوم ہوا کہ ترغ کتے کے پا ہو گیا جیسے ہی مرٹا۔ ڈوبنے کا اس قدر رنج نہوا۔ دین</p>	<p>میان خوجی اس کان میں حسب اجازت مالک مکان بیٹے۔ آزاد نے کھانا کھایا اور ادھر ادھر ٹہلنے لگے تو دیکھا کہ کئی کتابیں ایک کونے میں مٹی ہوئی ہیں۔ ایک ایک کتاب کو دیکھنے لگے۔ کچھ بونانی تھیں کچھ عربی مگر دیکھتے دیکھتے ایک انگریزی کتاب انکے ہاتھ آئی۔ کرسی پر بیٹھ کر کتاب پڑھنے لگے۔ مالک دکان نے دیکھا کہ ایک خوش رو جوان ہر جہے سے شہر ادگی کے آثار عیان ہیں۔ پوچھا کہاں کے قصہ ہیں۔ انا ہی نک آئے ہو یا کہیں اور جاؤ گے۔ آزاد نے نہایت ادب کے ساتھ جواب دیا کہ جی نہیں اسکندر یہ جانے کا غم ہے۔ کل جاز پر سوار ہونگا اور ہاتھ ٹرکی جاؤں گا۔ مالک دکان نے کہا وہاں ہماری بھی ایک کوٹھی ہے۔ آپ اسی کوٹھی میں فروکش ہوں اور اگر کسی</p>

دوست کے پاس جاتے ہیں تو پھر آنا دہشت خوش ہو کر سوچے یہ خوب ہے۔ چلو بالفعل رہنے کا تو سہارا ہو گیا۔ کہا آپ ایک خط لکھ دیں تو کیا مفاد۔ مالک مکان نے کہا بھلا خوشی ابھی ابھی لکھو ننگا آپ وہاں بھٹن دارام بسر کیجیے۔ بندہ آزاد آپ کو قسطنطنیہ کی سیر دکھا دیگا۔ آج کل تو وہاں جنگ چھڑی ہے۔ آزاد آہ سر دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اخبار ٹائمز اس کو بھی کے مالک نے آکودیا اور یہ پڑھنے لگے۔

آزاد۔ اچھا۔ چھڑ گئی۔  
مالک کو بھی۔ (مالک) ہاں اور کیا۔  
آزاد۔ مگر جنگ عظیم ہوگی۔ وہ سے لوہا لڑے گا۔  
دیکھیے انجام کیا ہوتا ہے۔

مالک۔ ہم نئی بارش کی جا چکے ہیں۔ دودو تین تین برس وہاں رہے ہیں اسپین میں نوکری کی۔ جرمنی میں برسوں رہے۔ یورپ کا کوئی ملک ایسا نہیں جو بننے نہ دیکھا ہو۔ اسپین کی لیڈیان سب ملکوں کی لیڈیوں سے زیادہ نیک ہیں مگر مرد بڑے شور و شہت خون کے مقدے کثرت سے ہوتے ہیں۔ ترکی کے جتنے ماتحت صوبے ہیں سب اس کے دشمن ہیں سردار اور مانی بیگم اور البانیا اور ہرگز گونا اور گلیسر سب خلافت۔ درپردہ روس کی مدد سے اس سب سے وہ سب کے سب شہر تھے۔ سنا کہ یونان بھی تھیلا ڈھانڈا ہے۔ اگر انگلستان نے ترکی کا قبضہ کیا تو جرمن اور آسٹریا روس کا ہاتھ بٹا بیگا اور پھر شاید فرانس انگلستان کی طرف ہو۔ مگر بڑی جنگ عظیم ہو جائے۔ بس پورے

بھر کی جنگ ہو لیکن ہم کو یقین نہیں کہ انگلستان کسی کا ساتھ دے۔

آزاد۔ کیا انگلستان ترکی کی شکست سے خوش ہو گا یا ترکی کی فتح و شکست سے انگلستان کا نفع و نقصان برابر ہے ہم جانتے ہیں ترکی کا کچھ نہ کچھ جبرائیل انگلستان ضرور کرے گا اور انگلستان پر فرض بھی ہے کہ ترکی ہمارا حدم دست ہے۔ مالک۔ اگر ایشیاء میں روس نے فتح پائی تو برٹن کو سخت ناگوار ہو گا۔ اور اگر یورپ میں فتح پائی تو کچھ لے دے کہ روس چل دیگا۔ مطلب یہ کہ ترکی میں غلامی ترکوں کی رہے گی۔ روسی چاہیں کہ وہ حکمرانی کریں یہ محال ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔

آزاد۔ اچھا پھر اتنے صوبے روس سے نکل گئے تو پھر باقی کیا رہا۔

مالک۔ پھر جنگ کا کچھ نہ کچھ نتیجہ ضرور ہی ہوتا ہے ترکی ٹریٹنگ خوب۔ اور روس کے سپاہی بھی بڑے جری ہیں لیکن روس کے پاس سامان بہت بلیس ہے۔ ترکی کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ہاں اگر افسر سالت کے ساتھ لڑیں تو روس سے البتہ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ آپ تو کبھی ترکی گئے نہیں۔ میں بخوبی واقف ہوں۔ وہاں باہمی ناجاتی انتہا سے زیادہ ہے جتنے بادشاہ ہیں سب اپنا اپنا بھلا چاہتے ہیں مگر ایک بات ضرور ہم کہیں گے کہ ترکی سپاہیوں سے زیادہ جری اور شجاع شاید کوئی قوم ہو۔

آزاد۔ بیشک ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہم فتح حاصل کر چکے۔ لیکن ہاں خیال اس قدر البتہ ہے کہ جرمنی روس کی ملک نہ کرے اور ہمارا سامان کم نہ ہوئے پائے اور ہمارے

جنرل مالک کے نام پر جان دین باہمی شکر بگی اور خود غمی کو جھپٹ کر پھینکے۔

مالک - ہاں یہ شکل ہے۔

آزاد - پھر شکل پر تو بیچ بھی مشکل ہے۔ روس کے جنرل کوئی نوڈے تو ہیں نہیں کہ فاش غلطیان کرنے لگیں جیسے جری ٹرکی کے سب پاہی ہیں ویسے ہی اگر انگریزی ہوں تو روس سے خوب مقابلہ ہو سکتا اور بیچ کا حال تو کوئی کہ نہیں سکتا۔ مگر انگریزوں نے اگر خود غمی نہ کی تو مار بیا ہے۔ پھر کچھ خون کا مقام نہیں۔

مالک - آپ بھی سنی ہیں۔

آزاد - جی ہاں مگر مجھے تعصب مذہبی نہیں ہے۔

مالک - لیکن آپ یہ تو ضرور دعا مانگتے ہو گئے کہ ٹرکی بیچ جائے۔

آزاد - میں دعا بالفرد بالفرد۔ میں تو جانا ہی اسلے ہوں کہ جان دون اور جان لون شیعہ اور سنی ہوتے ہیں سب ایک ہیں۔

مالک - شاباش۔

آزاد - آپ مجھے ایک خط اپنے ٹرک کے نام لکھ دیجئے گا۔ مالک - ضرور۔

آزاد - وہاں موٹیل بھی ہے یا نہیں۔ ہوٹل تو ضرور ہو گئے مگر میں جانتا ہوں کہ کسی سے ملاقات تو ہو۔ رہوں چاہے جہان مگر آپ کے ٹرک کے ملاقات ہو جائے۔

مالک کو ٹھٹھی ایک لائق اور معاملہ فہم تجربہ کار ماورس آدمی تھا۔ میان آزاد سے جو گفتگو کی اور دیکھا کہ ملکی معاملات کو خوب سمجھتے ہیں تو خوش ہوا اور ان کی بڑی خاطر کی۔

یہ ایک طرار آدمی۔ لائق خالق۔ تربیت یافتہ پولیسکس سے دانت۔ علم مناظرہ میں طاق۔ شاعری شاعری میں شرفی مالک کو ٹھٹھی کو انھوں نے اپنی تقریر پر غرور سے بہت خوش کیا۔ مالک کو ٹھٹھی نے انکو انواع و اقسام کی اشیاء دکھا دیں ایک جاتو دکھا کر کہا یہ رجا روڈ مٹھور کے ہاتھ کا بنا ہے رنگت ان کے جاتو اس قدر خوشنما اور سیراسی شخص کی کوشش سے بننے لگے۔ ورنہ اسکے قبل بھدے بننے تھے۔ یہ سولہ صدی میں تھا تھانہ ام سے اسنے جاتو بنانے شروع کیے آزاد نے اس جاتو کو بغور دیکھا اور کہا اب تو سفیلڈ کے جاتو اس سے اچھے بننے لگے۔ مالک کو ٹھٹھی نے جسکا نام رستم جی بھائی تھا میان آزاد کو ایک نہایت لذیذ ناریج دیا اور کما نوش جان فرمائیے۔ یہ میرے بل کا آزاد نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔

آزاد - ایک سال میں کس قدر بھل گئے ہو گئے۔

رستم جی - (رس) اسکا ٹھٹھہ ذرا مشکل ہے۔

آزاد - فینسل ایک مقام ہے۔ سنا وہاں سال بھر میں آٹھ آٹھ ہزار بھل اترتے ہیں۔

رس - آپ کو خوب تحقیقات ہے۔ اس قدر تو ہو کہ کبھی معلوم ہے کہ شہنشاہ میں مقام سینٹ سے بادشاہ (روم اطالیہ) کا ایک درخت تھا۔ اس سے قبل شاید یورپ میں ناریج کا درخت نہ تھا۔ ایک سیاح تھا اس نے لکھا ہے کہ وہاں

میں باغیچہ میں ایک درخت اُسے دیکھا تھا۔ آزاد - اور لمبا روڈی میں ایک درخت ہے جو بیس سیرز کے وقت کا۔

رس - جو بیس سیرز حضرت عیسیٰ کے کوئی چالیس یا بیس

برس قبل کا۔

آزاد۔ اور کیا۔

رُس۔ ایک فرانسیسی مجھ سے کہتا تھا کہ بشا بنامین ایک پیر بری۔ کوہ ونگٹن دوسو پچاس فٹ اونچا۔

آزاد۔ امیر احمد۔ دعائی سویٹ کی بندی۔ درخت

کیا ابو الاشجار ہر ہزار ہزار اور سات سات سو اور آٹھ آٹھ سو برس کے تو اکثر درخت ہیں مگر اس قدر ارفع نہیں سنا تھا آجک۔ دعائی سویٹ۔ آن فو کچھ ٹھکانا ہے۔

رخ۔ بھئی و امیر انبی اور چاندو باز ہمارے نافع ہی بزم ہیں۔ اس گپ کے قربان کئے تھے پانچزار برس کا پیر بری اور آسمان تک اس کی شاخیں پہنچ گئی تھیں معلوم ہوا فرشتے ہاتھ بڑھا کر اس کے پھل توڑنے ہوئے ات سے کذب۔ اور کیسے معجز قبر آدمیوں کے نام لیے۔ فلانا سیاح کہتا تھا۔ فلانا فرانسیس کہتا تھا جھوٹے پر۔ کو بیش باد۔ ابھی ہم جو کوئی بات کہیں و کسی کو یقین ہی نہ آئے۔ لاجول و لا توہ۔ پانچزار برس کا درخت! اللہ ہی گپ۔

آزاد۔ آپ جی اُنھے۔

رخ۔ میان خدا کے لیے اس قدر جھوٹ تو نہ بولا کرو۔ کچھ خوت خدا بھی جی پائیں۔

آزاد۔ (رستم جی سے) آپ نے افریقہ کی بھی کبھی سیر کی ہے۔ رُس۔ مرنے مرنے بچا۔

رخ۔ وہ تو ہم سمجھے ہی تھے۔ کیا زمانہ ہے۔ بچے مرنے جاتے ہیں۔ امدان ایسے جھوٹے مر مر کے بچ جاتے ہیں۔

رُس۔ افریقہ اور یورپ تو زمانہ پستان میں باہم لے ہوئے تھے۔ آزاد۔ اچی بان۔ سمندر حائل نہ تھا۔ علما کا قول ہے کہ فتنہ رفتہ سمندر کا وہ ٹکڑا جو ان دونوں برعظم کے درمیان میں حائل ہو چڑا ہوتا جا بیگا۔ علما علم جیا لوجی نے اس کی خوب کامل تحقیقات کی ہے۔ انگلستان اور فرانس بھی باہم لے ہوئے تھے۔

رُس۔ بان مگر یہ شاید ابتداء آفریش کا ذکر ہے کیونکہ مورخ مرن جیا لوجی کے سبب سے ایسا سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس زمانے سے یہ دونوں ملک باہم جدا ہو گئے۔ سر چارلس وائل کی رائج ہے کہ اسکا پتا نہ معلوم ہوا۔ آزاد۔ بیشک۔

رُس۔ جیا لوجی نے بہت کچھ سکھایا۔ نئی نئی باتیں اس علم کی بدولت ظاہر ہوئیں۔ اور طوفان نوح کو تو علما جیا لوجی مانتے ہی نہیں۔

آزاد۔ مگر ہمارے یہاں تو ثابت ہے۔

رُس۔ اور بائبل (انجیل) کی مد سے بھی۔

آزاد۔ (خوجی سے) کچھ سمجھے یہ کیا کہتے ہیں۔

رخ۔ خدا جانے کیا گٹ پٹ کر رہے ہو۔ وہ تو اردو میں جب گفتگو ہوئی تھی تب ہم بھی سمجھتے تھے مگر شاہ امیر یہ جی جی بھی بڑے محقق ہیں۔ اردو جاری کا ناخون کوئی تے ہیں۔ آزاد۔ یہ طوفان نوح ہی کے قائل نہیں۔

رخ۔ بجا۔

آزاد۔ مامد نہیں قائل ہیں۔

رخ۔ اچی جھک مارتے ہیں۔ طوفان نوح کے قائل نہ ہونا کیا معنی۔

پاور ہوا۔ ایک حضرت فرماتے ہیں کہ دور میں کے ذریعہ سے  
انہوں نے دس منٹ میں ڈیڑھ ہزار سارے گل بنے۔

آزاد۔ (تمہہ لگا کر) وہاں یہاں۔

رئیس۔ اذکیا۔ کٹری میں البتہ یہ باتیں نہیں ہیں جو کہو  
اسکا ثبوت دو۔ ورنہ کچھ بھی نہیں۔

انہی میں مانسا کا ایک روزانہ اخبار رستم جی کو ہر کارے  
نے لا کر دیا رستم جی پڑھنے لگے۔ تو وہ کل میں ایک خبر دیکھ کر

بیان آزاد سے پوچھا کہ آپ کا اسم شریف۔

آزاد۔ مجھے بیان آنا دیکھنے ہیں۔

رئیس۔ آغا آپ تو بہت بڑے شخص ہیں میں نے جنت  
آپ کو دیکھا تھا اسوقت سمجھ گیا تھا کہ ذکی ابلع اور جری

آوی ہیں۔ آپ کی انجمن میں بڑی تعریف تھی۔

آزاد۔ (متحیر ہو کر) میری تعریف۔

رئیس۔ جی ہاں۔

آزاد۔ میری تعریف کیسی۔

رئیس۔ آپ کی تعریف۔ آپ کی تعریف۔

آزاد۔ گستاخی معاف آپ کو دھوکا ہوا۔

رئیس۔ پھر خود ہی نہ ملاحظہ کر لیجیے۔

آزاد۔ لائے دیکھوں تو۔

بیان آزاد نے اخبار لیا اور وہ کل کی خبر پڑھنے لگے۔

افسوس صد افسوس کہ جتنی دینس نامے ہمارے برسوں

جزیرہ ہرم کے قریب کے وقت غری ہو گیا۔ اس سچے روح دس

کی کیفیت ہو کہ ایک مختصر آدمی کی زبانی جو اسی جہاز پر تھے وہ

معلوم ہوئی کہ کتب باہر تھی اور باشرط اس رہی تھی کہ فتنہ

جہاز کے ناقدانے اطلاع دی کہ طوفان عظیم آنے والا ہے۔

رئیس۔ اگر کو ایک عالم تھے۔ انکا مقولہ ہے کہ اگر کوئی شخص

مجھ سے پوچھے کہ کونہ شمس میں آبادی ہے یا نہیں۔ تو میں

جواب دوں کہ مجھے اسکا حال نہیں معلوم۔ لیکن اگر کوئی

مجھ سے پوچھے کہ جسطرح ہمارے کرے کی مخلوق میں اسطرح

اُس کرے کے موافق بھی ذی روح ہو گئے یا نہیں تو میں

کہوں کہ ہاں ہو گئے۔ ہر شل کا مقولہ ہے کہ کونہ شمس

میں آبادی ضرور ہے۔

آزاد۔ ہم علماء اجل کی رائے میں تو دخل نہیں دیکھتے

مگر اسقدر ضرور کہنے کے ہمارے ناقص علم نفس میں کونہ

شمس ضرور بالفرد آباد ہے۔ ممکن نہیں کہ آنا بڑا کرہ جتنا

باری نے یوجہ بنایا ہو۔ آبادی ضرور ہے۔ اور جو یہ کہا جا

کہ صرف کونہ زمین کے فوائد کے لیے کونہ شمس کی ضرورت

لاحق ہوئی تو ہمارے نزدیک یہ کلمہ کفر ہے۔ بھلا عقل

سلیم کبھی تسلیم کر سکتی ہے کہ آنا وسیع کرہ جناب باری

نے صرف اسقدر راجح کرے کے فوائد کی غرض سے پیدا

کیا ہو۔ ایک صاحب کی رائے ہے کہ کونہ قمر میں آبادی غیر

ممکن ہے اور خیر سے اسکا سبب کتنا عمدہ فرماتے ہیں۔ ان

حضرت کا قول ہے کہ کونہ قمر میں بانی نہیں ہے اور بانی کے

بغیر ذی روح کی زندگی محال ہے یہاں تک کہ نباتات غیر

بانی کے نشوونما نہیں پاسکتے۔ مگر یہ دلیل بھونڈی ہے کہ

تھم نہیں ہم کہتے ہیں کیا مرفہ ہے۔ کہ کونہ قمر کی مخلوق

بھی بانی ہی کے ذریعے سے زندگی بسر کرے ممکن ہے کہ

وہ بانی ہی نہ بنیں۔ علاوہ ہرین اکثر علما نے ثابت کیا ہے

کہ کونہ قمر میں بھی بانی ہے۔

رئیس۔ انہیں سے اکثر بائیں فرضی ہیں بالکل خیالی بیج

آزاد۔ جی کیا کارنمایاں کیا۔ فرض ادا کیا۔

رئس۔ ہیکے ہندوستان میں اخبار پانیر کی اشاعت سب سے زیادہ ہوتی ہے مرن میں آج ایک آرٹیکل لکھا کہ جی بھیجا ہوں اسلئے کہ خوش ہونا چاہیے کہ ان کے ایک تھوٹن نے اس دیر نام نیک حاصل کیا۔

آزاد۔ ان کلمات کو میں آپ کے حسن اخلاق پر محمول کرتا ہوں۔

خ۔ ارے میان آزاد ہوت۔ میان سے بھلا کم سے کم جبارانہ رویے کی تو انہی سے چلو۔ ورنہ راہ میں انتہا کی تکلیف ہوگی اور میں مری جلد نگاہت میں کسی مسلمان کی جان لوگ خدا کے لیے بھائی خریدو۔

رئس۔ جی کیا جاہیے۔

خ۔ انہی ساتھ نہیں جی۔

رئس۔ ہم آپکو عہد سے عہدہ انہی دینگے۔ سیر بھر۔

خ۔ ع۔ اے میں میری زبان کے قسربان۔  
واہ میری جان۔

آزاد نے فقہہ لگا کر کہا کیا خرافات کہتے ہو۔ عجب گو لکھا ہے۔ بھی بھلا اس نے بکے بن کے کیا مننے خواہ مخواہ بیودہ میری جان اور زبان کے قربان۔

پانچون دن میان آزاد جہاز پر سوار ہونے کو گئے۔

رئس جی نے اپنے بیٹے کے نام ایک خط لکھ دیا اور آزاد کو انکی تسلی کے لیے سنا بھی دیا۔ مہین لکھا تھا کہ جسد ادا کی غلطی کر دے اس قدر کھاری سعادت ہے میرے معزز دوست ہیں تم ان سے باود پیش آنا اور انکی مدد کرنا۔ خط لیکر میان آزاد اور جی رستم جی سے رخصت ہو کر اسکندریہ میں داخل ہوئے

لوگ شہی بی بھول گئے۔ حیران و پریشان۔ تھوڑی دیر میں طوفان آہی گیا۔ کپتان آستھہ ناخانے بڑی بھرتی اور جرات اور لیاقت سے کام کیا۔ مگر طوفان سے کچھ بس نہ چلا۔ تین لایف بوٹوں کے ذریعہ سے ستراسی آدمیوں کی جان بچی۔ میان آزاد اسے ایک شٹلین باشدہ ہندوستان نے اس طوفان کے وقت بڑا کارنمایاں کیا۔

تین بار لایف بوٹ سے جہاز میں کودا اور لوگوں کی جان بچائی خود کپتان آستھہ نے جیسے بیان کیا کہ ایسے نازک موقعوں پر کسی نے اپنی جان اخبار کے لیے معرض خطر میں نہ ڈالی ہوگی اس شٹلین نے اپنی جان کا ذریعہ خیال نہ کیا کپتان آستھہ اور انکے نیشنلین کو خوب ہمدردی۔ جہاز تھوڑی دیر میں دوب گیا ایک لایف بوٹ کو باوجود کچھ دوسرے رنج بھلی اور شٹلین ملیں

تاسے ایک حسین اور جری انگشتمین سمندر میں گر پڑے۔ میان آزاد نے اس شخص کو ڈوبتے ہوئے جو بکھا تو آتش ہمدردی انسانی جوش زن ہوئی۔ خود کو ڈوبے اور اس شخص کو ڈوبنے سے بچایا۔ مگر لایف بوٹ ہاتھ نہ آیا۔ مسٹر اسٹلین تو لایف بوٹ پر پہونچ گئے مگر میان آزاد بچارے کو سمندر پر کہ جزیرہ سیرم تک جانا پڑا۔ جزیرے کے باشندے دے دیا مانگ رہے تھے کہ یا انہی اس جوان کو بچا۔ خدا خدا کر کے میان آزاد جزیرے تک پہونچ گئے۔ اس شخص کی لسانت اور سچی شجاعت اور ہمدردی یادگار رہی۔

آزاد نے مسکرا کر کہا۔ بس اخبار ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اگر جہاز ڈوبا دھر جھپ سے خبر چھپ گئی۔ میری نسبت جو لکھا ہے انکی عنایت ہے۔ مگر اور واقعات تو خوب لکھے ہیں مختصر اور جامع

رئس۔ آپ نے واقعی کارنمایاں کیا۔



## آتش زنی !!!

جمرات کے دن آستانی جی کی آمد آمد کی خبر سنا کر حسن را اور انکی سنین خوش نہیں کیونکہ آستانی جی کو ان سب دلی محبت تھی بڑی سچائی نے کہا بیٹا آج جمرات ہر آستانی جی وعدہ کر گئی ہیں آتی ہوئی وہ مثل اپنی خاص سنینوں کے نکو سمجھتی ہیں۔

اتنے میں آستانی جی دہلی سے اتر آئیں اور بولیں کہ اگرچہ آج بھگو امانہ تھا کیونکہ ایک جگہ جانیکا اقرار کر لیا ہر مگر وعدہ کے موافق چلی آئی۔

بڑی سچائی (دب) اب تم دو چار روز ہمیں رہو ورنہ گونا گونا آستانی جی سزاؤں اب پرسوں آکر کہانیاں شروع کر دیں گی۔  
ب۔ (حساب لگا کر) ابہن۔ پرسوں تو سنیچر ہے ہم سنیچر کو کوئی کام نہ شروع کرنے دینگے۔

حسن۔ امی جان یہ بھنے کے دن بیچارے نے بھلا کیا مفسور کیا ہر سب دن اسی کے ہیں۔

ب۔ بابا ابھی نا گردہ کار ہو۔ جب بڑھی ہوگی تو اٹے دل کا بھاء معلوم ہو جائیگا۔

حسن۔ خیر۔  
آستا۔ (مسکرا کر) ہم بھی کچھ کہیں۔

حسن۔ کہیے کہیے فرد کہیے۔ مگر منہ دیکھے کی سند نہیں۔

ب۔ ہرچہ سے لڑتی رہتی ہر کہ یہ بھی غلطی وہ بھی غلطی ہر آنکے نزدیک جو کچھ سب غلطی ہیں یہ ایک سچی ہیں اور نہیں!۔  
حسن۔ بولے آستانی جی۔

آستا۔ ہم تو تمھاری سی کہتے ہیں۔

حسن۔ صاف صاف کہیے۔

آستا۔ کیسا سنیچر اور کیسا پیر سب دن اصر کے ہیں سنیچر کی

بگاڑا ہر اور پیر میں کوئی نہ لہو کے ہیں سو اسے دینی قیاسی باتوں ب۔ مان۔!

آستا۔ جی! اور اب سمجھیں کہا تمھیں ہمیں۔

ب۔ (دھنسر کر) یہ یک نشہ دوشد۔

آستا۔ یہی ہتھوان باتوں کو دھک سلا سمجھتے ہیں۔

ب۔ جس کی را تو بھلا کچھ ہی ہیں بھی۔ وہ بچہ بچے جھوٹ جانیکا بڑی دوسری ہو کیوں مفت عذاب میں پڑتی ہو۔

آستا۔ (مسکرا کر) خیر جلد ہم اپنی جگہ لینگے۔

ب۔ بھلا سنیچر کے دن کوئی کام شروع کر کے دیکھ نہ لو۔

آستا۔ اے وہ۔ کیا ہو گا کیا۔

اتنے میں پانچ بجے درستی جی گھر کو بولیں کہ ہو جانے دو بھی ب۔ یہ کیوں نہ کیوں۔

آستا۔ کسی سے اقرار ہے۔ سچ جاؤ کل فرد در آگئی اور یا اگر گلا چلی گئی تو پھر پرسوں۔

ب۔ اچھا جاؤ۔ اصر کرے جلد آؤ۔

کوئی چھ بجے کے وقت حسن آرا اور پھر آرا اور بہار لہا اور وہ نے گھر کے حمام میں خوب غسل کیا اور نکھر کر متابی پر جواہرین معلوم ہوا کہ چار چاند سر شام نظر آئے۔

حسن۔ اسوقت آستانی جی نے ہم ہماری بڑی مدد کی۔

بہار۔ کیا۔ کیا مدد کی۔

حسن۔ انا جان نے کہا کہ آستانی جی بہان ہی دو چار روز ہم لڑ کیوں کے دل بھلا نیکے لیے تو کیا ہرچہ ہے۔ آستانی جی نے پرسوں کہانیاں کوئی۔ اے جی بس پرسوں نام لینا تھا کہ آستانی

گئے۔ جمعات۔ جمعہ سنیچر۔ ماہین سنیچر بڑوں پر ہم سنیچر کے دن کی شروع نہ کرنے دینگے۔ پیر میں بولی کہ وہ سنیچر اور جمعہ کیسا سب

ایساں میں۔ آسانی جی نے بھی میری تائید کی تب تو اناں جان گئی  
چکریں میں کھنکھارے بڑی دھڑکی عورت ہو کر اُسکا جنبہ کرتی ہیں۔  
بہار۔ بان وگ ماننے تو ہیں۔  
روح۔ پھر ناگین۔

سپہر۔ کوکون کے ماننے سے ہمیں واسطہ۔  
روح۔ اے ہن بعد جانا ہے اس ہار میں یہ بڑی ڈروک ہیں۔  
حسن۔ دام ہماری ہن اور اتنی ڈروک ارے تو بہ تو بہ۔  
روح۔ ہمیں شرم آتی ہے۔

بہار۔ بھلا تو بڑا سپاہی جب جانیں کہ گج شام کو جہان بر چراغ  
رکھ دین ان تم میں یا اپنا نام نور زور واد چراغ کو ل کر کے چلی آؤ۔  
روح۔ کیا کیا بنتی ہو۔

سپہر۔ تم جانتے ہیں۔  
حسن۔ بان کریم تو نہیں سے کوئی چاہے جاؤ ان سے جو ہو کیا کھلاؤ گی۔  
بہار۔ اور تو نہیں سو سو روپے بدلتے ہیں۔ جس کا جی چاہے  
باتھ پر اٹھ لے بس جھوٹی باتوں پر ہمیں غصہ آ جاتا ہے۔  
روح۔ دود روپے تو ہم بدلتے ہیں۔

حسن۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ جیتیں تو ہمیں چار روپے دین۔ اور  
ہم ہار میں تو انھیں آٹھ دین۔  
بہار۔ منظور۔

سپہر۔ ایک سے شرط منظور کی یا دونوں سے۔  
بہار۔ دونوں سے بلکہ تم بھی بدلو چاہو۔  
سپہر۔ (روپہ جھینک کر) تم بھی بسا دو۔

بہار۔ (روپہ جھینک کر) لوہنے بھی بسا دیا۔ بس۔  
حسن۔ خود واد چارچہ اور ایک سات۔ سارو پے ہمارا انساہن  
کی گرہ سے آج گئے۔

بہار۔ ادا ادا ادا۔ کہیں گئے نمون۔  
روح۔ اچھا پھر ہات کنگن کو اسی کیا ہے دیکھ لینا کب  
چراغ رکھو گی۔

بہار۔ بس شام کے وقت۔ اور کب۔ مگر تم ایک ایک جاؤ  
ادھر چراغ کو ل کر کے تین تین بار اپنا اپنا نام لینا۔  
سپہر۔ ایک ایک دفعہ نہیں دودو دفعہ جائیں۔

حسن۔ اور تین تین دفعہ نہیں دس دس دفعہ نام لیں۔  
روح۔ اور چراغ کو ل کر ہی نہ کر دین بلکہ اور ساتھ لیتے  
آئیں اور اسی چراغ کو پھر چلائیں تو سہی۔ یہاں کوئی ڈروک  
نہیں ہر آ پکاسا۔

بہار۔ اے تو ہم کا ہے سے ڈروک ہیں بھلا۔  
اتنے میں بڑی بیگ صاحب تشریف لائیں۔  
سپہر۔ اتنا اس وقت تو امان جان کو مجھے پر آئی ہیں کہنا  
تکلیف کی اس وقت۔

ب۔ یہ کیا شرط دی جاتی ہے۔ ہم بھی تو سینہ ذری۔  
حسن۔ ہمارا انساہن کہتی ہیں کہ ہم رات کو ایک دیا  
روشن کریں کوئی اُسکو بجھا نہیں سکتا۔

بہار۔ بان کیا کچھ جھوٹ کہتے ہیں۔ آزا نو آج ہی سہی  
روح۔ اے کیا ہو گا کیا آخرش۔ ایک نہیں ہزار دفعہ  
آزا نو تو کیا۔

سپہر۔ سب کے پہلے ہم جا کر چراغ کو بجھا بیٹنگ۔ وہ  
بات ہی کیا ہے۔  
بڑی بیگ نے جیب سے سی کی اور اٹھ کھڑی ہوئیں

ب۔ لو میں تو جاتی ہوں اب۔  
حسن۔ جائیں جائیں۔ کمان کمان۔ امان کمان جلیب

آئین کہا جلیں کیا۔ اور ذری طبعی نہ۔

بہار۔ اتنی تکلیف کی اور ایسی جلدی جلیں۔  
بڑی بیکر اتنا کی ضیعت الاعتقاد پرانے فتن کی عورت  
تھیں جادو کوئے لکڑے غویذ بھوت پریت ان سب  
باتوں کی دل سے معتقد انھوں نے جو یہ باتیں سنیں تو  
سخت ناگوار ہوا۔

ب۔ اب تم لوگوں کے سچ میں کون بیٹھے بھلا۔

بہار۔ رنجھ ہوئی کیا۔ کیوں؟

ب۔ یہاں تو کفر کی باتیں ہوتی ہیں۔

بہار۔ واہ انا جان۔ کفر کی باتیں کیسی۔ اصر نہ کرے  
کفر کی باتیں بھوکو آئیں۔

ب۔ اب یہ کفر کی باتیں نہیں تو کیا ہیں۔ بھلا رات  
کے وقت کیا جائے کسپا چراغ ہو تم جو دن جا کر نام لو  
اور جان کو خدا انخواستہ متیلی پر رکھ کے جاؤ تو  
اچھا کہ ہوا۔

سیہر۔ اے تو امان جان۔ وہاں کیا کوئی شیٹھا ہوگا کہ  
ہم گئے اور وہ لگل کیا۔

حسن۔ اچھی یہ سب باتیں ہیں۔

ب۔ باتیں ہیں!۔ اصر نہ کرے کہ کسی دن جھپٹ  
میں آجاؤ۔

بہار۔ نافی بن نافی جھٹ کرتی جاتی ہیں۔ ایسی  
بڑی بہادر بنی ہیں۔

ب۔ تم تو بڑی ہو۔ تم کو یہ بیٹھے بھلائے کیا سوچی بھلا  
کہ چھوڑوں سے دے بیٹھیں۔

بہار۔ تو وہ جھٹ کرتی ہیں خواہی خواہی۔ مانتی ہیں۔

ب۔ اور جوڑ جاتیں تو کیسی ہوتی۔

سیہر۔ ہاں دیکھیے تو سی۔ ہم لاکھ جھٹ کرتے تھے تو کیا تھا  
انکو تو سمجھا چاہیے تھا۔ یہ سب سے بڑی ہو کے سب سے  
چھوٹی بنی جاتی ہیں۔

بہار۔ ہاں اب تو باتیں بناؤں گی۔ اب تو چڑھتی چڑھتی۔

ب۔ ایک دفعہ میرا کوئی سولہ سترہ برس کا سن ہوگا جب  
دو مین عجوبوں نے آپس میں بحث کی کہ ہم اندھیاری رات

میں تنہائی پر چڑھ کر میل کے پتے توڑینگے سوہ دو مین ایک طرف

تھیں اور مین اور جعفری یکم ایک طرف۔ خیر جیتے ہوئی

تو ہمنے کہا اچھا اب توڑو میل کے پتے تو جاتیں۔ وہ ڈھیٹ

تو تھیں ہی۔ تنہائی پر جھٹ چڑھ گئیں۔ اور بت سی تھیں اور

کو مین توڑ کر نیچے کی جھٹ پر آئے لگیں۔ بس زینوں پر ایک

دیکھا کہ ایک دھری سا ناچوٹا فٹنس رہا۔ دوڑو گواؤں نے

دوسری کو دکھایا بس دیکھتے ہی دیکھتے پتہ نہ جانے کہاں غیب

(غائب) ہو گیا۔ اسی دن اسے مین دیوار مین سے ایک ہاتھ

انکلا۔ پھر کو یہ جھٹ اٹھیں۔ اور جھٹک ہم اور دن کو بلا مین

اور جاتیں جاتیں تب تک یہ بیہوش ہو گئیں جیسے اسوقت

اکیلانہ جایا گیا۔ نہ ہماری عجوبی کی جرأت ہوئی گرنے کے آواز دی

تو وہاں سے دو چار عورتیں آئیں اور ایک خواہ سرا۔ رہنے پر

جو پہونچا۔ تو دیکھا کہ دونوں کی دونوں بیہوش بڑی ہوئی مین

اور پتہ اس کچھ نہ چھو ہاتھ بانوں بالکل غمگین جیسے رخ کے

شال اور میل کا شہر معلوم ہوتا تھا جیسے جڑ سے ہل جائیگا۔ ایک طرف

اور ایک طرف آواز پنے ایسے بولیں کہ اُن میری تو جان لنگھ گئی اور میری

ہم جوئی جعفری کے مگر تھر کا پتی تھی۔ مگر خواہ سرا اور ایک سیدانی

نے اُنکو اٹھا کر بٹھایا۔ کیڑا اور پانی پلایا اور تھ پر خوب

حصینہ دیے۔ جب ذرا پوش آرا تو بچے اتریں سکر ایسی سہمی  
آئیں کہ رات کو چنک چنک پڑتی تھیں ایک نے بڑے ہمارے  
سے جھکوا اپنی چار پائی پر تسلیا اور دوسری کی یہ کیفیت تھی  
کہ یحییٰ بن یثربی لپٹا لی چپ چاپ پڑی تھی۔ رات کو کوئی  
دو تین باہری چیخ چیخ آئیں اور ترکے جو جاگہ دیکھا تو پیل  
کے پتون کی رنگت ہی ادرھی۔

سپہر۔ یہ ہوا کیا تھا اما جان۔

ب۔ ہوا کیا تھا۔ اب تمہیں کیا بناؤں کیا ہوا تھا۔

مغ۔ کوئی شے ہوگی اسپہر۔ اعدہ بچائے ان مصیبتوں سے۔  
ہمار۔ یہ ہیکڑی کی لپٹی ہیں۔ ابھی جتا جتا (جھو) آٹھ دن  
کی پیدائش ہو۔

سپہر۔ ادھر ادھر اتھارا تو سر ہلنے لگا ہر۔ اور نہیں؟

مغ۔ اگر بیوی ہم کوئی آٹھ برس ہو گئے گوڈے سے آئے

تھے۔ میں تھی۔ پیاری کے آتھے اور حسنی تھی اور ایک منہار

چھکڑے پر رات کو راہ اپنے چلے آئے تھے۔ تو بیوی میں

کیا کہوں۔ یہ معلوم ہوا کہ جیسے میں میں ہزار دن پیسری لکڑی

کسوٹے چھو لکڑی اور وہ روشنی کہ افوہ۔ بعض بعض درخت

تو ایسے لو کہیں جیسے سج سج چلی ہو۔ ای میری شاہمت (شا)

میں نے پیاری کے آبا سے پوچھا کہ یہ کیا ہو۔ انھوں نے کہا

بن مانس۔ ارسے جب تو میں ڈر گئی۔ اور پیاری کے آبا

بولے کہ یہ انکی آنکھیں چمکتی ہیں۔ ای بیک صاحب میں کیا کہوں

تھے دونوں آنکھیں تو میں نے نہ دیکھیں اور پیاری کو زور سے

چھاتی سے لگایا اور اعدہ اعدہ کرنے لگی۔ تھوڑی دیر میں وہ بدی

دکھائی نہ دی تب میں نے آنکھیں کھول دیں ای میں نے

ایک پسر سے منہار نے ایک چھوٹی سی کیری توڑی پیاری

کے ہاتھ لگا کر جو کورا لائے دیکھتا ہوں تو دس پانچ اور توڑو  
چکے سے۔ کل چھٹی بنا بیٹے منہار نے جیسے ہی ہاتھ پڑھا یا  
تھا کہ سنی اونچی ہو گئی۔ اُسے اور ہاتھ پڑھا یا سنی اور  
اونچی ہو گئی اب ہم سب دیکھتے جاتے ہیں کہ وہ گوری سنی  
اونچی ہونی چلی جاتی جو تب تو میں نے منہار سے کہا کہ اب

خدا کے لیے چلے آؤ اور وہ بجارہ (بجارہ) مارے ڈر کے

اگر پڑ پیاری کے ہاتھ لگا کہ اتریں۔ مگر میں نے روک لیا

وہ زور کرنے لگے میں چٹ گئی اتنے میں گاڑی بان کو پڑا۔

اور پیاری کے آبا بھی کو دسے دونوں نے جا کے اٹھا یا تو منہار

اٹھا گرا اپنے آپ سے میں نہیں۔ اور دیکھی با سنی تھی پھر بیک صاحب

وہاں سے چلے تو ایک پڑا گھنا مار ملا۔ اب گھر گور واد ہاں سے

دو کھیت تھا۔ باغ جو ملا گھنا گھنا تو پیل آپ ہی آپ ٹھہر گئے

جو دھری کجخت اور کھٹا تھا۔ منہار نے جگا باک میان کیا

سورہے زری زور سے آواز دی تھی۔ پس اوپر سے کوئی اور

بھی بول اٹھا کہ کیا سو رہے۔ ہر ہر میری توبس جو کوئی بولی

کاشا تو بھی لمونہ نکلتا۔ وہاں سے چلے تو راہ میں ایک شیر پر

آواز منے لگیں۔ پیاری کے آبا تو کہتے ہیں کہ انکا نام لیا

تھا مگر میری جان میں میرا نام تھا اور گاڑی بان کاشا تھا کہ

منہار کا نام لیا تھا اور منہار کے کہ گاڑی بان کا نام لیا۔

جون توں کر کے وہاں سے بھاگے لیکن ہم سب ڈر گئے تھے۔

ہاں گاڑی بان موا البت (البتہ) پڑا ڈھبٹ تھا۔

سپہر۔ ای ہر جو میں ہوتی نہ تو کھٹ گھٹ کے مر ہی جاتی۔

روح۔ ای یہ سب بائیں ہیں پس۔

حسن۔ اور نہیں کیا۔ چھوٹی بائیں تو ہیں ہی۔

مغ۔ حضور وہ پچھل بائیں تھیں۔

حسن - سنا ہوا ہے پچھلے پانچ ماہ میں وہ تمہیں اور میں  
سواے وہی ادھیات بات کے اور کچھ نہیں۔

منع - تو بیوی میں جھوٹ کیوں بولتی آپ سے بھلا۔  
اتنا تو سوچے۔

ب - یہ ایک نہ مانینگے۔ اسد نہ کرے کہ کبھی انکو مجبور  
ہو کر ماننا پڑے۔

روح - ہمیں ان باتوں پر منہ ہی آتی ہے۔ کوئی جانے  
مغلانی نے سب سچ ہی تو کہا۔

منع - جلو جھوٹ ہی سہی۔ کوئی جانے جھوٹ بولنے  
سے کچھ بچا بیگا جیسے۔

حسن - جھوٹ نہ سہی۔ مانا۔ مگر تم ڈر میں تو اپنی بیوہ کو  
سے۔ ابھی اسی دن دو لکھا بھائی کہنے تھے کہ بڑا بے  
مہینوں پڑی رہی ہیں تو ان میں سے آگ روشن ہونے  
لگتی ہے۔ تم اسکو غول بیابانی سمجھیں پھر کوئی اسکو لیا کر  
فقط سمجھ کا پھیر کر اور کچھ نہیں۔

منع - جی ہاں سمجھ کا پھیر ہے۔ کوئی جانے دنیا بھر دیکھ  
آئی ہیں۔ ہونہہ۔

بہار - اچھا وہ آواز کیسی آتی تھی۔ یہ بتائیے۔ آہیں بھی  
بڑی روشن تھی۔

حسن - آواز زور سے دی تھی یا آہستہ سے۔

منع - منہار نے اسے زور سے آواز دی تھی۔ گارڈیان کو  
لگا رہا تھا۔

حسن - بس پھر اس میں ڈر کا ہیکہ تھا۔ اچھا جگ میں جب  
آواز زور سے دو گے تب دوسری آواز پدا ہو جائیگی۔ اور  
پارکشت کسی خالی مکان میں زوری بڑا مکان ہو یا مسجد میں

جا کے بکار دو دیکھو آواز آتی ہے یا نہیں۔  
بہار - وہ مسجد تو خانہ خدا ہے وہاں پچھلے پانچ ماہ میں  
کیسے جانے پاسکتی ہیں۔

حسن - بس تو اچھا یہی آواز جو مسجد میں آواز پھر کے  
معلوم ہوئی تو ہم سچے نہیں تم سچی ہونہ۔ ہونہ۔ جاؤ ابھی بھی  
آواز۔

منع - بیوی مسجد میں انکا کسان گذر۔ وہ تو اسد کا گھر ہے  
حسن - ہاے ہاے کیسی بگلی سے سابقہ پڑا ہے۔ یہی تو میں بھی  
کہتی ہوں۔ جو مسجد میں بھی آواز آئے تو ہم جیسے آواز  
تو سمجھنا کہ وہ آواز میں پڑیوں ہی کی تمہیں نہیں تو مسجد  
میں بھی آتیں۔

منع - ہاں مگر بیوی۔

ب - ہاں تو کیوں سخت کرتی ہو میکا میکا کو وہ نہ مانینگے۔

بہار - اچھا ہاں چپ بھی رہو۔

سپہر - اچھا آسانی جی سے پوچھنے۔ بس جو وہ کدیں  
وہی ٹھیک ہے۔ ہر کہ نہیں۔

بہار - ہاں بس مانا۔

ب - وہ تو زمانہ دیکھے ہوئے ہیں۔ وہ کبھی نہ تمہاری  
کہننگی۔ چاہے پوچھ دیکھنا۔

حسن - جی ہاں۔ کل بھی تو آپ ہی کی سی کی تھی نہ یہی  
جلد بھول گئیں۔

ب - کل کو کسی بات ہوئی تھی۔

حسن - جب آپ نے کہا تھا کہ سپہر کا دن بڑا۔ اتوار اچھا  
تو انہوں نے کیا کہا تھا بھلا۔

ب - اوہ اوہ تمہاری خاطر سے کہا تھا اچھا اب آئیں تو

پوچھ لینا۔ وہ ضرور یہ باتیں مانتی ہوگی۔ اور میں تو امد  
کے بفضل سے ٹوکوری ہون میں تو بچوں کے کچھ کچھ کچھ  
امد نہ کرے تمہارے پائوں میں کاٹنا چھو۔ بھری دونوں  
آنکھیں تم دونوں اور یہ دونوں میں (حسن آرا سپہر آرا  
اور بہار النساء اور روح افزا)۔

بہار۔ واہ اما جان پہلے یہ دونوں پھر ہم دونوں سچ  
آنکھوں سے گھسنے درہوئے ہیں۔

روح۔ (مسکرا کر) ہم کتنے ہی کو تھے۔

حسن۔ اسوقت کیا بنیں بنیں ایک ہو گئیں۔

بہار۔ اچھا۔ کچھ سنا میں روح افزا۔ کتنی میں کہ بنیں بنیں

کیا ایک ہو گئیں۔ اسوقت تو تم ہماری میں نہیں ہو۔

نواب تو صاف صاف کتنے لگیں۔ اما جان رخصت۔

(مسکرا کر) بنا گی۔ اب رخصت ہوں نہ۔

ب۔ تم جانتو تمہاری بنیں جانیں۔ جگو جیسی حسن آرا

وہی روح افزا۔ جیسی بہار النساء وہی سپہر آرا ایک آنکھ

تم دونوں ایک آنکھ یہ دونوں۔

بہار۔ ہاں گردائیں بائیں کا فرق ہے۔

حسن۔ آنکھوں میں دایاں بائیں کیا معنی دونوں کیا

میں۔ کیا فرق ہے۔ آنکھ بھی کیا کچھ ہاتھ ہے۔ جیسی روشنی

دائیں آنکھ کی وہی روشنی بائیں آنکھ کی ہے کہ نہیں بھردا۔

بائیں کسی۔

روح۔ دایاں پھر دایاں ہے۔ بائیں پھر بائیں ہے۔

ب۔ چاروں داہنی آنکھ ہو۔

رات کو گیا رہے کے وقت چاروں بنیں جانہ کی

لطفت اٹھا رہی تھیں اور بڑی سلیم بھی خلافت مہول حسن آرا

کے پلنگ پر لیٹی ہوئی بائیں کرتی عین کہ دفعہ مغلائی نے کہا

ای حضور زہری چپ تو رہے یہ نکل کیسا ہو رہا ہے۔

ب۔ ہاں غل تو بہت ہے۔ کہیں چور آیا۔

سپہر۔ اے یہ روشنی کیسی ہے۔

روح۔ آگ لگی ہے کہیں۔

حسن۔ (پلنگ پر کھڑی ہو کر) ارے وہ شعلے نکل رہے

میں آت بڑی آگ لگی ہے کہیں۔

بہار۔ بی مغلائی ذرا تم ہلاؤ لاؤ (ہاتھ ملکر) ہاے اب کیا کرنا

ب۔ گھبراؤ نہیں گھبراؤ نہیں۔ ذری خورشید دو لھا لولاؤ

ارے یہ تو بالکل قریب ہے۔

نواب۔ (دن) کمان ہو سب کی سب واسطے خدا کے

ضروری ضروری اسباب باندھ کر الگ کر دو پڑ میں سن سزا

کے ہاں آگ لگی اور ہوا تیز ہے۔ اسوقت خیرت نہیں

نظر آتی۔ جلد زیور اور جواہرات الگ کر لو۔ اسباب اور

کپڑے کو جن میں ڈالو۔ (خدا شکار کو پکار کر) دیکھو بھی کھوڑے

کھلو اور کو گاریاں ابھی ابھی کھیل رہے لگا کر میدان

میں باہر کھڑی کر دیں۔

بہار۔ (ہاتھ ملکر) ہاے آت کیا ہو گا۔

ن۔ (گھبرا کر) آت غضب ہو گیا۔

حسن۔ ہاے ہاے شعلے آسمان کی خبر لانے لگے۔

نیچے آخر حسن آرا اور بہار النساء نے بڑی چہنی سے زیور

اور جواہرات کے ڈبے اور صندوقے باہر نکلے سپہر آرا اور

روح افزا سے کہا کہ خبردار یہاں سے ہٹنا نہیں۔ بڑی سلیم

چپ چاپ دیکھتی جاتی تھیں انکو حیرت سی تھی کہ ہو کیا رہا ہے تو دیا

اصیلین مغلائیان ادھر ادھر کی چیزیں بکھارتی پھرتی

نہیں۔ اتنے میں تین نہیں سب انتظام کر کے بچھ کر رکھے پر گئیں۔ مگر درج وہیں کھڑی رہی۔ کوٹھے پر جو تین تو رنگ فنی ہو گیا۔ دیکھا کہ شہزادہ ہمایوں فری کوٹھی میں چوڑا آگ لگی ہے اور ہر سمت سے شعلہ بلند ہیں یہ اتنی دیر کھڑی نہیں مگر گری اتر دکھائی تھی معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایسے مقام پر ہیں جہاں چوڑا نہ بجتی ہی بجتی ہے۔ دھیمان جو شخص تو بس ہی معلوم ہوا کہ گویا راجہ رتھڑ چٹخ چٹخ۔

بہار۔ ہاے لاکھون پر پانی پڑ گیا۔

حسن۔ اسوقت کوئی اس بیچارے کے دل سے پوچھے ہاے کیا گذرتی ہوگی۔

سپہر۔ بہن اورو تو آؤ۔ افوہ۔ دیکھو ہزاروں آدمی جمع ہیں۔

بہار۔ اس کھڑکی میں سے صاف معلوم ہوتا ہے صاحب لوگ بھی ہیں۔

حسن۔ پھر بہن شہزادے ہیں کہ کوئی ایسے دیسے۔

سپہر۔ ہاں باجی جان وہ کون ہے۔ ہر جہ وہ کون ہے۔

اتنے میں لوگوں نے اسقدر غل چٹایا کہ آسمان سر پر اٹھا یا اور رونے کی آواز آنے لگی۔

بہار۔ کہاں کون ہے۔ کون ہے سپہر آرا۔

سپہر۔ بہار النساء سے بہت کراف باجی (دروک) کا وہ مہتابی پر کون ہے۔

حسن۔ ہاتھ ملایا اسے یہ تو ہمایوں فرہین ہاے ستم اب یہ کیونکر چکے۔

سپہر۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی (باجی) ہاے باجی یہ اب ہو گا کیا۔ چوڑا آگ ہے۔ بچے بچے بچکا کیونکر چٹاؤ آؤف۔ آؤف۔ آؤف۔

بہار۔ ہاے اسکی جوانی پر ترس آتا ہے۔

حسن آرائیہ دھانپ کر خوب روئی۔ سپہر آرا کا یہ عالم کہ آنسو وں کا تار نہیں ٹوٹتا۔ اور بہار النساء حسرت کی نظر سے اس سرود بہار رعنائی کی مصیبت کو بعد حزن و ملال دیکھنے اور کٹ آنسو سے ملنے لگی۔ میرزا ہمایوں فرہتابی پر تن تناسا اس تاک میں سوئے تھے کہ شاید ان تباہ فتنہ ساز دغوبان سرایا ناز کا جھکڑا بعد مدت نظر آئے لیکن ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو چلی تو آنکھ لگ گئی۔ کئی دن سے سینہ بھر کر سو نہیں پائے تھے۔ لہذا سوئے تو گویا گھوڑے بچ کر۔ دینا و با فہما سے بیخبر۔ اب سننے کے جب جھٹ پر میرزا ہمایوں فری مہر بھی تو انہوں نے خدمتگار خاص کو حکم دیا کہ مہتابی پر بیجا کھچاؤ مگر کسی سے ذکر نہ کرنا۔ وہ ہلک بھلا آیا اور ایک ذرا زحمت لیکر گھر گیا یہاں اسکی آدمی کو معلوم نہ تھا کہ ہمایوں فرہتابی میں جب آگ لگی۔ تو وہ سب دوڑے آئے کہ شہزادے کو اٹھان مگر بستر خالی پایا تو سمجھے کہ کہیں گئے ہونگے یہ کسی کو خیال نہ ہوا کہ مہتابی پر جا کر دیکھے اور کوئی علم غیب تو پڑھا تھا نہیں یہ بیچارے بیدار ہوئے تو کب جب مہتابی کے نیچے کے حصے میں چوڑا آگ لگ چکی تھی خدمتگاروں اور حاضرین و ناظرین کے ہاتھ بانوں پھول گئے اسباب و سباب کے ثور نے کسی کو فکر نہ تھی یہی سوچتے تھے کہ یا خدا کسی طرح سے اسوقت اس بیچارے کی جان بچائیں مگر سب کو باوسی بالکل نا امید ہی جو جم باس میں کوئی اس شہزادے بلند ارادہ کی جوانی اور خوش بیانی یاد کر کے روتا تھا۔ کوئی سرودھن کے گستا تھا کہ یارو اس بیچارے کی بدمی مان کے دل پر اس سانچے سے کیسی گذرے گی

گودہ لڑکا اُنکے ساتھ بیان نہ تھا لیکن اس وقت اہل کوہم آنکھوں  
دیکھ کر اُنکے اوسان خطا ہو گئے خیال نہ رہا کہ وہ گھری پر ہے۔  
ساتھ نہیں آیا۔ کلکٹر صاحب سے پوچھا کہ۔

My younger Brother

میرا چھوٹا بھائی تو جیتنا بچا۔؟

صاحب کلکٹر نے لوگوں سے پوچھا کہ اُنکا چھوٹا بھائی کہاں ہے؟  
انگوٹھے کہا حضور وہ تو اُنکے ساتھ نہ تھا اگر گٹر پٹ اُنکے ہونے  
ٹھکانے نہیں ہیں اس وقت۔ آپ کہہ دیں کہ وہ لڑکا ہمارا بھائی ہے۔

ک۔ یہ وہ محفوظ ہے۔

شان وہ محفوظ ہے۔

شہر۔ (عجب بھیاٹک آواز سے)

There I die in peace

ہاں امین آرام سے مرد لگا۔

پھر بھائی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بھائی گھر بار تمھارے  
سپر دہان کو تسلی دے کہ ہمایون فرنین سہی میں تو ہوں۔

اس جگہ خاشا فقرے کو سنکر صاحب کلکٹر اور کل حاضرین

چھوٹ چھوٹ کر رونے لگے اتنے میں میرزا ہمایون فرنے جب

دیکھا کہ اب بچنے کی ذرا بھی امید نہیں۔ آگ کے شعلے قریب آتے

چلے اور ہوانے اور بھی زور باندھا تو ایک مرتبہ نعرہ بلند کیا کہ

ایک درد انگیز آواز سے کہا کہ یاد اور اوداع پھر حسن آگیا اور

سپر آرا کی طرف نظر کر کے ٹوپی سر سے اتاری اور تین بار بعد

حسرت سلام کیا حسن آرا اور سپر آرا اور ہمارا لٹا دیواروں

سے سر ٹکرائے گلیں کہ ہاے یہ کیا ستم بیا ہوا میرزا ہمایون فر

نے جب دیکھا کہ وہ پریشان دیوار سے سر ٹکرا رہی ہیں تو اُنکے

شیشہ دلی پر ٹھیس لگی کہ ہاے دھان پان نہ کہ بدن ہیں ایسا نہ

خاص شہر سے بھی جوق جوق آدمی جمع ہو گئے اور لین میں

بگل دیا گیا سپاہی اور چوکیدار اور برق انداز اور روسا

اور باشندگان شہر اُسے چلے آتے تھے ٹھٹ ٹھٹ

لگے ہوئے دریا سے ہزاروں گھڑے پانی لایا جاتا تھا۔

شہرے اور مزدور بری سرگرمی سے آگ بٹھانے میں مصروف

تھے۔ کرام بچا ہوا تھا۔ صاحب کلکٹر انجیر۔ اور ڈچی کلکٹر

صاحب اور تحصیلدار اور انسپکٹر پولیس ہزاروں آدمی جوق

جوق جمع تھے۔ پانی کی یک کیفیت کہ حد ہاشٹیکن پھر پھر کے

آتی تھیں اور برابر کوشش کیجاتی تھی کہ آگ بجھائی جائے

ہوا اس تیزی پر تھی کہ الامان۔ پانی تیل کا کام دیتا تھا۔

میرزا ہمایون فراس حالت باس نو میدی میں بس ہی تھو

تھے کہ بارخدا انا جن تون کے نظارے کی فکر میں پھر بریعت

چری کہ اب تھوڑی دیر میں جل جہنم کا خاک ہو جاؤ لگا اُنکو

اگر معلوم ہو جائے کہ ہمایون فرنے ہمارے ہی عشق میں اپنی

جان شیریں گواہی تو میں سمجھوں کہ جی اٹھا۔

اتنے میں اور نظر چری تو دیکھا کہ وہ خوبان بری مثال

مصرف تمام ہیں۔ روح افزا اور حسن آرا اور گھر بھر کی عورتیں

کوٹھے پر کھڑی ہیں اور شور و شہو کوئی میں سوچے کہ اہل

ہمارے سوگ کی تیاریاں ہوتی ہیں خیر شکر ہے کہ جسکے لیے

جان دی اسکو نزع کے قبل اپنا سوگ کرنے تو دیکھ لیا۔ سننے

میں صاحب کلکٹر بہادر نے جسکو شہزادہ ہمایون فر سے بڑی

محبت تھی یاد آواز بلند یوں کہا۔

کلکٹر صاحب۔ (رک) شہزادہ ہمایون فر گھر آؤ نہیں۔

خدا کو یاد کرو وہ ہر سبب الاسباب ہے۔

میرزا ہمایون فر کو اس وقت اپنا چھوٹا بھائی یاد آیا۔ اور



حیرت کے آثار عیاں تھے۔ بڑی تکمیل کے عالم میں کچھ تو خیال کر  
ہاے اس نوجوان شہزادے کی جان مفت میں جانی ہو۔ کچھ یہ  
سوچ کر گزریوں کمان کی جان بچان نکلی۔ بڑی تکمیل کے خوب  
دعا مانگی کہ بالہی اس بچارے کی جان بچا۔ جو اس کی سوس  
کی مان اس خبر کو سن کر کیا کرے گی اس پر بھی ہی گریہ کی۔ ہمارا  
برابر مدنی جانی تھی۔ روح افزا کبھی غریبی کی سیوا جانی تھی کبھی  
ہمایون غریبی کی حالت زادہ کی جگہ آٹھ گھنٹہ کی سوس روٹی تھی اتنے میں  
جب آگ بہت ہی قریب آگئی تو میرزا ہمایون فرکا استقلال ہاتھ  
سے جاتا رہا۔ ادھر ادھر ساری جہت پر سر بسجلی اور شفقہ حالی  
سے گھونٹے لگے۔ اتنے میں ایک ہنگامہ قدیم نے ایک طرف  
ٹھسکر کڑیوں اور جھٹے بٹے دروازوں اور دھنوں اور دیوں کو  
بٹسار کر پانی پھونکا اور شہزادہ کیا۔ ہزاروں شکرین پانی کی پستی تھیں  
مگر بے سود۔ میرزا ہمایون فرکا بچنا محال تھا۔ ہوائے اور بھی  
زور باندھا اب ہانکنا ٹوٹ آئی کہ جو لوگ قریب کھڑے تھے  
وہ آہ کچ اور حرارت کے سبب سے دور در رہ گئے۔ اور  
صاحب کلہ شہزادہ نے زمین پر ٹھیکہ فرط بیغاری سے ردنا شروع  
کیا۔ اب آگ میرزا ہمایون فر سے صرف ایک گز کے فاصلے پر آ رہی اور  
پھٹنے لگنے میں ایک مرتبہ حسن آباد پر آ کر ایک طرف ٹوٹی آنا کر  
سلام کیا۔ دھن کو وہ مطلق نہ دیکھ سکیں اور بدن کو تو لکڑا دیا ایک  
نعرہ اعدا کی بلند کر کے دم سے کو دھڑے۔ اور سنا ہی سپر آ رہی  
آواز بلند چیخ کر غریبی سے کہ دی ہاے ستم کا سامنا کر۔ عجب  
روح فرسا سنا جو خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ آخر تو یہ بات تو  
الامان۔ الامان۔

اب سینے کے میرزا ہمایون فر نے جب دیکھا کہ مفی کی کوئی صورت  
نہیں اب اصل نے دوج ہی لیا تو یہ جان پھیل گئے سوچے کہ یوں

چوٹ آ جائے۔ ہاتھ جوڑے اور اشارے سے منع کیا کہ یہ  
نکر۔ لیکن وہ دونوں ہمیں اس وقت اسی حالت میں نہ تھیں  
کہ ہمایون فر کو کچھ بھوکہ دیکھ سکتیں۔ اس کا مانع نظارہ تھے  
میرزا ہمایون فر نے ایک دفعہ ہی بعد حضرت بہ شعر باواز بلند پر  
بجرم عشق تو امیکندہ دعوت۔ آؤ میرزا ہمایون فر کا خوش فاشا ہے

سپر آ رہی کھڑکی کے پاس جا کر اور میرزا ہمایون فر کو گویا آخری  
مرتبہ دیکھ کر سر پٹنے لگی ہمایون فر کے عشق صادق کا کیا کتنا ہے  
محبوب شیرین حرکات کو اس نام اور مرکوبی کی حالت زرا  
میں دیکھ کر اپنا صدر بھول گئے۔ گویا جل بہر سمت سے آنکو  
اپنی بھینک صورت دکھائی تھی اور دم بہ دم زندگی سے اپنی  
ہوتی جاتی تھی۔ لیکن دست بہتہ دور ہی سے کہا کہ اگر یہ کوئی  
تو ہم اپنی جان دیدہ گئے۔

حضرات ناظرین کیا غضب کا فقرہ ہو۔ ہاے یہ الفاظ  
خون رلاتے ہیں۔ (ہم اپنی جان دے دینگے) ہاے  
کیا دھمکی ہو گویا جان کے بچنے کی امید ہی تو تھی۔ جو طوفان  
آگ کے شعلے آسمان تک بلند دھواں بہر سمت ابر کھینچ چھا  
ہوا۔ کڑبان اور دھنیاں تر تر رنجش میں۔ بھانگنے کی کوئی  
تدبیر نہیں آگ بھانے بھانے لوگ عاجز آ گئے۔ جو ہستی  
ہر کہ میں آج ہی تیری دکھاؤنگی۔ اور حضرت فرماتے ہیں  
کہ اگر یہ کوئی تو ہم اپنی جان دے دینگے۔ اب سپر آ رہی  
اور حسن آرا کے آنسو نہیں نکلتے تھے۔ دونوں مثل میکر  
تصویر خاموش لیکن کلیجیا ملیوں پھٹتا تھا اور زمین تو  
بخار چھٹ جاتا مگر ان کا غم نہ رونے سے اور بھی بڑھ گیا۔

اب اس درجہ کو پہنچا جس میں زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں  
حیرت نے دامن پکڑا آنکھوں سے حیرت چمکتی تھی۔ چال و حال سے

سپہر۔ اچھے کیونکر میں۔ بچے کس طرح۔

ن۔ کو دپڑے۔ امد نے بجا لیا۔

ہزار خرابی نواب نامدار سپہر آرا کو گھر لگے۔

اب سینے کے وہاں سپہر آرا کے کرنے سے کہڑم چٹھا۔ مگر

جب سپہر آرا اٹھ کھڑی ہوئی تو سب کی جان میں جان آئی۔

سپہر آرا اور نواب صاحب گھر میں داخل ہوئے۔

ن۔ امد نے آج دوبارہ زندگی دی۔

ب۔ آف بڑی عزت رکھی امد نے۔

روح۔ کیا جانے اتنک کیا کیا ہو گیا ہونا۔

بہار۔ او۔ سپہر آرا نکلیا جھلین تم بڑنگ پر لپٹ رہو۔

ب۔ انکو نادواب۔ اور مغلائی تم خوب نیکھا جھلو اور

مہری سے کو ایک طرف سے وہ جھلے۔

ن۔ میں جا کر دیکھوں تو ہمایون فری کیا کیفیت ہے۔

بہار۔ اے زندہ تو بچے بجا رہے۔

ن۔ ہاں امید تو ہے۔ فرد پرچ جائینگے۔

صاحب سول سرجن نے جو میرزا ہمایون فری بغض رکھی اور

کلیجے اور سینے پر ہاتھ رکھا کہ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ ہمد

بہت سخت پیو گیا مگر علاج آسان ہے ٹھوڑی دیر کے بعد انکی

سرخ آتش اور کثیر الشفت ادویہ سے اسقدر فائدہ ہوا کہ

آنکھیں کھول دین اور بانی انگا۔

ک۔ کہیں درد ہے۔

شہز۔ ہاں کلیجے کے پاس۔ اور ٹانگ میں۔

ڈاکٹر۔ (یعنی سول سرجن) (ڈ) ٹانگ کو دیکھ کر بڑی پر

صدمہ ہو پئی ہے۔ مگر بڑی ٹوٹی نہیں۔

شہز۔ اچھا ہو جاؤ گا۔ بایا امید زیست منقطع ہے۔

بھی مرتے دن بھی مرتے پھر بچنے کی تدبیر سے کیوں غافل

رہیں انھوں نے کمال ہنگامال بدن کو تولا۔ اور سانے کی ایک

چھت پر کودنے کا قہر کیا۔ مگر وہاں تک جانا محال تھا بچے ہی

گر بڑے اگر ذرا دوا بشت ہٹ کر گرین تو جل ٹھن کے خاک

ہو جائیں مگر زندگی تھی۔ سچ گئے۔ گرے تو کھانس پر بیان

زمین بالکل نرم اور نرم تھی گرے ہی بیوش ہو گئے۔ لوگ

چاروں طرف سے دڑ پڑے اور ہاتھوں ہاتھ زمین پر سے اٹھالیا

ک۔ سول سرجن صاحب کمان ہیں۔

سول سرجن سپہر آرا کو کھڑکی پر سے کودتے ہوئے دیکھ کر اور

جھپٹے تھے۔ دیکھا تو سپہر آرا کو ذرا بھی چٹ نہیں لگی تھی۔ بلکہ

سپہر آرا نے اٹھتے ہی کہا کہ لوگو اگر ہمارا شہزادہ بچا تو ہمیں دکھا دو

اور میں تو اسی کی قبر میں ہوں کبھی زندہ دفنا دو سو دو سو آدمیوں

نے سپہر آرا کو گھیر لیا اور اکثر دن نے نشانی دی۔

اتنے میں نواب صاحب آئے اور سپہر آرا کو الگ لہجا کر سمجھا

لگے کہ تم گھبراؤ نہیں شہزادے نجربت ہیں۔

سپہر۔ ہاے دولہا بھائی میں کیوں کر مانوں۔

ن۔ نہیں ہیں۔ او انھیں ہم ابھی دکھائے دیتے ہیں۔

سپہر۔ پھر دکھاؤ۔ میرے دولہا بھائی۔

ن۔ اک ذرا ٹھہرو۔ پھر ذرا چھٹ جائے تو دکھادیں۔

تب تک مگر چلی چلو۔

سپہر۔ پھر دکھاؤ گے۔

ن۔ فردر خدا کی قسم فردر دکھائینگے۔

سپہر۔ ہمارے سر پر ہاتھ رکھ لے کو۔

ن۔ (سر پر ہاتھ رکھ کر) اس سر کی قسم فردر دکھا دینگے

اب چلی چلو۔ آنا کہنا مان و۔

ڈو۔ دودن میں۔ آپ بہت جلد اچھے ہو جائیں گے۔

ک۔ آپ نے بڑا کرنا بیان کیا۔ آپ بڑے بہادر شہزادے ہیں۔ شہنشاہ نہیں۔ وہ تو یوں بھی جان جانی سوچا کہ وہ ڈر دن شایہ بچ جاؤں۔ سو اب تک تو زندہ ہوں۔

ڈو۔ نہیں نہیں آپ گھبراہٹ میں نہیں۔ آپ پرسوں تک گھوڑے پر سوار ہو سکیں گے۔

شہنشاہ۔ ہاں! شاید۔ در دست ہے۔

ک۔ کچھ پروا نہیں۔ ڈاکٹر صاحب ابھی ابھی در دکھانے (رسول سرجن سے) آپ دن بھر میں تین دفعہ آکر ان کو دیکھیے اور اسٹنٹ سرجن کو دوپہر بیان رہنے دیجیے رات کے بے ہم باؤ انوکول گھوس کو بھیجیں وہ رات بھر بیان رہیں گے اور ایک میوڈاکٹر اور ایک کمپوڈر ہرم

ہاں رہیں۔

ڈو۔ اچھا! اچھی انتظام ہو جائیگا۔

شہنشاہ۔ آٹ۔ دل قابو میں نہیں ہے۔

ک۔ اور آپ کے کودنے ہی آگ بھی بجھ گئی۔

شہنشاہ۔ میرے ہی ساتھ عداوت تھی۔ (کوئی ہے) دیکھو پرو میں جا کر بیگ صاحب کو ہماری طرف سے آداب عرض کرو اور کہہ دو کہ آپ بزرگوں کی دعا سے میں بچ گیا۔ یاہری کو بھیج دو۔ تمہاری دیر میں بری بیگ صاحب کے ہاں ایک مہری پہنچی۔ یہ وہی مہری تھی جسکو شہنشاہ ہماون نے حسن آرا اور سپہر آرا کے پاس پیغام لیکر بھیجا تھا۔ جسکو حسن آرا نے ڈانٹ بتائی تھی۔ سپہر آرا نے سیکڑن صلوات میں سنائی تھیں۔ بات وہ وقت تھا کہ ان دونوں بہنوں کو کسی صورت سے نفرت تھی اور اب دیکھتے ہی کھل گئیں حسن آرا بیگ

مہری کو دیکھ کر کسی قدر شرمین۔ مگر سپہر آرا دیکھتے ہی خطی مہری سے بولی اٹھی کہ (کیسے ہیں) مہری آداب بجالائی اور نہایت ادب کے ساتھ یوں کہنے لگی۔

مہری۔ (مہر) حضور! اندر نے بڑا فضل کیا۔ کیا جانے کسکا دیالیا اس کاڑھے دخت (دقت) آڑے آیا۔ شہر بھر ہاتھ ملتا تھا کہ ایسے لائق وار شہزادے اور کس، مکیسی میں میں امد جانتا ہی میرے تو اسان خطا ہو گئے تھے۔ بس جی جا بے کہ آگ میں کو ڈر دن بارے اندر نے بہت بچا دیا۔ کیا جانے کس نگور سے جمنی نے یہ شجہہ کیا۔ آج تو بڑے جاسے ہیں۔ لیکن ذری ذری درد ہوتا ہی پھر حضور! اس ہمتابی کو دیکھیے اور کو دے کو دیکھیے۔

ب۔ شہزادوں پر سایہ ہوتا ہے۔ اندر انکا بچا ہوا ہے۔ مہر۔ ٹوڈی کو حضور کی خدمت میں بھیجا کہ جا کر حضور کو دلا دوں کہ اب اچھے ہیں۔ فرمایا کہ آپ بزرگوں کی دعا سے میں بچ گیا۔ آپ کا بہت خیال ہے۔

ب۔ ہماری طرف سے دعا کتنا اور کتنا کہ اندر نے آپکو دوبارہ زندگی دی۔ خدا تمہیں نصرت کی عمر دے اور خوش و خرم رہو۔ مگر علاج سے غافل نہ رہنا۔

مہر۔ نہیں حضور۔ بھلا علاج سے بے غافل رہ سکتے ہیں بزرگو صاحب تو آپ ڈاکٹر (ڈاکٹر) سے کہ گئے کہ دن رات ایک گورا ڈاکٹر بیان رہا کرے۔

ب۔ دیکھو! اندر کو بچانا ہوتا ہی تو یوں بچاتا ہے۔ مہر۔ (سپہر آرا) سے اب آپکا مجاز (مزاج) کیسا ہے۔ اُن پر تو میں رہنے سننے سے آپکو بھی حد بھر جھٹ ہو گئی۔ ابھی ہماری سرکار کو یہ نہیں معلوم ہوا۔

کچھ نہ کچھ تالک ہی جا گیا۔

مہری رخصت ہوئی۔ شہزادے سے جا کر کہا کہ حضور بہ آئی۔ کل برسوں جب حضور باہل اچھے ہو جائیں گے تو ایک خوشخبری سناؤ گی حضور کو۔ بونڈی نے انعام کا کام کیا۔ مگر حضور اندر کے جلد اچھے ہوں۔

(مسکرا کر انعام)

کیا خبر ہے۔

اتنے میں میرزا ہمایون نے کہا کہ اب ہم اس وقت سنو میں نکھا فلی کو بیجو کہ نکھا جینے۔

شب کو شہزادہ دردی جک کے سبب سے تھلا یا کیا اسسٹنٹ سرجن دلاسا دینے لگے کہ حضور گھر میں نہیں دو تین دن میں بدستور سابق چلنے پھرنے لگے گا نا کی کمی میں چوٹ آئی ہے مگر بڑی ٹوٹ نہیں گئی ہے اور قلب کے صدمے کا صاحب سول سرجن بہادر نے اچھے طور پر علاج کیا ہے اب آپ اگر سونے کا خیال کیجیے اور ذرا آرام فرمائیے تو خوب ہو

میرزا ہمایون فری کہ کیفیت تھی کہ ذرا آنکھ لگی اور درد کی جک نے جگا یا ذرا جک چھٹی اور آنکھ کھل گئی کسی بہو چہن میں آنا تھا۔ پلنگ پر ادھر ادھر لٹنے لگے مگر آرام نہ فریوں دور بارے ہزار خرابی کہیں چار بجے صبح کو آنکھ لگی۔

سورے تھ اندھیرے صاحب سول سرجن شرف لائے تو دیکھا کہ شہزادہ بہادر میٹھی بند سورے میں اسسٹنٹ سرجن سے دریافت کیا کہ شب کو طبیعت کیسی تھی انھوں نے کل حال بتایا اور ہدایت فرمادی کہ بعد اور مدیون کو دیکھنے چلے گئے۔ کوئی دس بجے کہ قریب میرزا ہمایون فری آنکھ کھلی تو ڈاکٹر صاحب نے کہا (صاحب آئے تھے)

بڑی بگم خاموش اور متحیر حسن آراچہ وچاب سنتی رہی بہار النساء نے روح افزا کے چکی لی روح افزا مثل بیکر تصویر خاموش رہی۔ مہری اپنے دل میں خوش کہ سپہر کرانے اس قدر محبت ظاہر کی کہ بھڑکی پر سے کو پڑیں۔

مہر ہے اجازت پھر۔ اب جا کے سرکار کو دیکھوں دری۔ ب۔ ہماری طرف سے دعا کہنا۔ ہر جہ میں یہی سوچتی تھی کہ اب ہونا کیا ہے۔ تو یہ تو یہ۔

مہر۔ ہونا کیا۔ بگم صاحب ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے کچھ کرتے دھرنے نہتی ہی نہ تھی۔

ب۔ اس سچ و چھو تو باقی کیا رہ گیا تھا۔ ادھر گزرتا گئی فٹ بہ مہر مگر وہ بھی نقیب عدا جان کھیل گئے اور یہ نہ کرتے تو پھر کرتے ہی کیا ہمارے۔ چوٹ تو درد آئی ہو گی کہیں نہ کہیں۔

مہر۔ جی ہاں تاہم میں چوٹ آئی ہے۔ مگر یوں ہی سی اور کلیجے پر بڑا دھچکا لگا۔

بہار۔ ہاں پھر کوسے بھی تو بہار پر سے۔ کچھ ٹھکانا ہے۔ مہر۔ جی اور کیا حضور جو نیچے سے نظر اٹھا کر دیکھتے تو انھیں دیکھنے لگتے روح۔ یہ آگ لگی کیونکر۔ کھانا دانا پکنا تھا کیا۔

مہر۔ ای بیوی یہ تو کچھ بھی نہیں کھلتا۔ ادھر جو طرف سے ایک دفعہ ہی آگ لگ گئی ایک کونا جلتا تو کتنے حقہ دہ کوئی پینا ہوگا۔ باجو باجی گھسٹ لیکھا ہو گا وہ تو بس چار زعفران سے بھک بھک شعلہ نکلنے لگے۔ یا کسی دشمن نے آگ لگائی جلتے تو کا گھر بھر۔ اندر کے بجلی گزے جہنی پر جسے یہ بدی کی۔

ب۔ کیا چچا تھوٹا ہی رہ گیا۔ چھپ نہیں سکتا۔

مہر۔ ای۔ صاحب لوگ برا بندہ دست کرتے ہیں حضور ابھی تھا نہ دار کو حکم دیا تھا کہ پتا لگاؤ۔ تین صوبہ دار مقرر کیے ہیں۔

ن۔ اسپین کیا فرقی ہے۔ اے صاحب جاردن کو کون میں  
ایک دم سے جنگ کہیں بھی آگ لگی ہے۔ کیسی دشمن کا کام ہے  
سرکار کو پتا لگانا چاہیے۔

س۔ کسی پر شک ہے۔ آپکو۔ کیون پر دم شد۔

شہنر۔ حضرت کس کا نام لون۔ ہاں ہے تو شک مگر چہرہ شک  
اس کا نام ہی نہیں معلوم۔

ن۔ (یعنی ہمارا لہسا کے شوہر) این! لا حول ولا قوۃ۔  
یہ جیسی کبیر ہے۔

راجہ۔ عید تہائے۔ کچھ پتا بتائیے۔ سن ہے اور میری جان  
ہی گویا کلاہر قطع کیا ہے۔ ہندو ہی یا مسلمان ہے۔ دیکھنا تو  
آپ نے ہی اسے یاد کیا بھی نہیں۔

شہنر۔ ہاں دیکھا ہے۔ میں عرض کر دنگا۔

مہر۔ حضور سو بھوکوں کو کھانا کھلوا دیا گیا۔ کوئی تین یا پانچ  
اور آئے ہیں وہ بھی کھا رہے ہیں۔ اور شہر میں دوسو  
آدمیوں کے لیے کچا یا لیا گیا ہے۔

شہنر۔ صبح شام دونوں وقت دیا جائے۔ الصدقہ تر و ہلا  
دنزدنی العمر۔

نور۔ حق ہے۔ حق ہے۔ صدقے سے بلا رہو جاتی ہے۔

شہنر۔ شاہ جی کے ہاں میں آدمیوں کا کھانا بھی رہا جائے۔

نور۔ نہ۔ بیس آدمیوں کے لیے نہیں۔ سارے آدمیوں کو  
کے واسطے

اتنے میں چھی سارن نے خدا متکار کو ایک بیڑنگ خط دیا۔

موصول ہوا اور روانہ ہوا خدا متکار خط لیکر شہزادے کے پاس

گیا مگر چونکہ مسوقت آفائے ناما تحصیلدار صاحب نے کئی دن

بھی ملنا وصل و موقوفات دینا خلان ادب سمجھا خاموش ہو رہا

میں نے آپ کا حال گنہیا۔ ایک دو بار دل دی ہے وہ  
دوکان سے آگئی ہے۔ تھک دھوکے ایک خوراک پینی بیجے۔  
انشاء اللہ دروین بھی لگی ہو جائیگی اور قلب کو فنی تسکین  
ہوگی۔

اتنے میں رؤسا اور اہل اور علمائے شہر اور خوش باش  
اور مہاجن و عمال عبادت کے لیے جوق جوق آئے سب  
شب کے ساتھ ہوش رہا سبے کمال افسوس ظاہر کیا۔  
ن۔ (یعنی نواب تھور علی خان بہادر) خدائے بجا بادشہ  
باتی کیا رہا تھا۔ تو بہر

رسیدہ بود بلائے دے بخر گذشت

راجہ شمشیر بہادر۔ (راجہ) جو اس ٹھکانے نہ تھے۔ ہاتھ  
یا ٹوٹن پھول گئے تھے کہ یا آگئی بچاؤ۔

تحصیلدار۔ دیکھنے والوں کے ہوش اُسے ہوئے  
تھے مگر آپ کے استقلال کا کیا کہنا۔ ایسے وقت نازک  
پر منتقل مزاج رہنا کارے دارو۔

سر رشتہ دار۔ اسپین کیا شک ہے۔ آگ بالکل قریب  
پہنچ گئی تھی۔

نور شاہ۔ (نور) قدم درویشان رد بلا۔ بابا اعد برما  
سبب الاسباب ہے۔

گلستان کند آتشی جلیل | گردے بہ آتش بروزد آیتل

وہ بڑا مالک ہے۔ دم کے دم میں آگ کو پانی اور پانی کو  
آگ کر دے جل جلاہ جل جلاہ میں اپنی ٹپٹی سے دعا دے رہا  
تھا۔ اعد نے شن لی اور میری دعا قبول ہو گئی۔

س۔ یہ آگ لگی کیونکر۔

تحصیلدار۔ کسی دشمن کا کام تھا۔

س۔ خدا خیر کرے۔ آخر اتنا تو فرما دیجیے کہ خبر تہمیز نہ  
شہر۔ ہاں جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ بس یہی اس کا مضمون ہے  
مصاحب۔ این۔! آئی خیر۔ کیا رات کے حادثہ سے  
اس خط کو کوئی تعلق ہے۔

تحصیلدار۔ ہاں معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔  
شہر۔ تجھے میں کمدونگا۔ آج تو آپ کو بھیجی ہر نہ باجگری  
جانا ہے۔

تحصیلدار۔ جی نہیں آج تعطیل ہے۔ از براے خدا یہ خط  
بھکو دکھا دیجیے۔

شہر۔ میں اس کا ایک حصہ خود پڑھ کر سنا دوں گا۔

یہ لکھ کر شہزادہ ہمایون فرنے وہ خط نواب صاحب  
(شہر بہار النسا) کو دیا اور قریب ہلا کر لکھا کہ آپ اس خط کو  
چکے سے پڑھ لیجیے۔ لیکن آپ کو قسم ہے کہ کسی شخص سے تذکرہ  
نہ کیجیے گا۔ بس ایک نظر دیکھ لیجیے اور میرے حوالے کیجیے۔

نواب صاحب نے خط پڑھنا شروع کیا۔ اب  
دل لگی دیکھئے کہ اُنکے چہرے کا رنگ بھی متغیر ہو گیا اور  
حافرن سمجھ گئے کہ اسمین کوئی بات ایسی فردر درج ہے  
جس سے نواب صاحب کو بھی کسی قدر تعلق ہے حیران و  
ششدر کہ یا آئی یہ کیا ماجرا ہے۔ خط کا مضمون درج  
ذیل ہے۔

### مضمون خط

ہم سے کئی وقت می پرستی ایک دن  
در نہ ہم مجھ پر شک رکھ کر غدر منی ایک دن  
اجی حضرت تسلیم۔ کیون سج کنا کیسا بدہ لیا۔ بات  
نیرے کی۔ لاکھ لاکھ سمجھایا۔ ابچ پنج دکھائی تھ جوڑے

جب میرزا ہمایون فرنے لگتو سے ذرا فراغت پائی تو خادم  
بادوب نے فتر کے ساتھ خط دیا۔ شہزادے نے خط لیا اور  
لفافہ دیکھ کر کہا کہ کسی بڑے خوش خط کا لکھا ہوا ہے۔ لیکن  
نتیجہ تھے کہ یہ خط کس نے بھیجا ہے، کئی کھولا اور پڑھنا شروع  
کیا حافرن بلا وقت دیکھ سکتے تھے کہ خط پڑھتے پڑھتے شہزادے  
کا رنگ متغیر ہوا جانا تھا اور چہرے سے لال و دم و غصہ کے آثار  
صاف پائے جاتے تھے لوگ سمجھے کہ اُنکے گھر سے خط آیا ہے

شاید کسی غزنی کی وفات کا حال پر لال اسمین درج ہے  
چپ چاپ سکتے کے عالم میں مجھے تھے کہ اس سانس کے بعد  
دوسرے ہی روز حادثہ جانگا کہ حال میرزا ہمایون فر کو اور

بھی ملول و اندرودہ کر دیگا۔ شہزادے کا چہرہ مارے غصے  
کے سرخ ہو گیا۔ خط پڑھتے پڑھتے ایک دفعہ ہی دانت  
پینے لگے بعض آدمی سمجھ گئے کہ اسمین ایسی بات لکھی جس سے  
شہزادہ بد دماغ ہو گیا کسی کی وفات کا حال درج ہوتا تو  
رونے سر بیٹھے۔ کپڑے پھاڑ ڈالتے۔ دانت پینا کیا معنی  
اور بعض سمجھے کہ کسی ایسے رشتہ دار کی وفات کی جسہ  
دشت اثر منی ہے جسے اسمین دیوانہ بنا دیا اور اس درجہ

مدمہ ہو چکا ہو کہ حالت جوش جنون میں دانت پینے لگے۔  
میرزا ہمایون فرنے خط کو پھر بدستور لفافہ میں رکھ دیا مگر پھر  
کھولا۔ اور پڑھنے لگے۔ پھر چہرہ سے انتہا کی پریشانی اور  
غم و غصہ ظاہر ہونے لگا تب تو تحصیلدار صاحب نے قریب  
جا کر آہستہ سے پوچھا کہ خبر تہمیز تو ہے۔ شہزادے نے بکمال  
افسردگی (ہاں) لکھ کر خط بند کر دیا۔

این۔ میں اس خط کو پڑھ سکتا ہوں۔  
شہر۔ ابھی نہیں۔

پھر جو باگ اٹھائی اور شہب بگ خیز کو کڑکڑاتا تو دقت شام  
 جبکہ دن قریب اختتام اور آفتاب لب بام تھا ایک چھوٹا سا  
 گاؤں نظر آیا۔ پڑاؤ پر پشت توسن سے تر کر رین پوش کو ہری  
 ہری گھاس پر بچھایا ہی تھا کہ ناگاہ بستی کی طرف سے غل غبار  
 کی آواز آئی اور دیکھا کہ بستی کے آدمی اور ادھر ادھر کے مسافر  
 دوڑے چلے جانے ہیں شہسوار گو دن بھر کا بھوکا پیاسا تھا  
 ماند تھا لیکن طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ اس ہنگامے کی خبر نہ  
 اٹھ کر یہ بھی اسی سمت چلے جا کر غل جو رہا تھا۔ ہو چکے  
 تو کیا دیکھتے ہیں کہ گاؤں بھر کے باشندے کوری۔ نالی۔ باکی  
 چار۔ کسان برہمن۔ چھتری۔ منعل۔ پٹھان۔ جوت جوت جمع ہوئے  
 ٹھٹ ٹھٹ لگائے ٹھہری ہیں۔ پھیر کو کاٹ کر یہ بھی تریب گئے  
 تو دیکھا کہ دو گنوار ہاتھ ٹڑپے ہیں گنوار گاؤں والے بیچ جاؤ  
 کرنا تو بالاسے طاق اور شدہ دینے جاتے ہیں کہ دیکھو پھسڑی  
 نہ رہ جانا یاں شام اشج پر ٹھکے ہاتھ لگانا۔ ایک آدمی  
 گر اندر بل ڈنڈ پیل کشتی گیر چٹ لنگوٹ باندھے کچھ لویا  
 تلوار ہاتھ میں لیے بھونڈے پتھر سے بدل بدل کر حریف پروا  
 کرتا ہے۔ دوسرا جوان گھر و خوشرو لنگ کے ٹٹھ جلاتا ہے۔ دونوں  
 اپنی اپنی گھات میں ہیں شہسوار نے چاہا کہ بیچ بھاگ کر دین کر  
 ارگرد سے حالی موالی نے بہت دسماحت کیا کہ حضور برس  
 ہیں ان دونوں بدعاشوں کے بیچ میں نہ لوہیں۔ یہ خودی  
 آپس میں پٹ لپٹکے۔ شہسوار سے نہ رہا گیا۔ انھوں نے  
 آگے بڑھ کر چاہا کہ ایک کے ہاتھ سے تلوار چھین لیں مگر اسے  
 دانت بتائی کہ تلوار میرے ہاتھ سے تمھارے پاس آئی اور  
 میری لاش پھر کے لپٹکی۔ یہ فوراً ہی ٹٹھ چلا گیا اور زمین کیلن کا  
 نہ رہو لنگا شہسوار نے بعد اراج ٹٹھ باز سے کہا کہ کیا گھر و کو

خوشامکی۔ قدموں پر ٹوپی رکھی۔ منت سماجت کی نہ مانا  
 نہ مانا۔ خیر نہ مانو۔ ہمارا کیا بکرا۔ تم خود ہی مصیبت میں پڑے  
 آج رات کو گھر بھرنے چوں کہ دونوں دوسری تم سے ہمارا دل  
 جلا یا ہے ہم اتنا بھی نہ کریں کہ تمھارا گھر جلا دیں۔ سہ

چھوٹک دین نا نہ سوزان سے اگر جاہن نقس  
 ہم فقط خاطر صبا دیا کر سنے ہیں

کل صبح کو ہم پوچھیں گے کہ مزاج شریف جو تیرے خط بھار  
 پاس ہو چکا مکان جل نہیں کے خاک ہو گیا ہو گا۔

راٹم شہسوار

ایک جوان خبر و کا عشق کے جھگڑے میں جان بھونا  
 اور شہسوار دلفگار کا مارک الدنیا ہونا

زیر گلے کہ ہے دم نقاب کشاد  
 ہلکے گلشن حشر نوشت دہشت بیا  
 ہر آن کہ وہ روز قیامت بدستند  
 ہر دم طلب دہی نہاد و کشاد  
 زمانہ غیر المانہ نیست بھینفش  
 دلم نہ منہ فرست او گردنہ سواد

شہسوار دلفگار با حالت زار دردمراق منہم گلخوار سے  
 سر و منہنا جوش جنون کے طفیل میں نکلے چنتا حیران و پریشان  
 فرس ہو شکار و اور رفتار کو کر کرنا اور چکنا تانہ اس شہر  
 مینو سواد غیرت بہشت شد او سے راقون رات بکشت بھاگا  
 دل میں جوتھا کہ مبادا گرفتار ہو جاؤں جیلخانہ جھیلون سزا  
 پاؤں۔ خیال جرم آتش زنی سے زہرہ آب آب تھا۔  
 از بس بغیر و بیتاب تھا۔ شہزادہ باذل دیوال کے گھر  
 میں آگ لگائی تو شامت کی صورت مجسم نظر آئی۔ مارے  
 خوف کے قدم قدم پر تھرہرایا۔ آنکھیں پر غم ہوئیں دل  
 بھرا بھیک دوپہر کو اشجار چہرہ ہار کے سایہ میں دریا

اور جوان طنائی۔ گو عاشق تن اور لگاؤ بانہ پر مگر انہی پاک  
ہو۔ یہ دونوں سوداوی نانہائی اور نانہائی بھی اسکے ہاں جانے لگے  
اور بڑھ بڑھ کر باقی بنانے لگے۔ نانہائی کو یہ خط کہہ کر سنا  
اسکا ب نکاح ہوا اور اب نکاح ہو گئی بار مجھے اسکے نکاح کہ  
برسون نکاح پر حصے فرو چلے گا۔ میں لی بی دل میں متا تھا کہ  
خود دیوانہ ہو یا تجھے دیوانہ بنانا ہی آپ اور اس میں ہوش ناز میں  
گلاب نہر جس کو عقد نکاح میں لیں۔ پہلے رکھیا میں دھوئے  
میان قلبیہ کا حال سننے لگی انگوٹھوں پر بھی بیانیہ شکار  
بھی بڑھادی تھی کہ میری جوگن کی جان جاتی ہے۔ کئی بار کاٹون میں  
کہ چلے کہ جوگن بلکہ میان گری پر مفسور اور اسوں کہا ابے پہلے تھو  
با قطع کھا شادی ذات کا نانہائی۔ یہ منہ کھائے چلائی۔

اب سینے کہ ایک زمانہ باقی شہر سے دو بجے رات کو اس جوگن  
کے پاس گیا تو اسے راہ میں میان حلیہ بھی ملے۔ لاگ ڈانٹ  
تو بھی ہی انگوٹھوں کو لٹکا رہا۔ انگوٹھوں کو ڈانٹ بنائی کلچپ سے  
لٹکا رہی تار سے جو بیزار۔ حتیٰ کہ راج خون خرابے کی نوبت  
آئی۔ کئی بیٹے نکال پاتی رہی۔ یہ اسکے خون کا پیاسا وہ اسکی جان  
دشمن۔ نانہائی نے نانہائی کا گھر چھوٹا یا۔ چھ بیٹے کی قید بائی۔

نانہائی نے نانہائی کی دوکان چلائی۔ دونوں گھر چھوٹا نکال دیا  
اس تو خصوصاً آتش زنی کے نہ کرنے شہسوار کے دل پر عجب طر  
کا اثر کیا۔ کبھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ کبھی انگوٹھوں  
تے اندر ملتا چھا جاتا تھا۔ کبھی پناصل چھوٹا نہ یاد آتا تھا۔

دوسرا گنوار بولا کہ یہ جوگن کیا جانتے کون ہے۔ اسے کئی خون  
سبب نیکتر دس۔ حضرت میں بھی دو چار بار اس مد بارہ  
عابد فریبک پاس گیا ہوں پردہ جوٹھا تو وہ مد نور کا کٹا  
آیا۔ جو طلع پری بیکر میں بدن رشک قر۔ مزاج میں اس

جان کے دشمن ہوئے جو۔ کچھ دن دنیا کی سیر تو کرو اس نے  
آؤ دیکھانے ناؤ ایک ذرا چھٹے ہوا اور پہلے ہی چھٹ کر اس نے  
سے اپنے دشمن پر لٹھ رسید کیا کہ سر بھٹ گیا۔ اور خون کے  
شرائے بننے لگے۔ تلوار ہاتھ سے گر گئی اور تورا کر دھڑکے  
پر آ رہا۔ ساتھ باز لٹھ وٹھ چھوڑ کر بھاگے ہی کو تھکا کہ کو کون  
میتا لیا۔ اور حضرت گرفتار ہو گئے۔ صدر مقام اس کا  
ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر تھا۔ چونکہ دارنے معائنہ پر  
رپٹ ہوئی اور سبب نیکتر پولیس بارہ جوانوں کو لیکر اسی دم  
گاٹون میں آن موجود ہوئے۔ دیکھا تو اس بچہ اسے کو نیم جانا  
پایا۔ فوراً چار پائی برڈا لٹکا ہستال بھیجا۔ اور مجرم کو مع موقع  
واردات کے گواہوں کے تھانے پر لیجے۔ منجملہ اور گواہوں کے  
حضرت شہسوار بھی تھے۔ انھوں نے گھوڑا کسا اور سبب نیکتر  
ساتھ تھانے چلے۔ گاٹون کے مد میں راہ آدمی بھی ساتھ تھے  
شہسوار نے پوچھا کہ آخر یہ ہوا کیا۔ اس کا چلنے عناد و فساد کا  
تو تباہ و توحیح صبح ام ہو ہو ہو کہ سنائو۔

ایک مولوی صاحب نے جو گاٹون بھر کے قاضی تھے کہا کہ یا  
حضرت نر زمین دن کے سوا اور کسی بات پر جھگڑا ہوتے دیکھا  
نہ سنا۔ مجرم نانہائی اور مجرم شہر کا نانہائی اس گاٹون آدھ کوس  
پر ایک جوان اور پری چہرہ عورت رہتی ہے جسکو بہان کے باندھ  
جوگن کہتے ہیں۔ اس جوگن کی لگاؤ باز انگوٹھوں کے ایک عالم کو  
قتل کر رکھا ہے۔ ایک ایک عضو بدن سب کے کاٹا دھوا ہے چالہ  
مشابہ کہ انسان دیوانہ ہو جائے۔ ہر کس ناکس کی وہانک سائی  
ہو۔ مگر اس کا فریکش نے عجیب طبعیت پائی ہے کہ لگاؤ کرتی ہے مگر  
بھری انگ ہوتی ہے۔ جو کیا خوش آیا اور زبیا کہ جوگن ہم پر تری ہو  
محل محل کے باقیں کرتی ہے مگر سب نام کام و نامدار ہے گوشت



شہ۔ اس میں کچھ اسرار ضرور ہے۔ سترہ اٹھارہ برس کا سن جوانی کی باتیں۔ مرادوں کے دن۔ اور دنیا سے الگ تھلک بستر جانا جو کُن کے بچیس میں عمر گونا بے وجہ نہیں۔  
کنوار۔ اتنی عمر آئی اسی جو کُن ناہین دیکھی تھی۔  
دوسرا کنوار۔ شہن جو تماشا ہوت ہے اس میں البت جو کُن بہت راہ ہے۔

س۔ (چوکیدار سے) یہ کس بات پر چھلکا ہوا ہے۔  
چوکیدار۔ (ح) ہجور۔ وہ ساس جون جو کُن نبی ہے۔  
س۔ چپ۔ گدھا۔  
شہ۔ کیا دایمات کہنا ہے۔

ح۔ صوبہ دار صاحب۔ اب تم سے کاؤ کی۔

ش۔ ہم تم سے فقط اپنا پوچھنا ہے کہ ان دونوں بد معاشوں میں کس بات پر لڑائی ہو۔ تم ہمارے سوال کا جواب دو۔  
بس یہود دھت کو۔

ح۔ جیسے یہ جھاگہ بھی دبان جات رہے اور علوانی بھی۔  
س۔ علوانی کون ہے۔

کانسٹبل۔ (کا) حضور اسی نانائی کو کہتا ہے۔

چ۔ توں آپس میں لاگ ڈانٹ ہوئے کی۔ ایس برس ایک روج مارو دھار ہوئے گی اور گا کون میں ملتا چاؤ توں اس سوچ ہماری یوچی (عوضی) نئے۔ دور گئے۔ دیکھیں کہ تھہ چل رہا ہے۔ کیمپ (خیر) جیسلار (فیصلہ) بیادھن مل یہ دیکھو توں وہ آگے دھن۔ بس آج تلوار اور تھہ چلے لاگ۔  
کنوار۔ موڑ سے رکھت بہت ہے۔

مولوی۔ (م) صوبہ دار صاحب آج ناائی نے کئی ٹکیناں چڑھائی تھیں۔ دلو بہت پیے ہوئے تھا اٹھ افغان دھت

شونجی کوٹ کوٹ کر بھری ہے کہ ایک ایک عضو مجسم کان بھری ہے۔ عورت کی پرستان کی پری ہے۔ دم تفر پر نعمت کے بھول چھوٹے ہیں۔ گزرتاڑنے داسے تاڑ گئے کسی ترک شکر کے تیرنگے لگا لے گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مطلوب کی جدائی بعد شاق گذری کہ دنیا ہی کو چھوڑا۔ عیش و عشرت سے منہ موڑا۔ کچھ تنہائی سے نانا جوڑا دور دور تک اسکے جمال میں کا شہرہ ہے۔ منروں کے مرد عورت بوڑھے جوان الغرض ایک جہان اس کی زیارت کو آتا ہے۔ کئی کئی گلو سوز دور عالم افزو دیکھ کر عیش کر جاتا ہے کوئی عفتوان شباب اور رشتہ جانی کی آب و تاب اور مستانہ چال اور پیاری ادا کا شہ ہے۔ انھہ ایک عالم مشکلا بلای ہے۔ جو جاتا ہے یہی کہتا آتا ہے کہ۔

آغا فدا کر دیدہ ام مہر جان ور زبده ام  
بسا رخوبان دیدہ ام الا وچیزے دیگر می

شہ۔ یہ جو کُن کیوں ہو گئی۔

س۔ واعد اعلم۔

شہ۔ کچھ توہ تولی ہوتی۔

س۔ اچھی حضرت وہ بہت دور ہیں۔

شہ۔ سن کیا ہوگا بھلا۔

س۔ ع۔ برس پندرہ یا کوسو لا سن۔

شہ۔ بس !!!۔

س۔ (اٹھارہ یا انیس کسی صورت میں زیادہ نہیں ہے۔)  
شہ۔ ابو ہو ہو۔ تو یہ کیسے قیامت ڈھائی ہے اچھا یہاں کسی یاد اس میں بھی ہے۔

س۔ (خو) کہانہ کہ گاؤں کی باتیں سب ہی سے کرتی ہے مگر ممکن کیا کہ کسی کے چہند سے میں بچس جائے۔

فرمایا (سرشار ہون) یا اہل بی۔ (ہون) کون لغت ہے۔ کون  
بلا ہے غزل غیر طرح پڑھی تھی۔ اب سب جگہ میں ہیں کہ یہ (ہون)  
کون لغت ہے۔ آخر کار ایک شاعر مذکورہ کیخلاف دیکھ گئے یوں پوچھا  
شاعر۔ یا حضرت غزل تو چشم بد در مع ہے سگر یہ (ہون)  
کس جانور کا نام ہے۔

دو۔ سر شاعر۔ قبلہ یہ (ہون) جانور نہیں ہے۔ یہ حضرت ہی  
جانگلویں۔ دیہاتی بھائی شعر پڑھایا جان میں یہ (ہون)  
کی خرابی ہے۔

چ۔ ہل کھلیسا۔ خلیفہ) ہی کمں۔

س۔ بان قاضی صاحب پھر کیا ہوا۔

م۔ بس خداوند پھر دونوں میں کشی ہوئی۔ کبھی یہ اوپر  
وہ نیچے کبھی وہ نیچے اوپر۔ ٹھری دہریک داؤد وچ اور  
چٹ پٹ ہوا کی۔ اتنے میں رنگی امیر نے لائے تھے نائی

کو ایک تلوار دی، اور کس کہ پھر پورا ہاتھ لگانا۔ ایک اور  
بد معاش بولا کہ خبردار قسم تک نہ باقی رہے تب تو  
میں بھاکا کہ چوکیدار سے کمون دھوڑا گیا۔

شہ۔ انسپر صاحب اس محاورہ کو یاد رکھیے گا۔

س۔ آفت دامدار سے ہنسی کے پٹ میں بل پڑ گئے  
م۔ بس میں دھوڑ کے پورن چوکیدار کے مکان پر گیا انسکی

جوڑ و بولی۔

شہ۔ کون بولی۔

س۔ (ہنسکر) جوڑو۔

م۔ حضور حکام ہیں آپ کو ہنسانہ جیسے۔

س۔ جی ہاں میں حکام ہوں۔ مگر آپ بھی تو امر ہیں ہاں  
فرماؤ (ہنسکر) فرماؤ جی۔

نان بان بھی آگیا۔ تو نائی نے عداوت قصداً چھڑ کے کہا کہ  
آج ہم اپنے مثبت کو اُسے استرے سے موڑ بیٹھے۔ نان بان  
بولا اصرار سے جاتا تو تندرہ ہی میں جھونک دیا ہو۔ کسبت  
و سبت سب چھٹک چھٹکا کے رہ جائے۔ نائی نے کہا  
پھر اٹھوں میں۔ نان بان نے آؤ دیکھنا تندرہ کے دھول  
جھائی۔ تر سے۔

شہ۔ کیا آپ بھی اس وقت سیر دیکھ رہے تھے۔

م۔ جی ہاں۔ میں قاضی ہوں۔

شہ۔ اور آپ کے گھر کے چوہے۔

م۔ (ہنسکر) سیانے۔ یہاں کا نون بھر بھوکھو ہوتا ہے۔

مولوی مولوی کھانا ہوں۔ مولوی بننے کی کیا ت تو کھانا

بائی مگر خیر بزرگوں کی عنایت ہے۔

شہ۔ دو تھانہ قدیم سے ہیں ہے۔

م۔ جی ہاں خداوند۔ میرا دو تھانہ ہیں ہر چرنا نائیں ہوں

س۔ (ہنسکر) بجا۔

شہ۔ (ہنسکر) دامد شہر کی بھی کیا بات ہے۔

س۔ بندہ پروردار بھی کوئی دس بارہ دن ہوے ہونگے

ایک شاعر سے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ خواجہ صاحب اور

شیخ صاحب مغفور کے تلامذہ کے تلامذہ اور ان کے خوان لیفت

دفصاحت کے ذمہ رہا کئی شعرا سے غرا اور سخندان بے ہمتا کا

کلام منکر روح وجد کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک یہانی

بھائی کے پڑھنے کی باری آئی۔ اہل شہر انکی قطع ہی سے

بھانپ گئے کہ گوار کے لٹھ ہیں۔ کئی بار شہر غرت کر کے

حضرت نے شعر پڑھا تو آخر میں فرماتے ہیں۔ (جبار ہون)

سامین شہر کہ کھنٹی ہے۔ (ہون) پھر معنی دار دہر حضرت نے

قا۔ ہوا کیا۔ مفت میں جان گئی۔ اوت ساسوٹ  
بائیں کرتھنگ کوچی نہیں چاہتا۔

جمعہ دار۔ (جمع) وہ جو گن کے پیر میں تھے خود۔  
قا۔ ارے بیٹا ہم تو مرے آئے تھے اور جانا گئے کہاتم  
دونوں آپس میں جھگڑا چکا۔ جھگڑا چکا نا گیا جہنم میں ہمارا  
جھگڑا پاک ہو گیا۔

جمع۔ شادی ہو گئی ہے۔

قا۔ بان۔

جمع۔ ہاے ہاے۔

قا۔ مر گئی بچاری۔ انہی ہی تو خیرت ہے۔

کا۔ اور کون کون رشتہ دار ہے۔

قا۔ یہ نہ پوچھو۔ کیا بتاؤں۔ ہاے کیا ہوا۔

جمع۔ مان تو جیتی ہے۔ یہ بتاؤ۔

قا۔ سو گم سے زمین پر گر پڑا۔ اور یہ آواز بلند چیخ اٹھا ہاے ہاے

جمع۔ ہاتھ ملکر) ارے معلوم ہوتا ہے اسکی مان پور می  
ہے۔

قا۔ اور اندھی بھی ہے۔

جمع۔ ارے تو بہ تو بہ۔ یہ بڑی بڑی سنائی۔

کا۔ بان یہ دنیا کا لیکھا ہی ہے۔

دنیا دورنگی مکان سراسے

جمع۔ بھائی صاحب اب اسوٹ اپنے امد کو مولی کو یاد  
کیجئے اور مرنا تو ایک دن بدرا ہی ہے اور یہ کیا ضرور ہے کہ  
بھانسی ہی ہو۔

قا۔ جو حکم حکم دے۔

جمع۔ برس چھہینے کی منزل ہو جائے تو اچھے رہے۔

م۔ دیکھیے فرما ہوں۔

شہ۔ اوت۔ خدا کی قسم ہنسی ضبط نہیں ہو سکتی۔

م۔ اب آپ لوگ ہنس لین تو میں فرماؤں بھر۔

شہسوار کا مارے ہنسی کے بر حال تھا اور سب اسپیکر  
بھی ہنسنے عاجز آ گئے۔

م۔ بس جناب من وہاں سے میں اس جو کبدا  
کو لایا۔ سپان دیکھا تو خون کے دریا بہ رہے تھے۔

انفرض تھانے پر ہو چکے۔ دوسرے دن

مجرم کا چالان ہوا اور گواہوں کے بعد مجرم دور پہنچ  
کیا گیا۔

اتنے میں نالی بیچارہ راہی ملک بھا ہوا۔

کانشبلون نے مجرم سے کہا کہ اب بھانسی پاؤ گے  
جہانگیر کے مرنے کی خبر ہو گئی۔ اس فقرہ ہوش رہا کہ

سننے ہی فاضل کا خون خشک ہو گیا۔

کاٹو تو لیونہ تھا بدن میں

رنگ نقی۔ اجل ہر در دیوار سے اپنی بھانک اور سب

صورت دکھائی تھی۔ پندرہ منٹ تک اسکی یہ کیفیت

رہی کہ کوئی ہاتھ پاؤں بھی چلا دیتا تو اسکو املا خرنوتی

جرت سی جرت تھی۔ طے طرح کے خیالات دل میں جگمگ

پانے تھے ہاے اس جو گن سے آشنائی کرنے کا شوق کون

چرا آیا۔ اوت۔ ہاے یہ بہن کیا سوچتی۔ اپنے آپ اپنے

پاؤں میں گھما رہی ماری۔

کا۔ یہ ہوا کیا تھا بھائی۔

قاتل۔ (قا) (راہوسی کے ساتھ) کیا بتائیں۔

کا۔ آج کچھ تو کہو۔ یہ ہو گیا۔

قا۔ جی گئے سمجھیں کہ جی گئے۔

جمع۔ اسد میں سب کچھ قدرت ہے۔

قا۔ بان گر بُرے کام کا برا ہی نتیجہ ہے۔

جمع۔ گھبراؤ نہیں خدا مالک ہے۔ ابھی پرسوں ہی ایک

مقدمہ ہوا تھا۔ ایک کوری لے اپنی ہو کہ مارڈالا تھا۔ صاحب

نے پوچھا ول کیوں نہ ڈالا۔ اس نے صاف صاف

کہہ دیا کہ حضور وہ بدراہن چلتی تھی مجھ سے نہ دیکھا گیا، عریس

دوسرے دن صاحب نے دو برس کی قید کا حکم سنایا۔

کا۔ بان۔! سب سمجھتے تھے کہ پھانسی ہو گی یا کالے پانی

جائیگا۔

پھانسی! پھانسی! پھانسی!!!

جون صاحب! دی درین جاو دور

خزردول دادن جانیت دگر

خزرم کسکس کینفس زندہ نمود

وا سیدہ کسی کو ازخدا زاور

تاریخ معینہ کو صاحب شش بچ کے زبرد مقدمہ پیش ہوا

اور محمود قاتل ملوایا گیا۔ اجل سے دو چارہ مول لگی نہیں ہے

محمود کی اس وقت عجب حالت تھی۔ ہر زبرد بشر کو حیرت اور حشر

کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور صورت اس قدر ڈراؤنی ہو گئی تھی

کہ الامان الامان۔ سوچتا تھا کہ ہاے دینا اسی کا نام تھا اسی

دینا پر ہم لٹو تھے۔ اسی زندگی پر ہمیں اس درجہ بھر و ساقھا۔

داسے نادانی۔ پاؤں خواب و دہو گئے ایک قدم چلنا بھی دھم

تھا خواب جاتا تھا کہ پھانسی ضرور پانڈگا۔ اب مردوں میں

میرا شمار ہے اور دگر دھت کے تحت آدمی جمع تھے۔ کوئی انہیں

کہتا تھا کہ جیسے کی جان جانیک قیق اطلب آدمی آبدیدہ ہو گئے

صاحب شش بچ نے بن۔ ملاحظہ انہما رات کو بان دیا دندا

پسر دگی صاحب مجسٹریٹ ور پورٹ پولیس صاحب سب مل سرکاری

پڑھنے کا حکم دیا بعد ازان گواہ طلب ہوئے اور اظہارات قلمبند

کئے گئے۔ مجرم باقبالی تو تھا ہی عدالت سشن میں بھی سنے ہتھکال

تمام اقبال جرم کیا۔ اس وقت عدالت کے کمرے میں تل کھینے کی

جگہ نہ تھی مستغیث اور اہل عملہ اور بعض حکام اور اہل شہر جو تین

جمع تھے۔ صاحب شش بچ نے اس سشن کی اسے طلب کی تو انہوں

نے بھی عدالت کی اسے سے اتفاق کر لیا اور عدالت نے بھی

کا حکم دیا۔ مجرم کا رنگ زرد ہو گیا۔ خون خشک۔ کار دہلی عدالت

سشن میں شمل مقدمہ عدالت تحت منظور ہی سزا سے موت کے

لے بھٹو صاحب جو ڈیشل کمنٹر بہادر روانہ کی گئی۔ اور صاحب

ممدوح نے سزا سے مجوزہ عدالت سشن منظور کر کے مقدمہ واپس

مجرم کو آٹھ روز کی محنت دی کہ اسل کرے۔ مگر اسل میں

کیا موتی جب میعاد اسل گز گئی تو مجسٹریٹ ضلع کے نام جی عدالت

سے مقدمہ سپردش ہو گیا حکم بھی گیا کہ تعمیل حکم عدالت سشن

کیجائے۔

صاحب مجسٹریٹ بہادر نے حسبِ عہدہ آرڈرک میں ایک حکم

اس مضمون کا تحریر فرمایا کہ از انجا کہ محمود ولد پیر بخش ساکن موضع

بکریا تبارخ فلاں، بے صبح کے وقت بمقام جل پھانسی پائیگا

لہذا ایک مجسٹریٹ درجہ اول اور صاحب متمم جل اور صاحب

ڈسٹرکٹ پرنسٹنٹ پولیس موقع پر موجود رہیں اور جلاوطن

کی رستی اور ٹوپ کے حاضر رہے۔

اس حکم کے پہنچنے کے بعد صاحب متمم جل نے جلاوطن تیار

کیا اور تاریخ مذکور صبح سے جیلخانے کے دروازے پر لوگ جمع

ہونے لگے۔ سات بجے کے وقت وہ مجرم تھا کہ درگاہ سری سر

نظر آئے تھے۔ صاحب پرنسٹنٹ جل نے محمود سے بوجھا کیا کہ کیا

کچھ کہنا ہے۔

محمود تو اسوقت خون جگر کھار ہاتھ کسی چیز کا نام کسی زبان پر نہ آیا۔ پھر پوچھا کیا کھا بیگا۔ اُسنے گردن کے اشارے سے قیام کچھ نہیں مرث اسقدر بیان کیا کہ جھکو نہانے اور غماز پڑھنے کی اجازت دیجائے۔

صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل کو شک تھا کہ میں اس قسم کی اجازت دے سکتا ہوں یا نہیں اُنھوں نے صاحب مجسٹریٹ اور صاحب سول سرجن سے بطور خود رو بابت کیا کہ میں ایسا حکم دینے کا مجاز ہوں یا نہیں۔ آخر کار بہ صلاح و اتفاق اسے یہ تجویز قرار پائی کہ اس میں کسی طرح کا سرج نہیں ہو لہذا محمود کو نہانے اور غماز پڑھنے کی اجازت دی۔ میدان جیل کے چاروں طرف ہزار ہا آدمی اس جہنم تک واقعہ روح فرسائے دیکھنے کو کھڑے تھے۔ محمود کی حالت دیکھ دیکھ کر سب کانپ رہے تھے اُس وقت جو کیفیت لوگوں کے دلوں پر گزری اُس کا بیان محال ہے۔ ناظرین میں سے شاذ ہی ایسے ہونگے جنھوں نے پھانسی پر چڑھتے عمر بھر کسی کو نہ دیکھا ہو۔ وہ خود اپنے دل میں اسوقت کی کیفیت کو سوچ سکتے ہیں۔ ایک میدان وسیع میں پھانسی بہ شکل اجل محکم نمایاں ہے۔ ادھر آدم تلسنگ درویدان دانتے سنگین چڑھائے دُٹے کھڑے ہیں اور میدان کے ارد گرد دھڑا رہا آدمی چشم جہمت سے اس سائے ہوش رہا کے دیکھنے کے منتظر ہیں۔ اور ایک بد بخت آدمی اپنی قضا کا توہ خوان ہے۔ جسکے ہرے سے یاوسی اور جہت برستی ہے۔

محمود قتل کی طرف روانہ ہونے ہی کو تھا کہ ایک اور گل کھلا اور لوگوں نے دیکھا کہ انٹی برس کی ایک ضعیفہ

نایابا ایک بچے کے کاندر سے ہر ہاتھ رکھے سانے سے علی آئی جو یہ بوڑھی عورت محمود قاتل کی دھادی تھی اور یہ بچہ اُس کا بیٹا تھا۔ جسکی مان نے چھ دن ہوئے قضا کی تھی اُس کی عمر سات برس کی۔ بالکل معصوم۔ جب قریب پہنچی تو محمود نے انکو بغور دیکھا اور سمجھ بھیر لیا۔ اُس کا کیا ہائے کہ باپ پر سوت کیا مصیبت ہے۔ سمجھا کہ مجھ کو دیکھ کر پیار کے سبب سے منہ پھیر لیا کہا۔ آبا ہمنے دیکھ لیا۔ داہ ہمیں دھوکا دیتے ہو۔ ضعیفہ محمود۔ محمود۔

محمود اس ضعیفہ کی آواز کا جواب دینے ہی کو تھا کہ زبان بند ہو گئی۔ اُس کا۔ آبا بولتے دن کہاں رہے۔ دردن سے ایک ٹکڑا روتی کا بھی جہن نہیں ملا۔

محمود کا دل بھر آیا اور حاضرین میں سے اکثر آدمی آبا بدبو ہو کر کانٹا ہوا اپنے ستم رسیدہ باپ کے پاس گیا۔ اور جا ہی چمٹ کر بولن کہنے لگا۔

اُس کا۔ آبا۔ اب جلو گھر۔ محمود نے اُس کے کو پیار کیا۔ اور گویا بھلا آدمی تھا اگر اُسو بے اختیار نکل پڑے۔ اُس کے نے جو روتے دیکھا تو کہا۔ آبا۔ روتے کیوں ہوتاؤ کاہے کے واسطے روتے ہو۔ آبا۔

صاحب سول سرجن عمر اور بڑے رحم دل آدمی تھے۔ اس کیفیت درد انگیز کو دیکھ کر ایک کونے میں جا کے خوب روتے صاحب مجسٹریٹ سکنے کے عالم میں تھے اور ارد گرد کے حاضرین میں شاذ ہی کوئی ہو گا جو لارڈ زرنہ روتا ہو۔

اُس معصوم بچے نے جو اپنے باپ کو اتنے دن بعد دیکھا تو مار سے خوشی کے چمٹ ہی گیا۔ اب جو ہنسکڑی اور مکیڑی پر نظر پڑی تو خیر ہو کر بولن پوچھا۔

ضعیفہ - ارے کوئی حاکم اسکو بچاؤ۔ ہاے مجھے اسکی عقل بھانسی دے دو جاہے۔ اوت - اوت - اوت -

محمود - میرا میرا میرا -

ٹرکا - آہا تم روئے کیون ہو گے۔ انا تم کیون روتی ہوگی۔ کیا نازک وقت تھا۔ حکام پر فرض تھا کہ تھک وقت پر بھانسی دین۔ لیکن پورھی عورت کا آنا اور ٹرکے کا رونا جلانا اور محمود کی میفراری اور اسکی دادی کی گریہ و زاری نے سب کو خون رلا یا۔ آنکھوں تلے اندھرا چھایا۔ صاحب محشرٹ گریان صاحب سول مرجن کے لب پر آہ دلفان سپرٹنڈنٹ جیل نوہ کمان خلق خدا افسردہ دل مرجن محمود کی روح شکل بیدل زمان -

ضعیفہ نے ایک دفعہ ہی حیح کر کہا کہ ہاے ہاے ارے لوگوں میرا تو جیسے کوئی کلجہ لٹا ہے۔ ارے دوڑو مری - مری مری - دو بار مری مری کہتے مری عربہ بھر مری کہنے کو بھی کہ دفعہ سے زمین پر گر پڑی لوگ دوڑے کہ اٹھائیں۔ اُسے آنکھیں پھیر لیں۔ صاحب سول مرجن نے سینہ پر ہاتھ رکھا بغض دیکھی اور کہا (سر د ہو گئی) -

اسوقت اس معصوم بارے بچے کا دار عین مار مار کر دنا تم لوہا تھا محمود کو دین بیکر اسکو بار بار سمجھا تھا کہ سوچنا جانا تھا کہ اسوقت تو میں اپنے تخت جگر نور بھر کو کلیجے سے لگا کر سمجھا تا ہوں ہاے ایک لمحے کے بعد جب میری لاش بھرک لپی ہو گئی تب کوں اسکو سمجھا سکتا۔ اس خیال کو محمود نے عین تھا مایوسی میں گاؤں بلند غاہر کیا تو چو طرف سے بکا دین اور شبنو دشمن کی حدابن بلند ہوئیں کرام مجا ہوا تھا۔ دو تین سو آدمیوں نے ٹھکانے کی کورنٹ کی خدمت میں

ٹرکا - آہا لوہا کیون پہنے ہو۔ اسکو اتار دو۔ میرے آبا اے پھینک دو اور گھر چلو۔ اماں سے بھو کی ہن -

محمود - کچھ کہنے کو تھا مگر آنسوؤں کا تار جو بندھا تو ایک ایک آشک گلو گھر گیا۔

ٹرکا - آہا - آہا - حیرت سے باپ کو دیکھ کر روتے کیون ہو۔ جب محمود بول سکا تو ٹرکا بھی زار زار روئے لگا۔ ضعیفہ اب تک چپ چاپ کھڑی تھی جب محمود اور اسکے پیچھے دو تین کے رونے کی آواز سنی تو بھیانک آواز سے بون ہوئی ضعیفہ سیاہی میں اب کچھ ادھنیں مانگتی۔ پس اپنا چانتی ہون کہ ذری دیر کے لیے میری آنکھیں محل جا میں تو میں محمود کو نظر بھر کر دیکھ لوں -

یہ لکھ کر ضعیفہ محمود کو چٹائی کر جیسے ہی ہنکڑیوں پر ہاتھ پڑا اور اچانچ اٹھی اور غش کھا کے گر پڑی۔ ٹرکے نے ادھر تو محمود کو روئے دیکھا اور ادھر ضعیفہ کی حالت نار دیکھی تو خود چلا کر روئے لگا۔

ٹرکا - آہا دیکھو آہا کو کیا ہوا۔

محمود نے اپنی پورھی دادی کو اٹھایا اور کہا سنو اب تو میرا بچا غیر ممکن ہے۔ مگر مجھے آنسوں یہ کہ ہاے ٹکڑوئی کون دیگا۔ اور اس بیچارے معصوم کو جسکی ماں ابھی ابھی مر چکی ہے کون ہاے گا اور اسکی کون خبر داری کرے گا۔

ضعیفہ - ارے محمود۔ اب میں کیا کروں بیٹا۔ ہاے گھر تو کل اس منہار نے جلا دیا جس سے مجھ سے لاگ ذات تھی۔ اس بچے کو اب روٹی کا ٹکڑا کون دیگا ہاے یہ ہلک ہلک کر مر جا رہا ہے۔

ٹرکا - آہا میرا دل اسوقت -

درخواست کریں کہ محمود کا قصور معاف کر دیا جائے۔  
لیکن یہ خیال خام تھا شہزادہ کی بے بساست ضروری  
دلا بدی ہو۔

شہسوار دو فگار بھی کل حال عبرت آمل بعد حزن و  
ملال دیکھ رہے تھے مارے بچ کے انگا دل دس دس ہاتھ  
اچھٹنے لگا۔ اتنے میں صاحب سول سرجن نے کہ از بس  
رحم دل بزرگوار تھے۔ آگے بڑھ کر یوں کہا۔

ڈ۔ رسول سرجن ڈاکٹر محمود۔ میں سول سرجن ہوں۔  
تمہاری حالت دیکھ کر میں سیما کی طرح تڑپ رہا ہوں۔  
تمہارے پھانسی پانے میں تو کوئی شک ہی نہیں۔ لیکن  
اب تم کو اپنی جان جانے سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے  
کہ یہ بچ کبھی ہو کر رہے گا۔ میں مثل پیچھے عسائی کے اقرار  
کرتا ہوں کہ تمہارے بچے کو اپنے ٹرکون کی طرح پاؤنگا۔ اور  
اعلیٰ درجہ کی تعلیم دوں گا۔ اب تم اُسکی طرف سے بالکل متغیر ہو  
اور اپنے مرنے کی استغلال کے ساتھ جاری کرو۔

محمود سول سرجن کی زبان سے یہ کلمے سُکر اس قدر شکوہ ہوا کہ  
اُس شکر یہ اُسکے مکان سے خارج تھا اس قدر خوش ہو کہ پتو پٹو کر دیا  
ٹرکا۔ آہا۔ انا کو کیا بیماری ہو۔ جیتی میں نہ۔

ڈ۔ ہاں ہاں تم رو دو نہیں۔  
ٹرکا۔ پھر آتا تم کیوں روتے ہو۔  
صاحب ججسٹریٹ۔ (مجسٹر) اب دیر ہوئی ہو۔

ڈ۔ بیشک مگر کیا کیا جائے۔  
سپرٹنڈنٹ۔ کیا نازک مقام ہو۔ تو بہ تو بہ یہ تو  
ٹرچہ ہی ہو گئی۔  
ڈ۔ آف کیسی کچھ۔

محمود۔ ڈاکٹر صاحب۔ اب میرے سامنے میرے بچے کو  
آپ کو دین میں تو میں اس مرنے کے وقت جی اٹھوں۔  
سول سرجن نے ٹرکے کو گود میں لیا اور محمود سے کہا کہ ہم  
اپنے ایمان کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس ٹرکے کو ہم مثل اپنے  
خاص بچوں کے مانینگے۔

محمود۔ بیٹے تم اپنے پاس رہو۔ اب ہم کام کو جانتے ہیں۔  
ٹرکا۔ نہیں آہا۔ ہم نہ مانینگے۔  
محمود۔ ہم جلد جانیٹے بیٹے۔  
ٹرکا۔ جلتے کمان ہو۔

محمود۔ ہاے تم۔ میں اس سے کیا کون کہ کمان جانا ہوں  
ابھی آ جاؤنگا بیٹا۔  
ٹرکا۔ ہم کو بھی لہجہ۔ آہا ہجو بھی لہجہ۔ اتنے دن سے ہم  
تمہارے ساتھ کہیں نہیں گئے۔

محمود۔ ہکو جلتے دو۔ ہم ابھی اٹینگے۔  
ٹرکا۔ ہم بھی دین جیتنے جہان کو تم جاؤ گے میرا آتا ہے جلو۔  
محمود نے بوسہ لیا کہ ماتم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔ ٹرکے نے  
ہاتھ جوڑ کر کہا۔ آہا میں ڈری گود میں سے لا۔ محمود نے ٹرکے  
کو گود میں لیکر خوب پیار کیا اور کہا کہ بس اب جاؤ ٹرکا بھلا  
لاکھ لاکھ جن کیسے مگر وہ گود سے نہ اُتر صاحب سول سرجن  
نے جا ہاؤ گود سے لین مگر وہ خوب زور سے اپنے باپ چپٹ کر  
رونے لگا۔

ٹرکا۔ آہا دیکھو یہ ہکو بے جاتے ہیں۔ آہا بچاؤ۔ ہاے آہا بچاؤ۔  
اس وقت محمود جی کو ٹرکے کے گود پر دستوں گود سے  
آہا۔ ہاے کیا درد انگیز اور حسرت خیز معاملہ ہے۔ ایک ٹرکا۔  
جان سے زیادہ عزیز۔ چند روز دن ہو سے کہ اُسکی جان نکلے گی۔

نہ دیکھ لے۔ لڑکے کی کیفیت کہ گلا پھاڑ پھاڑ کر رو رہا ہے۔  
 اتنے میں ضعیفہ کی لاش جو اتفاق سے نظر پڑی تو اور بھی محوٹ  
 پھوٹ کے رویا تو پھر چھادیا گیا اور اللہ الا لہ محمد رسول اللہ کتنا  
 ہوا محمود پھانسی کے پاس کیا۔ عین جس وقت جلاد نے پھانسی  
 دی محمود نے سنا کہ اسکا بیاراجہ مدد کر کتا ہے کہ اب ہاتھ دودن سے  
 روٹی نہیں کھائی۔ ہمیں کچھ کھلاؤ دو یہ جگر خراش فقرہ اپنے  
 تخت جگر کی زبان سے اس بیکی کی حالت میں سنا کہ سننے ہی  
 نصف سکنہ میں پھانسی پر چڑھا جاتا تھا کہ صاحب مجسٹریٹ  
 اتنی اجازت اور چاہی کہ اپنے پیارے لڑکے کو آخری مرتبہ اپنے  
 سامنے کچھ کھلا دے لیکن لاش پھر کٹے لگی۔ اس وقت حافظین  
 بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ پھانسی پانے کے وقت بھی محمود کے ہاتھ  
 بانوں مارنے سے یہی ثابت ہوتا تھا کہ وہ دس منٹ کی اور اجازت  
 چاہتا ہے۔ لاش سرد ہو گئی اور صاحب سول سرجن نے بادیہ  
 مطرح و سینہ جرح رنگ لاش کو دیکھا اور کہا (دھنڈا ہو گیا)۔  
 حضرات ناظرین میرا خدا حافظ ہے کہ اس وقت طبیعت قیام میں نہیں  
 ہے دل بھرا یہ جس وقت محمود کی حالت زار ہم باور نہ میں کچھ نہ تو آنا  
 ہائے افسوس و افسوس۔ اتنی ہی سی دیر میں کتنی درد انگیز باتیں  
 دفعتاً میں آئیں محمود کو پھانسی کا حکم سنایا گیا۔ فوری عورت آئی  
 محمود کو اس حالت میں دیکھا کہ اسے وہ سہ سے اور غم کے اسنے نبی جان  
 گزائی۔ بچے نے اس گریہ زاری پر محمود کا چھوڑنا گوارا نہ کیا  
 کانسبل نے زبردستی چھین لیا محمود قتل کے قریب آیا تو اس معصوم  
 بچے نے ایک جگر خراش فقرہ سنایا۔ عین پھانسی پانے کے وقت  
 محمود نے بھد جرت سنا کہ اسکا لڑکا بھوک کی شکایت کر رہا ہے۔  
 اچھے سنگ لون کے دل بھی اس وقت کچھل کے موم ہو گئے۔  
 خلق خدا کی کیفیت کہ کوئی شخص نازدار و ناقما۔ کوئی جرت

باپ سے چٹ کر کتا ہے کہ اب چھکھو لے چلو اور باپ اسد بھ  
 مجبور کہ اپنے نو بصر کو زبردستی ایسی حالت میں خود اپنی  
 کودے اتارے دیتا ہے۔  
 پولیس کے آدمیوں نے محمود کو چوڑے سے گھیر لیا۔ محمود کے  
 ہاتھوں میں تنگ لٹی بانوں میں یک لٹی اور خزان خزان  
 باستقلال تمام قتل کے رخ جا رہا ہے۔ پھانسی تک ہنوز  
 نہ جانے پاتا تھا کہ دفعہ لڑکے کے روٹنے کی آواز کون میں  
 آئی۔ اس وقت محمود کا دل بھرا آیا اور آنکھوں سے پُپ پُپ  
 آنسو جاری ہو گئے پیچھے پھر کر بھد جرت دیکھا اور صاحب  
 سول سرجن سے کہا کہ اگر مفادہ نہ تو میں اپنے بچے کو ایک  
 دفعہ اور چھاتی سے لگاؤں۔ صاحب مجسٹریٹ نے منظر کو لیا  
 کانسبل لڑکے کو لے آئے اس مرتبہ وہ معصوم بچہ بری  
 خوشی سے اپنے باپ کو چٹ گیا اور ابکی اور بھی زور سے  
 چیتا کہ کوئی چھوڑا نہ سکے۔ محمود کی آنکھوں سے اس وقت  
 آنسو اس کثرت سے جاری تھے کہ اپنے بچے کو اچھی طرح  
 دیکھ نہ سکا۔ گو محمود کی گریہ و زاری سے لڑکا بیقرار ہوا  
 مگر چونکہ باپ سے ابھی ابھی زبردستی جدا کیا گیا تھا  
 لہذا اپنے کو پھر بعد مایوسی اسکی گود میں پا کر نہایت ہی  
 خوش ہوا۔ مگر افسوس کہ اس بیچارے کو یہ نہیں معلوم  
 تھا کہ اسے باپ کا جبر اسکو اسقدر بھر و ساتھ دسین  
 ہے وہ پھانسی کو غور سے دیکھتا تھا مگر یہ نہیں سمجھتا تھا کہ یہی وہ  
 چیز ہے جو اسکو غم کی دہلی۔  
 محمود نے پھر جی کر لڑکے کو زمین پر آہستہ سے  
 چٹک دیا۔ اور قتل کے رخ دور نہ لگا۔ کانسبل نے لڑکے کو  
 گود میں اٹھالیا اور دانا ہوا اچھلا کہ باپ کو پھانسی پر چڑھتے



کسان - (گنوار کا لٹھ) بان بہت ہے۔

شہ - کہاں پر۔

گنوار - ادنیٰ گنتی۔

شہ - بیان سے کسی قدر فاصلہ ہے۔

گنوار - بان۔

شہ - بان! بان کیسا - ہم پوچھتے ہیں بیان سے کس قدر

بعد ہوگا۔

گنوار - ناہین۔

شہ - (جھلا کر) پاگل ہے کون - اے بیان سے کتنی

دور ہے۔

گنوار - جسے ہم تمھاری بولی سمجھے ناہین۔

شہ - لاجول دلاؤ۔

گنوار - ارے اب ہم (بلا کوٹ) کا جانی کہ کاکت ہیں۔

شہ - (اگے بڑھ کر) اریساں کمار - بیان کوئی جوگن رہتی

ہے۔

گنوار - (کہ) سنگھاڑے ہوئے ہیں۔

شہ - کیا خوب۔

کہ - پہلے باہن کھوایا جاتا ہے ڈٹھونی اکا دس کے دن

توڑے جاتے ہیں۔

شہ - (ہنس کر) ارے بیان کوئی جوگن رہتی ہے۔

کہ - اب لے صاحب آپ حاکم ہیں چاہے اپنے ہاتھ سے

توڑ لیں - کیڑے پڑ جائینگے۔

شہ - (اگے بڑھ کر) اومر دور۔

مردور - (پچھے پھر کر) بان صاحب۔

شہ - اومر آؤ۔

کے ساتھ پھانسی اور عیش پر لٹو ڈالتا تھا۔ کوئی اس  
ذرا سے بچے کو چکار کر دلا سا دیتا تھا۔ کوئی ڈاکٹر صاحب  
کا ذکر زبان پر لاتا تھا۔ کوئی ڈاکٹر صاحب کی تعریف  
میں رطب اللسان تھا۔

شہسوار دنگار جو بیان سے چلے تو قدم قدم پر یہی  
سوچتے جاتے تھے کہ تارک الدنیا ہو جائیں۔ ہوا و ہوس  
سے ختم ہوئیں۔ حسد اور بغض سے کچھ واسطہ ہی نہ رہیں  
دل کی صفائی کو مقدم سمجھیں۔ سوچتے کہ ہم بھی اس محمود  
کی طرح پھانسی پانے ہی کو تھے۔ خدا نے بہت بکاا۔ ایک  
دفعہ ہی انھیں یاد آیا کہ میرزا ہمایون فر کے گھر میں آگ لگائی  
ہے۔ رنگ فی ہو گیا۔ جسم تھرتے لگا۔ اسرار آتش نئی کا  
جرم! ہم بھی مجرم ہیں جو قوت جسا جی جاے ہیں پکڑا  
بلائے اور ہم نے تو اپنے ہاتھ ہی کاٹ دیے شہزادہ ہمایون فر  
کو کھینچا کہ تو ہم نے آگ لگا دی۔ (قبالی مجرم ہو گئے  
وہ شہزادہ صاحب جاہ و منال ہم درویش بنیوا بھٹے حال  
ہمارا اسکا مقابلہ کیا۔ ابھی دس پانچ آدمی اومر اومر  
ردانہ کر دے چلے ہم فوراً گرفتار ہو جائیں۔ پچھترہ  
میں بے آبروئی ہو ذلیل ہوں خوار ہوں سزا بائیں قید خانے  
میں جائیں۔

### شہسوار اور جوگن کی ملاقات

دل میں ٹھان لی کہ اسی جوگن کے ہاں جاں کے ہیں جوگن  
کی باگ اٹھائی اور چلنے چلنے اُس کا خون کے قریب پہنچے  
تو لوگوں سے جوگن کا حال اور پتا پوچھنے لگے۔

شہ - (ایک کسان سے) کیونہی بیان کوئی جوگن رہتی ہے۔

سفیدہ - شریف اور وادی سمجھ کر عرض کیا اب آپ کو اختیار ہے۔  
 شہ - واسد میں کمال مشکور ہوا مگر۔  
 سفیدہ - اگر گرسب رکھا رہیگا۔  
 شہ - اچھا کچھ حالات تو بتائیے۔  
 سفیدہ - نہایت کم سن عورت ہے۔ اور پری چہرہ۔ بے اختیار  
 جی چاہے کہ بوسہ لے لیجے۔ پھر مراد بن۔ چال مستانہ۔  
 کمر نازک اور دادہ بانگی کہ باسے ستم داسے ستم۔  
 شہ - ہاں۔  
 سفیدہ - پوری بات تو سن لیجیے۔  
 شہ - فرمائیے۔ فرمائیے۔  
 سفیدہ - نہر کی لگاؤ باز ہے۔  
 شہ - پھر اس میں ہر جی کیا ہو اپنا۔ زبے طلوع۔  
 سفیدہ مگر

درین درطقتی فروشہ ہزار  
 کہ میدانہ شد تختہ برکنار

ایک لالہ نے دور سے بتایا کہ وہ مکان ہے۔ شہسوار نے  
 اٹھب بادرقار کو کر ڈا دیا اور دن سے داخل منزل مقصود ہو  
 دکھا کہ ایک فرج بخش درگش باغچہ ہے اور ایک چھوٹا سا خوش نما  
 بنگلہ مکان کی صفائی کیلئے سیلف بردال ہے مکان کی پرتیجہ تھا  
 پشت تو سن سے اترے۔ جو گن انکو دیکھ رہی تھی قریب جا کر  
 سلام کیا۔ اور حسب اجازت ایک تپائی پر بیٹھے دیکھا تو لوٹ ہوئے  
 اُس نگار عیدہ جو کی پور پر جو بن تھا۔ جوانی بھٹی پرتی تھی  
 خاک کھٹ پائے زیبائے نخل ابجا ہر چشم حور۔ از سر تا پا عالم نور  
 زیبایا یکہ نازک کہ خوش ابرو۔ غنیر مویہ

چون ہلال بردش ماہ نو از دور شد  
 احمر شدا ز طعنتم تا دید ما کہ عید

مزدور نے دیکھا کہ ایک جوان رعنائیت خوش خرام  
 پر آسن جمائے آن بان کے ساتھ آ رہا ہے سمجھا کہ مجھے بیگار  
 کپڑے لگا۔ شہسوار نے جیسے ہی کہا اور ہڑوہ جو تیاں چھوڑ کر  
 بھاگا۔ انکو جودل لگی سوچی تو انھوں نے بھی کھڑا تیز کیا  
 مزدور کے موش پران کہ کج قفل ہی کیے گئے۔  
 شہ - (ایک عورت سے) کیون نیک بخت یہاں کوئی  
 جو گن رہتی ہے۔  
 عورت - بان بان رہت ہے۔  
 شہ - کہاں پر مکان ہے۔  
 ع - بسنی سے تنگ دور۔  
 شہ - یوں چلا جاؤں نہ۔  
 ع - سامنے جاے کے وہ جون کھری ہے ادنی انگ  
 وہاں گھوم جاؤ۔

شہسوار عورت کے شکریہ گزار ہوئے اور جس طرف آئے  
 بتا دیا تھا اسی سمت انھوں نے فرس بادرقار کو سبک پیہ  
 کیا۔ راستے میں ایک سفید پوش اُن کو ملے۔ اُن کی  
 ملاقات کو غنیمت جان کر انھوں نے سوالات کرنے  
 شروع کیے۔  
 شہ - کہاں کا غم ہے حضرت۔  
 سفیدہ پوش - (سفید) ذرا کھیت دیکھنے جاتا ہوں۔  
 شہ - یہاں کوئی جو گن رہتی ہے۔  
 سفیدہ - (مسکرا کر) خیر۔  
 شہ - یہ مسکرا نا اور خیر کمر کا موش رہنا کیا معنی بندہ پرور۔  
 سفیدہ - اس پھر میں نہ پڑے۔  
 شہ - نہیں یہ بات نہیں ہے۔

<p>ج۔ فقیروں کے پاس کیا ہے۔  شہ۔ جاے جو کچھ ہو۔  ج۔ ایک بوریا۔  شہ۔ سہ</p>	<p>یہ ناز و فروش و قسم و کوش از سزا با صدی پوش میے۔  کیونگی ایسی بھائی کہ کل پوشاک صدی ہی رنگوانی جوت  دہ بری بعد شان پری قدم کھائی تھی۔ کمر نازک زلف  چلیپا کے پوجھ سے چک جاتی تھی۔ بخلص کاشی سے</p>
<p>روسے مقصود کہ شاہان بدعامی طلبند  سببش بندگی حضرت درویشان</p>	<p>گردان تاب کمر گروم کہ باین ناز کی  این ہمہ بارطافت را یک سو کشد</p>
<p>ج۔ آپ کا مکان کہاں ہے۔  شہ۔ سہ</p>	<p>شہسوار ہزار جان سے عاشق زار ہو گئے۔ سوچے کہ  بس اب یہ سر ہر اندر ہے۔ سہ</p>
<p>گھر بار سے کیا فقیر کو کام  گل ہون تو کوئی چین بتاؤں  کیا بھیجے چھوڑے گا نون کا نام  غرت زدہ کیا وطن بتاؤں</p>	<p>جز آستان توام در جهان پناہی نیست  سر را بجز این در حوالہ گاہی نیست</p>
<p>ج۔ بیان کس مقصد سے آئے۔  شہ۔ رتنے جوگی تو میں ہی ادھر بھی آ نکلتے۔  ج۔ اچھا بیٹھے۔ اچھی طرح۔ جو چوٹی بھوسی حاضر ہے  آمین غدر نہیں۔</p>	<p>جو گن اپنی چوٹوں سے تار گئی کہ حضرت کا دل آیا ہر  عشق جریا ہر شہسوار دفکار نے اٹھ کر اس سے نفا کے  قدون بر ٹوپی رکھ دی اور لسان لغیب حافظ شیرازی  کا یہ کلام زبان پر لائے۔ سہ</p>
<p>شہ۔ چوٹی بھوسی! (مسکرا کر) کیا بکری مقرر کیا ہے۔  ج۔ جو سمجھے۔</p>	<p>تساہ مبارک افتاد بر سر دم  شد سادہا کہ از من بخت رفتہ بود  دو غلام شہید و اقبال جاگرم  از دولت وصال تو باز آمد از دم</p>
<p>شہ۔ جب دینا سے دون ہی کو چھوڑ بیٹھے تو کب کا کھانا ادا  کس کا مینا۔</p>	<p>باد کن کہ بے تو زانے بر سر دم  اس بے سنگدل نے مجھ کی خون سے ہنر نظر ڈالی تو۔ سہ</p>
<p>ج۔ دنیا کوئی لاکھ چھوڑے تو کیا۔ کھانا پینا بھلا چھوڑا  جانا ہے۔</p>	<p>ہوش جانا ہا نگاہ کے ساتھ  شہ۔ بری دور سے آ نکلا شہر مسکراہو یوں۔</p>
<p>ج۔ آخر اتنا تو بتاؤ کہ تم کون ہو۔  شہ۔ آشفقہ حال پریشان روزگار۔</p>	<p>جو گن۔ (ج) ان اکثر صاحب شریف لائے ہیں۔ اور  شریف زاریان بھی آئی ہیں۔ کوئی آئے تو خوشی نہیں نہ  آئے تو خواہش نہیں۔</p>
<p>ج۔ کیوں۔  شہ۔ نتیجہ اعمال۔  ج۔ (راہ سرد میر کر) افسوس۔</p>	<p>شہ۔ میں چاہتا ہوں کہ عمر بھر آپ کے قدموں کے تلے  پڑا رہا ہوں۔</p>

شہ - اعمال بد اور افعال بد کا نتیجہ بھی بد ہی دیکھا۔  
 بچ - (مخندہ سی سانسین بھر کر) سچ ہر سچ ہر۔  
 شہ - مجھے اس عشق نے غارت کر دیا۔ ادھر کار کھا  
 نہ ادھر کار کھا۔

بچ - عاشق کس پر ہوئے تھے۔

شہ - ایک بیگم کی دوہ بارہ لڑکیاں ہیں ان سے آنکھ  
 لڑی تو بس قفل ہی ہو گیا۔ جینے جی مرنا۔

عشق آیا قیامت آئی ہر | پار سالی پہ آفت آئی ہر  
 اک بری رو پر جان کو تباہوں | سر بازار قفل ہوتا ہوں

بچ - پھر وہ بلیکین بنے لیکن چہ لیکن۔

شہ - وہ ان ایک رقیب پیدا ہو گیا۔

بچ - وہ کون۔

شہ - ایک جوان رعنا ہر - نہایت ہی حسین آدمی۔

بچ - نام یاد ہر۔

شہ - میان آزاد نام ہر - تیرا طرار - گلخدار - خوب رو  
 قوس ابرو۔

میان آزاد کا نام سنتے ہی جو گن کے چہرے کی رنگت  
 کا نور ہو گئی۔ سرخی کے عوض زردی چھائی۔ آفت آئی  
 قیامت آئی۔

لوں میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر گئے  
 بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانے کیا یاد آیا

شہسوار دنگ کہ بار خدا یا یہ ماجرا کیا ہر - ابھی تو بلیبل  
 ہزار داستان کی طرح بعد زبان چبک رہی تھی اور ایک دفعہ ایسی  
 خاموش ہو گئی کہ گویا زبان ہی نہیں۔ میان آزاد کا نام جو  
 شہسوار کی زبان پر آیا تو اس پیارے نام نے حسن و عکس

ہر حسین کو خون رلا یا۔ نائرو تم نور سینہ میں جوش نرن ہوا  
 توڑی دیر تک سکتے کا عالم رہا۔ انوار و انسام کے  
 خیالات درو آگیز نے دل میں جگ بانی - آزاد کیا یاد آئے کہ  
 آفت آئی - سوچی کہ ہاے یہ میں کس امید پر دھونی رسائے سب ایک  
 تھلک بستر چھائے جو گن کا بھیس بنائے بیان بھی ہون آزاد  
 آئے نہ آئے۔ جذبہ دل کا اثر اسکو سرے پاس نہ لائے  
 نہ لائے۔ اور اگر اب بھی تو آزاد کے ساتھ نکاح ہو یہ خواب و  
 خیال ہر۔ وہ دلدادہ حسن جمال نافورہ بری مثال ہر۔ تول  
 ہار ہر۔ دم سدھا رہا۔ ہاے یہ میں نے کیا کیا کیجے بھائے  
 مفت کا دروس مل گیا۔

ہر عظم اسکو بار کیا ہنسنے کیا کیا | کیا جبر اختیار کیا ہنسنے کیا کیا  
 اس شک لگی کی تو ہنسنے میں لگا | اپنے گلے کا ہار کیا ہنسنے کیا کیا

آزادی کو سلطنت ملک عشق کا | مختار کا رو بار کیا ہنسنے کیا کیا  
 راحت کوئی آرام کو یا۔ دین و دنیا سے ماتم دھوا۔ خیر  
 پھر تو کیسے بے غیر ہوئی سو ہوئی۔ جان کھبا ڈا لوگی۔ اور ہمیں  
 دمعنی دینے بیٹھی رہو گی۔ رنج و مصیبت سہو گی۔ نام مرگ  
 آزاد ہی کے عشق کا دم بھر دو گی۔ ہر جاؤں گراؤت تک نگر دو گی  
 آزاد کو کوئی بندہ خدا میرے درد دل سے آگاہ کرے تو  
 اسکی لڑائی ہو جاؤں۔

ای باد صبا بھل جاب میں ہو | دو کھجی جو کچھ حال تہ دام ہمارا

شہسوار کی عقل دنگ کر یا اور بیٹھے بٹھائے یہ دفعہ اس  
 درجہ افسردہ پر مردہ کیون ہو گئی۔ ابھی تو چشم نمون پر دنا کو  
 تعلیم ناز دیتی تھی اور ابھی ابھی آنسو دن کا تار بندھ گیا۔  
 جی کو کہہ کے آنسو نے پوچھا کہ اگر ناگوار نگذرے اور بدل  
 اجالت پیچھے تو ایک سوال کروں۔

<p>شہ - خوب یاد رکھئے مجھے دنیا سے نفرت ہو گئی جس پہر کو پیار کرتا تھا اور جسے عشق کا دم بھرتا تھا اسے میرے سامنے میرے قریب کہنے لگا یاد رکھئے آتش غم میں غلاما۔ ۵</p>	<p>جو گن نے ٹھنڈی سانسیں بھر کر پھر رونا شروع کیا شہسوار اور بھی تھیم ہوا مگر سمجھا کہ حسن و عشق کا جھگڑا ضرور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کسی جوان ستم پر سکا دل آیا تھا لیکن دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ ۵</p>
<p>زقباز آتش جوش من مجور سے سوزم نمی سوزی تو از نزدیک من دوری سوزم</p>	<p>فرقت میں اک منہم کے یہ تفرقہ پیرا ہو دل ہو کدو موندہ مٹا ہی ہو کدو موندہ تھے ہیں</p>
<p>ج - رقیب کون - شہ - وہی نوجوان رعنا جس کا نام آزاد ہے۔ جو گن آزاد کا نام سن کر بھر پور ہو گئی - شہسوار سے پوچھا کہ وہ آج کل ہیں کہاں شہسوار نے کہا دادہ اکلم - مگر سنار دم گیا ہے۔ ج - وہ کون ایسا پرکا کہ آتش خوبرو جوان ہے جس کے سامنے ہم ایسے گلبدن کی دال نہ لگی۔ شہ - ایمان سے کمون یا لگی لہٹی۔ ج - لگی لہٹی کیا منی۔</p>	<p>چوٹ کھایا ہوا تو تھا ہی جو گن کی حالت زار پر کمال افسوس کیا۔ شہ - آنکھیں لمبو کی بوٹیاں ہو گئیں - زرا دل کو ڈھارس دے۔ ج - ۵</p>
<p>شہ - مجھ سے وہ کبھت ہر طرح اچھا تھا۔ کبھت کا لفظ جو آزاد فرخ نہاد کی شان میں شہسوار کی زبان سے نکلا تو جو گن آگ بھبھو کا ہو گئی۔ قریب تھا کہ شہسوار کو نکلوا دے مگر سوچی کہ جھگڑے فساد سے کیا واسطہ جب جو گن کے جھپٹ میں رہنے اور انواع اقسام کے مصائب سننے لگے تو اب غم و غصہ کیا۔ شہسوار کو لاکہ روم گئے تو ہمیں چڑا کر خدایا ہی جو داپس آئیں۔ جو گن کے شیشہ دل کو اور ٹھیس لگی مگر اظہار ملال خلافت وضع نہ سمجھی۔ شہ - ۵</p>	<p>ہنم جو میں جانتی کہ بیت کیے دکھ ہو ۵ نکڑ دھندھو رہا ہستی کہ میت کرے ناک ۵ اگر دہاتم زور زار دل داغ جانی را لیکا دم بدل شون چراغ آشنائی را جو گن عورت تھی دور زندیش شہسوار کو درد دل کی طلوع دینا اور میان آزاد کا نام لے کر مصالحت وقت نہ سمجھی۔ سوچی کہ آزاد کا رقیب ہے خوت تھا کہ مبادا اس کا عاشق زار سمجھ کر مجھے صدمہ پہنچائے بات مال دی گو دل قابو میں نہ تھا مگر ضبط کر یہ کیا۔ دل ہی دل میں آزاد فرخ نہاد کو یاد کرنے لگی۔ ۵</p>
<p>بھری وہ آتش عشق اس دل نگار میں ہے کہ لاکہ برق نہان جسے ہر شرار میں ہے</p>	<p>خوت سے لیتے نہیں نام کہ سن سے نہ کوئی دل ہی دل میں نہیں ہم یاد کیا کرنے ہیں شہ - میں نے کل سے دل میں ٹھان لی ہے تارک کہ لاینا ہو جاؤ ج - تارک ہونا خالہ جی کا گھر نہیں۔</p>
<p>ج - آزاد ہاے آزاد - (ٹھنڈی سانس بھر کر)۔</p>	<p>شہ - یہ سچ مگر میں ہوا افسوس نہیں ہوں۔ ج - شاید۔</p>

شہ - خطا کی ہو تو سزا دو۔	شہسو ار نے بکر کر جو گن پر نظر ڈالی تو اس شوخ شوگر نے
ج - ذری بہت چل نہ نکلیو۔	بات مالی اور کہا آزاد ہی نے تمہیں خراب کیا۔ یہ کاٹنے آگے
شہ - کیا مجال۔	ہوئے ہوئے ہیں شہسو ار دل میں از بس خوش ہوا کہ اس
ج - زمانہ نازک ہے۔	مہ نقانے سرے ساتھ ہمدردی کی اور میری بیقراری دیکھ کر
شہ - ہمارا عشق بھی پاک ہے۔	آہ سر دہچی مسرور ہو کر نرید آرایش کے لیے یہ شعر پڑھا۔
ج - تو خیر اسکا مضائقہ نہیں۔	مل گئے پر حجاب باقی ہو
شہ - کنٹر سے گلاب نکال لو گھر بوسے گلاب باقی رہے گی	بات سب ٹھیک ٹھاک ہے لیکن
دنیا کو ترک تو کر بیٹھے مگر عشق دل سے نہ جائیگا۔ اتنی	ج - اب کی عشرہ آئے اور تمھاری مراد پوری ہو جائے
عشق خاتم تھا اب عشق پاک ہے۔	تو جو کی بھڑا۔
ج - مانا۔ گھر بدلنے کی سند نہیں۔	شہ - (اور بھی ریشہ خطی ہو کر)
شہ - قول مردان جان دارد۔	ہم اپنے ناکہ دل کے آخر کو دیکھتے ہیں
ج - واہ مردوں کی بات کا اعتبار کیا۔ گھڑی میں کچھ گھڑی میں کچھ	دہ دیکھیں بریم میں پہلے کہہ کر دیکھتے ہیں
شہسو ار تھکا کاٹا تھا سو رہا۔	ج - تمھاری طرف اصرار ہے چاہا تو پہلے تمھاری ہی طرف
جو گن کا خوشنما بنگلہ	نظر پڑے۔
پردہ داری کیلئے تھوڑا تھوڑا عینکوت     حق نبوت میز نذر گنہ افراست	شہ - (خوش ہو کر) - ع
لب جو یا ایک فراخ و وسیع میدان پر بہاؤ ہے یہ سر سبز و	ج - وقت تو خوش کہ وقت ماخوش کر دی
شاداب مقام کسی زمانے میں تاجداران شریا جاہ اور خسروان	ج - جو چاہتے ہو کہ دل کی آرزو بر آئے تو ہماری
بجھلا کا عشرہ نگہ تھا اور گوب رد بار واقع ہونے سے اسکا	صلاح پر جلو۔
پُر نفعا اور نرمت افزا ہے لیکن جو لطف پیشتر تھا وہ اب کہاں	شہ - (ہاتھ جوڑ کر) جو حکم ہو۔
ممکن کیا تھا کہ پرندہ پر مارتا۔ اب یہ حال ہے کہ جا بجا	ج - دل صاف رکھو۔
کھنڈل اور برائی عمارات عالیشان کی گری ٹہری دیواروں	شہ - صاف ہے۔
کے دھیر میں۔ کہیں اونچا کہیں نیچا۔ اگلے وقتوں کے لوگ	ج - جوان عورت پر بری نظر نہ ڈالو۔
بیان کرنے ہیں کہ زمانہ سابق میں غاص میں مقام پر نور کا	شہ - (آہستہ سے) تمھارے سوا اگر کسی اور پر نظر پڑے
عالم تھا۔ ایک احاطہ فراخ میں جسے دو میل زمین گھیر لی	تو خدا کرے انھیں ہی پھوٹ جائیں۔
تھی سو کرے ایک دوسرے سے طے ہوئے بنے تھے جسکی تعمیر میں	ج - ہی دل کی صفائی ہے؟

شاہ خردوس آرام گاہ نے کم سے کم کر درود یہ صرف کیا تھا عمارت قابل دید بھی بلکہ دید بھی نہ شہید بھی۔ شاہ بھلا کو صفائی کا اتنا سے زیادہ خیال تھا اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ ان سیکڑوں میں سے اگر کسی میں ایک پر کا بھی نظر آتا تو خسرو بجاہ از بس بد دماغ ہو جاتے اور جب تک کامل طور پر چپچپہ صاف نظر نہ آ لکھا نہ کھائے۔ خدام با ادب مزاج اور خوش سلیقہ تھے۔ ہزار ہا آدمی خاص اس غرض سے نوکرتھے کہ صفائی کی طرف بدل تو جہر میں۔ ایک ایک کمرے میں لاکھوں کا اسباب اور سامان شاہی ہر دم میاں رہا تھا۔ نقل جو کہ ایک مہرہ ایک شعبہ ہاڑنے جو ہر یک کے ملک سے آتا تھا اور اپنے فن میں ید طولی رکھتا تھا شاہ عالی مقام زوی المجد والا حرام کو انواع و اقسام کے نادر شعبہ سے دکھائے۔ اور خلعت پر خلعت پائے ایک روز خسرو علی پکا نے حکم دیا کہ ہم کو کوئی ایسا شعبہ دکھاؤ جو کسی خاتان جہان و شہنشاہ زمان نے نہ دیکھا ہو شعبہ ہاڑنے لکھا خدا کے فضل سے مجھے اس فن میں وہ ملک حاصل ہو کہ اگر بیٹ بھر کھانا باؤن اور حفیہ میرے کمال کی قدر دانی فرمائیں تو تمام روز ایک نیا شعبہ دکھاؤن تین دن کی مہلت کا طالب ہوا اور آخر کیا کہ میرے روز وہ شعبہ دکھاؤن کہ ساری خدائی میں کسی نے نہ دیکھا ہو سنا ہوتا میرے روز شعبہ ہاڑ کامل فن بھفیر شاہ حافر ہوا اور بعد ادب عرض کی کہ غلام حسب قرا حافر ہوا جو حضرت حکم ہو شعبہ دکھاؤن شاہ عالی مرتبت نے طب خاطر فرمایا کہ آج سہ پہر کو مہدولت و اقبال ملاحظہ فرمائیں گے۔ حسب الحکم سلطان شہر میں منادی کی گئی کہ آج سہ پہر کو ایک شعبہ ہاڑنا مہدولت جو اپنے فن کا مسلم الثبوت استاد ہو

اور جسکی شعبہ ہاڑی کے تمام عالم میں جھنڈے کھڑے ہیں حضرت داخل سبانی خلیفۃ الرحمٰنی کی فرمائش کے بموجب ایسا شعبہ دکھایا جو دنیا سے نرالا جس کی کو دیکھنا منظور ہو حافر آئے کر کم دھم کر کم دھم۔ اہل شہر وقت معینہ ہر جوق جوق آئے اور ٹھوڑی دیر میں کئی میں مک ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے۔ ایک عالم شتاق نظارہ شعبہ دہلر با تھا جب جہان پناہ کے حضور میں باریابان دربار سلطان نے گزارش کی کہ یہ درشد لکھو کھا آدمی جمع ہیں جہان پناہ نے فرمایا کہ شعبہ ہاڑ کو ہمارے حضور میں حافر کرو شعبہ ہاڑ نور حافر آیا۔ مجھک کسات باراداب بجایا شاہ گیتی پناہ نے فرمایا کہ ساری خلقت مہدولت و اقبال کے فرمان واجب الاذعان کے بموجب حافر آئی ہو کوئی ایسا شعبہ دکھاؤ کہ حافر میں ناظرین میں سے ایک آدمی بھی محرم نہ جائے شعبہ ہاڑنے دست بستہ عرض کی کہ جہان پناہ کے ارشاد واجب الانقیاد کی بجا آوری بسر چشم منظور۔ لیکن جان جو حکم ہو۔ بس اتنا خیال رہے۔ یہ لکھ شعبہ ہاڑ جو ایک خود ہو جو ان طنائو تھا شعبہ دکھائے کے لیے آمادہ ہوا۔ بام فلک اقصاں پر پیش ہما شال کا بلند و وسیع و فراخ وسیع خمیہ نصب ہوا اور خسرو زوی شان مع شہزادگان عالم و عالمان بعد ان بان شکن ہوئے۔ شعبہ ہاڑنے قسم کے زرق برق کپڑے پہن کر اپنی چھو لداری سے باہر آیا۔ اور خوشنما را رکھول کر حافرین کو دکھایا کہ اگر کسی شخص کو شک ہو تو بغور دیکھ لے اس پناہ سے ایک کم سن حسین و جمیل عورت نکلی۔ جہان پناہ نے حکم دیا کہ پناہ ہمارے پاس حافر کیا جائے اسی دم جو بد اردوں نے چٹکیوں میں پناہ اور جہان پناہ کے پاس پونچا یا۔ اور بادشاہ نے مع شہزادگان نامدار کے چوہر ذہبت خود سے

جلوہ حسن رشک شعلہ طور  
لب ہازک کہ جان دیدیجے  
چشم بد دور اکھیں موتی چور  
دہن ایسا کہ بھیان لیجے

تماشا کی دیک کہ یہ بہ پارہ پری چہرہ اس تبارے میں سے  
کیونکر آئی شعبہ باز نے کیا آفت دھائی کہ لاکھوں آدمیوں کی  
آنکھوں میں خاک جو تک کہ تبارے میں سے یہ صورت نہ مادی کھائی  
جہاں پناہ نے خوش ہو کر فرمایا کہ ایک کرے کامل سامان کو بخشہ یا  
شعبہ باز نے فرط غرور سے کہا کہ جہاں پناہ ابھی میرا شعبہ  
ختم نہیں ہوا ہے۔ یہ تو نقطہ ایک چٹکنا تھا۔ شاہ عالمی مقام  
اور بھی محفوظ ہوئے۔ اور بعد شوق تماشا دیکھنے لگے شعبہ باز  
نے ایک ہاتھ بھر کی رسی سب کو دکھائی۔ اور کہا کہ یہ ہاتھ بھر کی  
رسی کائنات ابجو کی حد تک پہنچے گی۔ جو بیان سے پیاس میل  
کے فاصلے پر ہے۔ وہاں ایک دیور ہتا ہے جس کا نام دھونس  
ہے۔ وہ دیو اس رسی کے دیکھتے ہی از بس خشک ہو گا اور  
طیش کھا کر چاہے گا کہ کل رسی کو کھینٹ لے۔ میں اسکا  
سرانہ چھوڑ دوں گا۔ اگر وہ زیادہ زور کر لیا تو میں بھی اس رسی  
کے ساتھ ساتھ چلا جاؤں گا۔ وہاں مجھ سے اور دیو سے لڑائی  
ہو گی۔ اور خدا نے چاہا تو میں سرخرو آؤں گا لوگوں نے اس  
بیان کو غور سے سنا اور جب درخواست شعبہ باز باج سو  
آدمیوں کو حکم دیا گیا کہ بہ آواز بلند کل حاضرین کو اس بیان  
سے مطلع کریں۔ رسی جو کبھی گئی تو میں ایک ہاتھ بھر کی بھی  
بڑھتی تھی نہ کھینچتی تھی۔ رسی بیکر شعبہ باز نے پھر انگریزی میں  
کچھ کہا اور ایک مرتبہ ہندو دماغ رسی جو پھٹنی تو بڑھتی ہی  
پھٹتی گئی۔ کوئی آدھ کھٹنے کے عرصہ میں لوگوں نے دیکھا کہ آسمان سے  
جاگلی۔ اور کھٹ کی آواز آئی۔ حاضرین مقام مذکور کے علاوہ ان  
لوگوں نے بھی یہ انوکھا شعبہ دیکھا جو نہر میں۔ از وقت کیفیت کھی

دیکھا۔ مگر تبارے میں ایک سوراخ بھی نہ پایا۔ تیر ہو کر دراز  
سیفہ شعرا اور اراکین باوقار سے کہا کہ ذرا سو جاؤ اس  
تبارے میں کیونکہ انسان چھپ سکیگا۔ دیرا نے بغور  
دیکھ بھال کر عرض کی کہ جہاں پناہ بجز حیرت کے اور کیا  
گزارش کریں اتنا سا تبار اس میں بلی کا بچہ تک نہ بیٹھ سکے  
بھلا عورت کیونکر چھپ سکیگی۔ ایک ضعیف الاعتقاد آدمی  
نے کہا جہاں پناہ یہ سب جادو کا کھیل ہے۔ مگر شاہ شریا جاہ  
جادو نے کے قائل نہ تھے مسکرا کر خاموش ہو رہے اور  
تبارا شعبہ باز کے پاس بھجی یا۔ اُسے بھر بہ آواز بلند  
کہا کہ جس کسی کو شک ہو جو دیکھ لے۔ اسنا نہ ہو کہ جب  
اس تبارے میں سے عورت نکلے تو لوگ اپنے اڑھائی چال  
نگاہ میں جس کا جی چاہے اسی دم عقل دوڑائے اور جو کچھ  
کہنا ہو کہ لے اتنا ذرا سا تبار اور ایک سوراخ تک نہیں  
اور ہلکا چھلکا۔ پیاس ساتھ آدمی بغیر کاٹ کہ شعبہ باز  
کے پاس آئے۔ آدھ آدھ ہر سمت تبارے کو دیکھا مگر  
اسنا ساتھ لیکر جلد بے ایک شہزادہ گردون دار نے  
حکم دیا کہ دس معتبر اور ذی شعور آدمی تبارے سے دس دس  
قدم کے فاصلہ پر علحدہ کھڑے دیکھتے جائیں کہ عورت اس میں سے  
کیونکر آتی ہے۔ شعبہ باز نے تبارہ بند کر دیا۔ اور تھوڑی  
دیر تک زبان انگریزی میں کچھ کہا۔ اسکے بعد با آواز بلند  
لکارا کہ تبارے کی طرف دیکھئے رہو عورت اس میں موجود ہے  
وہ آئی۔ وہ آئی۔ نکل نکل نکل ایک دفعہ ہی بند ہو  
سری۔ دابین۔ پلک پھٹنے کی دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ  
تبارے کا دھلکا ان خود ایک جگہ کہ وہ اگر آدھ چہرہ بند رہا  
کی ایک گلاب نہ دہن یورپین لیدی کا جھکنا نظر آیا۔ سے



کہ جوان کم سن خواہجہ رت حسین عہدت کو اس کے شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے پاس بلائے ہیں۔

شعبہ ہا زکی فوش بیوی نے اسی طرح چک چک کر کہا کہ حضرت سلطان ادرہ بھی رہے مگر لاکھون آدمی کے سامنے اس حسینہ و جمیلہ کو زبردستی اپنے پاس بلوانا خلاف داب شاہی سمجھ کر خاموش رہے لکھیمون سے اس زبردستی مال جادوہا کے زخاں تابان پر نظر ڈالتے تھے اور خدا سے دعا کرتے تھے

کہ شعبہ ہا زرقو دا خیر ہی ہو جائے تو شاید یہ بری دشمن ہمارے عقد نکاح میں آنا منظور کر لے یہ سوچ ہی رہے تھے کہ وہ غیرت و دردا ز تصور بعد نشان دلربائی چک وک کر بغیر کسی چیز کے سہارے کے ہوا میں کھڑی ہو گئی۔ تماشا یوں نے نعرہ بجان اصد ہند کیا اس وقت اس نازنین کا جمال بسین دیکھنے کے قابل تھا۔ یہی معلوم ہوا تھا کہ حسن کی تصویر کا تب قدرت نے ہوا پر کھینچ دی ہے۔ وہ ناز و انداز کہ دیکھا نہ سنا اس پر تم یہ ڈھکیا کہ ہوا ہی پر پانچے لگی۔ تماشا کی ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔ حضرت شاہ جہاں کی تو یہ کیفیت ہوئی کہ جان پر بن آئی تھی بے اختیار جی چاہتا تھا کہ جائے فقیری بصیبت مگر یہ حور شامل فرور تھے چرخے۔ ابراہام آسمان کی طرف دیکھتے تھے اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ مطلع صاف ہے۔ گرد و غبار سُرخ تار کی کچھ بھی نہیں۔ شک کی جگہ یقین ہوا کہ شعبہ ہا ز کو دیو نے قتل کر ڈالا۔

بادشاہ کی تو یہ کیفیت تھی اب و بعد تاج تخت کا حال سنئے کہ انکو جو عشق چڑھا تو جنون کی سی حالت ہو گئی۔ اپنے آپ سے نہ تھے بے اختیار جی چاہتا تھا کہ گلے لگالین۔ مگر خون جگر پی پی کر رہ جاتے تھے۔ ان کے چہرے سے جنون کی کیفیت ظاہر

کہ کونچے پٹے پڑے تھے۔ ہر محلے کے زن و مرد کو ٹھون پرے سیر دیکھتے تھے۔ جسے دیکھ آسمان کی طرف نظر اڑ کر کھٹکی آداری کی آدھ آسمان پر گل لکھ لکھ گیا۔ تماشا یوں کی آنکھیں جھپک جھپک۔ شرق سے غرب تک آسمان سرخا سرخ نظر آتا تھا۔ اس کے بعد کھٹا ٹوپ اندر میرا چھایا۔ اب لوگ متوجش ہوئے کہ یا امیر یہ کیا ماجرا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تار کی بھی دور ہو گئی۔ مگر ایک سیاہ فام آدمی نظر آتا ناگین میں میں گر کی۔ ہاتھ بانوں آکر ناک سب بھیاں ک۔

دانت اس کے گلے کو گین فھاکے | دو تھنے رہ عدم کے ناکے |  
رتی کو شعبہ ہا ز سے بہت دور سے کڑا کر دیوئے اس زور سے کھینچی کہ شعبہ ہا ز بھی ساتھ ہی چلا گیا۔ دم کے پیچ میں رتی اور شعبہ ہا ز اور دیو سب غائب۔ تب تو تماشا کی آؤر کی متحیر ہوئے کہ یہ عجیب بات ہے ہاتھ بھر کی رتی اور آسمان تک پڑھتی چلی گئی۔ اور سرخی ادھیسی ہی آسمان بھر رہی ہوئی اور پھر مطلع صاف۔

دیو کا نظر آنا اور شعبہ ہا ز کا جانا اور دونوں کا غائب ہونا اور رتی کا کھونا ان سب واقعات سے نہایت ہی حیرت ہوئی تھی۔ کل تماشا کی مضطر و تشدد کھے مگر شعبہ ہا ز کی حور طلعت بیوی مسکرائی جاتی تھی۔

جہاں پناہ نے حکم دیا کہ اس زن ملک فریب کو یہاں لے آؤ۔ مقربان بارگاہ سلطانی نے جا کر کہا کہ اب تمھارا بخت خفتہ بیدار ہو گیا۔ حضرت سلطان عالم نے تمھیں یاد فرمایا ہے۔ اس غیرت خویان فرخار نے نہایت کچ ادائی سے کہا کہ کیا جمال جب تک میرا شوہر نہ آئیگا اس جگہ سے ہرگز نہ ٹھوکی۔ کیا خوب آپ کے بادشاہ کو پڑے یہاں معلوم ہوتے ہیں

ظاہر ہوتی تھی سے جاوے

دل میرو دوسم جا حد لان خسر ارا

درد کہ راز پنهان خواہد شد آشکارا

تماشا یمن میں بھی اکثر جو ان عاشق تن چوٹ کھا چکے  
اتنے میں اُس بت طراز و صریح انا کی زلف خیر بار چوٹ کھی  
تو یمن مگر کی خبر لا یمن اور خ تابان کے ارد گرد اسیہ کی طرح  
لہرائیں۔ اسیر خسرو سے

عجب پر بیچ دتا بت قتاد زلف ہمچو زنجیرش

مگر دست فضا لرزد درنگام ترش ترش

آخر وہ ناظورہ و قریب حاضر مرقہ ناظرین اور لکھنؤ میں ادا گان  
یا ملکین کو اپنے جمال سین کا ذریعہ و شہد کر کے ہوا اسی سے ٹھکھیلیا  
کرتی ہوئی زمین پر آئی اور زمین پر اس عذریہ و عذریہ و عذریہ  
نے قدم رکھا۔ ادھر آسمان پر شرابا ہوا۔ بادل کے ٹکڑے ہتھیلی  
و دیو دوسس نمودار ہوئے۔ اور دوسرے ٹکڑے سے شعیبہ باز  
نکلا۔ شعیبہ باز کے دیکھنے ہی تماشا یمنوں نے خوب غل بجا دیا اور  
ادھر دونوں میں لڑائی ہونے لگی دیو اس زور سے چیخ اٹھا کہ  
گمراہ زمین ڈاؤن ڈاؤن ہو گیا۔ شعیبہ باز بھی رعد کی طرح  
گرجنے لگا۔ دونوں نے اپنا ہتھ جو تر خیم کا نمونہ تھا کھولا اور شعیبہ باز  
کی طرف چھینٹا۔ شعیبہ باز کی ہوی نے ایک سبز کپڑا اوپر  
کی طرف چھینکا۔ وہ کپڑا سبھا اڑتا ہوا دیو کے سر پر چوچا  
اور وہ ان گولا بنکر بھٹا تو دیو نظر سے غائب ہو گیا اور ایک  
ادب پارہ ابر سے نکلا۔ اس مرتبہ دیو کے ہاتھ میں ایک ٹپس  
تھا جس سے وہ شعیبہ باز کے سر پر چوچن لگانا تھا۔ مگر  
شعیبہ باز ہر بار بیچ بچ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ شعیبہ باز  
بائیں کپڑا لایا۔ اب دل لگی دیکھئے کہ ایک طرف سے شعیبہ باز

دوسری جانب سے دوسس زور کر رہا ہے۔ جب دوسس  
کسی قدر غالب آیا اور شعیبہ باز کا دم بھول گیا تو اس جو  
نے ایک چاقو آسمان پر پھینکا۔ چاقو نے اُس بائیں کے دوسس  
کر دیے۔ اور عادیو کے پاس اور اسی شعیبہ باز کے ہاتھ میں۔  
دیو بعد نے اُس عورت سے پوچھا کہ لڑائی کا انجام کیا ہوگا۔  
لیڈی سدل (یعنی شعیبہ باز کی ہمراہ) خدا جانے۔  
ولیعہد۔ آخر کچھ تو معلوم ہو۔

ل۔ درتیش ہو کر (فتح یا شکست۔

ولیعہد۔ شکست کا انجام کیا ہوگا۔

ل۔ موت۔

ولیعہد۔ تو لڑتے کیوں ہیں پھر۔

ل۔ انکی مرضی۔

ولیعہد۔ تم آگ کو منہ کیوں نہیں کرتیں۔

ل۔ مددسکراں وہ آسمان پر زمین پر شمع کیونکر کر دیں۔

بادشاہ۔ ہماری عقل دنگ ہے

ل۔ ہوا ہی چاہے ان کے شعیبہ دن سے دنیا بھر کی

عقل دنگ ہے۔

بادشاہ۔ خدا کے زندہ آئین۔

ل۔ بس اب باتیں نہ کیجیے۔ مجھے ادھر دیکھنے دیجیے۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دیو اور شعیبہ باز میں تلوار  
چل گئی۔ ادھر دیو تیغ و دیکر سوٹ کر چھینٹا اور ادھر شعیبہ باز  
سبز کاشانی محل کے غلات سے مشیر خارا شکاف چمکائی۔ دونوں  
پیر سے بدل بدل کر دار کرنے لگے دیو سے ایک تہ تلوار چھٹ گئی  
مگر دوسرے ہاتھ سے نوراؤد کی شعیبہ باز نے کرک کرک  
نوبٹ سے پرتو نوراؤد کی کرک چھٹھٹا ہوا پرتو اس دیو نے ٹھکین ٹھک

ایک اور تلوار دست چپ میں لی اور دونوں تلواروں سے حملہ کرنے لگا۔

اس ساتھ ہوش رہا کہ دیکھا کہ وہ زن خوب روڈا زمین پر لٹا کر روئے گی۔ ادھر آسمان پر وہ ہنگامہ مچا تھا۔ ادھر زمین پر یہ شور مچا تھا۔ اس معشوق شیرین حرکات کے رونے سے کل تماشا یوں کا دل بھر آیا۔ ہر فرد ہنسا ہنسا زار رونے لگا۔

اتنے میں دیکھنے کیا بین کہ دونوں نے تلواریں پھینک دیں اور درد درد کر کے ہوا کہ ایک دوسرے کو گھورنے لگے۔ اس پر اس قسم زدہ نے ہوا از بلند کچھ کنا شروع کیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اتنے شوہر کو کچھ سمجھائی ہو۔

ل۔ بائیں آنکھ۔ بائیں آنکھ۔ چرب۔ چرب۔ چرب۔ لوگ تجھ کو یا الہی بائیں آنکھ سے کیا مطلب ہو اور یہ چرب چرمعی دارد۔

اُس نے اشارے سے کچھ پوچھا۔

ل۔ قول۔ آن۔ آن۔ آن۔ آن۔ آن۔

لوگوں نے دیکھا کہ لیدی کے آن۔ آن۔ آن۔ کہنے سے

شعبدہ باز آگے کی طرف بڑھنا چاہا۔

ل۔ رائٹ ہینڈ۔ یو فول۔ رائٹ ہینڈ۔

شعبدہ باز دائیں طرف آگیا۔ اور آتے ہی دیو کے سر پر اس زور سے دو تھپڑ لگا کر دیو پیچھے ہٹا۔

ل۔ ہو لڈ آن۔ ہو لڈ آن۔

شعبدہ باز اسی مقام پر ٹھہرا ہوا تو دیو نے جھپٹ کر ایک جیت لگائی اور شعبدہ باز کی زبان سے ہاسے کا لفظ بے اختیار نکل گیا۔ اسپر لیدی نے زمین پر مارے غصے کے یانوں کو زور سے دے ٹپکا۔ شعبدہ باز اس صدمہ سے نیچان ہو گیا اور

خوب سی ٹھکھا کر منسا۔ اور اس کے بڑے بڑے دانت دیکھا کہ اس کے سینے کوئی زمین ہل کر زونٹے مارے درے انھیں بند کر لیں۔

ل۔ سڈون اپان ہم۔ ڈون اپان ہم۔

شعبدہ باز یہ سن کر ڈنوس پر جھپٹا اور جھپٹتے ہی جیت دی تو دیو سر سٹا ہوا پیچھے ہٹا۔ پھر لیدی نے غل مچا کر ہولڈ آن ہو لڈ آن۔ یعنی آگے بڑھ کر ایک اور سے لیکن شعبدہ باز پھر ٹپکا۔ ہا۔ اسپر لیدی بہت ہی جھٹلائی۔

اتنے میں دیو نے جھپٹ کر شعبدہ باز کی گردن ہاتھوں سے پکڑ لی اور کئی بار جھٹکے دیے۔ شعبدہ باز بالکل بے قابو ہو گیا۔ اتنے میں دیو نے ایک ہاتھ کا ٹھوڑا اور کٹ ہوا ہاتھ سیدھا

اس جھولداری کے قریب گرا۔ ٹرا نعل مچا۔ لا کھون آدمی ایک دفعہ ہی چلا اٹھے اور وہ بت بندار فرط عالم سے زمین پر گر پڑی حضرت جہان بناہ نے حکم دیا کہ اس کو یہ آرام تمام کمال ادب و تعظیم کے ساتھ اٹھاؤ چنانچہ خدا آدمی خودی لاخرا نے ویسا ہی کیا۔

لیدی نے جو دبیلہ بر نظر ڈالی تو دیکھا کہ۔

بالا سرش زبون مندی | قیافت ستارہ بندی

بادشاہ زادہ اور جان کوئی میں برس کا سن۔ اور خوب رو۔ مرغولہ مو۔ جس سے رعب و داب شاہی نمودار تھا۔ ریجھ گئی اور بے دھڑک ہاتھ پکڑ کر کرسی پر جا بیٹھی۔

اب دیو اور شعبدہ باز دونوں تھک گئے۔ کچھ یہ سمجھے کچھ وہ سمجھے۔ دونوں ذرا سستائے گئے۔ دبیلہ کو خوب مفتح ملا اس بت رنگین ادا کے نازک نازک ہاتھوں کو پار سے اپنے ہاتھ میں لیکر بے دھڑک کھل کھل کے بائیں کرنے لگے

سچ ہے۔

عشق ناخام مست باشد بستم ناموس ننگ  
خنجر مغز ان خون باکی جبار خیر پست

ولیعہ اسوقت استدر محطوط و سر در ہوا کہ گواہا سے  
مین بچو لاندہ سہا۔ مارے خوشی کے آنکھوں سے آنسو پٹ  
جاری ہو گئے۔ اس مہ رونے اپنے ریشمی رومال سے اپنے  
عاشق زار کے آنسو پوچھے اور کہا اب کسی اور امر کا  
خیال کرو۔

اتنے میں دیوار شعبہ باز بھر جٹ گئے دیو نے منہ  
کھولا اور بیک کر شعبہ باز کو کاٹ کھٹا باخواری دیر میں  
اُس بیچارے کا دوسرا ہاتھ بھی کٹ کے گر پڑا اور پھر غل بچا  
دس منٹ تک برابر اس قدر غل چتار ہا کہ کان پڑے آواز  
کسی کو سنتی نہیں دیتی تھی۔

دیو کے ہاتھ میں ایک خارا شگاف نیچے نظر آیا۔ اور یوں گولے  
دکھا کہ اسنے ایک ہاتھ اس باغ پر لگا یا کہ شعبہ باز کی دونوں  
تائیں کٹ کر گر پڑیں اسکے بعد دھڑکے بھی کوئی بہتر ٹکڑے  
کر ڈالے۔ اور سر دیو بے لگا۔

خلق خدا اس انوکھے شعبہ کو حیرت کی نظر سے دیکھتی تھی۔  
شعبہ باز کی رگت بنی تو وہ پری جھم بھلی کی طرح جھک دمک کر  
بادشاہ کے سامنے آئی اور دونوں ہاتھ اونچے کر کے کچھ کہا۔  
تو چند بوئے نظر آئے اور دیان خود بخود راگ بید ہو گئی۔ اُس  
آگ میں کے شیطا آسمان کی خبر لاتے تھے وہ شہر و جل بھن کر  
خاک ہو گئی اور یوں نے اُس خاک کو اٹھایا تو وہ ہوسے تپن  
کرنے جانے لگی۔ دم کے دم میں نظر سے اوجھل۔

شاہ زمان انکشت حیرت بدندان۔ خلق خدا گر یہ کہنان۔  
ایسا شعبہ کسی نے کبھی کہے کو دکھا تھا عین پاؤں کی کٹ

میں لوگ اپنے اپنے گھر جانے ہی کو تھے کہ آسمان پر ایک شعلہ  
نمودار ہوا دیکھتے دیکھتے اُس شعلے سے ایک ہاتھ نکلا۔ پھر دوسرا  
ہاتھ ظاہر ہوا۔ اسکے بعد ایک ٹانگ دکھائی دی۔ تماشائی بنوے  
و قمع دیکھتے جاتے تھے۔ ان لاکھوں آدمیوں میں ایک بھی ایسا  
نہ تھا جسکی نظر آسمان کے رخ نہو۔ پندرہ مینٹ کے بعد اُس  
شعلے میں سے ایک آدمی نکلا۔ دیکھا تو وہی شعبہ باز ہی۔ کشت  
وہ شور مچا کہ الامان۔ شعبہ باز فوراً زمین پر آیا اور شاہ کی  
خامت میں حاضر ہو کر آداب بجالایا۔ تماشائی شجر کہ یا ائی بشر  
ہی یا فرشتہ۔

شعبہ باز۔ (دش) بادشاہ سے) جہان پناہ اسوقت  
میں بالکل شل ہو گیا یوں۔

با۔ کارے کردہ شتابش۔  
ش۔ گھٹنوں ٹرائی رہی۔ طرح طرح کی مصیبت سی۔  
ولیعہ۔ بارے صحیح و سلامت تو آئے۔  
ش۔ حضور کے اقبال سے۔

فوریر۔ تم باکمال آدمی ہو۔  
ش۔ جہان پناہ وہ میری برق دم جو در کمان ہے۔  
با۔ کمال افسوس ہی کہ تمھاری حالت زار دیکھ کر وہ بیچارہ صلی صلی  
ش۔ کیا اجل مرے!! اعز نہیں حضور۔

ولیعہ۔ (آبدیدہ ہو کر) ہاے افسوس و اے افسوس۔  
ش۔ حضور میری موی جھک لہجائے ورنہ میں اپنی جان دوں لگا  
اور چاہے حضور توپ کے تھرے اُڑا دیں مگر میرا دل گواہی دیتا ہے  
کہ مرزا ولیعہ بہادر نے اُسکو گھر ڈال لیا۔

با۔ اسوقت تم جو چاہے کو تمھارا قصور قابل معافی ہے۔  
ش۔ حضور میری جو دو تمام امریکہ کی لیڈیوں میں سب سے

نئے تمبہ لگا کر اُسکے گلے لگا لیا۔

ش۔ دیکھائیں تو کتنا ہی تھا کہ میرزا ولیعبد بہادر کا اسپر دل آیا ہوگا۔

ل۔ یہ تو مجھ کو اپنے گھر دے لینے تھے۔

ش۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔

اس شجبدے سے خسر گنتی پناہ از بس مخطوط ہوئے۔

اور بہ طیب خاطر فرمایا کہ جو انعام مانگے دیا جائے شجبدہ باز

نے عرض کی کہ جہاں پناہ میں تو ایک غریب آدمی ہوں لیکن حضور

کے غلاموں کو میں نے خوش کر دیا ہے۔ اب حضور ہی زبان مبارک

سے کچھ فرما دیں۔

با۔ دس کردن کا پورا سامان دے دیا جائے۔

ش۔ آداب بجا لیں حضور نے میری بڑی قدر دانی کی۔

مشہور ہے کہ دس کردن کا سامان لیٹا اٹھا سی کر درو پے کا

تھا شجبدہ ہا ز مال ہو گیا۔ (دامر اعلم بالصواب)

یہ وہ مقام دلکش ہے جہاں سرکون بر بانی کے عوض کوٹوا

چھڑکا جاتا تھا اور جہاں نواروں اور بشاروں میں عطری عطر

نظر آتا تھا لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایوان خاص میں وہ تیاری

تھی کہ شاہانِ نبوتِ اعلیٰ نے وہ سامان آرائش کبھی خواب میں بھی

نہ دیکھا ہوگا۔ دوسرا تو فیروز خان خوصین از سر تا پا عالم نور

خیرت بری رشک جو عجب تھتے کے ساتھ رہتی تھیں۔ روایت

ہے کہ ایک خواص نے کسی فقیر کو اپنا نصف زیور بخش دیا تو اُس کو

بیچارہ فقیر تیس مرتبہ حج عبات عیالات کے لیے لے گیا اور پندرہ

کے دوسرا شہر میں اسے مسجد میں نوا میں (دامر اعلم)

ایک ایک خواص کا اتنی سانچہ پر تھا کہ سات اٹھ من لالچی

سے کم ہر روز موت میں نہیں آتی تھی خواصوں کی سوار کی کا ساتھ

بڑے چڑھے کر ہو حسن و جمال میں اپنی آپ ہی نظیر ہے میرزا ولیعبد

بہادر نام خدا ابھی جوان میں اور جوان کیا معنی غنواں شباب

ہے۔ اُس سے سانچہ کا فتنہ کر لی ہوگی۔

ولیعبد۔ یہ لاکھوں آدمی دیکھ رہے تھے کہ وہ جل کے خاک

ہو گئی اور اُس تو وہ خاک کو چھوٹے بوٹے اٹھائے گئے۔

ش۔ جہاں پناہ غریبوں پر کرم کرنا چاہیے۔

باتم سب سے بچھ دیکھو کہ کیا ہوا۔

ش۔ حضور یہ سب حضور کی رعایا پر میری سی کون کیسا بھلا

پس صاف ظاہر ہے کہ اُسکی اٹھتی جوانی اور اسکا چہرہ نورانی میر

دین ہو اور میرزا ولیعبد بہادر کو بادشاہ ذی جاہ کا لڑکا اور

کلے ٹھٹھے کا گجھر دیکھ کر یہ کچھ لگی۔ اب میں نے اُس سے ہاتھ دھویا

یا۔ تو نوٹو کیا انعام دین۔

ش۔ جہاں پناہ جب تک میری بیوی مجھے نہ ملیگی میں کچھ نہ لوں گا

اور اپنی جان دوں گا۔

ولیعبد۔ یا اُئی اسکو کیونکر کوئی سمجھائے۔

وزیر۔ بڑی خرابی ہے۔

ش۔ ہاں جسکی خرابی ہو اُسکی ہے۔ میرزا ولیعبد بہادر کی تو

بغل گرم ہوگی۔ مجھ پر البتہ اس پر لگی۔ ہاے ایسی ماہر

اب مجھے بھلا کہاں ملیگی۔

وزیر۔ تم دردم تو لو ہم کلے با میں نکو سمجھا دیں گے۔

ش۔ بس میں سب سمجھ گیا۔ فیری۔ فیری۔ فیری۔ فیری۔

شجبدہ باز نے جو اپنی پیاری بیوی فیری کو تین بار بار داز

دی تو فیری نے کہا (ہیلو ادر) یہ کہہ دی برقی دوش جو ابھی

ابھی جل کے خاک ہو گئی تھی بعد ناز داند از میرزا ولیعبد بہادر

کی کرسی کے نیچے سے ٹکڑے سائے آن کر کھڑی ہوئی اور شجبدہ باز

دودو سو خاص بردار نکلتا تھا۔ اور ہتھوچے دو رباش وادب کی آواز کو سون جاتی تھی۔

یہ اس خسرو گیتی پناہ کے قیام کا مقام ہے جس کے رعب سے شہر کن کے کیچے دہل جاتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ اس طرف سے ایک بدترین سائنڈی ہوتا جاتا تھا۔ جہاں پناہ نے پوچھا یہ سائنڈی کسی کی بادشاہ کو دیکھ کر ساربان کے ہاتھ پاتوں بھول گئے۔ پھر اگر ہوا! درجہ پناہ یہ اونٹ چند کی دینی ہی یہ سائنڈی دیکھ چکا تھا۔ خزانچی کی تھی۔ ساربان ایسا گھبرا یا کہ اب چند کو اونٹ چند اونٹ کو دینی کہہ آگیا۔

نقل ہے کہ ایک بار جہاں پناہ کی سواری نکلی شہر میں پہنچے۔ آئینہ بندی ہو چکی تھی جس میں عظمت مانوس اور شہر و خدم کے ساتھ حضرت ظل سبحانی خلیفہ الرحمٰن فیض کوہ شامہ و بھارت شہر باری و دہ۔ جہاں اسی سواری تھے۔ خلق خدا کا وہ ہجوم اور بادشاہ وقت کی سواری کی وہ دھوم کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا چھین چھٹی برتی تھیں۔ جہاں پناہ نے ایک چھتیا نظر جو والی تو ایک حلوئی کی عورت سے جا رہا تھیں۔ وہ اسدہ جہاں غافل ہوئی کہ وضع حمل ہو گیا جب جہاں پناہ کو خبر ہوئی تو چہرہ لاکھ کی جاگیر آسکو بخش دی واسد اعلم۔

روایت ہے کہ شاہ زوی الاحرام باشند و شکوہ ایکیار فرس باورنار پر سواری نے کی طرف ہوا کھارہ تھے۔ تو دیکھتے کیا میں کہ ایک تناسست ہاتھی سانے سے جھومتا ہوا آتا ہوا کہ جس کسی کو راہ میں پاتا ہر سوئے نوراً اجمال دنیا ہو۔ کوئی نے دڑتے دڑتے سمجھا کہ حضور سو وقت گوڑے کی باگ پھیر رہا بادشاہ نے اپنے رعب کے زعم میں گھوڑا بڑھایا اور جب ہاتھی ذرا

قرب آیا تو لگا کر لگا کر کہا کہ بس خبردار آگے نہ بڑھنا۔ میں مرکب جا رہا ہوں۔ نوراً بیچ گیا اور جہاں پناہ پشت تو سن سے آگے نہ کر دینا۔ جا بیٹھے یہ رعب تھا کہ انسان تو انسان حیوان تک ان کی دشت میں آجاتے تھے اور نام سننے سے مارے خوف کے پھرتے تھے۔ مشہور ہے کہ ایوان خاص میں دوسو من عطر روز پھر کا جاتا تھا اور ہزار گندھی شاہی عزم تھے۔ واسد اعلم۔

اسی مقام پر جو کن کا چھوٹا سا خوشنما نگہ تھا۔ اور سواراؤ جو کن دونوں بیٹھے بائیں کر رہے تھے۔

نئی روشنی والے اس مقام کے پرانے تاریخی حالات کو دھوکا سلا سمجھتے ہیں۔ وہ اس کے متقدمین کو شہیدہ مارنے یہ کرتے دکھائے اور اتنا دیکھ پایا اور خواہیں اس تھمتے سے رہتی تھیں۔ یہ ان باتوں میں سے کسی بات کو نہیں مانتے۔ اور نہ کسی کو سچ تصور کرتے ہیں۔ مگر پرانے فن دانے عوام ان سب باتوں کو اتنا وحدتاً تسلیم کرتے ہیں۔ شہسوار۔ اب ہم جانتے ہیں کہ تمہارے ہی ساتھ زندگی بسر کرنا جو کن۔ رہے نصیب۔

شہ۔ آزاد کے ساتھ رہیں۔ تم تمہارے ساتھ۔

ج۔ آزاد کو وہ اور ہم کو تم مبارک ہو۔

شہ۔ امین۔

ج۔ بھلا تم آزاد کو پاؤ تو کیا کرو۔

شہ۔ کچا چبا جاؤں۔

ج۔ (دیکھ کر) ہاں تو پھر مجھے نہ نیکی۔

شہ۔ کیون۔

ج۔ سول صاف کھو تو مجھے تم سے بے درہ اپنی راہ لگو۔

شہ۔ اب آج سے آزاد کا ذکر بھی نہ کریں گے۔

ج۔ اگر اس وقت آزاد ملے تو کیا کرو۔

شہ۔ جھک کر سلام۔

ج۔ اُس سے تمھاری بات کرنے میں تمھارا ہی نقصان ہے۔

شہ۔ بیشک اب یہ ذکر جانے دو۔

ج۔ شہ۔ کج سے تم ہمیں رہو۔ مگر دل کی صفائی مقصد ہے۔

شہ۔ حکم کا تابع ہوں۔

ارد گرد کے کنواریاں بڑھ جاہل ضعیف الاعتقاد تھیں

شعبہ باز کے کتب انگو بھولی یاد تھے۔ ادھر بچہ بیمار ہوا

اور انھوں نے کننا شروع کیا کہ وہی نٹ اس کے سر پر

آ جا ہے۔ چاہے کوئی عارضہ ہو مگر وہ جھار بھونک سے باز

نہ آتے۔ بیٹنے میں دس باج عورتوں کے سر پر ضرور آتا تھا

جو گن نے مشہور کیا کہ بھوت پریت اسب کے دفنہ کے

اسکو اچھے اچھے گڑیا میں مہا گنہ اور دور سے اُسکے پاس

آئے تھے۔ یہ بھوت موٹ جھار بھونک کر کے نلے کچھ کچھ اٹھ

لتی تھی۔ ایک گھوڑی کا ٹرکا جو گن کی دعا سے اچھا ہو گیا تھا

اسے قسم کھائی تھی کہ ہر روز صبح دسواں آدمہ ہر مردہ جو گن کے

پاس ضرور پہنچاؤنگا۔ ایک کسان عین نزع کی حالت میں تھا

اُسے لوگوں سے کہا کہ جو گن کو لاد۔ شاید وہ کوئی ایسی دعا دے

جس سے میں صبح میں جاؤں جو گن حسب الطلب کسی اور جن اتفاق

سے وہ کسان چلیگا کسان کمال نمون ہوا اور اُس دن سے

میتنے میں دن رہ میر غلہ برابر جو گن کے ہاں بھیجے لگا سب طرح

کو کھانے بھر کا بھولی مہارا ہو گیا۔ کسی بات کی پرانی تھی۔ ایک دن

جو گن دسواں صبح کو وقت بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک

جوڑے کو مرٹھ نے آکر کہا کہ بڑا غضب ہو گیا۔ اگر یہ تیار

نگا تو گن کی جو گن ہاں ہو میں تو اس سچا ہی پر تیا ہی کیوں

پڑتی تھیں سوار نے پوچھا کیا ہوا۔ پیر فرقت پوچھے منہ سے ہون

وے کہ دریا کے کنارے ایک بڑا عالیشان مکان ہے۔ لیکن کئی

ہنگین پتی ہیں ایک سے ایک خبر دوا اور ایک سے ایک یاد غنہ ہو۔

شہ۔ آپکا قطع کلام ہوتا ہو کس دریا کے کنارے۔

پیر فرقت۔ (پیر) گومتی کے کنارے۔

شہ۔ مکان تپتی سے دور ہے۔

پیر۔ ہاں کوئی کوئی بھر کے بچے پر۔

شہ۔ کوئی بھر کے بچے پر؟ یا تین کوس کے فاصلے پر بھلا اس

مکان کی قطع تو بیان کیجئے۔

پیر۔ زرد کوئی ہے اور دریا اس مکان سے کوئی پانچ قدم کے

فاصلے پر ہے۔ مکان ایک بہت بڑا، اونچے ٹیکے پر ہے۔

شہ۔ تو کوئی اور ہو گا۔ خبر مان فرمائیے۔

جو گن بھی کان دھ کر سننے لگا جاتی تھی۔ اُسکے بستر سے

معلوم ہوتا تھا کہ شہسوار جس مکان کی نسبت پوچھتا ہے اُس سے

وہ خود بھی واقف ہے۔ پیر فرقت نے یوں بیان کیا۔

یہ ہیکات محدرات و عصمت سمات ایک روز اپنے باپ

اعشام پر مردن خرام ہیں کہ دفنہ ایک گر پڑی اور میں

ہو گئی باس ٹرکس کی عورتوں نے آئے ہی فتنی واکہ اسب

ہے۔ گرد و گداز اسب کی قائل نہیں ہیں انھوں نے

نور اڈا کو بلایا۔ اور علاج کرنے لگیں۔ آج سنا کہ اُس سبک کی

طبیعت ادبھی ناساز ہو گئی ہے۔ اور ایک آدمی لٹنا تھا کہ بچے کی

کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اگر آپ وہاں ہو میں تو وہ فوراً

صحت پا جاتی۔

اس فقرہ پر شہسوار کو افسردہ کر دیا۔ مگر قلب کو

تشفی دی کہ مکان کا تہ جو اس پیر فرقت نے دبا وہ مختلف ہے

سپہر آئے روح افزا بیکم کو جگایا اور دونوں بہنوں نے نماز صبح پڑھی۔ اسکے بعد روح افزا نے پوچھا کہ حسن آرا کیسی ہیں۔ سپہر آرا بولیں رات تو اچھی تھیں اسوقت نماز نہیں پڑھی کتنی ہیں کہ سرور دکر تاہر اور طبیعت اچھی نہیں ہے۔ انٹے میں بہار النسا بیکم بھی بھدنا زواند آرائیں اور آتے ہی سکر آئیں روح افزا بولی۔ باجی اسوقت حسن آرا بے چین ہیں۔ ذرا دیکھیے تو۔

بہار النسا۔ این! کیوں کیسی ہیں۔

سپہر آرا۔ میں نے کہا باجی آٹھو۔ نماز صبح پڑھ لو۔ بولیں اسوقت درد سر اور طبیعت بے چین۔

بہار النسا نماز پڑھ کر حسن آرا کے بلنگ پر جا بیٹھیں اور آہستہ سے پوچھا کیسی ہو حسن آرا۔ حسن آرا نے کہا بہن کیسا تباہ ہیں۔ چار بجے سے مارے درد کے سر ہٹا پڑنا ہے۔ اور اسوقت دل سنکھالے نہیں سنکھلتا۔

بہار۔ کچھ بھڑکی شکایت تو نہیں ہے۔

حسن آرا۔ ہاں کھٹی دکا رہن تو آئی تھیں۔

روح افزا۔ پیشانی ذرا دراز کر۔

سپہر۔ اور بانوں جیسے رخ۔

بہار۔ یہی تو برا۔ بھلا دکا رہن کتنے وقت بے آتی ہیں۔

حسن۔ کوئی دوجے ہونگے۔ ہاں بس تین کا عمل ہوگا اسوقت بات کرنا برا معلوم ہوتا ہے۔ اور ہوشیار ہو کر کے کاٹا ہو گئے ہیں بہار النسا بیکم نے سپہر آرا سے کہا کہ جا کے آنا جان کو تو بلا لاؤ۔ اور صری سے کہو آگے بھی باہر سے بلا لائیں سپہر آرا بڑی بیکم کو اور غلطی نہ ہو بھابھ کو بلا لے گئی۔

دہان نذر د کو کھی ہو اور نہ دیر باے گنتی ہو کوئی اور بیکم ہوگی جو گن نے مضطر و مقرر ہو کر پوچھا کہ بھلا اس بیکم زادی کا نام بھی سنائیے۔ پیر فرقت نے کہا ہاں سنا تو تھا۔ مگر اس وقت بھولا جاتا ہوں۔ بھلا ہی سامام ہے۔ جو گن نے کہا حسن آرا تو نہیں نام ہی شہسوار نے جو گن کو غور سے دیکھا اور پوچھا تم حسن آرا سے واقف ہو۔ جو گن نے کچھ جواب نہ دیا۔ پیر فرقت نے کہا حسن آرا تو نہیں مگر نام کے آخرین آرا ہی ہے۔ آپ کوئی اور نام ہیں جسکے آخرین آرا ہو تو شاید وہ نام مجھے یاد آجائے جو گن نے کہا طلفت آرا۔ جہاں آرا۔ سپہر آرا۔

پیر۔ ہاں۔ ہاں سپہر آرا۔ سپہر آرا۔ افسوس کہ اس بچاری کی جان مفت میں جاتی ہے۔ اور کوئی فکر معقول نہیں کرتا۔

ہمیں پوچھیں تو ہم ہی صلح دین کہ آگے ہاں سے لجا آئیں۔ شہ۔ ہم آج جاتے ہیں۔ مگر پرسوں تک واپس آئیں گے۔ ج۔ ذری تھرو۔

سپہر۔ کیا وہیں جائے گا۔

شہ۔ نہیں دہان کیا کام ہے۔ ایک اور ضرورت ہے۔

ج۔ ہمیں تمسے بھلے میں کچھ کہنا ہے۔

شہ۔ اچھا ذرا تمھ کے جاؤ لگا۔

حسن آرا بیکم کی بیماری کا بیان حسب تجویز ڈاکٹر

نقل مکان اور حضرات کا سامان

آتش زنی کے بندرہ میں روز بعد ایک دن قانون تھا سپہر آرا بیکم ترے کہ جو دم خواب تاز سے بیدار ہوئیں حسن آرا بیکم کو جگایا کہ باجی جان آئیے اذان ہو چکی نماز پڑھیے حسن آرا نے کہا اسوقت مارے درد کے سر ہٹا پڑنا ہے۔ اور جی بچیں ہر



ب۔ نظر کا اسرار ضرور ہی مٹی - تم نافع کو حجت کرتی ہو -  
روح - اسکے تو ہم بھی قائل ہیں -  
ب۔ پیاری کی مان - جا کے حافظ جی سے تعویذ تو لاؤ -  
پیاری کی مان - بہت خوب دہی نہ جو محبت (مسجد)  
میں رہتے ہیں -

ب۔ بان - بان - کننا تعویذ لکھ دیجیے -  
حسن - اما جان نہ سنا گئے - ہو تو تعویذ دعویذ کا اعتقاد نہیں  
ہمارا - احوالہ - کیسی بچن کی کسی بائیں کرتی ہو -  
روح - اچھا اعتقاد چاہئے نو - مگر سرج ہی کیا جو -  
سپہر - لومین دیوان حافظ لے آئی -

ب۔ پھر فال دیکھو - خوشید دو لھا مطلب بتا دیجیے -  
نواب - یہ گننا تعویذ تو ہوا ہی کر لگا - علاج کی فکر کرنی  
چاہیے - کیسے تو ڈاکٹر کو بلا لاؤں -

ب۔ نہیں بتایا - ڈاکٹر ڈاکٹر نہیں حکیم صاحب کو بلاؤ - ڈاکٹر  
کی دوا گرم ہوتی ہے آگ - (حسن آرا کی پیشانی نورانی پر ہاتھ  
بھیر کر) ات پسینے میں ڈوبی ہوئی ہے -  
سپہر آئے -

قسم شاخ نبات ست تراے حافظ  
خال مارست بگوتا شوم با تو یقین

سجاکم لاعلم لنا الاما علمتنا انک انت العظیم الکھیم - ای  
حافظ شیرازی میری خال صحیح صحیح بتا دو تمھارے دیوان کو  
ٹھھائی سے تو لون یک کر دیوان کو کھولا - تو یہ مطلع نظر سے گذرا -

زدم بجان و شب غرت بار آخر شد  
زدم این فال گذشت آخر کار آخر شد

بڑی بگڑھی لکھی تو ہمیں ہی نہیں (آخر شد) جو انھوں نے سنا

سپہر - اما جان بندگی -  
بڑی بیگم - جیتی رہو غنا پڑھی -  
سپہر - جی بان پڑھی - اس وقت باجی جان کا پسند  
ذری ذری بھیکا ہو - اور سر میں درد بتاتی ہیں -  
ب۔ رات کیسی ٹھیکن -

سپہر - کتنی ہیں کوئی تین کے عمل میں کھٹی ڈکارین آمین او  
چار بجے سے طبیعت بے لطف ہے -  
ب۔ اور جگایا نہ کسی کو -

سپہر - جی بان روح افزا بیگم کو کبھی نہ جگایا - مجھ سے بھی  
نہ کہا چپ چاپ لٹی رہیں -

بڑی بیگم - آہستہ آہستہ حسن آرا کے پاس آمین - اور  
نوا بھاحب بھی تشریف لائے - بڑی بیگم نے حسن آرا سے  
پوچھا کہ کھٹی ڈکارین کتنے وقت آئی تھیں حسن آرا بیگم نے  
کہا - جی دو بجے کے وقت -

بڑی بیگم - میرا نے فشن کی ضعیف الاعتقاد عورت تو  
تھیں ہی - بولیں کہ نظر کا اسرار ہے -

حسن - ای نہیں امی جان - اسرار و سراد سب  
بائیں ہیں -

ب۔ تم تو دانست دار ہو کے نادان بنتی ہو - ہزار دفعہ  
کہا کہ بابا باعطل مل کے شام کو مہتابی پر نہ جایا کرو - مزاج  
میں ٹرکپن ہے - مانتی ہی نہیں -

سپہر - اچھا تو امی جان ہم کیوں اچھے ہیں ہم بھی تو  
عطر لگا کے کوٹھے پر گئے تھے -

ب۔ مغلانی سے کو فال کھلاؤ -  
سپہر - مان یہ بات مانی - لائے ہم خود فال دکھیں گے

تو ہوش اُڑ گئے۔ منہ پر ہوائی چھٹنے لگی۔ گردن جھبکا لی اور ٹیپ آئسو کرنے لگے۔

حسن - مائین - مائین - اما جان -

روح - دولہا بھائی - انھیں سمجھائیے تو ذری -

ن - آپ سمجھیں نہیں اسکے معنی تو سمجھ لیجیے -

بڑی بیگم کو (آخر شد) نے خون رلایا سمجھیں کہ بس اب حسن آرا آخر ہو گئی - بی بی دم واپسین - ہر - ہاے دلی حسرت دل ہی میں رہی نواب صاحب نے بڑی بیگم کو بغور دیکھا تو چہرے کا رنگ نہ رہ پایا -

ن - ایک اتھاس ہر سینے تو عرض کروں -

ب - سدا بدیدہ ہو کر اسوقت انھوں نے کیا پڑھا -

ن - انھوں نے جو پڑھا اسکے یہ معنی کہ جدائی کا دن اور دوست کی فرقت کی شب گئی گذری - اب کا غم تمام ہوا و شادیاں بے بجائے -

ب - رات حاضر ت کرینگے -

حسن - کوئی فال دیکھنا - کوئی حاضر ت کرنا - کوئی

گنڈا تعویذ لانا - کوئی حافظ جی کے پاس جانا - اور حکیم کی فکر ہی نہیں اور میرا برا حال -

ن - میں جا کر حکیم صاحب کو بھی پر اپنے ساتھ لے آتا ہوں -

حسن - (آہستہ سے) مان بھائی - بڑا احسان کر دے یہ لوگ گنڈے تعویذ جی کے پھر میں پڑے رہینگے -

روح - جائیے اور ساتھ ہی لے آئیے -

بہار - مگر ڈاکٹر کو نہ لانا کہیں - انکو ڈاکٹر دن کا ہمارا اعتقاد ہے -

ب - اب انکو اختیار ہر جھوٹ چاہیں اپنی سالی کا علاج کریں نواب صاحب تو حکیم کو بلانے گئے اور یہاں بڑی بیگم نے

تھوڑی دیر سے ایک عورت کو بلوایا جسکے جھڑنے پھونکنے کی دعوت تھی - کوئی اڑتیس برس کا سن - یہ عورت ایک ہی

کایاں تھی - آئی اور مسکر کر بڑی بیگم کو سلام کیا - اور پوچھا کہ خیریت ہے بیگم صاحب - بڑی بیگم نے کہا حسن آرا کا پنڈا

پھیکا ہے اور جی گھبرانا ہے - رات دو بجے سے عین جی بتائی ہیں - پسینوں سے رومال تر ہو گیا - دوب پر دوب آ رہا ہے - آئیے پسینے

آنے بھی کسی کو نہیں دیکھئے تم ذری اچھی طرح دیکھو تو - محمدی خانم کھل گئیں کہ اچھا نکال دلائے گا - انکے آنے سے بڑی بیگم کو تو دھارس

ہوئی مگر حسن آرا بد دل ہو گئیں - اس خاتون پر پیسہ کر کو ضعیف الاعتقاد اور دریا زوسی خیالات سے بڑی نفرت

تھی - بس جتنا تو کھڑے کھڑے محمدی خانم کو نکلو اور تین گم خا نے تھوڑی دیر تک بڑی بیگم سے باتیں کیں اسکے بعد حسن

کے قریب جا کر بیٹھیں -

محمدی خانم - (م) کل رات کو وہی کھا یا تھا -

حسن - دنٹھ بنا کر نہیں -

م - دودھ کھا یا تھا آسمان کے تلے -

حسن - نہ -

م - ہون - بڑی بیگم سے) ہر وہی بات جو آپ سمجھی ہیں -

ب - دیکھا میں تو پہلے ہی سمجھی تھی -

م - جی ہاں - جن کا سایہ ہے -

ب - اس مالک ہے -

م - معلوم ہوتا ہے - بیگم صاحب کسی دن ذری نہائی وہائی

ہونگی اور ذری نگر کے اتفاق سے کون سے دو گھسے پر لگی ہوئی۔

ب۔ اور عطر میں بسی ہوئی تعین۔

م۔ سہری کہیں ایسا غضب کرنے میں عطر کی خوشبو پر توجہ عاشق ہونے میں۔ اور پھر حسین اور نام خدا جو ان عورت کم سن امید فرمے۔

خانم صاحب نے جو بڑی بیگم کو اس درجہ ضعیف اعتقاد اور ڈر لوگ پایا تو خوب ہی بنا۔ روح افزا کو کمال شاق گذرنا تھا مگر بہار النساء بھی بڑی بیگم کی طرح اس کے دم میں آگئیں۔

حسن۔ (دیوار ہو کر) ابھی دو لہا بھائی نہیں آئے۔

سپہر۔ آتے ہی ہونگے اب۔

حسن۔ دم نکلا جاتا ہے۔ آت۔ کسی پہلو چین نہیں آتا۔

روح۔ اب تب بھی خیر ہے۔

حسن۔ آنکھیں جل رہی ہیں میں تھکنی جاتی ہوں منجھانی کبریا کے لیے ایک آدمی اور دو رادو۔ اسی جان سیر تو برا حال ہے اس دم کیا جانے تجارتی کب کی عداوت نکلی میرے ساتھ۔ بہار النساء نے دو کمرے منگوائے۔ اور کا مگر حسن آرا کو

منگھائے۔ مگر چین نہ آیا۔ پائون بالکل سر دمھے پشانی گرم دماغ کی طرف ابھرے جانے لگے تو نہ زبان بکنا شروع کیا۔ وہ جانا ہے۔ وہ جانا ہے۔ بہار النساء بہن تم سوئی چھوٹے دی ہو۔ بڑی بیگم حسرت سے منہ ملتے تعین کو شاک کی جگہ تعین کا مل ہو گیا کہ جن کا سایہ ہے۔ محمدی خانم نے چٹکے سے کہا کہ بیگم صاحب ایک بات یاد رکھیے گا۔ میں دن تک حکیم حکیم کا علاج نہو۔ حکیم نے علاج میں ہاتھ ڈالا اور صیب اعدا۔ بس

کچھ کہنے کی بات نہیں ہے جو میں کہوں وہ کیجیے۔ اللہ چاہے کل تک آرام ہو جائے۔ بہار النساء نے بھی اس راے سے اتفاق کر لیا۔ مگر سپہر آرا اور روح افزا دونوں کو محمدی خانم کی تقریر بڑی معلوم ہوئی حسن آرا نے درد اور بھینسی کے سبب یہ تقریر نہیں سنی تھی در نہ نہایت ہی طول ہو جائیں۔

روح۔ اما جان یہ بات تو اچھی نہیں۔

ب۔ آج کل کے زمانے کی رُکبان بڑے بڑے کو بھی سبق دیتی ہیں۔ سپہر بچہ اما جان ہم بھلا کیسے چپ رہیں۔

روح۔ دیکھو تو سہی بھلا۔

ب۔ اچھا خوشید دو لہا کو آنے دو۔ اگر وہ منظور کر لیں تو مانو گی یا تب بھی نہ مانو گی۔

بہار۔ وہ بھی انھیں کی سی کہیں گے۔ وہ تو کہتے ہیں بھوت پریت سب دھوکو سلا ہے۔

م۔ جن کا ہونا تو قرآن کی رو سے ثابت ہے۔

سپہر۔ ہاں! بھلا یہ بھی ثابت ہے کہ جو کئی عطر ملے کوٹھے پر جائے تو جن اس کے سر پر سوار ہو جائے۔

ب۔ اے محمدی خانم تم اسے بحث نہ کرو۔

حسن۔ دو لہا بھائی آئے۔ بھی امداد ذری سا پانی پی لون امی جان۔

ب۔ ہاں تازہ پانی ایک دو گھونٹ پی لو۔

بہار۔ بلکہ کلی کر کے چھینک دو بہن۔ ذری زبان اور لب تر کر لو۔ پونہیں۔

حسن۔ اے ہے۔ میں تو تھکنی جاتی ہوں۔

اتنے میں منجھانی نے آنکر کہا حضور حکیم صاحب کے پردہ ہو جائے تو میں بڑی بیگم کو تو محمدی خانم بھی پر بھانجی تھیں کہ خبردار

ان شکایات کا ہر جو آپ نے فرمایا۔ ہنوز کوئی مرض ان اسباب سے پیدا نہیں ہوا۔ تفسیر اوقات سے اختلاف واقع ہو گیا ہے۔  
حسن۔ پیاس کے مارے کلیجہ ٹھہ کو آتا ہے۔

ح۔ آلو کا پانی استعمال میں لائیے۔ شیخ رئیس نے جناب نواب صاحب ساتھ فائدے آلو بخارا کے کھے ہیں اکیرہ اکیرہ ڈاکٹر دن کے ہاں یہ مسکن اور نیمین ہیں وہ سوائے کینس کے اور کچھ نہیں جانتے۔

ن۔ مگر کینس ہی تو مفید۔  
ح۔ لاریب۔ مگر ہر قسم کے بخار کو فائدہ نہ بخشیگی۔

ن۔ بے چین بہت ہیں۔  
ح۔ فیاض طبع اور سکون باعث دفع خفقان و حشہ دل و حرارت دماغ ہوگا۔

حسن۔ (چیکے سے) دو لہا بھائی نسخہ جلد لکھو لائیے۔  
ح۔ بس اب آلو بخارا اور عرق کیوڑا استعمال میں لائے۔  
ن۔ بہت خوب۔

ح۔ بس عرق کیوڑا اور آب آلو کو بہت بڑا مفعول مسکن ہے۔  
نوش فرماؤ۔ غذا میں تغیر کیجیے۔ اور اسباب راحت میں زیادتی۔ نوراً حرارت دماغ کم ہو جائیگی اور حشہ دل بھی دور ہوگی جو کہ ڈکار کھٹی آجکی ہی لہذا بقول معروف اطباء صوم و نوم دونوں انا کے مرض کے لیے کافی ہیں۔ مگر صاحب فرمایا کی تشفی کے لیے احتیاطاً نسخہ تبادیا۔ واسطے اشترار طبیعت کے اس امر پر توجہ رہنی چاہیے کہ جس سے جلد طبیعت پیدا ہوا اور طبیعت مرض سے غافل ہو جائے شیخ رئیس نے آداب خلوت لطیف مزاجان جو ماسواں کو واسطے راحت اور سکون دینی کہا ہے

حکیم کا علاج تین دن تک نہ کرنا انھوں نے چیکے سے مغلائی کو ایک کوٹے میں بلایا اور کہا قری خورشید دو لہا کو بلا لاؤ مغلائی نے جا کر کہا کہ نواب صاحب جیلے بیک صاحب کو حضور سے کچھ کہنا ہے۔ نواب صاحب اندر تشریف لائے تو بھری سگم نے آہستہ آہستہ یون گفتگو کی۔

ب۔ محمدی خانم کہتی ہیں کہ تین دن تک علاج نہ ہونا چاہیے جن کا سایہ ہے۔

ن۔ محمدی خانم کون؟

ب۔ میں ایک ادھر مکان ہے۔ وہ ان باتوں کو خوب جانتی ہیں۔

ن۔ اچھی کچھ خبر ہے۔ آپ دربار پر سے میں بیٹھیں۔ اپنی در سے جا کے حکیم صاحب کو لایا یون۔ بیض تو دیکھنے دیجیے۔ روح۔ یہاں پردہ ہے آپ بلائیے۔

حکیم صاحب تشریف لائے۔ یہاں قامت۔ گولی بدن بیا لیس جو ابیس برس کا سن۔ سفید ڈھیلے پانچوں کا بچا ہے چکن کا کرتہ۔ شربی کا انگرکھا۔ جو گوشہ ٹوپی سر عقیق کا کٹھا ہاتھ میں۔ کپڑے صاف ستھرے۔ آنکر کسی پر تمکن ہوئے۔

ن۔ دو بجے کھٹی دکارین آئیں۔ اور چار بجے سے بخار ہے اور بے چینی۔

ن۔ (پردے کے پاس سے) بیض دیکھاؤ۔  
ح۔ (بیض دیکھ کر) شب کو کوئی تغیر چیز تو نہیں کھائی تھی۔

حسن۔ (بہت آہستہ سے) نہیں۔ معمولی غذا تھی۔  
ح۔ حرارت شبینہ جو باعث تحریک ہوئی سبب حشو

ب۔ خورشید دو لہا جو چھو کہ پانی دیا جائے۔ پیاس کی بڑی شدت ہے۔

مغلانی۔ حکیم صاحب سے حضور اسعد کی پیاس ہو کر پانی پیا اور بس ہونٹھ سوکھ گئے۔

ج۔ آب آلودیجے۔ از بس نافع۔

منع۔ کل صاحبزادی نے امرد دکھائے تھے۔

ح۔ آج کل فصل خراب ہے۔ امرد وغیرہ سے جیسا طویل

لازم ہے۔ ہرگز گھر میں امرد نہ آنے پائیں۔ اس کا

خیال رہے۔ ایسا نہ ہو گھر میں اور بجے بھی امرد دم دکھائے

السعد من وعظ بغیرہ۔ ہاں الاچھی خوش جان سر مار

حکیم صاحب تو رخصت ہوئے۔

نواب صاحب نے باجوڑیہ نذر کیے۔

حسن۔ پھر آب آلودیجے۔

ب۔ پھر اب کیا کتنے ہونو خورشید دو لہا۔ جو تمھاری اور

تمھارے ساتھیوں کی راسے میں آدے وہ کام کر دے۔

ن۔ نہیں مقدم تو آپ کی راسے ہے۔ آپ بزرگ ہیں

مگر میری طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ میں دن تک تبرید کے

عوض چھڑا چھونک ہی کے پھیر میں رہیں۔ آئندہ جو آپ

مناسب سمجھیں وہ اوٹی ہے۔

م۔ اب آلودیجے کو مٹا دینے میں کیا قیامت ہے۔

ب۔ پلا میں پھر۔

م۔ ہاں ہاں۔ شوق سے۔

تھوڑی دیر بعد آب آلودیجے کو مٹا دیا۔ حسن آرا بیگم کو

پلا لگا اور دس منٹ کے بعد پھر دیا گیا۔ تو تھوڑی دیر میں

ذرا تسکین ہوئی بڑی سگم سے کہا۔ اتنی جان دیکھتے بیٹے ہی

قلب کو سکون ہوا۔ آپ جو سایہ اور حضرات اور گندے

نویذی کی فکر میں تین تین نوین اور چین ہو جاتی۔ سر کے در

کی دو حکیم صاحب نے کچھ نہ دی۔ انہی دیر ٹھہرے۔ نا تو کچھ

بکھ کا حال پر سنایا۔ گرد در سر کی دوا نہ بتائی۔ حکیم کو حاذق

میں مگر کہتے بہت ہیں۔ نواب صاحب نے مسکرا کر کہا کہ حکیم کے

حکیم اور مصاحب کے مصاحب لیکن بلا کا مقرر آدمی ہے زبان

پرکتی ہی نہیں۔ تر تر۔ تر تر۔ اور لطف یہ کہ ایک لفظ بھی بے

نتیجہ سے نہیں نکلتا۔ ایسی مسلسل تقریر کہ اصل علی۔

انکے والد بزرگوار بھی بڑے نامی گرامی حکیم تھے۔

حسن۔ ہاں خال میں کن شہر نکلا تھا۔

ن۔ (دھنکے مضمون خیر شہر ہے۔)

روز بچان و شب فرقت بار آخر شد۔

زدم ابن خال و گدشت آخر و کار آخر شد۔

حسن۔ (مسکرا کر) اما جان کے تو ہوش اڑ گئے کہ اتنی بڑی

لڑکی گئی ہاتھ سے۔

بہار۔ اصرار کرے۔ کیا وہ بیات بائیں زبان سے نکالتی ہو۔

حسن۔ (ہنس کر) بہار النسا ہنرہ دیکھو جو راکھلا

جانا ہے۔

بہار۔ (تک کر) خیر آپ کی بلا سے۔ ہم اپنے سچے لینگے سوا

وہی چھڑ خانی کے۔

ب۔ محمدی خانم۔ تم کل آنا اب۔ مگر انا ضرور۔

حسن۔ (مسکرا کر) ضرور ضرور جن کا سایہ ہے جن کا۔

م۔ اے بھوی میں نے پچاسوں باری کہا کہ چھپنے میں دو دن

وقت ملے تو کبھی پر نہ جائے۔

پسپہر۔ بی مغلانی تم پر بھی کبھی کوئی جن عاشق ہوا ہے۔

کہا جانیں میں اسپتال سے ایک شیشی ابھی منگوا تا ہوں دیکھو  
چٹکوں میں درد سر جاتا رہے۔ بات کرنے۔ خدا کی قسم۔  
نوا بھاج نے اسسٹنٹ سرجن کے پاس جتنی بھیجی۔ اور  
آدھ گھنٹے میں شیشی آئی۔

ن۔ (شیشی دیکر) لو بہت دیر تک نہ سو گھنٹا سو گھنٹا اور  
بندر کرو۔ پھر دس منٹ بعد سو گھنٹا اور سہا دو۔ پھر چار پانچ منٹ  
بعد سو گھنٹا اور سہا دو۔ دیکھو دم کے دم میں درد سر کا فور  
ہو جاتا ہے کہ نہیں۔

حسن آنا شیشی کی دوا سو گھنٹی تو کوئی میس منٹ میں  
کہا کہ اب درد بہت کم ہو گیا۔

روح۔ یہ لگے ڈاکٹر دن ہی کے ہیں۔ حکیم کیا جانیں  
بچارے۔

ب۔ جب ڈاکٹر نہیں تھے تب تو کوئی بیمار ہو کے  
پہنچا ہی نہ تھا۔

حسن۔ اس سے کیا مطلب۔ یوں تو گانوں میں برسوں  
حکیم کا گدہ ہی نہیں ہوتا۔ پھر کیا وہ لوگ بیمار ہوتے ہی  
مر جاتے ہیں۔ ایسا ہوتا تو کوئی گنوار نظر ہی نہ آتا۔

ب۔ جلا اچھا ڈاکٹر ہی اچھے سہی۔

بہار۔ مجھ پرے پھنسی کے علاج میں تو ڈاکٹر بہت اچھے  
ہیں مگر ادرا تون میں پڑے۔

روح۔ بجا۔ آپ سب باتیں جانتی ہیں۔

پسپہر۔ کون دھلکا بھائی جو حکیم بیمار ہوا اور ڈاکٹر کے  
پاس جائے اور ڈاکٹر علیل ہو کے حکیم سے رجوع لائے تو

آپس میں رو بہ لین یا نہ لین۔

ن۔ کہیں ٹھمکیر ٹھمکیر بھی بدلائی ہوتی ہے۔

م۔ احوال ہم پر کوئی موا کیا عاشق ہوگا۔ چونکہ اسفید  
ہو گیا۔ سر لٹے لگا۔ گالوں پر ٹھہریان پڑ گئیں منجھ پولا  
ہو گیا۔

ب۔ جب ہماری طرح پڑھی ہوگی تب قدر عافیت معلوم  
ہو جائیگی میں نے ہزاروں منتیں مان مان کے پالا۔ گرمی سردی  
ایک کو دھیان میں نہ لائی اب یہ کچھ چکیوں پر رانی ہیں۔

م۔ ہم حسن آنا ہم کو کچھ باتیں بتائیے۔

حسن۔ دور ہی سے سلام ہے۔ ایسی ایسی باتیں ہمارے  
ناخونوں میں ہیں۔ ات پھر جی نہ حال ہے۔

پسپہر۔ آؤ کا پانی لاؤں باجی جان۔

روح۔ بان بان لاؤ اس میں پو جھپی کیا ہو۔ آؤ اور کیوڑا  
تو کوئی کسے میں دن بھر پیے جاؤں۔

بہار۔ میں اٹھا لاتی ہوں۔

پسپہر۔ جلد لائیے۔ مگر آپ کی تو تعلق جال ہے۔

بہار۔ اب ہم تمھاری سی پھرتی کمان سے لائیں۔

حسن۔ آج تو بخار نے ملکان ہی کر دیا۔

ب۔ ایک ہی پیر میں دیکھو کیا حال ہو گیا۔ چہرہ  
زرد ہو گیا۔

انٹی ہی دیر میں حسن آ پھر جھپیں ہوئیں اور اسے درد سر  
کے ٹرے لگیں۔ نوا بھاج کو اطلاع دی گئی۔ محمدی خان پھر

پردے میں بیٹھیں اور نوا بھاج شریف لائے حسن آئے

کہا دوٹھا بھائی۔ میں تو ہلکان ہو گئی اب اس وقت سر کا درد

مارے دانتا ہے۔ حکیم صاحب کو لکھ بھیجو کہ شام کو فردر آئیں

بس ایسا کہ کوئی پانچ اور چھ کے عمل میں آئیں۔

ن۔ درد سر کا جو علاج ڈاکٹر دن کے پاس ہے حکیم بچارے

شام کے وقت باغ سے باغبان بھاڑ دیے گئے اور پھوٹا ہو گیا۔ حسن آرائے سہری پر دین آرام کیا۔ روح افزا اور بہار النساء پر سہرا اور بری بلکم صاحب اور نواب صاحب کرسیوں پر ٹنکن ہوئے۔

حسن۔ کیا فرحت ہے اس وقت۔ ہو این ٹھنڈی ٹھنڈی آ رہی ہیں۔ اور چھوٹوں کی بھینی بھینی ملک شام روح کو مست کرنی ہے۔

روح۔ یہ خوشبو روح افزا ہے۔

حسن۔ (سکرا کر) افادہ۔ اب تو ہماری بہن بڑی زبان آور ہو گئی ہیں۔

بڑی بلکم صاحب جرب ٹیک کر باغ کی سیر کرنے لگیں۔ مغلیان اہلسلین ادب کے ساتھ ہمراہ۔ حضور یہ کیا رسی خوب سچ گئی ہے۔ دیکھیے یہ درخت میوے سے کیسا لدہا ہے۔ اے بلکم صاحب اس بھولی ہوئی کو بھی اصرار کیا بنایا ہے۔ این! دادہ! دادہ! ذری چھوٹوس اینٹھ لگیں۔

اتنے میں ایک روش کے قریب سانپ نکلا۔ مغلیان اہلسلین بھا لگیں۔ نواب صاحب دوڑ پڑے۔ اور لکڑی لیکر سانپ کو مار ڈالا۔

ب۔ یہ سانپ نہیں تھا۔ یہ بلیات میں سے ہے۔ بلا اکثر جھپکی پائے کی صورت میں رہتی ہے۔ بلیان اکثر انسان کو دن کرتی ہیں۔ ایک آدمی کے سرھانے ہر روز دو بلیان لڑا کرتی تھیں وہ بچا کہ کچھ سمجھا نہیں مینوں برابر روز رات کو بلیان اس کے سوتے وقت چار پائی کے پاس لڑتی رہیں جب اس کی آنکھ کھلتی تھی تو وہ بلیان بھاگ جاتی تھیں ایک دن آدمی رات کے وقت اٹھنے لگا دیکھا کہ چار بلیان

اسکی چار پائی سے کوئی تین گرا دیچی ہوا بر لڑ رہی ہیں۔ بڑا تعجب ہوا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایسا سما ایسا سما کہ آنکھیں بند کر کے چپ چاپ پڑا رہا۔ رات کو خواب دیکھا کہ بزاروں بلیان آئیں۔ ڈر کے مارے غل جپا تو آنکھ کھل گئی۔ فجر کو اٹھنے لوگوں سے کہا کہ رات کو یہ کیفیت ہوئی۔ ایک آدمی نے کہا کہ آج رات کو یہ طباقی اپنے سرھانے پر رکھ دینا اس دن سبکی دلی ایک بھی نہ نظر آئی۔ تم ابھی لڑکی ہو یہ باتیں بھلا کیا جانو۔

رات کو محمدی خانم آئیں اور چپکے چپکے بڑی بلکم سے کچھ باتیں کر کے کہا کہ بس اب بلائیے۔ بڑی بلکم نے بہار النساء کو ادا دے دی۔ بہار النساء نے حسن آرائے سے کہا کہ وہ وقت حاضرات کر مٹی تم ان باتوں کو مانو یا نہ مانو اگر اما جان کا حکم نہ مانو۔ کتنا مانا لوچ تمہارا کیا ہرج ہے۔ بہمن حسن آرائے کہا جاے جو ہو ہم تو نہ سمجھتے بہار النساء تک مزاح تو تھی میں تنک کر چلی گئیں۔ روح افزا اور سپہ آرائے منت و خوشامد سے بہت سمجھا یا کہ بہمن کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ تم اپنے چپ بیٹھی رہنا چلو چھٹی ہوئی۔

روح۔ دو طلا بھائی۔ محمدی خانم گھر میں آئی ہیں اما جان نے باجی کی زبانی کہنا بھیجا کہ حاضرات کر مٹی۔ حسن آرائے کو تعجب و اور یہ کہتی ہیں ہم نہ جانتے۔ آپ سمجھا ہے انھیں۔

اتنے میں بہار النساء بلکم جھم جھم کرتی ہوئی پھر آئیں اور بڑی ٹیکھی ادا سے پوچھا کہ آخر اس بہمن فائدہ کیا سوچی ہو کہ ایک بڑی بڑھی کو آٹھ آٹھ آنسو لڑاؤ۔ اور نہ چلو تو ابھی پھر محمدی خانم سے کہ دین کہ اپنے گھر کی راہ لیں۔ بس جب اس قدر کی خود رانی مزاج میں سمائی تو پھر کہنا اور سننا کیا جوجی جا ہے وہ گرد۔ نواب صاحب نے سسکا کر کہا افسوس

مین یہ کہہ کر عہد اکبر اور انگریزی کی روح افزا کیفیت دیکھ کر  
ہنس پڑی۔

بہار۔ دیکھنا۔

حسن آرائے منیرا کر کے ذرا دو منٹ تک سکوت کیا  
محمدی خانم آنکر بیٹھیں۔ ایک ٹوکری مین بٹھائی رکھی گئی  
بیچ میل کوری رکابی مین کیس بان وسادری۔ تاکید کردی  
تھی کہ تنہا نے فیضی رنگائی ہو۔ پانوں پر حبیب کے پھول  
رکھے تھے اور پھولوں پر دو سنکین عطری۔ محمدی خانم نے

چھوٹی مٹی سے مین کو لیا تھا اسپر بوان جلایا۔ ایکون عطروس  
کی شیشی اور دوسری جانب حنائے میل کی گئی صفائی کے ساتھ  
تبی سے منہ بھی ہوئی۔ گوئے سے ٹھہر ہوا اور پھیندا سر خاسترخ  
ٹنکا ہوا تھا۔ ایک سمت کلاؤن کی لٹھی دو کوری لکھیاں اسپر  
دو کورے سکورے رکھے ہوئے۔ حسن آرا یکم کھاروسے کی لٹکی  
پر بٹھائی گئیں۔ محمدی خانم نے ماش ہاتھ مین لے کر کچھ چھینا  
شروع کیا۔ اور ایک دھڑی تھک کے قریب بجا کر اور دم کر کے  
سر پر کھینچا مارے اور کمالہ حافر شو بر سر مین حسن آرا  
ہر کہ سحر باشد ہر کہ جادو باشد یا پری باشد ہر کہ سایہ باشد بر لہرن  
حافر شو دو جواب گوید حسن آرا کو بے اختیار ہنسی آئی۔

حسن۔ چرخوش چرا باشد۔

روح۔ جواب گوید۔ جواب گوید۔

تھوڑی دیر مین حسن آرائے گردن ہلا کر محمدی خانم کو ایک ٹکری  
محمدی خانم چنگ کو بھاگ لیں اور دھرمچ افزا اور ہارنسائے ہنسی ضبط کیا  
م۔ دیکھا ہم تو کہتے تھے۔ وہی ہوا نہ آخر۔

حسن۔ (مسکرا کر) حافر شو۔ حافر شو۔

روح۔ (تمغہ لگا کر) ہر کہ باشد۔ ہر کہ باشد۔

ن ہنوں مین ایک ہی بے شعور رہن۔ بہار انسا بہت  
لیکھی ہو مین۔ چلیے آب کی بات۔ ہم بے شعوری سی۔  
پھر کسی کو کیا۔ چاہتے تھے کہ اس وقت حسن آرا کو سمجھانے دیکھنا  
تو رہا پھر پرا دہی پڑھاتے مین کہ نہ جانا۔ خیر چلیں۔  
حسن۔ اچھا چلو صاحب چلیں۔

محمدی خانم نے کہا حسن آرا یکم ذری غسل کر ڈالیے مٹا  
پاک ہو کر آئیے۔ حسن آرا سوچی کہ ابھی شام تک تو بخار  
مین پھنک رہی تھی اس وقت نہاؤن تو چار دن تک  
چار پانی سے اٹھنا دو بھر ہو جائے۔ روح افزا نے حسن آرا  
سے کہا کہ مین واسطے خدا کے کہین نہا دہا نا مین۔ یہ تو  
دوانی ہو گئی مین۔ تم انکے کہنے مین نہ جانا۔ سپر آرا اور  
روح افزا اور حسن آرائے باہم صلاح کی کہ نہا مین دو مین  
نہیں اور آرا کہ کہہ دین کہ نہا کچے سفید کپڑے بدل کر  
حسن آرا اپنی ہنوں کے ساتھ آئین۔ محمدی خانم نے انکو  
ٹکٹائی کے سامنے بٹھایا۔ سو بے کی اور مٹی اور مے ہوئے  
تھیں۔ سر خاسترخ مین لباس اور اسپر عطر سہاگ کی بوبا  
گلے مین بیلے کا طوق۔ ہاتھو مین بیلے کے گجرے ڈنڈوں پر  
بچہ بند کا لون مین بھولوں کی بجلیان اور حلقے۔ سر پر  
بہت گھٹنا چھپکا۔ قادر بھول والے کے ہاتھ کا بنا ہوا۔  
اور چھپکے کے سامنے موگرے کی جھالر۔ زرب سر۔ طرہ۔  
اسپر۔ کہ جو ہی کا طرہ شانے پر بعد شان رنگا یا تھا  
اور نگے مین ہار اور دبیدان تھکے ہوئے بال کر کے نیچے  
ٹنک رہے تھے۔ اس ٹھاکھ سے حسن آرا یکم آئین۔ اس  
گلابدن نے جو بھولوں کا گناہنا تو کھل گئی۔ ازرا مذاق  
ہنستے ہنستے کہا کہ میرے دونوں شانے بھاری معلوم ہوتے



ب۔ یہ چند رہ کا نقش ہے۔ چند رہ کا نقش تو نہیں ہے۔  
 م۔ (چین بہ چین ہوئی خیر نہ سہی۔ کن لیجے۔  
 ب۔ آٹھ اور ایک نو اور چھ چند رہ

تین اور پانچ آٹھ اور سات چند رہ  
 چار اور نو تیرہ اور دو چند رہ  
 آٹھ اور تین گیارہ اور چار چند رہ  
 ایک اور پانچ چھ اور نو چند رہ  
 چھ اور سات تیرہ اور دو چند رہ  
 پانچ اور دو سات اور آٹھ چند رہ  
 چار اور پانچ نو اور چھ چند رہ

م۔ ج۔

ب۔ بیشک ہے گن لیا۔

م۔ (جھٹلا کر) نہیں پھر گن لیجے۔

ب۔ کیا۔ خبط ہے مجھے۔

ردھر بڑی، یکم اور محمدی خانم میں جو یہ باتیں ہوئیں  
 اور ذرا دیر لگی تو روح افزا اور سپہر آرانے حسن ابیم  
 کو چٹی پڑھا دی کہ ابکی تھوڑی دیر چھوٹ جھام کر پھر ایک دفعہ  
 محمدی خانم کو ابسی مگر وہ نہ ذرا کچھ دن سبکیں۔ یہ نقش  
 حسن آرا کو دیا گیا محمدی خانم نے کہا اسکے سوراخ میں سے  
 چراغ کو دیکھو۔ دیکھتے ہی حسن آرا جھوٹنے لگی۔ محمدی خانم  
 نے پوچھا تم کون ہو۔

حسن۔ (جھوٹی ہوئی) تم خود کون ہو۔ عورت ذات

اور عافرات۔

م۔ ایکو آپ کیون ساٹے ہیں۔

حسن۔ ہم اپنر عاشق ہیں۔

حسن۔ (منہ سر) سایہ باشد یا پری باشد۔ آت بہن  
 مارے جنتی کے تیرا حال ہے۔

ن۔ زربے کے پاس سے کہو کیا حال ہے۔

روح۔ اچھا حال ہے۔ حاضر شود جواب گید۔ آت خوب  
 (خوب رہو سے فقہہ لگا کر) آئے۔ اور آئے ہی ایک ایسی  
 لکڑی کہ محمدی خانم میں قادم کے فاصلے پر بھاگیں۔ اب  
 سامنے آتے دینی ہیں۔

روح افزا اور مبارکسا اور سپہر آرا خوب کھلکھلا کر نہیں پڑے  
 بڑی یکم بھی مسکرا دین مگر بان محمدی خانم لبتہ دل ہی دل  
 میں حسن آرا کو نما بھلا کر رہی تھیں جس وقت حسن آرا  
 نے مگر دی بھی گو چوت تو بہت آتی تھی مگر محمدی خانم کھل گئی  
 تھیں کہ مار لیا ہے۔ لیکن فقہہ پڑنے ہی دھک سے  
 رہ گئیں۔ ارے یہ تو ان لڑکیوں نے ملے بنا ڈالا ہم کیا  
 سمجھے اور ہوا کیا۔

روح۔ حاضر شود حاضر شود۔

حسن۔ ہر کہ باشد۔

سپہر۔ دو باشد یا پری باشد یا۔ کیا با جی؟

حسن۔ سایہ باشد یا پری باشد۔

محمدی خانم نے کہا کہ اچھا اب ہم اور تیر کر نیلے۔ یک لکڑی  
 چند رہ کا نقش ایک کاغذ پر لکھا۔

چند رہ کا نقش

۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۷

کہا کہ اباجان آپ کا حکم تو باجی جان بجالان میں مگر ہمیں ہنسی  
آئیگی تو ہم فردوسِ درخشین کے بی مغلائی دہلیں۔ ازم جم جم  
ہنسو ہنسی کو کون سن کر تباہ ہنستے ہی ہنستے گرہستے ہیں  
مگر کہنا ایک نعرہ اور ان لو۔

محمدی خانم نے بڑی بیگم کی اتنی شہبانی تو ایک تختی دیا  
میں لگائی اور خود اس کے پاس جا کر مودب بیٹھیں۔ اور  
حسن آرا سے کہا کہ اس تختی کو جو دیوار میں لگی ہے دیکھتی جاؤ  
حسن آرا نے بڑی بیگم کے توجہ جو بیڈھب دیکھے تو ناچار  
تختی کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ محوِ شری دیر کے بعد محمدی خانم  
سے کہا۔ اخاہ۔ یہاں تو ایک میدان نظر آتا ہے۔

روح۔ دیکھو۔ انوہ۔ حق و درق میدان ہے میں نے دیکھا  
حسن۔ یہیں تو کاندو کا تازہ نظر آتا ہے۔  
بہارِ لہاسا سمجھ گئی کہ یہ تیغوں بہنیں بناتی ہیں۔ محمدی خانم  
نے کہا وہ دیکھو وہ خاکِ روبر آیا۔

سپہر۔ ہاں بان مگر کا تا ہے۔  
اسپہر ایک خرابی تھمہ پڑا اور محمدی خانم کٹ کٹ گئی  
روح۔ موا خاکِ روبر تو یہ روبر و بھنگی کا چچا معلوم ہوتا ہے۔  
م۔ اب سقا آبا۔

روح۔ ہاں مچ پر بھی ایک چھبٹ پڑ گئی۔  
نواب آرمین کھڑے ہو کر سارا تاشا دیکھتے جاتے تھے  
اور دل ہی دل میں ہنستے تھے کہ بڑی بیگم بھی ماشا ابرا  
کیسی خوش اعتقاد ہیں۔

سپہر۔ ای مغلائی فری اس سے تازہ تازہ پانی تو  
لے لینا۔

ب۔ تم انکو بکنے دو محمدی خانم۔

م۔ انکو چھوڑ دیجیے۔  
حسن۔ (خوب جھوم کر) کبھی نہ چھوڑینگے۔ ہرگز نہ  
چھوڑینگے۔

م۔ اسے کیا خطا ہوئی۔  
حسن۔ یہ حسین ہیں۔ جوان ہیں۔ پر کچھ وہ ہیں۔  
زلیکین ہیں۔

یہ الفاظ زبان سے ادا کرتے ہوئے حسن آرا بجاتی  
تھی اور محمدی خانم جاے میں بھولے نہیں سماتی تھی۔  
م۔ انکو آپ نے کہاں دیکھا۔

حسن۔ دونوں وقت ملتے ہماری سواری نکلی تو بچنے  
دیکھا کہ ایک ماسر و کم سن عورت لب بام نکھر کر کھڑی ہے  
عطر کی خوشبو سے ہم مست ہو گئے۔

م۔ لاؤ فلیتہ۔  
ب۔ فلیتہ لاؤ۔

بہار۔ ای مغلائی وہ قدیلہ اٹھا دو۔  
حسن۔ (کھلکھلا کر)۔ امی جان بنا گی۔ یہ فلیتہ  
کیا ہو گا۔

روح۔ خانم صاحب سلام۔  
سپہر۔ جلو بس حضرات و امرات سے فراغت پائی۔

محمدی خانم سخت خفیف ہوئیں۔ اور جھلا کر بولیں کہ  
اک ذری اور نامل کیجیے۔ بڑی بیگم مگر کیوں پر بہت خفا  
ہوئیں وہاں ہرات میں خود رانی ابھی نہیں ہوئی کوئی اپنے

گھڑائے تو اسکی خاطر کرنا چاہیے یا ہنسنا چاہیے اسکو  
ہمیں یہ بیوقوفی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ حسن آرا اور روح فرزا  
خاموش ہو رہیں۔ مگر سپہر آرا نے شیریں ادائی کے ساتھ

م۔ لو اب فرس بچنے لگا۔

سپر۔ اہو ہو۔ کیا کیا غایچے ہین۔ ایک سے ایک بڑھکر۔

حسن۔ اوروہ چاندنی بن توکین رہی جاتی ہے۔  
روح۔ مستنکبہ گئی ہے۔

م۔ سواری آئی سواری آئی۔ وہ سوار آئے۔

حسن۔ اب سوار پھر آئے۔

روح۔ تاننا لگا ہوا ہے۔

حسن۔ اماجون اب ہم جاتے ہین۔

ب۔ نہیں بابا۔ دراسی دیر کے لیے کام ادھورا چھوڑنا  
کیا معنی۔

حسن۔ اے برائے مردوں کے سامنے اسطرح ہم سے  
نہ بیٹھا جا بگا کنتی جاتی جون کہ خاکروب آیا۔ موہشتا آیا۔

سوار آئے۔ پیادے آئے اب ہم کس کس کو منہ دکھائیں  
اسپر بہار انسا تک کو منسی آئی۔ اور دیر تک تفریق لگا

محمدی خانم تو اٹھ کے چل دیں مگر بیان بارہ بجے رات تک  
حاضر تھی کی باتیں ہوتی رہیں۔ خوب تھپتھپے پڑے

حسن آرا اور روح افزا اور سپر آرا اور نواب صاحب ایک  
طرف تھے۔ اور بڑی بلکم اور بہار انسا انکی راے کے خلاف

حسن آرا نے کہا اما جان خاتون جنت کی قسم جو ہمیں برا بھی  
کچھ معلوم ہوتا ہو کہ کوئی سر پر آیا ہے۔ اور پھولوں کا گستا

ہنکر جو ہم نے کہا کہ شائے بھاری معلوم ہوتے ہین وہ تو  
فقط محمدی خانم کے چھپنے کو تھا۔ روح افزا تک کر

بولی اس جھوٹ پر ٹپکی پڑ جاے ہین۔ کبھی کنتی بھی میدا  
نظر آتا ہے۔ کبھی کہا سوا آیا۔ توبہ۔ سننے سننے کان

تھک گئے بھلا کوئی بات بھی ہے۔ اسطرح تو جھکا جی چاہے  
بیٹہ جائے اور بھان منی اسطرح بیٹہ پھر کرنے لگے۔ ہم سے

کو ہم بھی کنتی لیکن کہ وہ میدان ہے۔ وہ جیل میدان  
نظر آیا وہ سٹہ آیا۔ وہ فرس فرس بکھا۔ اربان سپن

کو نسا بہار اٹھانا ہے۔ یہ اما جان کو یقین کہو نہ کہ کیا بڑی بلکم  
نے کہا تم بھی یہ باتیں جانو کیا۔ جمعہ جمعہ آٹھ دن کی تو

پیدائش تم کو ٹرکین کے سبب سے یہ باتیں بھلا کیا  
سمجھ میں آئیں۔ بہار انسا تم سے نام خدا اچھ دن بڑی

ہین۔ برس دوبرس وہ سمجھتی ہین۔ جب تم بھی تیر دہ  
ہو گی تو سمجھو گی پھر نواب صاحب نے سپر آرا کے کان

میں چپکے سے کہا کہ تم اپنی اما جان سے پوچھو کہ آپ نے بھی  
میدان دیکھا حق و درق سپر آرا تو اور سب ہنوں کی

نسبت بڑی بلکم کی خدمت میں زیادہ مستطاح حسین  
بھوئے ہن کے ساتھ ہو چکا کہ کیون اما جان سچ بتائے

آپ نے بھی میدان دیکھا تھا۔ بلکم مسکرا میں بیٹا کہ کوئی  
تھوڑا ہی وہ میدان دیکھ سکتا ہے۔ وہ تو جو کوئی عامل

ہو جو کوئی حضرات کرے اس کو نظر آئے تم در روح افزا  
جو بڑھ بڑھ کر باتیں بناتی تھیں ایک بولی بان بان

ہم نے بھی میدان دیکھا۔ دوسری نے کہا آت اندر  
کیا جیل میدان ہے۔ تیسری نے حامی بھری بان وہ سٹہ

آیا ہے۔ میں سب سمجھتی جاتی تھی کہ تم محمدی خانم کو دل کے  
بنار ہی ہو۔ بیٹوں ہینین ایک مورہ ہی ہو۔ مگر یہ سایہ داہ

نہ تھا پہلے تو مجھے دھوکا ہو گیا مگر پھر جو دیکھا تو دایا ہیات ہی  
دایا ہیات پایا۔ اسی ہی جو سایے کا پھر ہوتا اندر نہ کرے

تو یوں بیٹھی رہتیں اور بھارے ساتھ تھپتھپے لگاتیں۔ واہ

اتنک تو مار کے بکھن ہو گئی مبین - شعلے کی طرح بدن  
تھر تھر کا پٹنے لگتا ہر سارے جسم میں تھر تھری ہوتی ہر اور  
رنگ نئی ہو جاتا ہر امیر بجائے لکھ حسن آرا دیکھو کب با  
کے لیے آج سے دونوں وقت ملتے ہر گز ہر گز کوٹھے پر چکا  
کا قصد کرتا - خبردار - خبردار - ہمارا لٹا بیگم بولین - اے امان  
جھپٹے وقت تو امیر جانتا ہر ہم بھی سیکڑوں بار مٹا بی پر جا کر  
کھڑے ہوئے اور عطر میں بسے ہوئے کچھ بھی نہ ہوا - سبھی کیم  
نے اسکا جواب سوچ سمجھ کر یوں دیا - مٹنی کیا کچھ ضرور ہو کہ  
ہر وقت اُنکی سواری ہی نکلے - وہ تو ہوا ہیں - جس وقت اور  
نکل آئے سیر کر لی - شام کے وقت کوٹھے پر جانا اور نہادھو  
جانا ٹہرا ہوا - اور جو بچوں کے ہار بون اور عطر کی لٹین  
آتی ہوں تو چاہے جس دن کسی پر آزار مارا تو ضرور وہی  
آ جاں گنا آخر بننے لیا دھوپ میں چوٹہ سفید کیا ہر -

روح - حسن آرا بیگم ایک کسی ہو -

حسن - اب تو آرام ہر امیر کے فضل سے - مگر اس وقت  
محمدی خانم سے کتنا بہت پڑا -

ہمارے نینین عقیدہ نینین ہوا پہلے وہ سمجھی تھیں کہ سچ سچ سنا  
ہر - اب کہنی ہیں کہ سیاہ وایہ نینین بیماری تھی -

روح - اچھا اتنا تو معلوم ہو گیا کہ محمدی خانم - جھوٹ موٹ  
بتے دیتی تھیں -

ہمار - اب تم سمجھتی ہو کہ بس ایک تم اور دوسری حسن آرا دوی  
تو امیر نے عقل دی ہر - بس اب امان ایسی کوئی بچہ ہیں -

دوسرے بیتی ہیں کہ آنا بھی نہ سمجھ سکیں -

حسن - دھکھا بھائی نے تمہیں کچھ بھی نہ سکھا یا ہیں -

ہمیں تو اس بات کا افسوس ہر -

ہمار - چلو خبر ہم نادان ہی سہی -

سپہر - نین نادان نینین مگر سست اعتقاد و ضرور میں آپ -

روح - افرا اسپہر آرا مین ہری دیر تک مٹنی ہن کی مین

رہیں ایک نے کہا باجی وہ سقا آیا - دوسری بولی بالائے نین

دوسری پہل سے ننھ دھاب لوشاہ جن کی سواری آتی ہو اور

وہ دیکھو دروازہ اپنے آپ ہی بند ہو گیا - بھیجے آج بیگم

یوں نہ سویا جائیگا رات کو بڑے بڑے خواب دیکھنے بالائے

تخت لائی بھی تھیں - سکرانی بھی تھیں - انراض آدمی رات تک

یہی چل پھل رہی - اُسکے بعد ہمارا لٹا نے کہا حسن آرا نے

اب تم سو رہو - نینین اور بکھن ہو جاو گی -

سویرے ننھ اندھیرے سپہر آرا خواب ناز سے بیدار ہو مین تو

حسب معمول روح افرا بیگم اور حسن آرا کلم کو جکایا - روح افرا بیگم

کر کے ننھ بیٹھیں - مگر حسن آرا کی بغبت دگر گون پائی تپ شدید

ضعف آتما کا - شنگی کا غلبہ - لب خشک - تالو مین کاٹنے بڑے

ہوئے جھینپی اُسدن سے بھی زیادہ - بات کرنے میں تکلیف

ہوتی تھی - آرا سے نہایت مہانت برستی تھی - روح افرا اسپہر آرا

نحووری دیر تک بیگم کے پاس سر جانے بھیجی رہیں کہ اتنے میں دن

کی آواز آئی - دونوں نے اُٹھ کر ناز مریج پڑی - نماز سے فرغت

پائی ہی بھی کہ ہمارا لٹا بیگم تشریف لائیں -

روح - باجی آج حسن آرا کلم سے بھی زیادہ جھین ہیں -

ہمار - کیوں کیوں -

روح - بڑے پرہیزگار کو تو معلوم ہوتا ہر جیسے بھنگ لیا تھا کارگرم

ہمار - پھر سگوفرو لائیں -

سپہر - کل جاگی بھی دیر تک تھیں -

ہمارا لٹا نے بغض پر ہاتھ رکھا تو تپ شدید حسن آرا بیگم

آہستہ سے بولیں باجی آج تو مایہ صفت اور بیاس کے  
نامک میں دم آگیا۔

بہار انسا نے پیاری سے کہا پیاری جا کے اُن کو تو  
جگلا پیاری نے نواہ صاحب کو جگلا۔ اُنھیں چلیے آپ کو  
برائی میں۔ نواہ صاحب انگریزی لیتے ہوئے اُنھے پوچھا کیوں  
خیریت تو ہے۔ پیاری نے کہا جی آج بھی مامدی ہو لیکن نواہ صاحب  
نے اُنھ کو منہ دھو یا اور شریف لائے حسن آرا بیگم اپنی نازک  
پٹنٹری پر لپٹی ہوئی بہار انسا سے کہہ رہی تھیں ذری ذری سر  
سی معلوم ہوئی ہے۔ کچھ اڑھا دیکھے۔ اُننے میں نواہ صاحب  
کی جو آمدنی اور پیاری نے انکار کیا کہ آتے ہیں حسن آرا بیگم  
نے اپنا ڈوچر پانچا کر مستحیلا۔ اسوقت سر کے بال بکھرے  
ہوئے کچھ کچھ سرھانے کے ادھر ادھر ٹنک رہے تھے۔ اور  
دو چاکسٹ کر بیٹے کے بچے آگیا تھا۔ روح افزا نے ایک  
دولائی اڑھا دی اور حسن آرا نے سر کو دوپٹے سے ڈھانپ لیا  
نواب صاحب تشریف لائے۔

بہار۔ اے آج پھر رنگ لائیں۔

ن۔ لا حول ولا قوۃ۔ کل کچھ بے اعتباری ہوئیں ہوئی تھی  
روح۔ رات بارہ بجے سوئی تھیں۔ مگر روز دس گیا ہے  
تو بون بھی سوئی ہی تھیں۔

بہار۔ ہن روز کی بات اور ہے۔

ن۔ کھانے میں تو بے اعتمادی نہیں ہوئی تھی۔

سپہر۔ کھانا کھایا کہاں گیا انسے۔ دودری ذری ساری  
چاپان لائی تھی۔ نہیں میں جارہا اے شاید انھوں نے  
کھائے ہوں تو کھائے ہوں۔

روح۔ تمہ کا ذائقہ بدلا ہوا ہے۔

اتنے میں مری بیگم صاحب کو بھی کسی نے ضروری۔ اولاد کی  
محبت۔ بنیاد و مضر ہو کر حریب تھکتی ہوئی آئیں۔ نواہ صاحب  
اور بہار انسا بیگم اور روح افزا اور سپہر آرا سب نے جھک کر  
ادب کے ساتھ آداب عرض کیا مری بیگم نے حسن آرا کی پیشانی  
نورانی پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ امد۔ اسوقت تو میرا ہاتھ جلا جاتا  
ہی کیا رات بھی پڑا پھیکا تھا۔

سپہر۔ جی نہیں۔ جب بارہ گھر بچا ٹھن ٹھن تک بائیں  
کر رہی تھیں خامی ابھی نہیں۔

بڑی بیگم نے اسوقت کوئی بات اٹھانہ رکھی۔ حدتہ بھی  
اتار۔ قرآن کی جو بھی دی۔ منت بھی مانی کہ یہ اچھی ہو جائیں  
تو مسجد میں بھی کے چراغ جلاؤں۔

نواہ صاحب پھر حکیم جی کو بلالائے۔ الغرض دس دن تک  
حکیم صاحب کا علاج ہوا کیا۔ مگر فائدہ نہ ہوا۔ کیا رھوئی نڈا اڑھا  
بلالائے گئے چھ دن تک وہ معالج رہے۔ بعد ازاں صاحب سول مرچن  
اور اسسٹنٹ مرچن دونوں کی صلاح و اتفاق راے سے معالج  
ہوا تو سوچتے ہیں حسن آرا بیگم نے آرام پایا۔

سول مرچن نے صلاح دی کہ تغیر آتے ہوا از بس ضروری ہے  
میتنے دیر نہ مینے کے لیے بیگم صاحب کو کہیں اور لیجائیے۔

روح۔ آہ جان ڈاکٹر کہ گئے ہیں۔ کہ۔

ب۔ ہاں یہاں تو اب مینا دو مینا نہ رہنا چاہیے۔

ن۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو اپنے ہاں بجاؤں۔ وہاں ایک  
مکان خالی ہے۔ اسمین رہا کریں۔

ب۔ کیا جاناؤں۔

روح۔ اسمین کتنا مستنا گیا ہے۔

ب۔ تم سمجھتی نہیں ہو مٹی۔ سمجھتے ہیں تو کچھ ہرج نہیں ہے

ب۔ بیٹا کے سے تو برا مانو گی۔ جو تم دو چار دن انکی باتیں سن لو  
تو وہ خواہی خواہی کیون برا بھلا کہیں۔

بہار۔ اچھا صاحب ہم یہی برے سہی۔  
اتنے بن نواب صاحب جو چھت پر تھل رہے تھے  
تشریف لائے۔

ن۔ کیسے کیا رہے قرار پائی۔ سواری کی فکر کروں۔  
حسن۔ واہ۔

روح۔ ہو چکی فکر۔

سپہر۔ جا چلیں۔

ن۔ یہ کیوں یہ کیوں۔

بہار۔ یہ کیوں! جو نہ (چپکے سے) تمہاری والدہ شریفہ  
کے سبب سے۔ اور کیوں۔

ن۔ اچھا چلو اسکا بھی امتحان ہو جائیگا بس خاصی بات کر  
خود چل کے دیکھ لینا کہ کسکا قصور ہو۔

ب۔ یہ بہار النسا جانیں اور تمہاری ماں جانیں۔ ہمیں ان  
جھگڑوں سے کیا واسطہ ہم تو انہیں کو برا کہنے کے ہم تو یہی کہیں گے

کہ انہیں کا سارا قصور یہ وہ بڑی بوڑھی چاند بہ عورت ہیں  
وہ جو کہیں گے انہیں کے فائدے کے لیے ہینگے۔ یہ المڑھ بن گئے  
سبب سے چاہے نہ بانیں۔

ن۔ ہاں یہ تو ایسا ہی جیسا آپ نے فرمایا۔

بہار النسا تنگ کر انہیں اور پانچے ایک ادا سے دلربا کے ساتھ  
اٹھا کر اٹھلا اٹھلا کے جانے لگیں تو نواب نے روح (فرزاد کو)

کیا کہ انکو روک لو۔ جانے نہ دو۔ روح افزا نے بھرتی کے ساتھ  
دوڑ کر بہن کو گلے لگایا۔ بہار النسا نے کہا ماں ماں بالکل

بے شرم ہوئی جاتی جو در در فر۔ دیکھو کوئی بیٹھا ہے کہ نہیں۔

اگر بہار النسا اور انکی ساس میں جھگڑا نہ ہوتا تو نہیں۔ میں بھیجوں تو  
کیسے بھیجوں۔ ساس ساس کی طرح اور بہو ہو کی طرح رہے تو

بات بنے۔ اور جب ساس اور بہو میں کی طرح رہیں تو دن رات  
تو تو میں میں ہوا ہی جائے لڑکی خدا خدا کر کے اتنے دن بعد

ذرا اچھی ہوئی اب وہاں بھیجوں جس میں اور کٹھے در در و زکی  
ٹھکان ٹھکان سے نہ غلیل ہوئی ہو تو خدا خواستہ اس کے

دشمن غلیل ہو جائیں۔

روح۔ ہاں یہ تو ہے۔

سپہر۔ دولہا بھائی تو کہتے ہیں مکان سے ملا جو مکان کر  
بہار۔ ہاں خاصہ برا مکان۔ مکان کیا اچھی چھٹی سی بارہ دہائی

سی ہے۔ بخوبی دو گھر ہو سکیں۔ خاصے طور سے وہاں حسن آرا  
چلے ایک مینے رہیں تو پھر دہائی سی ہو جائیں۔ جیسی پہلے تھیں۔

ب۔ یہ مکان بڑا بھی ہے اور ٹھکانا بھی ہے اور پھر میدان  
میں ہے۔ یہ نہیں کہ لگی کو چون میں ہو۔ مگر بیماری سے کچھ

بس نہیں چلتا انسان کا۔

حسن۔ ما جان۔ بہار النسا بہن کے ہاں دریا بھی پاس ہے۔  
ب۔ اور یہاں کیا دور ہے کچھ۔

بہار۔ نہیں اما جان۔ وہاں تو بالکل ملا ہوا ہے۔ یہاں تو  
پھر بھی دور ہے۔

ب۔ ہاں ہاں کیا ہنسنے وہ مکان دیکھا ہی نہیں ہے مگر بہار  
انکی ساس تو کئی مرنی ہے۔ حسن آرا کے جانے سے بھلا وہ خوش ہوئی

سپہر۔ اچھا بہار النسا بہن دو مینے کے لیے نہ لڑیں جھگڑیں  
روح۔ ہونہ۔ یہ ان ہوتی بات ہے۔

بہار۔ اب تم سے جھگڑے کون۔ دودن رہ کے دیکھ لو کہ  
کیسا کیسا کوستی ہیں۔

ب۔ (ہاتھ دیکر) انوہ کیسا جل رہا ہے۔

سپہر آرائے اپنی پیاری بہن کی جو بقراری دیکھی تو  
آبدیدہ ہو گئی۔

روح افزا سنائے میں کہ بار بار بخار آتا اچھا نہیں بڑی عکیم

کو اب کلی یقین ہو گیا کہ اس سایہ کا آثار محمدی خاتم سے محال ہے

اسکے لیے کوئی بُرا عامل جائے۔ سوچیں کہ کل آستانی جی کو

بلادی دودن کا افرار گنہیں اور آج تک نہ آئیں کوئی چھوٹ

ضرور ہوئی ہوگی۔ سویرے ہی آدمی بھونگی۔ ترے کہ گرم۔ سنے

میں حسن آرائے جو کلی بار بچکان لہن تو بڑی سیکم نے اپنا حال

تباہ کیا۔ اور کوئے میں جا کر خوب روئیں۔ سپہر آرائے لنگ کے

پاس بیٹھی ہوئی باپوسی کے ساتھ اپنی بہن کی حالت دیکھتی تھی۔

روح افزا بجز تھکتے تھکتے ہی مغانیانِ صلیبوں دم بخود تھی

کمرے میں کئی لمب روشن تھے مگر ہوا جو زانے کی جلتی تھی تو گل

ہو ہو جاتے تھے۔ بڑی عکیم بار بار آنکر بیٹھتی اور سننے

اور تلوون کو دیکھتی تھیں اور آبدیدہ ہو جاتی تھیں جب حالت

نہایت بقراری کی دیکھی تو سمجھ گئیں کہ حسن آرائے ہماری آس

توڑ کر دعا دیے جاتی ہیں ایک عورت نے بڑی عکیم سے کہا کہ

حضور اب چاہے سنہ برسے چاہے کہیں بجلی گرے حکیم صاحب

کے پاس آدمی ضرور بھیجیے۔

ب۔ منغلانی تباؤ اب میں کیا کروں۔

م۔ حضور امیر کرے ابکی آئی ہوئی ہم سب کو لگائے۔

امیر انکو بجالے۔

حسن۔ (تسرب ہاتھ دھو کر) آف امیر میں اسی دم مر جاؤں۔

روح۔ امیر نہ کرے۔ امیر نہ کرے۔ یہ باتیں نہ کرو بہن۔

حسن۔ روح افزا بہن ہی میرا قوم ٹھکانا جاتا ہے۔

روح۔ اچھا چلیے بیٹھے ذرا سی بات میں دیکھنا اچھا نہیں ہوتا

بہار۔ نہیں بہن جانے ہی دو۔ بڑے بڑے عیون کے سامنے

صفت کا جھگڑا ہوا اس سے کیا فائدہ۔

نواب صاحب نے سپہر آرائے کو اشارہ کیا کہ تم جا کے ہے ہی آؤ۔

سپہر آرائے جا کر زمین میں کہ چلیے چلیے بہار الفسائیکم ناز و انداز

ساتھ آکر بیٹھیں مگر چٹون ابھی نیٹھی ہی ہے۔

اس جھن میں اور مشورے میں دودن گزر گئے اور سب تو

راضی تھے مگر بڑی عکیم کی مرضی نہ تھی۔ وہ کہتی تھیں اگر بہار الفسائیکم

کی ساس سے اسے نبی موتی تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ تیسرے دن

نواب صاحب اپنے گھر گئے دیوانی کی تعطیل میں بیان آنکر ہے

تھے۔ جب تعطیل ختم ہو گئی تو قصد روانگی کیا۔ حسن آرائے عکیم کی طبیعت

جو ناساز پانی تو جانا مصالحت کے خلاف تھے۔ دکات کا سبب

کیا اور سوچنے کا عمل نہیں رہا۔ اب بہار الفسائیکم کو دیکر

بڑی عکیم سے رخصت ہوئے اور چلے گئے صبح کو نواب صاحب

اور بہار الفسائیکم رخصت ہو کر اور شام کو حسن آرائے کی طبیعت پھر

ناساز ہو گئی۔ ۱۱ بجے دن کل یون ہی سی حرارت تھی مگر بارش

سے شدید چڑھی۔ یہاں تک کہ زبان بکسے لگیں اور کئی با

پتی پر سردے دے مارا۔ اب سینے کا حسن آرائے کی تو یہ کیفیت

اور بیٹھ گستاخا کہ میں آج ہی برسوں لگا۔ وہ مولا دھار چھوڑا۔

کو چار گھنٹے کا مل پرناے جلایے۔ رات ایسی تیرہ و تار کہ الاہ

بجلی کا بار بار کوندنا اور بھی ستم دھاتا تھا اور رعنا میں روئے

گر جتا تھا کہ کان کے پردے چٹے جاتے تھے۔ اب خوابنے داکٹر

کو کون بلوائے اور حکیم کے بان کون جائے۔ جری عکیم کے ہاتھ

پانوں پھول گئے۔

حسن۔ آف اما جان در ہاتھ تو دو۔

ایک آگ سی لگی ہوئی تھی۔

حسن آرائے چپکے سے پہرے کے کان میں کہا۔ سپہر آرا۔  
نصاری باجی جان رخصت ہوئی ہیں۔ سپہر آرائی انھوں سے  
مٹ پٹ۔ نسو کرنے کے لئے نکلنا ہی ہے جو سپہر آرا کو روکنے دیکھا  
تو کہا (ہا) کوئی ایسی بات کرنا جو سپہر آرائے نسو پوچھے تو پھر  
حسن آرائے کہا۔ سپہر آرا ایک بات اب دم دہسین سن لو۔ آرا  
کو نہ بھولنا پیارے آزاد نے ہمارے لیے جان جو کھم کی گڑاسکی  
آرزو نہ برائی۔ دلی دل ہی میں رہی۔ سپہر آرائے جی کر کر کے  
بھیجا ہا کہ باجی خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو مجھے ہول ہوا ہے۔  
جو کسی بات میں تو صبح تک میں خود ہی نہ ہونگی بین کی تقریر  
مسکرتہ حسن آرا دم بخود ہو گئی گردل ہی دل میں پوچھنے لگی کہ کیا خدا  
جو میں مرنے کو سپہر آرا کیا جائے کیا کر دے۔ اسکو تو یہ تباہی آگ  
کاٹ کاٹ کھا بیگا۔ ادھر یہ باتیں ہوتی تھیں دھر وعدہ اس در سے  
ہر جا کو بڑی بیگم تک نے اس عمر میں کبھی ایسی آواز نہیں سنی تھی اور  
رعد کے گرجتے ہی بجلی بجلی اور چمکتے ہی مومئی روشنی سے کہیں یا  
تجلی ہو کر بڑی بیگم صاحب کی کوٹھی کے اطمین میں کھیرل پر گری  
بجلی کے گرنے ہی حسن آرا کو غش آگیا۔ روح افزا کے ہاتھ باؤن  
سر دو گئے۔ اور ادھر اطمین میں ایک سائیس آرا دیکھ کر بھڑکنا بجلی  
سے جھلک خاک سیاہ ہو گیا اور بارش کی کیفیت کے دردم نہیں یعنی  
معلوم ہوتا تھا کہ برق باران نے قسم کھائی کہ آج ہی سارے عالم کو  
تباہ کر دینگے۔ بڑی بیگم کی خود اسوقت مدی حالت تھی مگر اولاد کی  
محبت۔ گلاب کے خوب چھیننے دیے۔ نکلنے سو گیا جس نے۔ کو ذرا  
جوش آیا مگر روح افزا کے ہاتھ باؤن ابھی تک سر دی تھے۔ اطمین  
کی کسی کو خبر ہی نہ تھی کہ وہاں سائیس آرا گھوڑے کی جان لگی  
جو جہاں بیٹھا تھا وہ بس وہاں ہی کا ہو گیا تھا۔ رعد پھر گرجنے لگا

اور اس مرتبہ اور بھی آواز ملنے ہوئی۔ حسن آرا کا نکلنے کی روح افزا  
کو ایک مہل نے آنگر دلائی اڑھا دی۔ اسوقت کوئی گرم خیر ہاتھ  
نہ آئی تو فلائین کا ایک ناکر اڑھو اڑھو لپٹ دیا۔  
حسن۔ آجا جان دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں۔  
ب۔ بیٹی کیا کروں ساتھ ہاتھ باؤن بھولے ہوئے ہیں۔  
م۔ کہا برا وقت ہے۔ اوکی امد۔ ہجری۔ جی دہل رہا ہے۔  
روح۔ ہاے ہاے جیسے معلوم ہوتا ہے کوئی کلچا سوس رہا ہے  
سپہر۔ باجی کیا کریں۔ ہاے نکو سمجھا میں یا اندر دے  
کو سمجھا میں۔

اب ہوا اس زور سے جلی کہ جو دروازے کھلے ہوئے تھے پھٹا پھٹ  
ہونے لگے اور تین چار شیشے بھی ٹوٹ گئے ہوائے ایسا زور  
باندھا کہ دخت جڑے اٹھ اٹھ کر گئے۔ اتنے میں زلزلہ آیا اور  
بڑی بیگم حسن آرا کی بلنگڑی کو آپ ہی آپ ہلتے ہوئے دیکھ کر  
زور سے چیخ اٹھیں۔

سپہر۔ ہائیں ہائیں۔ آجا جان جیسے کسی نے کوٹھی کو سر ہٹا لیا  
مارے ڈر کے سپہر آرا بڑی بیگم سے پٹ گئی۔

روح۔ اچو در نہیں بھونچا تھا۔

م۔ جی ہاں کیونکہ تو۔ اب کناہ بہت ہونے لگے۔

بڑی بیگم کو شک کی جاگھن تھا کہ کوئی جن یا بھوت پربت  
ہر جسے حسن آرا کے بلنگ کے اٹھانے کا قصد کیا۔ لہذا مارے  
خون کے چیخ اٹھیں لیکن جب روح افزا نے بھونچا لگام لیا تو  
ذرا دل کو تسکین ہوئی حسن آرا کی طبیعت اب اور بھی ناساز  
ہو گئی۔ حالت دم بدم زار ہوئی جاتی تھی۔ ایک آنکھ سے  
نیل ڈھلنے لگا۔

م۔ بیگم صاحب۔ بیگم صاحب۔



حسن - (بہت آہستہ سے) ہاں -

سپہر - حاجی جان پیاری حاجی جان -

روح - اے حسن آرا حسن آرا -

حسن آرا کو اس وقت بات کرنا شاق گذرنا تھا۔ اور سانس لینا تک وہ بھر تھا ان سب کی باتیں سنتی جاتی تھی مگر لب تک نہ ملتی تھی۔ جب کئی بار ان سب نے ملکر دیکھا تو حسن آرا نے ذرا آنکھیں کھول دیں اور اشارے سے دکھایا کہ لب خشک ہیں -

ب - اتنی مری ہوئی اس وقت گراؤ کے چوتھے سوکے جانے میں سمجھا کہ اب کے وقت بیٹھ تھا۔ تب بڑی میم کو معلوم ہوا کہ ایک سائیس ادراک گھوڑا شب کو بجلی کی نذر ہوا۔ گھوڑے کے مرنے کا کمال انیسویں کیا۔ یہ گھوڑا ان کے شہر کی خاص کاری کا تھا۔ اب بہت بوڑھا ہو گیا تھا اور گویا پائین پاتا تھا -

صبح کو حسن آرا کی طبیعت دراز اور ٹھہری بہانہ کہ نماز صبح بھی ادا کی۔ دفعہ بڑی میم کو بہار النسا یاد آئیں - مغربی سے کہا کہ یہ بیٹھ تو عالمگیر تھا۔ خدا جانے کب قدر فاصلے

تک برسا ہو گا۔ خورشید اور بہار النسا نے راہ میں بڑی - اٹھائی ہوئی - ہم آگے گھر میں تھے لیکن کلبچا آٹھ کو آتا تھا۔ ہاتھوں آچھلتا تھا۔ اُنکی سفر میں کیا حالت ہوئی ہوگی مغربی نے سمجھا یا کہ حضور ریل کی سواری کچھ چھکڑے کی سواری تو نہیں

گرا خدا نخواستہ کچھ خوف کی جگہ ہو حضور میں - بہار النسا حکیم میں دو عورتیں خدمت کے لیے ساتھ ہیں - چار سپاہی ہیں - خدا

ہو - اتنے آدمی ہیں پھر ڈر کیا ہے - بڑی میم نے کہا سب ایک ہی درجے میں تھوڑا ہی میٹھے ہوئے - لوگ کہتے ہیں مل میں درجے درجے بنے ہوئے ہیں - مغربی رولی پھر کیا ہوا حضور راہ پر گئے

اور دونوں عورتیں تو ایک ہی جگہ پر ہوئی - آپ گھر آئے نہیں اب مالک ہے - وہ بڑا کریم ہے - اور حضور خدا جانے ریل اس وقت کتنے پیش نظر تھی ہو -

اتنے میں مری دھڑکی ہوئی باہر سے آئی - افوہ باہر وہ بھر گئی ہے کہ بس کچھ پوچھو نہیں - صاحب لوگ بھی ہیں - اور آرا نے آہستہ آہستہ روح افزا نے کہا ہاں بلی گری بھی نہ مل -

ب - بلی کیا گری اب تک کلبچا دبل رہا ہے - سپہر - جی اس وقت کیا کیفیت تھی - توبہ توبہ - اس وقت اندر نہ دکھائے پھر کبھی -

روح - بس ہی معلوم ہوتا تھا کہ کوٹھی اب گری اور اب گری م - آٹھ ایسی تھکی کہ بس کچھ نہ پوچھے - اندر نے بہت بچایا - روح افزا اور سپہر اب ایک روشندان سے صعبیل کی طرف دیکھنے لگیں دیکھا ٹھٹ کے ٹھٹ گئے ہیں -

توبہ کے وقت حکیم صاحب تشریف لائے - پورہ کیا گیا حکیم صاحب نے بغض دیکھی حال پوچھا آٹھ کو آتا تھا کہ گئے کہ کل صبح کو پھر حاضر ہو نہ گا - مگر شب کو پھر پ آگئی اور چھپتی آٹھ سے بھی زیادہ ہوئی - اسی طور پر ایک ہفتہ گذرا - اس غرض میں

نوا بھا جب کے تین خدا آئے - بڑی میم کو کشفی ہوئی کہ اب اور بہار النسا کے انحراف نے گھر کو پہنچ گئے -

روح افزا آٹھ آئے باہم مشورہ کر کے نوا بھا جب کے نام خط لکھا کہ حسن آرا میم کی طبیعت روز بروز بے لطف ہوئی جاتی ہے - حکیم صاحب کے معائنے سے خود افاقہ ہوا اور آٹھ کا

علاج بھی سوا چھینے تک کیا تھا مگر پھر تیار کیا - اب ہم سب کی صلاح یہی ہے کہ اب اس خط کے دیکھتے ہیں یہاں میں اور ہم سب کو وہاں بجا ہیں - تاکہ ڈاکٹر کی صلاح کے مطابق تغیر آج ہو -

اور حکیم جی کی بھی یہی صلاحت ہے۔

یہ خط نواب صاحب نے پھر حکیم سارا لکھا لیکن کوئی سنا یا نہ سنا۔  
نے کہا کہ جاؤ۔ اور صریح ممکن نہ سمجھا جھکا کر لے ہی آؤ۔ اب  
جیاری طول کھینچتی جاتی ہے۔ یہ اچھی بات نہیں۔ نواب صاحب  
اپنے بھروسے میں ایک وسیع درگشا کو بھی خالی کر دی اور  
ملکف سے کردن کو آراستہ کر کے بہار النسا سے خصمت ہو  
ریل کے اسٹیشن پر آئے ٹکٹ لیا سوار ہوئے۔

جس وقت مہری نے جا کر خبر دی کہ نواب صاحب آئے ہیں  
روح افزا اور سپہ سالار اسی خوش ہوئیں کہ عمر بھر میں شاید وہی  
تین مرتبہ اس قدر محظوظ ہوئی ہوگی۔ بڑی میگو کبھی ششی ہوئی  
اور نواب صاحب کے بہن داخل ہی ہوئے تھے کہ حسن آرائے کہا  
کہ لو اب ہم اچھے ہو گئے۔ نواب صاحب نے بڑی میگو کو بہ ادب  
سلام کیا اور بیٹھے۔

ن۔ پھر بخار آنا اچھا نہیں۔ اب کی حکم کر  
علاج کرنا چاہیے۔

ب۔ خوشید دروہا۔ اندہ ویسی رات دشمن کو بھی نہ دکھائے  
میں تو کتنی بھی کہ سیرا کیو کر ہوگا۔

روح۔ دروہا بھائی انکی توبہ کیفیت کہ دم بھر میں نہیں۔  
بخار الگ۔ صنعت الگ۔ پیاس کے مارے ہونہ با نکل کاٹنا  
ہوے جاتے تھے۔ اور ترشی جاتی تھیں۔ اور ادھر جھگڑے

کہ میں آج ہی برسوں لگا۔ اور بجلی ایسی لونٹے ایسی جھگڑے کہ انکی  
توبہ صلیب پر گری تو کلچر دل گیا اور انکی غش آگیا۔ دروازے  
بند تھے مگر یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی توڑے پھینکے دیتا ہے۔ پتی  
بھونچال بھی آیا۔ ات ہم سب گھبرا گئے تھے۔

بڑی میگو صاحب نے نواب نامدار کے لیے کچھ دلائی انار

اور کشمش اور سب بھی منگوائے انکر کہا کہ حضور جیسے بھی تیار ہے  
لاؤں۔ نواب صاحب نے کہا نہیں۔ اب اس وقت نہیں شام کو  
روح افزا کیلئے پوچھا۔ دروہا بھائی وہاں جا بیٹھے تو بہر میں  
کہاں۔ نواب صاحب تو پہلے ہی سے بندوبست کر چکے تھے۔  
کہا کہ ہکو اسکا خود خیال تھا بروس میں ایک صاف تھری اور  
وسیع کوٹھی ہے۔ اسکو آراستہ کر دیا ہے۔ نہایت دلچسپ مقام ہے  
ایک مینے میں آرام ہو جائیگا۔ آشار اور اندر ڈاکٹر سب دوست  
ہیں اور اگر تھری میگو صاحب مرا کر نئی تو حکیم صاحب کا علاج بھی  
ہوگا۔ وہاں ایک سے ایک ٹر ہو کر حکیم ہے۔

بڑی میگو کو یقین واثق ہو گیا تھا کہ اگر حسن آرا چندے  
اور اسطرح غلیل رہی تو انکھیں جھپٹ سے لگی اینگی اور پھر کسی  
طیب کا بس جل سکے گا۔ لہذا انھوں نے منظور کر لیا کہ حسن آرا  
اور سپہ سالار اور روح افزا کو لیکر ایک مینے کے لیے وہاں جا کے

رہیں۔ بہار النسا اور روح افزا دونوں کی سسران بہن بھی  
نواب صاحب سے انھوں نے کہا کہ یہ علاج مجھے پسند ہے۔

دوسرے روز روح افزا اور سپہ سالار اور بڑی میگو اور  
منگوائی اور کئی پیش خدمتین اور نوکر چاکر نواب صاحب کے ساتھ  
روانہ ہوئے۔ نواب صاحب نے پورا درجہ کرایہ پر لیا اور بڑے  
بازو ہکر ایک طرف اور سب نوکر بیٹھے اور دو کپڑا رنٹ میں  
سب کو لیکر بیٹھے۔

کاسل کی عنایت اور قسطنطنیہ کی زیارت

اب سنیہ کیساں آزاد کا نام دور دور تک مشہور ہو گیا تھا  
اور اکثر لوگ انکی ملاقات کے شائق تھے۔ ماشا کے اخبار میں تو  
انکی تعریف درج ہو ہی چکی تھی۔ اسکندریہ کے اخبار میں انکی

فلک ہے۔

یہاں ہوسہی رہی تھیں کہ دوسری آئے اور اپنی کرسیوں پر بیٹھ کر فرسے سے کھانے لگے۔ آزاد کی جڑھ بنی۔ پوچھا کیسے خواجہ بدیع صاحب فرج قطع۔ بول گیا دی اب شراب یا نہیں شرم نہ گئی ست کہ پیش مردان آید۔ کیا اب بھی وہی خم میں تھیں جو چھپو۔ کچھ سے نہ کہو۔ دل میں ذرا شراب ڈال۔ پھٹے سے منہ خوجی نے پہلے تو کہا کہ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ پھر کہا شاید ہوں کوئی ایسے ویسے۔ آزاد نے کہا ایسے ویسے نہیں۔ خاصل بخاں ترک ہیں۔ اور ہم میں سب میز کرسی پر بٹھار کے ساتھ کھائے ہیں۔ خوجی کو اب تک اس بات کا یقین نہ آیا۔ خود سے دیکھا۔ کہا شراب ان لوگوں نے نہیں مانگی۔ اگر مسلمان ہیں تو مذہب کے خلاف کرتے ہیں۔ ذرا ان سے پردہ ال تو ملادوں۔

خ۔ (ترکوں کے پاس جا کر) کیوں حضرت آپ کا نام لیا ہے۔

ایک ترکی۔ احمد افندی۔

خ۔ اور آپ کا اسم شریف۔

دوسرا ترکی۔ عبد الحمید۔

خ۔ دولت خانہ۔ بیت شریف۔

ایک۔ خاص استنبول۔

خ۔ اور آپ۔

دوسرا۔ میں اڈر یا تو بول کا باشندہ ہوں مگر دس بارہ برس سے سفر میں ہوں۔ ہندوستان میں دو برس ہانگکٹہ

گیا بیٹنی لاہور۔ دہلی اور چین میں رہا۔ اور عدن میں رہا۔ فرانس گیا۔ انگلستان میں چھ مہینے رہا۔

خ۔ آپ لوگ یہاں ہوئے کھانا کھانے ہیں۔

تو صیف سے لالا مال مجھے جس اخبار کو کھو جو چین سگزین کو پڑھو تو آزاد ہی آزاد کا ذکر خیر ہے۔ اسکندر بہ کے ایک ہونٹ میں سیان آزاد مع خوجی کے فروکش ہوئے کھانا کھانے کا منت آیا تو خوجی رنگ لائے۔

خوجی۔ لاجول ولا قوتہ۔ یہاں کھانا ہوائے کی اپنے حساب ایسی نیسی۔ ہم کوئی بات خلاف شرع نہ کریں گے۔ چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے۔ ذرا سی تکلیف کے لیے ہم اپنا مذہب نیلے آپ شوق سے جائیں اور مزے مزے کھائیں۔ ہم درگزر سے آزاد۔ اور انیم کھانا خلاف شرع نہیں ہے۔

خ۔ ہرگز نہیں۔ اور اگر ہر بھی تو یہ کیا فرض ہے کہ ایک امر خلاف شرع کریں تو گل اور شرع کے خلاف ہی کریں۔

آزاد۔ ابے تو نامعقول کیس کہ مجھے نے مجھ سے کہا کہ یہاں کھانا کھانا شرع کے خلاف ہے۔ میز کرسی دیکھی اور ایک اٹھے کہ شرع کے خلاف ہے۔ اگر کچھ حوک یا شراب ہو تو خیر۔ ہم کہیں خلاف شرع ہی نہیں کیا ہے صاف ستھر اقامت مسلمان پکانیوڑے مگر خط کا کیا علاج ہے۔

خ۔ جی وہ خط ہی سہی آپ رہنے دیجیے۔ ہونہہ !!!۔ آزاد۔ ہونہہ ! ہونہہ کیا معنی۔ کھانا کھانا نہیں تو جہنم میں جاؤ۔

خ۔ جہنم میں وہ جائینگے جو یہاں کھا بیٹھے اور انجاناب سیدے بہشت میں ذمہ لائینگے۔

آزاد۔ جی امین کیا شک ہے۔ اور وہاں انیم کہاں سے آئے گی۔

خ۔ ہم کسی ان کی دوکان پر کیا اب اور مدنی یا باقرانی اور گوشت یا پلاؤ مول لیکے کھا بیٹھے۔ مسلمانوں ہی کا نو

ہم آپ کو بے چیلنے۔

تھوڑی دیر کے بعد آزاد نے کمرے بدے اور ان دونوں  
رُوساے ٹرکی کے ہمراہ راکا کانسلسل سلطنت روم کی خدمت  
میں متفرد ہونے چلے۔ آزاد نے انساے راہ میں کہا کہ میں نے  
ہندوستان میں ہر قسم کی تعلیم پائی ہے اور ان امور کو خوب سمجھ سکتا  
ہوں لیکن بھر بھی اگر کوئی خاص طرز ملاقات ہو تو اطلاع دیجیے  
احمد آفندی نے بیان کیا کہ کانسلسل موجود بڑے سادہ مزاج آدمی  
ہیں آپ جاہلے سلام بھی کریں انکو اسکی کچھ پروا نہیں۔ وہ  
خود ایک دن آپکا تذکرہ کرنے تھے۔

میان آزاد جو دہان ہوئے اور احمد آفندی نے جانتے ہی  
(میان آزاد آپ جی ہیں) نو کانسلسل موجود نے بڑے تپاک سے  
مصافحہ کیا اور پوچھا آپ عربی بول سکتے ہیں۔ میان آزاد نے  
عربی میں جواب دیا۔

کانسلسل۔ آپکی ملاقات سے ہم بہت خوش ہوئے۔

آزاد۔ عنایت بندہ پروردی۔

کانسلسل۔ جزیرہ پیرم کے پاس آپکا جہاز غری ہو گیا تھا۔  
آزاد۔ جی ہاں۔

کانسلسل۔ آج ہم نے مارین پڑھا۔

آزاد۔ بڑی تباہی آئی۔

کانسلسل۔ آپکی ٹری تعریف ہے۔ اب آپ کب جائینگے۔

آزاد۔ بہت جلد۔

احمد حسن اتفاق سے ہوتل میں ملاقات ہوئی۔

آزاد۔ اب جنگ کا کیا حال ہے۔

کانسلسل۔ اب روس نے اشتہار جنگ دیدیا ہے۔ دریا سے  
پر تھ سے دوسری شکر عبور کرنا ہے۔ اور ہماری باٹری اکثر

احمد۔ برابر۔

نخ۔ شرع کے خلاف نہیں ہے۔

عبد۔ شرع کے خلاف؟ واہ۔ شرع کے خلاف کیوں۔

احمد۔ آپ کا اسم شریف۔

آزاد۔ میان آزاد۔

احمد آفندی اور عبد الصمد دونوں اٹھ کھڑے ہوئے

مصافحہ کیا اور کہا آقاہ میان آزاد تمہیں ہو۔

آزاد۔ آپ کہاں سے جانتے ہیں مجھے۔

عبد۔ آپ شہرہ آفاق ہیں۔

نخ۔ (آہستہ سے) شیطان کے بڑے بھائی ہی تو ہیں۔

احمد۔ آپکا بڑا نام ہے۔

عبد۔ بڑی خوشی ہوئی اسوقت کہ آپ سے ملاقات ہوئی

آپ بڑے جوانمرد ہیں۔

آزاد۔ آخر آپ سے کہا کس نے۔

احمد۔ اخبار نے۔

آزاد۔ ہم کون ہیں۔

احمد۔ آزاد جو ایک عروس مرزاہ ناز کے عاشق ناز میں اور

آسیب تیرسا کے سبب سے ٹرکی جاتے ہیں۔ ہم سے نیچے۔

نخ۔ منجھوکر۔ آپ سے کس نے کہا۔

احمد۔ اخبار۔

عبد۔ آپ چلکر ہمارے ملک کے کانسلسل سے تولیے۔ وہ بھی

آپکے نام نامی سے واقف ہو گئے ہیں ضرور چلیے۔

آزاد۔ حاضر ہوں۔ مگر رسائی وہاں تک محال ہے۔

عبد۔ آپ کے لیے اور رسائی کی ضرورت۔ آپکا نام نیک

ابسا مشہور ہے کہ جان چاہیے چلے جائیے۔ بے جھجک

مقات پرانے پرانے برسائی ہے۔ خصوصاً اڈسہ کے پاس۔  
آزاد۔ اُن جی جانتا ہے۔ فوراً پہنچوں۔ اب ایک منٹ  
کا قیام بھی شاق گزارا ہے۔  
کانسل۔ ہاں جلد جائے۔

آزاد۔ دیکھیے جنگ کا انجام کیا ہوتا ہے۔  
کانسل۔ اکثر وزراء سلطنت عثمانیہ کو قیدیں ہیں کہ بڑن  
سے مدد ملے گی۔ مگر مشکل ہے۔ ہمیں اسکی امید نہیں۔ انگلستان  
کی حکمت عملی یہ ہے کہ جب تک اپنا نقصان تصور نہ ہو کسی  
جنبہ نہ کرے۔

آزاد۔ اور روس بھی تو تھا ہے۔  
کانسل۔ ہاں مگر فرق یہ ہے کہ وہ محدود کرنا ہے اور ہم محدود  
ہیں ہمارے اعضا جو اج ہی ہمارے دشمن ہو گئے۔  
احمد۔ سر دیہ کو روس ہی نے ورغلا نا تھا۔

آزاد۔ یہ تو ظاہر ہے۔  
احمد۔ ہمارے وزراء میں صرف ایک راجت پاشا تابل  
وزارت ہے مگر معتوب۔  
آزاد۔ سانسوس۔

عبد۔ لیکن ترک جان دینے پر آمادہ ہیں اور دیکھ لیجیے گا  
خوب لڑنے کے چھپے چھوڑا دین تو سی۔

آزاد۔ انشا اہم۔  
کانسل۔ جنگ دوسرا دور۔ شاید خدا ہمیں کو فتح دے۔  
آزاد۔ انشا اہم۔

کانسل۔ ہمارا ایک ایک سپاہی جان منجھلی پر ہے ہے۔  
آزاد۔ خدا اُنکو مدد دے گا۔  
احمد۔ جرنی اور روس کی سازش بُری ہے۔

آزاد۔ اور اسٹریٹجی در پردہ ٹھین کا خبر کر لگا۔  
بہت عرصے تک کانسل اور آزاد اور احمد آفندی اور عبد  
مین ٹرکی کی نسبت گفتگو رہی۔ اس کے بعد میان آزاد  
سے کانسل نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ہوں۔ آزاد نے  
خوشی منظر کر لیا۔

احمد آفندی اور عبد البدر شام کے وقت میان آزاد کو  
اسکندریہ کی سیر کے لیے لگے۔ اس شہر میں میان آزاد نے  
یورپ اور ایشیا کے مختلف اقوام کے لوگ دیکھے۔ ٹرکی کے  
انسان اعلیٰ اور قسطنطنیہ کے عمارتوں کو ساجو دہاں شریف  
رکھے تھے۔ انکی خدمات جاپون میں بھی میان آزاد نے نیاز  
حاصل کیا۔ اور جو شخص اسے ملا تباک ہی کے ساتھ پیش آیا۔  
حفت خواجہ عدیلے صاحب کو میان آزاد ہوٹل ہی میں  
چھوڑ گئے۔

خوجی سوچے کہ بیٹھے بیٹھے کیا میان تک مار کر بیٹے آؤ  
دیکھیں کوئی ہندوستانی بھائی ہوں تو کمین اڑیں۔ اور احمد  
تبل۔ آخر کار ایک ہندوستانی سے ملاقات ہوئی علیک سلیک  
کے بعد جیسک میان ہونے لگیں۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کیوں  
بھئی اسکندریہ میں قیام پتی ہے۔ کوئی چاند دھانا ہے۔ کمین  
مدک اڑتی ہے۔ جس کو آسمان کی خبر لاتی ہے یا نہیں۔ ایک دم  
سے تین جا سوال کیے اور اس بچارے کو دم بھی نہ لینے پا  
وہ اسنے بھی استاد نکلے۔ کسی بات کا جواب ہی نہ دیا۔ خوجی  
تیکھے آدمی۔ اُنکو بھلا نہ تاب کمان کہ کسی سے سوال کر رہا ہے  
وہ جواب نہ دے۔ مگر ٹھٹھے ہوئے۔ قسم خدا پاک کی سن  
اسوقت لاش بھڑکتی ہوئی واقعہ لاش بھڑکتی ہوئی۔ ہونہر  
خواجہ عدیلے کو کیا وہ سمجھے ہیں۔ نہ ہونی فردنی ورنہ تاشا کتا

اس شخص سے پوچھا کہ تم یہاں کب سے ہو سکیا کام کرتے ہو  
نام کیا ہے؟ باشندے کس موہنے کے ہوئے تھے جواب دیا حضرت  
میں یہاں ہوٹل میں نوکر ہوں۔ میرا نام تھورخان۔ اور وہ  
کار بننے والا ہوں۔

خ۔ آقاہ۔ یہ امر وہہ۔ یہی امر دہ نہ۔

تھورخان۔ (تھور) یہ کون۔

خ۔ (جھٹکا کر) ماجی بی۔ لا حول۔ مراد آباد کے پاس جو ہے۔  
تھور۔ جی ہاں۔

خ۔ یہاں کب سے ہو۔

تھور۔ ابی سینہا کی لڑائی کے وقت سے۔

خ۔ بھلا اس ہوٹل میں مسلمان لوگ کھاتے ہیں۔

تھور۔ برابر۔ کون؟

خ۔ ہم تو نہ کھاتے ہیں۔

تھور۔ پہلے میں سمجھا تھا کہ آپ کوئی پاگل ہیں۔ مگر اب  
نشئی ہوئی۔

خوچی نے وہ وہ مجھ کو نہ حرکتیں کیں کہ ہوٹل والوں کو

دل لگی ہاتھ زنی کرے دل تو سر شہر ادھر ملک میں ہوتے ہیں

دو ایک دل لگی باپوں نے نہ سکوٹ کی کہ خوچی کو چھینا جا بیٹے

اس ہوٹل میں ایک شخص اس کام پر مقرر تھا کہ پنکھا فلیون کی

نگرائی کرے۔ یہ شخص فوت تھا۔ خاص ناہرہ کار بننے والا۔

لوگ سوچے کہ اس ہونے اور خوچی سے بکر ہو تو خوب بات ہے

بونا اثر برآدی تھا۔ برے سے کا شہد۔ لوگوں نے اس

جا کر کہا کہ جولوٹھاری کشتی بی گئی ہے۔

بونا۔ چلو چلو۔

لوگ۔ وہ دیکھو ایک آدمی ہندوستان سے آیا ہے۔

انھوں نے جو اس قدر دشت کی لی تو وہ سچا رہے سمجھا کہ یہ پاگل  
ہے۔ اگر بونو لگا تو خدا جلنے کاٹ کھائے جھگٹ دے۔ چوٹ  
کرے۔ ٹپڑے۔ اس سے ہنسنے لگا کہ چلے ہو۔ اسے سکو  
سے میان خوچی سمجھے کہ دب نکلا۔ اور بھی اڑ گئے۔ آتے جو  
اس دیوانے کو اڑنے دیکھا تو سمجھا کہ اب جوٹ کیا ہی جانتا ہے  
ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ پیچھے ہٹنا تھا کہ میان خوچی در بھی سر ہو  
مگر کندے تول تول کے بجاتے تھے۔ پوچھا بھلا ٹھنڈا پانی  
بھی یہاں مل سکتا ہے۔ مگر اس قدر سرد ہو کہ دانتوں میں لگے وہ  
جھٹ پٹ اب سرد لایا۔ خوچی نے پا تو آب جات کا فرہ پایا  
پانی ہے یا آب زندگانی ہے۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔

اشرافہ۔ اب میان خوچی اپنے وقت کے بادشاہ ہو گئے

مانگ کیا مانگتا ہے۔ پتہ ری تری سخاوت اس آدمی کو اور بھی

یقین ہو گیا کہ اس شخص کو فصل دماغ ضرور ہے۔ حالت تو

اس درجہ بدی ہے اور حاکم کی قبر پر لٹ مارنے کو مستعد ہیں

اس سے مانگوں تو کیا مانگوں۔ اس کے بے لگا تو ہی نہیں۔

خوچی نے پھر اگر کر کہا کہ مانگ کچھ۔ جو جی چاہے سو مانگ۔

آئے دے دے دے دے کہا ہے جو مانگ میں ہے دیدیجیے۔ خوچی کے

چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ اسے غصہ۔ اور ظالم۔ خ۔

مجھ سے سمجھے۔ جان کہ مانگتا تو میں درین نہ کرتا۔ چنبا کیم

نہیں دی جاتی۔ اسکو اگر اتنا معلوم ہو جاتا کہ حضرت خواجہ صاحب

کے دست مبارک میں انیم ہے اور انیم پر حضرت ہزار جان سے

عاشق ہیں تو کچھ اور مانگتا مگر شامت انحال پھر خوچی تنے

ہوے۔ ہوے۔

جو چاہے سو مانگ آتش دہ گاہ انہی سے

محروم کبھی بھرتے دیکھا نہیں سائل کو

ہونا۔ جوڑ تو اچھی ہو۔

لوگ۔ پھر جٹ جاؤ۔

یہ سنکر بوساں خوجی کے قریب گیا اور جھک کر سلام کیا۔  
خوجی نے جو دیکھا کہ ایک شخص ہنسے بھی اوجھے ہیں تو اکثر کر  
اور امید کر اٹھوں سے سلام کا جواب دیا۔ ہونا اپنے لمبے چاکر  
ٹھہر جانا کمان پر تو سہی جو چاہتا کر چھوڑ دیا۔ دھڑ دھڑکے کر  
ایک دفعہ ہی موقع جو با تو میان خوجی کی ٹوٹی آمار چٹان سے  
ایک دھول جانی اور ٹوٹی پھینک کر بھاگا مگر ڈاڑا سے پاؤں  
بھاگ کے جانا کمان۔ خوجی بھی چھٹے آگے آگے ہونا۔ اور پیچھے  
پچھے میان خوجی۔ ادب گدی۔ اور دنگ نہوٹی قرولی واسطہ صدم  
بھونک ہی دیتا جیسے فردلی بھونک رہا۔ خوجی دیر میں  
ہونے نے کہا کہ اب سانس نہیں لیجانی۔ اور خوجی نے لبک کر  
باتہ بکرا۔

خ۔ کیوں بے۔

ہونا۔ (منہ چڑھانے لگا)

خ۔ اب بولو۔

ہونا۔ (پھر منہ چڑھایا)۔

اتنے میں خوجی کو غصہ آیا جو حضرت نے بھی ایک دھب جڑی  
سے پڑی اور چٹان کی آواز کو بجے لگی۔

خ۔ اور لیگا۔

ہونا۔ اپنی زبان میں! چھوڑ۔ نہیں مار ہی ڈالو لگا۔

خ۔ بات تیرے کی۔

ہونا۔ آج رات کو گلہ کھوٹو لگا۔

خ۔ (دھب جھاکر) ادب گدی۔

ہونا۔ دو ہومین۔

خ۔ دے ماروں اٹھا کر۔

ہونا۔ رات ہو اور تم ادب میں۔

خ۔ گھونسا لگا کر بات تیرے کی۔

خوجی نے بھلا کر بونے کو اٹھا کے دے مارا۔ چار دن  
شانے جت۔

خ۔ (اکر ڈکی) وہ مارا۔

من آن تریم گدرو میں منم | کہ وہ با پڑ پختہ را بشکنم

اور لیگا۔ خوجی سے یہ باتیں۔

میان آزاد احمد افندی کے ساتھ ہوسل میں آئے۔  
اسباب لہا اور خوجی سے کہا آج شب کو یہاں ٹھہرو میں کاپیل  
کے یہاں مدعو ہوں جب جہاز پر سوار ہوں گا مگر بلاؤ لگا خوجی  
زمین پر قدم نہیں رکھتے تھے۔ غریب میں آنکھوں آج پہلے ہی  
مرتبہ ایک آدمی کو نیچا رکھا ہوا تھا۔

خ۔ اس وقت ایک کشتی اور نکالی۔

راوی۔ (ادب کے نغٹے پھر کا دیا گویا کئی کشتیاں ادب  
نکالی تھیں۔

آزاد۔ کشتی کیسی۔

خ۔ کشتی کیسی کیا منی کیسی ہوتی ہو کشتی۔

آزاد۔ معلوم ہوتا ہے ہو۔

خ۔ اس ہنسنے والی کی ایسی نہیں اور کہنے والے کو  
کیا کہوں۔

آزاد۔ کشتی نکالی؟

خ۔ اسے بیان ہوتے نہیں۔

تھور۔ ہاں حضور یہ سچ کہتے ہیں۔

خ۔ لو۔

آزاد۔ (تورخان سے) کیا ہوا کیا۔  
تور۔ جی بہان ایک ہونا ہے۔ اُسے ایک دھول لگائی۔  
آزاد۔ دیکھنا میں تو سمجھا جی تھا کہ پتے ہوئے۔

خ۔ سس تو ہو۔

تور۔ بس دھول کھا کر۔ یہ پلکے۔ اُسکو کئی چپٹین لگائیں  
اور اُٹھا کر دے بیچا۔

خ۔ وہ پختی بتائی ہے کہ بادی نوکر ہوا گا۔ دو مینے تک  
کھینسا سے اُٹھ سکیگا۔

تور۔ بجا ہر وہ دیکھے سامنے اگر کر رہا ہے۔  
آزاد۔ یہی ہے۔ وہ تو اس وقت بھی اگر کر رہا ہے۔ تم تو کہتے تھے  
کہ دو مینے تک اُٹھ ہی نہ سکیگا۔

خ۔ ہو تو چلنے دو۔

انض آزاد اسباب لیکر احمد آفندی کے ساتھ کانسل  
کے ہاں گئے۔ شب کو سمان خوجی ہوٹل میں سوئے۔ کوئی  
نوبت رات کو اُٹھے تو دیکھا کہ لپ گل ہو گیا۔ انھوں نے  
پکاس کوئی ہے۔ پانی بلاؤ۔ ایک آدمی نے دروازہ کھولا۔ پانی  
دیا کلاس لیکے خوجی نے بیا۔ بیٹ رہے۔ اتنے میں اس  
کمرے میں چلنے کی آواز گونجی۔ ناظرین سمجھ گئے ہوئے کہ یہ  
آواز کیسی تھی۔ یہ بیان خوجی کی کھوپڑی پر دھول لگی تھی۔  
اُگ جھبھو کا ہو کر خوجی اُٹھے تو دیکھا کہ ایک پستہ قد آدمی  
بھاگا جانا ہے۔

خ۔ ارے لاجول۔ یہ نویدی ہونا مر دک معلوم ہوتا ہے پانی اسی  
پلایا تھا۔ اور جب بھی اسی نے جڑی۔ اوگیدی۔ کیا نرکا  
تھوگا ذبح کر کے رکھ دین تو سی۔  
یہ کیا نہ خوجی کمرے میں آئے۔ تھوڑی دیر میں ایک شخص نے

جکے ہاتھ میں ایک قیمتی لائسنس تھی خوجی کے کمرے کا دروازہ  
کھولا۔ این اردو نشی ندارد اور ابھی نوہی بجے ہیں۔ ایک  
آدمی پر جہانہ کیا۔ خوجی اُٹھ بیٹھے۔

خ۔ اوگیدی پھر آیا۔

اُس شخص نے تورخان اور دو مین اور میرا ہون سے  
پوچھا کہ یہ کون ہے۔ لوگوں نے بیان کیا۔ صاحب کی باگل سا  
معلوم ہوتا ہے۔ خوجی نے اشارے سے بتایا کہ وہ ہونا محکوف  
کر رہا ہے۔ تورخان نے اس شخص کو حکم دیا کہ جو یہ کہیں اُسکا  
ترجمہ کر کے بہک نہاؤ۔ یہ شخص ہوٹل کا میجر تھا۔ غل کی آواز  
جوسی نواہ کہ دیکھوں ماجرا کیا ہے۔ ہونا بولا گیا۔ اُسے ہی  
میجر نے اپنے ہاتھ سے ایک ٹیچر لگایا۔ اب سینے ادھر تو  
میجر صاحب کمرے سے باہر گئے اور ادھر خواجہ بدیع صاحب  
کو دست آنے شروع ہوئے وہ یہ کہ پانی میں بونے نے  
جمال کو تالا دیا تھا۔ اثر دکھایا ہی چاہے۔ ہوٹل کے  
نوکر دن نے میجر کو جگا ہا۔

میجر۔ کیا ہے۔

نوکر۔ ایک آدمی ماندا ہو گیا ہے۔

میجر۔ کیا بیضہ ہوا۔

نوکر۔ جی نہیں۔ دست آتے ہیں۔ اب تک کوئی گیارہ  
دفعہ گیا ہوگا۔

میجر۔ وقت کیا ہے۔

نوکر۔ دو بجے۔

میجر۔ تم لوگ موتوں کر دینے کے قابل ہو۔ اب تک  
کیوں نہ اطلاع دی۔

نوکر۔ اُس دن جگایا۔



خوجی ہو گئے۔

اضبی - ہوٹل سے آیا ہوں - نیجر نے بھیجا اور یہ جھٹی  
دی ہے۔

آزاد نے خط لیا پڑھا تو رنگ فق ہو گیا۔

مسٹر آزاد - جس شخص کو آپ یہاں جھوڑ گئے تھے وہ گیارہ  
بچے رات سے علیل ہو گئے ہیں۔ اب تک چودہ دست آپ کے  
ڈاکٹر صاحب کی ماسے ہیں۔ کہ اگر دو چار دست اور آئے تو یہ  
مر جائیں گے۔ آپ آئیے۔ آپ کے دوست کی بھی یہی خواہش ہے۔  
ہمارے نزدیک اب یہ بدھا آدمی دو ہی چار تھیں کما ممان ہے۔

ڈاکٹر دوست مسٹر ہوٹل (خ)

آزاد - (اپنے دل میں) اور سنئے اچھا نہ لائے۔ چلتے  
چلتے دغا دے گئے۔ اب نہ بچینگے۔ جب ڈاکٹر نے جواب  
دے دیا تو پھر کیا ہو سکتا ہے۔ افسوس۔

نوکر - حضور - گاڑی بھی لیتا آیا ہوں۔

آزاد - ہم کپڑے پہن لیکن تو ابھی چلتے ہیں۔

کپڑے پہن کر میان آزاد گاڑی پر سوار ہوئے۔ گھوڑے  
ہوا ہوئے اور دن سے ہوٹل میں داخل۔ میان آزاد نے  
دیکھا کہ کمرے میں خوجی لیٹے ہیں۔ اور نیجر اور ڈاکٹر سر لیٹ  
کر سونے پر لیٹے ہیں۔ آزاد کو دیکھ کر خوجی نے سلام کیا اور  
کہا اوداع۔

خدا کرے تم ٹرکی سے سرخرو آؤ اور حسن آرا یکم کو عقد نکاح  
میں لاؤ۔ اسکے بعد یہ پڑھنا شروع کیا۔

بیچ دانی کہ ماہیسم دشما	سایہ نور آفتاب خدا
سایہ آفتاب سایہ اوست	تابش نور بہت عین ضیا
نیست خورشید از شمع عبید	نیست سایہ از آفتاب خدا

نیجر - چپ سدر - ڈسے سے کہو ڈاکٹر صاحب کے نام  
خط لکھئے۔

ڈسے کلرک کا نام تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے نام خط بھیجا۔  
ایک تھنئے کے عرصے میں تشریف لائے۔

ڈاکٹر - (اسکو کسی نے جمال گونا دے دیا۔ برا حال ہے۔  
دست بہت آئے۔

نیجر - بھراب۔

ڈاکٹر نے نسخہ لکھا۔ اور حکم دیا کہ ابھی دو لاؤ۔

اور بلاؤ۔

ٹرکی کے کانسل کے یہاں میان آزاد فرخ نہاد ایک  
صاف شفقت اور رینع و رینع کرے میں آرام کر رہے تھے  
کہ دفعہ ایک کھنٹی اس زور سے بجی کہ میان آزاد کی آنکھ کھل  
گئی۔ اور انھوں نے سنا کہ ایک شخص انکو کمرے کے باہر  
بلا رہا ہے۔ پوچھا کون - کہا۔ حضور کا خادم - ہوٹل سے ایک  
آدمی آیا ہے۔ اور آپ کو بلاتا ہے۔

میان آزاد نے کہا لا حول ولا قوہ۔ مدت کے بعد  
آرام کے ساتھ سونا نصیب ہوا تھا اس خوجی مردک کے  
سبب سے سونے نہ پائے۔ بلا صاحب بلاؤ بان پھر تھکا  
ہوئے کسی سے عجب باگل جی نالائق - خدا سمجھے اس سے  
بھلا اسوقت آدمی رات دھل گئی پوچھے یہاں کیا کام تھا۔  
میان آزاد اٹھ کر باہر گئے۔ تو دیکھا کہ دو آدمی کھڑے ہیں۔

ایک کانسل کا نوکر جو انھوں نے میان آزاد کی خدمت کے  
لیے مقرر کیا تھا۔ اور دوسرا کوئی اجنبی تھا جسکو میان آزاد  
نے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا۔

آزاد - (اپنے دل میں) ! ! ! این سمجھے تھے کہ میان

<p>سایہ و آفتاب یک چیز نہ چون یکے بود سایہ و نور یکہ نظر از عین ممکنات بدور بگذر از سایہ زانکہ نور شدست شے واحد بگر کہ چون گردید ہست یک عین انیمہ اعیان</p>	<p>آزاد وہ اجمی تم دودن میں اچھے ہو جاؤ گے۔ سمجھو۔ سخ۔ اجمی واہ میں مردن یا جنم میں جاؤں مگر بھائی واس خدا کے دراجان کا خیال رکھنا۔ ایسا نہ کوئی جلتا ہو تم میں پھاند پڑو خدا تمہارا حافظ و ناصر ہے ہم تو اب چلتے ہیں خطامعات۔ اب تک ہمیں خوشی تمہارا ساتھ دیا۔ اب مجبوری ہے۔ دین دیت اور۔ لوہاں گھنگو؟ صبح کے وقت میان آزاد خوجی کو کانسل کے ہاں لیا اور کہا کہ یہ شخص میرا رفیق قدیم ہے جب میں ہندوستان سے چلا تو اسنے میرا ساتھ دیا۔ اب یہاں آکر سخت علیل ہو گیا کی راسے کہ چارہ ذر میں اگر کچ گیا تو خیر نہ اسکے مر جانے میں شک نہیں۔ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو اور آپ بدل اجازت دین تو اسکو یہاں چھوڑ جاؤں۔ اگر صحت پائے تو آپ از نوارش اسکو جازر ہندوستان واپس بھیجیے گا۔ کمال ممنون ہوں گا۔ کانسل نے کہا۔ بات ہی کون ہے جو آپ اسقدر منت وساحت کرنے میں آپ انکو یہاں چھوڑ جائے۔ دو آدمی انکی خدمت کے لیے نینتار رہیں گے۔ ڈاکٹروں کی خدمت نہیں۔ ہر طرح آرام کے ساتھ بقیہ عمر بسر کریں گے۔ آپ مطمئن رہیے اب آپ کے لیے بہتری ہے کہ جلد جائے اور ضرر جائے دیر سے برتھ سے لشکر دوس یہاں عبور کرنے کو ہے۔ طبی نسخہ جنگ ہوگی خدا بخیر کرے۔ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔ آزاد نے خوجی کو سمجھا یا کہ اب مجبور ہو کر چلوں تمہارا ساتھ چھوڑنا پڑتا ہے کل صبح کو جازر دانہ ہو گا تم یہاں رہو اور کر۔ دو آدمی تمہاری خدمت کے لیے مقرر ہوں گے۔ سدا کر صبح وشام اگر دیکھیں گے۔ تمہارا نقصان ہی کیا ہے خوجی۔ کہا بدرجہ مجبوری رہنا پڑتا ہے ورنہ میرا قوسی دل چاہتا ہے</p>
<p>یہ بڑھکرتین بار کلمہ پڑھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آزاد۔ (ڈاکٹر سے انگریزی میں) بیچنے کی ایسہ ہے یا نہیں۔ ڈاکٹر بہت کم۔ آزاد۔ عارضہ کیا ہے۔ میضہ ہے۔ یہ ہوا کیا دفعہ۔ ڈاکٹر۔ جمال گوانہ۔ فیجیر۔ جی نہیں دست آگے کسی وجہ سے۔ مگر بچا محال ہے۔ آزاد۔ اندرس صدافوس کمان پر ساتھ چھوٹا۔ خوجی نے آزاد سے بہت وساحت کہا کہ اس وقت سورہ یس کسی سے پڑھوائے آزاد نے فیجیر سے کہا کسی حافظ کو بلوائے۔ چنانچہ ایک شخص میں کے باشندے ملا فرقان بلوائے گئے۔ خوجی کے قریب بیٹھ کر انھوں نے سورہ یس قرأت کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ آزاد۔ لا کون غیب اس شخص میں ہیں۔ مگر اپنے مذہب کا لگا شرع کا پابند۔ روزہ دار شب زندہ دار۔ مگر افسوس۔ سخ۔ کسی نے کہا غیب کیا ہے۔</p>	<p>پہنچی نہ راحت جیسے کسی کو ایسے ذیت کو ش ہو جان پڑی تب بار شام تھے مر کے دیال دوش ہو</p>

بقول - ۵

جب وطن ملک سلیمان خوشتر | خار وطن انہیں بل بچان خوشتر

یوسف کہ بھر بادشاہی میگرد

می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

اگر نہ رہوں تو کیا کروں - آج موکل دوسرا دن - یہ تو  
بیجائی کا جینا ہے - ایسے جینے پر لعنت خدا - یہاں چاہے  
دس خدنگا رہوں چاہے مینس پیکار محض - ۵

باسے در زخمیر پیش دوستان

کہ بہک بایگانگان در بوستان

مگر آب ودانہ کی بات ہے - ہکویان کی مٹی کھیت لائی -  
آزاد - اجی نہیں -خ - نین کیا معنی -  
آزاد - آج کے چوتھے روز زندناؤ گے - دیکھ لینا دشتر  
بیٹے ہو گے -خ - خدا کے اختیار ہے -  
آزاد - تمھارا مکان کہاں ہے خواجہ صاحب -  
خ - میں اہل باشندہ گجرات کا ہوں - مگر نگھنؤ - کانپور گارہ  
اس طرف رہنے کا زیادہ اتفاق ہوا -آزاد - ارے یار دیکھ کب ملاقات ہوتی ہے -  
خ - ایک بات یاد رکھنا کر مٹی میں سب سے مل جل کے رہنا  
شکر رنجی نہ ہونے پائے - واسطے خدا کے اتفاق رہنا یعنی نزل  
لڑائی جھگڑے سے مطلب براری معلوم - اندکھی خواجہ بیچ کو  
بھی یاد کرنا مائے افسوس - یار جدائی ایسی شاق گذرتی ہے  
کہ بس کیا بیان کروں -

آزاد - جب بیماری سے صحت پاؤ تو ہندوستان چلے جانا -

خ - ہنوز - ارے میان دم کیا بیان بھروسا نہیں ہے -  
خوبی سے نصحت ہو کر میان آزاد روانہ ہونے کو گئے  
خوبی نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ اب میں بعد نصحت کیا کر لنگا کانس  
نے نشی دی اور کہا آپ نہ گھبراہیں - ہم آپ کے بلے ہر قسم کا  
بند و بست کر لینگے آپ مسٹر آزاد سے کچھ نہ کیجئے اگر آپ اچھے  
ہو گئے تو آپ کے وطن آرام کے ساتھ آپ کو بھیج دیں گے - خوب  
کو ان کلمات سے بڑی خوشی حاصل ہوئی آزاد سے ہاتھ ملایا کہ  
روتے روتے کہا کہ اب وقت نصحت دو با میں سن لیجئے -

ایک یہ کہ وہاں سب سے مل جل کر رہنا -

دوسرے یہ کہ وہاں جو جان کو معرض خطر میں نہ ڈالنا -  
آزاد نصحت ہو کر جاز پر سوار ہوئے - اتنے عرصے کے بعد  
خواجہ صاحب کی مفارقت انکو سخت شاق گذری - عالم تنہائی  
میں طرح طرح کے خیالات دلیں جگ پاتے تھے - سوچے کہ مٹی کی تو  
پہوچ ہی جائینگے اور کانس نے جو خطوط انسران عالی مقام  
اور عائد ذوی الاہرام کے نام لکھ دیے ہیں انکے ذریعے سے  
کوئی نہ کوئی عمدہ بھی ضرور پائینگے مگر فقیر نہیں آنا کہ حسن را میل  
کو عذر نکاح میں لائیں چنے کے برابر ایک گونی کام تمام  
کردیگی - تھوڑی دیر کے بعد سو رہے - پھر اٹھے ادھر ادھر کی  
سیر دیکھی - صبح ہوئی شام ہوئی - ایک مرتبہ سوئے تو خواب  
دیکھا کہ حسن آرا بیگم کے دروازے پر یہ ہونچے - اوچھڑا  
انکو اپنے ہاتھ کا بنا یا ہوا گلہ بند دکھایا - مگر دفعہ کسی شخص نے  
توب داغی اور انکی آنکھ کھل گئی تو حسن آرا نہ گلہ بند - نافذ اپنے  
کہا لیجئے - مسطفیہ ہونچ گئے - آزاد مسطفیہ کے نام سے اپنے  
خوش ہوئے کہ جاتے ہیں ہونے نہ سہائے - شکر خدا بجالائے  
کہ مسطفیہ تک زندہ تو آئے ہائے دیکھے - ۵

یا تاجہ تو رے جانیگے کھولنے کے نقاب  
سلطان عشق کی ہر تہ و شکست ہے

## آزاد کا نام

بڑی بگم اور اسکی بری چہرہ و زیبائش مال صاحبزادیان  
مشرقی خصائل اور مآثورہ ماہ بیمار روح افزا اور نواب نامدا  
والا تبار و داخل منزل مقصود ہوئے خدام عالی مقام نے فسون  
کا انتظام سرشام ہی سے کر رکھا تھا محدرات عصمت سمات  
میش بہا فسون پر پروار ہوئیں نواب باوقار نے سمندریہ زاد  
کی باگ اٹھائی۔ آدھوہ اور دھوہ دم کے دم میں بیویج گئے  
ہمار انسا بگم نے فرط غم سے درخانہ تک پیشوائی کی۔ روح افزا  
اور سپہ راستے خوشی خوشی ملین بڑی بگم صاحب کو آداب عرض  
کیا مگر حسن آرا کو جو دیکھا تو دمک سے رہ گئی۔ ادنیٰ اندر۔ انھیں  
ہو کیا گیا۔ بھلے کو روح افزا نے خط بھیجا۔ ای احمد جاننا ہی۔  
میں نے جب غور کر کے دیکھا تب پہچانا۔ خدا انجاستہ یہ تو وہاں  
چند سے ہی میں تحلیل ہو جاتین۔ چلو خدا نے بڑا فضل کیا کہ  
یہ نہایت تک آگین۔ اب علاج و لاج جو تار بیکار۔ حسن راہیں  
ملکر ولین کہ باجی جان جس دن آب روانہ ہوئی تھیں اندر کر  
وہیسی رات پھر کبھی آئے۔ ہی میں کچھ بیان نہیں کر سکتی مینھ  
تو موسلا دھار پڑا ہی اور بگم کی یہ کیفیت کہ ملک جھٹکنے بنا  
اور وہ تین باری ٹونک جائے اور عدلی گرج۔ آف آف  
کان کے پردے پٹے جاتے تھے۔ اسی میں زلزلہ آیا۔ بھونچال  
کے آئے ہی۔ اتنا جان تو سمجھیں کہ حسن آرا کی مہر کی کوئیون نے  
بلایا۔ یہ تو تاجہ ملکر حرج انھیں مگر روح افزا بہت نے سمجھا کہ کما کہ  
بھونچال ہی نہ بختی زری ڈھار مٹی کی۔ مگر رات بھر ترپتے

رہے سپہ کرانے کہا ای باجی سانشے ہی تو بگم کی گری۔ ایک دفعہ  
آواز ہوئی زور کی اور بگم کی ایسی جھکی کہ عمر بھر ہنسنے کوئی چیز ایسی  
روشن دیکھی ہی نہیں اور گری کمان سانشے والے مہل میں  
وہ جو چھوٹے سے کمرے کے سانشے نہیں ہی۔ بس اسی میں۔ اب  
سنو کہ اتنی بھی مہلت مینھ نے نہ دی کہ پوچھیں بگم کی گری تو سب  
بچے یا نہیں۔ روح افزا بہن کی طبیعت بھی اسوقت حد بھر گئے  
بھی اور باجی جان تو ٹپ رہی تھیں حسن راہی کہ تڑپنا کیا  
منہی بہن مراد دل تو بک گیا تھا۔ تملات مللا کے رہ جاتی تھی۔  
رات بھر کسی کی آکھ تک نہ جھبکی۔ دودھی میں گھٹنے کی بارش نے  
تمام شہر کے شہر کو ٹپٹ کر دیا۔ بارے خدا خدا کر کے ترکا ہوا  
اند بڑا بچانے والا ہی۔

روح۔ آجان کو سویرے تم یاد آئیں۔ دو ٹھا بھلی یاد آئے  
خفقان نے جو گھیرا تو سوچیں کہ ایک آدمی کو ریل پر باجی ابھی  
بھیجی رہ۔ یہ مینھ دس کوس کے گردے میں ہو گا تب مینھ سمجھا یا  
کہ اس کے خط کی راہ دیکھ لو اور وہ اسوقت کیا جانے کتنی دور  
نکل گئے ہو گے۔ ریل پر گئے ہیں۔ کچھ جھکا تھوڑا ہی ہو کہ فون  
پلے اڑھائی کوس۔

ب۔ مکان تو بڑا کشادہ ہی اور ہوا دار پہلے اسکی اور ہی  
قطع نمی دیکھوں چندر میدی ہی کہ سورج جلدی۔  
حسن۔ مسکرا کر بان آجانا یہ ضرور دیکھ لینا چاہیے۔  
روح۔ مسکرا کر! ای ضرور بڑا کام چھوڑ کر۔

دونوں بہنیں خوش و غم منہنی بولتی مکان کے دلالان  
اور کرے اور شہ نشین اور تہ خانے اور جھت کے کمرے دیکھنے  
گیں۔ روح افزا اور بہار انسداد کھاتی جاتی تھیں چھت ایک  
عالیشان اور صاف شفاف کمرے کے دروازے جو کھولے

تو حسن آرا اور سپہر آرائے دیکھا کہ دریا لہرن مارتا ہی نہ بچے دل  
کھل گیا حسن آرا بھونے پن کے ساتھ بہا رہا انسان کے گلے ملی۔  
باجی اس وقت جی خوش ہو گیا۔ ہماری پٹنگری یہیں بچے۔  
ایسا مکان کسی کو نصیب کہاں واہ واہ۔ برو نکا بیمار بیان  
رہے تو درودن میں چھا بھلا چنگا ہو جائے اور چاہے انسان دن  
دن بھرا کیلا رہے دل ہی نہ گھڑائے۔ واہ واہ۔ لوہن مبارک  
بیماری تو ہمارے پاس پھٹنے بھی نہ پائیگی۔ کیا طاقت۔

سپہر۔ بہا رہا انسان بن بھلا کبھی اندھیرے آجائے دوٹھا کھلی  
نہائے دینے میں دریا میں۔

بہار۔ ای ہر اسکا نام بھی نہ لینا۔ آکھو بری چڑھو اس  
بات کی۔

روح۔ اب ان دروازوں میں دھیری دھیری چھین  
پڑ جائیگی۔ چاہے عام دن دروازہ کھلا رہے کچھ سرج نہیں۔  
حسن۔ ہاں اس چھین پڑ جائیں۔ جہین ہوا کی ہوا آئے  
اور میری سیر دیکھیں۔

روح۔ ہم تو اب ٹھوڑی دیر میں جائینگے۔

سپہر۔ سسرال۔

روح۔ ہاں اب جائینگے۔

حسن۔ یہاں سے کتنی دور ہو۔

روح۔ ٹکا ڈولی۔

سپہر۔ بس تو باس ہو۔ کھلے ہو سے میدان میں ہو مکان  
باگلی کو چون میں۔

روح۔ نہیں۔ تین طرف سے میدان ہی میدان ہو۔ ایک  
طرف تیکہ۔ دوطرف میدان۔ ایک طرف مکانات ہیں۔  
شریفون کا محلہ ہو۔ کھلی ہوئی کو بھی ہو۔ اور اندر ہی ایک

باغیچہ بھی ہو۔

حسن۔ ہمیں حیرت ہو کہ با اندر یہ لوگ گلی کو چون میں کیسے  
رہتے ہیں۔ آف ہمارا تو دم گھٹ جائے۔

بہار۔ عادت کے قلعی ہو۔ ہم تو اس مکان پر روٹ ہیں۔  
روح۔ اب بیان ڈاکٹر کا علاج ہو گا یا حکیم کا۔

حسن۔ کسکے لیے ہمارے۔ واہ۔ علاج اب کس بات کا۔ تم  
دیکھ لو گی کہ درودن میں میں کیا سے کیا ہو جاتی ہوں۔

بہار۔ امید کر سے تندرست رہو۔

اس عالیشان کوٹھی کی لطافت و فصحت کا کیا پوچھنا۔ یک  
وسیع میدان میں لب دریا واقع تھی۔ دریا کی موج زنی سے  
ایک عجیب لریا کیفیت نظر آتی تھی سانسے رہنا سرسبز و شاداب  
زمین خراج و سیراب ایک سمت دوسرا ایک اونچے نیچے نظر آتے  
تھے۔ جیسے ہری ہری دھب جی تھی۔ اور دور سے ناظرین کو کسار  
کی سی کیفیت معلوم ہوتی تھی۔ کوئی اونچا کوئی نیچا۔

شام کا وقت تھا۔ آفتاب کی سرخ سرخ کرنیں کچھ دین ہی سی  
دکھائی دیتی تھیں شفق کے سبب سے ان چاروں پہنوں کا چون  
اور بھی دوبالا ہو گیا اٹھلا اٹھلا کر اونچی اونچی چھتوں پر ہوا کھائے  
لیگن کر اٹھنے میں ایک سمت سے دھویاں اٹھتا تو حسن آرائے  
پوچھا کہ یہ دھویاں کیا ہے۔

بہار۔ اس طرف سے دھویاں اٹھتا ہے۔

روح۔ اے اس گھاٹ پر مروے جلائے جاتے ہیں۔  
حسن۔ ہندوؤں کے مروے یہاں ہی جلتے ہیں۔

بہار۔ ہاں۔ مگر یہاں سے دور ہو۔

سپہر۔ ہاے کیا جانے کون بچا رہا ہو گا۔

روح۔ زندگی کا بھروسہ نہیں۔

حسن۔ ایک دم کانہین۔ ہم آیا آنا نہ آیا۔

روح۔ ہری۔ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک فرد پس  
چٹ پٹ مر گیا دیکھتے ہی دیکھتے۔ آٹا فانا گھٹا اُسے زمین  
پر پھینکا اور گر پڑا پس ایک دفعہ ہی آنکھیں پھیر لیں اور  
چٹکیوں میں جل بسا۔

سپہر۔ ہمارے بہان کے سائیں ہی کو نہ دیکھو۔ بھلا خاصہ  
چٹکا تھا بچی گری صبح کو جلا بھٹا ملا۔ راکھ کا ڈھیر۔

رفقہ۔ رفتہ اُسی دن بڑی بیک سے کسی نے کندہ پا کر سامنے  
مرگھٹ ہی مندر دون کے مڑے وہاں جلاتے جاتے ہیں ہی  
بڑی بیک کے ہوش اڑ گئے۔

ب۔ ارے مڑے جلاتے ہیں۔ اے بہار لہسا۔ تم بہان  
میں کیونکر۔ واہ خوشہ دو دھلا آئین تو میں اُسے کیوں۔  
حسن۔ فائدہ برسین سے تو وہ بہان رہتے ہیں۔ بھلا  
تمہارے کتنے سے مکان چھوڑ دیئے۔

سپہر۔ پشت پشت سے رہے کچھ بھی ہوا ہم جو دون  
بھٹکے تو مڑے چٹ جائیں گے آگے۔ بولے۔

بہار۔ اما جان اس سے کیا ہوتا ہے۔ مرگھٹ کمان مکان  
کمان۔ بھلا کوئی بات بھی ہے۔ تو یہ۔ کوس بھرا پتا ہوگا۔  
بڑی بیک کا بس چلتا تو پھر سے پھر سے جلی جا میں اور دونوں  
لڑکیوں کو ساتھ لیجا میں گر بیجہ خرابی بصرہ اور انکار دھار بیخ  
نقل مکان کیا تھا جبو رہو میں بار بار سوچی تھیں کہ چاہے  
کوئی ہنسے چاہے کوئی کچھ کہے میں جلی جاؤ گی اگر کچھ طرح کے  
خیالات دل میں جلد پاتے تھے۔ بقول شاعر۔

آنگ نہ تھا نہایت خاطر مشتاق سے  
ہر گھڑی ممتی تھی جل ہر دت سجھاتی تھی مان

دوسرے ہی روز حسن کی ابا بیک کی طبیعت ناساز ہو گئی ڈاکٹر  
صاحب نے آنگ کیفیت دیکھی تو بیان کیا کہ میں دُستے انگوٹھا بڑی  
بڑی بیک اور نوا بھاب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے کہ غضب ہی  
ہو گیا جوان عورت اور پ کہتے۔ خدا ہی خبر کرے اس تب کہتے  
کے عارضہ میں بڑی بیک کا ایک جوان لڑکا جاتا رہا تھا۔ ان کے  
شوہر نے بھی اسی عارضہ ملک میں انتقال کیا تھا ان کے والد  
بزرگوار نے بھی تب ہی سے تھلا کی بھی سنتے ہی موش  
ٹھکانے نہ رہے۔ نوا بھاب نے اُن بڑی میں پوچھا کہ خطرہ تو  
نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا عارضہ تو سخت ہے مگر علاج نہیں ہے  
آپ کھیر میں نہیں بہت اچھا علاج کر دو لگا اُسی وقت ڈاکٹر  
بالو نے ایک نسخہ لکھا اور کہا کہ ایک شیشی آب کو ملیں تو میں دن  
میں صبح ہو جائیں گی۔ بس ایک ہفتہ احتیاط استعمال میں  
لاؤ میں کافی ہے۔ دوسری دن میں دوا کے استعمال سے حسن اُرا  
بیک کی کچھ سے کچھ حالت ہو گئی۔ کچھ تو دوا کا اثر۔ کچھ نقل  
مکان اور آب و ہوا کی خوبی کا اثر بہت ہی جلد روبرو صحت  
لاؤ میں۔ تیسرے روز پورا پورا آفاقہ ہو گیا۔ چوتھے روز سے  
ڈاکٹر نے دوا موقوف کر دی اور مرغ کی بخنی پلانے کا حکم دیا۔  
چھٹے روز صحت ہوا اور ڈاکٹر صاحب کو بڑی بیک نے انکیسو  
روپیہ اور ایک تھان زربفت کا اور ایک شالی رومال خاص  
کشمیر کا دیا۔ اور اس زور عمدہ عمدہ کھانے بھی پکوائے اور  
نعر اور مسالین اور سیدون اور سیدنا یون کو خیرات بھی  
دی۔ غسل کے دوسرے روز صبح کے وقت حسن ابا بیک جھوٹے  
سے سیر دربار کی تھیں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے چھونکے  
فرحت بخشتے تھے اور سانسے دربار کی روانی عجب لطف دکھاتی تھی  
سبزہ چو طرف لہلہاتا تھا۔ عجب دل سیم طرب استہزاسے کھلا جاتا تھا

سایہ میں بیٹھیں۔

مردمعر - (مرد) سے

سینے کو چین بنا سینگے ہم  
گل کھا سینگے گل کھلا سینگے ہم

یہ میان آزاد کا شعر ہے۔

حسن آرائے جو میان آزاد کا لفظ سنا تو چونک پڑی۔  
چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ مردمعر کو جھروکے سے بنور دیکھا  
سہرا رائے بوجھا باجی جان خیرت تو ہے۔ تمھارے چہرے  
سے اسوقت کچھ عجیب بات بائی جاتی ہے۔

حسن۔ میان آزاد کا نام فقط اس بوڑھے کی زبان سے  
میں نے سنا۔

سپہر۔ ابن! باجی! چوکنی ہو۔  
حسن۔ خانوں جنت کی قسم۔

سپہر۔ ارادہ۔

حسن۔ اس بوڑھے نے کوئی شعر بڑھا اور کہا یہ شعر میان  
آزاد کا ہے۔

سپہر۔ سچ بچ۔

اتنے میں بوڑھے نے پھر وہی شعر بڑھا۔

سینے کو چین بنا سینگے ہم  
گل کھا سینگے گل کھلا سینگے ہم

یہ میان آزاد کا شعر ہے۔ ایک ہی شخص ہر دوسرے خدا جانا  
بیچارہ کمان ہو گا۔ ہاے۔

سینے کو چین بنا سینگے ہم  
گل کھا سینگے گل کھلا سینگے ہم

آزاد۔ آزاد۔ پیارے آزاد۔

سینہ دھور سرور سے باغ باغ تھا۔ عرش بردماغ تھا سپہر آرا  
نے جب مناجات سے فراغت پائی تو بہن کے پاس آئی اور  
جھروکے سے شاہدہ لطف خداداد کرنے لگی۔ دونوں بہنیں  
بڑی دیر تک لطف طرب انگیز دیکھا کین جس طرف دیکھتی تھیں  
کی قدرت مجسم نظر آتی تھی۔

حسن۔

بسیر گلستان دربادان حسین بدن رستم

اور آغوش سمن غلظیدم وار خوشین رستم

بویت مسجد گرہان چو شبنم درجین رستم

امام دم دے بروے گل وار خوشین رستم

سپہر۔ باجی جان کل ہمارا لہسا بہن ہستی تھیں کہ یہ جو  
اس طرف دور تک ادب کے پیچھے نظر آتے ہیں جب گھاس  
جھی ہے میان آبادی تھی اور دور تک آبادی بھی گریب محلے کے  
محلے آ جا رہے ہو گئے، اور ادھر طرف لوگ جا رہے اور یہ جان تم بھی ہو  
میان وزیر کا مکان تھا بجال کیا تھی کہ کوئی اس طرف آن لگتا۔  
اور جس روز وزیر کی سواری نکلتی تھی دور وہ آئینہ بندی جو تاج تھی

وزیر کا حکم بادشاہ کے حکم سے بھی زیادہ مانا جاتا تھا۔ اور اب  
میان خاک اڑتی ہو گئے لوٹ رہے ہیں۔ اتنے میں ایک کشتی  
نظر آئی تو سپہر رائے کہا باجی جان دیکھو ادھر کشتی آ رہی ہے۔  
کشتی اتنی ہی مقام پر ٹھہری اور آدمی اس پر سے اترنے لگے۔  
ایک من آدمی شہوت کے سایہ میں آنکر کھڑا ہوا۔ خدمت گزار نے  
زمین صاف کر کے درمی بچھادی اور اس پر قابو پر مردمعر بیٹھے۔  
خدمت گزار نے حقہ تازہ کیا اپنے گلے۔ مردمعر نے اپنے ساتھی سے  
کہا کہ ارے میان گلزار ادھر آؤ وہاں کیا کر رہے ہو۔ گلزار  
بولے تم اس درخت کے سایہ میں بیٹھو۔ ہم اس درخت کے





سپہر (چکیان بھر کر) ہاے کچھ نہ پوچھو باجی جان اسوقت  
دل قابو میں نہیں ہر نہیں معلوم کون سے خیالات دل میں  
آ رہے ہیں کبھی نہ دبا لاجر افسوس ہزار افسوس۔  
حسن۔ س

فلک کے بار ہوئی اپنی آہ نیم شبی	ہمارے تیرے عباد ہو گیا بچہ
دہ کو کہن ہوئی دین تھن قصہ کوئی	تو آب نشہ روان ہو گیا چشمہ شہر
خیال سبیل خط میں جلن جو میں وحشی	قلم کی طبع تر سے نقش با نہیں زنجیر

حسن آرائے مہری کو بکا کر چپے سے کہا کہ دیکھو وہ بوڑھے  
سے آدمی دہان کون بیٹھے ہیں۔ مہری نے پوچھا وہ جو درخت  
کے سایہ میں بیٹھے حقہ پی رہے ہیں۔؟۔ حسن آرائے کہا  
ہاں وہی۔ جلد جاکے پوچھو کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ ایسا نہ کوئی  
سن لے۔ مہری گئی بوڑھے کے پاس جا کر ایک ہشتی کے لڑکے  
سے کہا ذری جا کے اُن بوڑھے مہان سے پوچھو کہ کیا آپ  
سلیم پور سے آئے ہیں۔ ہشتی کا لڑکا دڑنا ہوا گیا۔ اور سر مرد  
سے پوچھا مہان کیا آپ سلیم پور سے آئے ہیں پیر مرد نے  
کہا سلیم پور کیسا۔ میں لے تو سلیم پور کا نام ہی نہیں سنا  
لڑکے نے اُن کو کہہ دیا۔ مہری نے کہا پوچھ کہ آپ آج چلے جائینگے  
یا بعین رہینگے۔ پیر مرد بولے کہ تم کو اس سے کیا۔  
گھلانے لگا۔ کہا اگر رہینگے تو باقی تمہیں سے منگو جائینگے۔ ہم دونوں  
مراہیں رہینگے۔

مہری نے کوئی پوچھے پوچھا کہ حسن آرا کو اطلاع دی کہ وہ ابھی  
دودن بہان رہینگے۔  
حسن۔ ہشتی کے لڑکے کو یہ جوتی دوا کہہ جہان یہ ٹیکیں  
انکے ساتھ ساتھ جائے اور دیکھ آئے۔

گلیا زنے پوچھا کون اشعار۔ مرد معمر نے خدمتگار سے کہا کہ  
ذرا ہماری بیاض تولاؤ۔ گلیا ز مسکرا کر بولے کہ وہ لال کتابچی  
کے بھروسے پر رہتے ہو خدمتگار نے بیاض لا کر دی اور پیر مرد  
نے محض اُردو ہی یہ اشعار پڑھنے شروع کیے۔ س

بر سرم دیگر ہما سے عشق یار	رجعت طرح آستان از خار
شوق برگردم پر بسند	از طبلدن حلقہ بر در نیزند
شایان تابش برقی زدود	از شر درخضم افتاد دور
پوچھا فائوس فرغ عشق دود	جایہ خرم نور شد در پرست

یہ شعر پڑھ چکے تھے کہ درخت سے ایک چھپکلی گری  
اور مرد معمر چونک پڑے۔

گل۔ درخت پر چھپکلی کم دیکھنے میں آئی ہے۔  
مرد۔ چاہے کوئی بیوقوف الاعتقاد لے کر ہم تو چھپکلی  
اگر نہ کوئی سمجھتے ہیں۔

گل۔ اسی جاؤ بھی بوڑھے جو گئے گر عقل نہ آئی۔  
مرد۔ چلے ہم اپنی بھکت لینگے۔

عجب اتفاق ہوا۔ حسن آرا اور سپہر آرا یہ اشعار سنکر  
روتی جاتی تھیں۔

اب بیٹے کہ ایک دن مہان آرا فرخ نداد اپنی معشوق  
ماہ سیا حسن آرا اور انکی پیاری بہن سپہر آرا کو بھی اشعار  
سناتے تھے کہ دفعہ چھپکلی دیوار سے گر پڑی مٹی اس کی  
صحبت اُن دونوں بہنوں کی آنکھوں میں پھر گئی اور پوٹ  
پھوٹ کر رونے لگیں۔ س

دل میں اک درد اٹھا اٹھو نہیں اُس بھر آئے	
بیٹھے بیٹھے مہین کیا جانیے کہا یا دایا	
حسن۔ کچھ یاد ہوا سپہر آرا۔	

م۔ بہت خوب۔

حسن۔ جلدی جاؤ۔

م۔ ابھی ابھی۔

مہری پردے کے پاس گئی بھتی کے ٹکے کو پکارا۔

م۔ پوچھی لو۔ اور سن۔ یہ جو بیٹھے ہیں نہ۔ انکے ساتھ ساتھ

چلے چکے جاؤ اور دیکھو یہ کہاں ٹکے ہیں۔

ٹرکا۔ (خوش ہو کر) اچھا۔

م۔ اُسے کچھ نہ کہنا۔

ٹرکا۔ واہ کیا کچھ شری ہوں۔

دو گھنٹے تک وہ لوگ وہیں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد اسباب

باز ہوا گاڑی کرایہ کی اور کہاٹسی گنج کی سرحد جو جگاڑی

چلتی گئی تو نو ہزار چیک سے ایک گاڑی کے پیچھے بیٹھا گیاٹسی گنج

کی سرحد میں وہ لوگ آ کر پڑے اور ایک گوش محل میں فروکش

ہوئے۔ ٹرکا وہاں سے واپس آیا۔ پردے کے پاس سے

اُس نے منگانی کو بلایا۔

م۔ کہاں ٹکے۔

ٹرکا۔ وہاں جو گنج ہے نہ۔ اچھی بھلا سا نام ہے۔ وہ تلشی گنج۔

تلشی گنج۔ وہاں سب کے سب صاحب بھارے ٹھہرے بیٹھے

منگانی نے جتنی دیکھ سے جاکر کہا۔ حسن آراہی کی کبی منگانی

اس ٹرکے کو کھانا دو اور دو بارچی خانے سے۔ اور اس سے

کہو کہ اسکو ہنسنے آج سے تین روپے بیٹھے پڑو کہ وہاں لکڑی کے

اسکو وہاں بھیجا اور اس پورے کو ذری ہوا منگانی نے کہا

ہاں شہر برس کا تو سن ہے۔ کد بیٹے دریا کے کنارے بیٹھو۔

بس چھٹی ہوئی۔ ہج کو نہیں سپہر آئے صلاح دی کہ بیٹے بلاؤ

نہیں درانت کرو کہ ہج کوں نام کیا ہے کہاں سے باہر کہاں کو

جائے گا کہاں کس مطلب سے باہر آؤ اگر ممکن ہو تو کسی طریقہ

سے یہ بھی دریافت کر لینا ضروری ہے۔ کہ اسکو میان آزاد کو کھولیں

آنسو بھرو (یاد شہر سے کیونکر تھارت حاصل ہوا) اسانہ کہ

ہم اپنا مطلب فرط بقاری اور اضطراب میں اُس سے بیان

کر دین اور بے سود ہو جائے۔

حسن۔ بہن ہنسنے یہ تمہارا مشورہ پسند کیا اور تم کو بھی یہی خبر

ہر کہ ہج کوں شخص میان آزاد کو کہاں سے جانتا ہے۔

برو این دام بر مرغ دیگر نہ  
✓ کہ غنقا را بلند است آشیانہ

ایک راستان خبر بار ماگو  
احوال گل بہ بلبلستان سزاگو

نامحوران خلوت اسیم غم خود  
ایاراشنا سخن آستانہ ماگو

دلہا ز دام طرہ چرخ خاک بستانہ  
آبان غریب چہ گذشت از دو ماگو

برین چویشی سر زلفین مشکدار  
بامر سحر و شست زہر خداگو

فرخ سخن تو خرم و خوش مبارکت  
آخر تو وفا کی کہ جہرنت از صباگو

بر این نفر نازہ آن مختشم بخوان  
ہا این گدا حکایت آن بادشاگو

انسان جہنم خور ہوئی گیسو غدا رعبہ جوی۔ سری سرو

بوستان خوی۔ نوبادہ چہستان مجھئی۔ منہم شیرین ادا حسن ابراہیم

کا جدائی کی گڑھی سے آواز فرخ نہاد کے غم مفارقت میں دل بھٹا

جاتا تھا اور الم سے کلجا منہ کو آتا تھا۔ نور سینہ سوزان میں غم

عشق جوش زن تھا۔ آشیانہ دل مرغ جنوں کا شہین تھا۔ ابھی

نام خدا کم سن ناگرہ کار۔ یہ کہا معلوم تھا کہ زلف چلیا ابھی بہن

ہج عیش خانہ خراب ہو جاؤں کا کیر نا شن جی میان آزاد پڑا

آگہہ کیا ٹری کہ فوج حرف و طلال یکا یک ٹوٹ پڑی۔ ۵

<p>فوج اندوہ و الم ٹوٹ پڑی دھوکے میں آرزوئیں ہوئیں سب قتل ترانہ کیسا</p>	<p>برغاب بینا نصیب ہو۔ اسوقت میرا پیارا آزاد آنکھوں سے پھر گیا۔ ۷</p>
<p>پیر مرد کی ربانی میاں آزاد یار جانی کا ذکر خیر سننے ہی جنوں پھر سر پر سوار ہوئے مرغ دل شہباز عشق کا شکار ہوا۔ کچھ پس نہیں جلتا تھا۔ تھلا تھلا کر رہ جاتی تھی۔ اس شعلہ رو کی یاد غم میں جلاتی تھی۔ ۷</p>	<p>میری باتیں جو رشک جنم یاد آگئیں جھک بہت دیا میں مسکرا چھپے بلبل کے گلشن میں</p>
<p>قیامت ہر کسی کو پیار کرنا اس زمانے میں قضا کا سامنا رکھا ہوا ہی دل لگانے میں</p>	<p>سپہر۔ دلیجو پانی گرم ہوا جانا ہو۔ اچھا جاؤ ہم بھی نہ پیچھے۔ حسن۔ آرائے آب سرد پانی کو کہا۔ بار آگیا اسوقت آبسا ہی ٹھنڈا ٹھنڈا پانی آزاد نے بھی پیا ہو۔</p>
<p>سپہر آئے کہا باجی جان ابا ابا۔ ٹھنڈی ہوا کا اسوقت کہا جھونکا آیا ہر حسن آرائے آہ سرد پھری اور بھڑکتا دیاں ۷</p>	<p>سپہر۔ باجی امد کی قسم تم بھاری آہ خالی نہ جا بیگی۔ حسن۔ ہر غم کے نشتر نے دل لہو کر دیا۔ جوش شک سے طوفان آگیا۔</p>
<p>بولی دہہ کو ہونے کو ہوا ہی جو غم کے کو گلے سے صبا ہی</p>	<p>سپہر۔ باجی غم نے کہا اپنا حال کر دیا۔ کوئی دیکھے تو پہچان نہ سکے کہ یہ وہی حسن آرا ہیں۔ حسن۔ ہاں ہاں۔ مگر۔ ۷</p>
<p>ہمارے دل کا نول بکھا جاتا ہے۔ کھلے تو ہم بھی نہیں کھنڈی ہوا چلی۔ اسے کیا جانے رسم پیارا آزاد کن باز خیر جنگوں اور صیب کسا بدن میں سرگرا ہوا گا۔ وہ دشت و ہاموں میں ہمارا یہ جان گواٹے اور بھوکو ہوا سرد کا جھونکا خوش آئے بھلا یہ بھی کوئی انصاف ہو۔ وہ تو عین دہر کے وقت جب جیل بند اجڑتی ہو چکی دردی دانے تھے تجھار باندھے پشت تو سن آہو شکار پر پڑی جمائے دود و لا یتقان لگائے بند بدن کارزار میں تشہد لب معدوف جنگ ہوا اور ہم ٹھنڈی ہوا کھا میں۔ لوٹدی۔ پیری یکم صاحب نے کہا یہ پانی پلاؤ۔ دیکھے بے قدر کا ٹھنڈا ہی کہ کد اتوں میں لگتا ہو۔ حسن۔ لاؤ۔ بس تم جاؤ۔ سپہر۔ بی۔ لو باجی۔ حسن۔ سپہر آرا ہیں۔ اندر کہے آزاد کو بھی عن معرکہ رستمی میں</p>	<p>گو خاک ہو گئے نہ گئی جستجو سے بار جون گرد راہ پھرے میں ہم بد پرستور</p>
<p>ادھر دودنوں بہنوں میں باہم بہ باتیں ہوتی تھیں۔ سپہر آرا مٹاتی تھیں حسن آرائے مفارقت میں ناز ناز روتی تھیں۔ ادھر تھپے کرانے ایک غریب محمد عسکری صاحب تشریف لائے۔ چلن کا گڑنا۔ شتر کی کانگ کھا شروع کا دیلے بانچوں کا بکھار جو گوشہ پڑی رب مرہ۔ روال اور سے عطر میں بسے عشق کا کٹھنھا اٹھ میں بسے مزار نش بنے ہوئے آنکھ تری یکم صاحب کو بھک کے سلام کیا۔</p>	<p>محمد عسکری (دع) کیسے بہن کی آج کسی طبیعت ہے۔ سب پھر سے علالت تو نہیں پانی جانی کمر کی جم کے علاج کیجیے۔ اور غدا میں پرہیز کرنی چاہیے گا۔ بھائی کمان گئے ہیں جب سے وہ آئے</p>

صرف دو بار ملاقات ہوئی۔

بہار۔ آج کوئی خون کا مقدمہ ہے۔ مسکین وکیل ہیں۔

ع۔ تو پھر دیر میں آ بیٹھے۔ صاحب کسٹر کا قاعدہ ہے کہ مقدمات

خون کی اپیل میں زیادہ غور کرتے ہیں۔ کل ہم ایک شاعرے

میں گئے تھے۔ آجکل ایران سے ایک شاعر غزلیاں بھی خوب شعر

سنائے۔ جگر ہم تہ زمین شد۔ اور قہر تہ زمین شد۔ اور سپہر

تہ زمین شد۔ شاعر عالی دماغ آدمی ہے۔

بہار۔ حسن آرا کھٹے مار کھائے تو ہرج تو نہیں ہے۔

ع۔ بے تکلف نوش جان فرمائیں۔ قاطع صفر ہے اور صفر

قلب۔ آجکل صفر کی بڑی شدت ہے آب آلو اور شربت لیون

ضرورتاً شمال میں لانا چاہیے۔ اور اگر خوشبودار صفر طبع کیلئے

کسی قدر کھورما اور برت ملا دے تو نور علی نور۔ میں تو ہر صبح

گو آب آلو پی لیتا ہوں۔ شب کو دنس بارہ دانے جگودے پیج کو

نیمہ دھوکہ آب زلال پی لیا اور چار بجے کے وقت دو لیون کا

افشرہ ضرورتاً شمال میں لانا ہوں۔ آجکل کسیر کی فاصبت کھٹا کر

بہار۔ عسکری کی زبان کترنی کی طرح چلتی ہے۔

ع۔ بجا ہے۔

بہار۔ کچھ جھوٹ بھی ہے کیا۔

اتنے میں بڑی بیگم کسی کام کے لیے گئیں۔ محمد عسکری اور

بہار انسا کیلئے گئے۔ نغزنا نیا نوڈیان اھیلیں ادھر ادھر

اپنے اپنے کام میں مصروف تھیں۔ موقع وقت غلبت جانکر

محمد عسکری صاحب نے اپنی کرسی کھسکا کی اور بہار انسا کے پلنگ

کے قریب جا بیٹھے۔ اتنے میں رات ہوئی۔ چاندنی چٹکی۔

ع۔ کیون بہن۔ اب تو حسن آرا سیانی ہوئی ہوئی۔

بہار۔ ہاں چشم بد دور۔ اب سیانی ہیں۔

ع۔ دونوں بہنوں میں حسن آرا گوری بہن نہ۔

بہار۔ اے دونوں اللہ کے فضل سے خاصی گوری جٹی ہیں۔

اور نگہبانی کے ساتھ۔ مگر حسن آرا کی سہی حسین تو شاید ہزار میں

دو چار ہوں۔ ہنسنے نہیں دیکھی۔ اللہ جانتا ہے حسن آرا کی سہی

خوبصورت ہنسنے تو نہیں دیکھی گلاب کے پھول کا سا کھڑا ہے

گلاب کے سے لال لال ہونٹھ۔ اور دانست دار گری ہے۔ سپہر آرا

بھی سو دو سو میں ایک ہے۔ دونوں بہنیں نام خدا صورت دار ہیں

سپہر آرا میں ابھی ذرا لڑھکے ہیں زیادہ ہے۔

ع۔ یہ تم ہماری بہن کیسی ہو۔

بہار۔ اس کے کیا معنی۔

ع۔ اب صاف صاف کیا کون سمجھ جاؤ۔

بہار۔ (مسکاکر) ہاں۔

ع۔ ہیں ہو۔ بڑی ہو۔ اتنے ہی کام آؤ۔ پھر اور نہیں تو کیا

عاقبت میں بخشاؤ گی۔

بہار۔ محمد عسکری۔ خاتون حنت کی قسم۔ ہمیں دل سے

نکھاری محبت ہے۔

ع۔ ساتھ کھیلا ہے بہن۔ برسوں ساتھ کھیلا ہے۔

بہار۔ اونٹہ اونٹہ۔ ساتھ کھیلا ہے۔ اے یوں نہیں کہتے کہ

گو دیون کھیلا ہے۔

ع۔ یہ ہم نہ انینگے۔

بہار۔ زبردستی۔ اور جو آماجہان سے پوچھو ادین ہم۔

ع۔ ایسی آپ کتنی بڑی بہن مجھ سے۔ برس نہیں حد دہرس

بہار۔ اے یوں جس جھوٹ کو دیکھو۔ حقین پڑائی ہیں۔

ع۔ اچھا۔ پھر کوئی پندرہ بیس کی چھٹائی بٹائی ہے۔

بہار۔ مہی ہے۔

ع - پھر کوئی تدبیر ایسی کر دو کہ حسن آرا مان جائیں۔  
 بہار - (مسکرا کر) کون تدبیر کر دےں چھوٹے پڑھوں۔  
 اتنے میں حسن آرا بیگم نے اوپر سے آواز دی - اے حاجی - ذری  
 ہلکو ہرے ہرے ملائم ملائم سنگھاڑے نہیں منگا دیتیں۔ مگر  
 ایسے ہوں کہ دانت سے ذرا دبا با اور جیسے کیوڑے کی سی خوب  
 آنے لگی۔ بہار انسانے کہا۔ اے کیوڑے سنگھاڑے بھی کوئی  
 بڑی نعمت ہیں۔ ابھی ابھی منگوائی ہوں۔ سپہ آرا بولی حاجی  
 جی ترس گیا۔ وہاں دو پٹے ہی نہیں نہ۔ محمد عسکری نے سخت  
 جھانے کے لیے خواص سے کہا کہ باہر ہمارے ادھی سے جا کر کوہ  
 چار سپہ ملائم ملائم تازے تازے سنگھاڑے توڑ داکر لے آئے مگر  
 کئی دن کے رکھے ہوئے نہوں۔  
 حسن آرا نے جو انکی آواز سنی تو منہ پر ہلکا سپہ آرا سے دریافت  
 کیا کہ کون آیا ہے۔ سپہ آرا نے کہا وہی آگے ہیں وہ جو اس دن  
 بہار انسان کے پاس بیٹھے تھے۔ جسے اما جان نے شکایت  
 کی تھی کہ ہم دو دن سے یہاں آئے ہیں اور تم نے خبر و عافیت  
 تک نہ دریافت کی۔

حسن - ہاں ہاں۔ وہ عسکری - عسکری - محمد عسکری۔

سپہر - وہ جو عطیے سے تھے۔

حسن - میں سمجھی۔ اے محمد عسکری۔ کیا ہم جانتے نہیں۔  
 تمہواری برہمن محمد عسکری صاحب تو رخصت ہوئے اور چلے  
 وقت بہار انسان سے کہ لگے کہ پتے جو کہا ہے اسکا خیال ہے میں  
 مگر از براے خدا کسی غم کے کان تک خبر نہ پہنچے پائے۔ کہ  
 مفت میں ہم کو نہیں۔ بہار انسانے کہا۔ اے کو کیا تم کچھ ڈکی ہو  
 یا وطن ہو۔ اور بھائی کی بات میں کسی سے کہنے کیوں لگی۔  
 دیکھو اللہ چاہے تو آج کے دوسری جینے حسن آرا کے ساتھ منگنی ہو

ع - اچھا پھر اب کس دن کام آؤ گی۔ جو ہم کہیں وہ مان جاؤ  
 گوارا سے خدا شہور نہ کر دیجیے گا۔ تم اسقدر اقرار کر لو کہ  
 مان لو گی۔ اور کسی سے کوئی نہیں۔ یہ نہیں کہ ہود کچھ بھی  
 نہیں اور ہماری جگہ ہنسائی ہو۔

بہار - تو بھائی بے سمجھے جو مجھے کیسے کہہ دوں۔ وہ کہو یا نہ  
 کہو۔ میں پہلے ہی سمجھ گئی۔

ع - پھر کیوں نہ سمجھو۔ آخر میں کسی ہو۔

بہار - لے اب صاف صاف نہ کہے تو ہمارا مرد دیکھے۔  
 ہمیں کو ہر کرے۔

ع - ہائے غضب مجھے کوئی بھی مقرر کیا ہے۔ میں اپنے منہ  
 کیا کیوں۔ کہنا اس اتنا ہی تھا کہ حسن آرا بیگم اب سیانی  
 ہوئیں۔ اور میں بھی تمہارا بھائی ہوں۔

بہار - ہم ترسے بھاپ گئے تھے۔ میں آج اما جان سے ذکر  
 کر دنگی۔ مگر بھائی حسن آرا سے بھی تو کہہ لوں۔ اے اجاب قبول  
 شرع کے رو سے بھی مقدم اور ضروری ہے۔ جو حسن آرا شکر  
 مسکرائیں یا خاموش ہو رہیں تو منہ مانگی مراد پائی۔

ع - تم پہلے بتاؤ کہ اگر ایسا ہو تو تم پسند کرو یا ناپسند۔ اسکا  
 جواب دو۔

بہار - اے وہ۔ جو خوش۔ کچھ عقل لگی ہے۔ بھلا ہمیں پسند  
 نہوتی یہ بات تو تم صاف صاف یوں ہم سے کہ بھی سکتے۔ اللہ کر  
 حشیں آرا ہم جم سلامت رہے۔ اس سے زیادہ ہمیں کون ہی کوئی  
 اپنی بیٹی کو جان و جھگے کے کھاری کونین میں دھکیل دیا کرتا ہے  
 ایسے کہ اس منہ نہ دکھائے کہ کھاری لڑکی بے سمجھے ہو جیسے بیکار  
 خانوں جنت کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ دیکھو تاروں بھری رات ہے  
 اگر حسن آرا منظور کر لیں تو ہم تو بھولے نہ سمائیں۔

محمد عسکری تو چلے گئے۔ مگر حسن آرائے یہ بات سن لی اور رنگ  
نقی ہو گیا۔ سپہر آرائے کا کچھ سنا۔ وہ بولی جو ہر غضب ہو گیا  
یہ بہار النسا بہن نے کہا کیا اسوقت جیسے باقون تلے سے مٹی  
نکل گئی۔ دونوں بہنیں کرے میں گئیں حسن آرائے بچ کے  
سہری پر لپٹی اندر یہ شعر پڑھ کر سہری۔

سہرے کہ روز کا ہر چرخ ستم پر در سے  
یا اکی یہ ہم دیکھے ہو سہرے کس دن

سپہر آرائے کا قاعدہ تھا کہ جب کبھی بچ کی بات سننی دیوان  
ضرور دیکھتی اور فال ضرور دیکھتی جیسے سے دیوان حافظ اٹھا کر  
فال دیکھی تو سرے ہی پر یہ شعر نکلا۔

برو این دام بر مرغ دگر نہ  
کہ عفتار بلند است آشیانہ

سپہر آرائے اس درجہ سرور ہوئی کہ ساری کلفت دور ہوئی  
شعر پڑھے ہی او بھل بری۔ واہ واواہ کیا شعر نکلا جو دیوان  
میں دیوان حافظ کو تو لے۔

برو این دام بر مرغ دگر نہ  
کہ عفتار بلند است آشیانہ

مطلع پڑھا تو ادھر جی خوش ہوئی۔

سم کا ہان کے نگر شہ بانہ  
گر نغم بادہ باجنگ چنانہ

نچ کر۔ بس اب دل کو در آدھار میں ہوئی۔ پھر یہ شعر نظر سے  
گذرا تو کہا تو میرا باری۔ بجز عمر سے عبور آسان ہے۔

بدہ گشتی جو تا خوش بر ایم  
ازین دریا سے ناپیدا کرانہ

ادھر بہار النسا اپنے دل میں سوچتی تھی کہ محمد عسکری ہونا

ہو بیار عالی خاندان معالی و دودمان نجیب العرفین شریف النجاشین  
خوبصورت خوش سیرت شائستہ تربیت یافتہ خوش قطع با وضع  
نوجوان ہے۔ تین چار سو روپے ماہوار کی آمدنی ہے۔ علاقہ  
مکانات ہیں۔ اورنگ سک سے درست ہے۔ کوئی عیب کوئی  
سقم نہیں جس آرا کا منظور نہ کرے تو اس سے بڑھ کر کوئی دیوان  
نہیں آج باقون باقون میں چھڑ دی۔ دیکھو نہ کتنی کیا ہے۔  
اور کسکی کیا۔ یقین ہے فوراً منظور کرے۔ محمد عسکری کی میں بڑھ  
بڑھ کر تعریفیں کر دینی سپہر آرائے بھی سمجھا دینی کہ بہن کو سمجھا بوجھا کر  
راضی کر دے اور عسکری بھی جی سکن۔ اہمہ کہ حسن آرائے  
کرے۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ حسن آرائے بے زہر کھائے گا آرا دے  
سوا اور کے ساتھ بیاہ نہ کر پگی۔

برو این دام بر مرغ دگر نہ  
کہ عفتار بلند است آشیانہ

بہار النسا بگم نے ونڈی سے کہا کہ ذری جا کے حسن آرائے  
کو تو کوٹھے پر سے بلاؤ۔ ونڈی نے آنکھ جواب دیا کہ حضور وہ  
آرام میں ہیں کیسے جگا دوں۔ بہار النسا کوٹھے پر شرف لیگئیں  
کہا تمہارے سنگھارے آتے ہو گئے عسکری نے اپنا آدمی  
بھجی یا ہے۔ سپہر آرائے نکلی ہو گیا۔ پھر کھانہ دوں  
پوچھا تھا۔ اور کہتا تھا حسن آرائے نام خدا سیانی ہوئی  
ہوں گی۔ میں نے کہا ہاں اب چشم بدور سیانی اور  
خوش سلیقہ ہیں عسکری کی باتیں خوب ہیں اور ماشا اللہ وہ  
ہے۔ عطر سے بہت شوق ہے۔ نفاس کا ہر دم خیال۔  
دن میں دو دو دفعہ حمام کرنا ہے اور خوش رو بھی ہے حاضریہ  
بھی ہے۔ سپہر آرائے بات ماننے کے لیے کہا آؤ باجی نکلو کچھ  
سناہیں۔

اٹھ بن مجھ نصیبوں جلی پر جب دیکھے آپ سب نفا ہی ہوا کرتی ہیں۔

بہار۔ بس انھیں تنگ مزاجوں کی بد دست تو اس سے اور اس کے میان سے ایک دم بھر نہیں جیتی نت جھگڑا کرتی آئے دن جھوٹم جھوٹا ہوا کرتا ہے۔ بد مزاجی بھی تو کتنی۔

لوٹندی۔ (گردن ہلا کر) بان حضور میں ہی بُری ہوں۔ وہ موامردا خدا کی بھرا کا شہدا۔

بہار۔ جلو اب بوڑھا چوندا نہ بلاؤ۔ پنکھا لے کے چھلو بس۔

بہار انسانے سیکے حسن آرا کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے حسن آرا تم نے عسکری کو دیکھا ہے اب جو آئے تو اوٹ میں دکھا دوں گی۔ خوب آدمی ہے۔ منہس کھٹکھٹا۔ ہونہار۔ چارپے

پیدا کرنے کا خیال اور پڑھا لکھا ہے۔ آج کل ان حکیم سے طب پڑھتا ہے وہ جو ہیں نہیں دوسرا بدن۔ وہاں شفا خانے میں انھیں سے۔ تھو بہت پڑھتا تھا کہ حسن آرا حکیم ابو چشم بد در سانی ہوئی ہوگی۔ کل آئیں تو ہم تم کو دکھا دیں۔ جو وقت آتا ہے مکان بھر مکنے لگتا ہے۔ عطر کا بڑا شوق ہے۔ میری بیماری

میں بچارہ دن بھر میں میں میں بھرے کرتا تھا۔ اما جان کو سمجھا یا کہ داکٹر کا علاج کر۔ خواہ حکیم جی سے رجوع لاؤں یا محبت ہے بچارے کو۔ گھر گھر سے اسکو الفت ہے۔ کسی کے پانوں میں

خدا مانا کر وہ کاٹا چھٹا اور وہ بقرار ہو گیا۔ اور روز بچھلا جو رہی پیٹے دیکھا۔ حسن آرا اس تقریر سے اُداس ہو گئی مگر چب چاپ بیٹھی سنائی۔ دل ہی دل میں سوچتی جاتی تھی کہ یہ کہ کیا رہی ہیں۔ کیسے عسکری۔ یہاں آزاد کو دل کے چلے

۴ دل لگا ناغدا ہوتا ہے

آدمی کیا خراب ہوتا ہے

اسپر بہار انسانوں۔ اب اسوقت شعر خوانی رہنے دو آؤ ادھر آدھر کی باتیں کریں۔ تم نے عسکری کو دیکھا ہے۔ سپہر آرا مجھ عسکری کا نام تک سننا نہیں چاہتی تھی۔ بہار انسانیم نے جو بار بار عسکری عسکری کی رٹ لگائی تو وہ اور بھی جھلائی مگر سوچی کہ ڈر کیا ہے باجی کسی کا کہنا نہ مانگی اور خال میں تو یہی نکلا ہے کہ۔

برو این دام بر مخ در گونہ کہ عھفارا بلند ست آشتیان

اتنے میں حسن آرا مجھ بھی تنگ دھو کر آئیں۔ بہار۔ اے آج بے دنت کا سونا کیسا۔ خدا خیر کرے راگ نہ لانا کیوں۔

حسن بھی نہیں۔ سپہر پر لپٹی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو جلی تو بے اختیار نیند آگئی۔

بہار۔ اے واہ۔ بھلا یہ کون دتیرہ ہے۔ چراغ میں بجی پڑی اور آپ نے لمبی تانی۔ اس وقت کے سونے سے شستی آئی ہے۔

سپہر۔ (لوٹندی سے) ابن واہ۔ پنکھا جھلتی ہے کہ اونگ رہی ہے۔ گری پڑتی ہے۔ شیطان نے دھکیل دیا کیا ہے۔

بہار۔ جاؤ تھو دھو کے آؤ۔ ذری زور زور چھلو۔

سپہر۔ یہ موٹی اکل کھری جب دیکھو رونی صورت اونگھا کرتی ہے۔

لوٹندی۔ ساری مائیں مہلین میں خندیں تو با ناچتیاں

اعد جانتا ہی کہ لگاتار تے لگاتار تے تڑکا کر دوئی گیا ہر زمانہ ہی  
ہن ہن کی بات کا جواب نہ دے۔ خیر اچھا یاد رکھنا۔  
حسن۔ کیسی مٹھی بند سو رہی تھی۔ انکے غل غبارے ہن  
آجٹ گئی۔

ہمار۔ زخما ہو کر پھٹاؤ گی حسن۔

سپر۔ یہ بات کیا ہی ہن۔ ہمار انسا ہن۔

حسن۔ روٹھ گئین۔

ہمار۔ جلاؤ اور بھر کر روٹھ گئین۔

سپر۔ ارجلین تمھارے ذہن۔ جو تمھاری طرف دیکھ نہ سکیں  
وہ وہی باتیں منھ سے نکالتی ہوں۔

حسن۔ انا جان سنیں تو اس وقت بہت ہی خفا ہوں۔

ہمار انسا تے ٹری دیز تک محمد عسکری کی تعریف کی۔ مگر  
حسن آرا کب پسینے والی تھی۔ حسن آرا کے دل پر بار بار لٹا کی  
گفتگو نے تیر کا کام کیا ادھر ادھر تھل تھل کر یہ غل چڑھتی اور  
رونی جاتی تھی۔

دل و غدا کے رخ جگر و غدا کے رخ	پیدا کیا ہی ہو کہ غدا نے برا رخ
حال کی کچھ نہیں تھوڑا سا رخ	دنیا میں کی ہی نہیں تھوڑا سا رخ
آدم باغ غدا تھا ہے کوہ با	وہ آدم باغ ہے کہ اتھا ہے رخ
نکلن میں جاتے جو کل نکلن	اسی رخ جان میں بھری ہو کر رخ
ہم بار عشق کے عمل نہ سوئے	بس دل کو کہہ دیجئے کہ تمھارا رخ
لگتے ہیں کیرود مر حال دیکھا	ذہن کو بھی غدا کے جہاں رخ

اتنے میں ایک آدمی نے باہر سے پکارا۔ دودا جی اخبار

لیجائیے۔ سپر آرا نے کہا۔ اری دودا جی اخبار بیان لے آنا۔

اخبار آیا۔ حسن آرا نے اخبار پر صفا شروع کیا۔ پڑھتے پڑھتے

ایک دفعہ ہی چونک پڑی۔

وہ ٹرکی سدا سدا سے ہم قول بازے۔ قول جان کے ساتھ ہی  
انکو عسکری کی ٹری ہے۔ وہ روز سجلا چڑا پھر کائن با عطرین  
بےسے ہوئے آئین گر یہ دل تو آزاد کا ہے۔ کوئی نکلے نکلے  
کرڈے تے تے آرا تے۔ مگر آرا کا خیال مرنے دم تک دل سے

نہ جاتا۔ اس گلبدن کی یاد میں بجلی رہتی ہے۔ رات کو زار زار

ردتی ہوں۔ ٹھنڈی سائین بھر بھر کے بعد یاس سوتی ہوں

یہ آئین وہاں عسکری کا ذکر چھڑنے مانا کہ منس کچھ ہے پھر ہو۔

جب ہمار انسا نے دیکھا کہ حسن آرا خاموش ہو رہی۔ تو

سمجھیں کہ ہم راضی ہے۔ نہایت مخفیہ طور پر یوں مخاطب ہوئیں۔

ہمار۔ حسن آرا۔ محمد عسکری کو کیسا سمجھتی ہو۔

حسن۔ (لوٹدی کی طرف اشارے سے دکھا کر)

جڑب جڑب۔

ہمار۔ اری موئی روزری ہو لی ہماری سمجھ میں نہ آئی

نہ آئے گی۔

سپر۔ اری اس میں مشکل کیا ہے آئیے ہم سکھا دیں۔

فر فر بولنے لگو۔

ہمار۔ اچھا۔ عسکری کو نہ زری میں کیونکر کوگی۔

سپر۔ غصہ کر۔ زری۔

ہمار۔ اری حسن آرا۔

سپر۔ حسن آرا۔ رزا۔ حسن آرا۔

ہمار۔ اری کچھ ہو گا بھی۔ حسن آرا ہماری بات کا تم نے

جواب نہ دیا۔

حسن۔ میں سمجھی ہی نہیں۔

ہمار۔ ہم جو چاہتے ہیں محمد عسکری کو تم کب سمجھتی ہو کہ لگاتار

تھاؤ۔ کیا چپ پیر کا مذہ رکھا ہے (پھر لگاتار) تباہ نہیں



آؤ اٹھ کر زمین پر رہے۔ خزان کے لشکر نے ایسا نعرہ کیا کہ  
بہار علم کا عمل کھڑے کھڑے اٹھ گیا۔ اب اہل ہند میں نہ جوش  
نہ خروش ہے جسے دیکھو یا وہ غفلت کے نشے میں مہوش ہے خوا  
خروش میں پڑے خزانے لے رہے ہیں۔ ملا کی نیند بلی نیند کی  
میں خیر خوب نیند بھر کر سو چکے اب بھی جاگن تو ہم سمجھیں کہ  
نحت خفتہ پیدا ہو گیا۔

شب نیمہ گذشت و صبح سرزد  
اگر مرد خدایا خواب تار کے

ابھی کل کی بات ہے کہ کشور تہذیب میں ہندوستان کوس  
لمن الملک بجا تھا۔ علم فیض میں اسکا طوطی و تار تھا علم  
ہند میں اس کے جھنڈے گئے تھے۔ ریاضی میں اس کی دھاک  
بندھی تھی علم و شایستگی میں اس نے اس کا ٹھکانا تھا عیدان  
میں علم و حدت تھا اٹھایا وہی ہندوستان ہے جسے شمس لافٹ سے  
اور ملکوں نے نور اقباس کیا مہری اسی کے خوان حکمت سے سیر  
کام ہوئے یونانی اسی کے خزینہ لیاقت کے خوشہ چین تھے ایک  
ایک طفل کتب محلی خوان در اقلیدس بیان تھا۔

وقت سیری شباب کی باہن  
ایسی ہیں جیسے خواب کی باہن

اب تو بعض حضرات کا مقولہ ہے کہ زیادہ پڑھنے سے انسان  
باگلی بوجھا جا کر اسکے سراسر ضعف و ناخ کا دھڑکا اور نقد لہان رت کا  
کھنکھان لگا ہی بالخصوص بحال یہ مصیبت بھی جمعی تو فائدہ ہے۔  
خیرانیہ طبعی پڑھا تو کورہ دے کیا خاک نفع ہوگا۔ سیاروں کی  
تحقیقات سے کیا چہرہ ملگا۔ دریا کا بیان کیا موتی بدل دگا۔  
ریاضی میں ریاض شائد کیا کو کیا نیچر شاعری کی طبع توجہ ہوئی  
تو دن و دنیا دونوں سے باہر و صحر و کھنکھن ہو جائیں و ملکوں کی

سپہر خیر تو ہو یا جی جان۔

بہار۔ ابن! یہ چونکی کیا۔

حسن! اخبار کے مطالعے میں اس قدر معروف تھی کہ اس  
جواب دنیا اور پڑھتی ہی گئی یہ مضمون قابل دید ہے۔

اخبار کا مضمون ہے

بلند نام نہ کر دے کہ در وطن ست

ز نقش سادہ بود با عین دین ست

یون تو خدا کی خدا کی میں ایک سے ایک تو ہی ہمارے  
حب الوطنی اولو العز می شجاعت بسالت علم و فضل میں اپنی  
آپ ہی نظیر ہے۔ دانا بان فرنگ نے علوم و فنون میں علم وحدت  
بلند کیا۔ افریقہ کے باشندے اپنی قدرتی اور جبلی شجاعت پر اترے  
میں۔ امریکا کے انہی ترقی خدا داد اور دانشمندی پر بل کی گئے  
میں۔ ایشیائے افریقہ کا نام افریقہ پر جانے میں  
مگر ہندی بھی اکثر افریقہ میں ندر ہیں۔ اکثر اقوام ہندوستان کے  
آدمی انہما کے ہمارے درادریہ مرد ہیں۔ جو بات ہندوستان نے  
نمائندہ ہشتان میں حاصل کی تھی وہ اب کمان مگر بھی ہاتھی  
لے گا تو کمانک۔ رسالہ شمس لطفی کے مؤلف نے دیا ہے  
میں خوب لکھا ہے کہ۔

ادیول شوبہ خروش کجاست  
خامشی آذر فرزند جوش کجاست  
ملک سخن زیر لوائے کو بود  
رامش دلہا زوائے کو بود  
دوبہ پردہ کشائیت کو  
طنطنہ نغمہ سرانیت کو  
زمرہ سینہ خراشت جوش  
ناک الماس تراشت جوش

انہی یہ کیسی جوان بندھی کہ پیار سے ہندوستان کے علم و فضل کا  
بھلا بھولا جن آداس ہو گیا اولو العز می کی ہری بھی شایان  
ایک ہی جھونکے میں بحث پڑیں۔ عظمت کے تناور اور بار آور درخت

لوندی - بڑی میگ صاحب کو بلا لاون -  
حسن - نہیں نہیں -

سپر بھیجے اخبار کیجے - پڑھو تو ہمیں پر کیا -  
حسن - آئے اخبار لیکر پڑھنا شروع کیا -

گل بہتر آدمیوں کی جان بچی - باقی سب قلم ننگ اجل  
ہوئے اس موقع پر میان آزاد نے بڑا کارناما کیا مہاراجا کی

جان نہیں بچائی - بلکہ اور کو بھی مدد دی -  
حسن - شکر خدا - شکر خدا -

دوبارہ جاز سے لوٹوں میں کو پڑا اور میں بار پھر جاز پر گیا  
بہت سے بندگان خدا کی جان بچائی - ع -

ابن کار از تو آید و مردان چنین کنند

اسکے بعد اس جو انہوں نے جو احمد دی میں فردی ایک انکر  
لفٹنٹ ایلین کو دہنے سے بجا یا سمندر کی موج اسکو پوٹ پڑ

ہاں لگی تھی اس قدر جگہ و زکوہ کو کچھ کر آزاد نہایت متعلق اور  
جو انہوں کے ساتھ سمندر میں کو پڑا - اور ایلین کو بچا دیا -

گرا اتفاق وقت سے بوٹ پر نہ چڑھ سکا -  
حسن - ارے خدا خیر کرے -

لیکن وہ رے آزاد - پڑا ہوا ساحل جزیرہ پر چڑھ  
پہنچا اسوقت جزیرہ مذکور کے مردوں کی اس شہید کی

نظر تھی سنا کر کسی نوجوان درحسین گم نے جنہ میان آزاد کا دل  
آیا ہر آنکو مجبور کیا کہ شری جاکر ترکوں کی طرف سے گرن - اگر

وہ نوجوان اور حسین میگ صاحب نے عاشق زار میان آزاد کو اپنے  
کارناماں کے وقت پختہ تین قوا زاد کی محنت ٹھکانے لگتی -

حسن - آہ اسوقت ایسی مسرور ہوئے کہ کمر بھر بھی اسقدر  
خوش ہوئی تھیں - فرط طرب سے انھیں شکر ہوا کہ

عنایت سے متعدد قائم ہوئی آئین گلے پرین - منظر یکسب تو  
سر سال قصد کھلوانی پڑے علم الطور کا مطالعہ کریں تو پڑی مار

جنگ کی بھتی نہیں - اس سے بہتر یہی ہے کہ بانے کی ننگیاں  
چھٹکا میں شیر لڑا میں - چاند و نوش جان فرما میں - مدد کے

دم لگا میں خوب گلچھڑے آ رہیں - ع -  
صبح تو جام سے گزرتی ہے  
عاقبت کی خبر خدا جانے

ماحصل اسکا یہ کہ اسب اہل ہند کے مزاج سے ادو لغز ہستی کو  
دور ہوتی جاتی ہے - پس جب کبھی ہم کسی ہندی کی جرأت یا ہمد

یا سالت یا ادو لغز کا حال سنتے ہیں تو باغ باغ ہو جاتے  
ہیں - حال میں ایک جری اور لسنو زاد جو انہوں ہندی کا ذکر خیر

تختلف اخبارات انگریزی میں ہماری نظر سے گذرا - میان آزاد  
نامے ایک ہندی آکل ٹرکی گئے ہیں - آٹا سے راہ میں انکا

جہاز جھکا جمنا حتی و نہیں تھا ہری سببیت میں مبتلا ہوا -  
جزیرہ پریم کے قریب ڈوب گیا -

حسن - ارے اعتبار هیچ آٹھی - اخبار ہاتھ سے گر پڑا - او  
غش آگیا -

سپر - اے ہی باجی خبر تو ہے -  
بہار - ہاں ! ارے یہ ہوا کیا -

لوندی - مرگی تو نہیں آئی -  
بہار - (تھو - تھو) اے نہیں اند نہ کرے -

دو دن ہنوں نے ملکر اٹھایا - مجھ پر پھینٹے دیے - تو  
ذرا ہوش آیا -

حسن - دو اخط لاؤ -  
بہار - آخرش ہمیں ہر کیا ہیں -

اگر بہار انس اور سپہر راکی کشفی کے لیے مسکرا دیں۔  
 بہار - سہین - اجرا کیا ہے۔ ایک آنکھ سے روئی ہو ایک  
 آنکھ سے مٹتی ہو سر  
 سپہر - باجی جان کچھ کہو تو۔  
 حسن - خیریت ہے۔  
 سپہر - پھر آپ روئی کیوں ہیں۔ ذری اخبار تو پڑھنے دو۔  
 حسن - ایک جہاز ڈوبنے کا حال لکھا ہے۔  
 سپہر - جی ہر کیا کہتی کیا ہو۔ اے باجی کسکا جہاز (دوکر)  
 ہاے ہاے تباہ تو کسکا جہاز۔  
 حسن - ع۔

رہا۔ دو دہلاے دے بخیر گذشت

سپہر شکر ہے۔  
 بہار - ایک تو پاگل بھی ہی دوسری بھی پاگل ہو گئی۔  
 حسن - آفت۔  
 سپہر - چھوڑو۔ ذری ہم بھی پڑھیں۔  
 حسن - لو امد نے بہت بچایا۔  
 سپہر آرائے بڑے شوق سے وہ مضمون پڑھا۔ وہ لکھل  
 پڑی کہ میان آزاد فرخ نہاد نے ترکی یونین کے پہلے ہی  
 ٹیکنامی حاصل کی۔ سوچی کہ سان انقیب حافظ شیرازی  
 نے خوب صحیح صحیح بتا دیا تھا کہ

برو این دام بر خرچ دگر نہ  
 کہ عنقار امانیت آشیانہ

حسن آرا اپنے دل میں کتنی بھی کہ کجا محمد عسکری کجا  
 میان آنداد - ع۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

نہ چھیرا نکست باد بہاری راہ لگ اپنی  
 تجھے اٹکھیلیاں بھی ہیں ہم نیاز میٹھے ہیں

بہار انس نے کہا خیر صاحب کم جانو تمھارا کام جانے سے

سمجھائے سے تھا ہمیں سرکار

اب ان نہ ان تو ہر مختار

## کوہ قاف کی پری

دلبرے بردار دلم مبر و قرار  
کو رخس برقع بود صبح بہار  
غنچہ از شمع رخس پر دلائے  
ناند از فاش دل دیوانہ  
چشم جادویش بے تسخیر جان  
در نگہ سازد تبسم را عیان  
غمز داشت بر سینہ نازک میزند  
خندہ اش بر پوستہ شہک میزند  
سوخندہ دایع بجزوی و جفا - گشتہ تیغ عشق دودنا - میان آنرا  
فرخ نداشتادان و ذرخان خوش و خندان دولت نغور و دم  
دارا سلطنت برقع المہبت میں خدا خدا کر کے دہل ہوئے - کیا  
کے تاجرباوقار و جرم اقتدار کے عاجز و ہلکے اقبال و جحشہ خصال  
ہر زجی بھائی کی کوٹھی کا بتاؤ چھٹے چلے - آدمہ گھٹنے میں کو چھین  
نے بغیر و ہر گز نہ سنا کہ یہ نیچے ہر زجی بھائی کا مکان آیا -  
یہ سانسے دالی کوٹھی انھیں کی ہی - میان آزاد کا ٹہری برسے اترے  
ادس ہر زجی بھائی کے پاس ایک آدمی کے دلبرے سے اپنا کارڈ بھیجا  
کارڈ پر درمیان اذلق و دیکھ کر - ہر زجی بھائی نے ان کو بلوایا -  
مفتاح کیا اور بڑے تہاک سے سمجھا یا - آزاد نے جاتے ہی آنکے  
بدر زر گوہر کا نامہ فیض ختامہ دیا - خبر کہ ہر زجی بھائی اور بھی  
تہاک کے ساتھ پیش آئے ہوئے آہٹا کھڑی میں ایک خادم و نیاز مند  
ہوئے خدمتگار کو حکم دیا کہ باج کرے آپکے واسطے آراستہ کر دو  
ایک ڈرائینگ روم نشست اور ملاقات کے لیے - ایک بڈروم  
آرام کرنے کے لیے - ایک ہاتھ روم غسل کو واسطے - ایک سنڈی کم  
مطالعہ کتب کے لیے - ایک کمرہ گودام کے لیے - خدمتگار نے پانچون  
کمرے آدمہ گھٹنے میں آراستہ کر دیے -

ہر زجی بھائی نے میان آزاد کی ٹہری تعریف کی تا ب بڑے  
اجہ کام کے لیے آئے ہیں - ہم سر کرنا آسان نہیں اپنے معشوق

مطلوب کے ذرا سے اشارے میں جان بازی پر آمادہ ہونا ادا ہے  
موجود ہر جان کھونا آپ ہی سے مردان خدا کا کام ہے - ع

آفرین باد پرین بہت مردانہ قور  
ہمارا دل کو اپنی دہائی کو اپنی مردادی برائیگی - دعا سے  
نیم شبی رنگ انرجائی نقش ہرادر سی نشین ہوگا تر دعا بہت  
اجابت قرین ہوگا آپ نمذہ پائیکے - اور سر خود ہو کر میدان  
کا زرار سے ہندوستان واپس جائینگے حسن آرا کے ساتھ کلاچ ہو  
ہنسی خوشی عاشق و معشوق کا میاہ ہوگا - آپ کو جس شہر کی  
ضرورت ہو مجھ سے فرمائیے - جن میں صلاح کی حاجت ہو بہت لطف  
زبان بر لائیے - جناب والد ماجد آپکے اذیس مدارح میں - میرے  
پاس کل جناب ممدوح کا ایک والا نامہ آتا تھا افسوس میں بھی آپ کا  
ذکر نہیں تھا - اگر نام نامی درج نہ تھا - ورنہ کارڈ دیکھتے ہی حاضر خدمت  
شرف ہوتا - معاف فرمائیے گا میں آزاد اپنے مینان باوقر  
تاجر ذی عظمت امیر کبیر کی مہربانی اور شیرین بیانی کے نہایت ہی  
مشکور و ممنون ہوں - اس فوجوان باری سودا گرنے اپنے  
باپ کی مرضی اور حکم کے موافق میان آزاد کی ٹہری خاطر کی شہک  
آزاد با رام تمام سونے صبح اٹھکر غسل کیا - کپڑے پہنے اور باغ  
پر نرفا میں ایک آرام گاہ پر بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگے پڑھتے  
پڑھتے یاد آجیتھے میں کہ ایک خاتون بوسفت تعجب و پری چڑ  
نرانی سج وچ اور انداز معشوقانہ سے ایک روش میں ٹپل رہی ہے  
انکی اور اس خبر کی انکھیں جارہی ہیں - اُس بُت عہدہ جو  
نے کسی قدر بجا کر ایک بھول توں میان آزاد اخبار پڑھنے لگے  
مگر نکلیھوں سے اسی جادو جمال کو دیکھتے جاتے تھے اور وہ بھی  
درویدہ جگہ سے آزاد پر نظر فرماتی تھی - جو ٹہری دیر کے بعد وہ  
اٹھلائی ہوئی آنکے قریب آن کھڑی ہوئی میان آزاد کو کسی سے

ہوے۔ غریب تھا کہ مکالمہ شروع کر دین کو ٹھنڈا خرما خرما دیا جسے دوسری دوش میں جا کھڑی ہوئی۔ میان آزاد سوچے کہ زیادہ مبادرت کرنا خلاف عقل مصلحت ہے۔ ناجا چاہی کرسی پر چڑھ جائیے ٹھنڈا کا انبر دل آیا کہ جرت بھی کہ یہ کون شخص ہے آدمی تو نہایت حسین ہے۔ مگر وضع سے شرم کی نہیں معلوم ہوتا۔ اتنے میں دھوپ کسی قدر تیز ہوئی اور وہ نازک اندام فرس خوش خرام پر ہوا ہو کر چلی گئی۔

آزاد تھیکر با آہی بہ انسان ہی باہری۔ اسد یہ جن گلو سوز یہ شان دلبری۔ یہ کھڑا تھا باہن لہا جائزہ۔ افسوس سب سے زیادہ یہ تھا کہ پردہ سلگا واسطہ نہا مکان کسی سے اچھی طرح جانی پہچانی اب اس بی بی سیم بدن کو کیوں کر دیکھیں گے۔ نام معلوم نہ نشان معلوم واسد اعلم کس ملک کی لیدی ہے۔ سچھے کہ فراموشی ہے۔ جب ہی اسد رجہ باکی وضع اور باکی اداس ہے۔ اسد ریشہ میں حرکات و دھریا ہے جو وقت خیال آتا تھا کہ اُنکے محض محقر کو قبول کیا اور سکر اکر بعد نماز دست رنگین سے بھول لیا تو جاے میں بھولے نہیں سماتے تھے مگر جب یہ خیال آتا تھا کہ حسن گرا بیگم سے تول بارے میں تو ٹھنڈا کا خیال دل سے دور ہو جاتا تھا۔ الغرض مختلف خیالات اُنکے ذہن میں جاگ پاتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد کوٹھی میں گئے۔ تاجر ذی وقار کے ساتھ کھا کھا یا۔ کھا نا کھانے کے بعد دونوں میں بات چیت ہونے لگی۔

تاجر۔ اب آج تو آرام کیجیے۔ کل حمید پاشا زبردست جنگ سے لیے۔

آزاد۔ ان آج نہ جاؤنگا۔ کل صبح کو ضرور بالفور ملونگا۔

تاجر۔ اسوقت جی چاہتا ہوں کہ آج کو کبھی کی سیر کر آؤں۔

آزاد۔ بسم اسد۔

اُنکے کھڑے ہوئے۔ اور زمین دوز ہو کر ہندوستان کے طریق کے بموجب فراموشی سلام کیا۔ خاتون پری بکرنے مسکرا کر سلام کا جواب دیا اور بلخ پر بہار کی انہار لہذا نفاٹ بار کو دیکھنے لگی۔ آزاد پھر کرسی پر بیٹھے۔ اور اخبار ہاتھ میں لیکر اس سرورہ کو بنور دیکھنے لگے۔ یہ خاتون زہرہ مثال جبار جبار کی ایک نوجوان لیدی تھی۔ جبار جبار متصل کوہ قاف ایک حسن خیز مقام ہے۔ اس شہر میں سودا کا حسن خدا داد اور موسیقی خواتین پر نواز شہرہ آفاق ہیں۔ دلبری اور رنگیں لہوائی میں طاق ہیں۔ آزاد نے جو اس شبک جو کہ از سر تا عالم نور دیکھا تو ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔ گریعہ حسن پاکیم یاد آئیں۔

شاہد آن نیت کہ موئے و میاے دارد  
بندہ طلعت آن باش کہ آنے دارد

اس لیدی کا نام ٹھنڈا تھا۔ آئیں برس کا سن عر ادو دن۔ جوانی کی اُسنگ۔ بارہ شباب کی ترنگ۔ ٹھیلے ہوئے حضرت اس بیگم کے سایہ میں جا کھڑے ہوئے۔ جہان و قوس برآمد لیدی نہروں کے بانی کی جھلک درو انی شاہدہ کر ہی تھی آزاد اور اس پر نواز دی اُنکھیں پھر جبار ہوئے خاتون عفت آب کسی قدر شرمائی۔ گو گیان آزاد پر دل آتا تھا مگر اسد رجہ بجائی کہ رنج برف عرق آؤد ہو گئی۔

✓ غن آلودہ لغین میں رخ رنگین جانان پر  
ترشح کا ہر عالم ابر جمیا یا ہر گلستان پر

میان آزاد نے ایک خوشنما بھول توڑ کر لہذا داب نذر کیا خاتون پری چہرہ پہنے تو بھول لیتے ہوئے تھکھی۔ مگر آزاد نے خوش کو نہی غرض سے بھول لے لیا اور ایک بار چوم کر اپنے جوڑے میں خوبصورتی کے ساتھ رکھ لیا۔ آزاد انہما کے مخلوط

کمرے میں چائے نوش جان کرتے کرتے دیکھا کہ میان آزاد ایک کرسی پر بیٹھ کر کتاب پڑھ رہے ہیں۔

میان آزاد بڑے لطف سے ناول کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک عورت نے جس کا سن کوئی چالیس برس کا تھا اور جسکی وضع سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی لیدی کی خادمہ ہو، ان کے کما کے ایک صاحب باہر آپ کی تلاش میں کھڑے ہیں۔ میان آزاد نے متحیر ہو کر دیکھا کہ سیری تلاش میں آیا شاید تم کو دھوکا ہو امین کو بھی کا مالک نہیں سا فرہوں۔ اس عورت نے کہا۔ ہاں ہاں میں جاتی ہوں۔ آپ ہی کو بلایا ہے۔ آزاد ناول ہاتھ میں لیے ہوئے اٹھے باہر کا خادمہ نے کہا حضور ذرا باغ تک قدم نہ بڑھو فرما میں میان آزاد باغ میں گئے دیکھا کہ ماہ میر جلد کنان پر چاندنی خوب نکھی ہوئی تارے چھٹکے ہوئے ہیں۔ باغ خفاک جھونکے دل کو مسرور کرتے ہیں۔ عورت نے اشارے سے کہا کہ اس درخت تک چلیے۔ ٹیڈ انقباض زربین سے رخ زریا کو چھپا ہوئے ایک درخت کے سایہ میں چپ چاپ کھڑی تھی۔ میان آزاد انقباض اور سقد تارکی کے سبب سے اس خاتون پر مثال کے چہرہ نورانی کو نہ دیکھ سکے مگر زلف عنبر مارکی خوشبو نے انکے دماغ کو طبعاً غطار بنا دیا اور دل میں سوچے کہ یہ تو خوب مقام ہے۔ صبح کو وہ نورانی صورت دکھائی کہ اصل جبل۔ بہت ایسی بو سے خوش آئی کہ دل کی کلی کھل گئی۔ ٹیڈ انقباض اٹھ کر کہا۔ آزاد۔ ہمیں بیچانا؟ میان آزاد ششیدہ رکھا باغ یہ کون ہے ایسی بیاری آواز تو آج تک سنی ہی نہ تھی۔ ٹیڈ انقباض نے پھر پوچھا۔ آزاد ہمیں بیچانا؟۔ میان آزاد نے دہلے ہوئے کہا۔ جی نہیں۔ انوسوس ہے کہ میں نہ بیچاں سکا سبب شاد درخت کے نیچے سے چاندنی میں آن کھڑی ہوئی اور ہنس کر

تاجر آزاد کو لیکر کوٹھی دکھانے چلے۔ میان آزاد نے کوٹھی کے مختلف کمروں کی سیر کی۔ تاجر نے کہا یہ کمر الیڈیون کے لیے ہے۔ لیدی ان اسمن چار تھوہ پتی ہیں۔ میان آزاد نے پوچھا وہ کون لیدی تھیں جو آپ کے بلوغ کی سیر کرنے لگی تھیں تاجر نے کہا کچھ بتا دیجیے آزاد نے کہا۔ کشیدہ فامت نازک لکھ لب سرخ گلخام۔ زلف سیاہ۔ رخ غیرت داہ چال مستانہ ناز معشوقانہ۔ بالکی ادا۔ انداز دلربا۔ بلٹ (مگر بند) سے کمر نازک کسی موٹی عطر گلاب میں بسی ہوئی تاجر نے ذرا غور کر کے کہا۔ آقاہ ٹیڈ اپنی وہ جبار جبار کی لیدی ہیں نا بخدا۔ آجکے ایشیائی کی ہیں کئی ترکوں کا سپرد آباہی۔ ایک فرامیسی انیسروچی کو اس کے بیانے کا شوق چڑھا ہے۔ اس کے حال میں اور رخ رنگین کا دور در در شہر ہے۔ جسے دیکھیے اسکا شیدا ہے صبح شام کو کوٹھی میں آنکر تھوہ پتی ہیں۔ علم ہستی کا بدرجہ غایت ذوق ہے۔ یہ ناف اور بارونیم جانے کا دل شوق ہے۔ گھوڑے پر ایسا سوار موبی ہے کہ اچھے اچھے شہسواران گئے حسن و جمال کے علاوہ بالکل اندر سخی رنگ رگ میں کوٹ کوٹ کر کھری ہے غم

کہا کہ وہ فاف کی سیری ہے۔ آزاد نے جو اس قدر حریف سنی پوچھا کیا شام کو پھر آئیگی۔ اور سرباغ کو ضرور جائیگی۔ تاجر نے کہا ہاں ضرور شریف لائیگی۔ اور باغ میں وہ کھڑی ضرور دل بہلائیگی یہ نو بدیعت خیر شکریا میان آزاد کی باجھیں کھل گئیں میان آزاد اپنے کمرے میں گئے اور ایک ناول پڑھنے لگے۔ ایک عاشق نامراد کی ناکامی کا حال پڑھ کر کمال انوسوس کیا بابت تک بے نصیبا رودیے۔ یہ معلوم ہی نہ تھا کہ حضرت بھی ایک ناول کے (میر) ہو گئے۔

سات بجے کے وقت وہ خاتون شیریں صاحبہ محول ہو گئی۔

ہوئی کہ گویا بچا یا باب بھی نہیں پہچانا۔

آزاد۔ (دن ہون پر گرگ) خوب پہچانا۔ خوب پہچانا۔

میتھا۔ میں دہی ہوں جس کو تم نے بھول دیا تھا۔

آزاد۔ اور آپ نے فرط عنایت سے قبول کیا تھا۔

میتھا۔ آزاد تم جنگ کے لیے جاتے ہو۔

آزاد۔ جی ہاں۔

میتھا۔ باشندے کس ملک کے ہو۔

آزاد۔ ہندوستان۔

میتھا۔ قوم۔ مذہب۔

آزاد۔ مسلمان کشمیری۔

میتھا۔ کشمیری ہو۔

آزاد۔ جی ہاں۔

میتھا۔ شادی ہو گئی ہے۔ کوئی اولاد ہے۔

آزاد۔ ناگتھدا ہوں۔

میتھا بہت ہی خوش ہوئیں اور دل میں سوچیں کہ بس

اب تمھو مانگی مراد پائی۔

میتھا۔ اس کو کھٹی مین کب تک قیام ہے۔

آزاد۔ خدا جانے۔ کل وزیر جنگ کے پاس جاؤں گا۔

میتھا۔ اس جنگ کا بڑا ہو۔ جو ہزاروں گلبدون کو

کفن پوش کرتی ہے۔ جسے فطیل میں لاکھوں بندگان خدا

کی جان گئی۔ اور جسے گردن عورتوں کو پودہ اور بچوں کو ٹیم

کر دیا کیسے جیسے جو ان رعنا اسکی بدولت تہ خاک ہوئے

ہائے افسوس وائے افسوس۔

آزاد۔ ہاں مگر مجبور ہی ہے۔ کیا کیا جائے۔ مجبوری

مجبوری۔

میتھا۔ (دبے دانتوں) بھلا اگر نہ جاؤ تو کیا سرح ہے۔

آزاد۔ بھر ممکن ہے۔ جانا ایسا ضروری ہے کہ نہ جانا کیا خیال کی

دل میں نہیں آئے ہانا۔

میتھا۔ جب تک تم بیان ہو میں سرسبز آؤنگی۔

آزاد بھرہ کار آدمی تو کھسے ہی اس خاتون سیم غیب کی

باتوں سے تاڑ گئے کہ اس پر سزا رجان سے عاشق ہے۔ سوچے کہ

اب بڑی مصیبت میں پڑے۔ خوبصورت و طلع خاتون

آئیں میں برس کاسن غنغوان شباب عالم نورا سر تابا۔ ایسا ہو

کہ ہماری بھی نیت روانہ دل ہو جائے۔ حسن آرا سے جو قول

بارے ہیں بھول جائیں میتھا کی پیاری پیاری باتیں دل میں

کھپ گئیں۔ کوئی ادھر کھسے ملک اس جو لٹاکے ہاتھ میں ہاتھ

دیے بیان آدا باغ میں ٹہنتے رہے مگر میتھا نے صاف صاف

کوئی بات نہ کی۔ اگر آزاد اس سے استدر کدین کہ میری

شادی ہو چکی ہے تو وہ اُسے بات بھی کرے۔ نور اچلی جانے کر

جب انھوں نے بیان کیا کہ ابھی شادی نہیں ہوئی وہ باغ باغ

ہو گئی۔ اتنے میں تاجر موصوف کو میان آزاد نے باغ کی طرف

آئے دکھا اور اشلے سے میتھا کو بھی دکھایا کہ وہ دوبارہ آئے

ہیں۔ میتھا اپنی خادمہ کو لیکر چلی گئی۔

باغ کے بھاٹک کے پاس میتھا اور تاجر موصوف سے

مٹھ بیٹھ ہوئی۔

تاجر۔ آغاہ آپ اس وقت تک باغ میں سیر کر رہی تھیں۔

میتھا۔ ہاں۔ وہ جو سا فرہندوستان سے آپ کے ہاں آکر

لکے ہیں انکو اتفاق سے باغ میں دیکھا۔ انھیں سے باتیں

کرتی رہی تھی اب جاتی ہوں۔

تاجر۔ بہت اچھا۔

میدان سے بڑے لائق اور خوش خلق آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ تاجر جی جان۔ تربیت یافتہ اور ذی علم ہیں۔ اور اپنے اخلاق سے ہر شخص کو مستحضر کرتے ہیں۔

میدان۔ آپ کے ایک نوکر نے مجھ سے کل کہا تھا کہ میدان جنگ میں جانیں والے ہیں۔ ٹرادی و صلہ خوان ہیں۔ خدا کے نام ادا آئے۔ سر دیا کو تو آپ کے روم نے شکست دی۔ اب دیکھیے روسیوں سے کیسی بنتی ہے۔

تاجر۔ اس ملک کے آدمی جری و فزور ہیں۔ مگر باہمی جاتی مذہب و مذہبی کرتی جاتی ہے۔ یہ بڑے۔ سر دیا کے تو مجھے چھوڑا ہے۔ بھگتے راہ نالی۔ روسی جڑوں نے لگ بھی کی مگر سر دیا کے بڑوں آدمی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ٹرکی جان بڑھیل گئے۔ واقعی بسات میں اسی کے معنی ہیں۔ سنا کہ روسی جڑوں لگا رہے تھے کہ آگے بڑھو۔ آگے بڑھو۔ مگر سر دیا کے سپاہی آگے قدم نہ رکھا جو سے ڈرتے تھے۔ اسقدر خائف ہو گئے۔ ترکوں کی حرارت تمام عالم میں مشہور ہے۔ اپنے ملک کے نام پر جان مکہ بننے کے لیے مستعد ہو جاتے ہیں۔ مگر اسوس ہے کہ فرانس۔ آسٹریا۔ جرمنی۔ انگلستان۔ اطالیہ وغیرہ ملکوں کی طرح حکومت عمدہ نہیں ہے۔ پاشاؤں کی باہمی شکر گنجی اور اعبان دولت کی ناچانی قسم ڈھانی ہے۔

میدان نصرت ہو ہیں۔ تاجدار میدان آزاد باغ کے ایک چتر سے پر بیٹھے آزاد سے تاجر موصوف نے کہا کہ ابھی اس لٹیکہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ کی بڑی تعریف کرتی تھیں جنگ کی نسبت بھی گفتگو ہوئی کہ ترکوں کا جذبہ کرتی رہیں۔ اور سوت بدعا ہیں کہ خدا کے ٹرکی کی بی بی تاج پائیں۔ اور روسیوں کو بھاگتے راہ نہ لے۔ آزاد بولے کہ حق کی طرف ہیں۔ ٹرکی نے روس کو

چھین نہیں کیا یہ وہ جنگ قرار دیا ہے۔ سر دیا کو اسی نے درغلانا اور جب ٹرکی کے دلا دران نصرت شکر کے سر دیا کی سپاہ کو بچا دکھا یا تو روس اسقدر بھلا یا کہ شہنشاہ جنگ دیا۔ اب تمام روم کی نظر اس جنگ کی طرف ہے۔ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔ مگر ٹرکی جلد ختم ہونے نظر نہیں آتی۔ بڑی دیر تک تاجر آزاد و زمین جنگ روس و ٹرکی کی نسبت سرگرمی کے ساتھ گفتگو رہی۔ بعد ازاں دونوں آرام کرنے گئے۔

میدان آزاد کو تنہا ہی میں خانوں ماہ سہ ماہ میں آباد ہیں سوچے کہ معشوق تو رنگین ادا اور پوسٹ تھا۔ بری پکارتے خوش نمیز بہر دل غریب نازک اندام۔ گلخانہ۔ مگر حسن راہم گئے قول ہارے ہیں اور قول جان کے ساتھ ہے۔ خبر جبک بہان ہیں صبح شام غم غلط کرنے کے لیے کافی ہے۔ دو کھڑی بات چیت کر لیا کہ بیکے کر یہ ممکن نہیں کہ حسن راہم کو چھوڑ کر اپنے ساتھ شاہی کر لیں۔ لہذا محال۔ انھیں خیالات میں سنا کہ لگ گئی تو عجیب خواب دیکھا تھیں۔

میدان آزاد پتلون اور جاگت پہنے ایک مہری پر بیٹھے ہوئے حقہ پیتے جاتے ہیں اور اشعار موزون کرتے جاتے ہیں۔ سر بالین انکی سیاری حسن راہم انھیں دہار تالیاں جان میں بیان آزاد نے اٹھ کر دیکھا تو حسن راہم دست بستہ کھڑے ہو گئے اور کہا ایک بوسہ دیجیے حسن راہم و لبیں بن جائے جائے آپ کو بھی دیکھ لیا۔ ہماری تو کم پر جان جائے اور تم اور دن کو دل دینے پھرو۔ واہ کیا انصاف ہے۔

آزاد۔ جان من۔ اس بدگمانی کے حد سے۔ یا سے ہم تو جان بکف ہندوستان سے روم سدھارین۔ اور کم ایسے ایسے بدعہب خیالات کو دل میں جگہ دو جتاؤ ہمیں گنجائش شکوہ



ایک کرنا ہون اور تمھاری ہی محبت کا دم بھرا ہون۔	کی ہو یا نہیں۔ ہنسنے تو تمھان کی کہ چاہے جان جائے مگر تمھارا
پرتھم ہر موز بانے جریا دیا زینست موبو ظاہر نہا پر حاجت گفتا زینست	حکم نہ مایلین۔ اب ہم مین اور میدان کا زرا ہم مین اور جوش
حسن آریا سی حسن آریا کیا تم بھتی ہو کہ آزاد کسی اور کو دل لگا	عشق کی گرمی بازار۔ اسوقت کلیجہ شوق ہو گیا نہ غم جل کر پر
ای قوبہ۔ یہ دل اب تمھارا ہے۔ تمھاری چیز مین کسی کو دینے والا کوئی	تم نے نہک چھڑکا۔
اگر شکر ہے کہ خواب ہی مین غلو دیکھا سہی۔	حسن۔ جی بجا ہے۔ یہ بھڑے کسی یاد کو دیکھیے۔ ہونہ۔
شبے خیال تو آئے خواب آسودیم	آزاد۔ اے نا کامی۔
دگر زہم نکشا دیم چشم گر باں را	حسن۔ جلو بس اب بیٹھے رہو۔ صاف صاف نہ کہلو اور۔
لیکن افسوس کہ بخت خفتہ کی بدولت خواب مین کو بے زینست	حسن آسانے ایک گلواری آزاد کو دی آزاد نے کھائی
دعاب دیکھا۔ خدا وہ دن جلد دکھائے کہ ہم اور تم باہم بائین	اور کہا۔ ع۔
کرین دوری کا بردہ مرتفع ہو عاشق و معشوق مراد دل پائین نقل	ای جان من جانان من از من جبار مجید
اگر بائین ہم پر شہر فرہین۔	اتنے مین میان آزاد نے ڈرتے ڈرتے کہا ایک در
ذریہ اشتہ تہم وصل خوش دل گلشن جانم	چار مہین بھی۔
چنان شام کدہ نامن درین غمخیز میر قصہ	حسن۔ (زنک کہ)۔ اداہ۔ چہ خوش۔ چہ نا باشد۔ منہ
اور تم اسکے جواب مین کہو۔	دھور کھینے۔ تو کیوں دین۔ وجہ؟ آخر سبب۔
تا بہ آن ماہ اول اخذ ہم آغوش شدم	حسن آسانے کہا کہتے ہوئے شہر نہیں آتی۔ جیاجیا کی
از سر ہستی خود زہم دیہوش شدم	تو جوان لیدی سے چیکے چیکے باتیں کرنا اور اسکے عشق کا دم بھڑنا
محمد عسکری	اور مین چیکون برارانا اور باتیں بنانا۔ یہ فقرہ سننے ہی مین
دوسرے روز ہمارا لہذا ایک نئے محمد عسکری کو بلوایا اور چیکے سے	آزاد کی آنکھ کھل گئی۔ مرگ جان کے ساتھ مکتور ایمان کے
کہا کہ کل ہنسنے حسن آسانے تمھارا ذکر کیا مگر اسدہ جانے کی منت	ساتھ طاؤس مار کے ساتھ۔ خزان بہار کے ساتھ دہن کرنی
ہم کو وہ ذری پولین مک نہیں۔ اور انکے بشرہ سے ایسا پایا جاتا تھا	جو اس خواب پریشان نے میان آزاد کے دل کے ساتھ کیا۔
کہ جیسے کسی پر خدا ناکرہ انکا دل آیا ہے۔ مین تو دھک سے وہ گئی	لپٹک پڑا ٹھٹھیکے۔ (نہ مین آکھون مین جھا گیا جسم تمھارے
اسدہ آبرو رکھے بائین ہوتے ہوتے حسن آسانے پر مینے لکین۔	لگا۔ دل ہی دل مین کہنے لگے کہ ساری حسن آسانے
اجبار پڑھنے پڑھنے رو مین۔ خوب زار زار دین۔ پھر پڑھنا تو کہا	شوق شاق آرزو شاق جان شاق تست
	دیدہ شاق آشکارا دل نہا شاق تست
	مین اور کسی اور کو دل دن۔ کیا مجال۔ دن قلم ہی گویا

اور جس اخبار میں طبع ہو وہ کسی ترکیب سے حسن آرا کو فروغ دے گا  
خدا نے چاہا تو چنگیز بن یمن دل بھر جائے۔ مگر حیرت کی بات یہ  
یہ آزاد کو ن بزرگوار ہیں۔ بہار انسا متعجب و ششدر کہ یہ  
اسرار کیا ہے۔

یہ گفتگو کر کے محمد عسکری رخصت ہوئے۔ بہار انسا بگم گئیں  
اخبار کو جیکے سے حسن آرا کے صندوق پر رکھ آئیں۔ محمد عسکری  
نے گھر پر جا کر حسن آرا اور آزاد کی باہمی ناچاقی کی نسبت سیکرڈن  
تدبیر بن سوچیں ٹھان لی کہ دن رات اسی غور و فکر میں رہو گا  
کہ کسی تدبیر معقول سے آزاد کے نام پر حسن آرا لاجل پڑھنے لکھیں  
سوچے کہ پہلے تو کسی اخبار میں کچھ لے دیکر یہ چھپو ادون کہ آزاد  
ہمارے ایک نام بڑا کو نڈا آجکل روپوش ہے کئی ہزار روپے  
ایک ماہ جن کے لیکچر دیاجے شاہک اب معرکہ طربھاگ گیا ہے  
اگر کسی کو اسکا حال معلوم ہو تو بتائے اسکے بعد ایک خط چھپو ادون  
کہ آزاد معرہ نہیں گیا بلکہ بیرون تک جبر باد میں تھا۔ یہ شخص  
ہر جوشہ ع کے عدد میں ایک سرخڑ تھا کہ گوشت کو اسکے خیالات  
سے فدا بھی واقفیت نہیں ہونے پائی۔ یہ شخص بڑا مایہ ڈاکو ہے۔  
وسط ہند کے اکثر مقامات میں اسنے ڈاکے مارے اور کئی آدمیوں کو  
زخمی کیا ہے۔ یہ شخص مختلف مقامات میں اپنے کو مختلف ناموں سے  
مشہور کرتا ہے۔ پھر کسی اور اخبار میں چھپو ادون کہ ایک شخص آزاد  
ہمارے کسی فوجان بگم کو دھوکا دیکر بھاگ گیا ہے۔ اگر اس پریمی  
حسن آرا کا عیش کم نہ ہو تو کسی اخبار میں آزاد کی وفات کی تاریخ  
درج کر دوں۔ تاکہ حسن آرا مایوس ہو کر آزاد کو روٹیجے اور پھر  
ہمارے ساتھ دھوم دھڑے سے شادی ہو۔

ادھر کا حال سنئے کہ سپہ آرا اور حسن آرا کو ٹھکے کے کمرے سے  
سیر دریا کرتی تھیں کہ بہار انسا بگم بھی پوچھیں۔

اب زوری تشفی ہوئی۔ مجھ سے کچھ کہا ہی نہیں۔ سپہ آرا نے  
البتہ پڑھکر ہنسے کہ کہہ دین شادی وادی کے خیال سے دیکھو  
کیا جانے کیا بھید ہے۔ اندر ہی اندر ہنسنڈا پاک لپی ہو دیکھیے کیا ہوتا ہے  
اور حال نہیں ٹھکتا۔ یمن نے اس اخبار میں نشان بنادیا ہے۔  
مگر لاکھ لاکھ تدبیر یمن نے کی اخبار انھوں نے نہ دبانہ دیا۔ بہت  
میں چوری سے اخبار لے آئی ہوں دیکھو یہاں پر ٹرہہ بھی نہیں  
پڑھو تو سہمیں لکھا کیا ہے۔ محمد عسکری نے اخبار کا مقبول پڑھکر  
کہا۔ کسی بے شکمے نے لکھا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے آزاد ہمارے کوئی  
شخص ہے اس سے حسن آرا بگم نے وعدہ کیا ہے کہ اگر تم روم جا کر  
روسیوں سے لڑو اور وہاں سے سرخرواؤں تو میں تمھارے  
ساتھ شادی کر لوں۔ اب یہ دریافت کرنا چاہیے کہ میان آزاد  
میں کون لکھا ہے کہ ایک فوجان اور حسین بگم کی ہدایت کے  
بوجوب گئے ہیں جب ہی حسن آرا شادی کا نطق تک زبان پر  
نہیں لاتیں۔ بس ہم سمجھ گئی یہی خالص سبب ہے۔ اب ہمیں ہم  
ایک کام کر دیجیے حسن آرا بگم اور ہم پاس بیٹھی ہو تو آزاد کا ذکر  
ضرور چھیڑو کہنا عسکری ابھی ابھی اخبار پڑھتا تھا۔ اسکا ایک  
دوست ہے آزاد۔ اخبار میں آزاد کی تعریف پڑھکر عسکری بہت  
خوش ہوا پھر کہنا لگتا تھا کہ آزادان بائی کا لڑکا ہے۔ اس طعاعی  
بچے کی خوش قسمتی تو تو دیکھو کہاں جا کے شہہ لڑا یا۔ اور وہ بگم  
بھی کیسی بوقوف ہے جسے باہ کا وعدہ کیا۔ طعاعی بچے کے  
ساتھ ادب بگم کا بیاہ۔ داد۔ مصرع

داغ بیدہ بخت و خیال باطل بس

اب تو بہار انسا ہم کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ آزاد  
بکطرف سے حسن آرا لادلا دیا پھر جائے۔ آزاد وادی نہ آئے یمن  
اخبار میں آزاد کی جو چھپو ادون۔ تم زبان بی مذمت کرو۔

بہار - اس وقت عسکری بہت خوش تھا کسی اخبار میں اس کے دوست کی بڑی تعریف چھپی ہے۔

حسن - کون دوست -

بہار - کیا جانے کیا نام بتاتا تھا۔ بھلا ہی سانام ہے۔ کتنا تھا اخبار میں تعریف کے بل باندھ دیے ہیں۔ ہاں خوب یاد آیا ہے۔ توبہ توبہ۔ بھلا ہی سانام ہے۔

سپہر - قاسم خان - تہو علی - رفیع الدین ہا۔

بہار - نہیں تہو علی - نہ رفیع الدین -

حسن - محمد خوش گزاد ہے۔

بہار - ہاں ہاں - آزاد - آزاد - کتنا تھا کہ آزاد میرا بڑا دوست ہو مگر نہ پزیرا کر کا ہے۔

حسن - (جو تک کہ) کس کا ہے۔

بہار - نان پزیرا کر کا بتاتا تھا۔

سپہر - واہ اچھے آپ کے عسکری ہیں۔ جو انبانوں کے جمو گردن سے بارانہ کرتے پھرتے ہیں۔ یہی آپ انکی تعریف کرتی تھیں جائے بس دیکھ لیا۔

بہار - اے خوش گزاد گئے تو سنو۔ کسی دیدہ و صوبی بیگم نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ تیرے ساتھ شادی کرونگی۔

سپہر - واہ اچھی بیگم ہیں۔

بہار - ایشی چوٹی پر بزرگان کر دے۔

سپہر - ادھر آپ کے عسکری کو کیا سوچھی کر نان بائی واسے پارانہ پیدا کیا۔ آدمی ملتا جلتا ہے اپنے برابر والے سے یا ایسے ایسے بیچ فوموں سے۔ واہ اچھے عسکری ہیں آپ کے۔

بہار - آسن نان بائی کا منہ مجلس دن کو لے جاویں گے شادی کا وعدہ کرے۔ اپنی آبرو اپنے ہاتھ ہے۔

حسن آراستے کے عالم میں تھی۔ سوچی کہ آزاد کے حالات سے کسی کو بہانہ اطلاع ہو ہی نہیں۔ شاید نان بائی ہی ہو۔ مگر یہ خیال جبرگ محال ہے یہ زورانی صورت یہ اخلاقی یہ علم و فضل یہ

شائستگی یہ جرأت یہ جوانمردی نان بائی کیونکر پاسکتا ہے۔ نان بائی پھر نان بائی ہے۔ آزاد کو کوئی شہزادہ معلوم ہوا ہے۔ ستان بائی میں

یہ باتیں کمان۔ نان بائی میان آزاد کی سچی شہنشاہی اور عظمت اور ایسی صورت کل کمان پائے۔ بھلا کوئی بات بھی ہے سپہر آرا

بولی باجی خانوں جنت کی قسم جو اس میں دریا بال برابر بھی فرق ہو

بہار اسباب کے ادھر رکھے تھے ہیں کہ محمد عسکری کے ساتھ بھار

انگلج ہو کل تم چونکہ مسعدہ گئیں کہ ان کے سامنے اخبار پڑھ کر دے

لگین اور پھر ہندیں بس دہ نار گئیں۔ حسن آرا بولی اس وقت

تو میں از خود رفتہ تھی سپہر آرا نے کہا باجی بس وہی اخبار لیا کہ

آغون نے عسکری سے پڑھو ابا ہو گا۔ ساری کلاستانی اسی کی ہے

تم جاہو مانو یا نہ تو ہم تو ہی کہیں گے باجی امد جانتا ہے ٹھپ گئی ہے۔

نکھن کیا کہ جو شہر ہو بھلا گئیں ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک بات یاد رکھنا

عسکری کے ہتھکڑوں سے اب دھنی رہنا۔ وہ پڑاٹھت معلوم

ہوتا ہے۔ دیکھیے ابھی کیا کیا باتیں بنانا ہے کیا کیا ہمتیں تراشا ہے۔ مگر

بترے میں نہ آجاتا ادا کو نہائی بنا دیا ہے تیری قدرت شان

خدا۔ شام کو بہار اسباب کی صلاح سے محمد عسکری نے حسن آرا

کے نام ایک خط لکھا۔ مغلائی کو دیا کہ حسن آرا کے ہاتھوں میں

مگر خبر دار خبر دار یہ نہ کہنا کہ بہار اسباب کے سامنے دیا ہے مغلائی

نے خط لکھا اور جا کے حسن آرا کو دیا۔

حسن - کب کا خط ہے۔

م - پڑھ لیجیے۔

سپہر - کیا ڈاک پڑ آیا ہے۔

<p>سہرا آئے کہا کیوں باجی ہم کہا کتے تھے۔ دو کھا دی بات ہوئی۔ اور جھوٹ تو اسی سے ثابت ہر کہ میان آزاد کو ان پر بتانے میں شان خدا۔ یہ اور آزاد کو ان پر ہر کہ میں۔ اسے جانتا ہر ان لوگوں کو خوف خدا بھی نہیں ہے۔ آفت۔ کچھ ٹھکانا ہے۔ جھوٹ بھی تو کتنا اور کیسے نیک بنے جانے ہیں۔ کہ مجھے جھوٹ بولنے سے کیا واسطہ۔ سچ ہے۔ ہم تو کہتے ہی تھے کہ بڑا نٹ کھٹ معلوم ہوتا ہے۔ دہی بات ظاہر ہو گئی۔ منگانی نے وہ کاغذ لیا کہ محمد عسکری کو دیا محمد عسکری نے پڑھا۔</p>	<p><b>حسن۔ نہیں۔</b> حسن آئے خط کھول کر پڑھا۔ مضمون خط ملاحظہ فرمائیے۔</p> <p>✓ آدم رکھ دیکھ کر کچھ محبت میں خدا ایدل خط پر خوب جانیکا بھی دیا کے نہا میں</p> <p>حسن آرا ایک کیم کی خدمت ہما یوں میں کورس۔ میں جتنے دیتا ہوں کہ آزاد کے پھر میں نہ پڑیے۔ وہ سچ قوم آپ کے قابل نہیں۔ نانائی کا لڑکا نور روشن کرنے میں طاق۔ آنا گوندھنے میں شائق۔ وہ اور آپ کے لائق ہو۔ س۔ ع۔</p>
<p>نہ جھپٹا کر نکلت با دہاری راہ لگ اپنی مجھے اٹھکھیلیاں دھجی ہیں ہم ہزار بیٹھے ہیں</p>	<p>✓ چہ نسبت خاک را با عالم پاک</p>
<p>ع۔ ابا ابا۔ پھر کا دیا۔ دہر پھر کا دیا۔ سچ خوش ہو گیا۔ کیا شعر لکھ دیا ہے۔ ہمار۔ ہماری ہیں کچھ اسی ویسی تھوڑی ہیں۔ ع۔ چشم بد دور۔ حسن آرا دہر آزاد دون کو ٹھے پر سے چپکے چپکے سنتی نہیں۔</p>	<p>اول تو باجی۔ دوسرے خراج میں نلوں۔ برف کی چٹمک کو تو شاید بانداری بھی ہو۔ کراؤ اسکے مزاج کو فہم نہیں۔ اور پھر طرہ یہ کہ ان پر ہر۔ میں اچھا ہوں یا بُرا ہاں لہذا میں مجھے خوب جانتی ہیں۔ مجھے جھوٹ بولنے سے کیا واسطہ۔ آزاد کے دشمن ہیں نہیں مجھے اُسے کسی قسم کی خصومت نہیں ہے بلکہ میں اُس شخص کو جانتا ہوں اور خوبی جانتا ہوں۔ اسی خاصیت سے میں آپ کو صلاح دیتا ہوں کہ آپ اسکا خیال دل سے دور کر دیں جوت میں نے سنا کہ آزاد پر آپ عاشق ہیں بلادل پھٹ گیا (اور اگر آپ کی یہ کیفیت ہے تو جبریت نظر نہیں آتی) اب تو ہم یہی دعا مانگتے ہیں کہ خبر سے وہ دن آئے کہ تمہارے دل سے اُس بد وضع کے عشق کا خیال دور ہو جائے۔</p>
<p><b>سہر۔ بہت خوش ہوے شعر پڑھا۔</b> <b>حسن۔ مان۔</b> <b>سہر۔ اب تو بھان گئیں انھیں باجی جان۔</b> ہمارا لہنا نے محمد عسکری سے کہا کہ بھائی اب دہر بھی کہہ رہی آسان ہر نہیں ہے جس آرائے بے سوچے مجھے بشر نہیں لکھا ہے۔ گورنر دھو میں کیا کیا دہر میں کرتی ہوں۔ ابھی اُسے کچھ نہ کتنا محمد عسکری نے کہا کیا طاقت کچھ شری مقرر کیا ہے ہم ہر برائی میں اپنی۔ تمہاری اور بات ہر انکی اور بات۔</p>	<p>✓ (درد محمد عسکری) خط کو حسی آئے دیا پڑھا اور جواب میں خط ایک شعر لکھا۔ نہ جھپٹا کر نکلت با دہاری راہ لگ اپنی مجھے اٹھکھیلیاں دھجی ہیں ہم ہزار بیٹھے ہیں</p>

## رقابت کی کارستانی اور وزیر جنگ کی قدر دانی

اب میان آزاد کا حال سنئے کہ انھوں نے وزیر جنگ کی خدمت میں جانے کی تیاری کی۔ مگر تاجرا و قار نے کہا کہ آج ایک مجلس شوریٰ قرار پائی ہے۔ وزیر مروج آج نہ مل سکتے ہیں۔ جائے گا صبح کو میان آزاد باغ میں جا کر بیٹھے۔ مگر ٹینکی کی نظر نے آئی شہر کے مختلف مقامات ان کے دوست صادق نے دکھا دیا۔ روسا اور امرا سے ملاقات کرائی۔ واپس آئے۔ کھانا کھا یا ناواں پڑھا شام کو تاجرا و مروج ان سے نصرت ہو کر ایک دین کے لیے اپنے کسی دوست کے یہاں گئے جو شہر کے دس میل کے فاصلے پر تھے۔ میان آزاد کو کسی پریشانی ہوئے تھے۔ یہی کہ ایک دراب (فرانسیسی انصر) نے پیچھے سے ان کے شانے پر دو بار زور سے ہاتھ مارا۔ خیر ہو کر آزاد کھڑے ہوئے پیچھے ہٹ کر کھانا ایک خوش رو جوان فرانسیسی جنگی وردی پہنے ہوئے نظر آیا۔ آزاد کو اس نے اور آزاد نے اس کو بغور دیکھا اور جو لیدیان خشمین وہاں بیٹھے تھے انھوں نے بھی ان دونوں پر نظر ڈالی۔ آزاد یہ اس کے کیا معنی۔ مجھ سے آپ سے کبھی ٹی جان نہ پیاں اس طرح بے دھڑک دو بخت لگا لکسا۔ ۹۔

زاداب۔ دوست مجھے تم سے درد با تین کرنی ہیں۔

آزاد۔ آپ کو جو کچھ کہنا ہو فرمائیے۔

زاداب۔ پوشیدہ بات ہے۔

آزاد نے نہیں۔ پہلے آپ بلا نا مل نہائیں کہ اس دوسرے کے کیا معنی۔ پھر جو کچھ آپ کو مجھ سے کہنا ہو فرمائیے۔

زاداب۔ پوشیدہ بات ہے۔ آپ زرا باہر تک تکلیف کریں

آزاد۔ آپ کی دردی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فرانسیسی لشکر کے کوئی انصر ہیں۔ میں آپ کی اس جنگی (یونفانم) وردی کی عزت کرتا ہوں اور جس قوم کی فوج میں آپ ہیں اس کی بھی عزت کرتا ہوں لیکن آپ پہلے یہ بتائیں کہ باہر کو کچھ سے کیا کام ہے۔ چاہے یہ کہہ دیں آزاد اور زاداب باہر گئے۔ اس وقت کئی یورپین اور جبار زمین لیدیان اور خشمین اور شری امرا قہو بی رہے تھے کوئی با تین نہ تھا۔ کوئی اخبار پڑھنا تھا یا تبصرے کرنا۔ فرانسیسی انصر اس اجنبی غریب وطن مسافر سے جو شکل و صورت سے خشمین معلوم ہوتا ہے کیا کہیں گے۔ باہر کا حال سنئے کہ میان آزاد کی طرف اس نے ایک سنٹ تک غور سے دیکھا۔ اس کے بعد دو چھو کر سے نکال کر ایک آزاد کو دی اور کہا پانچ قدم متروا اور صاف صاف بتاؤ کہ میری بیماری کیلئے اس بات جیت کی تھی اور کیا باغ میں ہم ادھر اکیلے تھے۔ میان آزاد نے پھر اس کے ہاتھ سے لی اور پیسے بدل کر کہا۔ ہاں بیشک ایک جوان لیدی مجھے باغ میں ملی تھی مگر تمنا نہ تھی۔ اس کے ساتھ ایک خادمہ بھی تھی پھر اس سے مطلب۔ اگر وہ تمھاری مطہرہ ہو تو کو مبارک رہے۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ میری اسکی ملاقات سے تمھارا کسی قسم کا نقصان ہوا مجھے تو اس خاتون جبار و کا نام بھی اچھی طرح معلوم نہیں۔ زاداب نے اود کھانا تاؤ نہ تر سے آزاد کی طرف جھٹا۔ اور جبری بھوکے ہی کو تھا کہ آزاد نے خالی دی۔ اتنے میں ایک شخص چپکے چپکے سے آیا اور آزاد پر تلوار چلائی۔ تلوار چھپھلاتی ہوئی با تین شانے پر لگی۔ پلٹ کر آزاد نے جو ایک تلوار ہوا تھا لگایا تو وہ بزدل رنجی ہو کر تورا کے گر پڑا۔ آزاد نے سنبھلنے ہی کو تھے کہ زاداب الگا کام تمام کرنے کو بھر جھٹا۔ مگر آزاد نے پھر خالی دی اور کہا سنو۔ میرے امکان میں اس وقت ہر کہ میں ملک و مملکتوں

اپنے بچانے کے لیے زنجی کیا) بڑی غلطی کی۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس سے ہرگز نہیں کہا تھا کہ تم میری کمک کو آنا۔ مگر اس شخص نے مجھے ذلیل کیا۔ آزاد کو زنجی دیکھ کر قریب تھا کہ میں مہربانی جاہوں۔ یہ بات تو ہر گری کے خلاف ہے کہ دو آدمی ملکر ایک شخص کو قتل کریں۔ اگر میرا یہی فضا ہوتا تو میں چھری انھیں کہوں دیتا۔ اسی خیال سے کہ میان آزاد کو چوکیا سپاہی سمجھنے لگا جب انھوں نے مجھے گھسٹا تو میں چپ چاپ چلا آیا۔ حاصرین نے اس فسر کی بھی تعریف کی اور میان آزاد کو اس کی تقریر ایسی پسند آئی کہ گلے لگا لیا۔ گو دونوں انگلیں مڑے مگر شفا کا حسد کم نہیں ہوا۔ رقابت بھی کیا بری خبر ہے۔

دوسرے روز صبح کے وقت میان آزاد فرخ نہاد نے جنگی وردی بٹھکانی تمشیر خارا شکات کم سے لگائی اور پارسی سوداگر کے ایک طنانہ دو غا پند فرس سبک خیز رموار ہو کر حضرت محمد بابا دزیر جنگ کی شرف ملازمت کے لیے چلے۔ راہ میں انگلیکان ہتھی تھیں ہر فرد شہر میان آزاد پر نظر ڈالتا تھا جو دیکھتا تھا تھکتا تو صیغہ کرتا تھا۔

ایک۔ بھٹی کیا بگھر دو جوان ہے۔ خدا چشم زخم حوادث سے بچائے۔

دوسرا۔ آمین۔

تیسرا۔ گھوڑے پر کیا خوب سوار ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے بیج کا روٹی۔

چوتھا۔ کتنا فخر و جوان ہے۔ یہ تو کسی فوج کا کپتان معلوم ہوتا ہے۔

پانچواں۔ گھوڑا تو گھوڑا سو ابھی عجب سچ بیج کا ہے۔ چھٹا۔ اجی یہ دی تو ہیں۔ میان آزاد جنگا حال انجا

کر کچھ بھاری جوانی پر ہنسا تو یہ لکڑیاں آزاد تیرا بد لکڑی اسکی طرف جھپٹے اور کہاں کر کے چھری چھین لی۔ غل غلی آزاد کو مسک لیدیاں اور کہیں بھی باہر گئے تھے آزاد نے چھری چھین کر ایک انٹی دی تو انسر نہ کے بھل گرا۔ حاصرین نے آزاد کی بری تعریف کی اور جب انکو معلوم ہوا کہ یہ دو تھے اور آزاد بچا رہا لکڑیا تو ابھی تعریف کی۔ آزاد اس فسر کو گھسٹ کر روٹی میں لائے تو اکثر آدمیوں نے سچا نہ کہ روشفانا سے فرانسیسی ہے یہ فرانس کے لشکر کے تھنڈا فسر تھے اس وزیر شہری تعالٰی بندہ پر جان دیتے تھے یہ بھی مشہور تھا کہ تھنڈا کے والدین کی بھی بی بی کو خوش تھی کہ روشفانا کے ساتھ اسکی شادی ہو۔ مگر اسے کہنا تھا کہ اگر ایک عیسائی میں سے کسی اور کو پسند کیا تو روشفانا کے ساتھ شادی نہ کرو گی۔ ورنہ خبر۔ شامیں دن گذر گئے تھے مرت تین روز اور باقی تھے پھر زو اب بچا رہے کو بر معلوم ہوا ہو تھنڈا نے جواز دے کہ حسن جمال اور خط و خال پر نظر ڈالی اور سنا کہ ہندوستان سے خاص اس غرض کے لیے آیا ہے کہ جنگ روم میں شریک ہو تو ہزار جان سے عاشق ہو گئی۔ تھان لی قسم کھا بیٹھی کہ آزاد ہی کے ساتھ شادی کروں گی یا نا تھنڈا رہوں گی۔

آزاد نے حاصرین کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ حاشا میں تھنڈا کے عاشقوں میں نہیں۔ اسی کو بھی میں نے اس لیدری کو چند بار دیکھا تھا۔ مجھ کو اس فرانسیسی فسر سے بھی عداوت نہیں۔ گو انھوں نے میری جان لینے میں کوئی ذبحہ اٹھا نہیں کھا تھا مگر مجھ کو اسکا خیال نہیں۔ فرانسیسی فسر نے کہا مجھے اس وقت مرت یہ خیال ہے کہ اس میرے دوست ہے جسکے سبب سے میان آزاد زنجی ہوئے اور جسکو میان آزاد

الجو کب میں درج ہو۔  
 سا توان - سچ کہا۔ واقعی یہ وہی نوجوان ہو۔ خدا کرے  
 جنگ میں کامیاب ہو۔  
 آٹھوان - خدا کرے۔ خدا کرے۔  
 نوان - آمین۔ آمین۔

میان آزاد و زیر جنگ کے ایوان سپہر توان برہو بچے  
 جو خط ترکی کے کانسلیٹینہ مصر نے لکھ دیا تھا وہ انھوں نے  
 بھجھ دیا اور کما عرض کر دہ بھی حاضر ہو۔ حمید پاشا نے خط  
 پڑھا اور میان آزاد کو بلوایا۔ آزاد نے جا کر زمین دوز جو کے  
 آداب عرض کیا اور بعد آداب خاموش کھڑے رہے۔

حمید پاشا - (حمید) آپ ہی ہندوستان سے آئے ہیں  
 جہاں کانسلس نے بڑی تعریف کی ہے بیٹھے۔

آزاد - ہاں حضور فدوی ہی کا نام آزاد ہو۔  
 حمید - دینی جنس نے آپ کو اور بھی مشہور کر دیا ہو۔

آزاد - حضور میں نے وہ کیا جو ہر ایک انسان کو لازم ہو۔  
 حمید - صحیح ہے۔ مگر ہر ایک انسان نہیں ہے بعض آدمی

بہائم سے بدتر ہیں۔ آپ سچے بہرہ رزمین۔  
 آزاد - (آداب بجا لاکر) حضور کی نوازش۔

حمید - تو آپ یہاں کیا چاہتے ہیں۔ نوکری۔  
 آزاد - حضور میری ملی خواہش ہے کہ مجھے صیغہ جنگی کا کوئی

عہدہ ملے۔  
 حمید - تمھاری شکل و صورت اور طرز گفتگو سے پتا جاتا ہے

کہ تم ایک تربیت یافتہ اور ادبی لغز اور ذی حوصلہ نوجوان ہو  
 اور جہاں اور عالی خاندان جو جنگ کی کیفیت یہ ہم کو شہر یا کو تو

ہمیں شکست دیدی مگر اب رہسوں نے اشتہار جنگ دیا جو

اور یہ تو ہم پہلے ہی سے جانتے تھے۔ مگر جیسے سے معلوم تھا کہ  
 روسی ضرور شریکے۔ میں خود کرونگا کہ تمھارے لائق کون عہدہ  
 ہو۔ جنگی امور سے واقف ہو۔

آزاد - ہاں حضور۔ مگر کیا میں مطالعہ کی میں جنرل دائرہ زمین  
 عربی پڑھا تھا وہ مجھ کو جنگی علوم کے سارے پڑھاتے تھے۔

مضمونی جنگ میں کئی بار شریک ہو چکا ہوں یہ دائرہ شریک شریک  
 حمید پاشا نے شریک لیکر پڑھا اور کہا۔ کافی ہے ہم

آپ کو عہدہ دینگے۔ دو ایک روز میں آپ آمین۔ آزاد پھر بعد آداب  
 آداب بجالائے اور گیت باز قیام پر سوار ہو کر چلے۔ اس وقت آزاد

اتنا سے زیادہ خوش و خرم تھے۔ ہندوستان سے روانہ ہوئے  
 وقت آزاد کو اندیشہ تھا کہ بعد ادا شریک میں عہدہ نہ ملے مگر جنرل

دائرہ کے شریک اور ان کے حرن جمال اور ڈنڈیل اور سپاہیانہ  
 وضع نے حضرت وزیر جنگ کو تھ دل پر اپنی بسالت اور ادب و ہنرمندی

اور عالی خاندانی اور حجت اسلامی کا نقش ایسا منقش کر دیا کہ فوراً  
 عہدہ دینے کا اقرار کیا۔ آزاد شادان و فرحان فرد گاہ کی طرف

جانے لگے حسن اتفاق سے اٹنا سے راہ میں میان آزاد کیا دیکھنے  
 ہیں کہ ایک لیدی ہندو غائبہ کو گھٹ ڈھاتی آرہی ہے۔ پھر کہ

دیکھا۔ تو ٹیڈا۔ ٹیڈا۔ اگلوٹرا جو تیزی کے ساتھ نکلا تو میان  
 آزاد کے کیت تھنڈو نے بھی کونئی بدلی۔ اتنے میں ٹیڈا نے

گھوڑے کی باگ روک لی۔  
 ٹیڈا - مشر آزاد آپ کہاں تشریف لینگے تھے۔

آزاد - میں وزیر جنگ کے ہاں گیا تھا۔  
 ٹیڈا - تم جنگ کے بڑے شائق ہو۔ اور واقعی تمھاری

صورت ہی سے بسالت برسی ہے۔  
 آزاد - کل تو آپ کی بدلت ہماری جان ہی گئی تھی۔

میرے باپ کے بڑے دوست ہیں۔ وہ مجھے مثل اپنے عزیز کے سمجھتے ہیں تم سے مجھے کچھ کنا ہو۔ اس وقت چلکر غور سن لو۔ پھر تمہیں اختیار ہے جان جاؤ جاؤ۔

آزاد نے غوری دیر غور کر کے کہا۔ بسم اللہ آپ فرمائیے۔ میں غور سے سنتا ہوں۔ اور حتیٰ الوسع آپ کا حکم بجا لاؤں گا آپ بہ۔ بلغ فرمائیں۔ میڈا بولی راہ میں کتنا وضع کے خلاف ہو۔ ماری کی کوٹھی سانسے جو دہان چلو۔ تو کون۔ اتنے میں دنوں گھوڑے آس سوداگر کی کوٹھی پر داخل ہوئے میڈا اور آزاد کمرے میں جا کر بیٹھے۔

آزاد۔ اب فرمائیے۔

میڈا۔ تمھاری شادی تو کمین ہوئی نہیں ہے۔

آزاد۔ جی نہیں۔

میڈا۔ پیارے آزاد میرا دل تم پر آیا ہے اور گو وضع کے خلاف ہو کہ تم سے ہاتھ صاف کون۔ مگر دل قابو میں نہیں رہا میں چاہتی ہوں تمھارے ساتھ میری شادی ہو۔ میں وہ ہوں جس پر فرانس درٹری کے نوجوان میرزا دون کی جان جاتی ہے میں وہ ہوں جس کے عشق میں روشناسا افسر فرانس چھ مہینے سے رہا فردکش ہے۔ میں وہ ہوں جس کے چاہے زخم دہان میں ایک بڑے مغز اور نوجوان پاشا کا دل ڈوان ڈول ہے۔ مگر میں تم پر جان دیتی ہوں۔

آزاد۔ مجھے افسوس ہے کہ۔

میڈا۔ اُٹ۔ اُٹ۔ اُٹ۔ افسوس کے لفظ کے ساتھ تم نے انہی گفتگو کیوں شروع کی۔ یہ لفظ تو رسوقت میں سننا بھی نہیں چاہتی تھی۔

آزاد۔ ابھی تو مجھے جنگ درپیش ہے۔

میڈا۔ ہم سن چکے ہیں۔

آزاد۔ اب آپ سے بات کرتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے۔

میڈا۔ (مسکرا کر) درست۔

آزاد۔ خدا کی قسم خوف معلوم ہوتا ہے۔

میڈا۔ آزاد تمھارا سا خوب رو در درجہ جوان بننے آج تک نہیں دیکھا۔

آزاد۔ (خاموش)۔

میڈا۔ مجھے صاف کیجیے گا کہ یہ کلہ میری زبان سے بے ساختہ نکلا۔ مگر میں کیا کروں۔ مجبور ہوں۔

آزاد۔ میں آپ کی عنایت کا کمال مشکور ہوں۔

میڈا۔ دربر جنگ سے کیا باتیں ہوئیں۔

آزاد۔ دیکھا کہ جنگ کی کارروائی سے کچھ واقف ہو۔ میں نے کہا کہی باغیچہ جنگوں میں شریک ہوا جبریل اسٹرکامینٹ دکھایا فرمایا تمھاری صورت سے عالی خاندانی اور بات تمھارے ظاہر پر ہم ملو کوئی عمدہ فرد دردیگے۔ دو ایک روز میں آؤ۔ میڈا۔ آزاد۔ تمہیں جو دیکھیں گا فوراً کہ تمھیں گا کہ یہ کوئی شہزادہ ہے۔

آزاد۔ (مسکرا کر) واہ۔

میڈا۔ اسی عورت پر مامرد۔

آزاد۔ دیکھیں دربر جنگ میں کون عمدہ دیتا ہے۔

میڈا۔ انے آزاد سے کہا ہوا کہ میں یقین ہے کہ محمد پاشا تمہیں کوئی جنگی عمدہ دین اور اگر وہ دینگے بھی تو۔

آزاد نے پوچھا کیا آپ کو وہ جانتے ہیں۔ میڈا۔ انے ہنس کر کہا کہنے سادے ہو۔ بھلا ہاں کوئی بھی ایسا ہے جو ہمیں جانتا ہو۔

فرانس کے سے لوگ ہمارے دیکھنے کے لیے آئے ہیں۔ محمد پاشا



میان آزاد اب اس فریجی کی کوٹھی میں بیٹے اس خوشامدل کو دیکھا تو ہزار جان سے عاشق ہو گئی۔ سچ کہتی ہوں ایسا جوان خوش دیکھا نہ سنا۔ چھوٹوں گھوڑا کرے۔ اور سیری نہ دو بار اس گھنڈا کے ساتھ گلگشت چمن اور تاشاے نسرین دسترن میں مصروف رہی۔ تیسرے روز کسی نے درشتا سے جا کے جڑی۔ وہ الگ چھوٹا ہو کر کوٹھی گیا اور میان آزاد سے ڈویل لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ چھری لیکر جاتا تھا کہ بھونک دے مگر آزاد نے چھری چھین لی۔ خیر چوٹے روز میان آزاد سابیاناہ وضع بنائے گھوڑے پر سوار وزیر جنگ کے ہاں سے آئے تھے اساتے راہ میں مجھے ملے۔ ہاسے بہن۔ اُس وقت کا جو بن دستم ہی دھاتا تھا۔ میں تویں جیسے دیوانی ہو گئی۔ اسد رجہ عشق نے زور کیا کہ کوٹھی میں جا کر میں نے اپنی آرزو سے دی صان صان بیان کر دی۔

بھجولی۔ (وہ) کیا کیا اور تم سے کہا کمزور کیا۔

مئیڈا۔ میں نے کہا آزاد ہم پر عاشق ہیں ایسا پر زراد سچ دمچ کا جو ان بنے آجک نہیں دیکھا۔

۵۔ پھر۔

مئیڈا۔ بس وہ مٹائے گئے۔

۵۔ این باقت۔ تو بہ۔

مئیڈا چھوٹ پھوٹ کر روئی اور بولی کہ تو مئیڈا جو اُسکو اسکا فرہ نہ چکھاؤں۔ چاہے جو آزاد سے بد فرور ہو گئی۔ یا جان دو گئی۔ تم خوب جانتی ہو بہن کہ وہ شغافتنے دن سے یہاں درو کش ہر اور کن کن امیر زادوں اور شریفوں کے پیغام آئے۔ کیسے کیسے خوش، دوجی، افسر اور نوجوان رئیس جان دیتے ہیں مگر میں نظر اٹھا کر بھی ان کی طرف نہیں دیکھتی۔ آزاد نے واضحی ایسی ہی صورت زیا پائی ہر کسیر دل ساتھ سے جاتا رہا۔

مئیڈا۔ خوب یاد رکھو کہ گود زیر جنگ کی ملاقات سے تم خوش آنے لگے۔

میان آزاد نے بڑی بجا جت اور منت اور ساجت سے عرض کی کہ آپ میرے عہدہ پانے میں خلل انداز نہ ہوں۔ واسطے خدا کے معاف فرمائیے۔ بڑی دیر تک سمجھا گیا۔ اور کہا کہ آپ خود ہی اپنے لیسن سوچیں کہ آپ کی مٹھنی جوانی اور رخ نورانی صورت زیبا اور داسے دلربا کی ملک فرانس تک عہد ہو۔ اور خدا کو یاد کر کے کہتا ہوں۔ کہ مجھے آپ کی ایسا یک چہب بھالی ہے۔ ایک ایک ادا دل میں چپ گئی ہے مگر افسوس صد افسوس کہ میں مجبور ہوں در نہ اگر آپ کی مرضی کے موافق کام کر دوں تو مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں۔ اس غارتوں میں ہر پری بکرنے کیا یاد رکھو۔ بہت بچاؤ گے۔ بہت بچتاؤ گے۔ خوب یاد رکھو بہت بچتاؤ گے۔

یہ لکھ کر مئیڈا البتہ حسرت دہان سے ایک بھجولی کے ہان گئی اور کہا کہ بہن غور اساز ہر کسی سے منگو آؤ۔ تو آدم زبست تمھاری منہوں رہوں۔ وہ چونک کر بولی کہ یہ زہر کیا ہو گا۔ مئیڈا۔ انے کہا کھاؤ گئی۔ اُسکی بھجولی نے غور سے اسے نظر ڈالی اور پوچھا خبر کیسی ہو گی بائیں کئی ہو بہن۔ مئیڈا۔ بے اختیار زار زار روئے گی۔ اُسکی بھجولی نے کہا آخر ہا جو کیا ہو کچھ بیان تو کر دو۔

کسی قسم رسیدہ ہو کسی ستائی ہو  
کچھ معلوم تو ہو۔ مئیڈا۔ اُسے اُسو پوچھ کر کمال لال بول رہا ہیں آج بننے وہ جیالی کی ہے کہ ہمارا ہی دل جاتا ہے اور اس درجہ ناکامی حاصل ہوئی کہ اسکرے سا تو بن دشمن کو بھی نصیب ہو یہاں ہندوستان سے ایک جوان طائر ملتا ہے جس میں

انسوس انسوس -

و۔ بے سمجھ ہو مجھے -

میں (۱)۔ اب تو جان پرین آئی ہے -

و۔ جلدی نہ کرو۔ کل ہم اور تم ملکر مشو۔ ہر مین اگر مان جائے تو کیون مہیبت میں مبتلا ہو۔ ع -

اگر تھے جو مرے تو ہر کیون دے

ذیر جنگ سے ملاقات کر چکے ہیں۔ اپنی طرف سے بدی نہ کرنا چاہیے ورنہ مجبور ہی ہے -

میں (۱)۔ ہاں۔ اور انھوں نے وعدہ بھی کیا ہے کہ کوئی جنگی عہدہ دینگے -

جب جو طرفہ تاریکی چھائی تو ایک بیش بہا برقع اور ہکر ایک عورت ذیر جنگ کے پاس آئی۔ آدمیوں سے کہا -

اطلاع دو کہ ایک برقع پوش لیڈی آئی ہے۔ جمید پاشا نے کہا آئے دو۔ لیڈی کمرے کے اندر گئی۔ ذیر جنگ نے جو دیکھا

کہ ایک کشتہ قامت نازنین لباس فاخرہ زیب تن کیے ہوئے چہان چہان شریف لاتی ہیں تو سر و قہار عظیم کی اور کسا

تشریف رکھے۔ لیڈی بعد نازک سری پر تمکین ہوئی -

ذیر - فرمائیے -

برقع - ہندوستان سے کوئی شخص آزاد نامے آیا ہے -

ذیر - ہاں یاد آیا۔ بیشک آیا ہے۔ بڑا جدید اور نوی شکل اور

حسین اور اولوالعزم اور لائق آدمی ہے -

برقع - وہ یہاں کس غرض سے آیا ہے بھلا -

ذیر - حمیت اسلام آسکو کشان کشان لائی ہے - وہ شہر

جنگ جونا جھانجا ہے -

برقع - آپ آسکو نوجی عہدہ دینگے -

ذیر - ضرور بالفور اور بہت جلد -

برقع - میں ہی کہنے آئی ہوں کہ آسکو عہدہ نہ ملے -

ذیر جنگ تنہا کر ما خدایہ برقع پوش کون ہر آدمیوں کی ہے کہ میان آزاد کو کوئی عہدہ نہ ملے - سمجھے کہ دال میں کچھ کالا

ضرور ہے کہ کما کہ لیڈی کھاری وضع اور بول جال اور پریشان ہے

صاف ترشح ہے کہ تم ایک مغز اور عالی خاندان لیڈی ہو۔ مگر

پوشیدہ طرز پر نہیں سمجھ سے ملاقات کیوں کی - اور آزاد کے خلاف

کیوں ہو - اگر وہ مسلمان نہیں ہر آدمیوں کی طرف سے سازش

کر کے آیا ہے تو صاف صاف بتا دو۔ لیڈی نے کہا - شیخص خاص

یوروپین ہے۔ دارسا کا رہنے والا۔ اسکا باپ سوداگر تھا۔ اس

اسکے کارخانے میں آپ لگ گئی اور لاکھوں روپے کا مال حاصل

خاک سیاہ ہو گیا۔ اس شخص کو گورنمنٹ دوس سے ہندوستان

بھیجا وہاں پانچ سال تک بعد ازاں ایران میں میں برس

فارسی سیکھی۔ عرب میں بھی کئی سال قیام کیا۔ فیخرج خوب ہوتا

اور عالم آدمی جو میں نے تحقیق خبر پائی ہے کہ بھلا ان آدمیوں کے

جنگ گورنمنٹ روس کے اسلحے بھیجا ہے کہ سلطنت روس کے حالات

وریا فت کر کے لکھ سچیں انہیں یہ بھی ایک ہیں۔ یہ شخص قابل

نہیں کہ ایک دم آزادی کے ساتھ رہنے پائے۔ ذیر جنگ بڑے

استقلال کے ساتھ ساری داستان چوٹی نے اس وقت

گر بھی غلطی سننے ہے۔ گروہ ری لیڈی حسن و جمال کے علاوہ

نقرہ بازی اور افرایہ بازی میں بھی اپنی آپ نظر تھی۔ کل

کارروائی جنگیوں میں بھگتا دی و ذیر جنگ نے کمال استقلال

کہا کہ آپ ایک جوان اور مغز لیڈی معلوم ہوئی ہیں۔ میں

یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ غلط نہیں ہیں مگر جو کہ یہ ہو سکتا ہے

لہذا استدعا کہنا ضرور ہے کہ جنگ کسی اور مغز آدمی کی زبانی

اس خبر کی صداقت نہ ہو چکے تھے مگر یقین نہیں آسکتا کہ آزاد  
اس فحاش کا آدمی ہو۔ یہ سن کر میٹھا، کٹھری بولگی اور قہقہہ لگا کر  
برقع کو رخ نور سے اٹھ دیا۔

وزیر۔ میٹھا۔

میٹھا۔ اب یقین آیا یا نہیں۔

وزیر۔ وہ دوسری فرسکش کہاں ہے۔

میٹھا۔ ہر خراج بھائی کی کوٹھی میں۔

وزیر۔ اچھا۔ اب تم جاؤ میں تمھارا مشکور ہوا۔ تمھارے

باب سے مجھ سے بڑی دوستی ہے۔ یہ داستان تم سے کس نے

بیان کی۔

میٹھا۔ جس شخص نے مجھ سے کسی وہ آزاد کا راز دان ہے۔

نام نہ بتاؤ گی۔

وزیر۔ استغدر تشفی دید و کہ وہ شخص معتبر ہے۔

میٹھا۔ نہایت معتبر۔

وزیر۔ تمھارا ذمہ۔

میٹھا۔ بیشک۔

میٹھا۔ وزیر خجک کو بیڑ بھا کر نصرت ہوئیں۔ دل میں

سوچتی جاتی تھی کہ اب میں نے پناہ لے لیا۔ کہہ دیا۔ جفا دیا

کہ بہت بچنا تو گئے۔ سمجھا دیا کہ ماؤ در نہ بچنا تو گئے پکارا کہ

اطلاخ دی کہ دیکھ بچنا تو گئے بہت بچنا تو گئے مگر وہ

نہ مانے تو ہم کیا کریں۔

شیرانی کی شرارت کی گھات

اور

دو بوڑھوں کی ملاقات

سن آریا میں نے میری اولم دیا نہ ذری اس سے کہ چھوڑے

بلا لا۔ یا بیان ماننے کی حاجت نہیں۔ کہو کہ سراب میں جائے

دیکھے کہ وہ بوڑھا آدمی ہی یا چلا گیا۔ میری نے پردے کے پاس

سے آواز دی۔ شیرانی۔ شیرانی۔ مگر کیا ہوا۔ اسے شیرانی

دربان نے پوچھا۔ کسکو پکار رہی ہو میری۔ کہا۔ عیشا کے

لڑکے کو۔ دربان نے نور سے پکارا۔ شیرانی۔ ابے او شیرانی

چل جلدی میری پردے کے پاس کٹھری غل بجا۔ بی بی شیرانی

دوڑتا ہوا آیا۔ کہنے حاضر ہوں میری بہت ہی بھلا میں جلاتے

چلاتے مارے گلا بھٹ گیا۔ سنتا ہی نہیں کھیل کود کے پیچھے

دوانہ مونا ہی ہوا۔

شیرانی۔ سدرش، آپ تو نافی بن نافی مگر کتنی ہن بھیلنا

تھا میں تو ذری بانی بیٹے گیا تھا۔

م۔ جل بہت باقین نہ بنا۔ سن۔

ش۔ (قریب جا کر) کہئے۔

م۔ اس سراب میں جا کے دیکھ وہ بوڑھے آدمی ہیں۔

یا جلد ہے۔

ش۔ اچھا۔

م۔ کتنے کی چال جانا۔ بی کی چال آنا۔

ش۔ اچھا بھی ہو جانا داخل ہوں۔

شیرانی۔ چلے۔ راہ میں تو بڑے لارے چلے تو حضرت

کو شوق جزا یا کہ بھلا میری بھیلن۔ بڑی اور بھستی کے پیر میں

تیاں آلا رہے ہیں جت پٹ کی فکر ہے۔ ایک ٹھٹھے میں شیرانی

نے کوئی ڈیرہ بیٹے کی کوڑیاں جتیں۔ مگر لالچ کا بڑا ہو۔ طع

میں جوئے تو جم گئے۔ کوئی ڈھانی دھری کی کوڑیاں دھڑ دھڑ

اور نظر آئیں۔ سوچے کہ یہ بھی ہو بھلو۔ کہان کا جھگڑا۔

مگر دم کے دم میں ڈیرہ بیسا دہارے۔ اور بارہ کوڑیاں

گھر سے گئیں۔ ع۔

✓ طمع راسخہ حرف سٹ و سر سہ نہی

دہان سے اُداس ہو کر گئے۔ راہ میں بندر کا تماشہ ہو رہا تھا۔  
میان شہرانی جا چکے۔ ایشیا سنگھ کے سر پر ٹوپی آئی اور شہرانی  
بوسے (چھین) کبھی بندر یا کو دور سے چھیڑا۔ کبھی کبڑے پر ٹھیکلا  
مارا تیر تاشا دیکھ کر اُدوس بارہ قدیم گئے ہوئے کہ مداری بے  
بڑے بڑے کھیل اُدبڑے بڑے تماشے۔ کبھی کوئی لوند آواز آئے  
اُدھر۔ اُدھر اُدھر دیکھ کر میان شہرانی کو پسند کیا آو جوان  
تم کیدان معلوم ہوتے ہو۔

مداری (مدرا) آدمی ہو کہ جنور۔

شش۔ آدمی۔

مدا۔ سور کہ شیر۔

شش۔ ہم شیر نم سیر۔

اسپر تھمہ پڑا۔

مدا۔ گدھا کہ گدھی۔

شش۔ گدھا۔

اسپر ایک اُد فرماشی تھمہ پڑا۔ اُد میان شیرانی  
کسی قدر جھپٹے۔

مدا۔ آلو کہ بیل۔

شش۔ تم آو۔ تمھارے باپ بیل۔ اور تمھارے دادا  
کھینکے ناؤ۔

اسپر تماشائی ہنس نہی۔

ایک۔ لوند اُبڑا تیز بڑ۔

دوسرا۔ یہ مداری کے بھی چا نکلے۔

سیر۔ اسی ایسے ایسے مداری انھوں نے چنگے کیے ہیں۔

چوٹھا۔ بھائی ان لوگوں کے سلطان بھی پناہ مانگی۔

تھوڑی دیر کے بعد میان شہرانی بہان سے بھی روانہ ہو

ایک رئیس کے ہاں سیر سانپ کے تماشے دکھا رہا تھا۔

میان شہرانی بھی ڈٹ گئے۔ سپرانی بی بی بھیرن کا رنگ

دکھا تھا۔ اتنے میں رئیس نے کہا کہ بھلا تب جانیں کہ کسی

سر سے سانپ نکالو۔ سپرے نے کہا کہ جو زنتر میں سب کدرت

(قدرت) ہر گل کوئی اُدھ سیرا تم تو پیٹ بھر کھانے کو دے

لے چکے بدن سے کہنے سانپ نکالوں۔ اور ابھی ابھی۔

اُدھر اُدھر دیکھا تو لوندے لوندے سر ہو گئے کہ دھڑے نہ جان

میان شہرانی تو پرلے سر کے شر پر کئے ڈٹے کھڑے رہے

بلکہ اور بھی اکر گئے۔

سپیرا۔ داہ جوان بس تم ہی ایک بہادر ہو۔

شش۔ اور ہمارے باپ ہم سے بڑھ کر اور ہم اپنے باب

سے بڑھ کر۔

سپیرا۔ میان بیٹھ تو جاؤ۔

میان شہرانی بے جھجک میں میں بیٹھ گئے سپرے نے کہا

جو راسکے سر سے سانپ نکلتا ہے۔ دیکھتے جائے۔ دیکھتے جائے

حاضرین کی اسی طوت نظر تھی۔ دو چار منٹ تک سپرے نے بھڑ

موٹ کوئی منتر پڑھا اور دد سے میان شہرانی کی کھو بڑی برعب

جھا کر کہا یہ لیجیے سانپ داہ داہ کا دگر برس گیا۔ شہرانی نے کہا

داہ تمھاری تو اتنی تدلیف ہوئی۔ اور بہان وہ دھول بڑی کہ

کھو بڑی بھٹا گئی۔ رئیس نے سپرے کو بالچ روپے انعام دے

کہا اس لوندے کو بھی چار آنے پیسے دے دو۔ میان شہرانی نے

چار آنے پائے تو جانے میں بھولے نہ سمائے۔ جانے ہی کو پیسے

دے سے پیسے کے کچا اُدھیلے کے ہی بڑے دھیلے کی ڈٹھکی لیا

پیسے کے کچا اُدھیلے کے ہی بڑے دھیلے کی ڈٹھکی لیا

حسن - وہ شعر ہمیں نہیں بھولتا -

چنے کو چین بنائیں گے ہم  
اگل کھائیں گے گل کھلائیں گے ہم

پسپہر - جب تک میٹھا میان آزادی کی تعریف کرتا رہا -

حسن - کیا جانے کون تھا - مہری ذری تم بھرتو پوچھو کہ شہر  
میں مین یا کہیں باہر چلے گئے -

مہری نے جاکے پھر شہرانی سے پوچھا کہ شہر میں مین یا باہر  
چلے گئے - دروغ گورا حافظ بنا شد - اکی میان شہرانی نے کہا  
نہیں چلے نہیں گئے - مین شہر مین مڈا کسو اور سراسے مین  
اٹھ گئے -

م - کیوں رہے جھوٹے تو کوکتا تھا کہ ریل پر چلے گئے اور اب  
کتنا ہر کہ اس سراسے سے دوسری سراسے میں اٹھ گئے -

حسن - مین نے -

م - جل جھوٹے تو کیا دانیس -

حسن - ابائی قسم کتا تھا -

م - چل بہت بُرہ ٹرہ کر مین نہ بنا - نو انکھرام -

حسن - اچھا آپ کسو اور کو بھیج کے دھوا لیں -

م - چل در بو - ہوا جھوٹا -

میان شہرانی تھے تو کا مین مگر غیا کھا گئے مہری نے جا کر

حسن آرا بگم سے کد ماہر کا روہ مٹا شے دلا چھو کر لیا دیا نہیں

پہلے لماریل پرسوار ہو گئے سب کتا ہی اس جگہ سے کسی اور

سراسے کو گئے مین اول جھل کتا ہی جگہ اس کا اعتبار نہیں

انے مین دھو مین نے کہا حضور وہ لونڈا شہرانی - وہ تو سانچا

کے پاس میٹھا ہو اکیل ہاتھا مہری نے کہا بیجی نے اعلیٰ نے

اس کھنڈرے کو ہان بکھا تھا - مین جا کے کسی اور کو بھیج دینی ہو

اور چکھتے ہوئے چلے سپیل پر خوب تن کے پانی پیا اور کیے پر  
جا کر کوثریان کھینے لگے دو پیسے کی کوثریان ہارے - دکان سے  
اٹھے - حلوئی کی دکان پر آئے ایک آنہ کی پوریان کھائیں  
کنوین پر پانی پیا - اور دوڑھی پر پی مہری کو آواز دی -

حسن - بی مہری - اجمی بی مہری -

م - آئے کنوین -

حسن - وہ تو چلے گئے -

م - ارے ابک کے کب -

حسن - کل شام کو -

م - بھلا کچھ معلوم ہر کہاں گئے -

حسن - ریل پر سوار ہو کر کہیں چلے گئے -

م - کوئی ہر پا کوئی بھی نہیں -

حسن - کوئی بھی نہیں سب چلے بے -

مہری کے ہر ایک سوال کا میان شہرانی نے بھرتی کے ساتھ

جواب دیا ذرا ناؤٹ نہیں معلوم ہوتی تھی جو پوچھا ترشے

اس کا جواب دیا - کب گئے؟ - شام کو - کہاں گئے؟ - ریل کہیں

گئے - شامش واہ میان شہرانی واہ - کیوں نہو - مہری نے

حسن آرا بگم سے کہا حضور وہ تو سراسے مین نہیں مین -

حسن آزادا دھک سے رہ گئی - ہر ہر - دیر کی نہ ہم نے بس

جلدیے وہ - مسافر تو تھے ہی -

حسن - شہرانی کو بھیجا تھا کہ کچھ مین بڑھے مین یا نہیں -

کتنا ہر وہ شام کو چلے گئے -

پسپہر - اجمی ہر مجا ہوا -

حسن - میان آزادا دھک سے کچھ بتا لگتا -

پسپہر - ضرور -

یہ مو اکیل کو دے پیچھے دو انہ ہور ہا۔ کیا جانے کمان جا  
بیٹھ رہا اب باتیں بناتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد میری نے کہا حضور کی سرکار کا وہ بڑا  
غناہ زاد کیا جس نے آرائے کہا بس اب بات بگنی۔ حسین بخش کو  
بھیج دینگے۔

ناظرین کو یاد ہو گا کہ ایک بوڑھا آدمی بڑی ملیم کے ہاں کا  
خانہ زاد مجھے برا سوت سوار تھا جب میان آزاد نے  
حسن آرا بیگم کو دکھا تھا اور ہانڈ کیا تھا کہ ڈوب گئے۔ یہ شخص  
رحمت لیکر اپنے گھر گیا تھا اب ہاں سے واپس آیا حسن آرا بیگم  
نے بھد حسرت پر مرد سے اپنی حالت زار بیان کی۔

حسن۔ میں سخت مصیبت میں مبتلا ہوں۔ محمد عسکری بے طور  
پیچھے چڑھو۔ آج انہ بھی اسکی تعریف کرتی ہیں جہاں انسا ہو گی  
بھی اسکا جنبہ ہے۔ مگر بھر ایک طرف ہے۔ اور میں جو قول باری  
ہوں وہ تم خوب جانتے ہو۔ اب میں کروں تو کیا کروں۔ میان

آزاد کا کوئی خط نہیں آیا۔ مگر ایک اخبار کے ذریعہ سے ان کی  
خیر و عافیت معلوم ہو گئی۔ وہ بیچارے ڈوبتے ڈوبتے بچے۔ اس

کاڑھے وقت اندر نے انکی جان بچائی۔ جس جہاز پر سوار تھے وہ  
ڈوب گیا۔ مگر آزاد بچ گئے۔ لکھا ہے کہ بڑا سخت طوفان آیا تھا۔

پانی بلبلوں پھلتا تھا اور مو اسنے وہ زربانہ صاف تھا کہ الامان۔  
چھوٹی چھوٹی شیشیاں جو ساتھ میں ہنیں اس پر میان آزاد اور کوئی

بچاس ساتھ آدمی کو بڑے میان اندر کی جرات اور ہمدھی کی بڑی  
تعریف کی کہ بہت سے بند گاں خدا کی جان بچائی۔ ایک انگریز

کشتی سے سمندر میں گر پڑا آزاد بڑی جان مردی سے کودے اور اسکو  
اُڑوٹے سے بچا لیا۔ مگر کشتی جواکے پھیرے سے دوڑ لگتی۔ پھر

انکو پیرا پیرا۔ یہ سمندر میں لوگ کیونکر سیرتے ہیں خیر اندر نے اسکی

جوانی پر رحم کیا۔

طراح۔ ایک اجنا میں بھی لایا ہوں۔ اس میں بھی میان آزاد کی  
تعریف چھپی ہے۔

سپہر۔ لاؤ لاؤ پر صہن۔  
طراح نے اخبار دیا۔ سپہر آرائے پڑھ کر بہن کو سنایا۔

میان آزاد فرخ نہاد

شبابش آزاد۔ شبابش۔ مر جہا۔ مر جہا۔

حاکم اندر عن شر الزا اب	جراک اندر نے الدارین خبرا
-------------------------	---------------------------

میان آزاد ایک باحیث مسلمان تاج اس نظر سے ہم گئے ہیں  
کہ شریک جنگ ہوں۔ روس اور روم میں عنقریب چھڑا جاتی ہے  
سرو ماروس جی کی سازش اور انھوں سے سرسراہل آیا تھا اس  
خود جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ میان آزاد بڑی جرات اور جوانمردی سے  
جان بکشت گئے ہیں کہ ترکوں کا ہاتھ تھامیں۔ ع۔

ابن کاراز تواید و مردان خمین گنشد
-----------------------------------

یہ ایک حسین اور جری اور تربیت یافتہ جوان ہیں۔ سنا  
کہ کسی بری دوش خانوں پر انکا دل آیا۔ انکو اسکے ساتھ شادی  
کر نیک شوق چڑایا۔ کچھ دن بعد بیگم بھیجی کہ اگر روم جاؤ اور  
میدان کارزار میں تیغ لیاقت کے جوہر دکھاؤ اور سرخرو آؤ  
تو نکاح ہو سنہنی خوشی بیاہ ہو۔ مد نہ خیر آزاد اس حکم کو جو بچہ  
سدھارے اسے راہ میں جہاز پر کار نکمایاں کیا۔ ساتھ ستر  
آرمیوں کو بل کے بچے سے رہا کیا۔ اپنی جان کا ذرا خیال نہیں  
آیا۔ ع۔

آفرین باد برین ہمت مردانہ تو
------------------------------

اُس خانوں پاک نظر پر ہی پسک کی بھی ہم تعریف کرینگے جس نے

بمقتضای حجت اسلام شادی کا دار و مدار بیخ روم ہی پر رکھا  
خدا کرے میان آزاد و مع الخیر روم پہنچیں۔ اور سفر کی رحمت  
سے مصلحتوں رہیں۔ ۷۵

کرده غم سفر مطعّب خدا یار تو باد  
همت اهل نظر قافله سالار تو باد

آمین ثم آمین۔ خدا کرے ہم جلد حسین کو میان آزاد بخیریت  
داخل منزل مقصود ہو۔ ۵

بہ سفر رفتنت مبارک باد | | بہ سلامت روی و باز آئی  
 حسن آرا کا چہرہ گلنار ہو گیا۔

سپر۔ بوجہ جان ایک ازاد تو برائی کے میان آزاد  
مشہور ہو گئے۔

حسن۔ جب ہم انکو اپنی آنکھوں دیکھیں تب البتہ بات ہو۔

سیر مرد - انشائے عمدہ -

پسہر۔ امدودہ دن بھی جلد دکھائی گئے۔

خسن۔ دودن ہوئے ہم جمعہ کے سے دریا کی سر پر مکر رہے  
 تھے ایک ناؤ اُن کے یہاں برٹھ کر دی۔ دو چار آدمی ناؤ سے اترے  
 ایک بوڑھا آدمی زین پوش بھا کر پیر کے سایہ میں قہقہے لگے  
 باتیں کرنے کرنے ایک آدمی سے اُنے کہا کہ ایک شرعنا میں  
 سنان آزارا بکشتہ عین اُنکا کلام ہے۔ آزاد کلام جو ستائو میں  
 چونک ٹری۔ اتنے میں اُس نے بر شعر فرمایا۔

سینے کو چمن بنا دینے ہم  
گل کھا دینے گل کھا دینے ہم

میں نے سپہ آرا کو بلا کر کہا کہ دیکھو وہ بڑے صالحی جو درخت  
کے سایہ میں بیٹھے حق بی رہے ہیں انھوں نے ابھی ابھی آزاد کا

نام لیا اور ایک شعر بھی پڑھا۔ پہلے تو انھوں نے کہا جی تم تو  
جو تک جو تک پڑتی ہو۔ مگر جب پڑھے نے پھر وہی شعر پڑھا اور کہا  
آؤ کا کلام حق انکو یقین آئے

سینے کو جمن بنا بیٹھے ہم | گل کھا بیٹھے گل کھا بیٹھے ہم  
سیر مرد۔ پھر وہ آدمی کہاں گیا۔ اس سے تو لونگا بن۔

حسن آرائے کہا بڑی دیر تک آزاد کی تعریف کرتا رہا۔ اور کہا کہ کسی حکم نے اس شرط پر آزاد کو روم بھیجا جس کہ اگر وہاں سے سرخرو

آئے تو شادی کروائی وہ سرزمین کے ہیں شہرانی کو بھیجا تھا وہ کہیں  
نہیں یہاں جھوٹ موٹ ان کو کہہ دیا کہ چلے گئے۔ تم ضرور جاؤ

پیر مرد نے بوجھا شیرانی کون۔ حسن آرائے کماستے کا ٹرکا بجی پیر مرد  
نے اسی وقت شیرانی کو بلوایا۔ مہری نے کہا شیرانی اٹو دو مہرا

دکھادو۔ اب بیتان شہزادی جاکر اس کے خدا ہی خیر کے لئے بیٹے سے  
دل میں جو رکھا کہ مرگ جانکی نوبت تو آئی ہی نہیں ایسا نہ ہو

کہیں، ابھی مکے ہی ہوں اور مجھ پر بے بھاد کی پٹریے لگیں رہے  
دانتوں کا اچھا چلیے سر مرد آگے آگے میان شہر لائی سمجھے چمچے

جانے ہی کو تھے کہ اتنے میں عمری نے شہزادی کو اشارے سے بلالیا۔ اور کہا شہزادی اگر ڈھونڈھ نکالو تو ایک رویہ دلو اور دل

ملک صاحب سے جاگے کمون اور ٹرٹر کے روپیہ لاؤن شائیں مہیا  
ساتھ ساتھ جادو سرائیکو دکھادے شیرانی نے جو روپے کانٹہ سنا

تو کھل گئے۔ بت اچھا بھی ابھی بنا لگا تا ہوں مگر بی جہری کہہ کر  
مکڑہ جانا۔ پیر مرد کو بیکار حضرت چلے۔ راہ میں ایک لٹنڈے کی

کوٹری پر دھبہ جمائی۔ ترے اور اگے بڑھے تو ایک دیوے پر  
کسی ڈھیلے پھینکے۔ اور دو قدم گئے ایک بوڑھی ماما سے کہانی

سلام وہ گایان دینے لگی۔ مگر آپ خوب کھلکھلائے۔ اور کہی بار  
غل مجا کر کہا۔ تائی سلام۔ تائی سلام۔ سلام نامانی سلام۔ بخوشی میری

---

میسون مسافر آتے جاتے رہتے ہیں بھٹیاری نے اٹھ کر پوچھا  
کیا ٹیکے گا۔ آئے آئے۔

پیر مرد۔ یہاں کوئی بوڑھے آدمی برسوں ٹکے تھے۔

شش۔ اجی آپ چلیے یہ کیا جاہلین۔

پیر مرد۔ ٹھہر۔

بھٹیاری۔ بیان تو کوئی نہیں ٹکے تھے۔

شش۔ اجی آپ چلیں تو۔

بھٹیاری۔ اے ٹھہر جا چھو کرے۔ بات تو کرنے دے۔

مان کے پیٹ میں کیونکر رہا تھا تو بیٹنے۔

شش۔ اے اے اے اے اے۔

پیر مرد۔ تو بڑا جھوٹا ہے۔

شش۔ آپ ساتھ چلے تو آئیں۔

پیر مرد شہزادی کے ساتھ چلے۔ شہزادی سوچا کہ اگر وہ نہ ملے تو

ایک چہرہ شاہی ہاتھ سے جائیگا۔ ابکی اسی سرزمین لے چلے

جہاں وہ لوگ فروکش تھے۔

پیر مرد۔ اب کہاں لے جلتے ہو۔

شش۔ جہنم میں۔

پیر مرد۔ بڑا بدتمیز ہے بے تو۔

شش۔ آپ چلے تو آئے۔

ٹھوڑی دیر میں داخل ہوئے۔

شش۔ وہ دیکھتے بڑے میان مائل رہے ہیں۔

پیر مرد۔ یہی میں نہ۔

شش۔ مان مان۔

پیر مرد۔ بھلا ادا دے۔

شش۔ بیشک۔

ایک اندھا ملا آپ نے مسکی ٹولی اٹھائی اور چٹا رخ سے دھول

لگائی پیر مرد کبھی سکرانے نٹھے۔ کبھی سمجھانے تھے۔ چلتے چلتے

ایک تیلی ملا۔ میان شہزادی نے پوچھا کیونکہ تیلی پہلی کتاب دین ہوگا

تیلی نے کہا چپ۔ کیونکہ جون (زبون) بات نکالتا ہے نہ تھ سے

اور آگے ٹرے ایک رنگ پر سے پوچھا کیونکہ بڑے بھائی اپنی داڑھی

نہیں رکھتے۔ اُسے کہا تمہارے باپ کی داڑھی کو رنگین بن

سے۔ چلتے چلتے ایک حلوائی سے پوچھا اے میان ادا جی کی فاجی

درا کر ہے ہو کر ٹرے ملین۔ اُسے کہا کہنے بھری فاجی بڑے پیر مرد

بہت ہی ہنسے۔ میان شہزادی نے ایک تہولی سے کہا۔ دو پیسے کی

گٹاری کی چون چون دینا مسکر کر آئے جواب دیا کہ چنے کی تہیں

کر دینے کی۔ اب سینے کو دو ہندو آدمی بڑے فشن کے لوگ کہیں

باہر جانو اے تھے جیسے ہی وہ گھر سے باہر نکلے آپ کہاں لکھ داکر

سامنے جا کر ٹرے ہوئے۔ وہ لوگ سمجھے سچ کا ناہی۔ ایک نے

کہا ابے ہٹ سامنے سے ادا کا نے آپ نے وہ لکھ کھول دی دوسری

دوبالی۔ پیر قہقہہ پڑا اگر دونوں ہندو شگون بد بھکر اندر چلے

گئے۔ اتنے میں ایک کافی عورت سامنے سے آئی میان شہزادی

نے دیکھتے ہی یہ ہانک لگائی۔ ایک لکڑیا بانسے کی کافی آنکھ

تھاٹھے کی۔

شہزادی آپ جانے ایک ہی سرسری سوچے کہ اگر سرزمین پیر مرد

کو لے آؤں تو کون سے مہر بھری ہوئی اور شاید بات ظاہر

ہو گئی تو خوب ہنسنے اس سرزمین نہ گئے۔ دوسری سرزمین لے

دبان جا کر ایک کوٹھری کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسی میں

تھے خدا جانے کہاں جلدیے پیر مرد نے کہا بھٹیاری تو پوچھنا

شاید اس کو معلوم ہوئے۔ دلی من تو جو رہا ہو چکے بھٹیاری

پوچھا ادا جی کھل گئی کہا جی نہیں یہ کیا جانتے صبح سے شام تک



پیر فرخمان خرامان پیر فروت کے پاس گئے۔ دونوں  
حضرت نوح کے ہم عصر۔ دونوں کی لمبی داڑھی۔ دونوں کی  
بھون بھون سی سفید دونوں کی کمرم۔ دونوں پوچے۔ دونوں  
قبر میں ایک پائون لٹکا ئے ہوئے۔

پیر مرد۔ (پیر) السلام علیکم  
پیر فروت۔ (پیر) السلام علیکم۔

پیر۔ مزاج شریف۔

پیر فر۔ شکر ہے۔

پیر۔ کچھ کھنا ہے۔

پیر فر۔ مجھ سے۔ ۶۔

پیر۔ جی ہاں۔

پیر فر۔ بس اندر فرمائیے۔

پیر۔ پوشیدہ عرض کرنا ہی ذرا تکلیف ہوگی۔

پیر فر۔ آئیے فرمائیے۔

پیر۔ بس اس قدر اشارہ سمجھ جائیے۔

سینے کو چین بنا بیٹھے ہم گل کھا بیٹھے گل کھلا بیٹھے ہم

پیر فروت نے یہ شعر سنئے ہی پیر مرد کو گلے لگایا۔

پیر فر۔ آنا۔

پیر۔ کچھ حال تو فرمائیے۔

پیر فر۔ مجھے فوری نہیں معلوم۔ کیا آپ کے عزیز ہیں۔

پیر۔ عزیزوں سے زیادہ۔

پیر فر۔ آئیے ادھر چار پانی پر بیٹھیں۔

پیر۔ بس اندر۔

پیر فر۔ آپ کے کون ہیں آنا۔

پیر۔ اب یہ فرمائیے کہ یہاں آپ کا کب تک قیام ہے۔

پیر فر۔ دس بارہ دن اور ہوں ابھی۔

پیر۔ ہاں۔

پیر فر۔ فرمائیے۔

پیر۔ کچھ تھوڑا بہت حال آزاد کا آپ بتا سکتے ہیں۔

پیر فر۔ مطلق نہیں۔ مگر حیرت ہے کہ آپ کو یہ کس نے بتا دیا کہ میں

آزاد سے واقف ہوں۔

پیر۔ (مسکرا کر) سبب عرض کروں گا۔ گھبرائیے نہیں۔

پیر فروت نے حقہ بھر دیا اور کہاں نہاک کے ساتھ پیر مرد کو

گلوریاں کھلوائیں اور باتیں کرنے لگے۔

پیر۔ آزاد کس قدر رلائی اور شجاع آدمی ہے۔

پیر فر۔ سبحان اللہ کیا پوچھنا ہے۔ ایسے ہو نہا ر فوجوان

پیدا کہاں ہوتے ہیں۔

پیر۔ خوب آدمی ہے۔ خندہ پیشانی سنی مروت۔ خوش فکر۔

پیر فر۔ زبان میں جادو ہے۔

پیر۔ کچھ معلوم نہیں۔ آج کل میں کہاں۔

پیر فر۔ کہتے تھے کہ روم جانے والے ہیں۔ اب وہاں

پہنچ گئے ہونگے۔

پیر۔ روم کیا کرنے لگے۔

پیر فر۔ یہ ایک راز کی بات ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔

پیر مرد دل ہی دل میں خوب ہنسنے لگا اور ہنسنے راز کی

بات ہے۔ گویا ہم کو معلوم ہی نہیں۔

پیر۔ کیا کہنے کے لائق نہیں۔

پیر فر۔ ابھی میں آپ سے بخوبی واقف نہیں ہوں۔

در نہ صاف صاف عرض کر دیتا۔

پیر۔ اب آپ پیشی کر دیجیے کہ دس بارہ دن آپ یہاں بیٹھے

<p>سربالین کھڑی بیٹھی بیٹھی بائین کر ہی بین بیدار ہوا تو یہ شعر در در زبان تھا۔</p>	<p>پیر فر۔ فرور۔ پیر۔ اب بندہ رخصت ہوتا ہے۔</p>
<p>نیدرلیم کرادیم کہ از خود میرود ہوش جنون آہستہ میگردد مبارکباد در گوشم</p>	<p>پیر فر۔ فی انان اید۔ وہ پیر مرد تو شیرینی کے ساتھ روانہ ہوا اور ادھر آزاد کا</p>
<p>حیران تھا کہ بالکسی اب کیونکر اپنے معشوق کو دیکھوں۔ در دل کہوں تو کس سے۔</p>	<p>خط ڈاک بہ حسن آرا کے نام آیا قسطنطنیہ پہنچ کر میان آزاد فرخ ندادے ایک مختصر دہن درن نامہ محبت شہناہ حسن آرا یکم</p>
<p>حیران تر لب لبخن داشتہ بی نیست چون لب لب تھویر کو گویا شہناہ بی نیست</p>	<p>کے نام لکھا جسکو ہم دج ذیل کرتے ہیں۔ جان آزاد۔ پیاری حسن آرا یکم۔</p>
<p>خوجی کا ساتھ بھی چھوٹا۔ اسکنڈریہ میں اسکو چھوڑا خدا جانے زندہ ہو یا لکھن پوش ہوا ع</p>	<p>بیا بوس لیم ہر دم دلم صد بار سے آید چہ منت با کہ از نام تو بر کام زبان ارم</p>
<p>حق معفرت کرے تجھ آزاد مرد تھا تھیں فردہ ہو کہ حضرت ذریعہ جنگ نے معزز عہدہ فوجی دینے کا</p>	<p>خدا خدا کر کے وہ کام سفر تو ہو ہوا۔ اور اب آزاد قسطنطنیہ میں دذباتے ہیں۔ گویا شک بعد خرابی بصرہ پہنچا کر مہنوز</p>
<p>وعدہ کیا ہے۔ یہاں کوہ قاف کی ایک بری کام ہر دل آیا ہے صاف تھا</p>	<p>روز اول ہے۔ اب تنگ اور تلوار ہے۔ اور میان آزاد ہیں۔ میدان کا رزار ہے اور میان آزاد ہیں تمھارے حکم کی تعمیل</p>
<p>کہد با کہ ہمارا دل تو اندر کے اٹھا رہے کی ایک بری تھیں لیکن اسکے ایک عاشق زار سے پھری جلی۔ میں نے بیجا دکھایا اور</p>	<p>آسان نہیں ہے۔ مگر شکل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ معشوق کے حکم کی تعمیل ہے۔ اگر جان جائے تو سمجھوں گی اٹھا جان بکٹ آیا ہوا</p>
<p>خوب ہی چھپایا لیکن ملال میرے دلیں نہ آنے پایا۔</p>	<p>اگر تیار ہو جائے تو داہ دا۔ کہنے کو تو ہو گا کہ۔</p>
<p>مرا از پیکس کر دلائے نیست بر خاطر کہ طبع نازک من بر نیند بار در گریبا</p>	<p>۱۰ حاصل عمر شمارہ بار سے کر دم شادم از زندگی خوش کی کار کر دم</p>
<p>سفر پوری کا حال ناگفتہ بہ۔ ہم تو سمجھے تھے کہ بس اب امد میان نے بلایا۔ مگر شکر ہے کہ ہزار خرابی نہ نکلے۔ ہاے</p>	<p>افسوس ہے تو بس استعد کہ جان ایک ہی ہے۔ اگر ہر سن ہو ایک جان ہو جائے تو البتہ لطف ہے کہ روز ایک</p>
<p>جسوقت جہاز دو با اسوقت بچوں اور عورتوں کے زار زار پھوٹ پھوٹ کر رونے کی آواز رگ جان پر نشتر کا کام کرتی تھی</p>	<p>جان قربان کروں۔</p>
<p>سمندر میں پیر نا بھی تھا۔ خیر ع بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد</p>	<p>ایک جان چہ متاعی ست کہ سازیم خدایت آلا چہ توان کرد کہ موجود ہیں ست حاضر میں محبت نہیں۔ کل شب کو خواب لکھا پیاری حسن آرا</p>

وہ دل ہی دل میں کہنے لگی کہ آزاد ہو کا دے گیا۔ خدا جانے  
بیاری تمہارے بلین کیسے کیسے خیالات جلتے۔ مگر اتناک تو خدا  
سہر خد کیا۔ آئندہ کا حال کیا معلوم۔ وزیر جنگ نے وعدہ کیا کہ  
کہ دو ایک روز میں تو کوئی مغز عمدہ فوجی دون شہانہ غنیمت  
یا کنبان مقرر کرینگے۔ چاہے جو عمدہ دین جان منبلی پر رکھو جاؤنگا  
خدا حافظ واصرہ بیاری سپہ آرا بیجاری کو میرا بڑا خیال ہے۔  
تھیں سمجھتی تھیں کہ باجی جان اسطے خدا کے انکو نہ بھیجے۔ ہاسے اسکا  
محبت سے سمجھا ناہو رو تھنا سنا۔ وہ ربط ضبط سب ٹھیکوں  
ساتنے پھر گیا میری مکی پر نظر ڈالو کہ اپنا نہ بگا نہ۔ خوش نہ بگا نہ  
پر دیں کا واسطہ نہ ملے۔ اکا دکا۔ جان نہ بچان۔ مگر تقاضا  
حقیقت اسلام اور اس میدان ہوم پر کہ شاید جان کھو کر صہنم  
گلکام باؤن دنا ہو اون در انشا اللہ اسی منتفی میں پورے  
پر جاؤنگا۔ زندگی شرط ہے۔ پورے کے نام پر چمک نہ پڑنا۔ کیا  
سب میدان کا راز میں تہ تیغ تھوڑا ہی ہونے میں ادویوں تو  
بقول شاہ شجاع ہے۔

دردست جہل نہ دست زبان دردا  
برشاہ وکد است حکم و فرمان اوردا  
شاہی کہ حکم دوش کرمان بخورد  
امر و نہی خوردند کرمان اوردا  
جنگ دوسر دار دیار کھو اگر من متول ہو تو اس قدر  
افسوس نہ کرنا کہ زمانے بھر برا زمر بستہ ٹھک جائے۔ تم سمجھنا  
کہ جہان کو درون ٹھکون آدمی اور مر گئے ایک آزاد بھی ٹھکین میں  
تھے۔

افسوس کہ سرمایہ زلف بیرون  
از دست چل بسی جگر باخون شد  
کس نوازان جہان تا برسم اند  
کا حال مسافران عالم چون شد  
اب میں حسرت ہوا ہوں خدا حافظ ہے۔ تم خط اس پے سے  
بھیجنا قسطیہ۔ کوئی ہر جہز ہی انڈیکسنی نرزد میان آزاد پرست

ایک تصور تو مجھ سے التہ سرزد ہوا اور وہ یہ کہ مالٹا سے  
خط نہ بھیجا مگر ڈھارس یہ ہے کہ۔

پیشانی غفور ترا بر چین نسا ز جسم ما  
آئینہ کے برہم خورد از زشتی تماشا

سنگ کے خوب فرے اٹھائے۔

ہوے از سر چون مجددا افتد نیکو دوسغید  
علیش و عشرت مر دراپوستہ میدارد جان

مگر بعد ازاں اسکے۔

پاے در زنجیر پیش وستان  
بہ کہ با میگا نگان دروستان  
ابھی تک دل لگانے کا لطف خاک نہ اٹھایا۔ اگر اٹھایا تو  
یہ اٹھایا کہ داغ مفارقت نصیب ہوا۔

پر خون دل ست ما را بعد بارہ ز جدائی  
ما حاصلے کہ دیدیم ابن و دوز آشنائی

ابھی تو بس ہی دھن کے مگر کہ سرخیز میں ہو چون  
انشار اندر خدا جانے انجام کیا ہو مگر سعی منی والا نام میں  
مردا تبدیل۔

گر کارونیک ست بہ تدبیر یوت  
ور نیز دست ہم بقصیر یوت  
سیلم وضا پیشہ کن شاد بزمی  
کین نیک بہ جان تغیر یوت

حسن آرا بیاری حسن آرا۔ لاکہ ضبط کیا مگر دل بھری آیا۔ غم  
دوری اور داغ مجوری نے جینے جی مار ڈالا۔ مگر غ۔

ہرچہ بادا بادا مشتی در آب انداختہ

اگر سرخو دوسے تو میرا پار ہے۔ ورنہ ہم میں ادیر نہ بھیجا  
ہے۔ یا خدا۔ ایدوے یا خدا۔ ایدوے۔ سمندر میں جیوت طوفان یا  
مثل ماہی بے آب تر بنے لگام نے کاٹو نہ تھا۔ مگر خیال یہ تھا  
کہ اگر وفات ہوگی تو حسن آرا کیسے کوا کون کان خبر بھی ہوگی اور

<p>از عاشقان صداقت اور لستانِ منم اول کسے کہ بر تو دناشدن جان منم</p>	<p>بس کافی ہے۔ مجھے فوراً خط لکھا۔ یہ خط میانِ آزاد نے ڈاک کے صندوق میں اپنے ہاتھ سے ڈال دیا۔</p>
<p>سپہر۔ آہستہ سے باجی سنتی ہو۔ حسن۔ چپ رہو ذری۔</p>	<p>نوجوان مہمان</p>
<p>سپہر۔ یہ ہو کون۔ حسن۔ اچھوٹی ہو جا بھی۔ سپہر۔ آخر وہ کیا اسی۔ یہ ہو کون۔ حسن۔ دیکھو معلوم ہو جا ہیگا۔ پھر آواز آئی۔</p>	<p>ایک شب کو نواب صاحب بہادر آرام فرماتے تھے اور حسن آرا بیگم اور سپہر آرا بیگم اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی متحدہ عسکری کی بابتیں کر رہی تھیں۔ سپہر آرا نے کہا باجی خال میں یہ شعر نکلا تھا۔</p>
<p>گردن نہادیم الحکم سر استغفر اللہ استغفر اللہ یالبث شعری خفی مع الفاء</p>	<p>برو این دام ہر مرغ دگر نہ حسن آرا نے ہنس کر کہا۔ ہم خال کے قائل نہیں۔ مگر شعر اچھا ہے۔</p>
<p>حسن آرا نے کہا میں ہر کوئی پڑھا لکھا آدمی۔ عربی شعر کا تلفظ خوب کیا سپہر آرا نے جہانک کو دیکھا اور کہا باجی جان گھوڑا ادھر کھڑا ہے اور کوئی گھوڑے پر سے اتر پڑا ہے کیا معلوم کون ہے۔ حسن آرا دمک کہ یہ اسرار کیا ہے۔ پھر آواز آئی۔</p>	<p>سحر گایان کہ مخور شبانہ نہاد عقل را ز درہ از مرغ نگار مخور و شمشاد داد برو این دام ہر مرغ دگر نہ انے میں ایک گھوڑے کی کچھ ٹاپوں کی آواز سننے میں آئی اور جب حسن آرا بیگم آخری شعر فرما کر باجی بن بیت پڑھنے کو تھیں تو ایسا معلوم ہوا کہ گھوڑے کی باگ روک لی گئی۔ سپہر آرا نے کہا باجی جان کوئی سوار ہے مگر گھوڑا دیوار کے پاس رک رہا۔ جہن تو خوف معلوم ہو جا ہے۔ حسن آرا نے مسکرا کر کہا۔ اچھا۔ وہ خوف کیسا۔ کیا شہر تلخ ہے۔ ان دونوں تجانب زاہد فریب کی پیاری آواز نے اس سوار کے دل کے ساتھ وہ کیا جواہر بہار گشت کے ساتھ کرنا ہے۔ سوار نے گھوڑا روک کر آہستہ سے کہا۔</p>
<p>اچھوٹ کرش شکش برکش مہر نوکے برما بنگند</p>	<p>حسن آرا کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکل گیا۔</p>
<p>عاشق مخور غم گر وصل غم خای سوار یہ شعر آید اراد کلام پر صفت اور در پردہ آواز جائے میں پھولے نہ سما یا۔ اتنے میں گھوڑا آگے بڑھا اور چلیا دربان کو جگا کر کہا کہ مرا کو جگا دو۔ دربان اٹھا۔ دربان۔ (در) کیوں کیوں۔ جگا کیوں دین۔</p>	<p>خون بایت خورد گاہ و گیا جائے میں پھولے نہ سما یا۔ اتنے میں گھوڑا آگے بڑھا اور چلیا دربان کو جگا کر کہا کہ مرا کو جگا دو۔ دربان اٹھا۔ دربان۔ (در) کیوں کیوں۔ جگا کیوں دین۔</p>

چوکیدار۔ (چوکی) کوئی صاحب آئے ہیں۔

دربان۔ انگریز۔

چوکی۔ نہیں نہیں۔ کوئی رئیس ہیں۔ وہ گھوڑے

پر سوار ہیں۔

در۔ بندگی حضور۔

سوار۔ سلام۔ نواب صاحب کو جگادو۔

در۔ خداوند آرام ہیں ہیں۔ ٹھہرے ہیں حاجی صاحب

کو جگادو۔

دربان نے حاجی صاحب کو جگایا۔ حاجی صاحب حاجی صاحب

اجی حاجی صاحب۔ ذرا ٹھہرے دیکھیے کون صاحب ہیں۔

حاجی صاحب اٹھ بیٹھے سلم اللہ الرحمن الرحیم۔ کون

ہے دربان نے کہا حاجی کوئی صاحب تشریف لائے ہیں وہ

آس گھوڑے پر۔ کہتے ہیں کہ نواب صاحب کو جگادو۔

حاجی صاحب نے کہا اب اسوقت تو جگانا محال ہے۔ ٹھہرے ہیں

دیکھو تو ہیں کون صاحب حاجی صاحب اُنکے قریب

گئے آداب عرض ہے۔

سوار۔ بندگی حاجی صاحب۔ بچانا۔

حاجی صاحب۔ (حاجی) جی نہیں۔ میں نے نہیں بچانا۔

سوار۔ خبر چھانوا بھاحب کو اسوقت جگادیکھیے۔

حاجی۔ حضور۔ اچھا مگر۔

اچھا پھر جو حکم ہو۔

سوار۔ آپ اطلاع تو کر دیں۔

حاجی۔ حضور گھوڑے پر سے اتریں۔ باغ میں جل کر

تشریف رکھیں۔ کوٹھی ٹھکڑا آرم قربان ہیں۔ سادہ ہیں

حضور کو اطلاع کیے دیتا ہوں۔ مولوی صاحب جگادوئی ہیں

مولوی صاحب۔ (مولوی) ہاں ہاں آپ فرماتے ہیں

اتنے میں ایک اور صاحب چارپائی پر سے اُٹھے کیا ہے

حاجی صاحب۔

مولوی۔ کچھ نہیں حافظ جی۔ حضور کے کوئی دوست

تشریف لائے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ جگادو۔

حافظ جی۔ پھر جگادیکھیے نہ بلکہ جگادیکھیے۔

سوار اپنے دل میں سوچے کہ یہاں مولوی صاحب

حاجی صاحب اور حافظ جی ہی بھرے ہوئے ہیں معلوم

ہوتا ہے۔ رئیس باوضع اور مشہور آدمی ہے۔ ایک چارپائی

پر حضرت بھی بیٹھے۔

دربان نے دروازہ کھلوا دیا۔ لڑائی کو بلایا۔ کسا

بی منطانی کو جگادو بی منطانی سے کہا۔ ذرا نوا بھاحب کو

جگادو۔

منع۔ کیا کون کیا۔

در۔ حاجی صاحب نام کیا بتائیں۔

سوار۔ یہ کارڈ دے دو۔

منع۔ کیا دے دو۔

سوار۔ یہ کاغذ۔

منطانی زندگئی۔ نوا بھاحب کو جگایا۔ حسن آراکیم نے

پوچھا کیا ہے بی منطانی۔ منطانی نے کہا نوا بھاحب تمہیں

کوئی آیا ہے۔

حسن۔ سننا بہتر آواز ہے سوار ہے۔

سپہر۔ ہاں دروازے پر ٹھہر گئے ہیں۔ سچ کہا ہے بی

نوا بھاحب نے پوچھا کیا ہے بی منطانی بولی حضور کوئی صاحب

ہماں آئے ہیں پچھلے بلائے ہیں اور یہ کاغذ دیا ہے۔ نوا بھاحب

سوار نے کہا کہ یہ کاغذ دیا ہے۔

”حضور تشریف رکھیں۔ واعدہ میں نہ مانو لگا۔ حضور یوں  
تشریف رکھیں آرام چوکی پر۔“  
”اجی بیٹھو صاحب کچھ تکلف ہو۔ تم تو اپنے گھر آئے ہیں  
”یہ کفش خانہ ہی حضور کا۔ اور میں بنا مزد قیدم ہوں  
اسوقت آپ کے تشریف لانے سے برا اعزاز ہوا۔ اسباب  
کمان ہو۔“  
”و آتا ہوگا۔“

”حاجی صاحب آپ کے گھر سے کو وہاں اہل میں۔  
حضور بند ہوا دیا گیا۔ اور توجہ چڑھا دیا گیا۔“  
”اور فرمائیے خداوند۔ آپکا مزاج کیسا ہے۔“  
”اب فضل انکی ہے۔ مگر جب پردائی جلتی ہے تو کچھ درد  
ہوتا ہے۔“

”جانا رہیگا۔ انشاء اللہ۔ بیٹھے۔ حافظ جی۔ حضور کا  
اسباب آئے تو فوراً حفاظت کے ساتھ رکھا لیجئے۔  
”ہمارا اسباب تو صبح تک آہنگا۔ بہانہ لگایا دیکھئے آئے  
تھے گو اور معاموں پر بھی فروکش ہو سکتے تھے مگر میں سوچا  
کہ سب سے زیادہ ہر نفسا یہی مقام ہے۔ لب دریا کھلا ہوا  
میدان۔ فی دوق۔“

ایک دوست نے منع بھی کیا تھا کہ جان نہ پہچان خواہ مخواہ  
مہمان بننا وضع کے خلاف ہے مگر۔

”وہ۔ جان نہ پہچان کی ایک ہی کمی۔“  
”میں شملہ پر تھا۔ تبدیل ہوا کے لیے جلا گیا تھا۔“  
”جی ہاں میں نے سنا تھا۔ وہ رفوگر عبد الستار کشمیری تھے کہ  
”حضرت اب آپ بھی آرام فرمائیں اور بندہ بھی سوتا ہے  
معاف کیجیے گا۔ اسوقت بڑی تکلیف دی آپ کو۔“

نے کارڈ لیکر پڑھا۔ (شہزادہ میرزا ہمایون فر)۔

ن۔ آغاہ کمان ہین کمان۔

مغ۔ باہر میں۔

نوا البصاحب نے منہ دھویا۔ کپڑے پہنے اور چلے حسن آرا  
نے دیکار کر دریافت کیا۔ اے دو لہا بھائی کون ہے۔ نوا البصاحب  
نے کہا میرزا ہمایون فر آئے ہیں وہ پڑوس کے شہزادے۔  
سپہر۔ (دانتون کے لئے انگلی دیا کر) ارے۔

حسن۔ اُت۔

سپہر۔ (مسکرا کر) باجی وہ شعر تھے کون پڑھا تھا۔

حسن۔ ارے غضب۔

عاشق مخور غم گر دھل خواہے

خون بایت خورد در گاہ و بیگاہ

پڑھا کیا تھا۔ کچھ جان بوجھ کے پڑھا تھا۔ اتفاق  
سے نکل گیا تھا زبان سے۔

سپہر۔ خدا کرے انھوں نے نہ سنا ہو۔ مگر سنا ضرور۔

حسن۔ اے لو اور سنو۔ سنا ہو۔ کیا کچھ بہر مغر کیا ہے خدا بخواتم۔

سپہر۔ چاہے جو کچھ کہو ہمکو اسوقت بڑی خوشی ہوئی۔

اتنے میں ثواب نامدار باہر تشریف لائے۔ آداب

بجالاتا ہوں۔ حضور والا۔

”و تسلیم تسلیم مزاج اقدس“

”حضور کی نوازش۔ آئیے بنگلہ پڑھوں۔“

بسم اللہ۔ بعد مدت زیارت ہوئی۔ تشریف لائے۔

نوا البصاحب نے دیکھا کہ کٹھی کے گرد نو خدام باادب نے

روشن کر دیا ہے۔ بہت ہی خوش ہوئے۔ حکم دیا کہ سیران لگا لو

خدا شکاروں نے عرض کیا حضور کر سیران بھی ہیں۔

”آپ کیا فرماتے ہیں عینِ راحت پر۔ آپ کے تشریف لانے سے“  
”ہمارے بے تکلفی کو دیکھیے گا۔ کہ بے بلائے آئے اور رات ہی کو جگایا۔“

”خدا کی قسم کمالِ خوشی حاصل ہوئی۔“  
اب سنبھلے کہ ادھر تو نوا بھاجب شہزادہ ہمایون فرستے باتیں کرتے تھے ادھر بہار النسا میگ نے چائے تیار ہونے کا حکم دیا۔ خدیو تیار چائے لیکر حاضر ہوا۔ حضور چائے حاضر کر شہزادہ ہمایون فرہبتِ خوش ہو کر بولے کہ اچھا ہو۔  
دامد اسوقت چائے پیئے کو جی بھی چاہتا تھا۔ ع

|| اعرقت تو خوش کہ وقتِ ناخوش گزری ||

میزرا ہمایون فراد نوا بھاجب اور حاجی صاحب لے چائے پی۔ حافظ جی نے رکام کا غدربیش کیا۔ حضور چائے سے بند ہو جاتا ہے مجھے معاف ہی فرمائیے۔ چائے پیکر شہزادہ ہمایون فرستے آرام کیا۔ اور نوا بھاجب گھر میں تشریف لے گئے۔

حسن۔ رد لھا بھائی۔ یہ آج کمان آن پڑے۔

ان۔ دنگل دیکھنے آئے ہیں۔

حسن۔ مسکرا کر کیا کشتی لڑینگے۔

ان۔ جی درست۔

سپہر۔ آپ سے کمان کی جان بچان ہی ایسی۔ رات

آن کر جگایا۔

بہار۔ ہاں ایسا تباک تو نہ تھا کہ ادھی رات کو جگایا۔

ان۔ کتے کے کہ وسیع میدان پر اور لب دریا پر اس سے بہان ہی مقام کیا۔

بہار۔ افوہ۔ خدا نخواستہ اس در تو جل ہی گئے تھے۔  
حسن۔ اندر نے بجایا۔ نہ کچھ اور ہوتا تو ہاتھ پانوں تو لعیب اعدا فرور ٹوٹ جاتے۔

ان۔ بہت بچے۔

بہار۔ اب تو اچھے ہیں۔

ان۔ ہاں۔ مگر ابھی کچھ یون ہی سی کسروانی پر۔

بہار۔ کسر کسی پر۔

ان۔ جب پروانی پورا جلتی ہے تو خفیف سادو ہوتا ہے۔

نوا بھاجب اپنے کمرے میں جا کر سو رہے۔ یہاں حسن آرا

اور سپہر آرا چپکے چپکے باتیں کرنے لگیں۔

حسن۔ کچھ سمجھیں۔

سپہر۔ خوب سمجھی۔

حسن۔ اچھا کیا سمجھیں۔

سپہر۔ اب کیا بتاؤں۔

حسن۔ نہیں کہو کہو۔

سپہر۔ اے تو کیا کہوں کیا باجی۔

حسن۔ یہ جو اسوقت۔ وہ اس دن تم کو ڈپری نہیں نہ۔

سپہر۔ باجی اب اسکا ذکر نہ کرو۔

حسن۔ (مسکرا کر) سن لو سن لو۔

سپہر۔ بس سن جلی۔

حسن۔ ابنِ داہ پر۔

سپہر۔ جہنم اب زند آتی ہے۔

حسن۔ اچھا کل صبح کو کہیں گے۔

سپہر۔ سمجھا جا بیگا۔

حسن۔ خبر ہے۔

میں انا جن روز افزون کی سبقت دیتا تھا  
کہ عشق از پردہ عصمت بردنِ روزِ بخارا

سپہر - بجا ہے -

حسن - اور نہیں کیا بجا ہے -

سپہر - بجا ہی اب سونے دو ہیں -

حسن - کل سو رہنا -

سپہر آرائے کر دت بدلی اور منہ پھیر کر سونے لگی حسن آرا  
نے لگ لگا انا شروع کیا -

سپہر - بھئی اللہ -

حسن - دیکھو سپہر آرا تم سونے نہیں دیتیں -

سپہر - بجا ہے چٹیر خانی تو خود کرنی ہیں اور اُٹسا ہمیں  
کو لٹکانی ہیں -

حسن - ایسی بھی نیند کیا آتی ہے -

سپہر - یہ بھی کچھ زبردستی ہے -

حسن - یہی ہے -

سپہر - ہم انا جان سے کدے نیگے جا کے -

اسپہر حسن آرا کھلکھلا کر ہنس دی -

حسن - احوالہ ہے -

سپہر - (آہستہ سے) انا جان دیکھو یہ نہیں باتیں -

حسن - (نہیں کہ) احوالہ تے زور سے بکون بکارتی ہو -

بی مغلائی کی چار بائی قریب بھی - آن کی باتوں سے

اسکی نیند اچٹ لگتی -

منع - دس بجے سوئی - مری بیگم صاحب نے با دفرا با پھر

سوئی کھٹکوں نے سونے نہ دیا - پھر بھائی سے سوئی دربان

نے آواز دی - اب آپ نہیں سونے دیتیں - میں کیا ہم بھی دس بجے

اٹھیں گے - نہ سونے دیجئے -

اتنے میں سپہر آرائے ہاتھ جوڑ کر کہا باجی امد جاننا ہی مری

نیند آ رہی ہے - سونے دو ہیں - کل باتیں کر لینگے -

حسن - اچھا سو رہو - جاؤ تم بھی کیا یاد کرو گی -

سپہر - بندگی -

منع - جانو میرا احسان کیا -

بی مغلائی اور سپہر آرا سو رہیں - مگر حسن آرا کو تین بجے تک

نیند نہ آئی تین بجے سوئیں تو ایک عجیب خواب دیکھا -

ابن گل دیگر شگفت

کوہ قاف کی پری بعد نشان دہری دزیر جنگ کو مٹی پڑھا کر

خندان و فرحان جان حمان اپنی بھولی کے پاس گئی اور

کہا لو میں فتح ہر کل تک کوئی گل کھلیگا - میں نے آزاد کو

ردی جاسوس بنایا - دزیر جنگ سننے ہی دنگ ہو گئے کہ

مگر سچ کون میں کہنے کو تو کہ آئی لیکن اب سوچتی ہوں

کہ حد بھر بڑا کیا - بھولی بولی بہن ہر تو یوں ہی مگر عورت

کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے میں جب کسی مرد کو چاہئے

وہ اسکو نہ چاہے - منے جی کو اگر کہے کہ تو کر کہنے کا بھولنا یاد دیکھو

آنا تو ہم بھی کینگے کہ میں باتوں سے خالی نہیں - باتو آزاد کی

صحت میں فرق ہے - کسی عارضے کے سبب سے تمھارا کہنا نہ مانا اور

شادی سے انکار کیا - باسی ایسی پری چہرہ پردل آبا جی کہ تم ایسی

حسین تک کی پردہ نہ کی - اور با قول کا سچا ہے - ممکن ہے کہ جس

رشتہ فریب کا دل آبا جی وہ تم سے اچھی نہ ہو - مگر تو کہ امد بخانی

کہ جو بات بکد فتنہ زبان سے نکلے وہ نہ ٹینگے - ٹینگے نہ کہنا سنا سنا

اور اس جوان غنابرجان جاتی تھی - اسکی صورت ہر منظر کے سے



باندھا ہوا چرخ کا سہانا سامان۔ خوش خرم مجھے کہ اب عہدہ بابا یون  
ٹرین گے۔ اور یون مقابلہ کریں گے۔ اور عظیم کو بچا دیکھائیے اور  
تسے لکھا بیٹھے۔ ہندوستان تک نام ہوگا۔ عاشق نشا دکام ہوگا۔

میان آزاد میو جی ہی رہے تھے کہ چند افسر و آفس لیفٹ  
(سید جنگ) کے ہر فرج کی کوٹھی پر آئے اور دریافت کیا کہ میان  
آزاد تائے کوئی شخص آئے ہیں۔ آزاد نے جواباً نام سنا تو ابھر کر  
دیکھا کہ چند ملین کوٹھی کے احاطہ میں زمین کے پاس کھڑے ہیں۔

آزاد۔ جی آزاد میرا ہی نام ہو۔

افسر۔ وہ جو ہندوستان سے آئے ہیں۔

آزاد جی ہاں میں وہی ہوں۔ آپ صاحبان کو گورنمنٹ  
سے کوئی تعلق ہو۔

افسر۔ نہیں مطلق نہیں۔ اور آپ کو؟

آزاد۔ میں تازہ وارد ہوں۔ حضرت وزیر جنگ کی خدمت  
میں حاضر ہو کر عرض حال کیا تھا۔ اغلب ہو کہ کوئی عہدہ  
عنقریب ملے۔

ان میں سے ایک نوجوان اور حسین لڑکی افسر نے سر ملایا  
جسکے یعنی کچھ کل چکا۔ جاسوسوں کو عہدہ نہیں مل سکتا۔

افسر۔ آپ نے حمید پاشا سے جو کچھ کہا تھا اسکی صداقت کا  
ثبوت آپ دیکھتے ہیں۔

آزاد۔ ثبوت کیسا۔

افسر۔ کبھی برٹش گورنمنٹ باکسی اور یورپین گورنمنٹ کی  
نو کری گی ہو۔

آزاد۔ کبھی نہیں۔

افسر چلے گئے۔ میان آزاد کوٹھی کے ایک کمرے میں بیٹھے  
ہوے پچھلے اخبار مطالعہ کر رہے تھے کہ دفتر میں آفیسر جن سے

رہتی تھی غمزدہ نہیں کر سنے چاہئیں یا انجینس وزیر جنگ سے  
میں نے کبھی کہ میان آزاد کو پہلی عہدہ نہ دیکھیے گا۔ نہیں تو بہت  
پچھتاؤں گے۔ مگر ہر کوئی کیا کیوں۔ کیسا۔ میں نے کہا وہ  
روسوں کا جاسوس ہو ہندوستان سے نہیں آیا وایا۔ وہ اخبار  
میں اس جوئے کا حال پڑھ چکے تھے۔ لشکر سے پایا جاتا تھا  
سپیلے تو انکے یقین نہ آیا۔ مگر جب میں نے ہر قعر عارض سے  
آٹسٹ دیا تو دانتوں کے تلے انگلی دبائی۔ یہ تو وعدہ حسین  
کیا کہ میان آزاد کو ٹرینی سے نکلوا دیں گے۔ سیالکوٹ کریں گے مگر  
غور اور خوش کر رہے تھے معلوم ہوتا تھا کہ کل ہی پرسون تک  
کوئی نہ کوئی گل ضرور کھلے گا۔ عجوبی بولی میں بڑا کیا سگرا ب  
تو جیادہ کیا جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اب اسکا ٹم ہی کیا ہو۔

گھنٹہ نے میان آزاد کی تباہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں  
رکھا تھا گرا بارسو جی بھی کہ بڑا کیا بہت بڑا کیا۔ ایک بیگناہ  
بیچارے کو مفت میں ضرر پہنچایا۔ ہندوستان بہت قدر  
دور دراز ملک سے آیا ہو کہ اپنے معشوق کے حکم کی نسیل

کرسے۔ ترکوں کی طرف سے لڑے۔ جان رہے یا  
جلے۔ مگر انہیں اور پاس بھنے میں فرق نہ لے لیسے فوعدار

اور گھنڈا جوان کے ساتھ میں اس بھر جی سے پیش آئی۔

اسنے اپنی ثابت قدمی کی سزا پائی۔ مگر ب کیا ہو سکتا ہو  
بار بار میڈل کے دل میں خیال آتا تھا کہ جا کر وزیر جنگ سے

کہدے کہ آزاد بیچارہ بیگناہ ہو مگر سچو سچو تھی کہ وزیر جنگ  
سے صاف صاف کہدیا تو بڑی بدنامی ہوئی پرانے چاہنے

واسے ہوا ہو جائیے اور لوگ کہیں گے کہ زور فاشی۔  
میان آزاد بیچارے کوٹھی میں بیٹھے ہوئے چھٹی رہے تھے  
انھیں کیا کہ کہ میڈل انے ستم ڈھایا ہو۔ جہنستان کا طوفان

<p>میں جلنے کی تیار یاں تھیں کمال قید خانے میں آن کھنسنے۔ پرویں کا واسطہ پر بالک۔ اپنا نہ بگاڑ۔ صلاح کس سے لین اور مشورہ کون دے۔ ۵</p>	<p>واسے دان بھی شوختر نے نہ دم لینے دیا لیگیا تھا گو رین ذوق تن آسانی مجھے</p>
<p>واسے ناکامی آئے اسلئے کہ ان لوگوں کو مددین اور اُنھوں نے ہی قید کر دیا۔ ۵</p>	<p>کیا کیا خضر نے سکندر سے   اب کسے رہنا کرے کوئی</p>
<p>ہزاروں مصیبتیں جھیل کر مہانتک آنا ہوا۔ ولی آزاد برائی۔ کشش دل اور محبت اسلام مہانتک لائی۔ مگر خوبی نعمت نے ساتھ نہ چھوڑا مصاحبت سے شغف نہ موڑا اب دل کی دل ہی میں رہی۔ نقش مراد کرئی نشین ہوا بالے طاق اُلٹی قیدی سی۔ ۵</p>	<p>ہزاروں خواہشیں ایسی کہ سرخوش پہ دم نکلے بہت نکلے ارمان کین پھر بھی کم نکلے</p>
<p>اب حسن آرا سے کیونکر ٹپٹے۔ ہلے کوئی اتنا بھی نہیں جو اُس محبوب شیریں ادا تک عاشق نامراد کی ناکامی کی خبر پہنچائے۔ ۵</p>	<p>گو شش مجرب پیام چشم محمد دم جمال ایک دل سیرے نام امید داری ہاے ہاے</p>
<p>قید خانے کے ہر در و دیوار سے ناامیدی کی شکل تجھ نظر نہ آتی دل نہایت ہی بھرا رکھا۔ ۵</p>	<p>نہام سے تا صبح مضطرب صبح سے تا شام ہم ایک عالم میں ہیں کیونکر اہم گردش ایام ہم</p>
<p>میان آزاد نامراد شاعر حسرت بار پڑھتے تھے مگر سوز و گداز</p>	

انہی بھی گنگو ہوئی تھی آئے اور ایک افسر نے آزاد سے  
کہا کہ تم قیدی ہو۔  
آزاد۔ (چونک کر کیا۔  
افسر۔ آپ قید کر دیے گئے۔  
آزاد۔ کیا؟  
افسر۔ قید۔  
آزاد۔ قید؟  
افسر۔ ہاں۔  
آزاد۔ وجہ۔  
افسر۔ حکم۔  
آزاد۔ کس کا؟  
افسر۔ گورنمنٹ ٹرکی کا۔  
آزاد۔ این!۔

افسر موصوف نے دو آدمیوں کو بلایا اور کہا اس عظیمین کے  
ساتھ جاؤ آزاد اچھے نظم چلے آدھ گھنٹے کے عرصے میں پچارے  
میان آزاد سول قید خانے میں تھے۔ آزاد نے افسروں سے  
لاکھ لاکھ پوچھا کہ احمد میرا جرم کیا ہوا اس قدر تو بتا دیجیے  
مگر افسروں نے کہا ہمیں اجازت نہیں پھر نہ ضرور  
بتا دیتے۔

میان آزاد اپنے دل میں سوچنے لگے کہ آخر مجھے جرم  
کونسا سرزد ہوا جسکے جلد میں مصیبت سہی گھنٹوں سوجا کیے  
مگر کسی جرم کے ترک ہوئے ہوتے تو یاد آتا یا الٹی یہ ناجرا  
کیا ہو۔ کونسی خطا سرزد ہوئی۔ مسیدان کارزا کے عوض  
قیفانہ نصیب ہوا۔ خرم آزاد ہی بدوقت بکلی گر پڑی ہمار  
عشرت خرم عالم سے مبدل ہوئی۔ کمان تو میدان جنگ

کے ساتھ کُسنے سے تعلق رکھتا تھا۔

اس غم و غصہ میں میان آزاد کی آنکھ لگ گئی تو وہ ہاتھ میں کیا دیکھتے ہیں کہ میڈیکوہ قاف کی پری سہر بالین کھڑی یہ اشعار سن رہی ہے۔ مومن سے

اللہ تم بتان میں یک چند - بے فائدہ جان کو کھپایا  
یہ عشق وہ بلا ہے جس نے ہاروت کو چاہ میں کھنسا یا  
سمجھا کہ ہر حرف خطہ ناک - دین دول و عقل کو کٹ یا

آنکھ جو کھلی تو نہ میڈانہ اشعار عاشقانہ فقط میان آزاد اور قیصرانہ۔

کھا گیا جی غم نہان افسوس - گل گئی غم کے ماسے جان مہوں  
گل داغ جنوں کھلے بھی نہ تھے - آگئی باغ میں خزان افسوس  
استنہ میں ہر حرفی بجائی ایک لمبی ٹوپی دیے ہوئے آئے۔

ہر حرفی - (ہر حرفی) مسٹر آزاد۔

آزاد - یہ بتائیے کہ خیر کیا ہے۔

ہر حرفی - میں تو آپ سے دریافت کرنے آیا تھا۔

آزاد - مجھے خاک نہیں معلوم۔

ہر حرفی - ذرا غور کیجیے - کوئی دکانی دھبہ ضرور ہے۔

آزاد - کچھ سمجھ میں آتا ہو - حیرت ہر سائنہ کی حیرت ہے۔

ہر حرفی - کسی دکان کا کام ہے خفیبہ کارروائی کچھ اس میں ضرور ہوئی ہے۔

آزاد - یہاں تو مجھ کو کوئی جانتا ہی نہیں - دشمن کون پیدا ہو گیا۔

ہر حرفی - کھل جائے گا۔

آزاد - اب میں کیا فکر کروں۔

ہر حرفی - یہاں سوال تو یہ کہ آپ کا ہجر کیا ہے۔ اب ہجرانیہ میں آجکل جنگ کے سبب یہاں انواع و اقسام کی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ اور نفاق لوگوں میں بہت ہے۔ مگر واقعی حیرت ہے کہ آپ کے ساتھ اور گورنمنٹ ٹرکی اس طرح پیش آئے۔

آزاد - افسوس صد افسوس کہ ترکوں کی حمایت کے لیے وطن چھوڑا اور یہاں آئے مگر۔

ہر حرفی - کوئی بات پوشیدہ طور پر ہوئی ہے کہ حکام نے مجبور ہو کر آپ کو قید کر دیا۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ مگر آپ دل مضبوط رکھیے میں پھر آؤں گا۔

آزاد - بجز آپ کی ذات کے یہاں اور کوئی دوست نظر نہیں آتا۔ اور آپ سے عرف و ودن کی ملاقات ہے کسی قسم کا دعویٰ نہیں۔

ہر حرفی - مجھے آپ اپنے قدیم احباب کی طرح بکا دوست سمجھتی تھی۔

ہر حرفی رخصت ہو کر گھر گئے۔ میان آزاد اپنے دل میں اس باری ظلمین کے کمال مشکور ہوئے۔

تین دن ہی طرح پر گزرے میان آزاد اس وقت قید خانے میں رہے کبھی جن آریا یا ذاتی نہیں کبھی دیشیا اور سیلیٹن کبھی ناول پڑھتے تھے کبھی ٹھنڈی سائین بھرتے تھے۔

چوتھے روز میان آزاد کو حضور زین جنگ طلب ہوئے۔

حضور مروج کے سکرٹری نے کہا کہ میان آزاد تم نے غلط بیان کیا کہ تم ہندی ہو سکتا رہی نسبت بیان ہے کہ تم روسی جاسوس ہو۔ اور روس سے خاص اس غرض سے آئے

ہو کہ سلطنت عثمانیہ کے حالات اور میدان جنگ کی کارروائی سے اپنی گورنمنٹ کو اطلاع دو اور جہاں کہیں موقع پادہ میں شکست

موت اقرار کر لیتا مگر میں کیا جانتا تھا کہ میڈا دشمن جان بھنگی۔  
میڈا میں تیرے اس اشارے کو نہیں سمجھا تھا کہ بہت  
بچتا وگے ہاسے تین بار کا تھا۔

بہت بچتا وگے بہت بچتا وگے !! بہت بچتا وگے !!  
گھر کا کوئی بیرون سے لگتا تھا ہوا میں زبان آپ بول رہا تھا کہ ہم  
جان لیا تھا کہ ہر جین ہم غریب ہمارے دل کا سیکڑن فرسنگ ہو  
کوئی صورت میں پہنچے کی وہ انسانی کائنات کی کی بلا شے وقت کافی  
تھرمز جی ایک روز ان کے پاس پھر آئے لوشنی امینا تو ان  
سے کہہ گھیا کہ گھر کیسے نہیں رہا کی کوئی نہ کوئی صورت  
جلد پیدا ہونے والی ہو۔

آزاد۔ رہائی کی تواب امید میں ہی اور بوجھ رہائی  
ہوئی بھی تو کیا فائدہ۔  
تھرمز۔ نہیں۔ نہیں۔ جلد رہائی ہوگی۔

آزاد۔ آج پورے پندرہ روز سے یہاں ہوں۔  
تھرمز۔ جرم تو آپ کو معلوم ہی ہو گیا ہوگا۔  
آزاد۔ بخوبی۔

تھرمز۔ میرا قصد ہو کہ خود روز جنگ کے سکرٹری کی مذمت  
میں ایک عرضداشت بھیجوں اور کہوں کہ یہاں آزاد کے  
ہندی چہاؤ ہندوستان سے انکسائی کافی ثبوت ہو کہ میرے والد نے  
اپنے خط کے ذریعہ سے انکو میرے پاس بھیجا۔

آزاد۔ اور جی نہیں جہاز پر آئے لکھنؤ پہلٹن کے ساتھ  
بھٹی سے روانہ ہوا۔ جہاز کے ناخدا مسٹر اسمتھ مجھے  
خوب جانتے ہیں۔

تھرمز۔ بہتر ہو۔  
آزاد۔ پھر کب بھیجے گا۔

دلدادہ۔ یہ بہت بڑا جرم ہو جس کی طرح رہا نہیں ہو سکتے۔

آزاد۔ یہ الزام محض غلط ہو کسی دشمن نے نہمت تراشی  
ہو۔ میں بصد ادب عرض کر رہا ہوں کہ میں ایسے جرم کا مرتکب  
نہیں ہوں۔ میں ہندی کشمیری الاصل ہوں۔ روسی  
نہیں ہوں۔ میں سوچتا تھا کہ یا خدا اس جرم کا میں ناواستہ  
مرتکب ہوا کہ گرفتار کیا گیا لیکن اب مجھے ذرا بھی خوف نہیں  
ہو۔ اب مجھے یہ بتائے کہ یہ کس شخص نے بیان کیا۔

وزیر جنگ پر فرض تھا کہ اسکے نام سے میان آزاد  
کو اطلاع دینا کہ میڈا۔ میڈا کا نام سننے ہی آزاد خاموش  
ہو گئے۔ مگر انکی خاموشی اور ان کے لبث سے  
پایا جاتا تھا کہ انکے شیشے دل پھٹیں گی۔

وزیر۔ اب کیا آپ کہتے ہیں۔  
آزاد۔ (خاموش)۔

وزیر۔ اچھا اب اس وقت آپ وہن جائیں پرسوں پھر  
بلوائے جائے گا مجھے بھی اس معاملے میں بہت سے  
امور کی تحقیقات کرنی ہوں۔

میان آزاد پھر بول قید خانے میں آئے۔ ع۔  
پھر وہی تھقفض پھر وہی صیاد کا گھر  
بستر پر لیٹ کر تین بار آنکھوں سے باؤز بند کما۔

اوہ میڈا!! میڈا!! میڈا!!  
واہ کیا اچھا بدلہ لیا۔ اوکا فرید کیش۔ او ظالم۔ او  
غریب آزاد سنگدل بھی تو کتنی۔ میڈا خدا شاہد ہو کہ میں  
بے قصور ہوں پختار جی سی پری پیکر کو میں ضرور سیاہ

لیتا مگر حسن آرا سے جو قول ہمارا اسکا خیال ہو۔ میڈا تمہنے  
مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ ہاسے اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو جھوٹ

ہر فرزند ہون و احباب سے مشورہ کر لوں۔

آزاد۔ نوازش۔ عنایت۔

ہر فرزند۔ آپ تو بھائی ہیں۔

آزاد۔ قیدی اور محرم کو بھائی نہ بنائیے۔

اس گفتگو کے بعد ہر فرزند نصرت ہوئے۔

## شطر پنج

شہزادہ ہمایون فرہاد در کوب بھنے نواب صاحب کمان  
پر چھوڑا تو وہ خواب ناز میں کھے نور کے تڑکے ستر استہرت  
سے اٹھئے اور غسل کیا۔ ورزش کی۔ کپڑے پہنے اور گھوڑے پر  
سوار ہو کر ہوا گلہ نے چلے سپہ سالار بیگم کو کھٹی کے کمرے  
پر اس وقت بعد اواسے نماز صبح مناجات پڑھ رہی تھیں  
جس وقت شہزادہ ہمایون فرہاد کا کیت خوشخام کر کے کی  
دیوار کے قریب سے گذر سپہ سالار نے اپنی حلقی  
نازک آوازی سے یہ شعر پڑھا

قافلہ شد واپسی ماہرین | اسی نس ماہی کنی ماہرین

ہمایون فرہاد نے جھوٹے کی طرف نظر کی اور آہ سرد  
بجھ کر دل ہی دل میں کہہ با خدا یا میری دعا سے  
سحری کچھ رنگ اثر جائے پیوستہ حقیر نہ ہاتھ آئے

اے صاحب جذب جس دم دل ناستا دایا  
اپنے آغوش میں اٹھ کر وہ پریرا دایا

سپہ سالار بیگم کو ذرا بھی خبر نہ تھی کہ شہزادہ ہمایون گلگون  
بار نقار پر سوار زیر دیوار مناجات کے اشعار میں رہے ہیں۔  
اور جنوں کی آغوش میں سر ہن رہے ہیں صدق دل سے  
مناجات پڑھتی جاتی تھی چلتے چلتے میرزا ہمایون فرہاد

سنان میدان میں ہوئے۔ ہر کا عالم یکیت ہر سے بھرے  
حسطن نظر اٹھا کر دیکھے سبزہ فوئیز انھاس نسیم سحری شک سبزہ  
ایکے کے سبک تار کی چھائی گھٹا جھوم جھوم کر آئی۔ میرزا  
ہمایون فرہاد نے سنان پر لڑتے تھے تار کی اور سنان  
ایسی بھائی کہ روح تک وجد میں آئی۔ سبزہ کو دوسرے کی  
ہنس اور آہ ردو بار کی جھلک نے سنان ہمارے تار زبانی  
کا کام کیا۔ جا بجا اوسنے نیچے چلے اور بھی لطف دکھاتے تھے  
اور ہری ہری دوب جو انہر حوڑہ تھی تو دور سے ہمارا کی  
سی کیفیت نظر آتی تھی مرغان خوشنوا کا آئینہ ہمارے پرچم۔ ع  
کو کو کا ستورالہ حق سرکہ کی دھوم

سانی تو میں صبح قلع پر شرباب کن ہندو فلک رنگ نادر شتاب کن  
زان بشیر کیا ہمیں شگفتہ ام خود را ایک پال گل آفتاب کن  
میرزا ہمایون فرہاد نے دل میں بھان لی کہ جاتے جو صحت ہو  
اس لکڑی مقام کو اپنے بھنے میں ضرور لائینگے اور یہاں ایک  
فرخ بخش کو کھٹی ضرور بنو میں گئے ملتے میں سپہ سالار بیگم کا عشوہ  
دلربا و خندہ و لکشا جو یاد یا تو دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ سوچنے  
لگے کہ یا الہی وہ دیکھی آئین کے کہ ہم اور سپہ سالار اس مقام پر  
میں لطف زندگی بٹھائیں گے نور اگھوڑے کی باگ اٹھائی اور  
کو سے محبوب کی طرف رخ کیا۔

سر کو سے خشن با کجراست آجنا  
در ہمہ شہر خزان ست ہمارا آجنا

شہزادہ جم اقتدار والا تبار۔ سودا زوہ زلف خویان گلخدار  
میرزا ہمایون فرہاد نے اس بقا و درق میدان سے فرس تیر گام  
کی باگ جو اٹھائی تو دم کے دم میں کو کھٹی سامنے نظر آئی۔  
آسوت حسن آرا اور سپہ سالار اور ہمارا لہجہ و کے کی لڑا

ان جی بھی کوئی سوکھ نہ رہا۔

شہر۔ ہر کوئی کچھیں سیر کی۔

ان جی اٹھائیں سیر کی ہر۔ میان ایک انگریز تھے متحور  
انگریز تھے ورزش کا کامل شوق جب ولایت جانے لگے تو  
اسباب نیلام کیا۔ تین روپے کو خریدی تھی۔

شہر یقین آدمی تھا کہ آپ بہت ہی اذنان خریدی۔

ان۔ کو بیرون کے بول۔

شہر۔ اب یہ فراسیہ کے دنگل کب ہر۔

ان۔ بایں کو جس کو چھپس کو۔ آج اکیس ہر۔

شہر۔ ابھی اپنے بیٹوں کہتے ہوئے کہ اچھے بے کلفت آدمی تھے۔

ان۔ خدائی قسم آپ کے تشریف لانیسے مجھے اجازت ہوا۔

زقرونیٹ سلطان بخش پیر کی لڑائیات بھان سراے وہاں  
کا گاہ گشت رہقان بآداب رسید کیا یہ پیر شل نہ ختم ہوئے سلطانے

شہر۔ آج گھا اس وقت بظلمت ہمار دکھائی ہر۔

گلبن عیش مید مد سانی گاڈا کو پلا باہر ماری دزد بادہ خوشگوار کو  
ہر گل تو نگار خہ یاد مکنند مسہر کوشن شہر کا دیدار اعتبار کو

ان۔ و امی جب وقت ہر سوری معلوم ہوتی ہر۔ واللہ اتنے

پین خدنگا نے ان کو کہ کہ حضور جلیلہ ہر دو کوں کرگارم دودھیا چلے پنی۔

شہر۔ اس وقت چائے کی ذاتی ضرورت تھی۔

ان جی ہان۔

شہر۔ (فرط طلب سے) ہ

زکوسہ یاری آپریم باد نوروزی

ازین باد آرد و خواہی جہر انخ دل بفرزدی

ان حضرت کیا کلام ہر سبحان اللہ سبحان اللہ شہر تو ابرار

میں ایک ایک بڑھ کر تھے مگر سان انجیب کارنگ ہی اور تھا۔

قدرت حق کا مشاہدہ کر رہی تھیں۔ سامنے کے میدان میں

آن روئے دریا گائیں بھی ہری گائیں چر رہی تھیں۔

بچے کے کلبین کرتے پھرتے تھے چرواہے کا ٹوٹا بھینس

کی بیٹ پر لٹا ہوا بڑا گاراجھا گوربانے مارا بڑہ بان گوریا

سے مارا بڑہ بان۔ کالی گھٹا سے گھٹا ٹوپ اندھرا چھا ہوا

اور کہ کے نیچے دریا لہر ہن مار رہا ہر کہ اتنے میں شہزادہ

بلند راہ کا اسب صر صرنگ کھلکھلیاں کرتا ہوا سامنے سے

آنکھ اوڑھ چکی کوئی آدمی۔ اُدھرا نکا برق دم پری چم گھوڑا

چمک کر نکل گیا۔

سپہر۔ (اپنے دل میں)۔

ہا یں فرمید تاز جولان کردہ سے آید

اکہ بر سر کج واکل پریشان کردہ سے آید

حسن۔ (دل میں)۔

برشت سمند اپن چہ بلا شہر بکار لیت

کنز کردہ اور بچ مسر غبار لیت

میرزا ہایوں فرمہ باد کے پہونچتے ہی نوا صیاح

اُٹھو کھڑے ہوئے۔

ان۔ یہ صبح صبح آپ کسان سوار ہو گئے تھے میں جو میان

آباد نسا کہ سوار ہو گئے۔

شہر۔ جی بان ذرا ہوا کھائے گیا تھا صبح شام ہوا

کھانے کا عادی ہوں۔

ان ضرور چاہیے صحت کے حق میں اسیر کی خاصیت رکھتا ہر۔

شہر۔ آپ روز و ورزش کرتے ہیں۔

ان جی ہاں کچھ ٹھنڈی بہت۔

شہر۔ اس جہزی کے کھنے ہاتھ آپ ہلا سکتے ہیں۔

درہم و درخان نیست چو من شیدائے  
خرقہ چائے گرد باد و دفتر چائے

شہز سحان اللہ سبحان اللہ حضرت مین تو حافظ کے  
ایک ایک شعر پر عاشق ہوں - ۵

دوستان وقت گل آن بلکہ ہنر شرت کو شرم لاجن پرینان ہمت کج آن نے بہتر

ن - حافظ جی حافظ جی صاحب -

حافظ - حضور والا ارشاد -

ن - آپ کی سٹے کچھ فوکہ تو لایے -

شہز - اس تکلف کی کیا ضرورت ہے -

ن - تکلف بہ تکلف - بڑا - خاندان بہ تکلف ہے -

میرزا ہمایون فراور نواب صاحب نے سیلابور

کشمش پتے خرسے چلے -

شہز - آئیے مجھے آپ سے شرط ہے -

ن - بسم اللہ - حافظ جی شرط ہے -

حافظ جی اور میرزا شاعر حسین بیگ اور مولوی صاحب

اور شہزادہ ہمایون فراور نواب صاحب شرط ہے -

بیگ بازی میں نواب صاحب نے دس ہی پانچ چاروں میں

ہمایون فراور خ پیٹ لیا - تھوڑی دیر کے بعد پیل رخی

کی مگر شہزادے نے مات کر دیا - دوسری بازی میں

مٹھی میسر بازی میں شہزادے کے دور رخ رو گئے اور

نواب صاحب کے پاس نیل -

ن - کیا مات کیجیے گا -

شہز - امید تو ایسی ہی ہے -

ن - ممکن ہی نہیں -

شہز - واہ -

ن - اچھا جب جانیں کہ مات کر دیجیے -

حافظ - محال ہے - اس نقشے میں اتنی ہی نہیں -

میرزا صاحب - (میرزا) - واہ ورمات نہ تو کیا سنی ہو رخ

ہوں اور مات نہ ہو -

حافظ - آپ مات کر دیجیے -

شہز - انکو نکلے نہ کیجیے ایک رخ یہ ٹھوکیے ٹی بند ہو گئی دھڑ

رخ اس مقام پر آجائے پہل اٹھ نہ سکے گا -

بادشاہ کو آگے بڑھ جائے بس مات ہے - ہر کہ نہیں -

ن - اچھی تو یہ کیجیے -

حافظ - حضور عالم اس نقشے میں اتنی ہی نہیں سکتا -

شہز - تعجب ہے - اچھا ذرا غور کر لیں -

ن - بسم اللہ چلے کل تک سوچیے -

میرزا - دور رخ میں اور مات نہ ہو سکے -

ن - حضرت دور رخ اور دیکھ لیجیے بھلا مات تو کیجیے -

میرزا - حضور اب میں کیا عرض کر دوں -

ن - آپ عرض کچھ نہ کیجیے مات کیجیے -

میرزا - حضور کچھ کھلائی کھلائے تو یوں بھی سی -

حافظ - بھائی کیوں جھٹ کرتے ہو اس میں اتنی ہی نہیں ہے -

نقشہ اس طرح پر تھکا

سرخ بازی

× | ×

رخ سرخ      شاہ سرخ      رخ سرخ

×      ×

سبز بازی      پیل سبز      شاہ سبز

شہنہ - واثمی مات نمین -

ن - وہ تو آپ کو یاد ہے -

شاہادہ دینے والے دلا رام راہ  
بیل پیادہ پیش کن واسپ کشت

شہنہ - ہاں یاد ہے -

ن - اور جابے -

شہنہ - حضرت ایک ہی آپ پر -

ن - ا جی ابھی کبھی فاضل کیسے دیتا ہوں -

شہنہ - بجائے -

ن - مصرعہ

میرزا باغیگن کو آری کیا ہے

میرزا ہا یوں فرنے جو بھٹی بازی تھیلی - حافظ جی

نواب صاحب کو بتاتے تھے - اور میرزا صاحب شہزادے

کی طرف تھے - جیلے میرزا ہا یوں کانچ پیادے کے

منہ دعو کے سے پیٹ گیا - نواب صاحب نے کہا حضرت عات

فرمائیے - ہی یہ مات با نمین - تھوڑی دیر کے بلکسی چال پڑی

کہ شہنہ نے نواب صاحب کا فرزین پیٹ لیا -

ن - ارے -

حافظ - لاجول ولا قوتہ -

ن - دھوکے کی چال تھی -

شہنہ - بجائے ہم کوئی مردہ پیش تو دھوکے کی چال ہے -

اور حضور پیٹ لین تو استاد ہی ہے -

ن - خیر اب تو بازی کم ہی ہوگی -

شہنہ - اب کی برابر ہو جائیں گے -

ن - ہاں پھر اب تو فرزین ہی نذر ہے -

حافظ - حضور وہ بیل تو لیجیے -

ن - ہاں - (بیل ہٹا کر کشت

شہنہ - یہ بے کشت -

ن - (بیل سے گھوڑا پیٹ کر) پھر کشت -

شہنہ - ارے -

میرزا - کچھ ہرج نمین ہو خداوند -

ن - مات ہے -

میرزا - اس گھر میں بادشاہ کو آجائے -

حافظ - اب پیادہ پیٹ کر گھوڑے کی کشت -

شہنہ - نمین صاحب اپنے فرزین کی کبھی خبر ہے -

حافظ - کیوں -

شہنہ - گھوڑے کی کشت -

حافظ - اچھا پھر -

شہنہ - اس گھر میں آئے - یہ بیل کی کشت - وہ کشت -

یہ گھوڑے کی کشت - فرزین پیٹ گیا

حافظ - سبحان اللہ خوب سوچے حضور -

میرزا - افسوس -

شہنہ - کبھی ایک طرف رہو -

ن - ہاں یہ قتالی کے بیگن ہونا کیا معنی -

اس بازی میں شہزادہ برابر ہو گیا -

شہنہ - برابر ہے -

ن - اتفاق سے -

شہنہ - درست -

ن - حضور وزیر تو دفعت ہی میں کٹ گیا -

شہنہ - بچے -



ان - علیٰ ہذا القیاس - ہماری بھی یہی کیفیت ہو۔  
 شہر - دیکھیے رخ مین نے بیٹ لیا۔  
 ان - ارے لا حول ولا قوۃ - ہم یہ چال نہیں چلیتے۔  
 شہر - جال پھرنے کی سند نہیں - واللہ ہم نہ مہین گئے۔  
 ان - دادو - ہم یلین بھی جب۔  
 شہر - خدا کی قسم مین نہ مانوں گا۔  
 ان - اچھا بجا ہے یکشت۔  
 شہر - یہ یکشت۔  
 ان - پھر کشت بادشاہ کو۔  
 شہر - ارے رخ کٹ گیا۔  
 میسرزا - جیلے برابر ہو گئے۔  
 شہر - ہاے انیس - واللہ غضب ہو گیا - مگر خیر۔  
 ان - پھر کیا مین نے رخ دیا - آجے رخ بیٹا - مین نے پیل کی  
 کشت دی۔  
 شہر - مین اس گھر گیا۔  
 ان - ایک تہہ کٹا جاتا ہو۔  
 شہر - کیا خوب شاید آپ کا بھی مین گئے - کیا بجل۔  
 ان - مین یہ بڑی ہوئی۔  
 شہر - (مسکرا کر) حضرت تم تو ایسی ہی کھیلتے ہیں - چاہے  
 کھیلتے چاہے قبولیت داخل کیجیے۔  
 ان - واللہ - اللہ ہے۔  
 بہت کریں آرزو خدا کی کی | شان ہر تیری کبریائی کی

میسرزا - پورے تہہ سے جسے تھے یا کم ڈٹیں۔  
 شہر - آب کی اور ہو۔  
 ان - آب بد بد کے ہو۔  
 شہر - اچھا دل دہل روپے بازی۔  
 حافظ - نہیں حضور۔  
 پانچون بازی شروع ہوئی۔  
 ان - آپ سے تو رخ اٹھا کر کھیلنے کو جی چاہتا ہو۔  
 شہر - شان خدا۔  
 ان - واللہ آب کی رخ اٹھا کر کھیلین گئے۔  
 شہر - حضرت ایک رخ چاہے اور بسا لیجیے۔  
 ان - آپ کو شرط کھیلنا سکھایا کس نے۔  
 شہر - جی بجا ہو۔  
 ان - واللہ منسی آتی ہو۔  
 شہر - مٹھائی رکھیے تو دو ایک چالین بتادوں۔  
 ان - دس بازیان بد بکر ہوں تو مین بال باندھی مات  
 کروں۔  
 حافظ - رخصت ہو۔  
 ان - مین۔  
 شہر - یہ رخصت کے کیا منی۔  
 حافظ - حضور بدی بازی کے وقت مین نہیں بیٹھتا۔  
 شہر - کیوں۔  
 حافظ - طبیعت۔  
 شہر - اچی دو تھڑی کی دل لگی ہو۔  
 حافظ - تو خداوند اور طرح انسان ل ہلائے بنا کیا فرض ہو۔  
 شہر - لطف ہی نہیں آتا۔

احقر تیری قدرت - اور آپ ہمیں منہیں شانِ خدا - لیجیے تین نقشے تو پہلے عمل کیجیے

نقشہ ہائے شطرنج

شاہ مسینر

				شاه سن	
				پایه سن	
		پایه سن			
		منی شمش		شاه سن	
				دیر سن	

شاہ سمرقند

سُرخ مین چال مین مات کرے

بازی کسب

		پیاده‌نمر			
					فرزین
			پیاده‌نمر		
		فرزین		اسپهر	
				پیاده‌نمر	
		نیل		پیاده‌نمر	
				پیاده‌نمر	
نیل					

باری مج

دو چل مین مات ہر۔

ن۔ اُن۔ اُن۔ پُرخ بھی گیا۔

شہر۔ پھر حضرت جی اے کھیلے یا ہے نہ کھیلے۔

ن۔ بان اب تو اکی جیت رہی نہ خیر۔ نصیدہ خواہد شد۔

شہر۔ اب گھوڑے کو نکلیں۔ فرس تیز گاڑا اب کام ہے۔

ن۔ اچھی گدھا بنجائے تو سہی۔

شہزادہ کا خوب جزمین جو نیور کے قاضی کو بلانا پڑے۔

حافظ کہے کیا رنگ ہو۔

شہر۔ اچھا رنگ ہو۔

ن۔ برابر ہے۔ مگر ہماری بازی وہ گئی ہے ذرا۔

شہزادہ ہونہ۔ یہ نہیں کہتے کہ مات ہم کہنے لگے دب گئی عورت۔

ن۔ اچھا سمجھا جائیگا۔ جلتے کمان میں آپ۔

شہزادہ - ٹھہریے۔ دین فاضل کمر کے جاؤں تو سہی۔

ن۔ ٹھہریے اب کی سب بازیوں کی کسز کمال ہونگا۔

سهنر-جي ڪاٺو-

اسی طرح کئی بازیان ہوئیں۔ آخر کار شطرنج ختم ہوئی

و میرزا ہمایون فرنے کہا ہماری تین باتیں حاصل ہن

صاحب کو اپنی شہرچہ باری کا بڑا رزم تھا کہ مرنے کے وقت کھا کر کیسے

غنیف ہوئے اور کہا اچھا سمجھا جائیگا۔ ایک بازی کتی پسند

مین۔ وومات البتہ فاضل مین اسکے بعد شہزادہ ہمایون فر

نے کہا بھلا ان نقسوں کو تو مل کر کیجیے۔ تین نقشے بنائے اور کہا

مع از مائی کیجیے۔ مگر شرط یہ ہر کہ کسی سے پوچھے نہیں خود

ی طبیعت پر زور ڈالیے اور حل کیجیے تو جانین آپ بڑے

ماطرہیں۔ نواب صاحب نے تینوں نقشے بنوڑ رکھے اور کہا انشا اللہ

اور حل کروں گا۔ یہ بات ہی کیا ہر مین کوئی انارشی سٹریج باز

ہوں نہیں آپ کی طرح۔ اس فقرے پر شہزادہ بہت ہی انصاف

دیکھیں تو ماجر کیا ہے۔ گو ہمیشہ ناکام رہے لیکن دل کی گلی بُری  
ہوتی ہے۔

شہہ۔ خدا جانے کون بچا رہی سگیں ہو۔ اگر تم اجازت دو تو میں  
دریافت کر آؤں کہ کون بگم ہو۔

جو گن۔ (جو) جانے بھی دو۔ دنیا میں ہزاروں آدمی غلیل  
ہوتے ہیں پھر اچھے ہر جاتے ہیں تم کو کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ  
وہاں جاؤ اور تحقیقات کرو۔

ششم - بہتر ہی مگر میرا دل بے اختیار ہوا جاتا ہے۔

جو۔ یہ کیوں۔ یہ کیوں۔ ایسا دل بھی کیا جو انسان کے قالو میں نہ رہے۔ واہ۔ واہ۔ واہ۔

شہ حسب حال - ۷۷

تم ذرا پہلو سے اٹھے ہم ٹرپ کر رہ گئے  
یوں بھی دیکھا ہر کسی کا دم نکل جاتے ہوئے

خدا جلنے کیا سبب ہے کہ جب خدا کی طبیعت بتقراء ہے۔

جو۔ اسکا سبب سوامختارے اور کون جان سکتا ہے۔

جو گن ہو جی کہ اگر شمسوار وہاں جایگا۔ تو اور بھی مضطر  
میرزا ہو کر آئیگا۔ والد اعلم وہ یک لکسی ہو۔ انسان کی  
زندگی کا بھر دسا کیا آج مومے کل و مرادن۔ گویا پیدا  
ہی نہیں ہوئے تھے شمسوار کو بہت عجیب کہ کمان بھی جاؤ گے  
اور جاؤ گے تو نیاؤ گے کیا دیان۔ مگر شمسوار نے حاجت  
اور منت و سماجت کی کہ واسطے خدا کے مجھے جلنے دو نا چار  
جو گن خاموش ہو رہی۔ شمسوار ریل پر سوار ہو کر چلے۔ ریل  
کے سر درجے میں بیٹھے تھے امین ایک مسن منشی صاحب  
بھی تشریف لکھتے تھے۔ نہایت لائق فانی انشا بردار فصیح  
بلج آدمی ریل پر بھی نفل تھا شمسوار کے گفتگو ہونے لگی۔

## سبز بازی

			X	X			
					فرزند مرغ		
تیل سبز خلیل مرغ			پیاده سبز				
				شاه مهر			
پیاده مرغ							
بابا شاه مرغ							
			X	X			

سرخ بازی

چار چال میں مات کورے

اب شہسوار کا حال نذر ناظرین ہے۔

شهرسوار

اب بعد مدت ذرا تسوار کا کمال سمجھیں۔ تسوار اور دلفگار جو گن کے ساتھ رہنے لگے۔ گونا گویا اور نامرادی سے ان کا دل دینا۔ دونوں سے بچ گیا تھا کہ جو گن کی سختی جوانی و تیز دلیاقت پر ہر نامرادی سے عاشق تھے۔ دل سے لگتی تھی کہ جو گن کو غصہ دلان میں لائیں لطف زندگی اٹھائیں لیکن جو گن کسی اور ہی دھن میں تھی بھان کی تھی کہ سہ بھر شادی نہ کروں گی جبکہ یہ جو گن ہوئی تھی عشق ساتھ کا دم بھر زندگی تسوار ان باتوں سے محض سے فریاد تھا۔

ایک روز جو سنا کہ کسی تعلیم کی طبیعت از بس ناساز سچھی ہو  
تو تر پیٹ لگے سیدھرا کا نام نہی جکتے۔ کئی بار چاہا کہ جا کر

شہسوار کے دل میں تقریر نے بڑا اثر کیا۔ نان بانی کا بچائی پانا۔ لڑکے کا زار زار رونا چلا نا اور لڑھی عورت کا دھور غم سے دم توڑنا بعد حشرت والہ دنیا چھوڑنا ان سب باتوں کی تصویر اس کی نظر کے سامنے بکھر گئی۔

دنیا الم غفلت و غفلت غم اعمال

آسودگی از مادیات و جان فاصلہ دارو

شہم مگر افسوس ہے کہ ایسے خیالات انسان کے دل سے جلد دور ہو جاتے ہیں۔

منشی - غفلت - اتقوا کائنات میں نہ فرق آجائے۔ مگر جن لوگوں کی نفس منہلہ کے نفس لومہ پر غالب ہو اور جنہیں آثارہ کی ذرا پسروی نہیں کہتے وہ قبول بندہ خدا کے ہیں۔ اور ہر دلچیز موت سے انکو ذرا خوف نہیں غم اور رنج و رونا میں سے ایک بھی نہیں جانتے۔

زکمت یا سوز مت کلمت کہ درہم دو عالم شہسوی سرفراز لباس طاقت جو در بر کئی بدلت مرنج و لغوت مست از خاکساری سے زیادہ اکسیر اور دنیا میں کچھ نہیں۔

ہر کہ شد خاکستین برگت و برے پیدا کرد

وانہ با خاک جو بیرست سرے پیدا کرد

شہ

حباب از سر بلندی پائمال ہو میرگردو

غبار از خاکساری سر بہ اوج آسمان دارد

منشی - اور یاد رکھنا چاہیے کہ کسی سے کدورت نہ رکھے۔ دل صاف رہے۔

سینہ صافان را عباد کیست نیست

مکل نباشد چشمہ خورشید را

شہم - ریل پر تضرع بعض اوقات بڑی مصیبت بڑتی ہو خصوصاً جب کسی ایسے درجے میں بیٹھے کا اتفاق ہو جو ان گنوار ہوں اور پس کچھ نہ پوچھیے قیامت کا سامنا ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک گنوار نے بالون جو کھیلایا توین نے کہا میان ذرا انسانیت سے بٹھیو۔ بس اٹھ کر کتا کیا ہو سنا صاحب جیسے تم بارہا آؤ وہیو جیسے ہم۔ تم تو لٹیرو اور ہم کو لڑنے پساری۔

منشی - واجبی بات ہے۔

شہم - میں ڈھونڈ چکا ایسے ہی درجے میں بیٹھا ہوں جس ان شہر فہون۔

منشی - سبچا ہو۔

شہم - ورنہ مفت کی ٹھائیں ٹھائیں سے کیا دمط۔ منشی - حضرت دوروزہ زندگی کے لیے اتنے جھگڑے پھیر کے سب فضول ہیں۔ بیکار محض۔

ابنا سے زمانہ ورے شور و شر اندا اناسا شہنشاہ و عین ضراند مانند قطار شترین فرود وون کی پامندر اند ودرے ہندگرد اند لیکن جو لوگ طبع سلیم سے بہرہ کافی رکھتے ہیں وہ ان باتوں سے متزلزل نہ ہوتے ہیں اسد باقی من کل فانی۔

دنیا بیچ ست و کار و دنیا ہمہ بیچ

ای بیچ نہر بیچ و بیچ بیچ بیچ

شہم - ہوتا ایسا ہی۔

منشی - انسان کپڑے بنوتا ہے جو سال بھر کے مکان بنوتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ برسوں کیا معنی صدیوں تک اسکی ایک دیوار بھی صدمہ نہ ہوئے کسی نے گالی دی اور اس کے دل پر چوٹ لگی مگر سب بوج۔

وون کی زندگی میان مثل حباب ہے

بغض و حسد و دشمنی کا کام ہو۔ خدا کے مقبول بندے  
حسد اور بغض سے نکل کر نور و درہنہ بنیں۔

شمس۔ حضور کا روتختہ نہ کمان ہو۔

منشی۔ مصرعہ

درویش ہر گاہ کہ شکر دیکر آست

شہر۔ اے آپ سے ملنا چاہوں تو کمان ملوں۔

منشی۔ لشکر طزلیت بنا رس میں۔

از بنارس مردم معبد عام ست اینجا

سر بر زمین سپر بھین درام ست اینجا

شمس۔ ہین کچھ کھائیں۔

منشی۔ بس چودہ چشتین یاد رکھیے علما و حکما کا تول اور

آب زر سے نکلنے کے قابل ہو۔

پہلی وصیت

جس نوکر کو مقرب بنائے اُسکی نسبت شکایت نہ  
کیونکہ جو لوگ بادشاہوں کے مقرب ہو جاتے ہیں اُن سے  
اکثر آدمی حسد کرنے لگتے ہیں اور حسد کے سبب اس بات  
کے خواہاں رہتے ہیں کہ بادشاہ کی نظر انکے افسر سے  
اٹھ جائے اور اُسکے لیے طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں خیر خواہ  
نیکو پسند باتیں بڑھاتے ہیں کہ بادشاہ اس سے ناراض ہو جائے  
اور نظاں نصیحت اور نصیحت کی باتیں کرتے ہیں مگر مقصود انکا  
صرت یہ ہوتا ہے کہ مسوکی نہ لیں اور زوال میں سی کرین۔

دوسری وصیت

خیال نہ کرو دربار میں گھسنے نہ کیونکہ وہ لوگ بڑے

فتنہ انگیز اور فساد ہی ہوتے ہیں بادشاہ کو جسوقت معلوم ہو  
کہ ظان شخص چلوں رہا سیو مت اُسکے دشمنی کی تدبیر کرے تاکہ اسکے  
فساد سے جو ضرر پیدا ہوئے ہیں نہ ہونے پائیں۔

تیسری وصیت

بادشاہ کو چاہیے کہ امر اور ارکان دولت سے ایسا  
برتاؤ کرے کہ انکو بادشاہ کی موافقت اور نیکو چاہی کا یقین  
ہو جائے کیونکہ جس صورت میں مصاحبوں کی محبوبی اور مخلصانہ  
کی یکہ لی میر ہوئی ہو انکے اتفاق اور معاونت سے بڑے بڑے  
کام بہت آسانی سے انجام پاتے ہیں۔

چوتھی وصیت

دشمن کی نرمی اور خوشامد پر غور فرمادو کہ کسی غلامی  
اور انکساری سے پیش آئے ہرگز اعتماد نہ کرے کیونکہ  
دشمن سے دوستی کی توقع عقل کے خلاف ہو۔

الغرض جو دھون بیان کین اور منشی صاحب نے صاف  
صاف لکھا کہ میں اپنی بیوی کو بہت چاہتا تھا۔ اور وہ چھوٹ  
میری عاشق زار تھی۔ میری شامت اعمال بجا کر کے عار سننے  
میں وہ جان کنی تسلیم ہوئی۔ انا خدا نا السیر راجوں۔  
منشی صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے چھوڑی  
دیر کے بعد اشک پوچھ کر کہا۔

ایک ہی ہفتے میں دولٹ کے چاتے رہے۔ ایک  
جوان تھا۔ کوئی بائیس برس کا۔ انتہا گالاق فائق۔ دوسرا  
کوئی چودہ برس کا افسوس صد افسوس کہ دونوں کلا دونوں ایک  
ہفتے میں کچھ داغ مفارقت ابدی دے گئے۔ دوسرا تو اور بڑا

<p>در عفو لفظی است که در انتقام نیست</p>	<p>سارا عالم میری نظرون بین تیرہ تواتر تھا۔ ع</p>
<p>اگر آپ پراس عورت کا دل آتا اور جس طرح آپ کے قریب</p>	<p>دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پس کا داغ</p>
<p>سرخرو ہوئے سطح اسکے قابلین آپ سرخرو ہوئے تو اسکو آپ اجازت دینے کے آپ انتقام لے۔ صبح خوشی کا سودا ہو اسین دبر دیتی کسی۔ بولے۔ اپنے بر خود پسندی بدگیر کے ہم پسند۔ اگر اس سنے کی پیڑی کیجئے تو ملال اور غم اور جنون انتقام قریب ہی نہ آئے پائے۔ اس خیال کو دل سے دور کیجئے۔</p>	<p>ای خاک تیرہ خاطر مہمان نگاہاں کین نوشیچم است کہ در بر گرفتہ میں ہزار روپیہ میں نے نام خدا غوا اور سوا کین کو دیا اور سات ہزار روپیہ ایک عالم تنقی کی نذر کیا اور طلبہ کے تحفہ مقرر کر دیئے اب میرے پاس کچھ روپیہ اور کسی عزیز یا رشتہ دار یا دوست سے خط و کتابت نہیں۔ نیکی سے ملاقات کرتا ہوں۔ دہراج عقبات مالیات کر کے سعادت کو نین حاصل کی۔ اللہ بس باقی ہوس۔</p>
<p>منشی صاحب اسقدر کہ چکے تھے کہ ایک سٹیشن آیا۔ اترے ہر حصہ کیا۔ ڈاکٹر نے لاڈلیم کے کس قطرے پلائے۔ اور اسکی کھوٹنی میں کوئی دوا پلائی کہ کھینچے ہی کھینچے اور دھکیان لیکر کل بسے</p>	<p>مشہم۔ آپ ٹرے متقی آدمی ہیں ایسے بزرگوں کی زیارت مختصات میں سے ہے نصیب امان ہو۔</p>
<p>درست چل کر نیت دروان اولامہ بشا ہوگا ستم خود فرمان اورا شاہی کہ کلمہ روشن کرمان یمنوزا ہمار ورمی خورد کرمان اورا</p>	<p>روئے مقصود کہ شاہان بدعای طلبند سبش بندگی حضرت درویشان است</p>
<p>نور و ریانت کیا گیا کہ یہ کون شخص ہیں۔ انکے پاس کس قدر اسباب و جامد اور بیل پر تھی۔ کہاں ہے۔ انکے ساتھ کوئی ہے یا نہیں سٹیشن ماسٹر نے شہسوار سے دریافت کیا۔</p>	<p>جی جا ہتا ہر عام آپ ہی کے قدموں کے تلے پڑا ہوں بہشت ایسے ہی طلبہ بنفس بزرگوں کے لیے ہے۔ منشی۔</p>
<p>شہسوار زار زار رونے لگے جناب میرے والد ماجد تھے۔ ہاں آبا جان تیم کر چلے۔ یا انکی ابا جان داخل خدمت سے سال ہی پھر میں آپ پر گرا سے عالم جاودانی ہوئے۔ انوہ۔ تیمم۔ تیمم۔ سنا کرتے تھے۔ مگر ج خوشنیم میں ٹپھے۔ یا روجنہ تیمم کی صورت نہ دیکھی ہو ہماری صورت کچھ لے۔ تیمم جبے پر برکتی ہو۔ ہاں آبا جان ریل پر غدا سے گئے ابھی کچھ یہ چودہ وصیتیں کیں اور کہا انکے مطابق چلنا اور آنکھ پھیر لی۔ اسٹیشن ماسٹر۔ دیکھو۔ مشہم۔ دیکھیے۔</p>	<p>از بارگہ محمدہ بہتیم جبہ کنم چلے دیویدہ سجدہ کنشتم جبہ کنم نے در صفت کا فر نے مسلمان جاہل کے لئے لائق دروخ نہ بہتیم جبہ کنم شہیم۔ ایک امزن آپ سے متورہ لینا چاہتا ہوں۔ منشی۔ بسم اللہ فرمائیے۔ شہم۔ میں ایک جت حوروش پر عاشق ہوں مگر وہ زن نخیز خوش جمال ایک اور نوجوان رعنا کو چاہتی ہے۔ میر ہی دلی خواہش کہ اس رقیب سے بدل لون۔ اس پایے میں حضور کی کیا را ہے۔ منشی۔ انتقام اہی تو یہ۔ ع۔</p>

دم کے دم میں درویش بنیو کو بادشاہ مجروح و جراحتوں میں  
خاقان ابن خاقان کو خانان خراب کر دے ساگر خدا کا  
فضل ہوا تو بوسن کی مصیبت ایک گھڑی بھر میں دور ہو گئی  
اور اگر تھر ہو تو بھر عیاذ باللہ انسان کا ٹھکانا ہی نہیں مگر  
اس کا رحم اسکے قہر سے زیادہ ہے۔ ۷

صدتے اس بندہ نوازی کے تہن جاؤں  
باپان تہن تہن کب الیہ شفیع و شفیع

شہسوار کو بات کی بات میں نہال کر دیا۔ مگر و سپر کمی  
کیا چیز ہو کمان تو شہسوار دنگار تارک الدنیا ہوئے تھے۔  
کمان اب رو بہ رو بیا تو شوق چرا بکھڑے اڑائیں۔ چپو کی  
امارت کی بوداغ میں سمائی۔ اور کیوں نہ سہلے بیٹھ جائے  
مفت کی دولت ہاتھ آئی زار پتے ہی اتر گئے سچ ہے۔ ۷  
اچر ز تو خدا نہ و مسکن مجنبا  
ستار عیوب قاضی الحاتی

تجنیہ کر نیسے معلوم ہوا کہ کوئی بانیس ہزار کی دولت ہاتھ  
آئی مگر اسباب کی بھری جو کھوئی تو ایک فوق اچھڑک لٹوئی  
دیکھ کر غش کوئے لگے معنی مندریل تحمل وہ بیش ہست کہ  
مورہ مشنیکسی کاہل فن استاد نے اس پر کام بنایا تھا تو یوں کہ  
بچے اچھڑا دھڑلے تھے سو سو روپیہ کا ایک ایک موتی دہرے  
کے ہوئے اندھیرے میں رکھ دو تو معلوم ہوا جان بھلا آ یا ستارے  
چھٹکے ہوئے ہیں شہسوار نے وہ بیش بہا لٹوئی جو کون کو دکھائی  
اور کہا بھلا آنکو تو کتنے کی ہو گئی۔ جو کون بولی میان لٹوئی کس  
جو اہر اس کا کہو۔ کوہ نور کو۔ کوئی دس بارہ ہزار سے زیادہ ہی ہو گئی  
شہسوار اس نتیجہ پر آئے ہیں بارہ ہزار سات سو قدر دام۔  
جو کون مکرانے لگی کمان پڑھے ہوئے کون کون ہیں ہونھیں اتنی بھی

اسٹیشن ہا سٹر۔ کیا لکھا ہے۔  
شہسوار نے رونے رونے تین چار صیتیں پڑھیں۔

تجنیہ تکفین کے بعد شہسوار نے نشی مرحوم کا حال و اسباب لیا  
اور چل کھڑے ہوئے اُنٹے نیچے سات ہزار کی اثرفیان  
اور دس ہزار کے نوٹ اور کوئی سو اسرو پیہ اور ایک بیگ کپڑوں کا  
انکے ہاتھ آیا چلے امیر کبیر بنی بیٹھے فوراً جو کون کے پاس پہنچے۔  
جو کون۔ کہو وہ بیکسی ہے۔

شہر۔ والدہ عالم بالمشوب۔  
جو۔ کیا گئے نہیں پھر۔  
شہر۔ آدھی راہ سے لوٹ آیا۔

جو۔ خوب کیا۔ مگر زمانے بھر کی بیماری سے کیا سر و کار۔  
شہر۔ ہاں اپنے کام سے کام ہے۔ مگر ہم امیر ہو کر آئے ہیں۔  
جو۔ کیا کوئی پیسہ لے جھوٹے ہو۔ امیر کیسے بولو۔

شہر۔ گئے تھے خالی ہاتھ مگر خدا کی دین وہاں سے امیر  
کبیر ہوئے۔ ۷

خدا کی دین کا موسے سے پوچھے احوال  
کہ آگ لینے کو جابین میمیری ہو جائے

جو۔ آوئی کہین جھنگ تو نہیں پی آئے ہو۔ کیا پایا گیا۔  
شہر۔ مگر کشمیر۔

جو۔ وہ کہین پایا نہ ہو۔ کیا بکھڑاتے ہیں۔ کسی اور کو  
جلکے چنگیوں پر اڑانا۔

شہر۔ خدا کی قسم ہزاروں ہی لیکر آیا ہوں یہ دیکھو۔  
جو۔ امین کیا ہے۔ دیکھو ادا صلاؤ۔

شہر۔ امین کھل جائیں گی۔  
دنیا کے بھی جو بکھڑا نے عین عقل ہی نہیں کام کرتی۔

<p>در عفو لئی است کہ در انتقام نیست</p>	<p>سارا عالم میری نظرون میں تیرہ تو تار تھا۔ ع</p>
<p>اگر آپ پر اس عورت کا دل آتا اور جس طرح آپ کے قریب</p>	<p>اشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پس کا داغ</p>
<p>سرخرو ہوئے سطح اسکے قابل میں آپ سرخرو ہوئے تو اسکو</p>	<p>اگر خاک تیرے خاطر نہ مان گا ہمارا کہین تو چشم است کہ در بر گرفتہ</p>
<p>آپ اجازت دینے کے آپ انتقام لے۔ نواح خوشی کا سودا ہو</p>	<p>میں ہزار روپیہ میں نے نام خدا غوا اور مساکین کو دیا</p>
<p>اس میں دبر بستی کسی بولے۔ اپنے بخود نہ پسندی بدگیرے</p>	<p>اور سات ہزار روپیہ ایک عالم متقی کی نذر کیا اور طلبہ کے تحفہ</p>
<p>ہم پسند اگر اس کے پیروی کیجئے تو ملال اور غم اور حزن</p>	<p>مقرر کر دیئے اب میرے پاس کچھ روپیہ اور ہر کسی عزیز یا</p>
<p>انتقام قریب ہی نہ آئے پائے۔ اس خیال کو دل سے</p>	<p>رشتہ داریا دوست سے خط و کتابت نہ ہیں۔ نہ کسی سے</p>
<p>دور کیجئے۔</p>	<p>ملاقات کرتا ہوں۔ دوبرج غنات مالیات کر کے سعادت</p>
<p>منشی صاحب اس قدر کہ چکے تھے کہ ایک سٹیشن آیا۔ اُسے</p>	<p>کوین حاصل کی۔ اللہ بس باقی ہوس۔</p>
<p>ہر صفہ کیا۔ ڈاکٹر نے لاڈ نیم کے کس قطرے پلائے۔ اور اسکو</p>	<p>مشہم۔ آپ بڑے متقی آدمی ہیں ایسے بزرگوں کی زیارت</p>
<p>کھوٹنی میں کوئی دلا پلائی دیکھتے ہی دیکھتے دروچکیاں لیکر ملے</p>	<p>مختصات میں سے ہر نصیب کمان ہو۔</p>
<p>دریست چل کر نیت دریاں اور طلبہ بڑا ہو کر سلت مہر فرمان اورا</p>	<p>روئے مقصود کو شاہان مدعا می طلبند</p>
<p>شاہی کہ کلمہ روشن کومان میخونہ ہمارے درمی خورد کرمان اورا</p>	<p>سبش بندگی حضرت درویشان ست</p>
<p>نور یافت کیا گیا کہ یہ کون شخص ہیں۔ انکے پاس کس قدر</p>	<p>جی جا ہتا ہر تمام عمر آپ ہی کے قدموں کے تلے پڑا</p>
<p>اسباب و جامد ریل پر تھی کمان ہو۔ انکے ساتھ کوئی ہو یا</p>	<p>ہوں ہمیشہ ایسے ہی طلبہ بنفس بزرگوں کے لیے ہو۔</p>
<p>نہیں سٹیشن ماسٹر نے شہسوار سے دریافت کیا۔</p>	<p>منشی۔</p>
<p>شہسوار زار زار رونے لگے جناب میرے والد ماجد تھے۔</p>	<p>از بارگہ حمیدہ بہتیم جہ کنم پائے دیروندہ سجدہ کنشتم جہ کنم</p>
<p>ہاے آبا جان تیم کر چلے۔ یا الہی ابا جان داخل خلد ہوئے سال</p>	<p>نے در صفت کافر نہ مسلمان جا کر لائے لائق دروخ نہ بہنتم جہ کنم</p>
<p>ہی بھر میں آپ رہ کر اسے عالم جا وانی ہوئے۔ انوہ۔ یتیم۔ یتیم۔</p>	<p>شیم۔ ایک امیرن آپ سے متورہ لینا چاہتا ہوں۔</p>
<p>سنا کرتے تھے۔ مگر خوجنیمین میٹھے۔ یاد وجنیمیم کی صورت</p>	<p>منشی۔ بسم اللہ فرمائیے۔</p>
<p>نہ دیکھی ہو ہماری صورت کچھ لے۔ یتیمی جہے پر برستی ہو۔</p>	<p>شہم۔ میں ایک جت خوردش پر عاشق ہوں مگر وہ زن</p>
<p>ہاے آبا جان ریل پر غدا سے گئے ابھی کبھی یہ چودہ وصیتیں</p>	<p>نوریزد خوش جمال ایک اور نوجوان رعنا کو چاہتی ہو۔</p>
<p>اور کہا انکے مطابق خلد اورا نکھ بھیری۔</p>	<p>میری دلی خواہش کہ اس قریب سے بدلا لون۔ اس</p>
<p>اسٹیشن ماسٹر۔ دیکھوں۔</p>	<p>پائے میں حضور کی کیا را ہے۔</p>
<p>مشہم۔ دیکھیے۔</p>	<p>منشی۔ انتقام اہر تو بہ۔ ع۔</p>



دم کے دم میں درویش مینو کو بادشاہ مجرور اور جنگجو میں  
خاقان ابن خاقان کو خانان خراب کر دے۔ ساگر خدا کا  
فضل ہوا تو برسوں کی مصیبت ایک گھڑی بھر میں دور ہو گئی  
اور اگر تھر ہو تو پھر عیاذ باللہ انسان کا ٹھکانا ہی نہیں گھر  
اس کا رحم اسکے غم سے زیادہ ہے۔ ۷

صدقے اس بندہ نوازی کے تھے میں جاؤں  
باپان تھے میں کب ایسے شفیق و مشفق

شہسوار کو بات کی بات میں نہال کر دیا۔ مگر و سپر بھی  
کیا چیز ہو کمان تو شہسوار دنگار تارک الدنیا ہوئے تھے۔  
کمان اب رو بہ چوہا یا تو شوق چرا یا کہ غمے اڑائیں۔ چہرہ کی  
امارت کی ہودامین سائی۔ اور کیوں نہ سب سے پیچھے چلے  
مفت کی دولت ہاتھ آئی زری پاتے ہی اتر گئے سچ ہے ۷

اے زور خدا نہ و سب کج خدا

ستار عیوب قاضی الحاکمی

تخمینہ کر نیسے معلوم ہوا کہ کوئی بایس ہزار کی دولت ہاتھ  
آئی مگر اسباب کی بکھری جو کھوئی تو ایک فوق الجہل کوئی  
دیکھ کر غش کوئے لگے۔ معنی مندرجہ کھل وہ پیش ہوئے کہ  
مورہ مشنیکسی کا کل فن استاد نے اس پر کام بنایا تھا تو یوں  
بچے ادھر ادھر ٹپکتے تھے سو سو روپیہ کا ایک ایک موتی دہرے  
کے ہوئے اندھیرے میں رکھ دو تو معلوم ہوا جاندہ کل آیا ستارے  
چھٹکے ہوئے ہیں شہسوار نے وہ پیش ہوا تو بی جوئے کو دیکھ کر  
اور کہا بھلا آنکو تو کتنے کی ہوگی۔ جوئے بولی میان لڑی کس  
جوہر اسے کہو۔ کوہ لو کہو۔ کوئی دس بارہ ہزار سے زیادہ ہی ہوگی  
شہسوار اس نتیجہ پر آئے ہیں بارہ ہزار ستمدر دام۔  
جوئے سکرانے لگی کمان پر تھوہے کن گون ہیں ہونچھیں اتنی بھی

اسٹیشن ہاؤس کیا لکھا ہے۔

شہسوار نے روئے روئے تین چار صیتیں پڑھیں۔

تجزیہ تکفین کے بعد شہسوار نے نشی م حرم کا حال و اسباب لیا  
اور چل کھڑے ہوئے اُسے کہ سات ہزار کی اثرفیان  
اور دس ہزار کے نوٹ اور کوئی سو اسرو پیہ اور ایک بیگ کپڑوں کا  
انکے ہاتھ آیا چلے امیر کبیر بنی مجھے فوراً جوئے کے پاس پہنچے۔

جوئے۔ کہو وہ یکم کیسی ہے۔

شہر۔ والدہ عالم بالمشوب۔

جوئے۔ کیا گئے نہیں پھر۔

شہر۔ اُدھی راہ سے لوٹ آیا۔

جوئے۔ خوب کیا۔ تلو زما نے بکھری بیماری سے کیا سر و کار۔

شہر۔ ہاں اچھے کام سے کام ہے۔ مگر ایم امیر ہو کر آئے ہیں۔

جوئے۔ کیا کوئی پہچانی جھوٹے ہو۔ امیر کیسے بولو۔

شہر۔ گئے تھے خالی ہاتھ مگر خدا کی دین و بان سے امیر

کبیر ہوئے۔ ۷

خدا کی دین کا مو سے پوچھے احوال

کہ آگ لینے کو جائیں ہمیری ہو جائے

جوئے۔ اونی کہیں جنگ نہیں پئی آئے ہو۔ کیا پایا کیا۔

شہر۔ مندر کشمیر۔

جوئے۔ وہ کہیں پایا نہ ہو۔ کیا ہکھو بناتے ہیں۔ کسی اور کو

جلکے چنگیوں پر اڑانا۔

شہر۔ خدا کی قسم ہزاروں ہی لیکر آیا ہوں یہ دیکھو۔

جوئے۔ بہن کیا ہے۔ دیکھو ادھر لاؤ۔

شہر۔ اُنھیں کھل جائیں گی۔

دنیا کے بھی عجیب کام نے بہن عقل ہی نہیں کام کرتی۔

دیکھی تو پھل گیا نزع کب کے دکھیا۔ تیس ہزار کی آنکلی گھڑیاں  
کاڑ کا اور جوہری کجبت۔ یہ کب چونے والے کہا جو کہو  
ابھی ابھی منکر ادین۔ جو کہ مختاری ہی رہے ہر چھوڑا جو کہ  
لالہ ہیرا مل جو کہ لگا لگا اندر رخ کیا بڑے سخی بنے مانتے ہیں  
جو کہو جو کہو۔ جو کہین گے وہ دید و گے۔ ایسے بڑے  
وہ بن کے آئے کیوں۔

لالہ ہیرا مل سوچے کہ بہت ناگیلی دوچار ہزار انتاس ہزار کہا لو  
نہ تم تو کھد کھد (خو بخود) بات بڑھاتی ہو۔ بناؤ کیا کوئی۔

جو۔ مشکل کر بولی میں ہزار۔

ہیرا۔ کوئی ہو۔

خدا متکار۔ حاضر ہر دم شہر حکم۔

ہیرا۔ جسو جا کہ فیض جی سے دس ہزار چہرہ ہوا ہی ابھی  
گنوالا۔ اور یہ رکھا لیتا جا۔

جو۔ دن کہہ سیتیں۔

ہیرا۔ دس ہزار تو اس بکت (وقت) اندس ہزار چہرہ دیکھ گئے۔

جو۔ اچھا۔ اچھا۔ ہم کب کہتے ہیں کہ ابھی دیدو۔

جو کہ از اس مسرور ہوئی کہ بیٹی ہزار پائے۔ ہم بارہوی ہزار  
آنکھ تھے آٹھ اور بڑے مسرور دروازے کے پاس سے گئے

چکے تھے کہ دس ہزار سو قتلین گے باقی دوچار دن میں جانے  
میں کھولے نہ ملے۔ ادھر لالہ ہیرا مل خوش تھے کہ اچھا پھانسا

آج تیس ہزار کی ٹوٹی میں ہزار کومول لے لی جو کہ نے  
کھل کھل کے باتیں شروع کیں۔ اللہ جاننا ہو۔ جو کہ مروت

ہو نہ تو سیر کرنے کے قابل ہو۔ مگر مروت کا تو تھے سبق ہی میں  
پڑھا۔ ہیرا مل نے مسکرا کر کہا بجا۔ آپ میں مروت ہو ہم میں جھوٹ

مٹی داہ شان اللہ کی۔ بیوی مروت ہم میں ہو۔ جب جو

تیر نہیں کہ نہ رہے ہیرا ہی ہیرا ہیں اور متیوں کے گھٹے  
ادھر ادھر ٹک رہے ہیں سچ لالہ ہیرا مل کو دکھائینگے۔

لالہ ہیرا مل ایک نوجوان جوہری تھے۔ بڑے رنگین مزاج  
آدمی۔ جو کہ کی ایک ایک ادا پر دل لٹ تھا اور ان کے عشق

جیتانے تھے۔ مگر جو کہ ان کے بھرن میں نہیں آتی تھی۔ اسکو  
اور ہی دھن تھی۔ خدا جانے کس کے فراق میں جو کہ کا بھیس کیا

تھا ایسے ایسے جوہری اس کے پاس عینے میں صدائے جاتے تھے  
شام کو لالہ ہیرا مل صاحب شریف لائے جو کہ نے کہا لالہ صاحب

بیچ کیسے گا ہمارا پیرا کیو تو نہیں۔ لالہ ہیرا مل کھل گئے۔

بنائے بنائے۔ ہم کو اتو نہائی میں کیا ایسا کو دکھانایا جو ہر ہنس  
جان میں تھارے شک عشق میں جان جاتی ہو۔ کوئی ہمارے

دل سے بڑھیکے پس چاہتیں ہمار (ہزار) روپیہ جان کہو رکھو  
بشرطیکہ ہماری ہو کر رہو۔ مگر تم جو کہ سو کا کہنا ہی نہیں تین

روح۔ روح (روز روز) انکر کہتے ہیں مگر تم کہتی ہو سو کی  
آج تم نے یہ پوچھا کیا جا کر چھپنے کے لیے پوچھا ہر نہ۔ بناتی ہو

ہمیں۔ کھیر۔ (خیر)۔ اکھنار (اختیار) ہو تمہیں کھوب (خوب)  
دل کھول کر سنا لو سچے چوستاؤ اور جس کدر (قدر)

کر کے ستاؤ۔ ہم ان نہ کرینگے۔

جو۔ ایک چیز تک دو کہہ کہنے کی ہو اور بکوا بھی دو تو  
لوٹدی ہر جادوں بولو کہ کہتے ہو بتاؤ۔

لالہ ہیرا مل۔ (ہیرا) جو جسکی کم (قسم) لو ایسی کون  
شہر ہو جو کہ مریا (خریدنا) مشکل ہو اسکا۔

جو۔ ہو ایسی ہی چیز۔ بکھا خرید لو تو جانیں۔

ہیرا۔ دکھاؤ لالہ بھی لیتا ہوں۔ اسی دم۔

جو کہ ناز و آواز اٹھ کر ٹوٹی سے آئی۔ حیدری نے چوٹی



میں انکو چھانچتا ہوں اور قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ روسی نہیں ہیں۔ ہندی ہیں۔

میان آزاد نے کمال فصاحت و بلاغت بیان کیا کہ میں ایک ہندی کشمیری الاصل ہوں۔ روسی جاسوس جسے مجھے کھانا چھوٹ بولامین خادم اسلام اور عاشق اسلام ہوں۔ اور خاص لائق غرض سے آیا ہوں کہ جنگ میں شریک ہو کر ترکوں کو دھوون مگر خوبی قسمت نے مجھے تید خانہ دکھایا۔

آدمی مجبور ہر تقدیر سے

گورنمنٹ ہند نے مجھے بری کیا۔ میری تعریف کبھی مختلف مقامات کے لوگوں نے مجھے پہنچا۔ ایک انگریزی اور فوجی لفٹننٹ ایپلٹن نے میری نسبت لکھا کہ تین بجی سے ہمارے ساتھ جہاز پر روانہ ہوا۔ خود ناخانے کی تصدیق کرنی ہر فوجی نے گواہی دی۔ اب بھی بری نہیں تو اندھیر ہو۔

وزیر پریشک آپ کی نسبت اب جرم کی طرح برتاب نہیں ہو سکتا مگر آپ دو چار روز تامل کیجیے۔ تو آخری حکم سناؤں۔ آپ سول قید خانے ہسوت واپس تشریف لے جائیے۔

آزاد نے جھجک کر یہ ادب سلام کیا اور چلے گئے۔ راستے میں سوچتے جاتے تھے کہ شاید اب رہائی ہو جا کہ کوئٹہ میڈیکل کالج کی بوت میرے روسی جاسوس ہونیکا پیش نہیں کر سکتی۔ اور میں نے ثابت کر دیا کہ اسے صرف تمہارا ہی ہے۔

وزیر جنگ نے میڈیکل کالج بولایا اور کہا افسوس ہو کہ تمہارا یہ غلط کھلمیاں آزاد روسی جاسوس نہیں ہیں ہندوستان سے خاص کر کسی ایسے آئے ہیں کہ ہماری فوج کی طرف سے روسیوں کا مقابلہ کریں بہت شہرت ہم پر ہو چکے ہیں۔ گورنمنٹ ہند نے لکھا کہ کامل تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مسلمان آزاد کا

سول قید خانے کو واپس بھیجا اور کہا ہم برٹش سفیر شعیبہ مسلمان کے دربار سے چال چلن کا حال گورنمنٹ ہندوستان سے دریافت کریں گے۔ اگر تم اصل میں ہندی ہو تو فوراً رہا کیے جاؤ گے۔ میان آزاد کا فوٹو لیا گیا اور وہ صاحب گورنمنٹ ہند کی خدمت میں بھیجا گیا میان آزاد نے بیان کیا کہ ہندوستان میں فلان صاحب سے میرا حال دریافت کیا جائے، اسکے علاوہ کیتان سمیت اور لفٹننٹ ایپلٹن کے پاس بھی اس کے فوٹو بھیجے گئے۔ گورنمنٹ ہند نے جواب بھیجی جس سے ظاہر ہوا کہ آزاد روسی جاسوس نہیں جو ساتھ شہر معزز آزاد میونسپلٹی گواہی دی کہ ہم ان صاحب خوب وقت ہوں بلکہ ان صاحب بھٹی کے نو صاحب اور غلام بھٹی اور وہ نواب ناہا بھی تھے جبکہ بڑے صحت شکن علی خان بٹلر کیا تھا۔ ان سب کی دستخط کر دیے لفٹننٹ ایپلٹن نے جواب لکھا کہ یہ تصویر ایک کشمیری مسلمان کی جو ہندوستان کے ممالک مغربی و شمالی اور وسطین اور دہلی کے رہتے ہیں۔ یہ صاحب ہمارے ساتھ بھٹی سے جہاز پر سوار ہوئے جہی ٹوئس جانا نام تھا۔ جہاز نہ کوئٹہ پر ہرم کے قریب ڈوب گیا۔ اس جو فوٹو نے اکثر دوسروں کی جان بچائی۔ مالٹا تک ہمارا انکا ساتھ رہا وہاں سے ہر روانہ ہو گئے انکھانستان کی طرف اور وہ اسکندریہ کے کیتان سمیت لکھا میں جی ٹوئس جہاز کا ناظر تھا۔ بھٹی سے یہ شخص جہاز پر سوار ہوا۔ نہایت لائق اور جو فوٹو جو ان ضلع میں ہو مالٹا سے میرا ان کا ساتھ چھوٹا۔ جہاز ڈوبنے کے وقت میان آزاد نے ہمیں بڑی مدد دی۔ شفیق روسی جاسوس نہیں ہیں۔ ہرگز نہیں ہر فوجی نے بھی انکو یوں بیان کیا۔ میان آزاد میرے والد کا خط لکھ کر آئے۔ یہ صاحب مالٹا سے آئے ہیں اور میرے عمان ہیں

<p>آن بچنے اور کوئی شنوائی ہی نہیں کرتا۔ حوصلہ پست ہو گیا۔          دل کا کنول کھجوا جاتا ہے۔ ہاے جوانی مفت میں برباد ہوئی          اودھ کے رہے، آزاد کے رہے۔</p>	<p>چال چلن مہیاں اچھا تھا۔          یہ نقرے سننے ہی ٹھیکہ کارنگ بنی ہو گیا۔          کالو نوٹس مین بدن</p>
<p>شوق ہر رنگ قریب سر و سامان کھلا          قیس تصویر کے پرے میں بھی خوابان کھلا</p>	<p>بات کرنا محال تھا۔ وزیر جنگ نے پھر کہا کہ اگر آزاد آزاد کرنا          گیا تو بیشک مختار سے بیٹے اچھا نہوگا۔ انصاف اسکا</p>
<p>ایک روز آزاد نے ایک ناول میں کسی عاشق کا نام کھال          جو طرہ حال تو انکو اپنی نامزدی پر کمال انیسویں ہوا۔ اوس میں آراکیم          یاد آئیں بڑی دیر تک ترپتے رہے۔ دل کے ٹکڑے ٹکڑے          ہو گئے۔ دو تین دن میں میان آزاد کی اور بھی رد چلت          ہوئی۔ میان تک کہ قید خانے کے منتظم نے اٹھاؤ بلوایا۔          اور انکی صلاح سے میان آزاد کو اجازت دی گئی کہ صبح و شام          سمندر کے قریب ہوا کھایا کریں۔ مہر فرجی نے اسنے دو          گھوڑے ایک کیپ میٹی سات سو روپیہ کا اور ایک ترکی قہبان          تعینات کر دیا۔ ایک روز میان آزاد فرس تند خو پر سوار ایک لکڑ          مقام پرستی کے باہر جا رہے تھے۔ تو دیکھا کہ سامنے سے          ایک گھوڑا بگٹ آ رہا جو جب ان کے فرس پر ٹکرا کر          قریب پہنچا تو انھوں نے جھجھک کر دیکھا ایک نوجوان نوخیز          گلگون سبک خیز پر صدف غلغلہ صفائی و دبیدہ دلربائی ممکن تھا۔          میان آزاد نے دل ہی دل میں کہا سبحان اللہ سبحان اللہ کیا          پیر و جوان طائر مشرقی سر با انداز ہے۔</p>	<p>نصیب ہوئی اسکا معاوضہ کسی نہ کسی سے لیا جائے۔ اور          اس میں بھی شبہ نہیں کہ وہ ضرور آزاد ہو جائیگے مثیل اسے کہا کہ          اب جائیں میٹر لے ایک اور اسے دلربا سے حضور روز جنگ کو          سلام کیا۔ اور رخصت ہوئی لیکن اس بری مثال کے بشرے          سے ایک قسم کی باؤسی عیاں تھی۔ کمال انیسویں تھا کہ میں نے          کیا کیا۔ یہ بات اب ٹرکی بحیرن مشہور ہو جائیگی۔ اور میری          بدنامی ہوگی اپنی بھولی سے جا کر کل حال بیان کیا۔          اب آزاد کا حال سنئے کہ او قیدیوں کے ساتھ یہ جگہ گارڈ          نوجوان غم غلغلہ کرتا اور دل بہلاتا تھا۔ دو چار عز قیدی سنئے          دلی دوست ہو گئے۔ ان سے آزاد نے اپنی دلی خواہش          اور حال سچا سچ بیان کر دیا۔ اور چونکہ اکثر مورین وہ بھی انکے          بہرہ ور تھے۔ لہذا خوب گذر تھی بھی۔ محبت باہم روز بروز          بڑھتی ہی گئی۔ باہم ایک ایک گھڑی ان کو ایک ایک          سال کے برابر تھی۔ اتنے دن کی قید نے انکو بالکل مضحل          اور کم طاقت کر دیا پہلے تو بالکل باؤس ہو گئے تھے امید          ہی نہ تھی کہ کسی روز آزادی کی صورت دیکھنے میں آئے گی۔          سمجھ گئے کہ ہندوستان سے گویا اسی لیے آئے تھے کہ آزاد          اسیر ہوں سوچتے تھے کہ اگر کسی کو مل گیا ہوتا اور سزا پاتے          تو خود شہر سے ادا پنے کیے ہوئے پھٹتے۔ مگر بے گناہ</p>
<p>ہنوز رش گرد گل نارسہ شمشاد          رضا سے گل تر بلکہ رشک فقر۔ ادواہہ دلربا کر فرما دیک</p>	<p>فریقہ ہوجا میں۔</p>
<p>جو گل شگفتہ لصد آب رنگ می آئی          ز شہر آئینہ یا ز فرنگ می آئی</p>	<p></p>

طفل۔ بہان ایک لیدی مین وہ مجھ سے آزاد کے خلاق اور مندیب اور خوش کلامی اور شیرین بیانی کی الہی مداح ہیں اور سناٹے عالم اور حسین آدمی ہیں۔  
آزاد۔ آپ کے لیدی کے نام اور اس کو کس قدر زمانہ ہوا۔  
طفل۔ کوئی ایک عینے کے قریب ہوا ہوا گا۔

آزاد۔ لیدی کا نام معلوم ہو۔

طفل۔ آپ شاید نہ واقف ہوں۔ میڈا اس کا نام ہو۔

میڈا کا نام سنتے ہی میان آزاد کو رنگ فنی ہو گیا کھڑی دیر تک خاموش رہے بھج بوجھا کہ آپ آنکھ کبسا جانتے ہیں۔  
طفل۔ خوب روئے مسکرا کر کہا (میان جیسے زکون و پاکباز لوجان ہیں سب اس غفیہ سے واقف ہیں ان کے حسن و جمال کی دور تک دعوم پہن میان آزاد نے بغور دیکھا کہ اس صفت جادو جمال کی تعریف کرنے کے وقت طفل خوب روئے کے گال اور بچی رخ ہو گئے مسکرا کر آزاد بولے ہاں میں تو اسی ہی خوش رنگ و چہرہ آپ بچی کچھ ان سے کم نہیں طفل غمخیز نے غصے کے ساتھ کہا ہاں۔ ہو مگر تم تو مرد ہیں حسن و جمال ہمارے بے فکر کا مقام نہیں۔ آزاد نے کہا یہ سچ لیکن خوب روئے ہو یا عورت ہر دوزخیز ہوتا ہو۔ اور خدا جیو نہ بلالے اگر آپ میڈا کے ساتھ شادی کرنا پسند کریں تو وہ فوراً منظور کریں مین خدا کی قسم کھا کر کہت ہوں کہ آج تک آپ کا ساسین جوان نظر سے نہیں گذرا طفل خوب روئے مسکرا کر جواب دیا مگر میان آزاد کا گھول آتش ایت ہو گیا تھا اس نیکے بڑی دیر تک میان آزاد اس کے ساتھ میر کیا کہے۔ ایک سواری چھپے بظہر احتیاط ان کے ساتھ تھا کہ میان اس کا ٹائٹن بھی میان آزاد وہ پر نیا ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ جا کھینچے گھر لوڑ دیتے تھے آزاد نے کہا حضرت آپ بولے پر خوب جیسے ہر

جوان حسین و نازنین نے لپاٹے اور مٹھاتے ہوئے میان آزاد کو جھک کر سلام کیا۔ آزاد نے سلام کا جواب یا۔ مگر دین سوچنے لگے کہ بچہ کی کوئی شغل پری چہرہ پر جسے لپاٹے ہوئے سلام کیا اور اس کو دیر سے طفل خوشامد اور راستہ کے کئی بازو کو کچھا مگر شرمناک گردن پھیر لی۔

بچہ گردن مٹھتا دیکھ کا فوراً بلورین دستہ فوراً نور آزاد نے فوراً مبارک کی اور دین سوال کیے۔

آزاد۔ (فریسی زبان میں) آپ ترکی ہیں۔

طفل۔ جی نہیں میں پارسی ہوں۔

آزاد۔ اسم بشر عینہ آپ کا۔

طفل۔ حسن جی جمال جی۔

آزاد۔ (بچہ دل میں) اسم بکلی ہو۔ حسن جی جمال جی۔ آپ میدان اس غصے سے آئے ہیں۔

طفل۔ تبدیل آب و ہوا کے لیے۔

آزاد۔ کہاں قیام ہو۔

طفل۔ محمود۔ کے ہوٹل میں۔

آزاد۔ اب تو طبیعت اچھی رہتی ہو میان۔

طفل۔ ہاں شکریہ ہو۔

آزاد۔ سوقت آپ کہاں سے تشریف لاتے ہیں اور کہاں جانتے ہیں۔

طفل۔ ہوٹل سے ہر فرجی پارسی کی کوٹھی گیا۔ ہر فرجی سے ملاقات نہیں ہوتی۔ میں نے سنا ہے کہ ہندوستان سے ایک صاحب آئے ہیں میان آزاد انھیں کی ملاقات کے لیے کیا حکم لقا ملاقات نہ ہوئی۔

آزاد۔ آپ آزاد سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔

نام نہاں۔ بیچ و بیک کی پری ہو۔ وہ دم و دم کہ انسان گھٹنوں گھورا  
 کرے اور کچھ بھی سہی نہ ہو۔ خدا کی قدرت جسم نظر آتی ہے۔  
 معلولت ہمیشگی و دلبری آمیزت۔ جفا جو روئے بیکری آمیزت  
 من آدمی جینیں شکل و قدر و خوبی درکش  
 ندیدہ ام مگر ان شیوہ از پری آمیزت  
 اور بنا دینا اور کبھی ستم دھاتا ہے۔  
 میں خود خود پر بودی و اگر آراستی خود را  
 بنا معلوم شد مارا کہ قصد جان مادر می  
 نظر غلط اندازے نصین کی نصین تہ و بالا ہوتا ہے۔  
 یک ہتھ غلط اندازے جیشہ است  
 کار حدیثہ و صد ماغ و صد جام کند  
 مگر افسوس ہو کہ سنگدل ہے شیوہ پیدا دین طاق ہو۔ ایک  
 غم بن ہزار دن کا کام تمام کر دے۔  
 اگر مگر برو گشتہ او تا آمدن تو کار خود گرد  
 افسوس ہو کہ اسے اس جہاں کا ہوا کہ نہیں ہے۔  
 ہو۔ بہر حال بدین سانچے میں دھلا ہوا۔ بڑا خوش نصیب وہ شخص  
 ہو جسکی بچہ اب یہ پری ہو۔ اس سے بڑھ کر خوش نصیب کوئی نہیں  
 آزاد اپنے دلین سوچنے لگے کہ اللہ اللہ عید کے حسن و  
 جمال میں یہ تاثیر ہو کہ ایسا خوب صورت و خلوت تو جوان تک رکھا ہوا  
 رہی۔ عید کی بیاری بیاری اداوار گورے گورے گال و ریشہ چال  
 انی آنکھوں کے سامنے بھڑکی اور ٹھنڈی ساسین بھرنے لگے طفل  
 خوب روئے جو دیکھا کہ حققت آہ سرد چھینے ہے میں کیوں سدا دیا آزاد کہنے  
 ہی کہنے کہ تم عید عید کی طرح مسکرتے ہو لیکن سوچے کہ غضب ہی  
 ہو گیا تھا اس توین کہ چکا ہوں کہ عید کو آج تک میں کچا ہی  
 نہیں طفل خوب روئے آنکھوں نے بچھا کہ کیا ان آزاد اب کیا نہیں

فرمائیے اب بک ملاقات ہوگی طفل خوب روئے بچھ مسکرا کر  
 کہا جب فرمائیے۔ اور جہاں فرمائیے۔ حاضر ہوں۔ آپ نہ کہ  
 کہاں ہیں۔ اب میان آزاد بائیں تو کیا بائیں۔ یہ کہنے سے  
 کہنے کہ قید خانے میں ہوں۔ سو اجازت کے لیے ساتھ ہو گیا  
 زرد ہو گیا گھبرا کر بولے کہ آپ میں لیے میں روز صبح شام ہوا  
 کھانے آتا ہوں طفل خوب روئے کہا بہت اچھا۔ یا اگر آپ مرضی ہو تو  
 نہ مرضی کے باغ میں تشریف لائے۔ عید بھی وہاں اکثر آتی ہیں  
 عید کا نام نہ سکرا۔ کدوہ وقت یاد آیا جب اسی باغ میں میان آزاد  
 اس شکر کے ساتھ طبعی باتیں کرتے تھے۔ سبیل ہیل اسی باغ  
 دلش میں کہ قاف کی بری بعد شان دلبری اسے گرجوئی کے  
 ساتھ ملی تھی۔ تو آنکھوں نے کہا جی میں بس اسی مقام پر ہیں گئے۔  
 طفل۔ ضرور بیٹے گا۔  
 آزاد۔ بالضرور۔  
 طفل۔ بھلائیے نہ ہوتا ہوں۔  
 آزاد۔ تسلیم کل ملین گئے۔  
 آزاد سول قید خانے چلے آئے۔

دوسرے روز صبح کو میان آزاد نے اس طفل خوب روئے  
 کو نہ پایا۔ بڑی دیر تک منتظر رہے مگر تہ نہ ملا۔ شام کو  
 بچھ حسیہ مہول ہوا کھانے آئے تو دیکھا کہ وہ پیرزادہ سب  
 صرصر تک ہوا آہستہ آہستہ آتا ہر دو لون کی جاڑا نصین  
 ہوئیں۔ آزاد نے سلام کیا۔ طفل خوب روئے جھک کر  
 جواب دیا۔

آزاد۔ آج صبح کو آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔  
 طفل۔ جی ہاں میں عید کے ہاں گیا تھا۔ بڑے تباہ کے  
 ساتھ مجھے پیش آئی ہیں۔ حق یوں ہو کہ پر یوں کا تو نام ہی

ہو کر اشار سے خواہش ظاہر کی کہ گلے پٹ جاؤ پہلے تو میان آزاد  
چھپے لیکن اس بری پیکر کی چشم نثار سے آنک جباری دیکھ کر ان کا  
دل بکھرا یا میڈا لے لیا آزاد جو غریب نبی ہی کے مجھ کو معاف کرو آزاد  
نے بے چھجک گلے لگا یا اور کہا۔

گر زوشت زلف شکینت خطاے رفت رفت  
ورز ہندوسے تھما برن جفاے رفت رفت

کو ظم نظرہ دلدا اتا بے نور خود اور میان جانان مہرے رفت رفت  
دونوں گلے مل کر غور ہوئے۔ آزاد اپنی نصیب اور پریشانی  
یا کر کے رو دیے۔ اور میڈا اس خیال سے روئی کہ میرے سبب  
یہ بچا پرہ بگناہ قید ہوا۔

جو تیرا سر جو ساتھ تھا کسی قدر فاصلے پر کھڑا رہا اور یہ دونوں  
گھوڑوں پر سوار ہو کر نصبت تھے آزاد بچہ نازان بن گئے۔

میان خواجہ بدیع صاحب

خواجہ بدیع صاحب اسکندریہ میں چین سے رہے تھے  
کا فساد تھمنا مصر نے کئی بڑی خاطر کی۔ فوجی تیرے چوتھے ملازم  
کر لیتے تھے۔ پندرہ روز میں توجی خاصے مانٹھے بھلے چٹکے ہو گئے  
اسکندریہ کی حضرت نے خوب سیر کی جب کئی روز تک اپنے رہے  
بجاری نے بالکل مغافرت کی تو ایک دن کانسل کی خدمت  
میں کھلا کھینچا کہ اب فدوی حضور کے قبال سے صبح ہو گیا غور اٹھنے  
چھپا چھوڑا۔ امید دار کہ کجا جازت پر چلے۔ دریافت کیا گیا  
کہ سائل کس امر کی اجازت چاہتا ہے۔ کہا صرف یہ چاہتا ہوں کہ  
میان آزاد کے پاس بھیجا جاؤں۔ کانسل نے حکم دیا کہ جو جہاز  
قسططنینہ جاتا ہو اس پر فوجی بھیج دیے جائیں سفر خرچ کے علاوہ  
ن نقد اور کپڑا بھی ملے گا۔

ایک دن خواجہ بدیع صاحب کھٹے پڑھتے چلے جاتے تھے کہ مالٹا

انکا حال بھی معلوم ہے۔ وہ بری چہرہ مسکرا کر لولا کہ اسی سنگدل  
کے بدولت وہ قید خانے میں پڑے ہیں ان مشہور قون میں یہی لو  
میب ہو کر سنگدل ہوتے ہیں۔ آزاد نے بعد حسرت کہا۔

از سنگدل کر فلک عہد شکن را  
مقصود شکست دل بابو شکستیم

طفل۔ آب بچارے زبان حال وقال سے قید خانے میں  
یہی کہتے ہوں گے۔

اگر ترک شوخ انہما ناز و عقاب چیست  
بارل شکستگان تہم جیاب چیست

بہت پچھتاتے ہوں گے۔

آزاد اس فقرے پر آمید ہو گئے۔ کیونکہ میڈا نے  
خصت ہونے وقت یہی فقرہ کہا تھا کہ بہت پچھتاؤ گے۔  
بہت پچھتاؤ گے۔

اسی طرح کئی دن تک دونوں ملتے رہے۔

سنہ کار ایک روز طفل خود ہونے لگا کہ میان آزاد مجھے  
بہت نہ اڑاؤ آزاد میں ہر ذریعہ سدا ہوں۔ بوجت بھیج  
ہو کر بولے کہ کیا۔ انوہ بڑا دھوکا ہوا۔ مختار سے مسکراتے سے  
مجھے شک گذر تا تھا اگر شام کی وقت میں اچھی طرح پہچان نہ سکا  
میڈا نے کہا کہ میان آزاد میں ہی پختہ رہی نصیب کی باعث  
ہوئی۔ اس تمہان کو وہ میڈا تو تیرے لیڈی لوتھی ہی اور بلا کی  
حسین و ناز میں جا رہا حال و ذمہ و مثال۔ شوخی کے ساتھ جو  
اُس نے معافی چاہی تو آزاد اہل دیر نہ ارجان سے شیدا ہو گئے۔

خوب روختہ ہیں دل لبتی ہر سب کی شوخی  
ہر مگر آپ کی شوخی تو غضب کی شوخی

دونوں گھوڑوں پر سے ایک جھپٹا میں گئے میڈا نے آمید



انوکھی قطع اور قد و قامت اور اگر بنا برنا اور مسکرانا اور اینٹا نا جو دیکھتا تھا جس دیتا تھا اور خوبی کا لکھن دانی ہو گیا تھا کہ ہمارے حسن جمال نظر ڈالکر یہ کوئی شخص نہ ہے میں۔ میں لڑک کر فرمایا یہ

میرہ سدا ین صدا گوش جهان از پس پرده جهان ہر دم غیر اوست در سمرے وجود بحقیقت کسے دگر موجود

کوئی پوچھے ان اشعار کا یہاں کیا موقع تھا بھلا ڈگر کچھے تو پوچھے کس سے۔ قزولی کھا نا منظور ہو تو خوبی سے بھر پڑے خواجہ صاحب ایسے مزے میں آئے کہ حوالی مولیٰ اور حاضرین کو ڈپٹنے لگے۔ ایک سے کہا تو یہاں کیوں کھڑا ہو بے۔

دوسرے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا جاجا یہاں سے برابر میرے سے خطاب کر کے بولے انکیدی جاتا ہو یا کجا کوں قزولی۔ جو کچھے سے پیلے ہو کر کہا۔ یہاں کیا تا شاہو کچھ۔ ارد گرد کے لوگ کچھے کہ سترہ ہو کوئی بعض بعض لوگ مان ہوا کہ دیوانہ ہو۔ جون جون جی صاحب بکرتے تھے حوالی مولیٰ اور کبھی بناتے اور کھلا کھلاتے تھے۔ آپ نے عورت کی طرف مخاطب ہو کر اشارے سے کہا جلو ہم تم اسطرح ملیں ہمراہ کبھی تہقہ پڑا۔ اور سب چلیں پر لڑا یا بنے

میں دو تین عورتیں اور کبھی کھڑی ہو گئیں۔ تب تو خوبی ہو چھون پر ناؤ دینے لگے اللہ اللہ ہم کبھی اتنے ہوئے۔ اب عورتیں ہمراہ رہنے لگیں۔ آخر تیری قدرت خوبی اور عورتیں ان پر رہ بچھیں۔ بٹان خدا خوبی تا شاہن گئے۔ برابر اگر نا اور

بھی لطف دکھانا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس عورت نے ایکا باجھ کپڑا خوب مسکرانے لگا۔ اس نے ایک دھول بھائی۔ ہاتھ پھرانے ہی کہنے کہ بچے کے کسی نے ایک اور جیت بڑی تیسرے نے چپکے سے دس لپٹی۔ ادھر دیکھتے ہیں تو ادھر سے بڑی ہوا اور ادھر نظر اٹھتے ہیں تو ادھر نظر اٹھتی آواز آتی آخر

کی ایک عورت نے انکو دیکھا۔ (روما شے کاقد) اور بے پتلے ہاتھ پاؤں دیکھ کر سکرانی۔ میان خوبی اور کبھی تن گئے اب اکڑے ہی جاتے ہیں۔ زمین پر قدم ہی نہیں رکھتے۔ سمجھے کہ عورت ہمراہ کبھی گئی۔ دل ہی دل میں سوچتے جاتے تھے کہ والدہ واہ رے ہم جس ملک میں جاتے ہیں ان گلیاں اٹھتی ہیں۔ جھٹے بڑے سب ہیں کو دیکھتے ہیں۔ وہ عورت اور کبھی غور سے دیکھنے لگی۔ اور حضرت کے اکڑنے پر خوب ہی کھلکھلائی آپ سوچے کہ یہ خرے کرتی ہو۔ شاید اس ملک کی ہی ریت ہو کہ جوان ملنا زور و خور ہو کو دیکھا اور نہسنے لگی اور ماشاء اللہ آپ کے ملنا زور و خور ہوئے میں شک بھی نہ تھا اور کسی کو ہر بنا یا متورا خواجہ صاحب کو تو زرا کبھی شک نہ تھا یہ اپنے کو کھٹے کھٹے گا کچھ ہی سمجھتے تھے عورت کو کھلکھلاتے ہوئے پایا تو شوق خورایا کہ اس سے چیل ہو۔ قریب ہا کر اور مسجد بنا کر فورے دیکھا عورت کو اور کبھی نہ ہی آئی۔ اسے خوبی اکڑ کر بولے انہوں نے میان آنادی درجس آنراک کو کھول جاتے۔ واہ کیا بری ہو۔ اور مجھ کچھ کو دیکھ کر کلی جاتی ہو۔

اشتیا قی کہ بدیدار تو دار دول من  
دل من دانہ و من دانم و دانہ دل من  
بشور بڑے سوز و گمان سے حضرت نے بچھا۔ مگر نصیر سے  
کہنا صاحب حال ہو۔ کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ مگر۔ ع  
اشتیا نے کہ بدیدار تو دار دول من  
کی اچھی نام لگا قی۔ قریب جا کر عورت سے پوچھا۔ رے  
چہ نہانے کہ مولاس نام تو ام اور م ناخریدہ علام تو ام  
واہ اور کبھی نہیں۔  
انٹے میں دس پندرہ رہ رہی جمع ہو گئے۔ خوبی کی

کچھ کہ ہمیر جو عورت عاشق ہوئی تو میان کے باشندے جل کر  
اور جب عورت نے دو غرض اور بڑے پیار سے ہار لیا تو پھر کیا  
تو یہ لوگ اور بھی جل بھن کے خاک ہو گئے۔

عاشقان کشتگان معشوق اند

بر نیاید ز کشتگان آواز کا

عاشقوں کی تو کیفیت ہوتی ہی ہے۔ اور ابھی کیا ہے۔

آگے آگے دیکھتے ہوتا ہے کیا

تب جانیں کہ ہم بھی عاشق کے زمرے میں نام برآ وودہ  
ہو گئے جب لڑکے ہمیر پھینکیں اور جس لگی کو چے میں جائیں  
لوٹے لہاڑے تالیاں بجائیں اور پھر ہم کو کتنے کا  
موقع ملے گا۔

اقفیت ہون بہت مری حاضر ہو جو چاہے

کباب نرگسی جو یا مشرب ارغوانی ہو

میان خواجہ بدیع صاحب سوچے کہ فیم کھانے کا وقت  
آن ہو گیا اگر گھر جاتے ہیں تو یہ عورت چھوٹی ہے اور اگر میان  
پینے کی خواہش کریں تو بانی مندار ہو۔ اشارے سے  
حضرت نے پانی مانگا۔ کٹوری میں دیا لیا۔ انیم گولی پی۔  
اور با واپس عورت کی طرب خاطر ہو کر کہا۔

شانہ لولہ تار کیسوے مست تر لولہ

بھل نہیں پاتا کوئی شاخ صنوبر لولہ

اس موزونی طبع کے حدتے۔ کیا جیتہ پڑھ دیتے  
ہیں۔ نیک لے یا نہ لے بوجھوں تو مرے گا۔

چرخ گشت مست سعدی در زلیخا

الایا ایسا الساقی اور کا سا ونا ونا

خواجہ صاحب نے پھر اشارہ کیا۔ کہ چلو ہم تم اور طرف

چل کھڑے ہوں عورت مسکادی۔ اتنے میں کسی نے بچھے سے  
چٹکی لی تو خوجی صاحب پلٹ پڑے۔ دیکھا تو وہ بونے ایک  
وہی ذات شریف بخون نے پانی کے ساتھ ہول میں جمال گڑ  
پلا دیا تھا۔ دوسرے اٹکے کوئی فارغادار تھے۔ خوجی نے اپنے  
پیرانے دوست کو گھر کر دیکھا اور قن گئے۔ کیونکہ تم اپنی نسل  
سے باز نہیں آتے۔ ابھی ایک کشتی نکال چکا ہوں اب آج  
پھر سر کھلایا۔ ہڈیاں پھیلانے لگیں میرے بھی ساتھ میں کھلی  
ہو آتی ہو جھپٹ کر میان خوجی نے ایک چپت جری۔  
دونوں بونے چٹ گئے۔ خوجی نے کہا ہا میں۔ ہا میں۔ ایک  
ایک۔ ایک۔ ایک۔ مگر انھوں نے ایک نہ سنی۔ خوجی جھلکے  
ایک بونے کی گردن دہانی اور زور سے پنی دی بچار دن شانے

چت۔ وہ مارا۔ وہ مارا کہ ہی چکے تھے کہ دوسرے بونے  
نے ٹانگ پکڑ کر کھینچ لیا اور لڑکھار خوجی گرے مگر بونا بھی ساتھ  
ہی گرا۔ حوالی حوالی خوب سننے۔ تھپتھپتہ پڑا اور خوجی نہیں  
سے اٹھ کر خوب ہی اڑے۔ بات تیرے گیدی کی ابے ہم تو  
نہتے رتے ہیں اور جو کچھ توڑی ہوئی تو تو ہی بھلی۔

خو۔ (عورت سے) کیونکہ سچ کتنا کیسی آٹھی دی ہے۔  
عورت (اشارے سے) شاباش بڑے پہلوان ہو۔  
خو۔ پھر اب بھی ہماری شادی نہ توڑ دوب مرنے کا مقام ہے۔  
دونوں بونے ننھ چڑھانے لگے۔

خو۔ جاؤ۔ جوتے خورے۔ زمانے بھر کے بیجا۔  
نامعقول۔

بونوں نے دور جا کر خوجی پر ڈھیل پھینکے۔  
خ۔ لوجان من اب تو تمھارے دلوانے پکڑ کر خ اندازی  
کبھی ہونے لگی۔

شام کو خوجی سوچے کہ میں نے ہندوستان جانے کی درجست  
کیوں کی۔ آزاد پکارے کو کیلا تین تہا پیک بینی و دو گوش  
چھوڑ دیا موضع اہل آبرو کے غلام تھے۔ گو آدمی لائق فائق و فہید  
ہو مگر کم کسمن اور نا آزمودہ کار ہر سوچ کر ایک عرضی  
حضرت نے لکھی۔

عرضی عرضتہ خواجہ بدیع مسندوی

الحق قبا سے بادشاہی راست بر بالا سے تو  
مصرہ ثانی باؤست لہذا نصف شد ولا سے تو

شہر بارہ و جان پناہ محمد و م و مکر دیکھا کانسل صاحب  
بفرع ض میر ساند  
ازا کجا کہ دیروز جالیون سوز کہ آن محمد م علی بنابر وجہ است  
روندی۔ غلام بدیع از سان مردت بیان بفرمانید کہ شہا پیغوی  
جون یعنی غلام بدیع گتم کہ وطن را بد یاد رنجو ہم و فرمودندی کہ شمارا  
ز قن سامان نموده میدہم من سلام کردم و باز گفت نہ کلا و  
وخصت شو۔ ازین جا آمد کہ بوقت شام میان آزاد و عالمقام  
کہ آقا سے ہا مست یاد آمد چون او شان را بیک بینی و دو گوش  
کہ عبارت از پشیل ست گذار دن خلافت آبروی آبر و نشان  
است باز چنگیز شد کہ گویم مرا ہند وستان رفتن  
خواہش است۔ خواہش نیست کہی آفتاب دولت و رخسان مست  
ازین سبب سبب لازم آمد کہ عرضی معروض عرض و ہم گویم کہ مرا  
ہند و فرست بیروم فرست چکہ آزاد ازین طور و از ان  
طراز ہر و طور بہرین نسنگ گذار شستن مرد میدان را خلافت مست۔  
من غلام بدیع از عہد چند ماہ فوق ملازمت آزاد صاحب  
دگر دن بچہ قریبی می نماید۔ ہمارا شان ہمہ چارہ نتم۔ و انجہ  
و اگر کردم و اگر گفت گتم۔ بر کان بکیم ہمگی ہم کہ شتم و ماندم

لاک ہو کر دوش ایام یہ حاضر ہے مدام  
انس لکھی ہے نہایت شب بچران تہ سے

راوی۔ یہ پتر بھی کس درجہ جب حال ہو۔ بالکل چسپان۔  
عورت تھوڑی دیر میں چل دی۔ خوجی بادل پیر و روٹھے  
ادرجہ ان کے گئے۔ وہاں جا کر سوچنے لگے کہ یہ عورت بیٹو  
ہم پر رکھی ہو۔ خدا نے چاہا تو صبح شام ہی نکاح ہو جائے۔  
انشاء اللہ پھر میان آزاد و البتہ بین گئے کہ ہاں بھی خوجی کاری کر دے  
گو ان نے جا کر حضرت کانسل سے بھی جڑی کہ پر بیان ہوئی  
کوئی مخر سے بین شہر میں جس طاق جاتے ہیں انگلیان اٹھتی ہیں  
آدمی کیا تاشا ہو۔ کانسل نے انکو بلوایا۔  
خو۔ سات بار سلام کر کے حاضر ہو۔ غلام۔  
کانسل۔ اب کیا چاہتے ہو۔  
خو۔ پیر دم شد۔ ع۔

باز ہوا سے چسپم آرزوست

کانسل۔ ہندوستان جانے کا ارادہ ہو نہ۔  
خو۔ ہاں حضور۔ ع

حساب دین از ملک سلمان خوشتر ہو چار دین از سنبل و یکان خوشتر  
یوست کہ کعبہ بادشاہی مسیکہ و دیگفت گداہون کتان خوشتر  
کانسل۔ اچھا ہم جلد بھیج دین گے۔  
خو۔ اسلام کر کے۔ ع۔

شکر نعمت سے تو خدا کہ نعمت سے تو

کانسل۔ اچھا رخصت۔  
خو۔ آداب حضور۔ ع

دل ہمہ دیدہ و ہند و دیدہ ہمہ دل گردید  
کہ مراد دل و دنیا تو اصل گردید



راوی من جدی سرایم وطنور من جدی سراید۔  
**کانسل**۔ تم ٹری ہو پس مل دو۔ جاؤ میان سے۔  
 حبوت ہندوستانی نے انکو بھایا کہ کانسل خفا ہو گئے  
 اور حکمت سے ہن کہ میان سے چلے جاؤ تم ٹری ہو تو خوبی کی انھیں  
 خون کیوتر کی کسی شرح ہو گئیں۔ اور بھلا کر کہا کہ افسوس کیسے  
 ناقدر و انون من ان بھنے۔ داد والدہ رو عرضی کھی کہ بھڑک  
 جاؤ اسدا اس شعر سے کی ہوئے گا دنا سے

ای قبے بادشاہی راست بر بالائے تو  
 دوسرے مصرعہ عیادت لندا خذ شد ہلا سے تو

کیون بچ گنا۔ نہ کو گئے داد سے ہم۔ بالائے تو ال سے تو  
 داد وہ فقہ ملا یا پر کہ سبحان اللہ۔

ہندوستانی۔ (ہند) ای تو سب ہو ای کرے گا۔ بلیوتا  
 کہ کانسل صاحب مہار کو کیا جواب دو گئے۔

خو۔ دی جو عرضی من لکھا ہو۔

ہند۔ دہی ہو۔

خو۔ اگیدی تہی قریان بھو کی ہوئی کہ۔

ہندوستانی سائے سے ہٹ گیا۔ کانسل سے کہا خداوند  
 یہ ٹری ہو بکا سوادی۔ اسکو میان سے مٹا ہے۔ جو بکھے کہ  
 ہنے جو میان کی گفتیان کانسل تو ہوا بند مگنی لوگ اب ہنے  
 ڈرنے کے خیر دیکھو آزاد سے کہ بھلا کہ وہ عرضی کھی کہ کوئی بھ نہ کا  
 اور وہ خرو سکر آزاد بھڑک جائیگے۔

الغرض کانسل نے دو آدمی قمر کے کہ جو جہاز اسکندریہ سے  
 قسطنطنیہ جانے سپرد انکو اور کراؤ اور بچھینے کے کھانے کیلئے  
 دید و نقدا و پرکرا۔

خو۔ کیا کہتے کیا ہیں یہ۔

دو بلو اب کیا چاہتے ہو۔

دی جو عرضی من لکھا ہو۔ ہونہ سبھنے کے نام  
 یون۔ ذرا عرضی کو لو پر صو تو۔ نوری سے من نے ہنئی م  
 کہا کہ سبھنے منون گے۔ وہ کہل کے کہ وہ سبھنے ہون گے۔  
 منشیوں کی تحریر منشی ہی بچھ سکتے ہیں۔ ایسے دلیسے کیا بھین  
 ہاے نہو سے آزاد اسوقت والدہ دی داد دیتے۔ پس ایک  
 وہ منشی ہو۔ دوسرے خواجہ بدیع۔

وہ آزاد کے پاس جانا چاہتے ہو۔

وہ چاہتے دی ہیں دی جو عرضی من لکھا ہو۔ پس کہد یا۔

وہ عرضی من کیا اول جلول لکھا۔

صاحب و چیز منی شکند قریور  
 تحمین ناشناس و سکوت سخن شناس

وہ ہم کچھ نہیں سمجھتے کہ تم کیا باب رہے ہو۔  
 تم سے امیدی نہیں کہ خواجہ بدیع کی بات سمجھ لو۔

ایک ایک فقر ہر ہر فقر ابوالفضل ہو۔

ابھی تیغ زبان سے لون من کار و وفا لاش  
 کوئی کا فوج ہو منکر مری عجز بیانی کا

وہ آزاد کے پاس جاؤ تو گل بھیدین۔  
 ورس دی خواہش ہو کچھ عرضی من ظاہر کی واہ کیا کیا  
 فقرے لکھے ہیں۔

ای قبے بادشاہی راست بر بالائے تو  
 دوسرے مصرعہ عیادت لندا خذ شد ہلا سے تو

طبع سخن یہ کہ جٹ قافیہ ملاوای۔ واہ رے من۔  
 خواجہ بدیع فرد ہر فرد تانی نہیں رکھتا اپنا۔ اور یہ لوگ بھلا  
 کیا سمجھیں گے۔

ہمند۔ وادی انھوں نے مقرر کیے ہیں کہ آپ کو آزاد کے پاس بھیجیں۔

خو۔ بہت اچھی بات ہے۔

ہمند۔ اب آپ میں جائے جہان ہے لکے ہیں۔

خو۔ اچھا سلام کروں۔

کانشل کے قریب جا کر کما حضور ادا ب عرض ہے۔

چلا آیا۔ مگر کچھ دن ہم سے پہلے تو فارسی لکھنا آجائے۔

دائستہ آید بکار۔ اگرچہ دوسرا افسوس ہے کہ ایسے نیک

آدمی اور فارسی ذرا بھی نہ سمجھ سکیں ہلے افسوس واسے

افسوس پیر شویاموز۔

ہمند۔ چلو اب کہ بہت ہیودہ بے ہنگام آدمی۔

خو۔ کیا۔

ہمند۔ بھائی صاحب ہمارے وطن کے ہو۔

نرو نہ جسے۔

خو۔ اچھا چھاپا یا ہم کیدیانی کو چکے ہیں نہ فوج میں

رو چکے ہیں۔ وہ سپہری کی زمین جانی۔ مجبور ہیں۔

ہمند۔ بکار شاہ ہوا۔

خو۔ اچھا حضور رخصت ہوتا ہوں۔

کانشل۔ جاؤ۔ برسوں جہاز لے گا۔

### مال مست

شہسوار تنک طرف نکلے۔ رویہ کیا یا باک عقل ہی کھو بیٹھے

فاتہ مست مال مست ہو گئے اتنا تو جو گن کی خوشامد کرتے

تھے۔ دست بستہ کمرے رہتے تھے تعمیل ارشاد کو فرستتے تھے

ہر بات میں خیال رہتا تھا کہ جو گن جین جین نمونے پائے

کوئی امر کھلے لانا گ پر گران نکلے جو گن کے ہاں وہی لیے

بیٹھے تھے کبھی نہ کبھی تو دل پیچے گا عورت ہر خوش مزاج اور

زور درخشاں نمودار ہی بات پر مٹھی ہو جائے معشوقوں کے

مزاج کا جھٹکا ٹھیلے ہی نہیں لگا۔ زمانے کی طرح کروڑوں رنگ

بدلیں۔ سب میں ہر قدم ہی نہیں رکھتے چلے بھی ہیں تو گند سے

تول کر۔ جو گن انہی بات جیت گفتگو لول چال میں چل رہا ضبط

سے بچنا پگنی کہ روپے انکو مغرور کر دیا۔ اب یہ وہ ہمسوار

نہیں ہیں۔ جو ہاتھ چڑھ کر باتیں کرتے تھے۔ اور ہمارے عشق کا

دم بھرتے تھے بھلائیے تنک خون کو میں نے اپنی ایک کمال۔

میں تو نسکی جوتن ہی سے تار کی تھی کھوٹا آدمی ہے۔ عاشق زار کی

کسین صورت چھپی رہتی ہے۔ مگر میں سسکیوں ہزاروں میں

کھوٹا کھرا بچان ہیں۔ تارک الدنیا ہوتے تھے شان خدا جو گن

کو ان سے دلی لغت ہو گئی صورت دیکھنے کی رفا دار نہ تھی۔

اسے دل میں باگن ہو چکی کہ جسکے جو گن ہوئی وہ جو

کسین اس غم کو میان دیکھتے تو بظن ہو جائے۔ اس سے

بہتر ہی ہے کہ جگہ لگ تھلک بستر حماروں رہبان سے ہو یا جھنڈا

اٹھاؤں۔ جو گن کی چھواری میں صبح کے وقت ایک عورت

آیا کرتی اور بھول تو کر کر بجا یا کرتی تھی۔ جو گن نے اسکو ہر از بیا

ہمد و ہمزاس نہایا۔ کہا چاہا ہن صلاح دو کہ یہاں سے کہاں

اٹھ جائیں۔ یہ مرد ہیں مجبور کرتا ہے کہ میرے ساتھ نکاح طرچھو الو

اور ہم دنیا کی کل عیش سے یہ ہو گئے ہیں۔ بہن بس اب

خوابش ہے تو یہ کہ ایک گوشہ عافیت میں بیٹھ کر باغذ اکریں۔

یہاں سے اٹھ چلنے کی کوئی تدبیر تباؤ۔

چھپانے کا سوچ لوں تو جواب دوں۔ جلدی نہ کیجیے

خوب غور کر لیجیے۔

خو۔ اچھا۔ مگر ایک ایک دن ایک ایک برس ہے۔

چمپا۔ ہوا ہی چاہے لیکن نورانا مل کیجیے۔ آدمی  
بالبار ہوا اور شریعت زادہ اور قبول صورت“ اور ابھی  
آنکھیں جواں ہی تھیں۔

جو۔ بچہ اس سے مطلب۔  
چمپا۔ مطلب یہ کہ شادی کرنے کا شرع میں حکم ہو گناہ  
نہیں عیب نہیں۔ بچہ اگر نکاح ہو تو ہر جگہ ہو۔ آئندہ  
اپنی اپنی راہ سے۔  
جو۔ میرا تودل اس شخص سے بچ گیا۔

چمپا۔ تو ہرگز شادی نہ کیجیے۔ شادی تو دل کا سودا ہو  
بے شک کسی کو دل بھون دیکھیے۔  
جو۔ ہاں اوکیا۔ اگر کرو رہی بھی ہو تو فحش نہ کروں۔  
چمپا۔ تو بچہ صاف صاف کہہ دو کہ میان تم نہ رہو میں تنہا ہی  
رہنا چاہتی ہوں۔

جو کہ سوچی کہ اگر کسا سا جواب دیتی ہوں تو سمجھے گا  
کہ دس ہزار کا غبا دیا جو ہری شے سے دس ہزار روپیہ  
لیا اور زمین دھنا بکلا یا۔ اس سے بہتر یہ ہو کہ جب روپیہ  
آجائے تب اس سے صاف صاف کہہ دوں اور اکیلی  
رہنے لگوں۔

چمپا۔ آپ خوب غور کر لیں۔  
جو۔ چہاں تم اتنی عمر تک کیا کیا کریں۔  
چمپا۔ میں ایک رئیس زادی کے پاس نوکری تھی۔  
جو۔ کبھی بھی دن کے وقت آیا کرو۔ دروازہ کھٹکی  
دل ہی جیلے گا۔

چمپا۔ آپ کے پاس اور آنے نہیں انکار یہ میری طاقت  
نہیں آپ کے پاس تو منزلیوں سے کھاکرا اور راجہ بوا اور

جوہری اور امیر کبیر دوڑ دوڑ کے آتے ہیں۔ میں بھلا کس  
میں ہوں جب کہیں تب سر کے بھل آنکھوں کے بھل  
حاضر ہوں۔

جو۔ اللہ نے میرے دو ٹکڑے کھانے اور پینے بھر سکے  
یہ بہت کچھ دیا ہے۔ دنیا میں کسی سے مجھے واسطہ ہی  
نہیں۔

ہر کس کہ ہر ہر نعمت مانے دارد  
نہ غلام کس بود نہ مخدوم کس  
وز بہر خست آتش نے دارد  
نوشاد بزی کہ خوش جیلے دارد

چمپا۔ جی ہاں اس میں کیا شک ہو۔ آپ اور دوس کو دے  
کے کھا سکتی ہیں۔

جو۔ میں اس شخص کو اچھا نہیں سمجھتی۔ مگر نہیں معلوم تھا  
کہ اس قدر تنگ نظر ہو۔ دولت ملنے ہی ابل پڑا۔ انہیں  
پر قدم ہی نہیں رکھتا۔ مہرہ

گر بد دولت نہ رسد دست نہ گردی مردی

چمپا۔ یہ بڑے عالی ظرفوں کا کام ہو کہ کوئی ٹھوڑا ہی ایسا  
ہو سکتا ہو۔

جو۔ مگر ایسے تنگ نظر بھی کم ہوتے خیر چاہے جو کچھ ہو ہم  
چند روز میں اس سے علیحدہ رہیں گے۔ اب اسکی صورت سے  
نفرت ہو گئی۔ جی نہیں چاہتا کہ قرب جا کر مجھ کو بات کو  
توبہ۔ توبہ۔ مال پانے ہی تو نے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔  
گویا کبھی کی جان بچان ہی نہ تھی۔ کل قدموں پر گرنا تھا۔

غلاموں کی طرح حکم بجالانا تھا۔ اب وہ بات ہی نہیں  
مگر گٹ کے طور پر رنگ بدلا۔ کچھ کو ہم نے دل نہ دیا تھا  
نہیں تو بڑی بیٹھ بھبھاتی اور دل دیتی ہی کیوں۔ یہ  
دل تو چوٹے کھایا ہوا ہے۔

دارم دے اما چہ دل صد گونہ حرمان در بغل  
خیمے و خون در آستین اشک و لوفان در بغل

اتنے میں حضرت تمسوار آئے۔ ہوا کے گھوڑوں پر سوار۔  
جو گن سے پوچھا کیوں بھلا اس جوہری کے پاس کچھ نہ رہا ہوگا  
ہم تو جانتے ہیں مجھے زیادہ نہ ہوگا بس اس وقت ہم بھی لاکھ کے  
پینٹے تین تین اور لاکھ روپیہ جبکہ پاس ہوتا ہے اس کو لوگ تین  
چار لاکھ کا آٹھتے ہیں یہ تو بی بنائی بات ہے۔ گھوڑا تو وہ موجود  
ہی ہے۔ دو گھوڑے اور لین گے۔ ایک ران سوار سی کا ہوا  
کاٹھی کسی اور دو کوس کا سب پانا مارا مگر ہم یہ حاجی کا رخصانہ  
نہ کہیں گے کہ جا رہا ہے اور زین پوش اور ام اور غلام ایسا  
بس انگریزی کاٹھی۔ اور ایک چوڑی فٹن کے لیے۔  
یک رنگ شام کو ہوا کھانے نکلے۔ جو دیکھ کھے۔ میں جاتا ہوں اور  
میں کے کیا دو سنگ ہوتے ہیں سر پر۔ میں وہ جوڑ دیا  
ہو۔ اور زر کی میاں کی نہیں ہے۔ دن ہزار کی ایک ادنی  
سی رقم حاجی کے ہاں رکھی ہے۔ ایک کوٹھی ہوا میں گے۔  
ایک باغ بھی خریدیں گے گاؤں بھی دس بارہ لینے۔ کوئی  
تعلقہ دار اپنا تعلقہ بیچے تو کھڑے کھڑے خرید لوں جو گن نے انکی  
بات میں تو کمال فرس کیا۔ دل ہی دل میں سوچی کہ اچھا بچا آدمی  
کیا سے کیا ہو گیا اور بے اس کو دیوانہ کر دیا۔ تعلقہ خریدیں گے  
واہ رہ عقل جس میں ہزار تو میاں کے پلے ہے۔ اس میں سینے  
پلے ہیں تعلقہ۔ مہر مہر

برین عقل و دانش بیاہر گریست

عقل کا تو من لالہ جو اہل سے مقابلہ کرتا ہے جس کے  
ہاں جو اہل کی سوداگری کے علاوہ حاجی کا بھی لاکھوں  
ہی روپیہ آتا ہے۔

شہم۔ آج کھانا کیا کھا ہے؟

جو۔ بیسی روغنی روٹی۔

شہم۔ یہ تو میسون کا کھانا نہیں۔

جو۔ رئیس کون ہے۔

شہم۔ ہم تو دونوں۔ اب بھی ریاست میں منت ہے۔

ہم رئیس ہمارا باپ رئیس ہمارا دادا رئیس اتنا روپیہ پاس

ہو کر بھی رئیس نہیں تو لعنت خدا ہے۔ کیا تم محکوم رئیس

نہیں سمجھتے واہ کمین السبا غضب بھی نہ کرنا۔ اب ہم

پرسوں تک کوئی چالیس پچاس آدمی کو کمر رکھ لیں گے

چلو بس رئیس ابن رئیس ہو گئے۔ اہا ہا۔ خوب یاد آیا

ایک ہاتھی ضرور خریدیں گے۔

جو۔ ہاں بس اسی کی کسر بھی۔ ایک ہاتھی کی ہند ضرورت

ہے۔ دو تین اونٹ بھی ضرور ہوں۔ اور دو چار

گدھے۔ دیکھ پھیل کر خوش ہونا کہ گدھے بھی ملے ہاں ہیں۔

شہم۔ اچھا۔ مگر گدھے تو میسون کے ہاں دیکھے نہیں۔

جو۔ نئی بات سی۔

شہم۔ ہاں اچھا خوب سوچی۔ یہ خوب سوچی۔

جو۔ پھر یہ سب کچھ خریدے۔

شہم۔ اوہ جی جب جائیں۔ روڈ کا سا رکھیں ہوا اور

اسکی خدا کے فضل سے یہاں کی زمینیں جو چاہیں خرید لیں۔

گلاب ہلو یہ فکر پیدا ہوئی کہ اس جوہری سے بچے کے پاس

روپیہ زیادہ ہے یا ہمارے پاس اسکا حال میں کھلتا۔ بڑی

تشویش ہو کر دل نہیں گواہی دیتا کہ وہ ہم سے بڑھ کر ہو۔

تیس چالیس ہزار روپیہ بہت ہوتا ہے کھانا ہوا انسان

لگے تو بیسون میں کتنی ختم ہو۔



جوگن نے کہا برسوں میں کبھی نفی ختم نہ ہو۔ دو تین آدمی تو اتنے عرصے میں مر جائیں۔ دو تین ماہ بے ہو جائیں۔ دو چار کی آنکھیں پھٹیں۔ تیس چالیس نہر کا گنا کچھ ہنسی ٹھٹھا ہو۔ شمسوار بہت ہی خوش ہوے۔ تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کیوں بھلا قارون کے پاس کس قدر روپیہ بچھا اس کا نام تو آج تک مشہور ہے۔

قارون ہلاک شد کہ جبل خانہ لٹج داشت  
نوشہ روان نہ مرد کہ نام نلو گند داشت

خانہ فارسی میں نہر کو کہتے ہوئے میں چالیس نہر ار قارون کے پاس بھی تھے پس اور کیا۔ اس سے زیادہ کسی کے پاس کیونکہ ہو سکتے ہیں۔ سبحان اللہ اور تو اور۔ نہر کی فارسی اچھی خانہ خراب ٹھہرائی روپیہ ملتے ہی دولت فرس کے موجود بن گئے۔ اگر ایسے ہی ایسے خیالات سمجھ لگے تو پاگل خانہ ضرور دیکھیں گے۔

جو۔ کھانا تو کھاؤ۔

شہ۔ اودہ جی کھالیں گے۔

جو۔ پھر کب۔

شہ۔ خدمت گار کمان ہے۔

جو۔ خدا جانے۔

شہ۔ بادہ جی کہ ہر چلے گئے۔

جو۔ بلاؤ۔

شہ۔ ہم بچا رہیں۔ خدام بچا رہیں گے۔ کوئی ہمارے

کوئی ہے۔ یا سب مر گئے۔

جو۔ اللہ فضل کرے اپنا۔

شہ۔ ارے فضل۔ اوفضل۔ ابے آہ نہیں۔

جو۔ کمان ہو کمان اسوقت۔

شہ۔ آبا جان کے محل علیٰ میں۔

جو۔ اور آبا جان کمان میں۔

شہ۔ انکا مقبرہ وہ سائنسہ نظر آتا ہے۔

جو۔ چلو کھانا کھاؤ۔

شہ۔ ہاتھی لاؤ دروازے پر اور چپاس خالص بردار اور

تپکھیں سوار۔

جو۔ وہ سب حاضر ہونگے ذری دونوں تو کھاؤ۔

شہ۔ ہنسنے سنا ہے کہ کتر خوان پر چو بٹا ہوا سکڑا کر جا کر بیچ لیتے

ہیں۔ بڑے شیریں ہیں۔ اب ایسا ہم نہ سنیں۔

جو۔ یا میرے اللہ۔ ایسا روپیہ بھی کسی کو نہ دے۔

شہ۔ ارے افضل۔ اوفضل۔ افضل۔ سب مر گئے۔

اک سہرے سے۔

جوگن نے جو یہ کہی سہی تقریبی تو بدن کار ونگٹا رونگٹا

کھڑا ہو گیا کانپنے لگی۔ شمسوار کی صورت دیکھے خون معلوم

ہوتا ہے۔ لیکن خون کی کیفیت ابک ہی ساعت تک رہی

کہ شمسوار بے اختیار رونے لگے جب خوب رو چکے تو جوگن

سے کہا آفت اسوقت معلوم ہوتا ہے جیسے کئی من بوجھ کسی نے

لا دیا رکھنا کیا تھا جوگن نے کہا بسنی روغنی روٹی۔

شمسوار خوش ہو کر کھلے لاؤ لاؤ جلدی لاؤ ٹہری جھوک لگی،

جوگن کو ذرا ڈھکارس ہوئی کہ اب ذرا آدمی کی سی تقریب کرنے

لگے۔ فوراً کھانا نہ آئی شمسوار نے کھانا کھا کر کہا قلب پر

بوجھ سا معلوم ہوتا ہے۔ جوگن نے کہا بوقت کھانا کھایا ہے

بوجھ تو معلوم ہی ہوا چاہے اب تھوڑی دیر چل تکی

کر کے لیٹ رہو۔ شمسوار لیٹ رہے۔

استنہ میں ایک آدمی نے بھارا (کوئی چرا) جو گن نے پوچھا  
کون ہ کیا۔ لالہ میرا ملے بھیجا ہے۔

جو۔ کیوں۔

آدمی۔ دین ہزار روپیہ بھیجا ہے۔

جو۔ لاؤ۔

آدمی۔ گن رہیجے۔ زمانہ نازک ہے۔

جو۔ سٹھرو۔ دیکھو (گن کر) دین توڑے ہن جاؤ یا بے  
کہ تو رسید لکھو ادون۔

آدمی۔ ہم سے کہہ دیا ہے کہ تم جا کے دے آؤ اور رسید  
دین تو لینا۔

جو۔ اچھا جاؤ۔

آدمی۔ پوچھا ہے کہ آج کسی وقت آؤن تو سیلے گا۔

جو۔ آج نہیں کل سویرے آئیں اسوقت کام ہے اور شام  
کو بھی ملاقات نہوگی کل صبح کو آئیں۔ نو بجے تک۔

آدمی رخصت ہوا۔ جو گن سوچی کہ اگر شہسوار کو روپیہ  
دکھاتی ہوں تو خوف ہے کہ مباد اسکا جنون اور بھی ترنی گئے۔

روپیہ دیکھ کر کچھ بہکی بہکی باتیں کرنے لگے۔ اور نہ دکھان  
تو لالہ ہیرا مل سے بظن ہو جائے گا۔ اور جو معلوم ہو گیا

کہ وہ کوٹھی کوڑی ادا کر کے توجھے لالچی سمجھے گا بڑی بھڑی  
کھیر ہے۔ کچھ کرتے دھرتے بن ہی نہیں پرتی بڑی دیر تک

سوچائی کہ کیا کر دن۔ دکھاؤن یا نہ دکھاؤن۔ آخر کاریہ  
را سے قرار پائی کہ اگر اچھے چنگے آدمیوں کی ہی باتیں

کیں تو روپیہ حوالے کر دے گی۔ ورنہ کچھ کہوئی نہیں جو اٹھنے  
کے ساتھ فیصل اور فیصل کو پکا دیا رہا تھی دروازے  
پر لایا حکم دیا تو بس سچھا جاکوئی کہ اب دیو نہ ہونے میں شک نہیں۔

شہسوار دو گھنٹے تک سو باکیے۔ دو گھنٹے کے بعد اٹھے  
تو جو گن نے کہا تھو دھوڑو خون تھا کہ امین خدمتگار دن کو  
نہ حکم دین کہ بانی لاؤ مگر شہسوار نے خود اٹھ کر منجھ دھو یا وہ

کہا اب دنا ذرا آرام ہو۔

جو۔ کچھ یاد بھی ہے۔

شہ۔ ہاں۔

جو۔ کیا یاد ہے۔

شہ۔ یاد ہے کہ کچھ کبسر ہاتھ مین۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ کیا  
بلکنا تھا۔

جو۔ خدا نہ کرے اب اس قسم کی باتیں کرو۔ اہو ہے۔  
میرا تو کل بچہ دھڑو دھڑو کرتا تھا۔

شہ۔ اتفاق۔ اتفاق۔ خدا جانے اس وقت شہ جنون  
کی حالت میں کیا کیا بک گیا۔

انہی کشتی حبیبیت دو آہ امید و ہم میں تھی کہ بھی خیال  
آتا تھا کہ اب ہم جو گن کی نظروں سے گرجا میں گئے۔

کبھی سوچتے تھے کہ رخصت اسکو راہ راست پر لایا گیا۔ مصرعہ  
بیدل نیم منور یہ بسیم جہ می شود

دیکھیے انجام کیا ہوتا ہے۔ یا تو یہ دولت امین شاہ آرزو  
سے ہلکا کر کے لگی یا مصیبت سے دوچار کر دی۔

بہر کیف۔ س۔

شاہ باہر یسین ناشاد باہر یسین

گاہی خود را بایچ چون سہ دیدی ششقی دل شاہ

کہ جو بن پرست شاہ دور رج دیدی۔ کردی سہر یاد  
میدارندت چنانکہ میزا مہندت لبس کی کن۔

کارے تو خجندہ نیست صدرہ دیدی۔ می باش آزاد۔

ششم۔ کو اب ہمارے ساتھ کھاج کر دے گی۔  
 جو۔ بچہ کو بھی۔  
 ششم۔ قسمت کی رضی نہیں ہو۔  
 جو۔ ہاں ہر تو ایسا ہی۔  
 ششم۔ تمہیں کھاج ہو تو مختاری قسمت گھل جائے۔  
 جو۔ اس میں کیا فرق ہو۔  
 ششم۔ اگر ہماری بیوی ہو تو بڑی خوش نصیب ہو۔  
 جو۔ کیا ہم کی بہن کا بن کر نہ ہو۔ (وہ وہ)۔ ہوش کی  
 وہ اگر کر دے  
 ششم۔ نہیں خدا جانتا کہ وہ کیفیت نہیں ہو جو پہلے تھی۔  
 جو۔ ہاں خیر شک ہو۔ ذرا بے بھلو۔ آگے آگے اس  
 روپیے کو۔  
 ششم۔ ہاں ہاں اسے تم کی جتن اور بان کی ادا سے  
 کہا کہ قتل ہو گیا۔  
 جو۔ یہ باتیں۔ اس وقت ایک آنکھ نہیں بھاتی۔  
 ششم۔ ہم تو مگر ویسے ہی خادم ہیں۔  
 شمسوار نے دولت کے نشہ میں ایک مرتبہ لٹکا کر کہا  
 جوگن نہ مانو گی ہم ایسی بات تو کہتے نہیں جو شرع کے خلاف  
 ہو۔ کھاج میں ہر جی کیا ہو۔ اور ہم کھے دیتے ہیں کہ ہر  
 بکواس لاکھ روپیہ جوگن نے ہنس کر جواب دیا ہم کھے دیتے  
 ہیں کہ ہم نے چین کی سلطنت آپ کے حوالے کر دی  
 جاوے گا مٹیں کیجیے۔  
 شمسوار نے خفا ہو کر لوچھا تو کیا بکواس لاکھ روپیہ کی  
 ہماری حیثیت نہیں ہو۔  
 جو۔ آپ کی حیثیت بکواس کر دے گی سی۔ مگر مہربانی

دفعہ نمون نے پھر خوش کیا اور شمسوار نے اسے بے قرار  
 ہو گئے اور یوں آپ ہی آپ بکے لگے۔  
 زور زور۔ روپیہ روپیہ جو بچہ چہرہ عجب چہرہ ہو۔  
 بے زور کچھ بھی نہیں۔ ع۔  
 (زور زور) سو اب آتے ہیں بے زور کا خدا حافظ و ناصر  
 مگر۔ ع۔  
 مغرور مشورہ مال چون تجسبران  
 مال پر مغرور ہونا فضول ہے۔ کج ہمارا کج دوسرے کا۔  
 برسواں میرے کا۔ اسکا کچھ ٹھکانا نہیں۔ اور میرے اور میرے  
 اور میرے اور میرے۔ جو طرف پھر آگیا ہو۔  
 یا خدا جوگن کی نظروں سے ہم نہ گرجا میں مراد ولی بائیں  
 صند کی دوپٹے کی مہار پر دل لٹا ہو۔ کچھ بچہ چوٹ ہو۔ ہلے  
 کیا کروں تو کو کر س بیوی ویش کو سمجھاؤں۔ ع۔  
 دل میرے درد سے تم صاحبہ لان خدا را  
 اور داکہ راز بہانہ خواہر شدہ آشکارا  
 جوگن نے جو یہ تقریر سنی تو نہایت ہی حین ہوئی۔ سمجھی کہ  
 اب پہنچنا محال ہے۔ روپیہ نے انکو دیوانہ بنا دیا ہے مگر یہ کہ  
 مٹا رہے ہیں کبھی شمع بھی کچھ۔ کیا جانے کیا ہو گیا۔  
 بس ہو کیا یہی کہ اس قدر روپیہ جو بایا تو تنگ نظر فی  
 نے مجبور کر دیا اب دودن میں تھکے چٹنے لگیں گے فیروز  
 صدافوس۔ شمسوار نے آپ ہی آپ کہا کہو بارچے  
 اب تو گھر سے ہیں۔ کو بارہ۔ وہ وہ۔ میں۔ اور  
 اللہ رکے ہم اور آتے رہے تو ہم بھی اب رئیس زادہ  
 اور رئیس ابن رئیس ہیں۔ ہمارے ساتھ بھی ہزاروں  
 خاص بردار دوڑتے ہوں گے۔

لال لال - چپانے کا بندگی۔ جوگن نے اشامے سے جواب دیا۔

وہ دیکھ کر آج حضور کی طبیعت کیسی ہی زخیرے سے ملال پایا جاتا ہے۔“

”وہاں۔ لڑائی کی تو بات ہی ہے۔ خوشی کہاں سے  
ظاہر ہو۔ افسوس“

دو گنہوں آخر ہوا کیا کیا اور بھی بڑھ گئے۔ معلوم ہونا مزید یہ ہی گئے۔

”خبر ہو گئی کہ اسنی۔ اکیڑون کو دوہنے ہو گئے۔ اب  
توسو دانی ہو رہا“

ہاں کہئے تو سہرا بے گئے گزر گیا کیا کیا تا تو سہرا  
 دو کیا کیا بسو۔ دن بھر تو بے گئے وہاں تباہی بھی  
 کہا لاؤ میرا ہاتھی۔ لاؤ میرا گھوڑا سینس نکالو فیصل فیصل  
 فیصل خد شکاروں کو بلا لالہ۔ اسے مرے کبکے سب۔

ابھی آؤ۔ ہم سے پوچھا کہ یہ لوگ ہمارے دوستہ خواں کئے کیجے بجائے  
کھانے کو بیچ لیا کرتے ہیں نہ پھر پوچھا میرے پاس دولت زیادہ

جو یا اللہ ہیرا مل جو ہری کے پاس ستم و دونوں میں کسکو امیر سمجھتے ہو۔ میں سنتے سنتے دوا لے رہی تھی، مگر جب چائے سنتی

گئی۔ کرتی کیا۔ ناک میں دم آگیا۔ بیچ کے کمال کو کھانا تو کھا اور پوچھا  
کہا ایک سو۔ من نے کہا روغنی۔ پس بے بس۔ گڑبڑ کے دوڑے

کیوں یہ کیوں بچا ہے کسی رئیس کے ہاں سچی روئی نہیں ملے گی  
یلاؤ گوں نہ کجا۔ کلہرے کی گاسکھوڑی در کے لعید ہوش آجاتو

کھانا کھا اور کہا اب ذری آرام ہے بس سو کر اٹھئے تو بچہ  
 دی کیفیت سیکڑوں سی شعر طرہ طرہ خوب روایک فہم

مین نے منع نہیں کیا میں چاہی کہ خوب بارود۔۔۔ ذرا گرمی تو کم ہو

میری ماں۔  
 شہ۔ اچھا خیر۔ اب نہ کہیں گے۔ مگر مصیبت میں گرفتار

ضرور ہوگی یاد رکھنا۔  
جو گن کارنگ فق ہو گیا۔ سمجھ گئی کہ یہ تباہی کب

باعث ہونگے اپنے آپ میں تو رہے ہی امین میں خدا جا  
کیا کر گذرین۔ دنیا سے الگ تھلگ یہاں بس ترجایا تھا

مگر حسین نہ آیا۔ نہ آیا۔ میان کبھی شومی طالع نے ایک دنیا  
فل کھلا یا۔

مرہم کی جستجو میں بھرا ہون جو دور دور  
تن سے سوانا کار میں اس خستہ تن کے بانوں

جو سنا۔ میان بس اب بہت چل نہ کھلو۔ ہاں ذری ٹر ٹر کھلے  
باقین نہ بنائے۔ آفت ٹر لیے رویے سرکہ دولت کیا

پانی کو دوائی بنائے، ایسا بھی کم طرف نہیں دیکھا واہ اور سنو  
 تم حاسے جسکو بیا ہو طعنے کسے دیتے ہو کسی کو وہ

مقرر کیا کہ۔ اب خیر اسی میں جو کہ یہاں سے بڑیا بدھن اٹھاؤ مہین آپ کی دولت کی ذرا مروا مہین مہمت اترانے

لگے تم۔ اب میں آپ کے کھڑے کی روادار نہیں۔ بس  
ابھی ابھی سترے اٹھاؤ نہیں من سے کھینک بھاگ دوں گی

ابتر متحارے مہمان نمٹنے کے روادار نہیں۔ ذوالقرآن کے

ایسا بھی کوئی مال پاکے اتر نہ میں جاتا۔ مگر کوئی طبع مجھو جیسا  
 معلوم ہوتا ہے۔ بس اسی کا کُنات برنار۔ اللہ کی شان ہے

کبھی بابا راج روسہ کا ہے کو دکھایا تھا۔  
مختلوسے عرصے کے بعد جمیا آئی۔ دکھا کہ جو گن ناک

بھون چڑھائے بھیجی ہیں۔ چہرہ مارے غصے کے سبز آنکھیں

دو بھر تب سے کیسے ہیں۔ اب تو اچھے ہیں۔ یا اب  
بھی کچھ کسر ہو؟

دکسر! اس قدر سی رام کانی سن چکین۔ پوچھتی  
ہیں کیا۔ اب بھی کسر ہو۔ اب کسر بس یہ کہ ہاتھ ابھی تنگ  
نہیں اٹھا؟

دوس اتنی سی کسر باقی ہو۔ اور کچھ نہیں؟  
دو نہیں تو اگر مہی حال ہو تو ہاتھ بھی اٹھے گا ایک روز  
دو پی بھی عجیب چیز ہو؟

دراؤ آگ لگے ایسی دولت کو جو ٹیٹھے ٹھیلے آدی کو  
اونٹ بنا دے تو بے؟

دجی ہاں پھر یہ تو بڑی ہو۔ اس میں شبہ کیا ہو۔ ابھی کل  
تک اچھے تھے؟

رہیں دولت نے بلٹا دیا؟  
شہسوار نے اسے میں ہانک لگائی۔

سیہ گیم ہون لازم ہو میرا نام نے  
جہان میں جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہو

ہوئے اندر میرے کچھ کسی سے سمجھو کہ جو شریک ہو میرا شریک لیا  
چپانے کہا۔ اللہ جانتا ہو آواز تک دراؤنی ہو۔

آٹ۔ تو بے۔ تو بے۔

شہسوار نے جو کن کی ناگ میں دم کر دیا بھاری اس دو  
پر نشان ہوئی گیچی چاہا کہ میں بھاگ جائے۔ شہسوار کوئی بار  
سمجھایا کہ تم اگر مجھے حق کر کے تو میں تمھاری صورت نہ چھوگی  
مگر شہسوار کو دولت نے سٹری بنا دیا تھا وہ اپنی پسندیدہ  
حرکتوں سے باز نہ آیا۔

شہسوار تم ہو کیا بھاری تم ہو ہی کیا۔ ہمارے پاس اب

وہ شو ہو جسکو تولاد پر کھدین تو موکم کل پھل خابے پھر میں کیا  
خون ہو جب زرا نہ تھے تو تھاری خوشامد کرتے تھے اب تم  
ہماری خوشامد کیوں نہ کرو۔

رات کے وقت چپا سے جو کن نے صلح کی کہ اب میں کیا  
کردن چپا نے کہا کیا بتاؤن ہو ہی بچہ کرتے دھرتے بن ہی

نہیں بڑتا۔ اب یہ تولو انون میں من۔ چار د زمین تنگ  
خنے لکین گے۔ بہتر یہی ہو کہ کسی نہ کسی تدبیر سے یہ نکل دیے  
جائیں۔ مگر چکارا حال ہو جو کن نے کہا ہم بتا میں۔ یہاں

ایک آدمی رہتا ہو جسو دودم کے کھلنے خوب بنانا ہو اور  
موم کے آدمی ایسے بناتا ہو کہ آدمی بس سچ جی کا معلوم ہو۔

اور موم کے ہاتھی موم کے گھوڑے موم کے لنگر۔ اس کے  
ہاتھ کے بنے ہونے میں نہ دیکھے تو غش غش کرنے لگی۔

چپا۔ ہاں میں نے بھی دیکھے تھے۔  
جو۔ تھو، سکوللاؤ۔

چپا۔ یہ کیوں وہ کیا کریں گے۔  
جو۔ ان سے ہم کچھ کہیں گے۔

خیر جسو نے ان کو بیان کیا کہ جو کھلونا کیسے فوراً بنا لاؤن۔  
جہاں کیا کہ کوئی پسند کرے جو کن نے کان میں کچھ کہا اور جسو

دس دن کی مہلت لیکر رخصت ہوا۔

## پیر فرقت

دو بڑھوں کی ملاقات اور گفتگو کا حال ناظرین کو یاد ہو گا۔  
دو دن تک برا بھلائی کو لیکر بڑے میان سراسر گئے مگر پورے

سے ملاقات نہ ہوئی سان دونوں بڑھوں میں سراسر اٹلے پورے  
ہم پیر فرقت لکھیں اور دوسرے کو پیر مرد تاکہ دھوکا نہ ہو۔ یہ

ہو تبنا ساونڈا اگر خبنا اوپر ہوتا تباہی زمین کے نیچے ہو۔  
**پیر فرقت** - بان جبا بغرا مایے میان آزاد کی نسبت  
 آپ کیا جانتے ہیں۔

**پیر مرد** - بس حق ہند کہ ایک بیگم صاحبہ انکو اس شرط پر مرد  
 بھیجا ہو کہ اگر وہ بان سے نیک نام آئیں تو شادی کر لیں۔

**پیر فرقت** - یہ تو ہم بھی سن چکے ہیں۔ اور کوئی تازہ بات  
 بتائیے۔

**پیر مرد** - تازہ بات یہ کہ آپ سبھی پرے اترے اور زین پوش  
 بچھا کر حقہ پیتے پیتے میان آزاد کا ایک شعر پڑھا۔

**پیر فرقت** - بان ہاں پڑھا تھا۔

سب سے کوچین بنائیں گے ہم  
 گل کھائیں گے گل کھلائیں گے ہم

**پیر مرد** - ہاں یہی شعر۔ ان بیگم صاحبہ نے سنا جنھوں نے  
 میان آزاد کو ٹھکری بھیجا تھا بس تھوڑے لگیں۔ مجھ سے کہا کہ اگلے  
 جا کر پوچھو کہ آزاد کی نسبت کچھ اور بھی آپ جانتے ہیں۔

**پیر فرقت** - بس یہی قدر جانتا ہوں کہ وہ روم گئے ہیں اور  
 کچھ نہیں جانتا خدا انکو معاف فرما لائے۔ اگر میان نے کا  
 اتفاق ہوا تو لڑکیاں بھی ساتھ آئیں گی۔ بیگم صاحبہ سے طین گئی۔  
**پیر مرد** - ضرور ضرور کیا قصد ہو چکا۔

**پیر فرقت** - ہاں بیان کر رہا ہوں۔ ایک لڑکی کی شادی  
 ہو گئی ہے۔ دوسری کا علاج آزاد کے ساتھ ہوتا مگر وہ قبول  
 ہار چکے ہیں مجبوری ہے۔

**پیر مرد** - مکان تلاش کر رکھوں تاکہ واسطے عمدہ مکان ہو۔

**پیر فرقت** - ہاں کوئی سات اٹھ روپے ماہوار یہی تک کا  
 مکان نہیں کافی ہے مگر شرفیو کا محلہ ہو۔ جو رہکار نہ بستے ہوں

نہیں سے روز شہر ترقی اور پیر مرد سویرے ہی سے سر امین جا رہا  
 پیر فرقت اور پیر مرد سے ملاقات ہوئی تو دونوں انرلس  
 محکومہ دوسروں ہوئے۔ پیر فرقت بڑے تپاک سے پیش  
 آئے اٹھ کھڑے ہوئے حقہ بھردیا گلو ریان بنو آئیں اور  
 بائیں کرنے لگے۔

میان شہر ترقی نے دیکھا کہ یہ دونوں تو یا توں میں مصروف  
 ہیں اور ہم بالکل بے غفل بیٹھے ہیں۔ یہ کچھ بات ہو کچھ بھی  
 کوئی شغل چاہیے۔ آتش بازی کی کچھ بندرے کر ایک  
 گھنٹے کی دُم میں باندھی مگر بھٹیاری نے دیکھ دیا اور گلی غل  
 مچانے لگا۔ کچھ اس موے عجیب سے جب سر امین آتا ہے  
 کوئی نہ کوئی شرارت ضرور کرتا ہے اور لوگ گتے کی دُم میں

کچھ بندر باندھ دی۔ او واہ بخل دور ہو میان سے بھٹیاری  
 نے کچھ بندر کھول کر زین پر بٹنگ دی۔ تو شہر ترقی بہت ہی

بھلائے۔ این۔ وہاں وہاں۔ دوپہے کھولن کا ابھی  
 ابھی ہونہ۔ کیا چٹ سے جب تک دی۔ گو بان کے باپ کا  
 مال ہوتا سنا تھا کہ بھٹیاری آگ ہو گئی بھلا کر شہر ترقی کو

لا کر کچھ بھلائے۔ دونوں لوگوں نے سمجھا کہ اس نے جانے  
 کبھی دو تھم ہی غم کھاؤ مگر وہ کی سسٹنے والی کتنی بھلا۔ اتنے میں  
 حوالی مولی سب رگ رو جمع ہو گئے۔ کیا اپنی بھٹیاری کیا ہے۔

بھٹا۔ او ہو کیا میان کیا تاؤں کیا ہے۔ یہ مولی لگا گئے  
 کی دُم میں کچھ بندر باندھ گیا۔ یہ تو آگ لگا دیتا جو میں دیکھ نہ لیتی۔  
 ایک ہنسٹونے میان شہر ترقی کی کھوپڑی پر آہستہ سے

جب تک لگائی تو شہر ترقی مسکرا کر بولے۔ وہاں بڑے بھائی۔  
 رنجک چاٹ گئی۔ آگ زری زور سے چپٹ لگاؤ۔ گوگن  
 نے فہم لگا یا شہر ترقی بھی مسکرائے۔ بھٹیاری نے کہا بڑا عجیب

کلی من نہو۔ بوسیدہ منہ پر رضا مقام ہو۔ اگر آپ وعدہ کیجیے کہ ایسا مکان دیکھو مگر لوگ تو بسم اللہ پھر تلاش کیجیے۔ ورنہ میں خود بندوبست کرونگا۔ انھوں نے کہا آج ہی مکان کا بندوبست کیے دیتا ہوں اس میں شکل ہی کیا ہو۔ یہ کبکھر خست ہوئے حسن آرا سے آکر کہا کہ انکو میان آزاد کا حال اچھی طرح معلوم نہیں ہو کر کہتے تھے کہ انکا نشانہ تھا کہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح آزاد کے ساتھ پھر چھوڑا میں حسن آرا کا رنگ فق ہو گیا سوچی کہ ایسا منہ اس سے بھی میان آزاد اور اکر کر گئے ہوں تو غضب ہی ہو جائے مگر آزاد کی خوب سے خوب واقف تھی۔

بوڑھے نے کہا وہ میان مکان لینا چاہتے ہیں کیسے تو ہی محلے میں مکان دیکھو مگر دون حسن آرا نے کہا ہفت ہم جواب نہ دیں گے شام کو سو حکم کریں گے۔

سپہر آرا سے یوں گفتگو کی۔

حسن۔ کچھ سنا۔

سپہر۔ نہیں ہم میان تھے کمان۔

حسن۔ انکی بھی ایک لڑکی کے ساتھ آزاد کا نکاح ہونے والا ہو۔

سپہر۔ (خاموش)۔

حسن۔ سمجھیں۔

سپہر۔ غلط بات ہو۔

حسن۔ وہ مکان میان لینا چاہتے ہیں۔

سپہر۔ اچھا پھر لین۔

حسن۔ اسی محلے میں۔

سپہر۔ جہاں چاہیں لین۔

حسن۔ دل کی ہو جو میں آزاد دھر سے بھی اقرار کر گئے ہوں۔ چلو خیر۔ چار کاج تک تو جا رہی ہیں لیکن اللہ جانتا جو یقین نہیں آتا میں تو ذرا یقین نہیں آتا۔ آزاد اگر ایسے ہر جانی ہوتے تو جان بکف نہ جاتے۔ بڑے جوان مردوں کا کام ہو۔ ہر کوئی ایسا تھوڑا ہی کر سکتا ہو۔ اے تو بہر کیا مجال اسی سے میں آزاد کو اقدر چاہتی ہوں۔ جو افرودہ قول کا تجاہل بات کا بھنی آن بان کا آدمی ہو۔

شاہد آن نیست کہ موسیٰ دیمانے دارد

بندہ طلعت آن باش کہ آئے دارد

سپہر۔ اب یہ خیال تو اپنے دل سے دور کرو مگر کان قریب دلو اور

جو گن کی وفات

حسن آرا اور سپہر آرا کا حال تو میان چھوڑا اب جو گن بچاری کا ذکر وہ سنیے شب کے وقت کوئی بارہ بج چپانے روتے شہسوار کو بگایا۔ اٹھیے جلدی اٹھیے۔ ہاں غضب ہی ہو گیا شہسوار گھر آکر اٹھے پوچھا کیا ہوا چپا بولی۔ کیا بتاؤں کیا ہوا ذری چل کے انکو دیکھیے تو شہسوار اور بھی مضطرب حال ہوا۔ پوچھا کون کو! کن کو!۔

چپانے کہا انکا بڑا حال ہو آپ کی جو گن اب کوئی دم کی گمان ہیں۔

شہ۔ (چونکر)۔ این کیا کہتی ہو۔ میں کسان بتاؤ تو۔

چپا۔ وہ کیا ہیں پلنگ پر۔

شہ۔ ہاں پھر سوری میں سوئے روئے۔

چپانے کہا سوئے گئے مجھ سے بھی نہ رہیے گا کین

مکروب داغ جدائی دے ہی گئی۔ اُن خدا نخواستہ مری گئی  
اُسے خدا نخواستہ کیا کچھ کر لیا۔ اُن خدا ناکردہ کہنا لازم تھا  
یا چب ہی کیوں نہ رہا۔ بُری خزان کی بات ہو جی۔ بس  
اُن بھر توبہ کی کہ دنیا کو ترک کر دینگے۔ اُن مہمان نہیں گئے۔  
دنیا ہی سے جلد نکلے اور اگر زمین گے کبھی تو فقیرانہ طور پر۔ توبہ  
بہار توبہ۔ ۵

آباد خرابات زمخوردان ماست | خون دہزار توبہ ہر گن ماست  
گرمین نکم گناہ توبہ کہ کسند | انرا بش حمت از گنہ کون ماست  
اکی توبہ شکنی محال ہو۔ توبہ شکنی پر توبہ۔ اور توبہ نہ کریں گے  
تو کر نکلے کیا۔ توبہ شکنی تو ہو ہی نہیں۔

چپا۔ جو گن چپاری کو کیا ہوا ہو۔ کچھ بتاؤ تو آخر یہ ہو گیا۔  
لیکھ شمسوار اور کبھی نازدار رونے لگے مگر صبر۔ ۵

نیم دل مجموع جگر و حسان را | اساتذہ تر از صبر دانی و گری نسبت

چپانے بھی روناسی شروع کیا اور کہا غضب ہو گیا۔  
جوش خون میں ایک مرتبہ چادر بٹھا کر ٹنڈہ چوم لیا۔  
چپانے کہا میں سہا میں۔ یہ نہ کیجیے۔ ہا کوئی اس کرتا ہو۔  
شمسوار نے سو کر کہ کیا بتاؤں میں تو کسی کام ہی کا نہ رہا  
دنیا سے دل اٹھ گیا۔

اُن ہفت جو گن کی بیماری اور انظردن کے سامنے  
چھ گئی۔ وہ مستانہ چال کدول پائال ہو جائے۔ مگر کھل من علیا  
فان گو یا پیدا ہی نہیں ہوتی تھی۔ افسوس۔  
شمسوار نے پھر جاکر چادر مٹائی اور جو گن کو چوم لیا۔  
چپانے کہا بائیں پھر دی شمسوار بولے۔ ۵

گر دوسر ہر نگرد سب نوشت |  
ابن سخن باید بہ آب ز نوشت

سوتا کوئی اور ہو گا۔ وہ تو بالکل سرد ہو گئی ہیں شمسوار  
سنفٹی ہی گر ٹپا تھمدا چھ طرح جا کے رکھو تو۔ مجھے تو بس جلتے  
ہیے وڑ معلوم ہوتا ہو۔ ہاے غضب خدا کرے میں خواب دیکھ  
رہا ہوں۔

چمپا چ سچ بتاؤ صاف بتاؤ یہ ہو گیا۔ ہاے ہم تو کمین  
کے نہ رہے۔ پھر کہے نہ اُدھر کے ہے۔ ہاے جب زہ تھا تب  
کس لطف سے سرتی تھی اب رو پیہ پاس آیا تو وہ خودی  
نہ رہی افسوس صد افسوس۔ جو کام ہوا اُس سے

اموت مانگوں تو رہے آرزو خواب مجھے  
ٹوبے جاؤں تو دریائے پایاب مجھے

یہ ابھی قسمت کی خولی ہو۔  
غریب جا کر دیکھا تو جو گن یہ جس حرکت پڑی ہو۔  
چادر دور سے ڈرتے ڈرتے اٹھائی تو موت کی صورت  
مجھ نظر آئی کانپ اٹھے۔ بدن تھوڑے لگا خوب چوٹ چوٹ  
کر روئے۔ ہاے جو گن ہاے جو گن غضب کھائی۔ ستم پاپا کیا  
ہاے دعا دی گئی۔ ۵

اگر دانستم از روز ازل داغ جدائی را |  
نمی کردم بدل روشن چراغ آشنائی را

شمسوار دلو اسے مٹانے لگے چپانے لاکھ لاکھ عجایا  
مگر اکھون نے ایک نئی۔ خوب ہی روئے اور چلا چلا کر  
کہنا شروع کیا۔ ۵

تا با تو لاؤ آشنائی مارا۔ ای مولس جان

اور دیدہ توئی چو روشنائی مارا۔ تحقیق بدان

روزان و شبانہ این دعا میخوانم من ز دل جان

یار بندہ داغ جدائی مارا۔ در ہر دو جان



<p>ای اہل گرچہ داری بیاض شب بکشت در نہ بے منت فراق یا رفودای کشد یکی جدائی من زندگی شاق گذرے گی بے موت مرے خدا خیر کرے ۔۔۔</p>	<p>چپانے لگا۔ اچھا تو یہاں چپ چاپ بیٹھے رہیے۔ میں جا کر اپنے بھائی کو بلا لاؤں۔ وہ لاپسٹ لپاٹ کر بھائی لگا کسی کو کاٹوں کان خیر بھی نہ ہوگی۔ در نہ پہنچ جائیگا۔ اور تم بدنام ہو گے سکر سے سزا جو پاؤ گے وہ الگ تھسوار کو چپیا کی بات از بس پسند آئی رکھا اچھا تم جاؤ۔ میں یہاں بیٹھا ہوں۔ مگر ایک آدمی سے بھلا کیا ہوگا۔ چار ہون تب تو خازنہ اٹھے۔ چپانے لگا استوت آپکے ہوش ٹھکانے نہیں ہیں جنازہ اٹھنے لگا کون موقع ہو بھلا چکے۔ سپسٹ کر راتوں رات دریا میں بہا دے گا جنازہ نکلنا کیا ہنسی ٹھٹھا ہو تھسوار نے کہا کتنی توجہ ہو سکر اٹ جلد جاؤ ایسا منہ کو ترکا ہو جائے۔ چپیا گئی تھسوار بچارے عین مصیبت کی حالت میں لاش کے قریب بیٹھے رو کر تھے۔ جو مجھے معلوم ہو بیاری جو گن کہ تم اسد ریزہ رہو تو خدا کی قسم میں تم سے زیادہ بات چیت بھی نہ کر دوں۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ تم داغ حسرت دیکھاؤ گی اور یہ دن میں کھینا پڑے گا۔۔۔</p>
<p>رسمیہ جان بلب از محنت فراق مرا اہل کجاست کہ شتاق اور کجاست شدا ام ٹھوڑی دیر میں ٹھکان کی کہ خود بھی نہ رکھا میں۔ سوچے کہ نہ رکھا لیا تو یہ جالیں نہزار دیکھیں کہ کو دیکھے جان جلنے کا برخ نہیں مگر قفسوں یہ کہ اس قدر دیکھنا کہ جاؤ گے۔ بہتر تھا کہ کہ وصیت لکھ جائیں غلام دولت کا غدا تلاش کر کہ وصیت لکھنے لگے۔ حالت ثبات عقل میں اقرار کرتا ہوں کہ میرے پاس پاپس نہزار روپیہ ہو جسکو چھوڑ کر میں مرنا ہوں۔ یہ نہ کر کر سپہر آرا بیگم کے لیے پھڑپھڑے جانا ہوں سپہر آرا بیگم وہ عظیم ہوں جو شہر خاص سے دو کوں پرستی ہیں۔ اور میری بیگم کی ماں یاد آدمی ہیں۔ یہ زخیر خاص سپہر آرا بیگم کے لیے ہے۔ رخصت۔</p>	<p>عصہ حیف دلا کہ لکھساران قوند با سین بنان و گھنڈاران رفتند چون بگل آمدند بر باد سولہ ابر خاک چو خطہ آباران رفتند ہر در و دیوار سے نصب اور ڈرافتی صورتیں نظر آتی تھیں۔ دل میں سوچنے لگے کہ ہم کس وجہ و مہم سے آئے تھے کس تپاک سے ملے تھے کیا کیا دل لگیاں ہوتی تھیں۔ ہمارا اصرار۔ آکا انکار کبھی محبت کی باتیں بھی نہ کر ابر عجب لطفت ہوتا تھا۔ مگر اتفاق وقت۔ انفس صفا انفس عین خوشی کی حالت میں کہ وہ الم لوٹ پڑا اسے انفس خدا کرے مجھے بھی یہی وقت موت آ جائے۔ تو بس ساتھ ہی چل بسوں۔۔۔</p>
<p>رستم و دھند ہزار منت گذشتیم و نیابہر سے دم و دنیا گذشتیم یہ روپیہ فوراً سپہر آرا بیگم کے پاس بھیج دیا جائے۔ جیسا اپنے بھائی کو لیکر آئی تھسوار نے اس کے قدموں پر ٹوپی رکھا لکھا بھائی اس وقت ہمارے آبرو بھٹارے ہاتھ ہو۔ و بسے خدا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ ورنہ میں اپنی جان و بدن گام</p>	

<p>چمپا۔ ہاے کیا ہوا۔          شمع۔ قسمت۔ بس اب بھوٹ گئی قسمت۔ بدی تو یوں ہی          تھی ہاے نہ رو بہ ملتا نہ ہم ستاتے نہ وہ زہر کھاتی۔ ۱۰</p> <p>از سنگدلی گرفتار عہد شکن را          مقصود شکست دل ما بود شکستیم</p>	<p>بس زہر کھا کر سو رہوں گا چچا پولی۔ آپ چپکے بیٹھے ہے          ہم پہنچے سمجھ لیں گے۔ اور اللہ کے لیے زہر ہو کر کام نہ لو۔ زہر کھانا          دل کا پٹ اٹھتا ہے۔ ایک کو تو زہر کھلوا یا اب تو خدا سے ڈر چپا کے          بھائی نے لاش کو خوب لپیٹا۔ اور لپیٹ کر لپیٹا۔ اٹھانیکہ وقت          شمسور لاش کے قریب جا کر زار زار روئے۔ ۱۱</p>
<p>خدا شاہد ہر محفل لگا کی مہربانی ۱۲</p> <p>ترقی ہر یاد برو دلبر تمام رات کھلتی ہر زندگی تیرے خیر تمام رات          آس قلاب کی جو چھوٹ گئی ہی ہر وقت ہر این محض صفت تمام رات</p> <p>اگر روش فلک ترا خانہ حسنہ اب ہو          بھٹے ہن ہم غراب ہن من بھر تمام رات</p>	<p>من از یاد تو ہرگز متم غافل سرت گردم          ترا در غم خود گماستہ نہ از من یاد می آید</p> <p>ہاے جوگن۔ داسے جوگن۔ دھوکا دے گی۔ لوٹ لے گی۔          ہاے جل سین شیر باد دلی کمرہ سدھارین۔          ہاے کل کنتی بھین کہ داسے در کے تیرے اٹھا نہیں جاتا          اور آج دیباہی سے اٹھا نہیں۔ ہاے ستم داسے ستم۔ ۱۲</p>
<p>خاوند شیرین اور حسن آرا ہم شمع کے وقت صاف تھرے          سفید کپڑے ہن کوستا پی پیرل ہی تھیں سپہر آرا چاندنی پر          بیٹھی ہوئی ہمارا السلسلے سے آئین کرتی تھیں مغلانی اور بکے          ساتھ ایک کونے میں ٹھہری تھی جن آرا نے پھولوں کا گناہ          تھا جسکی بوجے غمبار سے بشت کی لبتین آتی تھیں۔ چاندنی نے          کہیت کیا تھا راستہ بق دوق میدان اور ہما ناما سمان بھیت          لہلہلاتے تھے رنجہ کھلے جاتے تھے۔ رات خوب بھیگتی تھی۔ چھوڑ          سنا۔ اتنے میں منوں بہ منوں نے بچھا کر غم کی کیمت آگ روشن          ہوئی جن آرا اور سپہر آرا تھیں ہر ہن کہ آگ کسی ہے۔          حسن آرا۔ آہ ہن یہ روشنی کسی ہے۔ اللہ نہ کرے کہیں آگ          تو نہیں لگی۔ تندی نہ ہوتی جاتی ہے۔ وہ دیکھو سانسے کی طرف          آگ ہی لگی ہے۔          سپہر خدا جانے کس بچاے فلک ستارے کا گھر جل رہا ہے          ہاے ہر وقت کوئی آگ لے دل سے پرچھے کہ اسے قلب پر کسی</p>	<p>کل وہ کنتی بھین کہ ہم تیرے اٹھ سکتے نہیں          اٹھ لکھیں دینا سے آج اپنی یہ عاقبت آگئی</p> <p>چپانے سمجھا یا کہ میان اب کتنے کسے سے ہو وہ بچا ہی تو          داغ دیکے سدھاری ہاے کیا مجاز پایا تھا۔ دن رات اللہ کی          یاد ہی کیا تھیں اٹھی جوانی تھی۔ ہاے اٹھی اٹھی جوانی تھی ہا          ہاے بھی اٹھی جوانی تھی (ماتھ ملکر اسے لوگو یہ کیا ہو گیا چچا          کے بھائی نے کہا چپ چاپ۔ غل نہ بچاؤ۔          شمع۔ گور تک تو چلے دو۔          چمپا۔ اے جیسا غضب نہ کرنا۔          شمع۔ مٹی تو بدوں۔          چمپا۔ بس اب تم نہ آؤ ساتھ۔          دو ٹھٹھ میں چمپا آئی او کما لو صاحب و فائے۔          اللہ کرے بشت میں جا میں۔          شمع۔ آمین۔</p>

گدڑی ہوگی۔ اس طرف کیا ہر بار النسا بہن۔

بہار۔ جانے بھی دو۔ کچھ ہو گا بھی۔ ایک فہ تو کمپکے بہن۔  
اب گھر گھر کی کون نام۔ یہ ہندون کا گھر ہے۔ جہاں  
آن کے مڑے جلائے جاتے ہیں۔

یہ فقہ سنی سپہر آرا کا رنگنا رنگنا کھڑا ہو گیا۔  
گو لاکھ دل کو سمجھایا مگر اس درجہ خائف ہوئی کہ کاشنے لگی۔

بہار النسا سمجھ گئی۔ پوچھا سپہر آرا تم چپ کیوں ہو رہیں دفعہ  
سپہر آرا نے دل کو صندیا کر کے جواب دیا مگر زبان مارے

خون کے لڑکھاتی تھی۔ مغلائی غلاما علیہ السلام صاحب نیچے کے کٹھے  
پر بیٹھیں اسی مارے تو ہم نے نہیں دیکھے یہاں کسی کو۔ رات کا

سمان میدان کا واسطہ مگر ٹھٹھا ساٹنے چادون طرف ہو کا  
غالم۔ یہ جو جگل جو جگل شہر اسکو کون کتا ہے۔ خاص جگل ہے

چارون طرف حشمت نظر آتی ہے۔ چلیے نیچے کے کٹھے  
پر چلے بیٹھیں حسن آرا نے جوابی بہن کی کیفیت کچھ بھی نہیں

جا کر بہت سمجھایا۔ بائیں۔ بائیں۔ سپہر آرا کو راہ پر بھی لکھی ہوئی  
نادان بنی جاتی ہو۔ چلو مٹھو دھو الو آخر اس روئے سے

مطلب چلو کنا ناوتا۔ اور السا بھی لڑ گیا ہے۔ واہ مڑے  
سے خوف ہی کیا۔ زندہ ہو تو مار بیٹھے کہ نہین من دھکیل دے

تھیری بھونک دے۔ مار ڈالے۔ کاٹ کھائے۔ اور مڑ دے کیا  
کر سکتا ہے۔ چاہے جلا وچاہے دفنا وچاہے تنگے تنگے لٹاؤ

اُس کا بس تھوڑا ہی حل سکتا ہے بہار النسا نے کہا۔ بہن  
بھی لڑ کی ہر خفا سا کیجنا تم اپنی نہ کو تم ذرا سیانی ہو نام

خدا۔ مگر یہ تو ایسی باتوں سے سمجھ جایا ہی چاہیں۔ اُٹھو  
سپہر آرا چلین نیچے کے کٹھے پر۔

سپہر آرا نے حسن آرا سے کہا۔ باجی جان اللہ جانتا ہے کچھ

لڑ کے سب سے نہیں۔ مگر کیا جانے ہمیں اسدم کیا یاد آیا۔ ملے  
اندروالے کو کیونکر سمجھاؤں۔ قلب کی کچھ عجب کیفیت ہے۔

قابو ہی میں نہیں حسین آرا نے جو یہ تقریر سنی تو بے اختیار  
روئے لگی۔ بہار النسا نے کہا لو یک نشہ دہندہ۔ اب کس کس کو

سمجھاؤں۔ تو دونوں کی دونوں اسدم دہی ہیں بس یہاں  
سے چلو۔ یہ بیٹھے بیٹھے ہو کیا۔

الغرض بہار النسا دونوں مہنوں کو نیچے کے کٹھے پر لگی۔  
مغلائی نے مٹھو دھلا یا کچھا جھلا۔

حسن آرا ہم کو میان آزاد یاد آئے۔ اور طرح طرح کے  
خیالات نے دل میں جگہ پائی جو بچھوٹ بچھوٹ روئی بہار النسا

دنک کیا تھی یہ کیا ہو رہا ہے۔ مگر درود سے واقف نہ تھی  
تھوڑی دیر کے بعد بہار النسا ادھر ادھر کی باتیں کر کے ملی گئیں۔

حسن آرا نے تنہائی میں سپہر آرا سے یون باتیں کیں۔  
حسن۔ تم خود بھی رو میں آ رہے ہو کچھ لڑایا۔ بہار النسا بہن

جانتی سب بہن۔ مگر بھول بھول جاتی ہیں۔ اب گھر میں نہیں  
سمجھانے کو کون بیٹھے۔ ہاں کیا جانے آزاد پر کیا گدڑی ہوگی۔

ہم تو یہاں خس خالون میں رہتے ہیں۔ اچھی سے اچھی غذا  
کھاتے ہیں سہر لون اور موتی پلنگر لون پر بڑے سے تختے ہیں۔

ہنستے ہیں لہتے ہیں۔ وہ چارہ مورچوں پر جاتا ہوگا۔ رن کی  
زمین میں غنیم سے مقابلہ کرتا ہوگا۔ یہ سب کالٹے میرے ہی

لوئے ہوئے ہیں شکوہ کروں تو کس سے اور شکایت کروں تو کس  
سے۔ از ماست کہ بر ماست۔ اب تو جو ہوا سو ہوا۔

سپہر۔ باجی جان ہاں کیا تم ہوا۔ نہ خطا نہ بت نہ پیام نہ  
سلام۔ وہ ادھر تپ رہے ہو گئے ہم ادھر ترپتے ہیں اللہ

جانے کیا ہوتا ہے۔ اسوقت دریا کے کنارے دھواں اٹھتے ہوئے

سپہر۔ باجی جان اللہ جانتا ہے کچھ

جو کچھ توفیق سے جان چل گئی۔ آزاد دیا دوائے بلے بلے  
ہی میدانوں میں وہ بھی گولی بارود کا مقابلہ کر رہے ہونگے۔  
حسن آزاد بھی زار زار روئی۔ یہاں تک کہ چکیاں بندھ  
گئیں سپہر آرائے جی کر کر کے سجھا یا کہ میں اب سونے کا نال  
گرد و رات بہت آئی۔ مگر حسن آرائے بجز خاموشی کے کچھ جواب  
نہ دیا اور برابر روتی ہی گئی۔ مغلائی نے جیکے جیکے بھیجے انا شروع  
کیا۔ جوی دنیا میں رہ کر انسان کو سب پہنچا۔ رنج بھی  
غم بھی۔ سب ہی کچھ۔ اب ان باتوں کا کمان تک خیال  
نہ کیجئے گا۔ بس سو رہتے۔ اللہ فضل کرے گا۔ آپ دن  
بدن لگتی ہی جاتی ہیں۔ محل کے نصیب عد اکاٹا ہو گئیں  
اب اور کسی طاقت و حیاں کیجیے ورنہ حسن آرابولی آجکی رات  
کاٹے دکنے کی رکیا جائے کیا برسے برسے خواب دیکھے خدا  
کرے کہ میں جلد تیر کا ہو جائے تو زرا نشکین ہو رات کیا بہار ہوگی۔  
سپہر۔ جیسے کوئی کالی کالی صورت نظر آئی وہی ہو۔ میں  
آج کی رات سوئم گئی۔

حسن آزاد بکرم پڑھی۔ ریت کر دین بدلائیں۔ کسی پہلو  
چین۔ آبا تین بچے سوئیں تو خواب میں میان آزاد کو دکھا۔  
خواب کا حال سنئے۔ رکھا کہ جنگ کے میدان میں کھیل  
آدھی رات کے وقت کوئی نوجوان ایک مقام پر مجروح پڑا  
ہوا ہر بدن سے خون کے قطرے جاری ہیں ساو کیفیت  
دگرگون ہو۔ حسن آرائے اسے سر حائے بیچھو کر دلچھا تم کوں  
ہو۔ اور اس وقت کیا حالت ہو۔ اس نوجوان نے آنکھ  
کھول کر کہا۔ مہر صرہ

تو سچا دم سنہر یاد آیا  
حسن آزاد پہلے تو کسی قدر کھچکی مگر ایک دخت سے سپہر لڑا کی

آزاد آئی کہ باجی جان زری پہاڑ توڑ کون حسن آرائے اس  
نوجوان مجروح سے پوچھا آپ کون صاحب ہیں اس نوجوان کے  
سبتن سے کہا۔ آزاد خانہ بہر باد۔ ہر قدر سختی سے آرائے  
گلے سے لگا کر دوڑوں عاشق و مشتوق گلے گلے خوب روئے۔  
حسن آرائے کہا مگر گزشت تو تیار آزاد نے کہا میں خاندان  
چنتان سے ہوں جس کے خنزادے کا اتانق۔ افتان و  
خیزان لہجہ خرابی بصرہ یہاں تک آیا۔ اتے ہی تیر کھا یا۔ کچھ  
کے بار ہو گیا۔ خون کے قطرے جاری ہیں۔ ذرا سابی ملے  
تو چون جان میں جان آئے حسن آرا ایک کنوین میں کود  
پڑی اور وہاں سے بانی لیکر آئی۔ آزاد کو پلایا۔ تھوڑی دیر  
میں پوش آیا تو بون بیان کیا۔ ۵

الہی ایک دلی کس کس کو دون میں  
نہروں ست ہیں یا ہندوستان ہو

پیاری حسن آزاد ایک تولد تیرا گاہک جسکو کچھ ہمارے  
دل کی خریداری کا سودا ایک انار صد بیار۔ مگر ایک ایک  
دانہ رشک یا قوت رمانی۔ رخ۔

سازگار کو لکھ شمع شہ مبارک باد

میدان کارزار میں جو جو صاحب سے نکاحا حسن آرا  
کو لکھو مگر کبھی نہیں۔ کل بیرون ملک۔ اب شوق ہو تو یہ کہ  
اس کے سامنے جان دوں اور دم توڑوں۔  
آزاد۔ ایسی پر کچھ نوجوان دیکھی نہ تھی۔  
حسن۔ احواد۔

آزاد کیا جھوٹ کتابوں سب صحیح تھوڑا ہی ہو۔  
حسن۔ سو تھوڑا بڑھو۔ ۵

سینے کو چن بناؤں گے ہم ہر ایک کھائیں گے گل کھلائیں گے ہم

آزاو۔ ابن باقر کو کس نے بتایا۔ یہ بتائیے کہ آپ ہم سے  
ملین کی کب تک۔

حسن۔ جب تک تب تک۔

آزاو۔ ہاے جان جاتی ہو۔ جان جاتی ہو۔ جان جان تم  
سخت سنگدل ہو۔

گرمی زانی زانیہ اندام مارا نیا زانیہ اندام

ایک تو بخار اسن گلرز دوسرے ناز اس پر طرہ۔

آوازہ حسنت شدہ از ناز و وبال

چون نمہ کہ لطفش شود از ساز و وبال

حسن۔ ہم تو سیہ بخت ہیں۔

میان آزاو نے کہا حسن آرا اب جاؤ میدان جنگ ہو۔

مہمان بخار کیا کام ایسا منو تو بین دغے لگیں۔ تو کچھ ستمی

ہو جانے۔ سننے میں ایک تو پ دغے کی آواز آئی۔ وضنا۔

اوجن آرا کی سنا کھل گئی۔ تو منو ستمی کی آواز کان میں آئی لڑنا۔

تڑکا ہی ہو گیا کھٹکی کھٹکی ہو اہل ہی تھی۔ حسن آرا کی

طبیعت نہایت بشارت تھی۔ مگر تھوڑی دیر میں خواب جو یاد

آیا تو بڑے لگی۔ ہاے آزاو کو کچھ بھی تو کس کیفیت میں بجا رہ

سچ مجھ طرح طرح کی عصبیتیں ستا رہا۔ ہاے مجھے سوچی کیا کہ

مفت میں اُسکی جان کی خوابان ہوئی۔ مگر خبر۔ اجر تو ہو گا۔

محنت ضرور کھانے لگے گی اگر کھنے انعام نہ دیا تو خدا و بکا۔ اتنے

میں سپہ آرا بھی جا لگیں۔

سپہر۔ باجی جان بندگی رات خوب نیند آئی۔ اس وقت

بھی کھٹکی ہو پڑتی ہو۔

حسن۔ آزاو کو بچ خواب میں دیکھا۔ جنگ کے میدان میں بچ

سک ہے تھے۔ آزاو نے نہیں اور پہننے آزاو کو مفت

صیدالہ کیا مجھے سوچی کیا کہ جانے دیا ہمیں تم سیدقت سمجھاتی  
رہیں مگر ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ الفاق۔ آزاو۔ پھر اب  
تو گذشت آج گذشت۔

سپہر آرا نے کہا میں بگ سگ نامی کیا جنگ کچھ خال جی کا گزرتا نہیں۔

جان بکت انسان باجو بکڑے تو سکی قسمت نہ بتا بھی لیتا ہو کہ میں جاہلون

انجی بھی سے مگر واپس آنا ہے امکان میں نہیں۔ اگر زندہ کیا تو

نوازاو ورنہ با قسمت یا نصیب۔ اب جو کیا اسکو ہم کھلیں گے

اور وہ کھلیں گے لیکن خوشی یہ کہ آزاو قول کے طرے سے

نکلے۔ اور خدا کر کے وہاں تک پہنچ گئے۔

ہمارے۔ اما جان ہم دونوں سے بہت خفا ہیں۔ رات اتنا

روئین اتنا روئین کہ تو بچی بھلی۔ بڑی دیر تک کھٹکی سنا سنیں

بھتی رہیں میں نے بہت سمجھا یا کہ اما جان روئے نہیں سن آرا

آج کا حاضر و مان میں لگی۔ اسی بات پر بھلا کہ آج کے حکم سے انکار

کر رہیں۔ رولین کہ بیٹا آج کل فر کیا کسی کا کشتنا نہیں مانتیں۔

جو دھن مہلی بس وہ مہلی بڑے بڑے کو دھنکا کون ہو۔ ذرا

سیانی ہو میں خود کھنا نہ لگیں۔ اچھا پھر کون ہی ہی۔

حسن۔ افسوس صدا فسوس۔

سپہر۔ کیا جانے کیا کہتی ہیں۔

حسن۔ کہنے دو۔

ہمارے۔ آئیں۔ واہ ہو۔ ہم کیا کہتے ہیں۔ اما جان نے

جو کہا مجھے تم سے کہہ دیا۔

حسن۔ ہاں ہاں سمجھی۔

ہمارے۔ وہ تو صاف صاف کہتی ہیں کہ عسکری بڑا ہونہار

لڑکا ہو۔

سپہر۔ اچھا پھر۔

ہمارے پھر پھر بھی ہو۔ کبھی تھوڑا ہی ہو۔

حسن۔ اے عجب رہو سپہر آرا۔

سپہر نہیں معلوم تو ہوا ماجان کتنی کیا ہیں۔

ہمارے۔ کون وہ توصاف صاف کتنی ہیں کہ عسکری لڑاکا

سید ہو۔

سپہر۔ تو ایجاب و قبول بھی شرع کے رو سے کوئی چیز ہے

جو یا کچھ بھی نہیں۔

ہمارے۔ اللہ ہی دیکھائی آئے۔

حسن۔ سپہر آرا اس وقت خوابی بخوابی بات بڑھاتی ہیں۔

سپہر نہیں یا تین کچلی نہیں معلوم ہوتی ہیں۔

ہمارے۔ بھلی ہوں معلوم تو کیا اور میں معلوم تو کیا۔ تم ہو ہی کیا

کل کی لڑکی ہو۔ گریبا تین لڑوے طرہ بکاتی ہو۔

حسن۔ اے عجب بن جانے بھی دو۔ اور کوئی ذکر چھڑو۔

ہمارے۔ ذکر دو کر نہیں۔ ہونا وہی ہو جانا کتنی ہیں عسکری

گھر بھر کو پسند ہے تم ہو کیا بچاری اور بھاری اسے کیا۔

سپہر۔ تو اس بک بک سے کیا فائدہ بن میں دفعہ کہ چکی۔

کہ اس بات کو بول دو۔ مانتی ہی نہیں۔

ہمارے۔ اللہ جاننا ہو چاہتے ہیں خون ہو جائے

ماجرہ ماجان کی بات نہ ملے گی۔ اور موا آزاد خدا کی خواہش کو کون اپنی

چوٹی پر سے اپنی قربان کرووں۔ واہ خدا جانے کہاں سے

بہت بڑھتا یا۔ نام معلوم نہ نشان۔ چلی بن با تین بنانے۔

حسن آرا سنے جو یہ نفر سنی تو آگ بجھو کا ہو گئی۔ اگر ہمارا اللہ

بڑی بہن مہو تین۔ تو عمر بھر انی صورت نہ دیکھتی عیان آزاد

کوئی ایک ایک اور حسن آرا کے دل میں کھپ گئی تھی۔

کوئی آن کے سامنے بڑھ جاتا کہ اور ان سے صبر ہو سکے

کیا حال۔ آنکھوں میں خون آ کر آیا۔ اللہ اللہ اب تو یہ کہنے

ہی لگیں۔ موا آزاد۔ اور خدا کی خواہش۔ اٹھری چوٹی پر

قربان کرووں۔ آئے یہ عداوت تحسین آرا سنے دل میں

ٹھکان لی کہ چاہے جو ہو عسکری کو ٹھنڈ نہ لگا میں گے۔ اور

بھلا ہونا تو حال ہے۔ نکاح کیسا نکاح بس آرا ہی کے

ساتھ ہوگا۔ یا نا تختہ آ رہوں گی۔

سپہر آرا سنے جو یہ کلمات ہمارا لسان کی زبان سے نکلے تو

ترطے جواب دیا باجی بڑی ہو اس اور کیا کمون۔ کوئی اور

کہتا تو ٹھنڈ فوج لیتی اور جائے ماجان سے بھی کہہ دیکھے۔

کہ اگر اب عسکری اسپر کی کا نام زبان پر لائیں نہ اور تم سے

کوئی اس قسم کی بات کہی تو ہم زہری کھالیں گے۔ چلیے

کہہ دیجیے چوری کیا ہے۔ لائیں وہاں سے عسکری۔

حسن آرا او سپہر آرا تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھی رہیں۔

اسکے بعد حسن آرا نے کہا میں یہ ہمارا لسان کہہ گیا ہوا کہ تم سے

بچھڑ گئیں سپہر آرا بولیں ہوا کیا قسمت کی خوبی اور کیا ہوا۔

عسکری کہاں سے آن کے کوہ پر ہے۔ گھر بھر پر اس نے

جادو کر دیا۔ ماجان تک ہم سے خلاف ہو گئیں۔ بس

حد ہو نہ۔

حسن آرا نے کہا اب کیا تدبیر کریں کچھ کہتے ہیں کہ یہ نہیں بڑی

خواص۔ (زینے کے پاس سے چلیے دونوں صاحب بڑی

یکدم صاحب بلا تی ہیں۔ (قریب جا کر) ہمارا لسان کہہ گئی تھیں

کہ آپ ان دونوں کا بہا کر دیکھیے۔ اور عسکری کو سن آرا

یکدم کے واسطے جو زینتی ہیں۔ اور کیا معلوم کیا کیا کہتی ہیں

بہت گریبا ہوئی ہیں۔ میں تو اچھی طرح سن ہی نہ سکی۔

بڑی یکدم حسن آرا کو بولوا تو ناچار جانا پڑا۔

<p>بہار حسن ہوا۔ احسن آرا۔ حسن۔ کیا بولن کیا۔ (را اپنے دل میں)۔ ۵</p>	<p>حسن۔ بندگی آماجان۔ ٹبری بیگم نے منہ کھچھ لیا جن آرا کو سخت شاق گذرا آبدیدہ ہو گئی۔ یہ پہلا ہی مرتبہ تھا کہ ٹبری بیگم نے اس درجے کی فغانی کی جو حسن آرا چپ چاپ چاہنے لگی رہی۔ مثل پیکر تصویر خواہش ارستے میں بہار افزا بولین۔</p>
<p>بہار۔ اماجان کیا کہتی ہیں۔ ب۔ ازیر اسے خدا مجھ کو نجات کا نام نہ لو۔ بہار۔ اماجان ایسی باتیں نہ کیجیے۔</p>	<p>بہار۔ اماجان کتنے سخت ناراض ہیں حسن آرا۔ ب۔ میرا نام نہ لو۔ بہار۔ جی نہیں خفا منہوں آپ۔ جو حکم دیکھے گا۔ بکالائین گی۔</p>
<p>توجی جائیں۔ دیکھیے کب وہ دن آتا ہو۔ ٹبری بیگم نے ایک ماما کو حکم دیا کہ کسی آدمی کو کچھ عسکری میان کو بلو آؤ اور خوش نشین میں جا لیں جن آرا اٹھ کر گئے۔</p>	<p>ب۔ سننا چاہو سب۔ بہار حسن آرا اماجان کے قریب آؤ۔ حسن آرا سخت شکرگاہ کیا کہ دون۔ بہار النسا کے مشورے کے موافق ٹبری بیگم کے پاس جا لیں ٹبری بیگم نے انکی طرف بھی نہ دیکھا۔ حسن آرا کو کبھی شاق نہ گذرا۔</p>
<p>ٹبری بیگم صاحب نے کہا شروع کیا کہ عسکری ساراٹکا کوئی مشال (مشعل) ایکٹھی ڈھونڈھے تو نہ پائے۔ ایک تو پٹر کاٹھا دو مسرے عظیم مسرے خاندان اچھا۔ پھر ہونہار آج کل کے زمانے کے لڑکوں کی طرح آوارہ رہیں جو یہ طرح اچھا۔ مگر انکی صند اور بچھ صند سے نفرت۔ جب یہ میرے</p>	<p>کے بین نہیں ہیں تو پھر مجھ سے واسطہ کیا بہار النسا نے ٹبری بیگم کی راے سے اتفاق کر لیا۔ اور کہا حسن آرا خوب سوچ کر اسکا جواب دو۔</p>
<p>تھوڑی دیر میں خواص نے انکو کھانچے بلاتی ہیں۔ حسن۔ کون بلاتی ہیں۔ خواص۔ بہار النسا بیگم۔ آپ کی بہن۔ حسن۔ بہن نینداتی ہو۔ سیہر۔ بھیجی نہ جائیں گے۔ حسن۔ وائے قسمت۔ ۵</p>	<p>ب۔ بین جواب دو اب کچھ نہیں مانگتی۔ بہار۔ آپ دیکھ لیجئے کہ حسن آرا آپ کا کتنا مان لگی۔ ب۔ بس دیکھ لیا۔</p>
<p>شوق ہر رنگ قریب ہر سامان نکلا قیس لہو پر کے پڑے بھی غریبان نکلا</p>	<p>اب مرض لاعلاج ہو۔ بس جان جائے گی۔ ۵</p>
<p>دوست غمخواری میں میری سی فرمائیں گے کیا زخم کے بھرنے ملک ناخن نہ بڑھ جائیں گے کیا</p>	

بہارالساہن خلافت - اباجان خفا محمد عسکری دشمن -

بہار - ذری پردے ہی میں رہنا -

حسن - کیوں -

بہار - اچھا یہی چلی آؤ -

سپہر - یہ پردہ کیا -

بہار - اے عسکری اتنے ہیں -

بہار کرین تشریف لائیں جن ار کی طرف مخاطب ہو کر

بولیں - جسے عسکری نے اسوقت کہا کہ چلو کوٹھے پر چل کر

بجھیں - ہٹے کا چلو اچھا - تم دونوں اس پردے کی آڑ

میں ہو جاؤ وہ بھی بھین - کھانا کھوایا جائے لے جا جان

کو حج پر بھی ہو -

حسن آرانے جو محمد عسکری کا نام سنا تو کانپ اٹھی سپہر آرا

نے حسن آرا اور جن آرانے سپہر آرا کی طرف دیکھا -

بہارالساہن نے ماما سے کہا ذری وہ کرسی تو باہر برآمدے

میں بکھا دو - مجھ محمد عسکری -

عسکری جی ان بکھا ہوں - آپ تکلیف نہ کیجیے - خوب

ہو دار مکان ہو -

بہار - ان خوب ہو چلتی ہو -

عسکری اس کرے میں تم رہتی ہو نہ میں -

بہار - نہیں بھلا کر ہم نہیں رہتے ہیں -

عسکری بھوکون رہتا ہو -

بہار - ہاری ہنیں ہری ہیں -

عسکری ان جن آرا بیکم -

بہار - بان آو سپہر آرا بیکم -

عسکری ان جن آرا کی طبیعت کیسی ہو -

بہار - پوچھ لو -

عسکری زمین بناؤ تو آخر -

بہار - اب تو فصل آئی ہو - اچھی ہیں - وہاں بہستہ

سخت میل ہوئی بھین - تو منہ بیان بلالیا - یہاں جسے

آئی زن تب سے صحت ہو -

عسکری شک ہو -

بہار - تم بھی تو حلیم ہو - بھلا پردے کے پاس سے

نبض تو دیکھ لیا کرے صبح ہوں - اور اب چہرے سے

بھی صحت پانی جاتی ہو -

گو حسن آرا بیکم اپنے دل میں چاہے کچھ ہی سمجھتی ہوں مگر

بہارالساہن بیکم کا نشانہ اصل میں ہی تھا کہ بھین نبض صاف

ہو یا نہیں -

حسن آرا اسوقت مسکرائیں سپہر آرانے کا خیال ہو نہ

واہ وا واہ بہارالساہن کیا ہو -

سپہر - کچھ نہیں -

بہار - (شکر کر) - تم تو ہوا سے لڑتی ہو -

سپہر - (تک کر) لڑتی ہی ہیں -

بہار - ابن - اے واہ -

عسکری اسوقت کھانا کھا چکی ہوگی شام کو نبض دیکھو ن گا -

انشاء اللہ -

بہار - اے بھی کھانا کھان لکھایا -

حسن - نہیں بٹھا لی کھا چکی ہوں -

بہار - سچ ہو -

حسن - کیا خوب ہے خوش - سچ نہیں تو کیا جھوٹ

بھی ہو -



سپہر - بان بان کھا چکی ہیں - اسوقت بغض -  
بہار کی سی دولوں میں اسوقت ایک ہو گئیں -

بہار النسا اور حسن آرا اور سپہر آرا سے تھوڑی دیر میں کھانا  
کھایا - محمد عسکری رخصت ہوئے - بہار النسا نے کہا سن آرا  
اب بولو کیا کہتی ہو حسن آرا نے کہا کیا - کیا - کون بات ہو -  
سپہر آرا تنک کر بولی - اب کوئی اور بات بھی ہو - یادن  
رات یہی مذکرہ ہو - کہد یا ایک دفعہ بلکہ سو دفعہ کہ جس بات  
میں یہ جڑ پھٹی ہیں وہ کون کر دے - بہار النسا نے کہا آخرش  
اس میں کیا بات ہو - کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا - اور حسن آرا  
یا در کھو - مہن ہونا دوسیا ہی ہو جیسا ہم چاہتے ہیں - پھر یہ  
روٹھٹ اور رونا اور آنکھیں کھونا فصول سے  
پانہیں -

حسن - خیر بہن پھر جو ہونا ہو وہ ہو رہے گا - اب اسکا  
ذکر ہی کیا ہو -

سپہر - ناحق ناحق بیکار بیٹھے بھائے مفت میں رنج  
پر طاقی ہو - بہار النسا بہن -

حسن آرا کو بہار النسا بیگم کی گفتگو از بس ناگوار گزری مگر  
سکوت اختیار کیا - بہار النسا نے پھر کہا چاہے ادھر کی  
دنیا ادھر ہو جائے عسکری کی نسبت جو ہار خیال ہو وہ ٹلے گا  
اور وہی ہو ناہو - نہیں تو اما جان ابھی آج ہی قسم  
کھا چکی ہیں کہ صورت نہ بچیں گی تم دونوں کی لڑائی بچھین  
اختیار ہو چاہے مانچلے نا وہ صورت دیکھنے کی روادار نہ کی اور نہ کر  
ہوں جیلہ لاؤ گناہی نہ مانے اپنی ہی سی کسی جائے اور  
اپنی ہی ہٹ کرے تو مان باپ کا کھانا بچھے یا نہیں تم دونوں  
میں سے ایک کے ساتھ محمد عسکری کا نکاح ضرور ہوگا

اور اللہ نے چاہا تو حسن آرا ہی کے ساتھ ہو -  
دو دن اسی کیفیت میں گزرے - بڑی بیگم حسن آرا اور  
سپہر آرا دونوں سے نہ بولیں جب کبھی حسن آرا سنا سننے جا میں  
بڑی بیگم سمجھ پھر لیں - دونوں میں سخت مصیبت میں مبتلا  
تھیں - دن رات گریہ و زاری - سوچیں کہ یہاں تو سب  
کے سب ہمارے خلاف ہیں - اور فی افرا بیگم کو بولو میں یاد  
وہ ہمارا ساتھ دین مغلانی کو حکم دیا کہ تم خود ڈولی پر سوار ہو کر کسی  
بہا نئے روح افرا بہن کے پاس جاؤ اور کہو اللہ کے لیے  
آپ دونوں کے لیے یہاں آجائے - ہماری جان پر تن آئی ہو  
اور تم صاف صاف کہنا کہ ایک دیکھ دن دونوں بینہں زہم  
کھالیں گی جس طرح بن بڑے انکو سنہی آؤ - لی مغلانی خدا  
کے لیے جلد جاؤ اور اسی تدبیر کرو کہ وہ فوراً ہی چل پھری ہوں  
کہ دنیا کہ ہماری بیماری کے بہانے سے آمین -

مغلانی نے کہا میں بھی ابھی جاتی ہوں - جہاں تک بڑی بیگم  
بہت کمو لگی اور کنا کیا حضور وہ جو بوقت یہ باتیں سنیں گی  
فوراً خود ہی دل نہ مانے گا کہ نہ میں خدا نخواستہ یہی حالت  
ہو اور وہ نہ آمین - میری تو عقل ہی نہیں کام کرتی کہ یہ  
کیا ہو رہا ہو - بہار النسا الگ الگ بھون چڑھائے رہتی  
ہیں بڑی بیگم صاحب بات ہی نہیں کرتیں - آخر یہ ہو کیا آپ کو  
دیکھتی ہوں کہ جیسے خدا نہ کہے کوئی مہینوں کا بیمار ہوتا ہو -  
سپہر آرا بیگم دن رات رویا کرتی ہیں - سکان تو ہنسی خوشی  
رہتے تھے سہے کہاں اب رونے دھونے کے سوا اور کچھ نہیں -

سپہر آرا بولی لی مغلانی یہ ہماری قسمت کی خوبی ہو - ہکو  
ہم کیا کریں بیٹھے بھائے اور کچھ نہیں مہی گل کھلا - اب تو  
روح افرا بہن کے آنے پر سارا دار مدار ہو وہ آمین تو

شاید بات بنے نہیں تو اب خیر صلاح نظر نہیں آتی ۔  
 یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ یہ مرد نے اگر کما کچھ خوشخبری  
 سنائیں ہم کیا مٹھائی بھلاؤ گی ۔ حسن آرا بولی اس وقت  
 طبیعت سخت ہو ۔ دل کا کڑوا بھجنا جاتا ہو مٹھائی و بھلائی  
 کا ذکر نہ کر دلی فتنہ بومیں حسین ۔ ۵

جڑی تکلیف تیرے سحر میں او یو فاپائی  
 خدا شاہد جو ہننے دل لگانے کی سزا پائی

یہ لکھن آ رہے اختیار رونے لگی ۔  
 پیر ۔ اللہ جاننا ہو وہ فردہ ہو کجی خوش ہو جائے ۔  
 سپہر ۔ ہاں وہ خوشخبری کیا ہو ۔  
 پیر ۔ آنا وہ کا خط لو ۔ کیوں نہ کہو گی ۔  
 حسن ۔ (چہرہ گلزار لاؤ ۔ لاؤ خط کو جو ہم کرے) ۔ ۵

من و این مہربانیاے اوقاصہ پیکر کی  
 مسما از پیش خود حرفے کہ میداغم زبانش را

سپہر ۔ ہم ٹہپیں باجی جان ۔ (لفظہ لیکر) ۔ ۵

لے جاتا ہو نامہ بیکس کا  
 بال بیکامہو کبوتر کا

سپہر آ رہے بڑھکڑنایا حسن آرا کبھی روتی تھی کبھی خدا  
 کا شکر کرتی تھی کبھی کتنی تھی اُن ۔ بڑا مصب سامنا ہو ۔  
 کبھی کبھ افسوس ملتی کبھی آدم سرکھجرتی جب سپہر آ لانے  
 خط سنا دیا تو حسن آرا نے خود طرعا ۔ اور خط بند کر کے کہا ۔  
 مہن بڑی تشکین ہوئی ۔ مگر آرا کو ہماری تباہی کا حال ذرا  
 نہیں معلوم کہ ہم کیا گذری ہو کس بلا میں ہم مبتلا ہوئے  
 مگر اس بیچارے کا سین کیا قصور ہو ۔ یہ سب ہمارے ہی  
 نارسائی طاعت ہو ۔

اتنے میں ہمارا نسا کمال بھیجا کہ عسکری آئے ہیں نبض  
 لکھیں گے پردہ کر دو ۔  
 یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ہمارا نسا بیگم ناز واد سے  
 کوٹھے پر شریف الامین اور آتے ہی کہا احسن آرا ذری پردہ  
 کر کے محمد عسکری کو نبض دکھا دو ۔ زینے پر کھڑے ہیں ۔  
 احسن آرا مجبور ہوئی ۔ اچھا کہ لکھ کرے میں کی سپہر آرا کو اشارے  
 سے بلایا اور کہا ہمارا نسا ہمیں تو باہر ہی ٹھینگی ۔ ہمارے  
 عوض تم نبض دکھاؤ دیکھو عسکری میں کتنے سپہر آرا نے  
 مسکرا کر کہا اچھا ادھر پوچھ کے پاس بیٹھ کر نبض دکھائی ۔  
 عسکری ۔ دوسرا ہاتھ لائیے ۔  
 ہمارے بھارتو نہیں ہو خدا خواستہ ۔  
 عسکری خفیف سا ہر ضعف بہت ہو اور کینو نکر نہ ہو  
 سخت تب تھی نہ تو لکھ کر کچھ بولگا ۔  
 حسن ۔ اُن نے ہمارا نسا کو اشارے سے بلایا ۔  
 حسن ۔ بڑے شاعر ہیں آپ کے عسکری ۔  
 ہمارے کیا شک بھی ہو ۔  
 حسن ۔ اُن ۔ مارے ہنسی کے ہر حال ہو ۔ اسوقت  
 واہ رے حکیم ۔  
 سپہر نیم حکیم خطہ جان ۔ نیم ملا خطہ ایمان ۔  
 ہمارے یہ کاہن سے ۔ کچھ دیکھ بھی تو ہو ۔ یا یون ہی  
 بیوجہ ۔  
 حسن ۔ نبض کسکی دیکھتی تھی ۔  
 ہمارے بھارتی ۔  
 حسن ۔ اوروہ کسین کھی نہو ۔ دیکھتی حکمت ۔  
 ہمارے بھارتی کس کی نبض دیکھی ۔ کیا سپہر آرا بھی کس کی نبض

سپہر۔ (ہنسکر) ہاں اور ہنسی کیا۔ ہند کی روضت بتاتے  
تھے نصف چارے دشمنوں کو ہو۔ واہ مفت میں بدشگونی  
کی بات۔ اور خفیت سا بھابھی بتایا۔

بہار۔ (شرکر) بھلا علاج میں کیا ہنسی کرنی تھی۔

باہر جا کر مہارائے نے محمد عسکری کو خوب اڑے ہاتھوں یا  
ایکس جاؤ بھی۔ مفت میں ہم کو وہ بنایا جس آرائے ہنسی  
میں سپہر آ کر اپنے عوض تجھ یا دو تہ ذرا نہ بچاں سکے۔ اللہ  
جانتا ہے میں بڑی شرم آئی۔ ہمیں ذلیل کیا۔ بڑے حکم بنے  
ہیں۔ محمد عسکری اڑیں خفیت ہوئے۔

محمد عسکری شادان و فرحان گھر گئے اور آج خوش یون ہوئے  
سپہر راکی نبض دیکھی جس آرا سے باتیں کیں۔ اور انھوں  
نے ہنسی ہنسی میں انھیں بیوقوف بنایا۔ سوچے کہ اب کی  
جاؤں گا تو کون گا۔ ایک دہائی یا دو رکھے گا خدا نے یا باتو  
بہت جلد نکاح ہو اپنے نیم راخی ہو گئی میں مگر یہ معلوم بھی  
نہ تھا کہ یہ سب شیخ علی کے منصوبے تھے۔ باقی اللہ اللہ  
خیر صلاح حسن آرمیان آزاد کو کب کا دل دے چکی محمد عسکری  
منہ دھوئیں۔

آزاد کا خط جو حسن آرائے یا تو روز کی نسبت آج ذرا  
سچ والہ کم تھا اور مہارائے نے ان کے کوٹھے پر آنے اور منہ نہیں کر  
عبت جتانے سے اور بھی خوش ہوئی۔

## بات بطرہ گئی

دو لونہن باتیں کر رہی تھیں کہ مہارائے نے ان سے  
حسن۔ (مسکرا کر) آئیے۔

بہار۔ آج ہم تم سے بہت خوش ہوئے۔

سپہر۔ بھلا فرشتہ ہو۔

بہار۔ کتنا مانا نہ خوش ہو گئے۔

سپہر۔ کیا کہنا مانا۔

حسن۔ رضف دکھائی اسی کے سب سے خوش ہوئیں۔

بہار۔ ہاں اللہ جانتا ہے جو خوش ہو گیا۔

حسن۔ اور رضف دکھائی کس نے۔

سپہر رضف دکھائیں ہم در خوش آپ آئے ہوں۔

حسن۔ اور اس میں خوشی کی بات ہی کیا ہے۔

بہار۔ اب دس بارہ دن میں آتا جان تم سے پوچھیں گی کہ  
محمد عسکری کے ساتھ تمھارا نکاح طرچا جاتا ہے کہ غلط ہے۔

حسن (جو کاک کر) کیا!۔

سپہر۔ کیا کیا۔

بہار۔ تمھاری اور ان کی شادی کی فکر ہے۔ ان کا محمد عسکری کے

ساتھ نکاح ہوا دخل ہے۔ ہمیں ذرا شک نہیں۔

حسن۔ آہ۔

آہ کمر حسن آرا کر بڑی اور خوب ہی روئی۔

دل میر دوزو قسم صاحبہ لان خدا را

درواکہ ما زینیان خوابہ شد اشکارا

اب سچے کہ روح افزا تیک کے ہاں بی غلطی ڈولی پر گئیں

اور روح افزا سے کہا کہ حضور اس اب دیر نہ لگے عابدی

کیجیے۔ روح افزا انہیں تغیر ہوئی کہ یہ کیا کہ رہی ہے۔ پوچھا

کسی کیا ہو بی غلطی جلدی کسی۔ کس امر میں عابدی کر دیں

مغلانی نے کہا میں دن سے مگر کی کچھ عجب ہی کیفیت ہے۔

بڑی بیکر صاحبہ ہزار خرابی کھانگائی ہیں۔ حسن آرا بیکر

دن رات روئی ہی رہتا ہیں۔ سپہر آرا کو ہر دم واس پایا

روح - ایلو اور سنو - کبھی کبھی چلی آتی ہوں۔

بہار - خوب آئیں۔

روح - حسن آرا سپہر آرا کمان ہیں۔

بہار - ہونکی کسین۔

روح - کیا ا۔

بہار - ہمیں اکا حال معلوم نہیں کہ کون سے پر ہیں۔

روح - نبلو ایسے۔

بہار - ہم سب دو لون بہنیں خفا ہیں۔

روح - این! یہ آپ کچ کیا کہ رہی ہیں - خفگی کیسی۔

آنا جان یہ کتنی کیا ہیں۔

ب - ہمیں نہیں معلوم۔

روح - اچھی سن آرا کو تو کمانا۔

حسن آرا سپہر آرا کو جو روح افزا کے آنے کی خبر

ہوئی تو باچھین گل تین - اتنے میں بہار انا اور روح افزا

اُن دونوں کے پاس آئیں - مارے خوشی کے سپہر آرا روح افزا

سے گلے ملین اور خوب روئیں۔

روح - این! ادا وہ جیسے کوئی۔

بہار - بیٹھو بیٹھو۔

روح - حسن آرا یہ تم کو کیا ہو گیا - وہ صورت ہی نہیں۔

وہ رنگ روپ ہی نہیں۔ یہ ماجرا کیا ہو - ہماری تو سمجھ ہی

میں نہیں آتا۔

حسن آرا نے جوت دیا سگر رونے لگی۔

روح - گل گل کر بائیں بائیں! آئیں! آ۔

سپہر - آپ کو بیان کا کچھ حال بھی معلوم ہو - بیان سب

ہم سے خلاص ہیں - اور انا جاننا ہر بے وجہ - اور یہ سب

بہار انا ہیگم سے ان دونوں بہنوں سے نہیں بچی - جلی کٹی سنا

کر رہی ہیں - بڑی ہیگم کو ایک دفعہ بڑی صاحبزادی نے بندگی

کی مگر بڑی ہیگم صاحب نے مجھ بھیر لیا - جواب نہ دیا - گھر بھر میں

اُداسی چھائی ہو - حسن آرا ہیگم کئی بار کہہ چکین کہ ہم زہر کھا لیتے

اسپر جو بڑی صاحبزادی بولین کہ باجی جان ہم کیا ساتھ نہ دیتے

بڑی وہ ہو رہی ہو - وہاں آپ چلیے - تو شاید کچھ فیصلہ ہو

وہاں تو ایک ایک معنی ہو۔

روح - افراتخت ملول ہو کر بولی - یہ تو تم نے بڑی سنائی۔

حسن آرا سپہر آرا بڑی ہیگم صاحب میں اس قدر رفاقت ہو چلے

یہ تو ان ہونی بات ہو - یہ آخر ہو کیا کچھ سبب تو بتاؤ - یہ وجہ

کچھ ہوتا نہیں ہماری تو سمجھ ہی میں نہیں آتا - آف بڑی

بڑی سنائی۔

منع - اب کسی بڑی کے آپ جلی چلین۔

مغلانی نجا کر روح افزا کی ساس کو بندگی کی اور کسا

بڑی ہیگم صاحب نے مزاج پوچھا ہو اور خیر و عافیت دریافت کی

ہو - اور بلایا ہو - بھو بڑی دوسرے جلد روح افزا ہیگم فنس پر سوار

ہو میں مہری ساتھ چلی اور ایک سیاہی - بی مغلانی کی ڈولی

ستھتھے بچھے - دن سے داخل ہوئیں - روح افزا کو دیکھ کر

بڑی ہیگم خیر ہوئیں۔

روح - آنا جان بندگی۔

ب - جیتی رہو - تم کیونکر آئیں۔

روح - جلی آئی۔

بہار - کیا روح افزا آئی ہیں۔

روح - جی ہاں - بندگی - شہ نشین سے باہر آئے۔

بہار - کب آئیں۔

روح - ہاؤن - ہاؤن - باجی کوئی ایسی تقریر کرتا ہے۔  
 ہمارا اب بے اسکے مائین ہین کی نہیں ہے۔ کیون جی عسکری  
 مین کیا پڑی ہو شریف نہیں ہین وہ۔ یا پڑھا لکھا نہیں ہے  
 یا خوش قطع نہیں ہے۔ آخر وہ بات کیا ہے۔ اس مین  
 جو یہ انکار کریں۔ اور اگر ایسا ہی انکار ہو تو خدا حافظ  
 چلو بس ہو جی۔

سپہر - اب مجھے چ نہیں رہا جاتا۔ اور چپ کیون نہیں۔  
 آخر جو چپ رہنے کا سبب کیا سنتی جاتی ہو کہ دھڑن کی طرح  
 پیش آتی ہن اور کتنی چپ ہو چپ کب تک رہن کیجا چپ  
 ہو گیا چپ کا کوئی ٹھکانا بھی ہے۔ اب اس سے بڑھ کر ہو گا  
 کیا۔ آنا جانے برون تک چھوڑ دیا۔ بات کرو تو منہ پھر لین  
 یہ بالکل حشرات ہین۔ پھر اب چپ رہنے سے  
 واسطہ۔

حسن - اچھا کہ مین یی زبید۔ بڑی ہن ہین۔  
 سپہر - ہاؤن شیک مگر بڑی ہن ہن کو ایسا نہ چاہیے۔  
 روح - تو یہ کہو بات بہت بڑھ گئی ہے۔ اس قدر نوبت پہنچی  
 اور یہ کہو اطلاع ہی نہیں اور روز آدمی آتے جاتے تھے ذری  
 کبھی کچھ حال معلوم ہوتا تو فوراً ہاؤن جاتی۔  
 ہمارا آتے آتی ہو تو کیا بنا لوگی۔ یہ ایک نہ مانگی۔  
 روح - وہ تو شاید مان کبی جائیں مگر آپ کا مان جانا بہتہ  
 ذری مشکل ہے۔

ہمارا - ہاؤن تو یہ کیسے۔ آپ انکی طرف سے طے آئی  
 ہین خیر۔

روح - ہاؤن مجھے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ خواہی مخواہی جھگڑ  
 ہو بیکار بیکار۔

ہماری ہن کے سبب ہے۔ ہمارا لٹا لٹا کر صاحب۔ جی ہاؤن - کیا  
 جلتے آنا جان سے کیا کیا لٹا جا کر۔ اب وہ اتنی خفا ہین کہ بات کیا  
 جو بندگی کریں تو منہ پھر لیتی ہین۔ لکھنا بڑی خرابی سے کھاتی  
 ہین۔ اور ہمارا لٹا لٹا کر ہماری دونوں کی شکایتیں کرنی  
 جاتی ہین اب بھی باز نہیں آئیں۔ ہم کیا بتائیں ہن کہ  
 آج کل ایسی گذرتی ہو۔ لکھنا پینا اٹھنا بیٹھنا سب حرام ہو اور  
 انکی قطع تو آپ نے دیکھ لی ہر چہ ان نہیں پڑتیں۔ آخر کوئی  
 تو سبب ہے۔

ہمارا تم کہہ لو کہ تو پھر ہم کبھی مین ہم ساری داستان کہہ لائیں گے۔  
 حسن۔ وہ کہہ چلیں اب آپ فرمائیں۔

ہمارا - ناک مین دم کر دیا۔  
 روح - یا اللہ ایسی عداوت ہو کہ سرے ہی سے شکایت۔  
 ہمارا - بھین کچھ حال تو معلوم ہی نہیں۔

روح - اچ تو بتاؤ۔  
 حسن - ہاؤن فرمائیے۔  
 ہمارا - دیکھو روح انرا تم ہمیدہ ہو۔ ذرا غور سے سنو۔  
 سپہر - اب کچھ کیسے کا بھی۔

ہمارا - بڑی بول چال کا کتنا لڑکیوں کو ماننا چاہیے یا نہیں یہ  
 بتائیے پہلے۔

روح - ضرور۔  
 ہمارا - بس اب اتنے بوجھ لو۔

روح - کس سے پوچھوں یا اللہ کوئی بتاتا ہی نہیں۔  
 ہمارا - جن آرائشا یا دھنکا کہ شادی بھاری عسکری ہی کے  
 ساتھ ہوگی۔ اور وہ جس موے کا تو خنیل ہے وہ دل سے  
 دور کر دو۔

یہ مائین کی توڑ کر کھانوں گی۔ سکر کر گئی تھی جو کہ ہری ہون لیک  
دعویٰ میں نے دھوکا کھایا تھا کہ ایک جگہ سے بیٹھا مایا اور میں نے  
منظور کر لیا۔ اور پھر وہ لڑکا جو لڑکا مگر عسکری کو تو کوئی کھلایا ہو۔  
نام خدا ہو منار ہو ہوشیار کھنے چڑھنے میں طاق اور وضعدار۔  
سید صالحین۔ بس اگر یہ مولو میں جان دیدو گئی ہیں۔

اس تقریر سے حسن آرا کے ساتھ وہ کیا جو موت جان  
کے ساتھ کرتی ہے۔ بڑی تیز لڑکھائی گئیں حسن آرا اس قدر  
روٹی اس قدر روٹی کہ انھیں منہ ہو گئیں۔ روح افرانے  
سمجھایا تو حسن آرا نے کہا میں اب سمجھا تاہم کیا ہو۔ اٹا جان  
مائین کی نہیں اور ہم سو آرا کے کسی کے ساتھ شادی  
نہ کریں گے نتیجہ یہی ہونا ہو کہ تم ہی منہ لگے۔ جنازہ کل ہی  
پرسون تک نکلتا ہوگا۔ سپہ آرا نے جو یہ سنا تو حسن آرا سے  
جھٹ کر خوب زار زار روئی۔

نعم وغصہ یاس و اندوہ و حرمان  
ہم اے بھی ہیں مہربان کیسے کیسے

حسن آرا بیک کی جان عذاب میں بھی بڑی بیک سے بل چل  
شرک بہارا لسا سے محبت کی قیام لفظ۔ محمد عسکری روز ایک نیا  
مگل کھلاتے تھے روح افرانہ کی اس سے خلاف ہو گئی تھیں۔  
مغلانی اور مرہی کو سمجھا دیا تھا کہ اگر حسن آرا کی کوئی بات  
مانی تو گھر سے نکل دے گا بونگی۔

بہارا لسا بیک کے شوہر نواب صاحب بھی اپنی بیوی ہی کا  
جنبہ کرتے تھے۔ ہاں ایک سپہ آرا بجاری الدتہ (انی ہمدرد  
تھی۔ سو وون ہنون کا کھانا پیتا حرام۔ دن کو گرہ و زاری  
شب کو اخر شامی۔ ایک دم صین مین۔ دونوں صید صاحب

حسن۔ او کیا۔ پوچھ کر لڑائی ہو جس بات کی۔  
بہارا۔ اچھا تم اتنا کہ عسکری کے ساتھ نکاح منظور ہو۔  
روح۔ اگر تو باجی یہ نہیں نہیں اچھا معلوم ہوتا کہ بے سمجھے  
لو سمجھے قبولو لائے لیتی ہو۔  
بہارا۔ اچھا نہ ہی۔ تو یہ خود مختار ہیں پھر۔

سپہر۔ اچھا آپ سے کیا واسطہ۔ ہم عسکری کا نام نہیں  
سمجھنا چاہتے۔

حسن آرا نے روح افرانے سے کہا میں اب میں کیا کروں۔  
اٹا جان اور بندگی کے جواب میں منہ پھیر لیں۔ ہو جو۔ خون ٹھون  
میں آتر آیا۔ مگر جو بوری ہو۔ اور یہ بہارا لسا بہن اس کے  
کنے میں جاتی ہیں جنکو بڑے حکم اور یہ وہ سمجھتی ہیں۔  
یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ بڑی بیک صاحب بھی جرب  
ٹکاتی ہوئی شریف لائیں۔

روح۔ اے اٹا جان۔ حسن آرا بندگی کرو۔  
حسن۔ (آہستہ سے) بندگی اٹا جان۔

ب۔ نے جواب نہ دیا۔

روح۔ اٹا جان حسن آرا بندگی کرتی ہیں۔

ب۔ میں ادباً نہیں سنتی ہوں۔

روح۔ نہیں آپ نے جواب نہیں دیا نہ۔

ب۔ کوئی توجہ ایسی ہو۔

روح۔ نہیں کیا معلوم۔

ب۔ میں اس وقت صاف کہے دیجی ہوں کہ عسکری کے  
ساتھ نکاح ضرور ہوگا۔ میں چاہے ساری خدائی ایک طرف ہو  
میں کسی کی نہ سنوں گی حسن آرا سے کہو کہ کھول کر سن لیں  
میں جان زندگی۔ مگر کر گئی تھی کہتی ہوں۔ اس میں حق نہ پڑے گا۔

دونوں کا گھر بھروسہ منہ نہ بنا بالا سے طاق - زار  
زار رونے کے سوا اور کوئی کام نہیں -

محمد عسکری ایک ی کاٹیان حسن آرا کے جمال میں  
پر نہر جان سے عاشق - بہار النساء یکم کدل میں آنکی  
جگہ - بڑی بیگم آنکی مداح - روح افزا ان کی ثنا خوان -  
مخلاتی کو با بھر وید دیے انکا دم بھرنے لگی پیباری کو  
جو طرا بنو دیا - اسکی یہ کیفیت کہ ادھر محمد عسکری دروازے  
پر آئے اور وہ کو دتی ہوئی دوڑی کہ ”عسکری میان آئے“  
نواب صاحب اسنے لنگوٹے یا ر حانہ جی کو بھی کاٹھ  
لیا تھا -

حسن آرا اور بہار کے بیٹے کو ٹھے پر کھانا بھجوا جاتا تھا  
اور دوسرے تیسرے دن جب روح افزا رتی تھیں ان سے  
تھوڑی دیر کے بیٹے ملے تھیں - باقی اللہ اللہ خیر صلاح  
ایک سو روح افزا چپکے چپکے اوپر آئیں - دیکھا کہ  
کے سب دروازے بند ہیں - منہ تھیں کہ یہ ماجرا کیا  
ہو - دروازے بند نہ سنا - کوئی میٹھا تک نہیں ایک  
خشیتے کی راہ سے جھانک کر دیکھا کہ حسن آرا چکیان لیکر  
دوبری ہو - اور بہار اسمر زمانو سے نفرت نہایت ہی آداس  
تھوڑی دیر تک کھڑی دیکھا کہ حسن آرا کبھی اٹھکر نیابی کے  
ساتھ ادھر ادھر جاتی تھی آہر و بھرتی - کبھی اس قدر رونی  
کہ چکیان بندھ جاتیں - روح افزا گو ان دونوں بہنوں  
کے خلاف تھیں مگر دل بھرا یا آہستہ سے دروازہ کھولا  
تو سپہر آرا چونک اٹھی روح افزا مثل پیکر تصویر ایک  
ساعت تک ٹھہری رہی حسن آرا نے انکو دیکھا ٹھہر لیا  
سپہر آرا نے بھڑا نو پر سر رکھا اور آہستہ آہستہ ٹھہری سائیں

بھرنے لگیں - روح افزا بے اختیار رہا کہ کم اٹھی مگر دونوں  
بہنوں نے کچھ جواب نہ دیا -

روح - ہاے اپنی کیا حالت کر دی ان دونوں نے -  
دونوں بہنیں خاموش رہیں -

روح حسن آرا -

حسن آرا نے اسکا جواب نہ دیا مگر گردن اٹھا کر روح افزا پر  
بعد حسرت نظر ڈالی اور کھوٹ کھوٹ کر رونے لگی روح افزا کا دل در  
بھی بھرا یا ایک کرسن آرا کو گھگھایا اور دونوں بہنیں گھلے گلے ملکر  
خوب زمین سپہر آرا بتو سر زمانو سے نفرت وہ اس درجہ فوجی کہ ان  
دونوں کے رونے کی آواز اسنے کان تک پہنچ گئی -

روح سب ذری فہم دھوا لو - اور آدھر وہاں میں بیٹھیں -  
جبکہ حسن آرا نے رومیل سے آنسو پونچھے تو رومال تر ہو گیا  
مگر روح افزا کی خاطر سے دریچے کے قریب جاتھیں نہ تھیں  
ٹھہری ہو کر جھونکوں سے زوال کو چھاس رہی تھی -  
روح افزا نے اپنے ہاتھ سے منہ دھوا لیا - اور بچھا جھپٹے لگی -  
سپہر آرا اسی طرح ٹھہری تھیں - گو یا دنیا و مافیہا سے بے خبر -

روح افزا نے آہستہ سے کھارا (سپہر آرا) جواب دیا وہ پھر  
ذرا زور سے کھارا (سپہر آرا) حد ابر نخواست - پھر با زور بلند کھارا -  
(سپہر آرا) مگر بے سود آہستہ سے اٹھکر سپہر آرا کو گھگھایا -  
سپہر آرا نے دیکھا تو روح افزا کو گیم سے غنچہ دل بھل گیا - سوچی کہ  
اغاہ روح افزا اور اس درجہ عنایت لیکن بھی کشتا یداب  
محبت اور پیار کر کے دھوکا دین - ہاے -

ہو بس کہ ہر گ اسنے اشارے سے من نغان اور  
کرتے ہیں محبت تو گندتا ہر گان اور  
روح - اب ذرا ادھر وہاں جاکر بیٹھو تو باتیں کر رہیں -

سپہر تشکیلی کا غلبہ ہوا سوقت ۔

روح ۔ اوہری ذری برف کا پانی ٹولا دوسری مین ۔

مہری صراحی مین برف کا پانی لیکر ڈی ۔ لیجیے گا کون پیے گا ۔

روح سپہر آرا کو دو ۔

سپہر راستے برف کا پانی پیا اور برف ہی کے پانی سے  
انھیں گئی دھو مین ۔ روح انفسر اسنے کہا حسن آرا  
کو کجی پلاؤ ۔

روح افزا اسنے کہا واسطے خدا کے بتاؤ تو کیا ماجر کیا ہر  
پیشہ بندی ٹھنڈی ساسین کیوں بھرتی ہو ۔ کیا ہو اکسب  
گرمی مٹی خوشی درگنا ۔ جب دیکھو اسے دن منت نیا  
چمکرا جسے دیکھو چھوٹا لے بھجا ہر ۔ یہ ہوا کسب ہر  
آخر مین تو کچھ کھل پڑی نہیں معلوم ہوتا ۔

حسن آرا اسنے جواب دیا سپہر آرا اسنے کہ جلع ہوئے  
کو جلد نافر ہے ہوسے کو مارا کس مذہب مین روا ہو بھلا  
جان بو جھکرا بچان بنتی ہو مین ۔ بچا اتم سے کوئی بات  
پوشیدہ ہر ۔ مگر انھوں تو یہ کہ تم کجی ہمارے خلاف ہو گئیں ۔  
خیر اللہ مالک ہر ۔ روح افزا کسی قدر تنک کر بولین چھپ  
نقداری توئی بائین مین ۔ جلع کو جلا نا ۔ اللہ اللہ یکمہ

اور ہماری نسبت یہ جان بھارا پسینہ گرے ۔ وہاں  
ہم موگر امین اور تم بھتی ہو کہ ہم کچھین جلاتے تین شان  
خدا پس بچھین باتوں سے تو انا جان بھرا مانتی ہیں اور وجہ  
کیا ہر ۔ ہم تو محبت سے پوچھتے ہیں کہ کیا سبب  
ہو ۔ انا جان نے کیوں بولنا چھوڑ دیا ۔ ہمارا انسا بہن  
کیوں خلاف ہو گئیں ۔ یہ انا ہمیں کو لٹکا رتی ہیں ۔

واہ واواہ ۔

حسن آرا اسنے کہا سینو باجی ۔ اب صاف صاف کہلاتی ہو  
تو بسم اللہ یہ بتاؤ کہ تم جانی کوئی بات نہیں ہو جو یہ بچتی ہو  
جو ہمارا انسا بہن پوچھتیں تو ہم کھٹے کھچیلے کیلئے کہتی ہیں ۔  
مگر مین بھارا پوچھنا البتہ برا معلوم ہوتا ہر ۔ روح افزا کا چہرہ  
نسخ ہو گیا پوچھا وہی انکا معاملہ نہ ۔ وہ جنگو ہمارا انسا  
ہمیں اٹھو چوٹھاتی ہیں حسن آرا اسنے کہا جسکا جوجی چلے  
سو کہے ۔ مگر آپ سے یہ امید نہ تھی ۔ روح افزا بولین اے  
تو مجھے کیا واسطہ ۔ باجی کہتی ہیں کچھ کہہ سکتے ہیں ۔

حسن آرا اسنے کہا مجھے تم صاف صاف کہہ چکے کہ آزاد  
کو سننے دل دیا برا کیا یا بھلا کیا ۔ اگر امین کوئی بدی کی بات  
ہو تو اللہ کھٹے سمجھے ۔ بھرا ہمسکری کو دل کیوں مگر دین ۔  
یا تو عمر بھر گزارنے ہیں لیکن کرینگی یا آزاد کے ساتھ نکاح ہوگا  
ہمیں تم اتنا تو سوچو کہ اپنے دل مین کہ جارا تصور اسنے کیا ہر  
کوئی بدی کی بات دیکھو تو عمر زینش کرو ۔ تو کو یہ کیا کہ ہم تو  
صاف صاف کہہ چکے ہیں ۔ اور آپ خواہی خواہی ہم کو  
وق کرتی ہیں ۔ ہمارا انسا بہن میرے روبرو کوس حلین ۔  
اب بتاؤ جی جلع یا نہ جلع جہر ہماری جان جلع جسکا آسرا لگائے  
ہم بچنے ہون جسکے نام سے ہمارے دن مین جان آجائے جسکی  
زندگی پر ہماری زندگی منحصر ہو جسکی جان کو ہم اپنی جان سے  
زیادہ عزیز رکھتے ہوں جسکے لیے ہم ہسینون دن رات دیں ۔  
اسکو جو کوئی ہمارے سٹنے برکے تو ہماری کیا حالت ہو مگر تشکیلی کا  
حال کیا بتاؤن ۔ گو گو کا معاملہ ہو ۔ یہ نوبت آئی مگر دھن ہی ہو

گو خاک ہو گئے مٹی جتوے یار

جون گرد راہ کھتے ہیں تم رہ برنور

اور ہماری بڑی مین ہمیں کو بستی ہیں بس اتنا سوچئے



<p>اما جان مجھے ناحق اس قدر خفا میں - مگر وہ لاکھ خفا ہوں جو بات بس ہی میں نہیں مہ سدا ہم کیا کریں - ہمارے لیے سی پر آنکھوں ذرا خیال نہیں رہا ہوں چھوڑ دیا کہ ہم انکا کم بجا نہیں - بہار انسا بیکم الگ خفا ہو گئیں کہ ہم انکی خفگی سے ڈر کر کمدین بنو سب پاڑ بیٹے - لیکن - ۵</p>	<p>کہ کچھ تو سب ہو کہ ہم اس روی حالت کو پہونچے اور ابھی ہم کسی کی بات نہیں مانتے - ۵</p>
<p>کر کیا صاحب نے ہلو خفا چچا یون سی بجز جن عشق کے انداز چھپ چھپا گیا</p>	<p>یہ زار ہوں کہ موسے بدن بھی وہاں ہو تسہر جو دل میں لغت موسے کمر ہنوز</p>
<p>اب تو منہ بھٹان لی نہ کہ چاہے جان جائے مگر آزاد کا اسرا لگا گئے چھپے میں گئے صحبت سنا منظور لیکن آزاد کی محبت کم نہ ہوگی - ۵</p>	<p>ہاے فسوس کوئی کمان تک کے - فراق کا صدمہ جان جانے کا دھڑکا اے اور تباہی طعنہ زنی کا خیال - ایک جان اور یہ جفاں - ع -</p>
<p>خانہ زار و زلف میں زنجیر سے بھاگین گئے کیا ہن گرفتار و زار زمان سے گھبرائیں گئے کیا</p>	<p>تاکا ظلم و ستم بس اے ستم بکا دل بس ظلم کا بھی کوئی ٹھکانا ہو کوئی حد ہو - اب تو کلیہ کپ گیا - ہم کیا کروں کیا بتاؤ ہمیں -</p>
<p>اتنے میں بی مغلائی نے اُن کو لگا - کیجیے حضور کا ہر تصویر ہمارے کمرے میں لٹکا دیجیے روح افزا نے تصویر لی - رکھتے چی مسکرائی - اور کہا بس یہی چھڑ خانی تو ابھی نہیں - چھپے تو تصویر چھپا لی - مگر تھوڑی دیر میں سپہ آرا کو دسے کر کہا بھلا بھی نو تو کس کی ہو سپہ آرا نے تصویر سے کر کہا کیا معلوم کی ہو مگر انہو بہن اسی بھدی تصویر آجنا سہ نہیں دیکھی - واہ ماشاء اللہ چہرے سے معلوم ہوتا کہ عجیب آدمی ہو - ہونو بھدے دانست نکٹے ہوئے - انکھیں ذرا زو آس گال بچھلے پھولے - ناک بڑی اوبڑی بھون خراب - سارا نقشہ بڑا ہو واہ ماشاء اللہ کیا تصویر دکھائی ہو آپ نے اے مہاشا دیکھی - کیا جیسے کس موسے گھٹا ٹر کی تصویر ہو -</p>	<p>سپہ آرا بولیں بس ہم اس بات سے خوش ہوئے کہ صاف صاف کمدیا اے آخرش خوف کھے کہ ہو - کچھ معلوم تو ہو - کمدیا بکھا دیا کہ آزاد نہیں گئے تب ہی نکاح ہوگا ورنہ نکاح نہ ہوگا - ایسے تین سو ساٹھ عسکری ہوں تو کیا ہو - ہزار دفعہ کمدیا - لاکھ بار کمدیا - پھر اسب کیونکر کمین کتے تو جاتے ہیں کہ جو کوئی بدی کی بات ہو تو متنبہ کرو - روح حسین آرا اب اسوقت بات بڑھائیگی - اور کچھ گفتگو کرو - حسن - ہم فقط اس قدر چاہتے ہیں کہ آپ ذرا انصاف کیجیے انصاف کا خون نہ کیجیے - پیاری بہن - اللہ جانتا ہو ہمارا قصور نہیں اور ہم بڑا جبر ہوتا ہو - ہم کس سے کمین - ہاے کس سے کمین -</p>
<p>روح افزا نے کہا ماشاء اللہ کیا نظر ہو آپ کی بس جاؤ دیکھ لیا - یہ بھوڑی تصویر ہو - چلو بس رہنے دو - ایسا</p>	<p>روح - ہم تمہارا کتنا مان لین - تم کو بھی تو ہماری نصیحت کا کچھ خیال رہے - حسن - بیشک - مگر -</p>

باغش باش ہو کہ نہ ہو مگر کون کس سے کوئی سننے والا بھی ہو  
حب - خیر جی اللہ مالک ہے - ہم مگناہ ہیں - اس سے  
تو وہاں اپنے شہر میں ہی اچھے تھے -

ہمارا لہنا بیگم نے ان کو کہا - روح افزا - لو سب ٹھیک  
ٹھاک ہو گیا - اب ان دونوں سے کچھ لو منظور ہو تو تاریاں  
ہوں ورنہ اما جان تو قسم کھا لیتی ہیں کہ انکی صورت نہ دیکھیں گی -  
روح افزا اور ہمارا لہنا نے چپکے چپکے باتیں کیں - بہار لہنا  
چلی گئی روح افزا نے ان دونوں بہنوں سے ان کو  
کہا - بڑا برا سامنا ہو کہ کون کون کونہ کون حسن آرا کا کلیجہ  
دھڑکھ کوئے لگا سپہر آرا کا رنگ فتن ہو گیا -  
حسن - کیسے مانہ کیسے - اختیار ہر آپ کو - ۵

بھر ہر شہر حراحت دل کو چلا کر عشق  
سامان صد ہزار نگہ ان کیسے ہوتے

روح - ایک بات کہیں جو مانو بہن - واسطے خدا کے  
سُن لو -

سپہر - کچھ سنائی سناؤ گی کیا -  
حسن - ہم تو سب کچھ سننے کے لیے سعد ہیں - جب  
تک آزاد و اس نہیں آتے جس کا جو جی چاہے سہ سہائے  
مگر خدا و دن دکھائے آزاد کی صورت نظر آئے پھر کوئی کچھ  
کہے تو جانیں -

سپہر - روح افزا بہن یا تو کمانہ کرو اور جو کو تو پھر  
صاف صاف -

حسن - ہاں بیان کرو نہ بہن - ہم تو سخندان سننے کے لیے  
پیدا ہی ہوئے -

روح افزا نے کہا کہ باجی جان ابھی ابھی کہ گئی ہیں کہ

ایک جوان تو نظر نہیں آتا پتلے پتلے ہونٹے - لال - لال  
گورا گورا کھڑا اور پیارے پیارے گال کٹے کٹے کھلے کھلے  
گجھر و ہر -

روح - سنو بہن جو تھے کما میں نے سنا - مگر اما جان تو مانگی  
ہی نہیں -

سپہر - اور عینہ گا ذری - ساری گلستان پر گلئیں پوچھتی  
ہیں حکایت کے کیا سنی - اور خرابی کیا ہو - یہی تو خرابی ہو  
کہ اما جان نہ باری ماہین نہیتی -

حسن - اما جان ہی مان باتیں تو یہ رونا کا ہے کا تھا -  
اسوقت تو وہی زلیخا زن نور یاد دوا لی منسل ہوئی -

ہمارا لہنا بہن کی دال لگتی پھر -  
روح - اچھا سب کچھ کہو تو کچھ کیونکر لکھی گی -

حسن - بتاؤ روح افزا بہن کہ اما جان سے کیونکر لولین  
اب ہماری تو قہر جی لٹے لٹے گئی - بے کالپی بھی کی گرو پٹی عاک

کے تین بات اچھا آئیں گی کیا اجا رہ ہو - ہم شادی  
نہیں کرتے بے بیا ہے ہر رہے سہی - پھر اس بہن

شرم ہی کیا ہو - کل ہمارا لہنا بیگم نے وہ بات کہی کہ بدن کے  
رونگٹے کٹے ہو گئے - ہاں غضب روح افزا نے کما کس نے

ہمارا لہنا بیگم نے - ہمارا لہنا بہن نہیں کہتیں اب -  
حسن آرا بولی پھیلتی سن تو بہن - وہ بات کہی کہ دل پر ایک

صد ہو - کہنے لگیں کہ ہمارے پاس کیوں اس کے پھین گئی  
اپنے ہوتے سو توں کے پاس پھین گئی - ہو ہو -

یہ سناں کیوں نہیں بھٹ پڑتا - ارے غضب ہمارے  
حق میں اور یہ کلمہ اور ایک دفعہ کہا تھا کہ بی مغلاں ہی تم نہیں

بھین جیس آرا کی کھٹ پالین ہیں - اب بولے جگر

اما جان نے قسم کھائی ہو کہ عسکری ہی کے ساتھ حسن آرا کا نکاح ہوا اور ہر آرا کیلئے نواب باقر علی خان کے بھتیجے کو تجویز ہوا اگر حم و دونوں منظور کر دی تو خیر ورنہ اما جان بخاری صورت عجز و تکبر نہ کی۔ او کبھی بہت سی باتیں کن کہان تک بیان کروں۔ کتنی ہن کہ شاید اما جان ایک مکان میں ساتھ نہیں۔ حسن آرا نے تمہر ہو کر پوچھا کیا اسپہر آرا نے دانتوں کے تلے انگلی دبا لی۔

مغلانی نے زینے پر سے کما حقہ اخبار آیا ہو۔ طبعیہ تو لاؤں نہیں نو صلیح کے پاس بھیجیوں۔ حسن آرا نے کہا لاؤ لاؤ ہم پڑھ لیں تو پھر لیجا اسپہر آرا دوڑ کر اخبار لائی۔ حسن آرا نے ادھر ادھر مضمون اور خیرین طبعین پڑھتے پڑھتے دفتہ ایک مضمون کی مثنوی نظر پڑی۔ دیکھتے ہی چونک اٹھی بٹسرے سے حیرت اور حسرت نمودار تھی سپہر آرا نے جو بہن کے کچرے کی طرف نظر ڈالی تو بھانپ گئی کہ آزاد کا حال

ہو معلوم ہوتا ہے اس غیب الوطن سرکچہ تباہی آئی۔ روح افزا بھی غور سے دیکھنے لگی۔ نتیجہ کی کہ اس کا کیا ہو حسن آرا اٹھ کر کمرے میں چلی گئی تو طوری دیر کے بعد سپہر آرا اور روح افزا بھی گئیں تو دیکھا کہ حسن آرا ایک پلنگ پر بخیر سو رہی ہیں۔

سپہر آرا نے اخبار کی چاروں طرف تلاش کی مگر کہیں ملا روح افزا نے بھی ٹھونٹھا مگر نہ پایا۔ دودھ و دونوں نے جو طرہ ٹھونٹھا بار بار مگر نہ ملا نہ ملا۔ دونوں تمیز کہ اخبار گیا کہان۔ زمین کھا گئی یا آسمان کھا گیا آخر رکھا کہیں یہاں ہی ہو گا تیسری بار و دونوں نے پھر ادھر ادھر ٹھونٹھا مگر نہ روح افزا نے کہاں کہاں کے نیچے نہ ہو۔ شاید اخباری پر سرگین ہوں سپہر آرا کو بی ہن معلوم ہوتا ہے یہاں آکر اخبار پوچھا

اور پڑھ کر اسے رنج کے سوریں۔ روح افزا نے پوچھا سرخ کیسا ہے یہ رنج کس ہات کا سپہر آرا نے اس کا جواب نہ دیا روح افزا بڑی دیر تک کچھ پڑھا یا کی اتنے میں طبری تک نہ پوچھا۔ پیاری آن کر کہا چلیے آپ کے سسرال سے کوئی ماما آئی ہو بڑی بیہ صاحب حضور کو یاد دلاتی ہیں۔ روح افزا بڑی بیگم کے پاس گئیں۔ تو سپہر آرا اپنی بہن کو نکلیا جھٹلنے لگی حسن آرا جاگ اٹھی۔ دونوں بہنوں کی چار انگلیں ہوں جن حسن آرا نے لگی۔ سپہر آرا نے کہا ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے۔

حسن۔ آف۔ ہو۔  
سپہر۔ پھر دی۔ ہاے اللہ میں کیا کر رہی ہوں۔  
حسن۔ بچاؤ اخبار پڑھ لو۔ مگر ہے کچھ نہ کنا۔  
سپہر۔ سارے میں دھوٹہ مارا کہیں نہ ملا۔  
حسن۔ الماری میں رکھا ہو۔  
سپہر آرا نے اخبار لیکر مضمون پڑھا۔

سائیس کے ساتھ آزاد کی شادی  
حسن آرا بیگم کی حنا نہ بوا دی

حیف برین دانش و دبیر اولہ اور شدہ ویدہ نقدیراد  
واہری دنیا اور واہری ہوا وہوں۔ نعمت ہو۔ ان  
لعینوں پر جو بھلے مانسون کا نام دے کر تے ہن پہلے پاکبازی  
اور عشق صادق کا دم بھرتے ہیں۔ اور بچہ دھوکا دیکھاتے  
ہیں۔ ۷

این نہ مردان انما یہ عورت اند  
لبستہ نان اند و مرد شہوت اند

یورپ میں آزادی کی خواہش و بسالت کا غلغلہ ہوگا۔ مگر۔ ۵	ناظرین کو یاد ہوگا کہ جسے میان آزادانے ایک ہندی کی تعریف کی تھی اور لکھا تھا کہ میان آزاد کی گئے ہیں تاکہ جنگ میں شریک ہوں۔ ترکوں کا ہاتھ چاہیں۔ روسیوں کو رنجاد کھائیں۔ ایک نوجوان اور عالی خاندان سین و مہر حسین شائستہ و تربیت یافتہ یکم صاحب نے انکو شریف الہا حسین اور نجیب الہا حسین اور فہیدہ و فہیدہ ٹھکر ٹرکی بھیجا کہ اگر وہاں سے سرخرو آؤ گے تو کالج ہوگا۔ مگر۔ ۵
ماورچہ خیاب و فلک در چہ خیال کار سے کہ خدا کرد فلک را چہ مجال	اور دیگر بخود دست از کدہ ترک کی تمام شد
مزاروں آرزوؤں کا خون ہو گیا۔ اور دونوں میں پیچھے گیا کہ اس قانون عصمت اب کو جنون ہو گیا۔ امید کی کمر ٹوٹ گئی وہ سوچتی کہ اللہ اللہ جسکو ہم دل میں وہ بیچ قوم قتل و قتل پر ریچھے بڑے شرم اور خوف و حسرت کی بات ہر اس سے بڑھ کر ہے اور کیا ہو۔ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ۔ ۵	ایک معجزہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ میان آزاد کو ترک میں ایک سائیس کی لوجوان بیوی برعاشق ہوئے۔ لاجول و لا قوت۔ لاجول و لا قوت۔ اور کچھ کار کجا بہ قول و قرا کر کیا کرد اور۔ اس شخص نے اپنے اس خرقہ سالوس سے اس قانون عظیم کو بڑا دھوکا دیا مگر لکھ لکھ کر وہ مصمم ہی رہی۔ یہ کہ یقین و امان ہو کہ جب تک یہ خیر خواہت افریقہ کی قوم زد کے نام پر لاجول پر پڑھے گی سگرافسوس ہوگا اس بیماری تک یہ خیر خواہت پائیلی وہ شہر روز آنا کی جدی میں چلے گی اور یہ خبر ہی نہ ہونے پائیلی کہ میان آزاد وہاں کچھ ترسناڑا رہے ہیں۔ یکم کو شک کر کرنا چاہیے کہ لکھ و دن نش کے زور سے انھوں نے کجائ پائی۔ ۵
توین ثلث بیکروز از شامل مردہ کہ تا کجاست رسیدت باگاہ علم و نے ز باطنش یمن مباشر و ہمشو کہ خبث نفس نگر دبا اما معلوم	ان مسترنا میدان واقعت نمی زاسر غریب باشند اندر پردہ باز یہاں سے بنان غم مخور
نفس امارہ جب نفس مطمئنہ پر غالب آتا ہے تو انسان کو بے قابو کر دیتا ہے مگر طب النفس بزرگوار نفس امارہ کو مغلوب کر دیتے ہیں۔ میں کیا کہ نفس طیبہ ان پر غالب آجائے کیا مجال۔ ۵	یکم بیماری کے دل سے کوئی پوچھے خبر اس کے دل کے ساتھ وہ کہی جو تپ و قوجان کے ساتھ اور فانی پر فروت کے ساتھ کرنا ہو۔ افسوس صد افسوس وہ بیماری سوچتی ہوگی کہ میان آزاد سرخرو آئیں گے نام ہوگا اقصا سے ہم سے ہندوستان ملک ہل اسلام و اہل ہندو کی تعریف میں طب اللسان ہو گئے
انفوس طیبہ آدمی بن کتے میں دل کی تحصیل ہیں	
ہم اس قدر کہ چکے تھے کہ روم کے ایک معتبر مستند اخبار سے اس خبر کی صداقت ہوئی راہبانہ کو میں اب بھی کہ میان آزاد ہونے ایک سائیس کو نہر دلوایا اور اسکی زوجہ بے بسار کے ساتھ نکاح طرہ دیا۔ امر کنت خدا تم کلما۔ حسن۔ سپہر آرام تو ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ سپہر۔ حاجی یہ بیٹ غلط ہو۔ حسن۔ کیا قسمت کی خوبی ہو۔ جو کام ہوا پورا ہی ہوا۔ سپہر۔ یہ سب افرار پر دانی ہو۔ حسن۔ اخبار دے نے خوب لکھا ہو۔ ع۔	

<p>اسنا کیا اپنے آگے آیا۔ آت فوہ بڑا دھوکا کھایا۔ میان آزاد کے ہتھکنڈے کیا معلوم تھے۔</p>	<p>اگر خست نفس نگر دلبا لہا معلوم سپہر۔ باجی جان ہم تو فال دیکھیں گے۔</p>
<p>از جوش آتش غم خلد افشان شد چہ سراغ من خدا یا بدلم رحمے کہ خون گردید داغ من</p>	<p>سپہر آرائے فان کجی کہ خبر سچ ہو یا غلط۔ یہ غزل بکلی۔ ۵ خوش آمدگی زمان خوشتر نباشد بلکہ سوت بجز اس غزبناشد بیایہ شیخ در خمستانہ ما پشرا ہے خور کہ در کوثر نباشد</p>
<p>ما سے یہ کیا ہوا۔ ہمارا ذرا خیال نہ آیا۔ ایک بیخ قوم حورت کو بیابا حسن آرا کو بھول گئے جیسون اسی بیخ میں گزر گئے لڑکی کیون بچھا۔ ہاسے ٹھیکے بھلے اسکی جان کی یون خواہاں ہوئی</p>	<p>سپہر آرا کو تو طعناں ہوئی کہ حافظ شیرازی نے سچا بچا حال بتا دیا۔</p>
<p>رات دن دعا مانگی یا آئی با دو اہل آئے مگر یہ کیا معلوم تھا کہ دفعہ نزعن اسپر غم کی کجی گر مری نصیب کی شامت نے بیخ بیخ سنائی۔ برسوں کی محنت خاک من ملائی قسمت بھوٹ</p>	<p>حسن آرائے کہا ہمارا خوشی نہ دل چکنا چور ہو گیا۔ ہاسے ہم کیا جانتے تھے کہ عشق خانہ خراب یہ نتیجہ اور یہ برادران دکھائے گا۔ ۵</p>
<p>لکھی۔ ہاسے بس آرزو ہو تو یہ کہ ایک دفعہ چار انھیں ہوں تو جھک کر سلام کون۔</p>	<p>نام لغت سے ہم نہ تھے آگاہ کسی پرست کی بھی نہ ہرگز چاہ عیش و عشرت کتنی تھی اوقات چہوں میں گھنٹے تھے ذرات</p>
<p>سپہر۔ اگر یہ سچ ہو تو بڑا چھتیا پان کیا۔ یہ بھی کیا بھرا تھی دور گئے کیا کرنے تھے۔ مگر یہ خبر غلط ہو۔</p>	<p>عشق کا سنتے تھے نہ افسانہ شمع ردیوں پہ تھے نہ پروانہ جان دیتے نہ تھے کسی گل پر شہتے تھے نہ اسانے بلبل پر</p>
<p>روح افزا جو کچھ پرانی تو سپہر آرائے نکما دزی باجی کو تو دیکھو۔ پوچھا کیون کریں سی ہیں۔ کہا کیا بتاؤں۔ ایسا بھار ہو کہ نبض پر ہاتھ نہیں رکھا جاتا بدن خدا خواستہ تیز کی طرح</p>	<p>دل چھپائے تھے چوروستے خوف تھا کھڑو کن ڈروروستے دل بھٹکتا تھا ابروسے دل اُلجھتا تھا ڈگر گیسو سے</p>
<p>جل رہا ہو۔ روح افزائے زلائی ہٹا کر دیکھا تو کہا آت یہ انبی دی دیرین ایسی تپ آگئی۔ حسن آرائے صاف فرم کو دیکھ کر رونام شروع کیا۔</p>	<p>دل کو چاہہ ذوق کی چاہ نہ تھی کسی پرست نقاسے راہ نہ تھی قیس کا سنتے تھے جو افسانہ کہتے تھے وہ بشر تھا دیوانہ</p>
<p>روح افزائے کہا ہیں۔ روتی کیا ہو۔ اچھی ہو جاؤ گی۔ ذری ل کو طعناں دو طبیعت کو قابو میں رکھو ایسا بھی نوج</p>	<p>مگر جو یہ معلوم ہی نہ تھا۔ ۵ جب طبیعت کسی پر آئے گی ساری حکمت پھول جا بیگی</p>
<p>کوئی بیماری میں گہر لے۔ ہمارا لہسا کو ملوایا۔ وہ دھی شتاب ہو کر آئین آئینے ہی رہنے کے پاس سے باور لہذا پوچھا کیسی ہیں</p>	<p>جب دل آیا تو معلوم ہوا کہ عشق اسکو کہتے ہیں۔ جب انہیں جدا ہوئی ہوئی تو کڑھنے لگے کبھی غم و اندسوس کرتے تھے</p>
<p>کبھی۔ ان کو کیا تو تیر۔ این ایہ کب سے بخار سپہر آرا آت حال اول سے یہ تھا ظاہر نہ کر ای غم میں ہوں گے ہم آخر</p>	<p>کبھی ل کو طعناں دیتے تھے مگر۔ ۵ حال اول سے یہ تھا ظاہر نہ کر ای غم میں ہوں گے ہم آخر</p>



کہا ہم جانتے ہیں کہ کسی سالک کی خبر سننی ہو جسکے صدر سے اس درجہ بیتاب ہو لیکن کسی عورت کے مرنے کی خبر سننی ہو یا کسی بنک میں ریویہ رکھا ہوا اور دوا لے کر گیا ہو۔ یا کوئی اور بات اس قسم کی ہوئی ہو۔ ہر کچھ ایسا ہی قلب پر صدمہ پہنچا ہو۔ نواب صاحب قلم دروات کا غذا لگا۔ پیاری نے حاضر کیا نسخہ لکھا اور کہا جانسن اینڈ کینی کی کوٹھی سے منگو آؤ اٹھ بیجے ہم پھر آئیں گے۔ نواب صاحب باہر دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک طبیعت کیسی ہو ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ رومی حالت ہو بڑا صدمہ پہنچا ہو علاج مشکل ہو۔ ایک مشرفی پاکٹ میں لکھ کر صاحب سول سرجن شریف لیکے لائے میں محمد عسکری صاحب بٹری حکیم جی کو لیکر آئے بڑے حکیم عمر آدمی تجربہ کار۔ لائق فائق۔ عالم و فاضل تمام شہر میں ہو، اب بندہ بھی لوگوں کا مقولہ تھا کہ دست شفا ہو حکیم صاحب محمد عسکری کے ساتھ تشریف لائے بسم اللہ لکھ کر منتقل ہو گئی۔ اور سوال کرنے شروع کیے۔

حکیم کتنے دن سے طبیعت علیل ہو۔ صاحبزادی کی۔

نواب صاحب جی بس آج ہی بخارا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تپ اس درجہ شدید ہو گئی۔

حکیم کسی قسم کی غلش بیشتر سے تھی۔ غذا میں بے احتیاطی تو نہیں ہونے پائی۔

نواب صاحب نے مطلق نہیں۔ حکیم گھر میں کسی سے لڑائی یا تکرار ہوئی تھی۔

نواب صاحب نے نہیں۔ عسکر۔ ان کی دادی ————— وہ والدہ کی عمر پر

اے ناراض تھیں۔ مگر کوئی جھگڑا نہ تھا۔ حکیم۔ ہمارے علم و یقین میں کسی امر کے بیچ اور امتحان کے غم نے انکو ہمارا کر دیا۔

ان۔ ڈاکٹر صاحب کی کبھی ہی رائے ہو۔ حکیم۔ کس کی رائے۔

ان۔ ڈاکٹر صاحب آئے تھے۔ سول سرجن۔ انہوں نے کبھی ہی فرمایا۔

حکیم۔ وجہیں جبین ہو کر کیا معائنہ لگا ڈاکٹر ہو۔ عسکر۔ نہیں حضور بلوایا تھا ان کو کبھی۔ سب گھبرا گئے تھے۔

حکیم صاحب نے پھر مضحکہ باندھا۔ باہر جا کر بیٹھے۔ محمد عسکری کے کان میں کہا کہ کام تمام ہو گیا نسخہ لکھ کر تشریف لے گئے۔ نواب صاحب کے ہاتھ پاؤں بچھوئے ہوئے تھے۔

میرزا ہمایون فراسٹ سٹ سرجن کو بلا لائے نواب صاحب نے کہا حضرت اب ہم آپ کو جانے دین گے۔ سٹنٹ سرجن نے بھی جا کر مضحکہ باندھا۔ حال پوچھا صاحب سول سرجن کا نسخہ دیکھا اور کہا صاحب نے خوب نسخہ لکھا ہو۔ میرزا ہمایون فراسٹ دریافت کیا کہ طبیعت کیسی ہو۔ سچ سچ بتائے گا سٹنٹ سرجن نے کہا۔ بہت رومی حالت ہو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ خدا

نخواستہ جان ہی پر ہونا ہے گی مشکل ہو حکیم کا علاج ہو تو پھر ہلاک ہی ہو جائے گی۔

میرزا ہمایون فراسٹ نواب صاحب اور محمد عسکری باتم مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے تو میرزا ہمایون فراسٹ نے کہا اگلی رات

ہو کر اگر کچھ علاجات ہو تو بجا محال ہو۔ نواب صاحب نے کہا۔

(اور حکیم جی ڈاکٹر کا نام سنکر بڑے خفا ہونے لگے یہ تو ان

عسکر۔ ان کی دادی ————— وہ والدہ کی عمر پر

دونوں اسی وقت کھلا دیجیے۔ آؤ سترین جو عرق آئیگا۔ وہ گولی کھانے کے آدھ گھنٹے کے بعد پلائیے۔ ایک مارک آدھ آدھ گھنٹے کے بعد ایک ایک مارک پلانا صبح کو ہم پھر آئین گے اور ضرور آئین گے۔ اگر رات کو طبیعت زیادہ بے چین ہو تو ہم کو فوراً اطلاع دیجیے گا۔ پانی بہت کم پائیں اسکا ضرور خیال رہے اور سطح کر صاف ہر اسی طرح صفائی کا خیال رہے۔

حسن۔ (راہستہ سے) قلب از بس ضعیف ہے۔  
ن۔ کتنی مین قلب بہت ضعیف ہے۔  
سول سحر بن۔ پوچھیے کوئی وجہ بیان کر سکتی ہیں۔  
حسن۔ ہاں دل پر صدمہ ہو چکا تھا۔  
سول۔ ہم سمجھے ہی تھے۔  
یک لکھ سول سحر بن صاحب باہر تشریف لیگے۔

حسن۔ مگر اب مین اپنے بچنے کی ذرا امید نہیں معلوم ہوتا ہے کہ رگ رگ سے کوئی جان نکال رہا ہے۔ اولاً پر حجب کی لوک سی لگتی ہے۔ آٹ ہاتھ پاؤں انبیٹھ جاتے ہیں ذرا اسی پہلو چین نہیں آتا۔ انتہائی بریقاری ہوت کر نا پہاڑ پر سپہر آرا کمان ہے۔ بہار النساء مین کمان ہیں۔

بہار سب بیٹھے ہیں تھا رسے پاس تم گھر اونہیں ہم سب بیٹھے ہیں۔ زلزل کو مضبوط رکھو۔ ڈاکٹر صاحب کہ گئے ہیں کہ بہت باتیں نہ کریں (قریب جاکر)۔ بہن بتاؤ تو ایسا کیا صدمہ ہو چکا خدا انجو سستہ کہ دم کہ دم مین یہ حالت ہو گئی صورت دیکھو ڈر معلوم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب سے نواب صاحب نے پوچھا۔ اب خوف کا مقام نہیں ہے سول سحر بن نے کہا ابھی آرا نہیں ہوا۔ طبیعت ٹھہر گئی ہے۔ صبح آکر ہم کچھ کہہ سکیں گے۔

لوگوں کا قاعدہ جو محمد عسکری نے مشورہ دیا کہ طیب لینا فی معارط ہوں مگر شہزادہ ہایوں فرنے میں اسے سے اتفاق نہ کیا۔  
سوداگر کی دکان سے دو آئی۔ ایک (مارک) اپنی ایک مرتبہ کی مقدار دی گئی۔ نواب صاحب نے طرح طرح کر دوا دی اب حسن آرا کی کیفیت نیٹے کہ انتہائی نغمہ انھیں چھپتے لگی ہو مین۔ تشنگی کا غلبہ قلہ لٹا جاتا تھا پے چینی کی حد نہ تھی انھوں سے اشک جاری۔ مبلغ ہر مقدار گری تھی کہ مثل تنور جھپک رہا تھا کبھی سپہر آرا کو جھپکارتی تھی کبھی روح افزا سے کتنی تھی کہ مین کہا شہزادوں کو کتنی طرح کوئی سمجھ سکتا تھا کہ کیا کہا۔ بہار النساء انتہائی بڑے ضرور بریقاری تھی جب حکم صاحب نے کہا کہ مین کسی سے جھگڑاؤ نہیں ہوا تو بہار النساء بگم اپنے دوست خفیف ہو مین سپہر آرا کو خوب معلوم تھا کہ حسن آرا کو بیماری کیا ہے وہی حکم جاری ہے جب چاہیے حسن آرا کی کیفیت دیکھ رہی تھیں اس وجہ سے کہ زبان سے کوئی کلمہ نہیں نکلتا تھا مگر انھیں اشکبار اور دل مضطرب و بقرار۔  
ن۔ حسن آرا بگم حسن آرا بگم۔  
حسن آرا نے انھیں کھول کر دیکھا مگر بات کرنے کی طاقت نہ تھی۔

بہار۔ بولو بیماری نہیں۔ اس سے کچھ کمو۔  
حسن آرا نے اشارے سے کہا پانی پلاؤ۔ بڑی شدت کی تشنگی ہے۔  
حسن آرا غلبہ تشنگی سے سخت چین تھی پنجول ہی دیر مین ذرا سپاہی بہار النساء نے دیا پانی پینے سے کسی قدر نشی ہوئی انتہا مین سول سحر بن صاحب پھر آئے۔ پردہ کیا گیا۔ زبان بھی نبض بھی لیٹھ لٹھا۔ اوکھا۔ دو گولیاں آئین گی۔



اور حکیم صاحب سخت متحیر ہوئے اور نواب صاحب کو دیکھتے ہوئے  
اندر گئے اور حکیم صاحب اور حکیم صاحب دونوں بلوائے گئے۔  
مخ - ٹھہر گئی۔ ٹھہر گئی۔ طبعیت۔  
بیاری کی بان - آفت - آفت - کیا جانے یہ ہو کیا تھا۔  
ماما - اندھنے عزت تھی۔

بالو - ڈاکٹر صاحب نے دوپہر کے بعد کچھ جگہ کا آلہ چوٹی سے  
امتحان لیا۔ حکیم صاحب نے نبض دہی - دونوں کی رگ کی کدنا  
کی نسبت اور صفت زیادہ ہو فوراً صاحب سول سرجن طلب  
ہوئے انھوں نے ان کے حال سنا۔ سٹنٹ سرجن سے مشورہ کیا  
لنڈھ لکھا۔ نواب صاحب کی کشتی کی اور کہا دوائے اثر دیکھا یا اب  
ہم کو ذرا تشفی ہوئی اب تک تو ہکوسی نہیں معلوم تھا کہ دوا  
اثر کرے گی بھی یا نہیں۔ شکر ہو کہ اب ہم کو  
تعویث ہوئی۔

حسن - دوا کھائی۔ میرا کام تمام ہو اچھا ہو۔  
ان نہیں گھبراؤ نہیں۔ دوچار گھنٹے میں فاقہ ہو جائیگا۔  
بڑی تکم نے نواب صاحب کو پڑے کے پاس بلا کر کہا۔  
لو یہ دینا اشرفیان صاحب کو دو۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہو کہ تم  
یہیں نہیں باہر نہ جائیں نواب صاحب نے کہا اچھا۔ دینا  
اشرفیان صاحب سول سرجن کو بطریق نذر دکھایا۔  
انھوں نے فوراً قبول کر لیں۔

ان - جناب انکی والدہ بہت بقیارہن - فرماتی ہیں کہ آپ  
مہربانی کر کے کچھ عرصے تک یہیں تشریف رکھیں۔  
سول - ہاں ہم ہیں کچھ دیر تک۔ اور بالو صاحب  
بھیجے ہیں۔  
حکیم - میں رخصت ہونا ہوں۔

رات بھر آنارٹ پائی۔ بڑی تکم آٹھ دس دفعہ ادھر  
ادھر جا کر ٹھہرے صاحب چاہتے رہیں بسا افسانہ اور روح افزا  
آمین میں کچھ بل کر اٹھ کر ہو میں اور سپر آرا کی تعجب ہی  
کیفیت تھی۔ رشک نام شب انھوں سے جاری رہے  
نواب صاحب نے سر بالین میٹھے بیٹھے تڑکا کر دیا بخلائینوں  
اصیلوں نے انھوں میں رات کاٹی۔ باہر ہزاروں ہایوں فر  
مثل ماہی بے آب ٹرپ رہے تھے۔

رات کو دوم تہہ ہزاروں مغزی الیہ ڈاکٹر صاحب کے  
یاس بھیجے گئے صبح کے وقت حسن آرا کو اس قدر طاقت نہ  
تھی کہ بات کر سکتی۔ انھوں کے اشارے سے باتیں کرتی  
تھی۔ مگر بجلی اور بے چینی صاف ظاہر ہوتی تھی۔

ٹھیک چھ بجے کے وقت سول سرجن صاحب  
تشریف لائے۔

سول - رات کو دوسری مرتبہ لکھا اُسے فائدہ کیا۔

ان - جی ہاں بھکیان بند ہو گئیں۔

سول - بخار شب کو گسیا تھا۔

ان کبھی کم کبھی زیادہ تین بجے کے وقت اس قدر  
شدت تھی کہ پیشانی پر ہاتھ رکھنا محال تھا۔ سارا بدن  
چٹھک رہا تھا۔ اور بار بار پانی مانگتی تھی۔

سول - (نبض دیکھ کر) کم ہے۔

اس کے بعد صاحب سول سرجن نے ایک آلہ چوٹی سے  
قلب اور مگر کا امتحان لیا اور باہر آنکو نواب صاحب نے کہا۔

در بہت کم امید ہے۔

اتنے میں ایک ماما نے اندر سے آن کر کہا۔ نواب صاحب  
حضور طبری آئے حسن آرا کی عجلت ہے۔ ہایوں فر

ان زمین قبلہ۔ آپ ہمیں شریف کہیں۔

حکیم۔ گھر تک ہوتے آؤں۔

ان۔ ہم تو بسوقت نہ جانے دینگے۔

حکیم صاحب نہایت ہی خوش ہوئے کہ دو ڈاکٹروں کے سامنے اسد بخاطر ہوئی اور ڈاکٹر صاحب اپنے دل میں سوچے کہ ایسا نہ ہو لوگ دھمکی یقین تو میں ہی اور غور تو میں پر یہاں دارمدا بھی زیادہ ہے۔ کہیں حکیم صاحب کھلا جہ شروع کر دیں۔ اس وقت میں نے انگریزی میں کہا کہ ان لوگوں کو ذرا بھی انگریزی اور یہ کیا بھروسہ ہیں۔

حسن۔ آرائے سپہر آرا سے کہا میں اب تو بچنے کی سید نہیں۔ ہم لوگ تو شہر نما ہرین سے دیکھتے ہو ہیں ہمارا حال کیا معلوم کہ قلب کی کیا کیفیت ہے۔ بس یہی معلوم ہوتا ہے کہ نہ کہی کچھ ہوتی برجھی کوئی بھونک رہا ہے۔ اور اسوقت سب سے زیادہ پانیال ہے کہ آزاد پیارے ہمارے بھائی کریں گے۔

ہر دم از افغان و آہ آتشین چشم تر  
رخد نالان برق سوزان ابگر باسیم ما

اوجہ حسن آرا بیک سپہر آرا سے آہستہ آہستہ گفتگو کرتی تھیں اودھ نواب صاحب کو حکیم کی طبعی طبع سے تھے۔ حکیم حضرت ان کے علاج سے توانا کہ مرض معلوم۔ ان۔ دیکھیے خدا مالک ہے۔ حکیم۔ خدا جانے کیا اتم غلم دیتے جاتے ہیں۔ ان۔ درست ہے۔

شہزادہ میرزا ہمایون فرڈاکٹر کے دل میں معتقد تھے جھلا کر آہستہ سے کہا نواب صاحب آپ بھی عیب آدمی ہیں۔ درست درست کہتے چلے جاتے ہیں اود حکیم صاحب ڈاکٹر کے

خلاف کیا ہی چاہیں۔

ابٹھنے کے بڑی ہی حکیم صاحب نماز پڑھ رہی ہیں۔ ہمارا انسا حجت پرتغالی سے باتیں کرتی ہیں۔ نواب صاحب اور میرزا ہمایون فرہاد رحیم جی کی نسبت باتیں کر رہے تھے حکیم صاحب ایک کھٹے کے لیے حضرت ہو کر کھڑے تھے محمد سکری بھی ہمراہ رکاب حکیم صاحب چلے گئے تھے۔ کہ دفعہ اندر سے رونے کی آواز آئی۔ سب دنگ کر پائکی یہ کیا ماجرا ہے۔ نواب صاحب فوراً پلے بڑی سیگم غل پائی ہوئی زمین پر جاتی تھیں۔

ان۔ کیا ہو کیا ہو کیا۔

ہمارے (سر پیٹ کر) جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔

سپہر آرا کو نے میں کھڑی سر پیٹ رہی ہے۔ روح افزا۔ سر بالین زار زار روتی ہے بڑی تہم صاحب اینٹ اٹھائی اور زور سے سر پر لگائی۔

نواب صاحب نے جا کر دیکھا تو حسن آرا بالکل مڑوے کی طرح بے حس و حرکت پڑی تھی۔

ان۔ یہ کیا ہوا۔

منع۔ ایک کچھ آئی اور میں نے تھیں پھر گئیں۔ نواب صاحب نے نفخ دھجی۔ اور کہنا میں کچھ گرم ہے۔ گھر بھر مصروف گرہ دزاری تھا۔ کہرام ہی ہوا۔ تمام محلے سے بھا اور میں کی آواز بلند تھی سپہر آرائے تین دفعہ دوڑا سے سر ٹکرایا تو خون جاری ہو گیا۔ مغلائی نے لاکھ لاکھ سمجھا یا گھر بیکار۔

ان۔ ارے ذرا چپ رہو میں ابھی ڈاکٹر کو لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر نواب صاحب گاڑی پر سوار ہوئے۔ اور ڈاکٹر کے ہاں گئے۔

## قیدی کی کہانی

اتنے عرصے تک قید میں رہ کر میان آزاد نہایت ہی پریشان ہوئے ایک روز انھوں نے وزیر جنگ کے نام خط لکھا۔

حضور اقدس۔

میں قید خانے میں بیٹھا ہوا اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر شہر چلتا ہوں جس کی بدولت میں ناکردہ گناہ قید ہو گیا۔ ۵

اچیز کردی تو میں، سچ بہ انسان نہ کند  
مرگ با جان نکند کفر بہ ایشان نہ کند

مگر انھوں نے کہ گناہ وہ بھی میرے خلاف نہیں۔ مگر نامساعدت بخت کو کوئی کیا کرے۔ میں صاف صاف لکھ چکا کہ حضور نے تحقیقات کامل نہ لی اور میان تک اس معاملے میں اغراض فرمایا کہ اب تک میری خبر نہیں لی تیرم تو یہی عالمہ ہوا۔ نہ کہ میں روسی جاسوس ہوں، بلکہ ہندوستان اور انگلستان اور مالٹا تک سے خطوط ملے کہ یہ شخص روسی جاسوس نہیں ہندی بلکہ اس کی قید خانے سے نجات نہ ملی، انھوں نے عدالت میں ملے انھوں نے مجھے روسی جاسوس بتایا وہ خود قریب ہیں کہ ان کے غلطی ہوئی، سہر جی کی کوٹھی میں فروغ ہوا اور ان کے باپ دو دنوں مجھ سے واقف ہیں لیٹننٹ ایلین۔ اور کہتاں ستم نے شہادت دی مگر قید خانے ہی میں ہیں۔ انھوں نے حیرت اور حسرت کی انتہا نہیں اب یا تو میرے قتل کا حکم ہو جائے یا رہائی کا۔ کیونکہ اگر رہائی نہ ہوئی تو جینے سے کیا فائدہ ہندوستان سے اے تھے کہ ترکوں کی طرف سے لڑیں مگر اتفاق شامت اعمال۔ ۵

شوق ہر رنگ قریب سر و سامان نکلا  
قیس تصویر کے پردے سے بھی غریبان نکلا

مجھ ہی میں بین آنکھ اب کس مصلحت سے قید ہوں۔  
غرض قیدی آزاد مجرم  
یہ خط صاحب بہمنڈلٹ سول جیل کے ذریعے سے وزیر جنگ کے پاس بھیجا گیا انھوں نے پڑھا اور اس پر لکھ دیا جیل رہائی ہوگی۔  
میان آزاد کے پاس یہ جواب بھیج دیا گیا پڑھ کر خاموش ہو رہے۔

اب ٹھیکے کر دوسرے روز رسول قید خانے میں ایک اور قیدی آیا۔ میان آزاد نے دیکھا کہ ایک شیخ و سفید آدمی ہے۔ نہایت جی چین و وجہ۔ باہم گفتگو ہونے لگی۔  
آزاد۔ آپ کس ملک کے باشندے ہیں۔  
دوسرے قیدی۔ فرنگ ہوں اور آپ۔  
آزاد۔ ہندی۔  
فرنگ۔ میان کب سے ہیں آپ۔  
آزاد۔ ابھی چند ہی روز ہوئے۔  
ف۔ کس جرم میں سول جیل میں آنا ہوا۔  
آزاد۔ کیا عرض کروں انھوں نے۔  
ف۔ ہماری نسبت شہر کیا گیا کہ روسی جاسوس ہے۔  
آزاد۔ مان تو آپ ہمدرد ہیں ہمارے۔  
ف۔ کیا آپ پہنچے ہی جرم عالمہ ہوا ہے۔  
آزاد۔ جی ہاں۔  
ف۔ اندھیر ہو کر اندھیر۔

آزاد۔ جنگ کا زمانہ ہے نہ۔ جاسوس کہے نام سے تو لوگ

<p>ف۔ طرح بر کیا۔          آزاد۔ اد کسی ملک میں ہوتے تو اب تک مارٹا لے گئے ہوتے۔          ف۔ فرانس میں ایسا نہوتا۔ جو ہمارا ملک ہے۔          آزاد۔ جی ہاں۔</p>	<p>بڑ کا ہی جاہل۔          ف۔ یہ بیچ کر انتظام بھی ٹھیک نہیں ہے۔          آزاد۔ ابھی میں اس کی نسبت کچھ رائے نہیں دلیکتا۔          ف۔ ہاں۔ واقف نہیں ہیں بخوبی آپ۔</p>
<p>حساب وطن از ملک سلیمان خوشتر کا اخبار وطن اور کابل و ریگان خوشتر پوسٹ کے مضمون بادشاہی میکر کا مکتبہ گد اوردن کنان خوشتر حب وطن کا قاضی میاں بھاجا پائے فرمایا۔          ف۔ آپ جب برس چھ مہینے میان رہیں گے تو کیفیت معلوم ہوگی۔          آزاد۔ ہاں! اگر آدمی اچھے ہیں۔          ف۔ اور گورنمنٹ۔          آزاد۔ ابھی رائے نہیں دے سکتے۔          ف۔ سنا اور پڑھا کیا ہے۔          آزاد۔ ع</p>	<p>میان آزاد نے اس نوجوان فرانسسی سے پوچھا آپ روسی زبان بھی واقف ہیں؟ اُس نے کہا ہاں خوب واقف ہوں۔ ترکی فرانسسی روسی تینوں زبانیں بول سکتا ہوں۔          اوردن آزاد اور فرانسسی بل بل کر رہے تھے کہ فرانسسی نے کہا حضرت اب ہم رو آپ رازدان ہو جائیں۔          آزاد۔ رازدان ہو جائیں اسکے کیا معنی۔          ف۔ ہم آپ سے راز کی باتیں کہیں۔ آپ تم سے آزاد۔ بہتر۔</p>
<p>آزاد۔ ابھی رائے نہیں دے سکتے۔          ف۔ سنا اور پڑھا کیا ہے۔          آزاد۔ ع</p>	<p>ف۔ ہم روسی جاسوس تو نہیں۔ مگر جب سے قید تھے۔ تب سے ترکوں کے خلاف ہو گئے۔          آزاد۔ انہوں نے وعدہ انکس۔          ف۔ انہوں نے کہا ہے کہ آئیں۔ ہماری طبیعت۔          آزاد۔ ترک بڑے پاکباز اور سچے آدمی ہیں۔          ف۔ آپ ابھی واقف نہیں تھے پوچھیجیے۔          آزاد۔ ہم ترکوں کے عاشق ہیں۔          ف۔ ابھی اس حالت میں بھی۔          آزاد۔ بیشک۔</p>
<p>ف۔ ہاں یہ سچ ہے۔          اس نوجوان قیدی نے میان آزاد سے پوچھا آپ یورپ کے مملوک سے واقف ہیں۔ آزاد نے کہا جی ہاں کچھ کچھ۔ فرانسسی نے پوچھا آپ جانتے ہیں کہ شہاب نقاب کی کیا اصلیت ہے آزاد نے کہا۔ اولاً جبل النار ارضی کے ٹکڑے بعض اوقات اجڑے کہ برتیا ارضیہ کے جوش کھانے سے اوپر چلے جاتے ہیں۔ ثانیاً۔ بحارات ارضیہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور پھر بصورت شہاب میں پر گرتے ہیں ثانیاً۔ کہ وہ قرعہ کوہ آتش شان کے ٹکڑے زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ راجعاً شہاب بھی اور احبارام</p>	<p>ف۔ آپ کو بے وجہ قید کر دیا۔          آزاد۔ خوب کیا۔          ف۔ خوب کیا تو ہم زمین ہو گئے ہیں بے وجہ قید کر دیا۔          آزاد۔ جنگ کا وقت ہے نہ۔</p>

<p>برسرِ فرزند آدم ہر چہرہ آید بگذرد</p>	<p>کی طرح اجماع ملی ہیں۔</p>
<p>اور۔ محصرہ</p>	<p>بوجھاکہ یہ پہاڑ جناب باری نے کس مصلحت سے بنائے</p>
<p>اشارہ بایں یستن ناستاد بایں یستن</p>	<p>آزادوں کا پہلا دن کی جو شان بادلوں کے پانی کو خنجر</p>
<p>ف۔ ایک شخص میان آزادانے آئے تھے۔</p>	<p>کرتی ہیں جس سے انسان فائدہ کثیر اٹھاتے ہیں۔ پودے</p>
<p>آزاد۔ آئے ہوں گے۔</p>	<p>نشوونما پانے ہیں۔ درخت خضارت و نصارت سببران ہند</p>
<p>ف۔ آپ ہی کے ملک کے نو ہیں۔</p>	<p>کی یاد دلاتے ہیں۔ کوسن سبزہ زار چشمہ سارا اور دریا سے</p>
<p>آزاد۔ ہوں گے۔</p>	<p>قمار بجاتے ہیں۔ دور دور کے ملک تراوٹ سے شاداب</p>
<p>ف۔ کیا آپ سے ان سے ملاقات نہیں ہو۔</p>	<p>ہو جاتے ہیں۔</p>
<p>آزاد۔ جارہے تھیں کبھی نہیں ہوئیں۔</p>	<p>ف۔ زلزلہ کے اسباب بیان کیجیے۔</p>
<p>ف۔ رستا کسی سبک نے انکو بھجا ہو۔</p>	<p>آزاد۔ بہت اچھا۔</p>
<p>آزاد۔ باشد۔</p>	<p>اولا کسی قسم کے اجزاء رضیہ کریتیر وغیرہ جو کھاتے</p>
<p>ف۔ جنگ کے فنون سے آپ واقف ہیں۔</p>	<p>ہیں اور ان سے انچہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ ابجرات مقبضہ باہر</p>
<p>آزاد۔ جی ہاں واقف ہوں۔</p>	<p>نکلنے کے واسطے متحرک ہوتے ہیں جبکہ زمین کی کثافت کے</p>
<p>ف۔ مجھے کچھ ایسے نہیں۔</p>	<p>باعث سے اسکے مجاری و منافذ مسدود ہو جاتے ہیں اور</p>
<p>آزاد۔ نہیں ایسی بات ہو بھلا۔</p>	<p>انچہ مذکور نکل نہیں سکتے۔ تو ناچار انکی حرکت سے زمین میں</p>
<p>شب کو قیدی کا پتا ملا۔ میان آزاد نے اصرار ڈھونڈا جس طرح</p>	<p>زلزلہ پیدا ہوتا ہو۔</p>
<p>کی۔ مگر بسود۔ لوگوں سے پوچھا مگر بیکار۔ حیرت تھی کہ یا</p>	<p>ف۔ آپ بہت لائق آدمی ہیں۔</p>
<p>السی یہ کیا اسرار ہو۔ معلوم ہوتا ہے قیدی بھاگ کھڑا ہوا۔</p>	<p>آزاد۔ یہ آپ کی ذاتی لیاقت اور حسنِ اخلاق ہو۔</p>
<p>صبح کو وزیر جنگ کے پاس ایک شخص عرضی لیکر گیا جس کا یہ</p>	<p>ف۔ آپ فریغ بوجی بول سکتے ہیں۔</p>
<p>مضمون تھا۔</p>	<p>آزاد۔ جی نہیں مگر مطلب سمجھا دوں گا۔</p>
<p>حضور والا۔</p>	<p>ف۔ آپ نے کس غرض سے ہیں۔</p>
<p>حسب الاشارة وجب الاضیافا کسا ردودن تک</p>	<p>آزاد۔ شریک جنگ ہونے۔</p>
<p>سول حیل میں رہا میان آزاد نے قیدی سے ملاقات کی</p>	<p>ف۔ آپ کی حالت افسوس ناک ہو۔</p>
<p>مختلف امور کی نسبت گفتگو ہوئی آدمی نہایت فہمیدہ و بخیرہ</p>	<p>آزاد۔ آئے تھے کہ مدینہ کارن میں تشریف لیاقت کے جوہر</p>
<p>دو عالم ہو۔ روسی جاسوس کتنا اس پر تہمت تراشنا ہو۔</p>	<p>دیکھائیں گے مگر یہ معلوم تھا کہ قید خانے جائین گے ج۔</p>

سناٹری۔

میان آزادہ شاش نباش قید خانے سے چلے رہی تھی۔ پارسی کی کوٹھی پر پہنچے۔ مہر فوجی نے بڑے تپاک سے مصافحہ کیا اور کہا میڈا ابھی اسی وقت یہاں سے گئی ہیں۔ وزیر جنگ نے انکو بلایا تھا۔ اگر کوئی اور ہوتا تو اسے سخت پاتا مگر اس بری بیکی کی ادائے عین غصے کے وقت ایسا جبر کیا کہ تفریق دی پس اتنا کہا کہ میڈا اس شکل صورت کے ساتھ سمیرت بھی خدا نے تم کو بھی دی ہوئی تو سبحان اللہ۔ میڈا نے گردن نیچی کر لی۔

میان آزادہ مہر فوجی نے کھانا کھایا اور آرام کیا شام کو خاتون بہ نقا مس میڈا شریف لائین۔ اور محبت جھگ کر میان آزادہ کو سلام کیا۔ آزادہ نے مسکرا کر جواب دیا۔ میڈا۔ آپ سے قول و اقرار ہو گیا ہے کہ گذشتہ راصلوۃ نے مسکرا کر کیا مٹی جو چکر ہوا ہوا میں اپنی غلطی اور حماقت پر خود متفعل ہوں۔

آزادہ مس میڈا کو لیکر ایک کمرے میں گئے۔ میڈا نے کہا آزادہ میں نے تم کو سخت مصیبت میں مبتلا کیا۔ مجھے کمال افسوس ہے۔ مگر تم مطمئن رہو کہ میں اس کے عوض میں ایسا سلوک کر دوں گی کہ تم مجھ پر لاؤ گے۔ وزیر جنگ نے مجھ کو بلایا تھا۔ میں نے آجھ جوڑ کر ان سے کہا کہ میرا قصور معاف کیجیے اور ایک اتھاس قبول فرمائیے۔ کہا ہے قصور معاف کیا۔ میں نے غلطی کی کہ ایک اتھاس قبول فرمائیے۔ کہا کہ اس پر خوش منظور ہیں نے کہا۔

آزادہ کو کوئی خورجی عہدہ دیکھیے۔ یہ لکڑی میں بے احتیاج رہنے لگی۔ میری شہنی کی اور کہا کہ میں جاز دن میں ہمارے کو ایک فیری کا عہدہ دینے کے لیے تم ساتھ آن کو لاؤ پر سون کا

منہایت طول اور افسردہ ہے۔ خود میں نے کئی بار ترکون کی شکایت کی مگر آزادہ نے مجھ سے اتفاق رائے کیا۔ یہ شخص ترکون کا عاشق زار اور دم کا جان نثار ہے۔ کمال فلق اور فسوس کا مقام ہے کہ ایسے جاندار دوست اور خیر طلب کے ساتھ لوگ اس طرح پیش آئیں حضور ازراہ نوازش و کرم یہ وقت اس بیگناہ کی رہائی کا حکم صادر فرمائیں۔ ورنہ وہ کڑھ کر چھک کر جائے گا اور ہماری ٹبری بدنامی ہوگی کہ ایسے جوان مر کو قید کر کے مار ڈالا اور کڑھ کر بیگناہ ہے۔ اور منہایت ذی علم۔

یہ عرضی پڑھ کر وزیر جنگ نے حکم دیا کہ تم خود جا کر رہا کرو اور کچھ برسوں کے ملاقات کریں۔

یہ صاحب میرے لیے اعلیٰ ناظم قید خانہ سول تھے۔ اور وزیر جنگ کے حکم کو جب میان آزادہ کے پاس قیدیوں کی طرح رہے تھے تاکہ اس ہمارے سے ان کے کل حالات دریافت کریں۔ بخوری درمیں ناظم مدوح گھوڑے پر سوار ہو کر قید خانے کے بھاگک پر پہنچے حکم دیا کہ میان آزادہ کو طلب کرو۔ آزادہ نے تو دیکھا کہ جو صاحب کل شام کو قید دی تھے۔ وہ اس وقت حاکم بنے ہوئے گھوڑے پر سوار سامنے کھڑے ہیں۔

آزادہ کل تو آپ ہمارے ہمدرد بنے تھے۔ مگر خوب خوب بھڑے دیے آپ نے فراموشی بنے تھے۔ بھگے کو کوئی گلہ فلاں دوم زبان سے نہ نکلا اور کھٹا لیکر۔

ناظم۔ اب آپ رخصت ہوں۔

آزادہ قید خانے کو سلام ہے۔

ناظم۔ تم بہت خوش ہوئے کہ آپ نے رہائی پائی۔ مگر اسوں کو کہ اس قدر عرصے تک آپ کو مفت میں مصیبت

دعہ کر آپ میرے ساتھ چلیے گا۔

آزاد۔ زہے طالع۔

میٹھا۔ ضرور چلیے گا۔

آزاد۔ بالضرور ایسی بات ہو بھلا۔

میٹھا اور آزاد باہر آئے۔ ہر مہرچی نے پوچھا کیا راتوں کی باتیں ہوتی تھیں۔ آزاد اور میٹھا دونوں مسکرائے اور میٹھا نصحت ہوئیں۔

### عبرت اور نصیحت

لب جبہ سار لطافت بار ایک گلشن بہ بہار روش گلزار  
فرخا میں ایک پری مثال جادو جمال نوجوان عورت  
ہری ہری دوب پر سفید چاندنی بچالے بعد انداز  
دلربائی دشان برنائی منگن ہو اور سامنے ایک  
ادھیڑ عورت کھڑی باتیں کر رہی ہو۔ نوجوان عورت  
کی باتوں سے معلوم ہوتا ہو کہ کسی بڑی مصیبت سے  
بچ نکلے ہو اور نہیں نہیں کراچی پھلی مصیبت کی نسبت گفتگو  
کرتی ہو۔

نوجوان (نو) ان بڑی مصیبت سے اللہ نے بچایا۔

خادمہ۔ (خ) کیسی کچھ۔

نو۔ گھر بچ کھنا۔ کیا تیر سوجھی ہو۔ کیوں۔

خ۔ اللہ جانے اور کونہ سوچتی۔

نو۔ مگر پتہ لگاتے رہیں گے کہ اب کیا کیفیت ہو۔

خ۔ میں روز روز کا کچھ اٹھائے سناؤں گی۔

نو۔ ہاں خوب یاد کیا۔ تم سے کیا واسطہ ہے تو ہم تھے۔

خ۔ اللہ نہ کرے۔

نو۔ آف اسوقت تم سے منہ ہی کیونکر ضبط ہوگی۔

خ۔ بیوی مارے منہ ہی کے بہر حال تھا اور انکی کیفیت کہ

دھماکے مار مار کر روئیں۔ تو میں بھاؤں کہ دیکھو دیکھو ایسا نہ

سب یہ کھل جائے کہ زہر کھا ہو۔ بڑی دلی ہوئی چہرہ

زرد ہو گیا۔ اور ایک دفعہ بڑی زور سے آہ سرد بیکر کر نعرہ مارا

اور گر پڑے کہا رہے ہمسوس اتنے دن تک اسے کچھ

اوقات صنایع کی مگر نتیجہ یہ نکلا بڑی دیر تک ٹپتے رہے

کہ میں بھی ساتھ چلوں گا۔ میں نے کہا کچھ خیر ہو میان بہوش

کی دوا کرو۔ ہم اپنے اللہ جانے کس تدبیر سے دنیا میں۔

کس راہ سے جانا بیجا میں۔ ہمارا گلاؤں ہمارا عملہ۔ تم لاش

لیکھ لکھو تو محلے بھر میں پہنچ جائے بہت روئے پیٹے۔

نو۔ انکو اپنے بدن کی توجہ دہی میں میں کھانا

نہ دیتی تو دو دو دن تک فاقہ ہی کرتے جب کون کھانا کھا لو

کہیں خدمتگار کو بلاؤ۔ افضل فیض فضل۔ یہ وہ۔

خدا جانے کیا کہہ سکتے تھے وہی تباہی ایک ان کہہ بیٹھے

کہ تم ہو کیا بچاری۔ میں اسی بڑی کے ساتھ کھانا کھانے کروں کہ تم

بھی بھڑا جاؤ بس دل پر ملاؤ گھبرا۔ دن میں سو سو بار

بہودہ کہیں ہاتھی لاؤ گھولا کسو۔ کچھ نکالو۔ اتنی تو بہ ناک

میں دم کرو یا۔ مارے بچ کے کھانا پینا حرام تھا۔ بارے

خدا خدا کر کے مصیبت سے بچتی۔

خ۔ ہاں تو بچ بچ مگر آپ نے اچھا نہ کیا۔

نو۔ یہ کیوں۔

خ۔ ہم ہوتے تو ضرور کھانا کھاتے۔ آدمی صورت دار۔

ہزار دن روپیہ پاس۔ شریف پڑھا لکھا۔ مذہب میں مفت

میں ایسے روپیہ والے کو ہاتھ سے کھو دیا۔ کوئی پوچھے

بلا یا تم کو۔

زوجان عورت نے اس فقرے پر آہ سر دیکھ کر گما تم کو کیا معلوم کہ ہم نے کس کو دل دیا ہو؟ اس کو دل دیا جو تینا دل کسی اور ہی کو دے چکا مگر خیر خدا ہمارا بھی مالک ہے یہ ایک راز کی بات ہے۔ ہم کسی پر ظاہر نہ کریں گے۔

ناظرین! لیکن کچھ ہی گئے ہوں گے کہ یہ دونوں عورتیں کون ہیں ان میں ایک جوگن ہے دوسری چمپا۔ اب اکثر صحاب کو حیرت ہو گی کہ جوگن تو میری تھیں۔ انھوں نے نہہر کھلیا تھا۔ چمپا کا بھائی لاش کو دفنایا تھا۔ یہ پیدا کہاں سے ہو گئیں۔ سبب سنبھلیے۔

حقیقت حال یوں ہے کہ جوگن نے چمپا کے ذریعے سے ایک شخص کو بلوایا تھا جو موم کے کھلونے بنانے میں طاق تھا اس شخص نے موم کے ہاتھی لوگوں پرے اور اونٹ بنا کر یورپ کی نمائندگی یونین کیجیے تھے۔ اور انعام پایا تھا جوگن نے اس کو بلوایا کہ عورت بنالو۔ مگر ہاتھ پاؤں نقشہ جہرہ قد قامت بونہی ہی ہمارا ہی سا ہو چنا کچھ وقت مقررہ پروہے آیا جوگن علی ہی چمپا نے ایک چادر اٹھادی اور جگمگ کر دیا باقی ناظرین کو خود ہی معلوم ہو ناظرین کو یاد ہو گا کہ چمپا بار بار کہتی جاتی تھی کہ آپ ساتھ نہ چلیے۔ آپ الگ ہی رہیے۔ آپ بل نہ چاہیے۔ بڑی حسن لیاقت سے چمپا نے موم کی عورت کو اٹھوایا۔ شمسوار کو ذرا بھی نہ معلوم ہوا کہ انھوں نے کیا کارروائی کی ہے۔

جو۔ میں اپنا حال کیا بتاؤں۔ کہ میری تقدیر نے کس قدر پلٹے پھلٹے انھوں نے چلے کیا بھی کچھ کیا ہوئی۔ اب کیا ہون اور آئندہ خدا جانے کیا ہو مگر جیانی کی زندگی ہے۔

کاٹے نہیں کھتی۔

سنو جی اللہ جانا ہے ایک وہ زمانہ تھا کہ ہم فیس پر سوار ہو کر ٹھکے سے نکلتے تھے۔ بارہ بار وہ سولہ سولہ کما کر فیس اٹھاتے تھے۔ اور بارہ ایک زمانہ اب ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ لوڈیاں اور صلیبن خدمت کے لیے تھیں۔ یا اب ایسا وقت آن پڑا۔

ہاے یہ سب ہماری حماقت اور آوارگی کا نتیجہ بد ہے۔ سنہین تو یہ دن ہم کیوں دیکھتے۔ اور کین ہمارے والدین کا بھی قصور تھا کہ ایک مسن آدمی سے باہر کر دیا جس کے منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ ہماری زندگی تلخ کر دی۔ فعل بد کا نتیجہ بھی بد ہے بلے تم میں نے کیا کیا۔ اس وقت اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میری یگت ہوگی تو کیوں ایسا کرتی۔

چمپا۔ بیوی جو کچھ آپ نے کیا سو کیا۔ میں اس کا حال میں معلوم مگر یہ بہت بُرا کیا کہ اس کو بصورت روپیے ملے کہ ساتھ کچھ ٹیڑھیاں مگر اب بھی سو رہا ہے اور وہ آپ پر جان دیتا ہے۔

جو۔ چمپا تم کو ہمارے بھید سے اطلاع ہوتی تو تم ایسا نہ کہتیں۔ چمپا۔ ہاں اب بے مجھے کیا معلوم۔

جو۔ ہلے انوس میں نے کیا کیا۔ بڑی بری گھڑی تھی۔ یا خدا جوگت میری ہوئی کسی شریف زادی کی نہو۔

یہ کہہ جوگن بہت روتی چمپا نے لاکھ لاکھ گھٹایا مگر انسو نہ کر اور کیونکر کرتے خدا جانے کیا بار دیا تھا۔

کھتے تھے تھیں گے۔ انسو

لونا ہو یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

جوگن نے چمپا سے کہا تم مجھے سمجھائی کیا ہو میری قسمت میں ہی کھائی کہ میں عمر بھر دیا کروں میں اپنی حماقت اور



ہو تو فی اور غلطی پر روتی ہوں۔ یا خدا کبھی کوئی شریف زادی ایسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جیسا میری تھی۔ اُسکو جو کُن کے دودل کی خبر نہ تھی۔ یہ اصرار کیا کہ بیوی انب کی اور بات کا ذکر یہ جھڑو۔ اللہ جلنے آپ کو ہفت کیا یا دایمیری قتل ہی نہیں کام کرتی۔  
یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کسی شخص نے یہ شعر پڑھا۔

نہ داغ یاس سے گھبرا کر انکی امید  
لگاؤں کے بعد ہوا کرتے ہیں ٹھہر گیا

جو کُن نے جو یہ شعر سنا تو زرا ڈھارس ہوئی۔ ادھر آدھری کھینچ لی کہ یہ آوار گمان سے آئی۔ آخر کار ایک پیر مرد نظر آیا۔ جو کُن اور پیر مرد کی آنکھیں جابر ہوئیں تو پیر مرد نے جو کُن سے کہا اگر تمضایقہ منو تو میں تیرے قریب آنکر بیٹھوں ورنہ خیر۔  
جو۔ زہے نصیب آئیے۔

پیر مرد۔ میں بڑی دیر سے دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنا حال تباہ کرتی ہے۔ دو گھنٹے سے زار زار روتے دیکھا۔ اُس کے دو ہی سبب ہیں یا فرق خورد اشتیاق یا اخلا بد پریش کہ لعلت ملاحت کرتی ہے۔

جو۔ ہاں کچھ ایسا ہی ہے۔  
جو کُن نے کہا جب میں نے آپ کو دیکھا تب بھی ڈر گئی تھی۔  
وجہ یہ کہ آپ کے نہ دار تھی نہ موجد اور پوشاک بھی دنیا سے نرالی ہے۔ پیر مرد نے مشکوٰۃ کہا یاں ہے تو ایسا ہی۔  
مگر میری شکل اور وضع کا خیال نہ کرو میری نصیحت پر دھیان رکھو۔

یہ لکیر پیر مرد نے جو کُن سے اتھاکی کہ اگر جی چاہے اور عیب نہ سمجھو تو میرے ساتھ میرے گھر چلو۔  
جو۔ کوئی غدر نہیں۔  
پیر مرد۔ جھپٹے وقت چلو۔  
جو۔ جب علم ہو۔

جب آفتاب باب بام آیا تو پیر مرد جو کُن کو لیکر اپنے گھر کی طرٹ چلے جیسا ساتھ ساتھ تھی۔  
چمپا۔ کیا آپ کا مکان میان سے دور ہے۔

پیر مرد۔ نہیں پاس ہی ہے۔  
چمپا۔ پیسا ڈولی۔ لٹا ڈولی۔  
پیر مرد۔ دو قدم ہے۔  
جو۔ اس قدر تباہ کیجئے کہ وہاں کون کون ہوگا۔  
پیر مرد۔ میں اور ایک خادمہ۔  
جو۔ بس تو بھر کیا ہر ج ہے۔

تھوڑی دیر میں پیر مرد نے کہا لو یہ مکان ہے جو کُن اور چمپا کو لیکر پیر مرد اپنے مکان میں داخل ہوئے اور کہا کہ تم دونوں میان محسن میں مودھوں پر بیٹھو میں آتا ہوں۔ ابھی آیا۔ یہ لکیر پیر مرد دلال کے اندر گئے چراغ روشن ہوا اور خادمہ نے آن کر کہا چلیے آپ کو بلائے ہیں اور چمپا سے کہا تمہیں بھی رہو۔ جو کُن جانے لگی تو چمپا نے کان میں کہا کہ ہمیں کچھ دال میں کالا کالا معلوم ہوتا ہے۔ اکیلا مکان ہے۔  
دتار ایک چراغ اب روشن ہوا کبھی کی جان نہ بچان۔  
آپ نہ جائیے تو اچھا۔

جو۔ گھبراؤ نہیں خدا مالک ہے۔  
چمپا۔ جیسی خوشی ہو۔



آزاد۔ کوئی نہ۔

چیرہ سی۔ چکر حاضر ہوں۔

آزاد۔ یہ باہر کیا غلطی رہا ہے۔

چیرہ سی۔ ایک ہستہ قمر آدمی ہو، کتا ہو، کوٹھی کے اندر

جائے دو۔

آزاد۔ آنے دو۔

چیرہ سی نے اس آدمی سے جا کر کہا۔ اچھا چلے اندر

چلے تشریف لائے تو آزاد نے ہنس کر کہا۔ اٹھا جو بی بی

آؤ بھیجی خوب آنے۔

خو۔ شکر ہو کہ تم کو صحیح وقت دست پایا۔

آزاد۔ سخت مصیبت میں مبتلا ہوئے تھے۔

آزاد نے مختصر طور پر مثال بیان کیا کہ ملتے جلتے تک

قید خانے میں رہے۔ پھر چھ دفعہ تحقیقات ہوئی جرم کچھ

ثابت نہ ہوا مگر اتفاق وقت اور شامت اعمال قید سے

رہائی نہ ہوئی۔ آخر کار وزیر جنگ کی خدمت میں عرضی

بجھی۔ خدا خدا کہ اب رہائی پائی۔

خوجی نے استقلال یہ ساری داستان سنی اور کہا

سچ کہنا اس وقت ہوش ٹھکانے ہیں یا نہیں۔ آزاد نے

قلم کھائی تو خوجی کا چہرہ مارے نصے کے شرخ ہو گیا۔ پوچھا

صاف صاف بتاؤ کس جرم میں ماخوذ ہوئے تھے۔ بتاؤ

ٹھیک ٹھیک نکل حال موبہو کتا۔ آزاد نے کہا

ایک عورت کے بچہ میں۔

خوجی بہت ہی مغلوط ہوئے اور کھپ گئی اس نوجوان

جملہ کو ضرور عقد نکاح میں لائیں گے تھوڑی دیر غور

کر کے میان آزاد سے پوچھا جان یہ بتاؤ کہ قید کیوں ہوئے

یہ کوئی جرم نہیں کہ اپنے شادی کرنا قبول کیا۔ آزاد نے

ساری داستان بیان کی تو خوجی نیلے پیلے ہوئے۔

خو۔ سنا بیان۔ ہم تمہارا بدلائین گے کل امور اور امور کی

تہہ سمجھ گئے ہیں۔ یہ اس ہوش کا کام نہیں کسی نے دغلاں یا

ہو۔ مطلب یہ کہ کسی کی سکھائی طرحانی تھی۔ مگر اس مردود سے

انشاء اللہ ہم کھڑے کھڑے بدلانے۔ اٹھو اتنے دن

قید خانے میں بھی رہے۔ افسوس صد افسوس بٹار بج ہوا

اس وقت واللہ کمال افسوس ہوا۔

آزاد۔ چلے اب افسوس نہ کیجیے مضی مضی۔

خوجی نے کہا کہ ہم خوب بن چین کے جیتے ہیں شام کو

ہمیں ان کے پاس لیجلیہ دیکھتے ہی عاشق منو جانے تو سہی

مگر استاد شرط یہ ہو کہ قرونی ہمارے پاس ضرور ہو ورنہ

بے قرونی کے ہمسے کچھ نہ ہو سکے گا۔ آزاد نے کہا کیا لڑیے گا

یوے نہیں صاحب لڑنا کیا۔ بے قرونی کے جو بن نہیں رہے

تو ادھی پن کے جانا چاہتے ہیں نہ۔ اب یہ باتیں کیا جانیں

تھوڑی سی شخ کا منہ جڑہ کسے لیا بوسہ

کبھی نہ اسے ہم دُوب کے باکین میں رہے

آزاد خوب کیا جیتہ شرف پایا اور حسب حال۔

خو۔ اور زمین کیا میان تو بس یہ جانتے ہیں کہ۔

آئی کیس کو کھک خیا شوق! اگدلی کی تڑپ نامہ بر ہو گئی

آزاد۔ یہ شہزاد بھی حسب حال ہو۔

اتفاق سے میلا بھی انا ابرق کشتی ہوئی تشریف لائیں۔

آزاد۔ لوہہ خود آگین۔

خو۔ ارے غضب ہو گیا۔

آزاد۔ یہ کیوں۔

<p>خود اجماع بنے ٹھٹھے ہوتے تو کبھی نہ۔          حضرت نے حشمت میں انکرم و ٹٹل کی ایک مینہ کا کپڑا          اوڑھ لیا اور تو لیا میں من باندھا اور ایک چھری (خورک) ہاتھ          میں لیکر اکثر فون بن کے ٹھٹھے ہوئے۔          آزاد نے استادہ جو کہ میڈا سے مصافحہ کیا میڈا کا جو بن          دیکھ کر خوشی ہنر جان سے عاشق ہو گئے۔ اور ٹٹے خور          سے گھوڑا کیے آزاد سے کہنے لگے قسم خدا کی وہ جھگڑا ہو          کہ دیدہ شنیدہ۔</p>	<p>آزاد نے سمجھا نا شروع کیا۔ چونکہ کبھی نہ۔ انکو سمجھاتے تھے          اور وہ جو کہ کہتے تھے ان کو سمجھاتے تھے۔          خو۔ آپ کی ملاقات سے بہت خوش ہوا۔          میڈا (مسکرا کر) آپ کی دعوت ہو۔          خو۔ (توند پر ہاتھ کھٹکا منظور۔          میڈا۔ آپ شراب پیتے ہیں۔          خو۔ ہاں۔ نہیں۔ مگر۔ اچھا۔ نہیں نہیں۔          آزاد مرد آدمی ایک بات کہ تو میں سمجھاؤں یہ نہیں اور ہاں          اور مگر اور اچھا کیا معنی۔          خو۔ کہو انم بتا ہوں۔          میڈا۔ یہ آپ کا کلاب سا چہرہ کھلا جائیگا۔ انیم نہ پناہ ہے          شراب پیو گے۔          میڈا نے خوشی کا ہاتھ چوم لیا۔ اللہ اللہ انکی پاؤں چھتا ہے اتنے          دماغ خوش برین پر ہو۔ مزاج ہی نہیں مٹا رکھتے جاتے ہیں          اگر تھے اور آزادی طرف گھور کر دیکھا۔ اور کہا کیون استادہ۔          بچ کہنا ہم کیسے جوان رعنا ہیں اور تسہرا بھی بنے ٹھٹھے          نہیں۔ ورنہ سیکڑوں بار ہاتھ چوم لیتی۔ رواہ          رے ہم۔          آزاد۔ چین لکھتا ہو۔          خو۔ چلو۔ چلو۔ نظر نہ لگاؤ واہ۔          میڈا۔ آپ کا نام کیا ہو۔ نام بتائیے۔          آزاد۔ (اردو میں) انکا نام خوشی۔          خو۔ (رنگ برنگ) کس مرد کا نام خوشی ہو حضور مجھے لوگ          جناب خواجہ بدیع صاحب کہتے ہیں۔          میڈا۔ انا ہو جو کیا پیا نام ہو۔</p>
<p>بصورت توتے کتر آفریخدا   اتر کشیدہ دست از قلم کشید خدا          چو کہ روضت تو بر صفحہ وجود تم   صد آفرین ز زبان قلم شنید خدا          میڈا نے جو اپنے نظر ڈالی تو عجیب الحلقہ آدمی دیکھ کر          مسکرا دی۔          خوشی انہیں مخطوط ہوئے۔          خو۔ کیوں میان آزاد چمکنا۔ اینجاب کے دیکھتے ہی          جھلک گئیں نہ واہ رے ہم۔ جو عورت دیکھتی ہو گھٹنوں گھورا          کرتی ہو جو انکی رنگ اور حسن گلو سونجھی کیا چیز ہو۔          من گلویم کہ باریکشت مرا   اول بے اختیار کشت مرا          میڈا نے آزاد سے پوچھا کیوں شخص ہو۔ آزاد نے          کہا یہ ایک باگل ہو۔ اسکو ضبط ہو کہ جو عورت مجھے دیکھتی ہو          ریجھ جاتی ہو۔ تم ذرا اسکو بناؤ اسوقت میڈا شروع تو مٹی          ہی اتنی شہ پاتے ہی خوشی کو خوب بنایا اشارے سے          اپنے قریب بلایا حضرت رشید علی ہو گئے مسکراتے ہوئے          گئے اور قریب جا کر کسی پر جا بیٹھے۔          میڈا۔ (ہاتھ میں ہاتھ دیکر) آپ کا نام کیا ہو۔          خو۔ (آزاد سے) سمجھاتے جاؤ گی۔</p>	<p>آزاد نے سمجھا نا شروع کیا۔ چونکہ کبھی نہ۔ انکو سمجھاتے تھے          اور وہ جو کہ کہتے تھے ان کو سمجھاتے تھے۔          خو۔ آپ کی ملاقات سے بہت خوش ہوا۔          میڈا (مسکرا کر) آپ کی دعوت ہو۔          خو۔ (توند پر ہاتھ کھٹکا منظور۔          میڈا۔ آپ شراب پیتے ہیں۔          خو۔ ہاں۔ نہیں۔ مگر۔ اچھا۔ نہیں نہیں۔          آزاد مرد آدمی ایک بات کہ تو میں سمجھاؤں یہ نہیں اور ہاں          اور مگر اور اچھا کیا معنی۔          خو۔ کہو انم بتا ہوں۔          میڈا۔ یہ آپ کا کلاب سا چہرہ کھلا جائیگا۔ انیم نہ پناہ ہے          شراب پیو گے۔          میڈا نے خوشی کا ہاتھ چوم لیا۔ اللہ اللہ انکی پاؤں چھتا ہے اتنے          دماغ خوش برین پر ہو۔ مزاج ہی نہیں مٹا رکھتے جاتے ہیں          اگر تھے اور آزادی طرف گھور کر دیکھا۔ اور کہا کیون استادہ۔          بچ کہنا ہم کیسے جوان رعنا ہیں اور تسہرا بھی بنے ٹھٹھے          نہیں۔ ورنہ سیکڑوں بار ہاتھ چوم لیتی۔ رواہ          رے ہم۔          آزاد۔ چین لکھتا ہو۔          خو۔ چلو۔ چلو۔ نظر نہ لگاؤ واہ۔          میڈا۔ آپ کا نام کیا ہو۔ نام بتائیے۔          آزاد۔ (اردو میں) انکا نام خوشی۔          خو۔ (رنگ برنگ) کس مرد کا نام خوشی ہو حضور مجھے لوگ          جناب خواجہ بدیع صاحب کہتے ہیں۔          میڈا۔ انا ہو جو کیا پیا نام ہو۔</p>

خو۔ (زین روز ہو کر سلام کیا) کہوں کتنی تعریف کی ہر نام کی نہ کہو گے۔ اور جو خوبی کتنے تو لغز و ن سے گر جاتے۔

معیڈا۔ آپ کچھ تھوڑا تھوڑا گانا بھی جانتے ہیں۔

آزاد۔ انکار نہ کرنا۔ کوہاں جانتا ہوں ضرور۔

خو۔ ہاں اور ناچنا بھی جانتا ہوں۔

معیڈا۔ اُہ ہو ہو ہو۔ تو بھر ناچو۔

خوبی نے ناچنا شروع کیا۔ معیڈا اور آزادی کی کیفیت کہ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے۔

معیڈا۔ اُن۔ بس۔ اُن ختم کرو۔

معیڈا تھوڑی دیر میں پٹیل سے کہیں۔ تو میان خوبی کے

دماغ غش بریں پر تھے۔ زمین پر قدم ہی نہیں رکھتے

تھے۔ میان آزاد نے کہا خواہ صاحب ذرا ادھر

تشریف لائے فرمایا ہشت۔ پھر آزاد نے کہا قبلہ ذرا اس

طرح مخاطب ہو جیے۔ آپ نے کہا دھشت۔

آزاد۔ اب ایک کام کیجیے کہ خوب بن ٹھن کے جائیے

خوب نکھر کر زمین وہ بھی کھائیں کہ ہاں الپا جوان دیکھا۔

خو۔ ہونہ۔ شان خدا آپ اور نکھر کھائیں۔

آزاد۔ سننا نہیں پر شرابیا موز۔

خو۔ فسوس کہ تم نے ہمیں کبھی بچانا ہی نہیں کمال افسوس

کا مقام ہو۔

آزاد۔ اچی تھپے آپ کی ذلت تک پہنچا لی۔

خو۔ کوسو کوسو۔ گالیان دو۔ جسکا خدا برا کرے۔

آزاد۔ آفہ۔ میں تم کو ایسا نہیں جانتا تھا۔

خوبی اپنے دل میں منایت ہی خوش تھے۔ جاے میں

پھوئے نہیں سہاتے تھے اور میان آزاد دل ہی دل میں سرچتے تھے کہ اچھا اٹو بھنسا۔ یہ معلوم ہی نہیں کہ میڈا سے بنا رہی ہو۔

کھڑی دیر میں میڈا کا خط آیا۔ آدمی نے اُن کو خوبی

کو دیا اور کہا آپ کے نام ہو۔ آزاد بولے جناب خواجہ صاحب

ہم کو تو زرخشا دکھائے۔

خو۔ بس بس چلیے الگ بیٹھے۔

آزاد۔ لاؤ ہم بڑے بدین تم سے بھلا کیا پڑھا جائیگا۔

خو۔ (حاصل خط سے) تم باہر پڑھو۔

حاصل خط۔ بہت اچھا۔

خو۔ (آزاد سے) عجب آدمی ہیں آپ۔ میں نے تو ایسا

آدمی ہی نہیں دیکھا صرف دیکھتے ہیں کہ میڈا کا نوکر جو خط

لایا ہو وہ کھڑے رہا ہو اور کہنے لگے تم سے بھلا کیا پڑھا جائیگا

بڑے عالم کے وہ بن کے آئے ہیں وہاں سے۔

لاحول ولا قوۃ۔

آزاد۔ اچھا اب تو دکھاؤ۔

خوبی نے خط کو تین بار چوما اور میان آزاد کو دے دیا۔

آزاد نے پڑھا تو لون لکھا تھا۔ میرے پیارے جوان بھاری

ایک ایک اداسے میرے دل میں جگہ کر لی ہو بھاری مسرت

اور بھاری سارسی کی سی گردن اور بیل کے سے گول گول

دیرے اور بندر کی سی حرکتیں جب یاد آتی ہیں تو میں اچھل

اچھل پڑتی ہوں سب یہ بتاؤ کہ آج کس وقت آؤ گے۔ ایسا منہ

کہ نہ آؤ۔ غیظ اپنے دوست آزاد کو نہ دکھانا مگر حصین اسی کی

قسم جسکو سب زیادہ چاہتے ہو کہ اس خط کو گن کر سو بار

چوم لینا۔ اور دھڑے پر آنا ضرور آنا۔

میان آزاد نے یہ خط پڑھ کر خواجہ بدیع صاحب کو سنایا تو انہیں مسرور ہوئے۔

خو۔ افسوس ہو کہ تم کو کُل حالات معلوم ہو گئے۔ مگر افسس بری چہرہ سے نہ نکدینا۔

آزاد۔ حضور مکون اور بالضرر مکون۔

خو۔ رہا تھل کر اسے غضب بڑی بڑی ہوئی۔

آزاد۔ یہ میں تو جا کر شکایت کروں گا کہ تیسے کیوں مخفی رکھا۔

واو کیا دل لگی ہے۔

خو۔ (سرپیٹ کر) لاجول لاجول لعنت بکار شیطان۔

آزاد بین بھی ایک ٹیٹھی بھینچا ہوں۔ آپ گھبراہٹے نہیں۔

خو۔ ارے ارے افسس اور تجیسے کہتے ہو کہ آپ گھبراہٹے نہیں۔

آزاد۔ بھائی سنو۔ یہ کہو تو حسد ہوتا ہے۔

خو۔ پھر پاسہ جو ہو۔ بے جا تیسے کہہ دیجیے۔ وہ ہم پر عاشق ہم اس کے عاشق زار ہم ایسے ہزار گلیٹی باتیں کریں۔ ہو گا کیا، تو یہ اب کی حقیقت ہی کیا ہے۔ لاجول ولا قوت۔

آزاد اپنے دل میں خوب ہی ہنسنے لگا۔ خواجہ بدیع صاحب کو شک کی جگہ یقین بلکہ یہی ایمان و دین تھا کہ میٹڈ کی ہمہ جان جاتی ہے۔ آزاد اور بھی پُر چلک دیتے جاتے تھے۔

آزاد۔ یا راب تجھارے ساتھ نہ رہیں گے۔

خو۔ وجہ۔

آزاد۔ بس سمجھ گئے ہم اب ساتھ نہ ہوگا۔

خو۔ آخر وجہ بتائیے۔

آزاد۔ غضب خدا کا میٹڈ اسی ماہر داوہارے سامنے

تھا۔ عاشق ظاہر کرے۔

خو۔ کھلکھلا کر اس پرے اے اے اے اے۔ اب سمجھے۔ ہم

جو ان ہی ایسے ہیں اس کو کوئی کیا کرے لیکن تم اگر خلاف ہو گئے تو والدین میٹڈ اسے بات تک نہ کروں۔ مجھ کو جان

تلک سے زیادہ تم عزیز ہو۔ قسم خدا کی اب درمیان تمھارا سوا اور کوئی میرا مربی اور سرپرست نہیں ہے۔ باپ دادا

مربی آقا جو کچھ ہو تم ہو۔ بس نقطہ تم اور کوئی نہیں۔

اور ہم تو اب بوڑھے ہوئے۔ یہ بھی افسس پر پھر

کی غنایت ہو کہ جبر اور یہ کرم۔ مگر ہاں اس میں شک نہیں کہ ہم کچھ کھٹے کے گھجور جو ان ہیں۔

آزاد۔ یہ تو میں خود جانتا ہوں۔

خو۔ ہاں بس اس میں جو شک کرے وہ کافر۔

آزاد۔ ہر کہ شک آرد۔

خو۔ سگ ست۔

آزاد۔ مگر ایسا رکھی کہ ہاتھ تک چوم لیا۔ واہ وا۔

خو (اکڑا کر) اجی اسکندر میں تم نہ تھے۔ وہاں بھی ایک گراں ڈیل اور خوب عورت ہم پر عاشق ہو گئی تھی۔ مگر خرابی

کیا تھی۔ نہ ہم مسکی باعد جمعین وہ ہمارے سمجھ کے اشاروں سے اللہ خوب باتیں ہوئیں۔

خو جی نے میان آزاد سے پوچھا کیوں میان بھلا فارسی میں خط لکھیں تو کیا۔ آزاد نے کہا فارسی میان کوئی کیا

جانے بھلا۔ آردو میں لکھو تو سب سمجھ جائیں۔ خو جی نے

میٹڈ کے نام خط کا جواب اس طرح بھیجا۔

عزیز از جان۔ سعادت نشان اور بڑی روشن نقاشی کو بعد

سلام و نیاز کے گلدستوں کے یہ واضح ہو جائے کہ تجھارا

نیاز نامہ مؤرخہ تاریخ الحج کا واسطے اسکے کہ میں آؤں گا نہیں

بیان کرو دین میں نے پایا۔ غرورہ پیغام لایا۔

د تین ہولین گنم سے دل دوچار ہو کر تیرا ہوا۔ آرزو دار اور مٹا مند ہون کہ ازراہ کرم ہر مانی کر کے اجازت دیکھائے کہ آج ہی ساپت لیکر آؤں۔ ڈھول اور نقارہ اور گڑ گڑا جھنجھٹا جھٹکی صدا بلند ہو۔ پھر کیا پوچھنا ہو۔ ٹری دل ملی ہو واللہ اگر اجازت دو تو دو دھانکے آؤں اور تم کو بیاہ جائوں مگر شرط یہ کہ بعد چرج کر کے اس قدر رقم کے میں مطلب کو اپنے پیو پیوں۔ آگے جو را سے ہو۔ بندہ را سے کا ہون بندہ صلاح کا ہون اور باقی کچھ نہیں۔ ۷

لیا جاو ایک دلی اسے تودو دیے بوس  
ہزار شکر یہ سودا محبت گران نہ رہا

خواجہ صاحب نے خفا لکھ کر بس میٹل اسکے آدمی کو دیا اور اگر اکرا آزاد سے کہا کیوں قبلہ کیسے۔ اب بوسے۔ ہونچہ سمجھے تھے کہ بس ایک ہم بیٹے خود و جوان ہیں۔ اجی فضلنا بعض کم علی بعض۔ اسنے بھی دکھا کہ سترخ و سفید اور رنگین مزاج اور شگفتہ جبین آدمی جو شہر سے بائین برستا جواب اسکو چھوڑے اور کس کے ساتھ شادی کر دن چلیے طرے خط لکھ بھیجا۔ آزاد نے کہا۔ اسین کیا فرق ہو۔

آپ ایک جوان رعنا اور زیبا اندام ہیں۔ بھلا آپ پر نہ کیوں کر کھیتی۔ اور آپ پر نہ کھیتی تو کھیر کس سر کھیتی مگر خطا تو گھٹا ابو میان خلیفہ کو ملاؤ۔ خوجی نے فوراً حکم دیا کہ جاؤ ایک آدمی جہاد کو ملاؤ۔ حمام آیا خط بنیلاگا۔ خوجی۔ رگال پر باغہ رکھ کر گھوٹو۔ گھوٹو۔ ابھی گھوٹے جاؤ۔ ابھی کھونٹی باقی ہو۔ خوب گھوٹو۔

حمام نے پھر اسٹرہ پھرا۔ خوجی نے پھر ٹپل کر کہا۔ اور گھوٹو۔ ابھی کھونٹی باقی ہو۔ خلیفہ نے پھر اسٹرہ پھیرا

ترے گھر کے شام جان میں طبع کی بوجھ میں گئی ہو  
بری تو مہمان سے دین یہ گرجھو بھی نہیں گئی ہو

خط میں نے فوراً پڑھا۔ فائدہ بخشا۔ اچھا لکھا ہو۔  
بقول صفدر۔ ۷

ستم ستم ہیں نجان کیسے کیسے  
وہ لیتے ہیں روز امتحان کیسے کیسے

میں وقت مقررہ کے پہلے ہی آؤ لگا۔ غیر جان بیا ہون  
ہر وضع کچھ کو نام لیتا ہوں برسوں کا عاشق ہوں۔

خو۔ کیوں بھی گلدستہ کی فارسی کیا ہو۔  
آزاد۔ بھلےتی۔

خو۔ یہ تو اگر سے کے ایک محلے کا نام ہو۔

آزاد۔ اجی بھل۔ دستا۔ ہتی۔  
خو۔ ہم بھلتا لکھیں گے۔ دتی تھوڑا ہی ہر چھ  
آزاد۔ بان بان ہم ہی بھولے تھے۔

خو۔ ہو ہو ہو۔ خوب یاد آیا۔ خدا گواہ ہر کانسل کے نام وہ  
خط لکھا کہ باید و شاید یہ اور سخی یہ بھی پھر کتی ہوئی۔ ۷

ای قیاس بادشاہی راست بر بالائے تو  
مصر عنانی حنفیانویت والاے تو

آزاد۔ این اوج حج لکھ ہی دیا۔

خو۔ دن سے ایک عرضی داغ ہی تودی۔

میان خوجی دو سطرین لکھتے تھے اور دن اسٹنک  
سٹلے تھے دو سطرین لکھیں اور انکھل کر نے لگے آدمی نے  
دیکھا کہ حضرت کے مزاج کا بھلیاڑی نہیں پڑھ کر کہا صاحب  
جواب دیجیے گا یا جاؤں۔ خوجی نے کہا ہوں ہوں جانا  
کیسا بیٹے پھر بون لکھنا شروع کیا۔

خواجہ صاحب نے جھلا کر کہا تم کچھ بھی نہیں جانتے کھوٹی  
کیون رکھی جلو گھوٹو۔

آزاد۔ گھوٹو نہ بھگی۔

جھام۔ تو حضور کب تک گھوٹا روں۔

خو۔ دونی فردوری دینگے ہم۔

جھام۔ مانا۔ مگر کوئی مدد بھی کر۔

خو۔ تم کو اس سے کیا مطلب۔

جھام۔ بیروند خون نہ کھنے گئے گا۔

آزاد۔ اور اچھا کر۔ لوگ کہتے گزشتہ کے چہرے سے

خون برسا کر۔

خو۔ ہاں واللہ خوب سوچے۔ گھوٹو۔

جھام۔ کسبت منہی لاکر اب کسی اور نامی سے گھٹوا یے

آزاد۔ اچھا۔ اچھا پے نو تر تے جاؤ۔

خو۔ پر قبیح کر دو۔

جھام نے جھلا کر آدے بال کتر ڈالے ایک طرف کی

اویسی مچھوڑا دی ڈالڑھی کے سفید سفید بال بدستور رہتے

بے لطف جارہا روکا صفایا کر دیا۔ خوچی ایک تو یوں ہی

بڑے حسین تھے۔ جھام نے کتر کتر کر کے اور کچی ٹھیک بنایا۔

آزاد۔ خواجہ صاحب کے اور توکل عضو بدن سا پٹنے کے

وہٹلے ہیں مگر ناک دریا ہیڈول ہر ہر کہ نہیں۔

خو۔ چلیے بس رہنے دیجیے۔

جھام۔ ہاں ہو تو بیکول کیسے کتر لون۔ یہی ناک بھی۔

خوچی نے جو آئینہ میں اپنی صورت دیکھی تو بوجھ نہیں

لٹھوڑے بنے ہوئے ہیں جھلا کر کہا اوسیدھی یہ کیا کیا۔ میان

طلیف ہوا ہو گئے کہ میں خواجہ صاحب زانچین۔ جھلے آدمی

توہن ہی۔

آزاد۔ کیوں۔ کیوں نہ خفا کیوں بھگی۔

خو۔ دیکھتے ہیں آپ کیا قطع بنائی ہو۔ نہ توئی قردی۔ ولہند

آئینوں کا ڈھیر ہوتا سانسے اور آپ نے بھی نہ روکا۔

آزاد۔ آپ کو تو ہر خط۔ بند چلی میں۔

خو۔ کیوں خط کیسا۔ بچے اول جلول کتر سے اور آپ نے

ٹاک ٹاک دیدم دم کٹ سیدم چل کیا۔ واکچان اللہ

یہ توہی مثل ہوئی کر۔

آزاد نے کہا میں سچ کہتا ہوں آپ اس وقت ہمتا کے

سین معلوم ہوتے ہیں۔ اور ہم کی دوا تو لقمان کے

پاس بھی نہ تھی۔

خو۔ کیوں صاحب سہرے کی تو فکر کیجیے۔

آزاد۔ ہاں۔ ہاں لہجہ اٹے کیوں ہو۔

خو۔ ہلو یاد آتا ہے کہ نوشہ کے سامنے چھوٹے چھوٹے

رٹ کے غولین پڑھتے ہیں۔ دوا ایک ٹونڈے کرایہ پر

منگو لیجھو تو انکو غولین رٹا دیں۔

آزاد۔ بہت خوب یہ تو عمدہ تجویز ہے۔ اللہ۔

دو ٹونڈے بار بار ہر برس کے کرایہ پر منگوانے گئے

اور میان خوچی انکو غولین برز بان یا کرانے لگے۔

ایک غول تو میان آزاد نے بے بتائی۔ ۵

لاحول دلاقوہ یہ کون بشر ہو

سب صورت نگو فقط دم کی کسر ہو

خو۔ چلیے بس اب دل لگی رہنے دیجیے۔ ہوٹھ

اچھے۔

آزاد۔ اچھا اور غل کھوا لے دیتے ہیں۔ ۵



<p>فغان پر آہ ہوتا ہے بے قراری ہو فراق یا بین حالت عجب ہماری ہو</p>	<p>دوسرا بہت اکڑ کر۔ ۵ پریر و ماوادیوستان</p>
<p>خو۔ واہ۔ شادی نوں شو سے کیا واسطہ۔</p>	<p>خو۔ واہ من پیش ام۔ برادر فلان من بسیارش ست۔</p>
<p>آزاد۔ اچھا صاحب یہ غول یاد کر ادیکھئے۔ ۵</p>	<p>آزاد۔ یاریہ بڑی ٹیڑھی کچھ ہو۔</p>
<p>کما تھا بلبل سے حال من نے تو سے تم کا بہت چھپا کر</p>	<p>خو۔ کچھ پوچھو نہ بھئی۔ لا حول ولا قوۃ۔ رٹا رٹا رٹا</p>
<p>ایکس نے انکو خبر سنائی کہ ہنس بڑے پھول کھلکھلا کر</p>	<p>ناک من دم اٹھیا۔ مگر گتے کی دم بارہ برس زمین میں</p>
<p>مے جنازہ سے کو آئے کوچے من ناحق جناب لیکے آئے</p>	<p>گاڑی ٹیڑھی ہی نکلی۔</p>
<p>انگاہ سرت سے نکھتے ہیں وہ رخ سے پردہ اٹھلا کر</p>	<p>آزاد۔ تو بہ۔ تو بہ۔</p>
<p>خو۔ واہ جنازہ کو شادی سے کیا تعلق ہو کھلا۔</p>	<p>خو۔ ہاں خوب یاد آیا آپ ذرا باجے والوں کی ٹونکر کھجئے۔</p>
<p>آزاد۔ او برادر الا شریف بند ہو۔ مطلع۔</p>	<p>باتھی گھوڑا ہوا ارفنس بالی جھنڈی بردار۔ جو بدار تو بہت</p>
<p>خو۔ ہاں ہنسا اور کھلکھلا اسے لفظ ہوں تو کیا پوچھنا۔</p>	<p>واسے۔ شہنائی واسے کے بغیر شادی کیسی مگر ہمارے</p>
<p>آزاد۔ اچھا شنیو اور سنئے۔</p>	<p>سیلے جو گھوڑا منگو ایسے گا زرا شاہستہ ہو۔ گورسا لداری</p>
<p>پریر و آدمی کا دل نمو گس طرح دیوانہ</p>	<p>اور نمیدانی کی حالت میں بیرون گھوڑے پر بیوا رہوئے</p>
<p>اتری مہکی ہن بامین اور تری چالین ہن مستانہ</p>	<p>ہن مگر اب رلیہ ہمین ہو۔</p>
<p>سر ہر موفقی چھ اس میں نہیں تشبیہ کامل ہو</p>	<p>آزاد۔ دیکھئے صبت نکرتی ہو جاتی ہو۔ کھلا گھوڑا نہ ملے</p>
<p>کسی زلف پریشان کا دل حد چاک ہوستانہ</p>	<p>چجر ہو تو کیسا۔</p>
<p>بدلتا ہر اول رنگ کیا کیا عشق بازی میں</p>	<p>خو۔ او آپ نے مجھے بھی کوئی گھا مقرر کیا ہو۔</p>
<p>کبھی بلبل پر گلشن میں کبھی محفل من بردانہ</p>	<p>آزاد۔ تو حضرت دریافت کولینے میں کیا ہر ہو۔</p>
<p>اور کسی قسم کے شعر مطلوب ہوں تو کوئی لالہ ڈھونڈ لے</p>	<p>میان آزاد نے ہر درجی سے کہا کہ تیغ من مخرہ ہو۔ مگر</p>
<p>مگر میان کسان۔</p>	<p>بکھتا ہو کہ مجھ سے بڑھ کر حسین اور درجہ کوئی دنیا میں نہیں۔</p>
<p>خوبی نے یہ غول کھلی اور دونوں لونڈوں کو رٹانے</p>	<p>پیدا ہوا ایس ٹیڈا کے میلہ پتے کا شوق چڑا یا ہر من نے</p>
<p>لگے۔ دو گھنٹے کے بعد پوچھا کہ کیا دیکھا۔ پہلا</p>	<p>ٹیڈا سے کہ کیا تھا کہ انکو داناؤ۔ وہ تو آپ جانتے ہی ایک</p>
<p>شعر تو پڑھو۔ ایک نے یوں پڑھا۔ ۵</p>	<p>ہی شوق طبع ہو انکا ہاتھ چوم لیا۔ بس کچھ کیا تھا تب سے</p>
<p>پریر و ہوں ہر طرح ارادہ</p>	<p>ایتنے پھرتے ہیں اب سنیے کو ٹیڈا نے گھر سے کچے نام ایک</p>
<p>خو۔ (کھلا کر) لا حول۔ لا حول۔ دوسرے سے تم پڑھو۔</p>	<p>خط کھینچا کہ میرے ساتھ شادی منظور ہو تو آج شام کو آؤ۔</p>

نانی کو بلا کر خط بنوایا۔ وہ قطع چل کر دیکھ لیجیے۔ اب کہتے ہیں جس طرح ہندوستان میں برات لکھتی رہی اسی طرح یہاں بھی لکھی اور گھوڑے اور باجے لیکر میڈا کو بیاہنے جائیں گے۔

ہر فر۔ آپ کہہ دیجیے کہ یہاں بالکل شرع کے مطابق شادی ہوتی ہے۔ آزاد۔ پہلے آپ بھی چلیے۔

ہر فر۔ اچھا۔ مگر گھر سے ہنسی نہ ضبط ہو سکے گی۔

میان آزاد۔ جانے کار کہ ہر مہرچی صاحب کہتے ہیں یہاں شرع کے مطابق شادی ہوتی ہے۔ باجے لیکے نہیں جاتے ہر مہرچی نے کما مبارک فیڈ اسی عورت و اتھی آپ ہی کے قابل ہے۔ جیسی وہ خوشتر ہے۔ ویسے ہی خوش قطع آپ بھی ہیں۔ مگر باجے لیکر جائیے گا۔ تو لوگ یہاں ہنسنے لگے۔ ہاں ایک بات ہر مہرچی کہ پھول کے برتن دستس پانچ آدمیوں کو دے دیجیے ہاں کی کھانچ سے دو کھاتے جائیں۔ آواز کی آواز باجے کا باجا۔

خوجی نے اس کے کو بہت پسند کیا۔

خو۔ میان آزاد کی رائے لیجیے۔

آزاد۔ بجا ہے۔

خو۔ بندوبست کیجیے پھر اب وقت چھوڑا ہے۔ اور سواری کی کیا فکر کیجیے گا۔

ہر فر۔ ہمارے نزدیک تو تبدیل جائیے۔ یا جس طرح یہاں امر جاتے ہیں اسی طرح جائیے۔ مگر آپ شاید پسند نہ کریں۔ آدمی کی گود میں۔

خو۔ منظور۔ مگر ہم کو ہٹا سکے گا کوئی۔

آزاد۔ یہی تو میری طرہی تھی کھیر ہے۔

ہر فر۔ ہم اسکا بندوبست کر دیں گے۔ آپ گھر پر ہی نہیں۔

خو۔ اچی تو کچھ اب کب بندوبست کیجیے گا۔ ایسا نہ تو وقت ہے پھر جگت ہنسائی ہو مفت میں۔

ہر فر۔ کوئی جنازہ اٹھانے والا ان میں سے دو ایک مٹے کئے آدمیوں کو لے آؤ مگر خوب مضبوط ہوں۔

بڑی دیر تک یہی گفتگو رہی رو گھڑی دن رہے ہو بل سے خوجی کی برات چلی تین مزدور پھول کے برتن کو لکڑی سے بکلتے جاتے ہیں۔ دو لونڈے آگے پیچھے ساتھ خوجی ایک مزدور کی گود میں گہرے کپڑے پہنتے ہوئے سر پر سیاہ پٹری اور سرسراٹکا ہوا۔ راہ میں جس طرف کل جاتے ہیں لوگ انگلیاں اٹھاتے ہیں

تھپہ پر قہر طرہتا ہے۔ خوجی اکڑے بیٹھے ہیں اور دل ہی دل میں سوچتے ہیں کہ لوگ ہمیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں

ایسا وحیہ جوان کبھی کسی نے کامیاب نہ کیا تھا۔ لونڈوں سے پوچھا۔ کہو غل یاد ہے۔ ہاں گمو پر پرو آدمی۔ بولو۔ اب

دو لونڈین تو کیا لونڈیں۔ لوہیں تو جب کچھ ہمیں۔ میان خوجی نے انکو خوب لاکھا لکھا کہ گئے کان پر چون بھی نہیں رہی۔

خو۔ اہا ہا۔ ارے ارے۔ لا حول و لا قوہ۔ روک رو

روک رو۔ برات روک رو۔ پشٹانے والے کہاں ہیں ہائیں! کوئی ہوتا ہی نہیں۔ پردہ میں بھی انسان پر کیا مصیبت پڑتی ہے۔ افسوس افسوس اب میں دوٹھا

بنکر رہوں یا انتظام کروں یا جلوس کا بندوبست کروں۔ گردن تو کیا گردن۔ یہ دونوں گیدی نر سے جا بھگو نکلے۔

تو یہی بھلی۔

پھر یاد آیا کہ نشان کا ہاتھی تو یہی نہیں۔ بتے ہیں۔

بھی بہن نہیں۔ اتظام بھی بہن کریں۔ لا حول ولا قوۃ۔

اتنے میں اس میڈل بھی آگئیں۔ آزاد نے کہا وہ تو خود  
یہاں ہی آئیں میڈل منے بہتے ہوئے کہا ہم نے انکو بازار  
میں دیکھا تھا ایک مزدور کی گود میں بہت اکرے ہوئے بیٹھے  
تھے اور خدا جانے کون چیز دو ایک آدمی بکاتے جاتے تھے  
خوجی نے جھک کر میڈل کو سلام کیا اور سر کے میڈل سے سلام کا جواب دیا  
اھ کمنا واہ آپ خوب تھے۔ آزاد نے خوجی کو میڈل کا مطلب سمجھا دیا

خو۔ کمال خفیف ہو! انتہائی خفت ہر اس وقت۔  
وجہ یہ ہوئی کہ جب برات آدمی دور نکل گئی تو یاد آیا کہ ہاتھی  
نہیں، ہر بچہ دس قدم بر جا رہا آئی۔ یاد آیا کہ انیم  
نہیں کھائی ہر او رتھوڑی دور چلا تھا کہ قرونی یاد آئی  
لہذا اٹھاے راہ سے واپس آیا۔ اب آپ فرمائیے  
کیا اسے ہر آپ کی۔

میڈل۔ اب اس وقت تو جانے دیکھیے کل سمجھا جا رہا تھا۔  
میڈل منے کہا چلے اس کمرے میں بہن کچہ کسنا ہر خوجی  
کی باجھیں کھل گئیں۔ یہاں آزاد دیکھت بڑے  
غور سے دیکھا اور میڈل کے ساتھ کمرے میں گئے میڈل نے  
کمرے میں داخل ہوتے ہی تڑ سے ایک بیت دی اور کھڑکی  
کے ساتھ کمرے کے باہر تھی۔ خوجی نے ٹوپی اٹھا لی  
اور سہچہ کر بیٹھ جب سامنا ہو۔ اچھے گھر بیٹا نہ دیا۔ ابھی سے  
کوٹھڑی سے ملنے لگئیں۔ مگر کچھ مضائقہ نہیں سمجھا جا رہا تھا۔  
باہر شریف لائے۔

آزاد۔ کہو کیا کہا۔  
خو۔ ایک بوسہ لیا اور طرارہ بھرا تو کمرے کے باہر تھی۔  
آزاد۔ بڑے خوش قسمت ہو۔

ایک جمائی آئی۔ پھر ایک جمائی آئی۔ اسے اب ہو انیم  
پینا بھول گئے۔ اسے خوشی کے یاد ہی نہ رہا۔ کہ انیم ابھی  
نہیں کھائی ہو۔ اب کیا کیا جائے۔

پھر یاد آیا کہ قرونی تو پاس ہی نہیں۔ ات غضب ہو گیا  
حکم دیا کہ نوٹا دو برات۔ چلو ہر زحی کی کوکھی میں چلیے برات  
ہر زحی کی کوکھی میں داخل ہوئی۔  
آزاد۔ یہ کیوں واپس کیوں آئے۔ بولو بھائی۔

خو۔ کیا بولیں میان۔ ۵

فیس فرما دو اس غم میں زندہ ہوتے  
بیٹے دھو دھو کے مے سنگ خد کے تونید

آزاد۔ سبحان اللہ! تو اسے حسب حال پڑھ دیتے  
ہو کہ جی خوش ہو جاتا ہر گھر پر نیل مرام واپس آنے کی  
وجہ تو بتاؤ آخر یہ ہوا کیا۔

خو۔ نشان کا باکھی تو تھا ہی نہیں۔

آزاد۔ پس سیدو سے واپس آئے۔

خو۔ قرونی تو پاس تھی ہی نہیں۔

آزاد۔ عجب آدمی ہو بھی۔ آپ جنگ کے میدان میں

جاتے ہیں یا شادی کرتے پھر قرونی سے کما داسط۔

خو۔ جہین باغ معلوم ہوں۔

آزاد۔ واہ کتنے لگے باغ کے معلوم ہوں۔

خو۔ ہاتھی منگوائیے۔

آزاد۔ بھائی یہاں ہاتھی کجا۔ یہ بھی ہندوستان پر کچھ بان

ایک بات ہو سکتی ہے کہ خیر پر ایک جھنڈی رکھو ادین۔ یا تم خود ہی

ایک جھنڈی ہاتھ میں لے لو۔

خو۔ کیا مصیبت ہو کھنی۔ لہذا بھی بہن نہیں۔ جھنڈی بردار

خو (ایک موچہ پر تادو لکرا این ہی۔ بین حسین تو لون  
ہی۔

آزاد تھے بھی بوسہ لیا۔

خو۔ لیجے کو تھا مگر وہ خوشی کے ساتھ حل دی۔

آزاد۔ اس میں شک نہیں کہ یہ عورت پری ہے۔ حور جنت  
والہ خوشی کر میں نے تو پہلے ہی شادی سے انکار کیا تھا۔  
خو۔ اگر آپ نے یہ کہہ اُب دہرایا تو فردی ہو چنک کر خود مر جاؤں گا۔  
اتفاق سے ایک بیجا بات زبان سے نکل گئی۔ ۵

چیت ہندو یا مسلمان کو زورہ ایک کو زورہ گر  
مگر یہ کو زورہ دو شمار آید ولیکن گل کیست

آزاد۔ بس اب تھا تو قصور معاف کر دیا۔ ایسا جبستہ  
شعر تھے پڑھو یا حسب حال کجی خوش ہو گیا۔ جاؤ قصور  
معاف کیا۔ سلام کرو۔

میڈا نے خوشی کے ساتھ باہر جانے میں سیر کرنا خوشی  
نے کہا چلیے میان آزاد کو بھی ساتھ لیا۔ اور تینوں سیر میں کرنے  
لگے میڈا نے کہا آپ کا نام ہم بھول گئے۔ خوشی لو سے  
کہ خواجہ بدیع صاحب میرا نام ہے۔

میڈا۔ ایمان ایک فریسی افسر ہے (روشنا)۔ وہ مجھے عرصے  
سے جانتا ہے پہلے تم اس سے لڑو۔ پھر ہمارے ساتھ  
شادی ہو۔

ایک مرتبہ میان آزاد نے عہد اوقصد لیا۔ اسے  
میان خوشی ذرا ایک بات تو سنو خوشی کے غصے کا پارہ ایک  
سو میں درج ہے پڑھا۔

خوشی بے خدا کرے اسان بھٹ پڑے۔ خوشی مردک ہو  
کون مرے خوشی۔ اسی دم خوشی گدھے سو رکھنا نہ نکلے۔ خوشی

مردود کی ایسی سیسی۔ اب خوش ہوئے عشق کے سانسے رنگ  
پھیکا کرتے ہو۔ خوشی خوشی سان باپ نے خواجہ بدیع نام رکھا  
یار لون دوستوں نے خواجہ صاحب خواجہ صاحب کہا آپ خوشی  
بنائے دیتے ہیں۔

آزاد۔ معاف کیجیے۔

خو۔ ٹھنک کیا ٹھنک گیا۔ از سر تا پا چونک دیا۔ خوشی لکڑ  
معافی کے خواہاں ہونا چلے کو اور چلانا۔

آزاد۔ اچھا پھر اب تو معاف کرو۔

خو۔ اور کرو ٹھنک کیا مخرمان کرنے کے سوا اور کیا ہے۔ رنگ  
پھیکا کر دیا۔

میڈا نے کہا کیسے پھر اس افسر سے کس ن لڑائی ہو گی خوشی  
نے کہا ہم حاضر ہیں پچاس افسروں سے جنگ کرنے پر آمادہ  
ہیں۔ ہم کہیہ انی کرے جین۔ رسالہ ار رہ چکے ہیں۔ نگلے والی  
لیٹن لے دو نام کیا کہ باید و شاید ایسی لڑی ایسا لڑی۔ کہ وہ  
ہے اور مہنے نگلے والی لیٹن کی وہ رسالہ داری کی لڑھوم ہو گئی  
لیٹن ایسی بڑھی۔ اندر سی۔ ندر سی۔ جنگی افسر جیسے وہ تھے  
ویسے ہم تھے۔ دونوں خوشی افسر جب لڑیں گے تو خوب لڑینگے

مگر شراب یہ کہ میان آزاد ہلکا ایک فردی خرید دین۔

میان آزاد اور مس میڈا اور میر فرجی نے باہم مشورہ کیا  
اور مشورہ کر کے خوشی سے کہا کہ کل صبح کو آپ تیار ہو رہے گا

خواجہ صاحب نے کہا اچھی ہم اب تیار ہیں۔ سویرے منہ  
اندھیرے میان خوشی اٹھے منہ ہاتھ دھو یا۔ جوڑی کے  
کئی ہاتھ ہلانے کو تین تین چارجی اور زمین کو کیا۔ سینگیا

سہلوان ہیں کہ باتیں کیڑے ہیں کر لیس ہو رہے تھوڑی  
دیر میں میڈا نازنا نماز کے ساتھ اٹھلائی ہوئی آئین



کہ اتنے میں مبارک اللہ سے دولائی جو کچھ پر سے بھائی کوئی آرا  
کا زرد زرد چہرہ نظر سے گذرا تو خوب زور سے سر مٹایا۔ ہر  
یہ دجی سن آ رہا ہیں ہاے گو گو دھو کا ہوا دجی سن آ رہا ہیں  
ہر شانہ ہلا کر بہن کب تک سویا کر دگی راز کا وقت  
آ گیا بہن اٹھو۔ وضو تو کر لو کیا اب نہ جاگو گی۔ ہاے  
راکان کے پاس منہ لہا کر بہن کیا اب بیچ نہ جاگو گی۔  
(سر پیٹ کر) یہ دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہوا۔  
منع۔ ابھی ابھی باتیں کرنی نہیں۔  
ماما۔ ایک ہی جھکی میں کام نام ہو گیا۔  
پیارے می مان۔ نصیبوں کی گردش۔ ہاے  
نصیبوں کی گردش۔  
منع۔ (چھاتی پر پیٹ کر) اللہ اس آفت میں مساتوین  
دشمن کو کبھی نہ ڈالے۔  
بڈوس کی ایک بوڑھی عورت نے سینے پر ہاتھ رکھا۔  
بوڑھی۔ (سر پیٹ کر) ہر جو بالکل سردی۔  
سہرا آ رہی کہ بہن کی لاش کو بچھ لگے لگے مگر لکڑا کر  
گر بڑی بچہ لکھی تو منگانی نے آہستہ سے ہاتھ پکڑ لیا۔ اوجھڑ  
نہ جانے اڑ بڑا خدا اوجھڑ جائے۔  
سپہر۔ ہر جو اب ہم آنکھ بھر کر دیکھیں بھی نہیں۔ دو گھڑی اور  
مورت دیکھنے دو۔ اسے بندھنے نہ روکو۔  
اس فقرے پر کل عورتیں اتنا سے زیادہ ٹھیکار ہوئیں  
اور ماتم کی آواز ایسی بلند ہوئی کہ الامان اٹھد۔  
ہاے۔ ہاے۔ ہاے۔ توں کی آس توڑی میں ابھی ابھی باتیں کہنے  
چھٹی کی کس چٹ پٹ ہو گئی۔  
بکتر تین بار پٹی پر بٹھ کر لیا۔ تو منگانی کے کہا ہا میں!

ہا میں! ابھی خون جاری ہے۔ یہ کیا کر فی ہیں حضور آپ یہ کر گئی  
تو سپہر آ رہی کون کون کھائے گا۔  
سب۔ مجھ فلک ستانی کو کیا معلوم تھا کہ یہ دن دیکھتے دیکھتے  
میری کمر توڑ جائیگی۔ ہاے برسوں آ میں اللہ کر کے پالا اب  
سیانی ہو میں تو خدا کے چلیں۔ حسن آ رہا تم سے۔ ہاے  
(ہاتھ ملکر) لوگوں کیا کروں۔  
مبارک اللہ کا یہ حال تھا کہ کبھی سر مٹانے پر جا کر سر  
پیٹتی کبھی باتیں۔  
سپہر۔ (منہ سے دولائی ہٹا کر) بہن کس کے سپر دیکھے  
جاتی ہو باجی جان ہاے اتن تو بتا دو۔ آنا جان تو جاری ہو پھی  
ہن اور تم اور بھی انکی کمر تو چلیں باجی ہاے باجی۔ ہم روین  
پیشین اور تم ذرا خبر نہو۔  
بڑی بیگم سپہر آ رہی کہ لگے سے لگا کر خوب روئیں۔  
شہر بھر میں خبر ہو گئی جسے کت فوس ملا ڈولیوں پر ڈولیں  
اؤ فوسوں پر نشین آنے لگیں۔ باہر صد ہا آدمیوں کا جھانڈ  
ٹھٹھٹ کے ٹھٹھٹ لگے ہوئے۔ آپس میں یہ باتیں کرتے تھے۔  
ایک۔ اٹھتی جوانی کھی ابھی۔  
دوسرا۔ ہاے۔ ہاے۔  
تیسرا۔ بڑی بیگم کی کمر تو چلیں۔  
چوتھا۔ اچی یہ تو تین تھوڑے ہی دن سے رہتی ہیں۔ مگر  
ہمارے مکان سے انکا مکان آٹھ سائے ہے۔ جھپٹے میں  
شام کے وقت بچروں پر دریا کی سیر کر جاتی تھیں۔ مگر رہے  
نام اللہ کا۔  
پانچواں۔ یہی بات ہر بھائی۔  
چھٹا۔ سنا۔ بس دم کے دم میں جان نکل گئی۔

سہا توان۔ ایک بچی کی کچھ بھی نہ تھا۔

آٹھوان۔ وہ بچی بھی ملک الموت تھا۔

نوان۔ اسی جگہ انسان بے بس ہو۔

دسوان۔ ہاسے ذرا بس نہیں چلتا۔

گیارھوان۔ اے تو بہ۔

بارھوان۔ اور سناڑی بھی لڑکی تھی۔ ہاسے۔

تیرھوان۔ یہی کارخانے ہیں دنیا کے۔

اسٹین میں ایک موزیہ سارہ پویش نے تھوڑی دور جا کر کل

جماعت کو مخاطب کر کے یوں وقت بربکی۔

ہشامیاش خواجہ کازنگ چار نمیت پٹھان شوکہ عمر عزت دوبارہ

دیندگی کو شکر خست ہیں دمست ہنریر کہ موزیہ کیس آشکارہ

بھائیو۔ اسوقت تم جس قدر آدمی یہاں رکھے ہو سب کا

دل بھڑکے۔ اور وہ یہ کہ ایک نوجوان کی وفات کی خبر نے

تم کو اتنا کھمبہ دلوں کر دیا ہے۔ یہ وہ حادثہ حسرت انگیز

اور سانحہ عبرت خیز ہے کہ جس قدر زیادہ انہیں کریں کم ہے۔ یہ

لڑکی جسے اب جانی شیرین جان افزا بن کے سپرد کر دی ابھی

بہت ہی کسین تھی۔ اچھی جوانی اور سعد حسین و مہر حسین

نازک اندام و نازنین کہ لاکھوں میں لاجواب کورودن میں

انتخاب اگر ایک دیکھی کوئی اسکو دیکھتا تو ہزار جان سے عاشق

ہو جاتا۔ اور اس نازنین کی پاک محبت کا دم بھرتا صورت میں

جادو۔ سیرت میں جادو۔ چال و حال میں جادو۔ بال بال تین

جادو۔ پورے میں جادو کوٹ کوٹ کر کھڑا تھا سا و عقیقہ اس

درجے کے نمونے کی پاکدامنی کی قسم کھانی جاہلیہ صورت اور سیرت

دونوں باتیں اللہ نے عطا کی تھیں۔ مگر جس خدا نے مسکوپا

کیا تھا۔ اُسے وہیں سے لیا۔ امانت بھی لے لی تھوڑی ہی بے

ہوئی کہ اس مجمع کثیر میں سے کسی شخص کی اس قدر شکر

پر نظر پڑی تو کہ اٹھنا کہ خدا کی قدرت کا ملکہ کا بہترین نمونہ

ہو۔ اُس صنایع کی صنایع کے صدقے جس نے

یہ پیاری صورت بنائی۔

بصورت اپنے کتے فرید خدا۔ انرا کشیدہ دوست انرا کشیدہ خدا

ابرو شہر تران۔ بلکہ تنہا اصفہان حتم جادوانہ۔ جمال

مستانہ۔ ایک ایک اشارے میں لاکھ لاکھ انداز مجسم خوبی سراپا

ناز۔ پیشانی زورانی جبین رگ برگ گل۔ یا مومن جام مل

فرکان محسوس جادو طائر زلف تلخ باز مسیہ بہار دم تفریر

یہ معلوم ہوتا تھا کہ بھول بھول جھڑپے ہیں۔

سرتاق مشکر شہد و نانا۔ اہم کسرتن متین و ہم سر انداز

افگندہ بدوش زلف چون شست۔ او بجز زلف ارہ گرسست

مچون لبش بہ درفشانی۔ پرووہ بہ آب زندگانی

اب جا کر دیکھو تو وہی صورت جس کو دیکھ کر کل خدا کی

قدرت مجسم نظر آتی تھی بھیناک اور ڈراؤنی معلوم ہو۔ وہ

آنکھیں جو کل محسوس کی سبقت دینے کا دم بھرتی تھیں۔ اب

بند ہیں۔ وہ دہن جو بقول شعر از حدیث لن ترانی تھا اب

حشر تک نہ کھلے گا۔ وہ گورا گورا کھڑا جو بن گئے چاند کو شہر مانا

مخاطبات خود گنا گیا اور اس طرح کس میں آیا کہ قیامت تک

نہ چھوٹے گا۔ وہ لب لعل شکر غلاب سیاہ ہو گئے۔ ابھی

ابھی لبون ستند گھونٹی تھی ہنستی ہنستی ہنستی۔ اب لب ہلانے

کی قسم کھا لی۔

صدیقہ اگر خان کھنکش شدندا۔ وز خاطر کبیر گرفتار موش شدندا

امانک اصدہ زبان جن کی گشت شدندا۔ ابانہ شنیدند کہ خاموش شدندا

الندیس باقی ہوں۔

اعضای ہین جسم دی ہو۔ ہاتھ دی۔ باؤں دی۔ منہ دی۔ زبان دی۔ مگر سب بیکار۔ آئین اللہ کر کے اسکی مان نہ بالا ہوگا۔ امیر کی طرحی تھی۔ ناز و نعم پروردہ مگر تھوڑی دیر میں بخوشی تمام خاص اسی کے اعزاء و اقربا اس کو گورستان لجاٹیکے اور دفنانیکے۔ وہ سیم بدن جو جو پین نشین سے باہر ہین تھی حتیٰ اب خاک کے سپرد کجائے گی۔ ع

ابن باؤں سخت ست کہ گوندی جوان مرد  
مٹھی جوائی تھی۔ عین عالم شباب اور وہ آب و تاب  
کہ زائد ہر سال تک بھٹا تو عسی کا کلمہ لیرھتا۔ ع

حسن ایست بھی اسکے لگے ماند  
جلوہ جن شک شعلہ طور  
رخ بدہ کہ کب کب سے نکال  
رنگ گل سے وہ ہونچہ بان لال  
رنگ گل سی کر چسکتی ہوئی  
چوٹی اڑی تلک لگتی ہوئی

دی چوٹی اب بھی ہو مگر بیکار۔ ع  
دوریت جل کہ نسبت درمان اورا  
شبہ کہ کج دوش کرمان مخور  
اس سے یہ تہی کانا چاہیے۔ کہ انسان کو دور وہ زندگی

کے لیے بعض اور تعصب سے کنار کش ہونا لازم ہے۔ وہاں  
کس زندگی کیلئے انوس صدافوس ایک ایک دیوار کے  
چھکے بر لوگوں آجی جانی ہی ہو یا پڑوسی کی جان ہی ہو مگر  
تو نہ دیر سا تھو گیانہ دیوار لگی۔ جانتے سب ہین کہ موت سے چارہ

نہین مگر ختمیہ اس امر کے علم سے مستخرج ہونا چاہیے اس سے  
ذرا سرور کا زمین حیف صدقیت کیا معاملہ شکل ہو ع

سیندہ کہ اس دفعہ خود سکری یافت  
ایں تہی سین سہمہ لان ہویا یافت  
ایں تہی مردان لاکہ جان میگویند  
حشر تہی یافت غیر خود ہو کیا یافت

لوگوں کا قاتل ہوا کہ کلام زلف و زلف و زلف و زلف کے منہم بر مطلق نظر نہیں  
ڈالتے سوچتے ہین کہ رفتہ رفتہ منہیات و محصیات سے  
اجتناب کرنیکے ساتھ برس کے ہوسن تو تو بہ کرین مگر انوس  
ہو کہ وہ غافل ذرا عبرت نہیں حاصل کرتے۔ ذرا نہیں  
سوچتے کہ آج مرے کل دوسرا دن زندگی کا بھر و سا گیا یہ  
کس برتے پر کھتے ہین کہ آج نہیں کل یہاں ہین بیرون جو کلام  
آج ممکن ہی نہیں درج نہ کرو کل کی کل سمجھی جائے گی۔

یہ کھنا کر مین گے نواک مین لجا مین گے بھر عذاب و ثواب  
کون کھتے گا۔ بڑی غلطی ہو جسم چاہے جان جائے مگر ملک  
جسم کے شمشاد سے اسکا ضرور مواخذہ کیا جائے گا۔ ع

صد سال اگر سخن زانو بند رفت  
ہر کس گویہ کج خوابم نغم  
آخر بخت فیہ و آخر ہد رفت  
انکسے نہ کہ اصل میں خود رفت

اسی دور وہ زندگی کے لیے حرص اور طمع اور حسد اور بغض  
اور تعصب اور لافنا نیت اور خودی اور نخوت اور فساد  
اور عناد اور غضب اور غصہ یہ سب انسان کے روزہ  
کے مہان ہین۔ ع

خواہی کہ وصاف شود چون آئینا  
حرص و جد و کج و در اقامت  
بعض آدمی سمجھتے ہین کہ جب ہم تو بہ کرین گے تو بوجہ اسے  
اتاسب من الذنوب کمں لاذنب لہ وہ بالکل معصوم  
ہو جائے گا۔ یہ سچ۔ مگر۔ ع۔

نکتہ ماہست بسے محمد اسرار کا

دیکھو یہ نوجوان اور حسین لڑکی ابھی ابھی تنس رہی تھی اور اب  
دم کے دم میں یہ کیفیت ہو گئی کہ وہ خود دنیا و مافیہا سے  
بجڑ ہو۔ مگر اس کے اعزہ و اقربا ماتم کرتے ہین۔ پرخا ہر



انہیں کٹر جنرل - ہاں - ہاں -  
 سول - یہ لوگ تاتقی گھبرا گئے -  
 انسپکٹر - وجہ یہ ہو ایک تو بالکل ہیوش ہے - دوسرے  
 بنض بڑی رقت سے ملتی ہے - انتہا کا ضعف ہے - کیا کوئی  
 صدمہ پہنچا تھا -  
 سول - ہاں مگر میں شاید کچھ ٹرائی ہوئی تھی -  
 صاحب انسپکٹر جنرل نے نسخہ لکھا اور سول سرجن کو  
 بھی دکھا دیا -

ب - کیا حال ہے -  
 سول - غفلت ہے گھر ایسے نہیں - آپ لوگ -  
 ب - کیا زندہ ہے -  
 سول - ہاں بیشک زندہ ہے - بیشک زندہ ہے -  
 ب - زندہ - زندہ ہے - آواز زندہ ہے - جی !!!  
 سول - بیشک بھی آنکھ کھول دیتیگی -  
 ب - اُن فوہ - اسے میں خواب دیکھ رہی ہوں یا  
 سچ جج -  
 انسپکٹر - ابھی بھی ہر جاسے گی - آپ گھبرا ئے نہیں -  
 ان دونوں بچہ چٹکے کیسے تودو دے آئے کے  
 قبل ہی جنس آرا کی بنض گرم ہو گئی -  
 سول - حضور یکم صاحب ذرا بنض پر ہاتھ رکھتے -  
 بڑی یکم نے جو بنض پر ہاتھ رکھا تو کما شکر ہو کر  
 بہار السنا اور روح افزا اور سپہر آرا بڑی فور سے  
 سن رہی تھیں -  
 سپہر - شکر ہے - شکر ہے - ہزار شکر کا مقام ہے -  
 بہار - ہم سب جی اٹھتے -

کہ بات کی بات میں جان بھگ گئی اس بے ثبات زندگی چرسا اور  
 نفسانیت یعنی یہ - اس دوروزہ زندگانی پر یہ گھنٹہ کم ہم امیر  
 کبیر ہیں - ہم درویش کا مل ہیں - ہم حاکم - ہم نثار ہیں - ہم شاعر -  
 ہم عالم و فاضل ہیں - ہم جو من و دیگرے نیست - ۵  
 ان جہاں نقشہ برکاتی پیش نیست | موج آئے یا سر بلے پیش نیست  
 پیش ز چشم جم عربت بین ما | اور گردون جز بلے پیش نیست  
 انیمہ چشم و خروش ہر دو کون | جز خیالات و خوابے پیش نیست  
 انٹرس باقی ہو س -

مقبول بندے خدا کے وہی ہیں جو دنیا سے نفرت  
 کرتے ہیں -  
 ایک شخص نے اپنے دوست سے پوچھا کیوں صاحب  
 یہ انکی موجودہ واسطی پر کوئی خوبہ سرا تو نہیں ہیں اسکے دوست نے  
 کہا آپ کو انکا حال ہی نہیں معلوم یہ مرد نہیں عورت ہیں -  
 آستانی ہی آستانی جی مشہور ہیں -  
 اسکے بعد یہ مرد چلے گئے -  
 تھوڑی دیر میں آستانی جی نے گھر پر جا کر کڑے برسے  
 اور ڈولی منگوائی اور آئین تو دیکھا حشر بپا ہے - دور تک ٹھٹ  
 کے ٹھٹ لگے ہوئے - ایک پر ایک گر پڑا ہے آستانی جی  
 اندر گئیں -

استغنے میں نواب صاحب نے کہا پردہ کروا کر ٹھ صاحب  
 آستے میں پردہ ہو گیا مگر بڑی یکم جن آرا کی لاش کے قریب  
 ہی بیٹھی رہیں - وقت ہی ایسا تھا - صاحب انسپکٹر جنرل اور  
 صاحب سول سرجن تشریف لائے بنض دلچھی - آلات جونی  
 سے جگر کا امتحان کیا - انگریزی میں باہم یون گفتگو کرنے لگے -  
 سول سرجن - زندہ ہے -

روح - ابھی کیا معلوم -  
 بہمار بس اتنہین چوکر نہیں -  
 دوا آئی فوراً پلائی گئی -  
 انسپکٹر - ہم باہر کونجی مین ٹھہرے ہیں -  
 سول - جب یہ آپ سے یہ باتیں کر چکی تھیں ہم جائینگے -  
 سب - بندگی -

نواب صاحب اور محمد عسکری سول سرجن صاحب و انسپکٹر جنرل صاحب کو ساتھ لیکر باہر آئے -

سول سرجن نے ہدایت کی تھی کہ دہل دہل منٹ کے بعد ایک ایک مارک دوا پلائی جائے چنانچہ اسی کے مطابق نواب صاحب دہل دہل منٹ کے بعد دوا پلاتے جاتے تھے -

آدھ گھنٹے کے عرصے میں آرائے آٹھ گھنٹہ ہی سپہ آرائے کیا باجی - اس کے بعد کھٹے کونجی کڑی سیکم نے کہا اتنہین کو

دق نہ کرو بہار انا اور روح افزا اور غلامیون نے لمبے خوشی کے گھیر لیا تھا - نواب صاحب نے سب کو پلنگ کے پاس سے ہٹا دیا -

اب - آج عمر بھر میں انگریز سے بات کی -  
 ان - ہن دقت ہی ایسا نازک تھا -  
 روح - پیٹے آت اسکے ذکر سے کیا واسطہ -

نواب صاحب نے باہر جا کر کہا (ابھی آنکھ کھولی) -  
 سول - دس بارہ منٹ میں ہم بھی دیکھیں گے -  
 ان - بہت خوب -

انسپکٹر - اب آپ دوسری شہنشاہی کی دوا پلا دیجیے -  
 ان - کس قدر -  
 سول - جس قدر اس چھوٹی شہنشاہی میں ہر سب دید کیجیے -

نواب صاحب نے اندر آ کر چھوٹی شہنشاہی کی دوا پلا دی -  
 سول - ابھی جان -  
 ان - باتیں نہ کرو انکو آرام سے لیٹ رہے دو -  
 اب - مین نے تو پیٹے ہی کہا تھا -  
 ان - ڈاکٹر صاحب خود ان کر دیکھیں گے -  
 روح - پردہ کیا جائے -  
 ان - ابھی نہیں -  
 روح - ڈاکٹر کا آج سے ہم کو عقیدہ ہو گیا -  
 سپہر - اب بھی ہو گا -  
 بہمار - یکسو امید تھی اللہ جانتا ہے ہم تو سمجھتے تھے کہ -  
 اب - اونچے تو اس ذکر سے کیا واسطہ -

ان - مین ذرا ڈاکٹر صاحب کے پاس ہواؤن -  
 نواب صاحب باہر تشریف لائے - ڈاکٹر صاحب کا دوا پلا دی -  
 سول - ہم چلنا چاہتے ہیں -  
 ان - تشریف لائے -

سول سرجن صاحب چلے گئے انسپکٹر جنرل بیٹھے ہی رہے -  
 نواب صاحب نے پوچھا کیا آپ نہ تشریف لے چکے ہیں گے -  
 صاحب ممدوح نے کہا میں صاحب بھی طرح دیکھ لیں گے پردہ کیا گیا سول سرجن نے بعد ممانہ وغور کے کہا - اب آرام ہو

ہم ایک نسخہ اور لکھتے ہیں۔ جو دو اہلک دی گئی اب اس کی ضرورت نہیں بھینک دیکھئے نسخہ لکھ کر فرمایا کہ آدھا آدھا لکھنے میں ایک ایک مارک دیکھیے شام تک سوار سوار کے قبل دو گویاں کھلا دیکھیے گا۔ اس کا یہ نسخہ ہر دروازے بند کر دیکھیے اور کچا جھلوائیے۔ مگر غل اور شور نہ ہوئے پاسے اس کے ارد گرد بیٹھ نہنو۔ اس کے میں جو بولے آہستہ سے بہت جلد آرام ہو جائے گا۔

سول سرجن اور انسپٹر جنرل گاڑی پر سوار ہونے لگے تو نواب صاحب نے کہا دراکو بھی میں تشریف لائے۔ کچھ عرض کرنا ہو۔ سول۔ اچھا۔

دونوں صاحب تشریف لائے بیٹھے۔ نواب صاحب نے ایک ایک ہارنڈ کر کیا اور ٹوٹو اشرفیان۔

سول۔ ہم بہت مشکور ہوئے۔ انسپٹر۔ ہم بھی شکر ادا کرتے ہیں۔

ان۔ جناب یہ تو اس وقت نذر کیا جاتا ہے مگر خفت ہے کہ یہ رقم ہی کیا ہے جس روز عمل صحت ہوگا اس روز ایک ہیر خلیف دیکھائے گی۔

سول۔ ایک گھنٹے میں ہمارے پاس حال کھلا بھیجے گا شام کو ہم بھر آئیں گے۔

دونوں صاحب سوار ہو گئے۔ میرزا جاپون نے بہادر نواب صاحب باتن کرنے لگے۔

شہر حضرت بلاشبہ سچا ہیں اپنے وقت کے خدا کی قسم وہ کار نمایاں کیا کہ بایں شاہد سبحان اللہ سبحان اللہ جس قدر زیادہ تعریف کیجے کم ہے میں تو سچ سے اور بھی زیادہ عقیدہ رکھتا

اور حضرت حق تو یوں ہر کمرے کو زندہ کر دیا۔ وادری حکمت ان۔ غم کروں جو تحقیقات کامل انہوں نے کی ہے کبھی کسی کا ہے کوئی کبھی اور جو تحقیقات انک کرتے جاتے ہیں۔ اور انکو رو بہ صفت کرتے ہیں اور ہر قسم کی بوٹی اور دوا اور بھول چل کو تجربے کی کسوٹی پر کھتے ہیں۔ وہ کسی کو نصیب کمان۔

مولوی صاحب۔ ہاں بھرا اب انکا توراں ہی ہے جو چاہے کہہ لیجیے۔ در جب ڈاکٹر نہ تھے تو کیا جینا میں بچتا تھا آدمی۔

ان۔ یہ اور بات ہے مولوی صاحب۔ یوں تو گاؤں کے باشندے بخار میں بچتے کھاتے ہیں۔ اس سے کیا مطلب۔

مولوی۔ خداوند اتنا س غلط دین ملو کم۔ شہر۔ نواب صاحب آپ لاکھ ثبوت دیکھیے مولوی صاحب نہ مانیں گے۔

مولوی۔ یوں کہیے ہاں یوں۔ مگر عقیدے کو کیا کروں۔ نواب صاحب مجلس میں تشریف لیکے حسن آرا بگم نے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔ نواب صاحب نے کہا شکریہ۔ شکریہ آج تو بس غضب ہی ہو گیا تھا۔ دو تین گھڑی تک حواس ٹھکانے نہ تھے۔

ب۔ بارے اللہ نے بڑی خبر کی۔ سپہ آرا لیت رہی اور انکو لٹ گئی۔

حسن آرا ایک گھنٹے تک چپ چاپ لیٹی رہی۔ ایک گھنٹے کے بعد پانی مانگا پانی پی کر کہا اب دلاؤ آرام معلوم ہوتا ہے۔ آت ہلکان ہو گئی مجھے کچھ خبر نہیں لکھا ہوا ہوش ہی نکلتا خبر نہ کر رہی ہوتی۔ فوہ۔ اس کے بعد کہا میں نیند آتی ہے۔ بڑی بیل نے کیا کیا معلوم سونا اسوت چھا یا بڑا۔

ن۔ فرمایا سونے دو بیگنا نہیں۔ خود ہی جاگیں گی۔

ب۔ دو گھنٹے تو سوئیں۔ اب اور کیا سوئیں۔

ن۔ خود ہی جاگیں نہ۔

حسن۔ جی ہاں۔

ن۔ یہ دوالیا ہوں۔ ابھی بلا دیکھیے۔ اسی وقت۔

حسن۔ کڑوی ہو گی۔

ن۔ اس درجہ خوشبو ہو کہ عطر کو بھول جاؤ سوختہ کر دیکھ لو چاہے۔

ب۔ نہیں۔ نہیں۔ دو کو سو گھنٹے نہیں۔ اتر جاتا رہتا ہے۔

حسن۔ کیوں آتا جان۔

ب۔ اتر جاتا رہتا ہے۔

حسن آراش کرنے لگیں۔ بڑی بیگم نے کہا تم نہ مانو مگر ہم تو سو گھنٹے نہ دینگے سپر ہمارا لہنا اور روح افزا اور سپہر آنا کھلکھلا کر سنس پڑیں استانی جی بولیں شکر ہو پاک پروردگار کا کہ اب ہم سب ہنس بول رہے ہیں۔ شکر کرو۔ شکر کرو۔ انورض ایک ہفتے کے بعد بڑی بیگم صاحبہ شہزادیوں کو لے کر روانہ ہوئیں۔

### آزاد پاشا جو نیر فہر افواج طرکی

ساقی بنور بادہ ہر افروز جامہ مہم مطرب بلو کہ کا جہان شہ کام  
اللہ اللہ آج کچھ عجب سمان ہے۔ ہر سمت خوشی کا ڈانکناج  
رہا ہے قلم کی باجھین کھلی جاتی ہیں۔ نوزیر معشوقوں کے  
مزاج کی طرح بل کرتا ہے اور کیوں نمودہ نمودہ طب انگیز  
معرض میان میں آتا ہے کہ۔ ۵

ن۔ ضرور سوئیں صحت کی دلیل ہے۔ اب آرام کیجیے۔ بیگم  
بہر پر جھلا جائے۔ اودھ آدھ گھنٹے میں بدلی ہو۔ مگر اب  
خدا غل نہ چنے پائے۔

روح افزا استانی جی کے پاس جا کر باتیں کرنے لگیں۔  
استانی جی۔ مبارک ہو۔

دو گھنٹے کا مل حسن آراش کرنے آراہ کیا۔ جاگیں نہ دھویا  
اور کہا اما جان اب طبیعت کچھ کچھ بحال ہے۔ اس عرصے میں ہمارا  
اور عسکر میں بہم جو گفتگو ہوتی سُننے کے قابل ہے۔

بہمارے عسکر غصہ ہی ہو گیا تھا۔ سمجھ گیا تھے ہو کیا جو  
آما جان کو کسی اور کو معلوم ہو جائے تو ہماری صورت پر ابرو جانا  
آما جان ہی لی تھی خدا نخواستہ بچاری کی۔

ع۔ ایک بات کمون پس اب خاموشی ہی کا موقع ہے۔ اسکا  
ذکر نہ کیجیے میں اپنے دل میں خود خفیت ہوں۔

بہمارے ہم تو حسن آرا کے معاملات میں دخل ہی نہ دیں گے۔

ع۔ بالکل نہیں کچھ واسطے ہی نہ رکھنا چاہیے۔ ورنہ۔

بہمارے ورنہ اب کی خدا جانے کیا ہو جائے سُننے چھٹے۔

عسکر۔ آئیں کیا شک ہے خدا نے بڑی خیر کی ورنہ ایسا غصہ  
ہو آتا کہ شاید خون ہماری ہی گردن پر ہوتا

حسن آرا نے بڑی بیگم صاحبہ کا اما جان گلوری کھانے  
کو جی چاہتا ہے۔ بڑی بیگم نے کہا بے ڈاکٹر کے پوچھ میں

گلوری تو نہ دونی مگر الایچی چاہے کھاو۔

ایک الایچی حسن آرا بیگم کو دی۔

نواب صاحب نے کہا میں ڈاکٹر کے ہاں گیا تھا میں نہ ہوا  
سو ہی ہیں صحت کی علامت ہے۔

ب۔ شکر ہو۔ شکر ہو۔ خدا کا شکر ہو۔

<p>ہرین فرودہ گر جان نشا تم رواست کہ این فرودہ آسایش جان ماست</p>	<p>ہر فر۔ یہ کیوں۔ یا یوسی کسی۔ کل تک ضرور پروانہ آئے گا۔</p>
<p>نور کے تڑکے میان آواز فرخ مینا دبستر استراحت سے اٹھے اور ہر مزجی کے گلگون عرصہ تک پر سوار ہو کر ساحل بحر کی راہ لی۔ کہ ادھر ادھر ہوا کھائیں۔ دو گھڑی دل ہلایں۔ صبح کا سہانا سامان۔ باد گل بیز و لعل آئینہ مرغان خوشنوا اشجار پر ہمار پر فرط طرب سے جھپکتے تھے۔ انواع و اقسام کے خوشنما پھول چوڑا نہ نکلتے تھے۔ ۷</p>	<p>آواز۔ سچ کیوں یقین نہیں آتا۔ خیر۔ دو دن اور سہی۔ دنیا بامید قائم۔ مگر اب ایک ایک دن ایک ایک کس کے برابر ہی۔ انتظار تباہ کر۔</p>
<p>عجب ہر نام خدا لطف رنگ کن لعلانی تھے بین بافتان دم زتار نیم گل مین ہر تائیر معجزہ عینہ لکونی دیدہ بکس کو بکسے ہمار میان آواز کا دل غمخیز گل کی طرح کھل گیا۔ ہمار نگار کے منہ ہڑا تے رنگس سے تمکین لڑا تے حضرت ایک فرخ بخش بلغمین بڑی دیر تک ٹہلتے رہے جس تمنے کو رکھتے ہیں دھن۔ سر سبز ان جین کا جو بن بھٹا پڑتا ہو۔ ۷</p>	<p>ہر فر شاہ سلس کا تذکرہ ہی۔ کیا کتاب ہی۔ سبحان اللہ۔ آواز۔ مین پڑ چکا ہوں نصف کے قرب ایک مرتبہ ترجمہ بھی کر چکا ہوں دو چار عرصے گا۔ اب بھی تو فارسی سے دفع ہیں۔ ۷</p>
<p>سرودینا جو نوے فاختہ مستان ہی است فی شاخ ہر ہر یک گل تابیہ ہو لڑکھائی بھرتی گلشن مین ستانیم لہ سا غزل سلیم ہر چین میخانہ ہو قدرت حق مشاہدہ کر کے میان آواز بادل شاہ ہر مزجی کی کوٹھی پر وہیں آئے ہر مزجی کے ساتھ کھانا کھایا۔ بعد فراغ طعام دونوں مین باتیں ہونے لگیں۔</p>	<p>آواز۔ خدا کے کہیں پروانہ تقرری آئے انتظار استد من الموت۔</p>
<p>ہر فر گھبرا تے حسین آتا ہو گا صبح شام آبا و اخیل ہو۔ دل گواری دیتا ہو دو بی دن مین بھین گے کہ ہمارے کر مرزا میان آواز جنگی وردی سپنہ شور ہے پرچار ہے ہن۔</p>	<p>ہر فر۔ بہت خوب آواز لفظ دو ایک اچھی طرح نہیں سمجھا۔ مگر جہاں تک سمجھا میں ایمان سے کہتا ہوں کہ ہو بہو ترجمہ ہو اور در وائیز سبحان اللہ۔</p>
<p>آواز۔ تسلیم۔ اسی طرح پر کوشش کی تھی مگر عدم انصرافی مانع ہوئی۔</p>	<p>ہر فر۔ اگر نصف کے قرب اب ترجمہ کر چکے ہیں تو وقت فرصت ہو گا اسکو پورا کرنا چاہیے۔ خدا کی قسم کیا ترجمہ کیا ہو جی خوش ہو گیا۔</p>

ہر فریب و دعا یہ کہ آپ کامیاب آئیں اور میدان کارزار  
میں آپ کا نام ہو۔

آزاد۔ آمین۔ انشاء اللہ۔ لیون تو ناکامی اور خوش نصیبی  
اتفاق میں مختصر ہو مگر میں انہی طرف سے کوئی دقیقہ نہ اٹھا  
کھون کا۔ آمینہ اختیار بدست مختار۔

این بنده چه داند که چمی باید خواست  
دوانده توئی سهرانچه دانی آن ده

سہرزمز۔ میان خوبی سے تو خوشخبری کہئے۔ وہ ہاں  
کہان اسوقت۔

آزاد۔ ہاں خوب یاد آیا من کو تبھول ہی گئے تھے  
نہر۔ بلو ایسے۔ بلو ایسے۔

ہرگز۔ ایک آدمی ادھر آؤ۔ ان کے ساتھ جو صاحب آئے  
ہیں ان کو بلاؤ۔

ابن مسیح کے کہ خواجہ صاحب کو آدمی نے کھڑی بھڑک کر  
 دھکے دیے اور اسے ہول میں تلاش کیا جو طرہ دیکھا ۔ مگر ان کا یہاں  
 نہیں ۔ جیہ تھک گیا تو اگر کہا کہ حضور وہ تو کہیں غلطے میں  
 نہ رہی نہ سسر کر کہیں ، میڈا کی تلاش میں تو زمین گئے ہیں

میان آنرا دو کھنکے کہ ہر ٹھوٹھو میں گے ہر فرجی اور دو چار  
آدمی ساتھ چلے۔ اس کربے میں دیکھا۔ اس کربے میں  
دیکھا۔ اور ٹھوٹھو ٹھوٹھا اور ٹھوٹھو ٹھوٹھا۔ کہیں پتا ہی نہیں۔  
ہر فرجی میں ایک کھنکے میں نہیں گئے۔ میں صبح  
آراؤ۔ جناب ان سے کسی بات کا جواب نہیں۔ عجیب بے کما  
آدمی کہ لا حول و لا قوۃ۔

آئندہ وہ ان کلمات کو ہمیں آپ کی زانیہ لیاقت اور حسن اخلاق پر  
محفل کرتا ہوں ورنہ میں آپ کو کم دانم حضرت حقیقتی حال  
یوں ہے کہ ترجمہ سخت مشکل کام ہے جب تک دو لون زبانوں  
مستے کو اپنی واقف نہ ہو کہ ہمیں کس ترجمہ میں لطف ہے۔

یہ گفتگو ہوتی ہی تھی کہ ایک آدمی نے چھایا میان آنرا و میان  
فرخ شین بہر خبری نے اس آدمی کو غور سے دیکھا اور کہا۔ آپ  
مطلب کیا ہے۔ نے کہا اس کے نام ایک خطا لایا میں بہر خبری  
نے کیا میان آنرا دیہی میں خطا لکھو دیکھے۔ را زو نے  
خطا لیا کہ لا۔ پڑھا اور پھل پڑے اور کیا نیچے حضرت عہدہ تو  
فضل خدا سے لگیا۔

نہر ہو۔ ہاں! شکر ہو۔ شکر ہو۔ کیون میں نے کیا کیا تم کا  
صحیح شام پرودہ آیا دہل ہو۔ مبارک ہو۔ اب آپ تیاری  
کیجیے۔ خدا آپ کو سی طرح کامیاب کرے۔

آزاد۔ سائے بین جو نر گیشن ملی۔ مگر خوشی یہ ہر کہ سائے  
کی افسری عطا ہوئی۔

ہرگز نہ ان امین کی شک ہو۔ ہم بھی رسائے ہی کو پسند کرتے ہیں۔

آزادوں نے خطِ طرک کا رستہ بنایا۔

آزاد و جنس روزیر جنگ کے کم سے آپکو اطلاع دیا جاتی ہے۔  
 کہ آپ مساکر دولت فریو روم کے جنیریشنڈا فریو روم ہوئے۔  
 آپ کو رسالے کی جنیر فریو روم فریو روم ایسے غطا کی ہے۔  
 یا رچیسے حسب عطا لکھے پاس کھجیا گیا۔

سرمرزہ اسوقت میں جاے میں کھپوے نہیں سماتا۔

آزاد۔ امید ہی آپ سے ایسی تھی۔ آپ میرے  
ستیمے دوست ہیں۔

خدا کی مروت پر۔  
 ہر فر۔ یہ آپ انکو ساتھ لیٹ لائے۔ آپ کچھ لگی بانادی ہیں  
 یہ باتیں ہوتی تھیں کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا مسکرا کر  
 کہا۔ حضور آئیے میں بتا دوں کہ ان ہیں۔ مگر جلد آئیے  
 میان آزاد اور ہر فرجی اس کے ساتھ چلے تو دیکھ کہ  
 ایک کوٹھڑی میں اچھٹی کے قریب سرنگون ہیں۔  
 ایک ہاتھ میں دست پناہ دو سکے میں چلم۔ دونوں کو  
 بے اختیار ہنسی آئی۔ کچھ لکھ لکھ کر ہنس پڑے۔ مگر وہ ایک  
 ہی میں ہیں۔

میان آزاد نے لکڑی سے سر کو سلنا شروع کیا۔ تو یوں  
 منمنا کر بولے۔ اوگیدی بھونک دون قرولی۔ آزاد جھلائے  
 ہوئے تو تھخے ہی۔ ایک جیت جانی جیت کے کھاتے ہی خوشی  
 آگ گولہ ہو گئے۔ انکو کھولی تو دیکھا۔ ادھر اچھٹی، ادھر چلم۔  
 اور جٹان زمین پر اوندھے پڑے ہیں۔ اور میان آزاد سات  
 آٹھ آدمیوں کو ویسے لگے پر کھڑے ہیں۔ کچپ۔ ع۔

کاٹو تو لہو حسین بدن میں

نہایت ہی خفیف ہوئے۔

میان آزاد خوشی کو کوٹھی میں لائے ہر فرجی نے کہا  
 خواجہ صاحب مبارک ہو آپ کے میان آزاد نے فوجی عہدہ پایا  
 خوشی کی باچھین کھل گئیں اچھل پڑے ہر فرجی کے قدموں پر  
 ٹوٹی رکھ دی اوکا دیکھیے اوچھل چل رہی تھی مذاق کبھیے  
 مگر شہنشین۔ آپ سچ بتائیے۔ کیا واقعی حکم آگیا۔

میان آزاد نے وہ پروانہ دکھادیا خوشی نے چھین لیا  
 اور دس بارہ مرتبے اس پر دانہ کو جو بادور روکر کس  
 آواز میں عنایت سے حکم دے ساتھ پیش آئے اس کا شکریہ

ہم ادا نہیں کر سکتے ہیں لیکن ہم جاسے مذہب میں یا مہر میں  
 کچھ پروا نہیں اور تو ہم کسی صورت کے ہیں میں سائیں آری  
 ہر میان آزاد اور ہر فرجی مسکائے۔ تو خواجہ بدیع صاحب  
 بہت جھلائے۔ کچھ تیز بھی ہو لیکن اس نے ساسی علم دیا ہوا  
 کچھ دل لگی نہیں۔ بیرون میں انسان کھڑا لینا سیکھتا ہو کجی  
 ہر کسی کا کام نہیں۔ ع۔

چہ داند بوز نہ لذات اورک

آزاد۔ سوچ لون تو جواب دون۔ جلدی کیا ہو۔  
 کہوں گا۔ کہوں گا۔

میان آزاد کہے میں جا کر لنگ پر لیٹے۔ کمرے کے  
 دروازے سب بند کر دیے اور سوچنے لگے کچھ تو ہمارے  
 پاس نہیں اور ہم کو لوری افسر یعنی رسالے کے افسر قہر ہوئے  
 جب دس ہزار روپیہ ہو تو کسین نظامت علی بن آئے دس ہزار  
 کے بغیر تیری حال ہو۔ اور دس ہزار روپیہ ملنا غیر ممکن  
 مردہ جا ہے جی بھی آٹھے مگر دس ہزار روپیہ ہم کو کوئی نہ دے گا  
 اجنبی آدمی۔ برا مالک دس ہزار روپیہ ایک نشست مل جائے  
 کچھ خالرجی کا گھر تھوڑا ہی ہو۔ گورنمنٹ ٹرکی سے پیشگی بطریق  
 فرض ملنا نامناسب ہے ہر فرجی کو ٹرے بچے دوست  
 اور بچے عنایت فرما ہیں مگر ایسے اس قدر خطر کہ نہ کما لگین  
 ممکن نہیں کہ دو کوئی ملاقات میں دس ہزار روپیہ کوئی  
 دے سکے مفت میں بات کھونا نصف فنول ہو۔ اب روپیہ  
 آئے تو کہاں سے آئے۔ اس خیال نے میان آزاد کو منتہر  
 اور پریشان خاطر کر دیا۔ یہاں تک کہ یالوس ہو گئے۔ اور

سوچے کیسے نہ دسی سے جو کچھ ملے اس پر سہرہ کرو۔ ہندوستان  
 واپس جاسے کا نام زبان پر نہ لاؤ۔ ہر جہاں بادا بد حسن آس ایکم

<p>اور محفل خود را مدہ پنجو منے مالک انسرہ دل انسرہ کند انجمنے را</p>	<p>یوسف بھیمین کی مگر مجھ جی ہو۔ اپنی حالت زار پر بیان آنا دے کمال انوس کیا۔ سوچے کہ ہم آئے کس لیے تھے خاص اسی غرض سے کہ جنگی عمدہ بائیں اور سرزد جائیں اور جن آرا بیکم کو بیان ہیں۔ مگر انوس صد انوس بعد خرابی بصرہ یہاں پہونچ کر نمد بھی پایا لیکن بے سود۔ بخت گزشتہ بہان بھی ساتھ آیا۔ میان آنا کی انھون میں آسو ڈبڈ با آئے۔ ۵۔</p>
<p>جب ہر جی نے اصرار کیا تو آزاد نے کہا۔ آج محفل فرطیے۔ ہر فرجی نے فوجی کو ساتھ لیا اور چلے۔ اتنے میں میڈا آئین۔ معطر و منبر۔ اٹھلائی ہوئی کمرے میں نشر لیت لائیں آزاد کو دیکھا کہ ایک کرسی پر بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں۔ مسکرا کر مصافحہ کیا مگر آزاد کی سر دھری پر کمال رنج ہوا قریب کی ایک کرسی پر بھینچیں جس بتاک کے ساتھ آزاد پیش آیا کہرتے تھے۔ وہ ستر لون کا فورٹھا۔ ماتھا ٹھنکا۔ میدٹا۔ کیون طبیعت کیسی ہو۔ اسوقت چہرہ استرا ہوا ہر اور کمال طول معلوم ہوتے ہو کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہو۔ عمدہ فوجی طے کی ہم خبر پاتے ہی اسلئے مبارکبادین کو اسوقت مسرور ہونا چاہیے یا مخموم۔ یہ اٹھی بات کیسی۔ جو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔</p>	<p>وانے دل تازہ ہوا۔ دل ناشاد سے ہو گیا روشن چراغ اپنا گزر باد سے بڑی دیر تک میان آزادی خیال میں آہ سرد بھر کیے۔ یقین واثق ہو گیا کہ میدان کارزار میں جانا نصیب نہ ہوگا۔ سوچے کہ رنج و غم کرنا فضول ہو۔ اسی یہ رضا دین مگر ہرستان نواپس جائیٹے اتنے میں ہر جی نے پکارا۔ میان آزاد۔ میان آزاد۔ آپ بہت سوئے آج۔</p>
<p>آزاد۔ کچھ نہیں طبیعت ہی تو ہو۔ اچھا ہوں۔ میدٹا۔ کوئی وجہ ضرور ہو۔ بلا سبب انسان طول نہیں ہوتا۔ وجہ خاص بیان کیجیے۔ یحییٰ کہ عمدہ فخری پاتے ہی آپ انسرہ اور ہر مردہ ہو گئے اسکا کیا سبب۔ آزاد نے مس میڈا کے دست میں کو اپنے ہاتھ میں لیکر کہا۔ پیاری میڈا تم سمجھ کئی ہو۔ میں واقعی طول ہوں بیشک میرے بسترے سے ملال اور غم اور رنج ظاہر ہوتا ہوگا۔ اور مجھے اس قدر رنج ہو کہ کچھ بھی نہیں ہوا تھا مگر درد و لاواہر علاج ممکن نہیں۔ میڈا نے کہا کہ تو معلوم ہو۔ اگر درد لاواہر تو مجھ جی کی مقام ہو۔ مگر شین تو سہی آزاد نے کہا۔ پیاری میڈا تم سے میں نے کوئی بات نہ سمجھی نہیں کی</p>	<p>آزاد۔ چاب چاب سنا کیے غوطی دیر کے بعد روانہ کھولا ہم آئے۔ اور میان آزاد اور ہر جی اور فوجی نے چلے پی۔ ہر جی نے کہا اسوقت میان آزاد چھ انسرہ سے پائے جاتے ہیں۔ وہ لطف محبت اور وہ لطیف گوئی اور بدلتی نہیں ہر میل کی طرح جھکتے ہوتے اسوقت مگر غلط معمول جو آہی دیر سوتے تو طبیعت مضطرب ہو گئی۔ آزاد۔ جی ان اسوقت درد و ہر اور طبیعت بھی پریشان ہے۔ جاسے بیکر ہر جی اپنے ایک دوست کے ہاں گئے۔ فوجی سے کہا کہ آج محفل قیوں دسرو میں چلیے آپ کو بھی بے طین۔ اور میان آزاد تو طین ہی گئے۔ آزاد نے زبان حال سے کہا۔ ۵۔</p>



پاؤں گے یہ لکمر آنا کو بیش بہا عار شگفتہ شیخ ابدال دی  
اور کہا خدا کرے اس شمشیر بران سے تم جیسے بڑے  
کار نمایان کرو۔

وزیر جنگ سے رخصت ہو کر آزاد پاشا ننگ گئے۔  
چک دیا اور ٹرکی کے چلنے دکنے سکے گنوائے بنگ کے  
ایک اہلکار سے پوچھا کہ ہندوستان کے سکے کے مطابق کیس قدر  
روپیہ ہوا۔ اس نے کہا میں ہزار گھوڑے پر سوار ہو کر مہم فوجی  
بھائی کی کوٹھی میں داخل ہونے اور اسی مالدار سودی وقت اور  
تاجر کے ذریعے سے اتھما خاطر خواہ کر یا دوسرے دن  
صبح کو میڈا آئی اور آزاد کو منایت ہی سفر کو منظور کیا آزاد  
نے سرفرد کو عظیم کی ادب کے ساتھ ہاتھ ملایا اور میڈا کو قریب  
کی کرسی پر بٹھایا۔

آزاد۔ جان من بس اب ایک بات اور باقی ہے۔ صرف  
ایک ہی بات۔

میڈا۔ کہو کو اس قدر اصرار کیوں کرتے ہو۔  
آزاد۔ تم خوب جانتی ہو میڈا کہ میں مختار اکمال مشکور  
اور ممنون ہوں۔

میڈا۔ ایسی باتیں ہم سننا ہی نہیں چاہتے۔  
صاف مطلب کیجئے۔

آزاد۔ اس درجہ احسان کر کے زبان پر نہ لانا بڑے  
عالی ظرفوں کا کام ہے سچا عشق ہی کو کتنے جتن تو یہ ہو کہ تم  
بادہ عشق کے نشے میں چور ہو۔

صوفی از بزم و راز نہانی سوت آگاہ ہر کس انین لعل توانی دست  
میڈا۔ اس سے مغایرت پائی جاتی ہے اب ایسا کلمہ  
دبان پر نہ لانا۔

کل، موصاف صاف بیان کر دیے، بین کمال انصاف کے  
ساتھ کتا ہنر کے مجھے جو نیزہ فسمی رسالے کی ملی ہو لیکن نگاہیں  
نہیں اور کم سے کم دس ہزار روپیہ ہو تو کام نکلے۔ یہاں  
یک کیفیت ہو کہ دس ہزار روپیہ کیا معنی۔ دوسو کا بھی کہیں سال  
نہیں جس آرابری مالدار ہیں۔ ایک در سے اشارے میں  
ہزار روپیہ مجھ میں بیکس آرا سے رہی گویا تو عزت خاک میں مل گئی۔  
غیثت۔ اے اب اسکی تم کچھ نہ کر نہ کرو۔ ہم سمجھ لیں گے۔ یہ ہزار  
روپیہ ہی نا۔ پھر یہ کون بات ہو میں بھی آئی ہوں۔

میڈا۔ اسے رخصت ہو جائے اور ان کے میان آزاد کو ایک  
لغافہ دیا اور کہا اس وقت جانی ہوں کل آئی اب وہ میڈا رخصت ہوئی  
اور صبر مان آزاد نے لغافہ کو لا کر اچھل پڑے استہول بنگ کے نام  
میں ہزار کا چک پایا اور ایک خط جس کا یہ مطلب تھا۔

جان سے زیادہ عزیز آزاد پاشا۔ یہ لغافہ مذکور ہے بس اس  
بار سے میں اور کچھ لکھتی۔ اتنا یاد ہے کہ میں نے جان سے بے عاشق  
ہوں جانتی ہوں کہ جو بات چاہتی ہوں وہ غیر ممکن ہو تم قول  
کے سچے ہو۔ مگر تاہم یہ یاد رکھتی ہوں۔

نہ ملطعت نہ محبت نہ مروت نہ وفا  
ساگو دیکھ کہ اس پر کبھی جاتی ہوں

مذکر سے تم بنگا می حاصل کرو۔ اور مٹھ مائی مراد پاؤ۔  
تمہاری پیاری میڈا  
آزاد حضور وزیر جنگ کی ملاقات کو گئے جب تک لڑا ہے  
بجالائے اور کہا میں تیار ہوں کہ اپنے شکر میں شامل ہوں۔  
جس روز حکم دیجیے۔ حاضر خدمت ہوں۔

حضور وزیر جنگ کمال عنایت و دہرانی پیش آئے  
فرمایا ہم تم سے نہایت خوش ہیں دو تین دن میں تم ہمارا علم

یہ باتیں ہوتی تھیں کہ آزاد کے نام وزیر جنگ کا  
پروانہ آیا۔ سبکے امانت پر رہا لیکن آزاد پاشا جو نیر  
کیو بری انسر کے پہونچے۔

## بی شہر جان مرخان مرنج

اور

## میان سلاز و خام بند سنج

جانانہ رنگین ادا ناٹو ۱۰ ماہ سیاحی جو کن جیپاری  
اس شہر سے جان بچا کر بھاگی مگر آستانہ کے بان  
ایک اور بلانہ میں مبتلا ہو گئی۔ ۵

ایک آفت سے تو مر رہا ہو تھا جینا  
پڑ گئی اور یہ کسی مرے اللہ نہی

کچھ دن تو آستانہ جی کے ہاں خوش خوش آرام کے ساتھ  
رہیں مگر ایک روز آستانہ جی باہر جو گین ٹروس کی ایک  
مانا نہ کھینچی تھی اور جو کن و جان بچا کر بھاگی تھا نہ دار  
سے جا کے کہا کہ حضور راج و مال دکھاؤ کہ حضور بچی نش عیش  
کر جائیں مگر بھلے بندے کے جاسمندی میں رہتا نہ دار کی جھپٹ  
کھل گئیں۔ کہا کہ اے خدا جلد ادا و دروہہ بری ہو کر دکھاؤ کہ  
تو کن پر کالہ آتش ہو جی ہم اس قدر توبہ کرتی ہو۔ مانا نہ کہا  
حضور ہمارے ساتھ چلیں۔ وہ گھر گھر ہست ہیں۔ دو بھڑون  
میں راہ پر آؤں گی۔ تھانہ دار نے وردی اتار ڈالی اور  
معمولی کپڑے پہن کر مانا کھینچی کے ہر چلے۔ مانا پیدل گئی دیکھا تو  
آستانہ جی کا بونڈا تھو تھو غائب ہو اور آستانہ جی بھی کدو  
سے نہیں آئی ہیں۔ دو چار گھڑی جو کن سے بائیں کین اور  
باہر جا کے تھانہ دار کو اشارہ کیا تو وہ دن سے مکان کے

اندروں موجود۔ جو کن بھی کوئی اہل غرض آستانہ جی کے پاس  
آیا ہو گا۔ کہا آستانہ جی نہیں ہیں۔ تھانہ دار نے جو ان کو  
دیکھا تو نہر جان سے عاشق ہو گیا۔

تھانہ دار (ت) وہ نہیں ہیں تو جان نہ تم ہو۔ خدا پاک  
کی قسم کیا حسن ہے۔ اسی عورت بھی نہیں دیکھی ہے۔

اما۔ اے ذوری شہل کے بات حیت بھیے گامیان۔

ت۔ کیوں بی صاحب ہم کیا کوئی چار یا جو لا ہے ہیں جاتی ہو  
کہ نہیں میں شہر کو تو وال ہوں۔

اما۔ یہ بچاری کنواری لڑکی ہے اس سے نہ منسو بولو۔

ت۔ کنواری ہی کی تو مجھ کو بھی تلاش ہے۔ اگر کوں نہ مانیں گی  
تو آج ہی دو چار بیما شون کو بھجوا کر لکھو مٹھو انون گا۔

اسے میں شہر آ گیا۔ اور تھانہ دار دوسرے دروازے  
سے چلے گئے، اور تھوڑی دیر میں دو برقدار زیکو دروازے پر  
آئے اور اندر چھس پڑے۔

شہر۔ اے میان زنانہ مکان ہے۔ پرے وایان رہتی ہیں۔

ت۔ بچہ خفیہ خفیہ۔ انیم جیچے ہوا در پر دے واسبان  
بتاتے ہو تلاشی لوجی اور انیم ہر آمد ہو تو ایک سر سے  
سب کو بانڈ بھلو۔ کیا دل لگی ہے۔

جو کن کا رنگ فہ ہو گیا کہ دھری گئی اور اما چپ چاپ

کھڑی رہی اور شہر کو کا بونڈا ڈپٹ میں آ گیا اور ادھر ایک

برقدار نے کہا حضور انیم ہر آمد ہوئی۔ مجھے نہ کھٹیا ک

پتا دیا تھا۔ تھانہ دار نے کہا اچھا تم دونوں کا کٹیل

دروازے پر پھرو۔ وہ دونوں چلے گئے تو جو کن کے قریب

آکر کہا۔ اگر شانو کی تو سات برس کو بھجوا دیکھا۔ کمر قریب جا کے

ڈپٹ کے ایک بونڈا لیا اور کہا جان من ہمارے ساتھ

اور خدمتگار کے ہاتھ میں لائیں جبے قریب آئے تو چونکے  
جامہ دار سے منہ کو چھپایا سفید پوش آدمی نے زمین مزارج  
پچھلے سے چٹکی لی۔ جو کچھ شونہ کے ساتھ دیکھی سفید پوش نے  
چادر کو چہرے سے ہٹا یا تو زکریا کا نظر آیا۔ جو کچھ کی مشابہتی  
نورانی اور چاند سا کھڑا اور گورے گورے گال اور پیش ہسا  
جامہ دار اوڑھے ہوئے کچھ تو سمجھے کہ کوئی رئیس نادری ہے مگر حیرت  
تھی کہ تین سال تکین وصال اور آدمی تنگ ساتھ نہیں۔

سفید پوش حضور کی خدمت میں آداب۔

جو۔ (اگر دن پچھ کر خاموش)۔

سفید۔ گردن کیا توارہ ہے۔

جو۔ (آبدیدہ) ہمیں نہ چھوڑے۔

سفید۔ اس لب و لہجہ کے قربان۔

جو۔ خبر وقت کی بات ہے۔

سفید۔ یا اگلی یہ کیا اسرار ہے رقم۔ اس قدر طرہ حدار  
اور گلزار۔ یہ تمھاری جوانی یا باکی ادب و حجب یہ لکھڑا  
اور اس شب تیرہ و تار میں پیش مہا لباس زیب تن  
کر کے تنہا کمان جاتی ہو۔

جو۔ وقت کی بات ہے۔

سفید۔ شہزادی ہو۔ نواب نادری ہو۔ رئیس نادری ہو۔

آخر ہو کون۔

جو۔ خوب نادری ہوں۔

سفید۔ غریب نادری ہو مگر شریف نادری ہو۔

جو۔ جیسا آپ سمجھے۔

سفید۔ لیکن آوارہ۔

جو۔ (آبدیدہ ہو کر) خیر یوں ہی سی۔

چل کے رہو۔ یہاں کہاں پڑی ہو بیٹو نے جان پھیل کر کہا  
صوبہ دار صاحب یہ بات بھی نہیں ہے۔ ادھر جو کچھ نے ہاتھ جوڑا  
اور عرض کی حضور کل شب کو کسی وقت آئے گا ہاں وقت  
استانی جی آئی ہوگی۔ کو تو ال نہ کہا اچھا تو پھر ہم انہم کی پرٹ  
یہ لکھیں گے۔ اگر کل وعدہ خلافی ہوئی تو خبسان ہی  
نے لون گا۔

کو تو ال نے پھر ایک بوسہ لیا اور جلد یا بگم استانی جی کا نام لکر  
کسی قدر خائف ہوا کہ عورت بڑی رسا ہے ایسا نہ کہ مجھے میں نہیں  
جاؤں۔ جو کچھ نے اس ماما کو دین ٹھایا اور تیرہ سے کہا ذری  
میں ایک کام کو جاتی ہوں ابھی آتی ہوں۔ یہ کیا باہر ہے۔  
بہت ہی سہمی ہوئی تھی جانا کہیں تھا راستہ بھول گئی چلتے چلتے  
ایک نالامارہ نالے میں دو دو بیٹھے چوری کے کال کے حصے سے  
کر رہے تھے جو کچھ نے اسے کئی آہٹ پا کر دونوں بے تحاشا بھا

مگر رقم ساتھ لیتے گئے۔ یہ تو دوسری میں کوئی ستر روپیہ اور کچھ کپڑا  
دین چھوڑ گیا جو کچھ لکھی کہ چور تھے مگر ایسی گھڑی کہ قدم اٹھانا  
محال تھا۔ نالہ بھیا نک جو طرف لمبی لمبی گھاس گھین گئے  
کھوٹے کھینے کاٹے چھپتے تھے کہیں اونچے نیچے پر پاؤں  
بڑھتا تھا۔ جب اس مقام پر پہنچی جان چور بیٹھے تھے تو دو چار  
روپیہ پاؤں کے تلے آئے اور کس قدر ٹھکانا ہٹ بجی  
ہوئی جھک کر دیکھا تو روپیہ اور کپڑے جی چاہا کہ روپیہ بھٹکے  
مگر حرات منہوی سردی کے سبب سے کانپ مچھی تھی۔

کپڑوں کو جو دیکھا تو جامہ دار کا تین چار کڑ کا کٹڑا نظر آیا۔ فوراً  
اٹھ کر اوڑھ لیا اور جلی خدا خدا کے کہ وہ کافر نالاطی ہوا تو  
دیکھا کہ لائین ہے ایک دیہی ساٹنے سے آتا ہوا اور کسکے  
ساتھ ساتھ ایک سفید پوش ہیں بھی کہ سفید پوش آتا ہیں

سفید پوش دیکھنے میں تو شریف معلوم ہوتے تھے کہ  
دل کے بڑے کوٹے تھے سوچے میاں سے لیکر ان کو سنبلا  
دکھاؤ اور ایسی جگہ بند کر دو جان سے عمر بھر نکل نہ سکیں  
عورت تھی خوبصورت حضرت ریچہ گئے۔ خدا نکار کو کل دہائی  
کو گل کر دے اسے جی بھادی۔ تو بالکل تاریکی ہوئی جو گنگے  
باغ میں ہاتھ دیکر چلنے لگے کبھی آہستہ سے چلی لیتے تھے۔  
کبھی ہنس ہنس کر باتیں کرتے تھے جو گنگے کی کہ یہ دق  
ضرور رہیں گے جب انکی یہ کیفیت ہو کہ راہ میں میرا ہاتھ کر لے  
بے دھڑک چلے آتے ہیں اور چھوٹتے جاتے ہیں تو خدا ہی حافظ  
ہو۔ مگر اسوقت لڑکی کیا بچاری مجبور تھی۔  
جو گنگے نے سفید پوش سے کہا کہ میرا ہاتھ آپ چھوڑ دیجیے۔  
ایسا نہ ہو کوئی دیکھ لے تو بدنام ہو جاؤں۔ مگر سفید پوش  
نے ایک نہ مانی اور طوعا و کرہا جو گنگے کو بد عزت و حاجت  
لے گئے اور کہا ہم بڑے نامی وکیل ہیں۔ جو گنگے جو ان کے  
گھر گئی تو دیکھا کہ ایک کمرے میں ٹاٹ پدری اور چاندنی  
بچھی ہو۔ ایک کونے میں چارپائی پر قالچہ اور دو تکیے رکھے  
ہیں۔ میز پر بیس کپیس کتابیں اور کاغذ تل دو است ہر  
باقی اللہ خیر صلاح سوچی کہ یہ وکیل کوئی لٹو نیچے  
نظر آتے ہیں۔ اس کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہو۔  
وکیل۔ آئے بیٹھے۔  
جو۔ آنکھیں جھکی پڑی ہیں۔  
وکیل۔ سوئے گا۔  
جو۔ جی ہاں۔  
وکیل۔ تو چارپائی تو ایک ہی ہو۔  
جو۔ کچھ مصالغہ نہیں۔ ہم زمین برسوں میں گئے۔

سفید پوشی کا معنی کچھ جھوٹ بھی ہو۔ بھلا کوئی شریف زادی  
بھی اس وقت تین سوچے رات کو اس طرح پر باہر نکلے گی  
وہ حول ولا قوت اور کھارے سن کی تو کوئی آوارہ مزاج  
بھی جرأت نہ کرے گی۔ تم کل حال بناؤ ہمارے بچہ میں  
آتا ہو کہ تم اپنے میان کی چوری سے نکل آئی ہو بس  
یہی بات ہو پھر کال نہیں ہو گیا ہو کہ تم کسی کی بیوی ہو۔  
جو۔ آپ آدمی شریف ہیں صورت سے شرافت برسی ہو۔  
سفید پوش۔ اب ایک کام نیچے۔ ہمارا کتنا مایہ۔ خوب خانہ قریب  
ہر دوکان تک چلی چلیے۔ یا دم تمام بیٹھے اور میں اپنا کل حال  
بتاؤ یہ ہمیں وحشت ہوتی کہ آپ اس درجہ حسین اور  
خوش پوش ہیں اور رزت کے وقت اس طرح تنہا  
بلدے کے اندر۔ الامان الامان۔  
جو۔ مجھے آپ کے دولت خانہ تک جانے میں ذرا بھی  
تامل نہیں مگر شرط یہ ہو کہ میری عزت کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔  
سفید پوش۔ استغفر اللہ۔  
جو۔ پھر قول جان کے ساتھ ہو۔  
سفید پوش۔ بیشک۔  
جو۔ چلے کو تو ہم چلتے ہیں مگر قول مردان جان دارد۔  
سفید پوش۔ انشاء اللہ۔  
جو۔ خیر چلیے۔  
جو گنگے نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر انکا کتنا ماننا تو بھلا  
محال ہو۔ علاوہ برہن یہ بھی خوف تھا کہ مبادا حقانہ وار  
کچھ لہجہ لہجہ ایسا نہ ہو کہ ماما کہیں دیکھ پائے۔ تو کا  
ہوا ہی چاہتا ہو۔ اب آخر جاؤں گی گمان۔ نہیں کے  
گھر کو عینت سمجھو۔

وکیل - اچھا سو رہی ہے۔

جوگن جامعہ وار اور محکمہ تعلیم لپیٹے ہی آنکھ لگ گئی۔ اور خراٹے لینے لگی وکیل نے حقہ بیا اور آدمی کو بون بٹی پر بحالی۔

وکیل - سلاخ کش تم صبح کو ان سے کہنا کہ آپ بڑی خوش نصیب ہیں وہ پوچھیں گی وجہ - کہنا تم سے بڑھ کر کوئی خوش قسمت ہی نہیں - بڑی دیر کے بعد وہ بتانا کہ میان ایسے جوان تم پر عاشق ہوئے اور ہماری طری تو نصیحت کرنا کہنا یہ میں ہیں - ان کے باپ چکلا دار ناٹا نٹخی الملک تھے اور ان کے ہاں دو لیلیاں ہیں اور آدمیوں کی خواہشیں میں میں سو روپیہ دیتے ہیں اور کہنا میان بڑے سیدھے لکھی ہیں اور نواب صاحب کے ہاں سے قیمتی اسباب لے آنا۔

سلاخ کش قیمتی اسباب کیا بے زیور کی قسم سے۔

وکیل - اُن تو ہی رہے نہ۔

سلاخ کش - ہاں جب سے آپ کے ہاں آیا۔

وکیل - بکو نہیں بس۔

سلاخ کش - میان آپ تو بکھلائے ہوئے ہیں کچھ - بھلا وہ نہ کہیں گی کہ اگر میں اور روپیہ والے ہیں تو بچنے حالوں کیوں رہتے ہیں - ایک تو کھٹا آپ کے پاس اور اسپر یہ باتیں کہ ہم ایسے اور ہم ایسے۔

وکیل - آہستہ آہستہ باتیں کرو۔

سلاخ کش - میں اتنا کم دن گا کہ ہمارے حضور دل کے بھر سے وہ ہیں۔

وکیل - وہ کیا معنی۔

سلاخ کش - اچی چالا نک ہیں۔

وکیل - ہاں یہ نا - کہنا دل کے چالاک ہیں۔ چالا نک نہیں بولتے۔

سلاخ کش - تو ہم کیا کچھ کمفی ہیں۔

وکیل - اچھا آج کھانا تو دل لگا کر کھاتا۔

سلاخ کش - تو کسی باورچی کو بلوایجیے نہ - وہ خوب کھا جائیگا اچھے سے اچھا باورچی ہے اُن کا اور دور پیر خوب ہے تو عمدہ سے عمدہ کھانا کھاؤ اور دن بھر چٹ پٹ روپیے لگاؤ کہ میں تو نوکر آپ کا - ان کے لیے کوئی ماما نوکر رکھیے بے اس کے بات نہ بنے گی - خداوند - ہاں چلیے مارنا ایسے ہیں - ہم تھوٹ نہ بولیں گے لکھی۔

وکیل - دیکھو رفتہ رفتہ سب فکر ہو جائے گی۔

سلاخ کش - فکر کیا خاک ہوگی - مقدمے والے تو آتے ہی نہیں۔

وکیل - آئیں گے آئیں گے۔

سلاخ کش نے اپنے آقا کو کھایا کہ میان اس بکھر میں نہ پڑو - روٹی کپڑے پر راضی ہو تو خیر اور جیگن کے رہنا جا ہیں تو دھتا بتاؤ ورنہ بلٹ جلیے گا۔

وکیل - اچی ایک مقدمے میں تم بکھی کنسرل جاسکی۔

سلاخ کش - تو جب آپ کو پتا لے بھی کوئی۔

وکیل - کہتے ہیں تمہیں یقین ہی نہیں آتا۔

سلاخ کش - تو کیا ملے گا ایک مقدمے میں کون سی ایسی رقم مل جائے گی۔

وکیل - اچی ملنے کی نہ کموٹے اور دلا کھڑے۔

سلاخ کش - ابن اتنا جھوٹ - میان میں نوکری نہ کرنے کا

دیکھتے نہ کر پڑے کہیں۔ لوگ کہتے ہیں کال پڑتا ہے۔  
 ہینے کا زور ہوتا ہے۔ میٹھنیں برستا ہے۔ برے کیا خاک۔  
 اس جھوٹ کو تو دیکھ کر کھانا ہاڑ دو لاکھ ایک مقدمے  
 میں آپ پائینگے۔ کبھی بابا راج دوہرا کی بھی صورت دیکھی  
 تھی ہینے تو آپ کے باوا کو بھی چوتیان چھالتے ہی دیکھا دولا  
 پائین گئے ہونگے۔ پانچکے وہ تو کیتے فقیر کی رو۔  
 روٹیان چلی جاتی ہیں۔ یہی غنیمت سمجھو۔  
 وکیل۔ تم بڑے ستان ہو۔  
 سلاخیش۔ میں تو کھری کھری کتا ہوں۔  
 وکیل۔ ایسی کھری کھری کیون کہو کسی کا دل دیکھے۔  
 سلاخیش۔ تو کی بیٹی ہیں مبین آئی۔  
 وکیل۔ اچھا ایک کام تو کرنا۔ وزادو ایک آدمیوں کو  
 لگا لانا۔  
 سلاخیش۔ کیا کرنا ہے۔  
 وکیل۔ دو چار آدمیوں کو اہل مقدمہ بنا کر لے آنا۔  
 سلاخیش۔ یہ کیوں۔  
 وکیل۔ جو ایک مصلحت۔  
 سلاخیش۔ تو ضبط کلاتا ہے۔  
 وکیل۔ تم تو ہونا مقول سمجھتے نہیں اور ہر بات میں شاہین  
 نکالنے ہو تم کو کر ہوا آتا۔ کہدیا کہ دو چار آدمیوں کو  
 مقدمہ والا بنا کر لے لاؤ جہین یہ سمجھیں کہ ان کے پاس  
 مقدمہ سمیت آتے ہیں تم تو رنگ جاتے ہیں نہ اپنا۔ یہ بات  
 سمجھو۔ وہ ہم کو بہت چھانچھانے لگے۔ اور ہمارا دم بھرنے کی  
 تم کو اس کی طرح سے کیا واسطہ۔  
 سلاخیش۔ وہ کیا باتیں ہیں آپ کی۔ جنگا سر نہ پیر۔

اگر وہ ایک کو کچا پس پھونس کے لائے بھی تو منا نہ کیا۔  
 ٹکا تو وصول نہ کر۔  
 وکیل۔ وہ کھین کی لکھ یہ بہت بڑے وکیل ہیں۔  
 سلاخیش۔ اسی چاہے صبح سے شام تک دو مقدمے  
 واسے آپ کے ہاں آئیں پتا ہے دن بھر سنا ہے ان کو  
 اپنے زیوراما چھو چھو مہری الم غم سے واسطہ پڑا اور جو آپ  
 کے ہاں صبح سے شام تک پانچہزار آدمی بھی آئے اور انکو  
 ایک جھلک بھی آپ نے نہ بنوایا تو کیا۔  
 وکیل۔ دیکھو فکر میں ہیں ہم۔ کوئی نہ کوئی تہذیب کا لین گے  
 انشا اللہ۔  
 سلاخیش۔ بلیک کام تو کیجیے۔  
 وکیل۔ وہ کیا۔  
 سلاخیش۔ وہ ٹرا ضروری کام ہے۔  
 وکیل۔ نوکچہ کو گے کبھی۔  
 سلاخیش۔ وہ ضروری کام ہے کہ خود بھی سو رہیں حضور  
 اور غلام کو بھی آزاد کر دیں۔  
 وکیل۔ خاصی بات ہے۔  
 سلاخیش۔ سلام۔  
 وکیل۔ مگر ہم کو کھانا نہیں۔ ہم دوپہر تک سونا چاہتے  
 ہیں۔  
 سلاخیش۔ وہ آپ چاہتے کیا ہیں ایسا تو ہونا ہی  
 ہے۔ اب بڑا کتا ہے۔  
 وکیل۔ اور انکے منگرا بلکہ مصاحبتیں سلاخیش  
 سو رہے۔ سوئے تو گھوڑے بچ کر دنیا و مافیہا کی  
 خضری نہیں۔

نام ماری پیشہ دہالی بچا بچہ۔  
 اتنے میں بارہ کی توپ دہی - اور ساتھ ہی حضرت  
 وکیل بھی اٹھ بیٹھے۔  
 وکیل - پانی لاؤ۔  
 سلاخیش - حاضر ہوا خداوند۔  
 وکیل - (منہ دھو کر) آج وہ دوسرا خدمتگار کمان  
 ہو۔ الہی۔  
 سلاخیش - حضور چلے گیا ہو۔  
 وکیل - کیسے آپ تو خوب چھوٹے بچے سو رہے۔  
 جون - اے ہر - ذری سچ کیسے گا۔ اور آپ اپنی  
 نہ کہیں گے۔  
 وکیل - آج مسابک قدم نہ آئی۔  
 سلاخیش - رات اسے لڑکا ہوا ہو۔  
 راوی - دہرے خدمتگار۔ اچھا نک لانا جاتا ہو۔  
 وکیل - اور کالے خان کمان مر گیا آج۔  
 سلاخیش - لال خان کے پاس بھیجا ہر حضور۔  
 وکیل - اور مجر نہ آیا ہمارا۔  
 سلاخیش - حضور نواب صاحب نے بلو بھیجا تھا۔  
 وکیل - اہل مقدمہ کوئی آئے تھے۔  
 سلاخیش - حضور رب واپس چلے گئے۔  
 وکیل - کچھ پروا نہیں۔ ہم تو مقدمہ کی چھسہ بسی  
 پروا نہیں کرتے۔  
 سلاخیش - حضور کے گھر کی ریاست کیا کم ہو۔  
 وکیل نے جون سے کہا کہ آج آپ ایسی ہمدرد آئیں  
 کہ آج کوئی آدمی ہی نظر نہیں آتا۔

جون نے نام شب سہری کھائی تھی اور رات بھر  
 سوئی تھی تو نہیں آئی تھی۔ سوئی تو گیارہ بجے اٹھ لی۔  
 سلاخیش نے پانی دیا منہ ہاتھ دھو یا گوری کھائی۔  
 اور کمان کو جگادو آؤ۔  
 سلاخیش - حکم ہو کہ سب بچے جگنا۔  
 جو - کس کا حکم ہو۔  
 سلاخیش - ہمارے مالک کا۔  
 جو - اب ہمارا راج ہو۔  
 سلاخیش - بہت خوب۔  
 جو - انکا نام کیا ہو۔  
 سلاخیش - انکا نام ہینگن۔  
 جو - کیا؟  
 سلاخیش - ہینگن۔  
 جو - اے ہر ہینگن۔ تو نوعمریت ضرور ہوں گے۔ اور ان کے  
 باپ کا نام کیا ہو ہینگن - ۹  
 سلاخیش - باپ کا نام ماری۔  
 جو - واپس معلوم ہو گیا اور پیشہ کیا ہو۔ معلوم شد باغدی۔  
 سلاخیش - دلائی کرتے ہیں۔  
 جو - اے ہر دلائی ہو۔  
 سلاخیش - جی اور کیا۔ باپ دادا کے وقت سے دلائی  
 ہوتی آئی ہو وکیل صاحب بیٹے بیٹے سن رہے تھے  
 اور دل ہی دل میں سلاخیش کو گالیان دیتے جاتے  
 تھے کہ مردود نے جما جیا رنگ نے کے پھکا کر دیا حالانکہ  
 سمجھا دیا تھا کہ خبردار خبر دلائی تین ذکر نہ کہ بھڑک اٹھے۔  
 اگر ایک ہی مردک ہو۔ ہمارا نام ہینگن بتایا اتنا کا

جو۔ (تنگ کر جب کوئی ہو بھی)۔ (مسکرا کر) بس ایک  
سلاخ کش ہی سلاخ کش نظر آتے ہیں۔ بہن۔ اور ہان  
خوب یاد آیا۔ ذری آپ کا نام تو سنون۔

وکیل۔ ہمارا نام مولوی مرزا محمد صادق علی بیگ  
وکیل عدالت۔

جو۔ گھر کی بچگی باسی ساگ۔

وکیل۔ اینو اور نیسے۔

جو۔ کھارا نام ہینگن ہو۔ اور ہینگن کے ٹکے ہو اور  
دلائی کرتے ہو۔

وکیل۔ ہینگن کس مردود کا نام ہو۔

جو۔ سلاخ کش تمھارے میان کا کیا نام ہو۔

سلاخ کش۔ مرزاجی مرزاجی لوگ کہتے ہیں۔ کوئی کوئی  
مرزا صاحب بھی کہتا ہو۔

جو۔ بہنیں ہم پوچھتے ہیں نام انکا کیا ہو۔

سلاخ کش۔ (مسکرا کر) بہنوں کا کیا نام ہو۔

وکیل۔ ارے نام کیوں نہیں بتاتا۔

سلاخ کش۔ انے کسی نے کہا یا کہ (مسکرا کر) ہینگن ہو۔

وکیل۔ (چھٹا کر) اور اوپر سے ہنسا ہو۔ پاجی اور کون  
کہنے بیچھا۔ تو ہی نے کہا ہو گا۔

سلاخ کش۔ اب آپ کے پاس کیا ہیں اکیلا تو کہہ دیں  
راست کو پندرہ بیس آدمی تھے۔ کسی نے بک دیا

اسکو ہم کیا کرتے ہیں بھلا۔

وکیل۔ آپ اس پاجی کے کہنے میں نہ جائیے اسی کے  
سبب ہمارے میان کوئی آدمی نہیں ملتا۔ میں سنتا تھا  
کہ چپے چپے باتیں کر رہا ہو ہینگن اور ہینگن تمھارا کام کہیں کا

اور ہنستا ہو اوپر سے بے غیرت۔

سلاخ کش۔ ارمین کھڑا ہو کر خوب ہنسا۔

وکیل۔ مجھے ایک بہت بڑے درویش نے کہا کہ تم جلد  
بادشاہ ہونے والے ہو۔

جو۔ (ہنس کر) ہان پھر آؤ کھوٹا رہے سر پر بیچھا ہی  
چاہتا ہو۔

وکیل۔ بڑی حاضر جواب اور زبان دراز ہو۔

جو۔ نہیں اللہ جانا ہو وہی طرح سے غریب آدمی  
بادشاہ ہو سکتا ہو یا تو ٹانگ توڑ ڈالے ادھر ٹانگ

ٹوٹی ادھر تھوک کے طور پر چٹ بادشاہ ہو گیا۔ یا تو سر پر بیٹھے  
تو غریب آدمی بادشاہ ہو جائے۔

وکیل۔ (غیر ہو کر) ہان!

جو۔ چنے تو ایسا ہی سنسا ہو۔ جو کہیں آؤ سر پر بیٹھے تو پھر

آپ بھی بادشاہی کریں۔ مگر پھر بہن کا ہے کو پوچھے گا۔  
پھر تو داغ ہی نہ ملین گے۔

وکیل۔ واہ اب تمھارا اساتھ چھوٹ سکتا ہو۔

جو۔ آپ کی آمدنی کیا ہو۔

وکیل۔ یہ نہ پوچھو۔ کچھ روپیہ گاؤں سے آتا ہو۔ کچھ ذوق  
ہو۔ کچھ وکالت کے زریعوں سے پیدا کرتے ہیں۔ اسٹیج

بسر ہوئی چلی جاتی ہو۔

جو۔ سواری کیا ہو تمھارے پاس فٹن ہوگی۔

سلاخ کش۔ (آہستہ سے) گدھا۔

جوگن مسکرائی۔ وکیل نے کہا آج کل تو بس ایک

پالکی ہو اور دو گھوڑے۔

سلاخ کش اس فقرے پر ہنستے۔



ویل - یہ کون ہنسنا۔

سلار بخش - حضور مجھے ہنسی آئی۔

ویل - کیون ہنسی کی سہین کیا بات تھی۔

سلار بخش - حضور نے جو اس وقت کہا کہ دو گھوڑے ہیں تو وہ دونوں ہنسائے۔

جو - کیا کہیں پاس ہی بندھے ہیں۔

سلار بخش - جی ہاں ادھر ایک اصطبل ہو اور اسکے پاس ہی نکلانہ ہو۔

جو - کس کا نکلانہ ہو۔

سلار بخش - (اشارے سے) ان کا۔

جو - این اکیا فیل نشین ہیں آپ۔

ویل - نہیں جی کہنے دو اسے یہ یون ہی کہا کرتا ہو۔

جو - ذری ہم کو دکھاؤ۔

ویل کے ہوش بران کہ گھوڑا کیسا ہیساں گدھا

تک تو جو نہیں ہم تو ڈینگ ہانٹتے تھے کہ دو گھوڑے ہیں

ایک باکی اس مردود نے کہاں سے سن لیا کہ ہنس دیا اور

کہتا ہو کہ ہنسنا کی آواز آتی ہو۔

جو - وکالت میں کہا ملتا ہوگا۔

ویل - اب تو آج کل مقدسے ہی کم ہیں۔

جو - تو بھی بھلا۔

سلار بخش - اسکی نہ پوچھیے کسی مینے دو چار ہاتھی

مختار نے مین کسی مینے دس پانچ اونٹ مل گئے

کبھی دو گدھے آئے گئے۔

ویل - (دغا ہو کر) تو اچھا بیان سے۔

جو کہنے لگا چاہا کہ ہنسی ضبط کرے مگر نہ کر سکی

جو - آدمی شرمزد معلوم ہوتا ہو یہ سالار بخش ملازم جو کہ صاحب

ویل - ہزار بار کہہ یا کہ مسخرے پن سے ہکو نفرت

ہو۔ نابکار۔

جو - اب غصے کو تھک دو۔

جو کہ ایک کامنی پھیل پھیل عورت اور پالے پڑی

ایک انوکھے ویل کے۔ ویل نے پہلے ہی دن سے حافق

کا اظہار کرنا شروع کیا۔ کانا طوطا صوفیہ ایک آدمی ٹھرون

ٹون وہ بھی منہ چڑھا۔ اور اپنے کو ظاہر کیا چاہیں رئیس بن

رئیس مگر وہ اسے سلار بخش جواب ترکی یہ ترکی دینے میں تم

بھی خوب مشاق ہو ویل نے پوچھا آج ماما نہیں آئی یہ بولے

حضور کل اسکے لڑکا ہوا۔ وہ غدر بیان کیا کہ ایک مینے

تک کی غیر حاضری کے لیے کافی ہو حضرت نے پوچھا

آج مقدسے والے نہیں آئے کہا حضور سب پھر گئے آپ

آرام میں تھے۔

ان ویل صاحب کی بڑی لمبی جوڑی کسائی ہو۔

جسکو ہم ضرور بیان کرینگے بالفعل یہ لطیفہ بھی سننے کے

قابل ہو کہ ویل نے سالار بخش کے کان میں جو کہنے کی چوری

سے آہستہ آہستہ بول گفتگو کی۔

ویل - سالار بخش وہ بات بھول گئے۔ کیون جی۔

ہو بیوقوف کہ نہیں۔

سلار بخش - کون بات میان۔ مجھے تو یاد ہی نہیں

ہو مجھے۔

ویل - گولی مار دے ایسے آدمی کو۔

سلار بخش - تو بھانسی بھی پائے۔

ویل - مجھ سے کچھ کہا تھا نہیں۔

سلا کر بخش۔ آپ تو علدی علدی گھر اور گھر کر مہبت کچھ  
 کہ گئے۔ اب سہی۔  
 وکیل۔ بخت دو چار مقدمے والے بنالہ۔  
 سلا کر بخش۔ ہاں اچھا۔ مگر میان پہلے ان کے لیے  
 کھانا تو بکواؤ۔  
 وکیل۔ لا حول ولا قوۃ۔  
 سلا کر بخش۔ اچھا آپ تشریف کہیں میں ابھی حاضر ہوتا  
 ہوں۔ دو چار کیا منی دس پندرہ کو بھانسل لاؤں۔  
 مگر یہ بھی رہیں میں لوگ کہیں کہ وکیل کی بڑی آمدنی  
 ہو۔ اور میں کہہ دوں گا کہ گانا سننے کے لیے نوکر رکھا  
 ہو سو روپیہ مہینہ دیتے ہیں۔  
 وکیل۔ سو نہیں دو سو کہنا۔  
 سلا کر بخش۔ وہی بات کہیے گا جو بے نیکی ہو۔ بھلا  
 کسی کو بھی دنیا میں یقین نہ آئے گا کہ دو سو روپیہ یہ وکیل  
 خرچ کر سکتا ہو۔  
 وکیل۔ کیوں یہ کہیں۔  
 سلا کر بخش۔ اسی اب آپ تو ہندی کی چندی نکالتے  
 ہیں۔ دھیلے دھیلے بر تو آپ مقدمے لیتے ہیں۔ دوسو  
 کی رقم بھلا گانے کے لیے کون خرچ کرے گا آپ اپنے  
 سوا اور سب کو پاگل سمجھتے ہیں۔  
 وکیل۔ اچھا بک نہ مہبت جا بھانسل لا دو چار  
 اہل مقدمہ نہ کو۔  
 سلا کر بخش۔ بہت اچھا۔  
 وکیل۔ کہیں اس نے مہمان کے سامنے نہ ایسی بیسی  
 باتیں کر چھنا۔

سلا کر بخش۔ ہم تو کھری کھری کہتے ہیں حضور۔  
 سلا کر بخش۔ باہر گئے کہ دو چار اہل مقدمہ کو بھانسل لاؤں  
 مطلب یہ کہ کسی جان بھان اڑوسی بڑوسی کو بھانسل لاؤں کہ  
 میان ایک عورت کو کہیں سے لائے میں تو کو حکم کو کہ  
 حضور ہمارا مقدمہ ہو۔ مگر غمناک کی بڑی تہی چوڑی تو ہیں  
 بتانا جس میں وہ عورت بھرتے میں آجائے اور میان کا  
 دم بھرنے لگے۔  
 سلا کر بخش۔ ایک ہی شریر آدمی۔ دنیا بھر کا نیا ریا۔  
 دس بارہ آدمیوں کو بھانسل لایا اور کہا کہ باری باری دو دو  
 چار چار آؤ سلا کی نہ تو بھرتے بھرتے آنا۔  
 اندر آئے تو وکیل کو دیکھ کر سلا کر بخش سوچیں پر تاؤ دینے  
 لگے مطلب یہ کہ آج وہ کارگزاری کی ہو کہ فہام کا استحقاق  
 ہو گیا وکیل از بس خوش جاسے میں پیوئے نہیں سہا  
 کہ آج سونے کی چڑیا ہاتھ آئی میں ہی میں لکھتا ہو۔  
 تھوڑی دیر کے بعد سلا کر بخش حق بھلا لایا حقہ مٹی کا جمین  
 تین سیر بانی آئے نیچے بھجوا۔ جب تک ایک انچ ٹھونڈ نہ کھولے  
 بی نہ سکے۔ علم وہ جمین آدھ سیر تبا کو بھرتے خود متکا کرنے  
 جو گن کے سامنے حقہ رکھا۔  
 جو۔ کیا لکڑا لے کی دوکان سے لائے۔ لکڑا لے  
 لکڑا لے بھی تو ایسا بھلا حقہ نہیں رکھتے یا تبا کو لے  
 کی دوکان سے لائے ہو۔ ہر لایا و ہر لایا و ہم نہ پین گئے۔  
 کہیں مدریا بھی نہیں چڑھا۔  
 وکیل۔ ارے سلا کر بخش۔  
 سلا کر بخش۔ خداوند۔  
 وکیل۔ یہ حقہ کمان سے اٹھا لایا۔ اتنے چاندی کے بھولیں

وہ حقہ کمان لکھا جو نسیم الدین حیدر کے پینے کا تھا۔  
وہ چہرہ کمان پر جو بٹھک سے لیا تھا جیسے مور بنا تھا اور  
پینے کے ساتھ ہی مور کی جھبکا محل بھر کو دنگ کر دیتی ہے  
وہ گنگا جمنی گنگا گڑھی کمان پر جو ہمارے سب نے  
بکھجی تھی۔

سلا بخش - وہ جو حنور کے سلسلے نے بکھجی تھی وہ تو  
حنور کے ہمنوی بیگم۔

وکیل - ہمنوی ہمارے کون۔

سلا بخش - وہ نہیں ہیں ٹھٹھٹے ٹھٹھٹے۔

وکیل - وہ تو ہمارے سارے ہیں۔

سلا بخش - مگر وہ تو ہمنوی بتاتے تھے چلیے ہمارے  
نزدیک جیسے آپ کے سارے ویسے آپ کے  
ہمنوی دونوں کیساں - ہم آپ کے بھی تابعدار ان کے  
بھی تابعدار۔

وکیل - تو آخری جوان اور چاندی کا حقہ اور زیر انداز  
اور چہرہ کیوں نہیں لگاتے جو یہ بھدیل حقہ اٹھالانے  
وہاں سے جو حرکت ہے آپ کی وہ ایسی ناشائستہ ہے  
لاؤ جا کے۔

سلا بخش - خداوند وہ تو سب بند ہے۔ وہ خدا متکار  
آج آیا کمان۔

جو - تو چلو ہٹاؤ یہاں سے۔

سلا بخش - حضور ایک دم لگائیں گے۔

وکیل بس معاف کیجیے اٹھا لیجاؤ۔

جو - اے تو دیر یا ہی منگواؤ۔ یہ سب سامان بند کمان  
ہے۔ زری سارا تو مکان - مرغی کے ٹاپے کے برابر (برابر)

وہ کمن کو ٹھون میں بند ہے سب کا سب۔

اتنے میں کسی شخص نے لگا کر طالب او طالب۔  
سلا بخش نے کہا کون ہے اس کا ہم مقدمے والے  
وکیل ازیں محفلوں ہونے کے سلا بخش پچاس لایا۔ فرمایا  
بلالو۔ سلا بخش نے کہا آؤ جی۔ حضور بلا تے ہیں۔  
کوٹھے کا یہ راستہ ہے۔

مقدمے والا آیا سلا بخش نے کہا سامنے جاؤ اب  
دل لگی دیکھیے کہ مقدمے والے کے ایک ہاتھ  
میں جھاڑو دوسرے میں بچہ۔ آتے ہی جھاڑو کو نیٹے  
کھڑی کر دی اور بچہ ٹیک کر بیٹھا وکیل از سر تپا پھٹک  
گیا پوچھا تم کون ہو اس نے کہا ہم بھنگی ہیں صاحب۔  
جو کمن مسکرائی۔ وکیل نے سلا بخش کی طرف دیکھا۔  
سلا بخش سر جھکانے لگا۔

وکیل تم کیا کرنے آیا ہو کیا کمن کا کام۔  
بھنگی حضور کا ہتھ ہوں۔ میری ملی کا ایک بانس کی  
اکال سیکیا ایک شخص پر شک ہے۔ تو حضور کو وکیل کرنے  
آیا ہوں۔ غلام ہوں خداوند۔

وکیل - کوئی ہے کمال دواس باجی کو وکیل جاہیان سے  
سلا بخش - خداوند امیو کلا مقدمہ کو آپ لین اور غریبون کا  
کون لے اس دن وہ راجہ آئے جنگ ساتھ پیش  
سوار تھے حضور نے اپنی جگہ نہ چھوڑی اور وہ ہاتھ ہی  
جوڑا کیے۔ وکیل تو زری کی سوتی ہے بھی زریفت  
میں بھی لٹھے میں۔ امیر دن کا مقدمہ آپ لین اور غریبون  
کا کون لے۔

وکیل - غریبون کا غریب وکیل لے۔

راوی۔ بجا ارشاد ہوا حضور تو ایڈ و کیٹ خبرل ہیں۔

ہمارا جملہ راؤ نے حضرت بالٹاٹن کو ناحق ہی ولایت سے بلایا حضور تو ~~بجائے~~ بدو ہی تھے۔

مسلا بخش۔ اچھا مہتر بتاؤ کیا دو گے۔

مہتر۔ (ٹینٹ سے پیسے نکال کر) ہمارے پاس تو دو دو سا ہی ہیں۔

وکیل (جھٹاکر) نکالو نکالو اس کی منت کو۔

وکیل صاحب اس قدر جھٹلے کہ جھاڑو لے کر مہتر پر

خوب ہاتھ مارتا کیا۔ وہ جھاڑو پنجہ چھوڑ کر بھاگا۔ تو حضرت جوگن کے قریب جانے لگے۔

جو۔ (بھاگ کر) الگ ہی رہنا میان الگ ہی رہنا۔

وکیل۔ کیوں۔ کیوں۔

جو۔ ارے مہتری جھاڑو چھوٹی اور فرش پر چلے آئے۔

وکیل۔ ہاے ہاے بھول گئے۔

جو۔ اوئی اللہ میں کمان بھنسی آن کے۔

وکیل۔ بھرت کیا کروں۔

جو۔ غسل کرو۔

وکیل۔ ہاے انہیں۔ تو نہ سیکھا۔ آج ٹری سردی ہو۔

جو۔ بھو اللہ جانا غسل کرو میں تو بھڑپن گے نہیں۔

مسلا بخش۔ ہاں سچ تو کہتی ہیں۔

وکیل۔ تو چپ رہ دو۔

مسلا۔ وشریر تو پرے سرے کا تھا ہی مسکرانے لگا۔

اسپر وکیل صاحب اور بھی جھٹلائے اور مسلا رو کو لٹنے دوڑے

تو مسلا بخش نے کہا ہاں ہی حضور کی (جوگن کی طرف اشارہ کر کے) جوگن نے کہا میں خبردار۔ ہاتھ نہ اٹھانا۔

وکیل صاحب خاموش ہو رہے۔

جو۔ اب آپ حمام جائیے۔

مسلا بخش۔ اچھا۔ کہیں یہ صلاح بھی نہ دینا۔ میان

انہی آدمی نہانے کے نام سے کانپ اٹھتے ہیں۔

جھوٹ موٹ کہدین گے کہ حمام خانے کیا تھا اور یوں ہی

کوڑے چلے آئیں گے۔

وکیل۔ دیکھو اب میں اسکو پیٹ چلون گا۔

جو۔ اچھا آخر تو نہاؤ گے یا یوں ہی بیٹھ رہو گے۔

وکیل۔ اُن اس وقت تو منانے کے نام سے روح

لرزنی ہو جیگ بگٹھٹھا جاتا ہے۔

جوگن نے مسلا بخش کو حکم دیا کہ تم پانی بھرو۔ مسلا بخش

پانی بھولائے وکیل صاحب نے روتے روتے کپڑے

آٹا سے لنگی باندھی۔ مسلا بخش نے کہا لیجیہ نہانیہ جیسے ہی

بدن پر پانی پڑ حضرت غل جھاکر بھاگے اور مسلا بخش چڑے کا

ڈول پیے ہوئے پیچھے دوڑا۔ پھر پانی پڑا پھر روئے جوگن مار

سہنسی کے لوٹ نوٹ لئی۔ انحضرت اب خرابی ابھر وہ آپ نے

غسل سے فراغت پانی تھر تھر کا پیتے تھے۔ مسلا بخش نے

اسپر وہ کیا کیا پنکھا جھٹلے لگا بتا تو اور بھی جھٹلائے اور

کس کے دو تین تہاں لگائیں۔ مگر مسلا رو بھاگ کر کپڑے

ہوئے۔ جوگن نے دھکا دیا۔ مسلا بخش انہی میں

آگ لے آیا تاپنے لگے۔

جو۔ اب یہ جاننی تو اٹھو۔

وکیل۔ کیوں جاننی نے کیا قصور کیا ہو بھاری نے۔

مسلا بخش۔ حضور کی سی ہو تو بیٹھا تھا۔

وکیل۔ مارے تو بھرو لڑاؤ مسلا بخش مارنے مارنے

اودھڑ کے دھرونگا۔

سلار بخش۔ خداوند مالک ہن ہمارے سارو ایسے تو  
بھی حشر کے دن ہم دامن نہ پکڑیں گے۔

سلار بخش ایک لڑکے کو بلالایا۔ اُس نے چاندنی  
اٹھائی تو قلعی کھل گئی چاندنی کے نیچے ایک پھٹا پیرانا  
ٹاٹ بچھا تھا۔ بابا آدم کے وقت کا اور درسی نہ کوئی فرش  
وکیل کٹ گئے۔ جو گن نے کمالے بابا کوئی فرش اسپر  
بچھو او۔

وکیل۔ وہ بڑی درسی لے اوجھڑے پر لڑائی تھی۔

سلار بخش۔ وہ اُسکو تو ایک لونڈا چڑا لے گیا۔  
جو۔ ادنی چھڑے پر لڑکے تو موئی درسی آئی اور ذرا سا  
لونڈا انگور اُخر لیکھا۔

وکیل۔ تو بھنگ تو نہیں پی گیا سلارو۔

سلار بخش۔ کون؟ سلارو! سلارو میان مدارو کے  
بان رہتے ہوئے۔

وکیل۔ بھلا تھی بڑی درسی جو کیکڑ لگاتا۔ اور کچھ لونڈا  
کھٹارے باپ سے تو بھتی نہیں۔

سلار بخش۔ بیشک۔ ہمارے باپ کوئی سر بلو جھپے  
یا زور سے تو تھے نہیں۔ ہم جانتے ہیں لونڈا اپنے ساتھ  
اونٹ لیکر آیا تھا۔ جب ہی لیکھا۔

وکیل۔ اچھا وہ قالیچے اٹھا لادو جو بیل خانے سے بنکر  
اُسے ہن بیس بیس روپیہ جوڑی۔

سلار بخش۔ خداوند وہ تو سب بند پڑے ہیں۔

وکیل۔ اچھا جا کر دیکھو جو کچھ لے اٹھا لاؤ۔

سلار بخش جا کر اپنا مکمل اور ایک ستر خان اٹھا لانے

وکیل تو برآمدے سے بانار کی سیر دیکھتے تھے اسنے  
جب سے مکمل بچھایا اور دستر خان اسپر رکھ دیا اور کہا ایسے  
میان بچھو گیا۔ وکیل صاحب جو اسنے اور دستر خان  
اور جو گن کھلا کر سنس رہی جو۔ وکیل نہایت برا فروخت ہوئے  
سلار بخش ایک کوٹھری بن چھپ رہا تھا۔ وکیل نے ڈنڈا  
لگا لا۔ اور دیکھے ہی دیکھتے دھار باروت بھت سے کھو پڑی  
سہلائی۔ سلارو ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

وکیل۔ آخر کھنت تو جو میرا نک کھانا جو تو رنگ کیون  
پھیکا کرتا ہے۔ میں ایک کون تو دو کہا کر۔ خیر خواہی کے  
یعنی ہن سکھلا رہا تھا دیا کہ ہم جو کچھ مالین کمدے بند ہے  
ہندی جی چندی نکاتا ہے۔ نا مقول خیر دراب تو کہہ۔

سلار بخش۔ تو یہ دکان پکڑ کر (توبہ پھر کان پکڑ کر) تو بہ!  
تو ایک تو ہم پہنچے ہی نہ تھے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ اب  
آپ ایک کمین گے میں دو کون گا اور کچھ آپ مانگین گے  
میں کمدو لگا بند ہے بس یا کچھ اور بھی جو کچھ نکھانا ہو بھجا بیجیے  
کچھ میں نہیں جانتا۔ ہاں!۔

وکیل۔ اچھا ہم جلتے ہیں تو آنکر کنا قصور معاف کیجیے۔  
اور رو نا خوب۔

وکیل صاحب۔ ہدایت کر کے چلے گئے جا کر پار پائی  
بر جو گن کے پاس بیٹھے تھے کہ سلار بخش روتا سہ بیٹھا ہوا  
آیا جو گن دھک سے رہی بھی کنا لگا کوئی عزیز مر گیا ہو۔

وکیل صاحب کے ہوش بران کہ بالائی کیا جا رہا ہے پوچھا کیا  
ہوا خیر تو ہے۔ اسے آخر کچھ بتا دیا کچھ یا سہری پیٹے لگا۔

کیا ہوا کیا۔ کیا کوئی مر گیا خدا نخواستہ۔ سلارو تھوڑی دیر  
تک خوب روئے اور وکیل کے قدموں پر گر کر کہا۔

حضرت میر تقی میر فرماتے ہیں :-

وکیل - لا حول ولا قوۃ - لا حول ولا قوۃ - نہ لگاؤ نہ کجنت

جی چاہتا ہو اپنا منہ نہ لگائے

جو - اچھا جائو معائن کیا - کوئی اس طرح روتا ہو اللہ جانتا ہو -

ہم سمجھے کہ خدا نخواستہ کوئی بچارہ آپ کے عزیز دوست

ب کیا کہن - جان بھل گئی تھی کہ کہیں گے اچھی سب سے

آئی -

اتنے میں وکیل صاحب کے نام ایک خط آیا - وکیل

کمرے کے باہر خط پڑھنے لگے سلار کو بھی قریب کھڑے تھے -

جو گننے پوچھا - آپ کے ابا جان ہیں زندہ -

سلار کجش - حضور کے باپ ؟ ہاں - دو باپ ہیں -

وکیل نے بھی جتنوں سے سلار پر نظر ڈالی معلوم ہوتا

تھا کہ بچا لکھا میں گئے سلار نے جیکے سے کہا حضور تو

کہہ کر بھل جاتے ہیں - آپ ہی نے تو کہا تھا کہ ہم ایک کہیں تو

نہر دو گنا - تو یہ تھا کہ وکیل صاحب پیٹ چلین مگر جو گن

آئی تو دانست بیکر رہ گئے -

جو - یہ کیا پڑھ رہے ہو -

وکیل - صاحب کے پاس سے ایک خط بھی آئی ہو -

جو - کون صاحب - کوئی انگریز ہیں -

وکیل - ہاں ضلع کے صاحب ہیں - منہ سے بار بار ہو -

سلار کجش - آپ سے نہ - جی ہاں اسے اور دوسرے صاحب

سے بھی تو ہر جھجھون نے خبر یاد ٹھونک دیا تھا -

وکیل - صاحب نے مہین بلیا ہو -

جو - آخر شے کچھ کھاتے پیتے بھی ہو یا تو ہی ہو اچھا نا کے

چلتے ہو کچھ کھانا ہو دوپہ ہونے کو آئی - پیٹ میں کا کھڑ

کی روٹی باندھے ہو -

سلار کجش - ہونہ - دوپہ ہونے کو آئی ایک بچا

چاہتا ہو - آپ کتنی مہین دوپہ ہونے کو آئی -

جو - کیا ایک ہی وقت کھاتے ہو کیا - تو ہم تو بے موت

مرے میان -

وکیل - ارے سلار دکھانا پچھا -

سلار کجش - بند ہو -

وکیل - بند ہو تو بازار سے خرید لاؤ -

سلار کجش - بند ہو -

وکیل - کیا بند ہو -

سلار کجش - بازار -

وکیل - کڑ بھین گئے -

سلار کجش - دو -

جو - ابن ! ابھی ایک کہا اب کہتا ہو دو -

سلار کجش - حکم ہو کہ ایک کے دو کو -

وکیل - کھانا پکاؤ - جھٹ پٹ -

سلار کجش - بند ہو -

جو - امی آگے قریب اس منہ بن کو - یہاں

آئین تک قل ہو اللہ پڑھتی ہیں - اسے دل لگیان

سو جھتی ہیں -

بڑی دیر کے بعد سلار کجش نے کھانا پکایا اور ان کو

دست بستہ کما خداوند خدہ تیار ہو - وکیل صاحب فرمایا

لاؤ - کھانا با تو اٹھ موٹی موٹی روٹیاں - ایک پیاسے میں

دال ماش - دوسرے میں آدھ پاؤ گوشت اور آدھ سیر آدھ

جو گن بھوکی تو تھی ہی اسی کو شہیت بھی اور وکیل کا شکریہ



<p>خویر و خشنہ میں دل لیتی جو سب کی شغنی ہر گز آپ کی شغنی تو غضب کی شغنی</p>	<p>سلا رنجش پہلے دیکھتے تو اسی کی ہر شغنی ہوتا ہر وہ۔ تیلی چلا گیا اور وکیل نے سلا رنجش کو ڈاٹنا شروع کیا۔</p>
<p>جو۔ آپ نے جو کما کچھ چھڑے پکار کھاؤ تو مجھے۔ سلا رنجش۔ اور میں نے سمجھتی اپنے اوپر کئی دہائی ہی نہیں آپ نے۔</p>	<p>کہ تو سخت نابکار ہے جھک گئے کما کہ پنج میں بول اٹھا کہ تو اپنے تینیں کیا سمجھتا ہے۔ آخر تو کون ہے۔ لٹکے کا خدنگار اور تین بنانا ہر اوپر سے۔ آخر تو کون۔</p>
<p>وکیل۔ وہ کیا۔ سلا رنجش۔ میں نے کہا کچھ کہنے کا کما ہر مجھے۔ وکیل۔ خوب چھپڑے کیلئے کتے کا اچھا لفظ ہے۔ مگر بڑے کیون پڑنے ہو۔</p>	<p>سلا رنجش نے دے دانتوں کما ہم مصاحب ہیں اور ہیں کون۔ جو گن مچھری کہ کین قطع کے آدمی ہیں اور خدنگار کو کبیرن سقد رطر چڑھا رکھا ہے۔</p>
<p>سلا رنجش۔ یہ دور یہ کا انگر کھا پہنے ہیں نہ آپ۔ جو۔ اے واہ ہے۔ میان اور خدنگار میں جلّت بازی ہونے لگی جیسے میان و سیس میان کے آدمی۔</p>	<p>سلا رنجش جھڑو شام کو کیا کہے گا۔ ابھی سے تیاری کون وکیل۔ چوٹے میں گیا۔</p>
<p>اتنے میں آواز آئی۔ سلم۔ گھیاں۔ مولیٰ۔ سلین ساکو لو ترکاری کو۔ جو گن نے کما آخر یہ لو ایک دو پیسے کے شام کو کین گئے سلا رنجش نے نمسکر کر بکارا۔ ادھر۔ ادھر۔</p>	<p>سلا رنجش۔ تو خدو انداپ کا کھانا جو لہا چھوڑ بھارت میں جائے چاہے مگر ظلام تو دور وہ یہ یعنی اور کھانے پر لو کر ہے۔ اگر یوں ہی کھانا جائیگا تو ہم تو میں ہو جائیگے آپ نہ کھائیں ہمارا واسطے تو جو خریدے۔</p>
<p>او کیرن ادھر اس بھاگ میں آ۔ وکیل۔ آلو کتنے سیر ہیں سچ بیچ بتانا۔ کیرن۔ مول تول کروں یا دا جی کمون۔</p>	<p>وکیل۔ پتوڑنا کیا معنی۔ اپنے واسطے چھپڑے سے آجاکے۔</p>
<p>سلا رنجش۔ پہلے مول تول کرو۔ پھر دا جی کمون۔ کیرن۔ میں پیسے سیرائیں گے چاہے کلو چاہے نہ لو۔ وکیل۔ واہ۔ کل تو جھٹکے سیر پیسے تھے۔ کیون سلا رنجش۔</p>	<p>سلا رنجش۔ (دبے دانتوں) وہ بھی جب پکھنے پائیں آپ سے۔</p>
<p>سلا رنجش۔ واہ ایک آنے خریدے تھے۔ وکیل۔ عجب نالائیق ہو تو۔ سلا رنجش۔ ہوشا یہ ایسا ہی ہو۔</p>	<p>جو گن نے جو یہ فقہ سنا تو بے اختیار ہنس پڑی وکیل نے مچھرو کر چھپا کس بات پر ہنسن۔ آخر کچھ بتاؤ تو اس وقت تو ہنسی کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ افاہ۔ اب میں سمجھا۔ یہ جو میں نے چھپڑوں کا فستہ کما اپر ہنسن۔ میں ایسی ہی کستا ہوں۔ اسپر جو گن کو اور بھی ہنسی آئی۔</p>
<p>وکیل۔ اللہ ری شغنی کچھ ٹھکانے۔</p>	<p>وکیل۔ اللہ ری شغنی کچھ ٹھکانے۔</p>



وکیل - مرتجہ دوستی ہے کہ تین پیسے میری روٹی اور کوکٹا ہے ایک آنے میرے تھے۔ بھاؤ بگاڑتا ہے۔

سلار بخش - آپ کا حکم تھا کہ ایک ایک کے دو دو کوکٹا آپ نے کہا تھے میرے آسکا دونکا ایک آنے میرے خود ہی تو ایک بات کہتے ہیں آپ اور خود ہی بھول جاتے ہیں۔ کہا نہ تھا کہ میں ایک کمون تو تو رو کوکٹا۔ اب کیسے ایک کے عوض چار کمون۔ کسی طرح آپ خوش تو ہوں۔

جوگن نے سہ پہر آؤ خریدے اور پیسے اپنے پاس سے دیے۔ کپڑن چلی گئی تو جوگن نے کہا یہ آدمی کمال دینے کے قابل ہے کسی مقام پر سفر ہے پن سے نہیں چوکتا ہے۔ جب دیکھو بات کاٹ دیتا ہے یہ میری بات ہے۔

وکیل - بی شہو بان صاحب۔  
سلار بخش - کیا گل شہو بن۔  
جو - ہاں جسے گنوار لوگ گلری کا بھول کہتے ہیں۔

وکیل - واہ - واہ اور یہ اور۔  
سلار بخش - حضور گل شہو بن جب ہی کھلی جاتی ہیں۔  
وکیل - اور گلبدن غنیمت دہن۔

سلار بخش - آپ بھی تو جاے میں بھوے نہیں سماتے۔  
وکیل - تم کو کیوں غار ہوتا ہے۔

سلار بخش - تو چلتے کیوں ہیں حضور۔  
وکیل - جہان گل ہے دیان غار ہے۔  
سلار بخش - واہ دو دو بار۔

جوگن کو اپنی حالت زار پر اسوقت کمال افسوس تھا کہ تو دھری جانے نہ کہے تو دل بیکار ہو رہا سوار کے

خوف سے رات کو بھاگتا اور ساری رات جاگتا۔ اپنا نہ بیگانہ خویش نہ لگانہ۔ عزیز نہ رشتہ دار بیکس نہ سبے بس۔ پھر آستانی جی کی مہربانی سے اسکی پریشانی ویرانی کا دور ہونا آستانی جی کی عدم موجودگی میں تھا نہ دار کا آنا۔ اور شادی کا شوق چراتا۔ جوگن کی تنہائی اور پارسائی رتھانہ دار کی فقہ بازی۔ یہ باتیں یاد کر کے طبیعت آریں بیکار تھی۔ لاکھ خدیو کیا کرنا شک جاری ہی ہو گئے۔

دل میں یک درد اٹھا کھڑکی کو کھول کر اچھے کچھے ہیں کیا جانے کیا دیا

سلار بخش - میان - میان۔ بوئے ہی نہیں میان۔  
وکیل - کیا میان اور میان کالہ ہے۔

سلار بخش - (اپنے دل میں اگھائش تو نہیں کھا گیا ہے۔  
وکیل - آپ تو بات کرتے کاتے کھاتے ہیں۔ سیدی می بوئے ہی نہیں۔ آخر یہ روٹی کیوں بن بوئے۔

وکیل - بولون کیا یہ اسکوئی بات ذہن میں آتی ہی نہیں کہ کیا جہاں ہے تو کوئی قصور نہیں ہوا۔ ہوا تو کس طرح کا قصور ہے ہمیں بتائیں نہ چاہیں مگر معاف کر دیں۔  
ابھی تو غاصصہ سے کھلکھلا رہی تھیں اور ابھی یہ حال ہے۔

سلار بخش - یہ نہ کہیے۔ یوں کہیے کہ چاہئے قصور نہ معاف ہو مگر بتا تو دیجیے کہ کونسا قصور میرا ہوا۔

وکیل - معاف نہ کریں تو فائدہ۔  
سلار بخش - فائدہ۔ فائدہ یہ کہنا بڑا ہے کہ کھپ کھپی وہ قصور نہ سمجھتا ہو گا۔ بوئے۔ اور جو قصور معاف کیا اور آپ سے بھر دی خطا ہوئی پھر روٹھا جوتیگی۔ گتھی کو سلجھا نا آپ نہیں جانتے آپ صرف بات بڑھانا

وکیل - ایک ایک ادا پر عاشق ہوں بس تنہا بھر لیجیے -  
 سلا رنجش - دودو حضور ایک ایک نہیں بلکہ دودو -  
 وکیل - کیا تو بکتا کیا ہے - دودو کیا منے -  
 سلا رنجش - حکم ہو میں کہ ہم ایک کہیں تو تم دو کو -  
 ہے کہ نہیں -

اتفاق سے اس روز وکیل کے نام ایک مینی آرڈر آیا -  
 بیٹس روپیہ کا مینی آرڈر اس کے ساتھ ہی ایک خط بھی تھا  
 جیمین یہ عبارت درج تھی -

افانہ بونہ الا

بشرط ملاحظہ محذوم و مطاع بندہ میرزا صادق علی  
 صاحب اکیٹ مال بگدر -

خط - اچی حضرت اباب - مزاج مطلق یا بھاری دوستی  
 بھی کچے (سوت) کا ڈورا ہے - میان اور نہیں ہماری  
 فرمائشوں ہی کی تعمیل کر دیا کرو - پس روپیہ کا مینی آرڈر  
 بھجوا ہوں - چلیے آپ کا قرضہ ادا ہو گیا - اب سنیے کہ  
 لالہ مگن مل کو ایک لمبو کارٹ چاہیے - اگر پکاس تک ملے  
 تو خریدا دوام فوراً بھیج دیں گے گرتے امین - بہان  
 جو آتا ہے بھاری شکایت کرتا آتا ہے - کوئی کوکتا ہے کہ فعل  
 دماغ ہے کوئی کتا ہے انھیں پاگل خانے تک بھیجے گا -  
 یہ لکھو ہو کیا گیا - اور وہ آپ کے سلا رنجش تو بے ادبی  
 معاف آپ بھی چاہی ہیں - مصرعہ

دیر سے جنین شہر بارے چنان

نسا آن کل آمدنی لگا بھی نہیں ہو پھر آخر خبر کی بکری ہوئی  
 ہے ایک شخص نے کہا صاحب جانئے مجھ ٹیٹ سے آپ  
 بھر پڑے تھے - یہ لکھو بھی کیا آخر کوئی اہلکار رشوت لے

جانتے ہیں - باقی اللہ بخیر صلاح -  
 وکیل - ہاں تو بات عمدہ - مگر جو قصور تبار یا اور معاف  
 نہ کیا تو خانی خوبی بنانے سے کیا فائدہ -  
 سلا رنجش - ہاے ہاے - میان تم کو کات کیا خاک  
 کرتے ہو -

اس فقرے پر جو گن منہس پڑی -  
 وکیل - شکر و شکر ہو - سلا روبات تو تم نے کسی قدر  
 سخت کی تھی مگر نئی شہ کو روٹنے سے ہنس دیا - اس  
 سبب سے تلو جھٹے چھوڑ دیا -

راوی (کسی قدر) کے لفظ نے پھر کا دیا - اب اور  
 کیا گالیان دیتا -

وکیل - بی شہو جان صاحب زری او دھو دیکھیے -  
 وکیل نے بڑی منت و سماجت کی لگا کر جسے کوئی  
 قصور سرزد ہو تو معاف کر دو مگر میں اس قدر توتاؤ  
 کہ کون سا ایسا قصور ہوا جس کے سبب سے  
 آپ خفا ہو گئیں -

جو - اللہ جانتا ہے اس بات پر نہیں روئی - میں خدا جانتے  
 اس وقت کیا یاد آیا دل ہی تو چہم تھوڑا کر دو تم نے رات کو  
 سونے کو جگہ دی - کھانا کھلایا - دلوئی کی - میں مجھے  
 بھلا کیوں خفا ہونے لگی کوئی بات بھی ہو عجب یا نبی  
 آپ ہی آپ خفا ہو جاؤ گی -

وکیل - (ہاتھ جوڑ کر) زرخیز غلام ہوں - مگر

ہر دم آزدگی غیر سبب راجہ علی

ماکہ شہتم زلفعت تو غضب راجہ علی

جو - ہم ناخندانہ ہیں - عورت ذات فارسی کیا جانیں -

کبھی ہمارا ہلکا کہ موٹے آدمی ہوا اور بھاری عمتل بھی  
بھتی ہو۔ ہمنے فرمایا کہ ”۔۔۔۔۔“  
راوی۔ کیا خوب آپ نے فرمایا اور حاکم نے عرض کیا  
”ہمنے فرمایا کہ تم چھوٹے آدمی ہوا اور بھاری عقل  
بھی چھوٹی ہو۔“

دو ہلکے آپ نے کیا بھلے کہا کہ پاگل ہوا اور فصہ  
لو۔۔۔ لوگ یوں کہتے ہیں اور روون کہتے  
ہیں۔

راوی۔ حضرت ناظرین اس جہت کو بھی سمجھ سکتے  
مگر ہم بہت جلد کل امور پر دست کندہ عرض بیان میں لائیں گے  
اور ان حضرت کی ساری داستان کہ سنائیں گے۔  
دو دس آئندہ اگر ایسے خطوط آئے تو بجا رہو جاوے گا  
ہماری شان کے خلاف کوئی کلمہ زبان پر نہ آئے کہ جس سے  
ہم کوئی ایسے ویسے کسل نہیں ہیں۔

راوی۔ جی آپ کی وکالت کی دعوم ہو۔  
دو اور اگر کچھ بھی کہنا چاہیے بنایا کوئی کلمہ ہماری  
شان وکالت کے خلاف لکھا تو آئندہ دعو

القط ہو تو تم کی دوستداری

راؤم مولوی مرزا صادق علی بیگ وکیل  
راوی۔ صاحب کلفظ نہ آگے بڑھا دیا۔

جو۔ یہ دوسرا خط کہاں سے آیا ہو۔  
وکیل۔ کلکتہ سے ایک صاحب نے بھیجا ہو۔

سلار بخش۔ قرضے کا تقاضہ کیا ہوگا۔  
وکیل۔ (بمافروضہ ہو کر) کیا۔

سلار بخش۔ کچھ نہیں۔

چلے جبر کرے آپ کوئی خدائی فوجدار بین والداس  
خمر نے بڑی انسانیت کی درناپ دھریے جاتے۔  
رونو کبھی لگی رہتی اور ڈپلو مابھی نشر پت لے جاتا۔  
ہاں خوب یاد آیا اور یہ آپ نے سرشتہ دار سے کہیں  
عداوت پیدا کر لی۔ اے لعنت خدا۔ یا رتکو جنوں ہو گیا ہو  
فصد کے بغیر اچھے ہوتے نہیں نظر آتے۔  
منشی نعمت خان صاحب بندگی عرض کرتے ہیں اور  
آپ کی شان میں یہ عرض لکھتے ہیں۔

امومت اور شمر علم ہو کچھ اور چسپین  
لاکھ لٹ لٹ کوڑیاں پر وہ جو ان ہی رہا  
لفظ

جو۔ ابن احم تو وکیل سمجھے تھے رونو کیجٹ نکلتے۔  
ابن گل دیگر شافت اتہو آپ کی قلمی کھلٹی۔ بس۔  
کیجٹ نے بس روپیہ کا نوٹ پایا تو بے میں پھولے  
نہیں سمائے۔ سوچے کہ پانچ چھ روپے خوب کچھ لے لائیں گے  
اس خط کا جواب اپنے دوست کو یوں لکھا۔

دو شفقی۔ بندگی۔ بس روپیہ کا نوٹ میں نے پایا  
شکر ہو کہ تم نے ہمیں یاد تو کیا۔

راوی۔ کیا خوب۔ ان کے لیے (تمنے) اور اپنے  
لیے (ہمیں)۔

”رہا باقی جو کچھ لکھا ہو چھک مارا ہو اور آئندہ ایسا کچھ  
تو نالغ دانغ دو گنا۔ مجھے کوئی ایسا وکیل نہ سمجھے گا  
اور آئندہ خط لکھے تو ان الفاظ کا استعمال نہ ہو۔“

ہاں بیشک ہم سرشتہ دار سے لڑ پڑے۔ ہم کسی کو  
سمجھنے کیا ہیں۔ ہم خوشامدہ ذکر بننے کسی کی کیا مجال  
اور صاحب سے بھی ہم لڑ پڑے تھے کبھی آنکا اور چلپا ہو

وکیل - قرضہ کیا۔

سلار بخش - مہاجن نے آپ سے قرض لیا تھا۔  
(مسکرا کر) یاد ہے۔

وکیل اپنے دل میں سخت ناوم ہوئے کہ میں نے مہاجن کا نام کیوں لیا شبو کے دل میں کھپ گئی ہوگی کہ یہ قرضدار ہیں۔ اس مرد کو سلار کو سو بھی کیا کہ وہی تباہی بک دیا۔ ہم تو کتنے ہیں مہاجن کا خط آیا ہر جہین شبو بھیجن کہ بڑے بڑے مہاجنوں سے انکا یار نہ ہو اور یہ کتنا ہے کہ میان قرضہ کے تقاضے کا خط ہوگا۔

وکیل - سلار بخش نیچے سے چار پائی اٹھاؤ۔

سلار بخش - اے اڈو لگا۔ ذرا پیانہ کتر تون۔

وکیل - پھر کتر لینا۔

سلار بخش - نہیں میان سب خراب ہو جائیگا۔

وکیل - (جھلکا کر) آپ کی بلا سے۔

وکیل صاحب چاہتے تھے کہ سلار بخش کو نیچے لجا کر خراب بیٹھیں اسی لیے کہا تھا کہ چار پائی لے آؤ۔ اور سوچے تھے کہ وہ نیچے گیا اور دم کے ساتھ ہم بھی

مہوہ نیچے۔ مگر وہ ایک ہی کامیاب پہلے ہی دھمکیا

وکیل - جاؤ لے آؤ۔

سلار بخش - تو لاؤن کیا۔ بتائیے کیا لاؤن۔

وکیل - چار پائی۔

سلار بخش - چار پائی تو ادھر کبھی ہے

وکیل - اچھا جھاڑ دلاؤ۔

سلار بخش - جھاڑ اب اسوقت کیا ہوگی۔

جو - ایک جھاڑ چھوٹی تو سردی میں منہانا پڑا اب دوسری

جھاڑ وہ پھر جھوٹے۔

وکیل - آپ اس بات میں نہ پڑیے۔

سلار بخش نے کہا بیوی نے دقتی جلیے ہننے کچھ

کنا دسنا اور یہ ہو لجا کر بیٹھے پر آدھ ہیں آپ ذری

یہاں آنکر کھڑی ہو جائیں تو جو کچھ کمین میں اٹھا لاؤن

نیچے سے۔ یا انکو جانے دیجیے نہیں دوسری باتیں۔ یا یہ

آپ کے پاس رہیں۔ یا آپ یہاں آنکر انکو روکیے۔

جو - آخر اسے اسوقت کیا کیا جو دانت ہیں وہ ہو کھڑے

اسوقت تو کوئی کام کھڑا بھی ہیں۔ بیکار بیکار کو آدمی کو بھیڑتا

آپ کی بھی کیا کرکٹیں ہیں۔ کیا مانگتے کیا ہو۔ بو لو۔ کیا

چلبے کیا۔ میں لاؤن جا کے۔

سلار بخش - نہ بیوی۔ ایسا غضب بھی نہ کرنا کمین تم نیچے

گئیں اور انھوں نے نماز کھلا بھیجی۔

شب کو بھٹیاری کی چار پائی شبو کے لیے منگوائی

گئی اور انھوں نے آرام کیا جب مرغ نے لکڑوں کو کون کی

بانگ دی وکیل صاحب سمجھے کہ لڑکا ہر لحاف ہی کے

اندر پڑے پڑے شبو کو آواز دی۔

وکیل - (لحاف ہی کے اندر سے) بی شبو جان۔

بی شبو جان صاحب (اپنے دل میں) اسوتی ہیں ابھی

کچھ جوانی کی نیند تو مشہور ہی ہے۔ اچھا سوئے دو۔ اب

تو انشاء اللہ ہم اور یہ میان بیوی کھلا بیٹھے۔ انشاء اللہ

سہرا بند ہے اس اٹھوارے میں اور کھڑے پر سوار ہوں

ہم اسی اٹھوارے میں نوشاہ بنیں تو سہی رمیان

سلارو۔ ارے سلار بخش۔ کیا سانپ سونگھ گیا چلو اٹھو

حقہ بھرو۔ جلد لاؤ حقہ۔

سلار بخش - وہ چور لیگیا ہوگا۔ ہے کیا آپ کے پاس  
جو چور لیجاتا۔

وکیل - ارے کجبت ادھر آ۔ دیکھ یہ جگہ خالی پڑی ہے۔

سلار - ارے شہو جان صاحب اجی شہو جان صاحب -

ای بی شہو جان کہہ کر گئیں - دزد ادھیچے تو۔

وکیل - ہمارے تو ہاتھ پاؤں بھول گئے۔

سلار - آئیے گھر بھر میں دیکھیں۔

وکیل - بی شہو جان صاحب - بس اب چلی آئیے۔

یہ دل کی بازی ہلکے پسند نہیں بس اب دل لگی ہو چکی۔

وکیل اور سلار نے گھر بھر میں تلاش کی مگر شہو جان

کا پتہ ہی نہیں دودھ بوسے گل کی طرح روان

ہوئی تھیں - پھر شہو تو تھیں ہی۔

وکیل - سلار و۔

سلار - حکم خداوند۔

وکیل (آبدیدہ ہو کر) ہماری قسمت۔

سلار - بھوٹ گئی خداوند - آپ کی قسمت بھوٹ گئی۔

وکیل - پھر اب۔

سلار - کیا عرض کروں حضور۔

وکیل - گھر بھر میں تلاش کر چکے نہ تم۔

سلار - ہاں خداوند - اور تو سب دیکھ چکا۔ مگر اب بس

ایک بدر و باقی ہے وہاں آپ جہانک لین۔

سلار و اکی باتیں سب سنتا جاتا تھا مگر عمر آٹھ

ماسے پڑا تھا۔ وکیل نے بھر لکھارا اٹھا ہی یاسن ٹھون

پھر ایسے خدمتگار رہتے نہیں دیکھے کہ جب آقا آنگو جگائے

تب میدار ہوں۔ خدمتگار کے یہ معنی کہ ترش کے گجروں کو ٹٹھے

پانی بھرے حقہ تازہ کرے نہ کہ میان جگائیں اور نوکر

کی آواز تک نہ نکلے جواب تک نہ دے۔

مگر ابھی تک کھاتے سے نہ نہیں نکالتے کھاتے ہی

میں سے لکھار رہے ہیں سلار و نے انگریزی لی اور دور

اون اون کی آواز آئی تو انھوں نے کہا کیا بڑے رئیس

کے نیچے جتے ہیں۔ ابھی انگریزی ہی سے سہ ہیں۔

سلار بخش - کیا بک لگائی ہو میان بھی تین تو نیچے

زمین اور آپ غل بچانے لگے۔ وہاں بات۔

وکیل (جھلکا کر) اونا بکار۔ اٹھ تو ذرا۔ ارے تڑکا

ہو گیا۔ ٹٹ گئے ہم۔

سلار و۔ (گھبرا کر) کیوں کیوں - کیا ہوا کیا

چوری ہو گئی۔

وکیل - اٹھے گا بھی دلیٹے ہی بیٹے باتیں بنا لگا۔

سلار و۔ تو حضور میں سروری میں اٹھ کر کیا کروں۔ اگر

چوری ہوئی ہو تو میرے اٹھنے سے چور اس نہ آئیگا۔ بھر بھلا

مجھ کو سروری میں کیوں دن کرتے ہو۔ بھائی جان۔

وکیل آگ ہو گئے۔ ایک تو اٹھنا نہیں دوسرے

غزاتا ہے۔ اور گفتگو تو سننے آقا سے کتنا ہی اتنا کیوں کہتے ہو۔

اب اٹھنے سے کیا فائدہ چور اس آنے سے رہا۔ آخر میں

اتھا کیلے بھائی جان کا لفظ بھی کس قدر موزوں ہے۔

وکیل نے آنکر ایک لال لگائی تو سلار و اٹھ بیٹھے۔

عمید الضحیٰ کی تیاریاں

مید قربان ہی بھی دن تو ہے قربانی کا  
آج تمہارا کے مانند گلے ملتا تل

جھاڑ و پھر جھوٹے۔

وکیل۔ آپ اس بات میں نہ پڑیے۔

سلا رنجش نے کہا بیوی نے دھتکی جلیسے ہنسنے کچھ

کنا دسنا اور یہ بھولجا کر بیٹھے پر آدھ ہن آپ ذری

یہاں آنکر کھڑی ہو جائیں تو جو کچھ کمین میں اٹھا لاؤں

نیچے سے۔ یا آنکو جانے دیجیے بس دوی بائیں۔ یا یہ

آپکے پاس رہیں۔ یا آپ یہاں آنکر آنکو روکیے۔

جو۔ آخر آتے سوقت کیا کیا جو دانت ہیں رہے ہو کھڑے

اسوقت تو کوئی کام کھڑا بھی نہیں۔ بیکار بیکار کو آدمی کو چھوڑنا

آپ کی بھی کیا حرکتیں ہیں۔ کیا مانگتے کیا ہو۔ بولو۔ کیا

چاہتے کیا۔ میں لا دوں جا کے۔

سلا رنجش۔ نہ بیوی۔ ایسا غضب بھی نہ کرنا کمین تم نیچے

گئیں اور انھوں نے نماز نکالا ٹھپھر۔

شب کو بھٹیاری کی چار پائی شہو کے بے منگوانی

گئی اور انھوں نے آرام کیا جب مرغ نے لکڑوں کوں کی

بانگ دی وکیل صاحب سمجھے کہ تڑکا ہر لحان ہی کے

اندر پڑے پڑے شہو کو آواز دی۔

وکیل۔ (لحان ہی کے اندر سے) بی شہو جان۔

بی شہو جان صاحب (اپنے دل میں) سوتی ہیں ابھی

کچھ جوانی کی نیند تو شہور ہی ہے۔ اچھا سونے دو۔ اب

تو انشاء اللہ ہم اور یہ میان بیوی کھلا نینگے۔ انشاء اللہ

سہرا بند سے اس اٹھو ارے میں اور گھوڑے پر سوار ہوں

ہم اسی اٹھو ارے میں نوشاہ بنیں تو سہی رعبان

سلا رو۔ ارے سلا رنجش۔ کیا سانپ سونگہ گیا چلو اٹھو

حقہ بھرو۔ جلد لاؤ حقہ۔

وکیل۔ قرضہ کیا۔

سلا رنجش۔ صاحب نے آپ سے قرض لیا تھا۔

(مسکرا کر) یاد ہے۔

وکیل اپنے دل میں سخت ناوم ہوئے کہ میں نے

صاحب کا نام کیوں لیا شہو کے دل میں کھپ گئی ہوگی کہ یہ

قرضدار ہیں۔ اس مرد کو سلا رو کو سو بھی کیا کہ وہی تباہی

بک دیا۔ ہم تو کتنے ہیں صاحب کا خطا یا ہے زمین شہو بھیجیں

کہ بڑے بڑے صاحبوں سے انکا یا رانہ ہر اور یہ کتنا ہر

کہ میان قرضہ کے تقاضے کا خط ہوگا۔

وکیل۔ سلا رنجش نیچے سے چار پائی اٹھا لاؤ۔

سلا رنجش۔ لے آؤں گا۔ ذرا پیانہ لکڑوں۔

وکیل۔ پھر کٹر لینا۔

سلا رنجش۔ نہیں میان سب خراب ہو جائیگا۔

وکیل۔ (جھلا کر) آپ کی بلا سے۔

وکیل صاحب چاہتے تھے کہ سلا رنجش کو نیچے لجا کر

خوب بیٹھیں ہی بے کتا تھا کہ چار پائی لے آؤ۔ اور

سوچے تھے کہ وہ نیچے گیا اور دم کے ساتھ ہم بھی

مہو بنے۔ مگر وہ ایک ہی کامیاب پہلے ہی سمجھ گیا

وکیل۔ جاؤ لے آؤ۔

سلا رنجش۔ تو لاؤں کیا۔ بتائیے کیا لاؤں۔

وکیل۔ چار پائی۔

سلا رنجش۔ چار پائی تو ادھر کچھی ہے

وکیل۔ اچھا جھاڑ ولاؤ۔

سلا رنجش۔ جھاڑ اب اسوقت کیا ہوگی۔

جو۔ ایک جھاڑ چھوٹی تو سردی میں منہا پڑا اب دوسری

سلار بخش - وہ چور لیگیا ہوگا۔ ہے کیا آپ کے پاس جو چور لیجاتا۔

وکیل - ارے کجنت ادھر آ دیکھ یہ جگہ خالی پڑی ہے۔

سلار - ارے شہبوجان صاحب اچھی شہبوجان صاحب۔

اچھی شہبوجان کہہ کر کہیں - ذرا دیکھیے تو۔

وکیل - ہمارے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

سلار - آئیے گھر بھر میں دیکھیں۔

وکیل - بی شہبوجان صاحب - بس اب چلی آئیے۔

یہ دل کی بازی ہلکے پسند نہیں - بس اب دل کی ہو چکی۔

وکیل اور سلار نے گھر بھر میں تلاش کی مگر شہبوجان

کا پتہ ہی نہیں دہ دہ بوسے گل کی طرح روحان

ہو گئی تھیں - پھر شہبوجان تھیں ہی۔

وکیل - سلار و۔

سلار - حکم خداوند۔

وکیل (آبدیدہ ہو کر) ہماری قسمت۔

سلار - بھوٹا گئی خداوند - آپ کی قسمت بھوٹ گئی۔

وکیل - پھر بات۔

سلار - کیا عرض کروں حضور۔

وکیل - گھر بھر میں تلاش کو سچے نہ تم۔

سلار - ہاں خداوند - اور تو سب دیکھ چکا - مگر اب بس

ایک بدروباتی ہو وہاں آپ جھانک لیں۔

سلار واکھی باتیں سب سنتا جاتا تھا مگر عمدہ آسٹ

ماسے پڑا تھا۔ وکیل نے پھر لکارا اٹھا ہوا یمن ٹھون

پھر ایسے خدمتگار رہتے نہیں دیکھے کہ جب آقا آنگو بگائے

تب بیدار ہوں۔ خدمتگار کے یہ معنی کہ تڑکے بگڑ دم ٹٹے

پانی بھرے حق تازہ کرے نہ کہ میان جگائیں اور نوکر

کی آواز تک نہ نکلتے جواب تک نہ دے۔

مگر ابھی تک کاف سے منہ نہیں نکالتے کاف ہی

میں سے لکار رہے ہیں سلار نے انگریزی لی اور دودھ

ادھن کی آواز آئی تو آنکھوں نے کہا کیا بڑے رئیس

کے نیچے بنے ہیں۔ دیکھی انگریزی ہی سے ہے ہیں۔

سلار بخش - کیا بک بک لگائی ہو میان ابھی تین تو بچے

ہیں اور آپ غل مچانے لگے۔ واہیات بات!۔

وکیل (جھٹاکر) اونا بکار - اٹھ تو ذرا - ارے تڑکا

ہو گیا۔ ٹٹ گئے ہم۔

سلار و۔ (گھبراکر) کیوں کیوں - کیا ہوا کیا

جو رسی ہو گئی۔

وکیل - منے گئے کچھ دیکھے ہی بیٹے باتیں بنائیگا۔

سلار و۔ تو حضور میں سردی میں اٹھلک کیا کروں۔ اگر

جو رسی ہوئی ہو تو میرے اٹھنے سے چور پس نہ بیگا۔ پھر بھلا

مجبو سردی میں کیوں دن کرتے ہو۔ بھائی جان۔

وکیل آگ ہو گئے - ایک تو اٹھنا نہیں دوسرے

نہ آتا ہے۔ اور گفتگو تو سننے آتا ہے کتا ہوتا کیوں کہتے ہو۔

اب اٹھنے سے کیا فائدہ چور پس آنے سے رہا۔ آخر تین

اتھا کیلے بھائی جان کا لفظ بھی کس قدر موزون ہے۔

وکیل نے آنگو ایک لات لگائی تو سلار و اٹھ بیٹھے۔

عمید اضحیٰ کی تیاریاں

عمید قربان ہو یہی دن تو ہے قربانی کا  
آج تلوار کے مانند لگے مل تاتل

گیتی۔ اے کوئی ڈیلرہ برس ہوا ہوگا۔

اتنے میں نواب ممتاز علی خان بہادر جہان آرا بیگم کے قہقہے بھی آئے بڑی بیگم صاحبہ کچھ مدت میں باوب آداب بجالائے انھوں دعاوی پاس اٹھایا باتیں کیں۔ ایک فرارخ کر ا جو فرش و فرش مکلف سے آراستہ تھا انکے لیے جو نرا گیا دو گھڑی دن سبہ حضور بیگم صاحبہ نے ہری کو حکم دیا کہ مالدیوں سے کہو منہدی توڑ کر بھیجیں مگر بچی تھی الگ ہو۔ سر شام ہی آجائے۔ ہری نے نقیل کی مالی بچھٹپے وقت چھو میں منہدی لیکر ڈیوٹھی پر حاضر ہوا عباسی ہری باہر آئی ہری لگن لے آئی جب لگن میں منہدی بچھڑکی تو مالی نے کہا بڑی بیگم صاحبہ کو دعا سے دولت پہونچاؤ ورنہ حضور نگارین منہدی توڑ لایا عباسی بیگم صاحبہ کے پاس لگن لیکر آداب بجالائی اور کہا حضور منہدی حاضر ہو۔

بڑی۔ بچی بیتی الگ ہرنے۔ ڈنٹھل تو نہیں ہو۔

ہری۔ جی نہیں حضور۔

بڑی۔ خواصون کو حکم دو کہ اچھی طرح دیکھ لیں کوئی کپڑا ویڑا نہ ہو اور دھوکر پیش خدمتوں کو دین کہ وہ خوب باریک سرمہ سائیں لائیں آج تو بچے لڑکیوں کے ہاتھوں میں لگائی جائے گی۔ بی مغلانی زری سوبہا ہاتھ باندھنے کے لیے ہمارے توشہ خانے سے نکال لینا خوش ہوگ ہو اور لپکا لٹکا ہو۔

سب حکم کے مطابق چلیں۔ اور اپنے اپنے کام میں مصروف ہوئیں۔ بڑی بیگم صاحبہ نے دونوں کو حکم دیا کہ عطر کے کٹڑ اور خوشبودار میل لے آؤ شام کے وقت نفی نفا حسین صاحبہ کے کافلانے عطر کے کٹڑ ذیل لائے

عید سعید کے ایک دن قبل عروس ماہ سبما حسن آرا اور خاتون نگین ادا سپہر آرا پردہ کر کر مصروف گلکشہ چمن و تماشا سے سرسبز و نشترن چھین کہ اتنے میں ایک دربان نے ہری کو پکار کر کہا۔ عباسی پردہ گرد و سوار بان آتریشی۔ سپہر۔ لو باجی گیتی آرا اور جہان آرا مہن آگئیں۔ حسن۔ جلو عیدی سے پردہ ہو جائے۔

دونوں ہمیں طرارہ بھر کے مکان کے اندر ہو رہیں۔ گچی کھر کھڑاتی ہوئی حائلے میں آئی اور بچانک کے قریب ٹھہری کو چین اور دربان اور سپاہی الگ ہٹ گئے۔ پہلے نواب صاحبہ گاڑی پر سے اترے سکے بعد مہربان نے چاروں طرف پردہ کر لیا۔ جہان آرا بیگم اور گیتی آرا بیگم بدن کو خجرائے نانو ادا سے قدم اٹھائے چھچھم کتی ہوئیں اندر تشریف لیکئیں جس آرا اور سپہر آرا سے لیں اور سب کی سب ملکر بڑی بیگم صاحبہ کے پاس گئیں۔

گیتی آرا۔ آداب غرض ہر امی جان۔

سپہر۔ امی جان بندگی۔

بڑی۔ جیتی رہو۔ مٹنا نہ دوا نہ نہیں آئے کیا۔

گیتی۔ آئے تو ہیں۔

سپہر۔ اسباب و سباب آتروا تے ہونگے گاڑی پر سے بڑی۔ روح اخرا کی آنکھیں ڈھونڈھنی تھیں تم دونوں کو۔

جہان آرا۔ امی جان بار سال حسین کا تہاجر کے کوئی دوسرے دن ملی تھیں ہم سے مگر ہاں اسے ملنے کو الدبہ کوئی۔ کر برس ہوئے ہوں گے گیتی آرا کی طرف مخاطب ہو کر۔



بیکم صاحب کی خدمت میں بھیجے۔

ہرمی - روسنے یہ کٹر لائے ہیں۔ پسند کر لیجیے۔

بڑی - جہان آرا پسند کرو۔

جہان آرا بیکم نے ہر طرح کے خطر کو سونگھ کر کہا امی جان

ہم تو پسند کر چکی کہ عطر کیسی نازک اور کھینی خوشبو

ہو جتنا کہ عطر بھی اچھا ہو مگر بہت تیر ہو۔

بڑی - اچھا لیتی کے عطر کا کٹر رکھ لو تم بھی پسند کرو۔

لیتی آرا۔

لیتی - ہم تو مورتیا کا عطر لینگے۔

بڑی - دونوں کٹر رکھ لو باتی پھیر دو۔

اتنے میں انٹھنٹے اور نورن نے آکر عرض کیا

کہ حضور خاصہ تیار ہو حکم ہوا کہ لو پیش خدمتین اور خواتین

حکم پاتے ہی انھیں باورچی خانے گئیں۔ خوانوں میں

رکابیان اور تاجین لگائی شروع کر دیں۔ ایک خوان

میں پیالے لگائے۔ کسی میں شیر مال اور پراٹھے کسی میں

دودھ اور رکاب و پلاؤ وغیرہ کسی میں اجار مزا۔ خوانوں پر

کھانچے ٹھکے۔ اور خوان پوش ڈھانپ کر عرض کیا حضور

کھانا کھا لگایا۔ خواتین سچی آفتابہ لائیں ہاتھ دھلا یا ایک

نواص نے دسترخوان بچھایا۔ دوسری نے دسترخوان کے

چاروں طرف اگے روشن کیے۔ پیش خدمتوں نے

دسترخوان پر پیالے پچھے شروع کیے جب چن چلین تو آداب

بجالاتیں اور سہٹ گئیں۔ آبدار خانے والی صراحی اور

گلکس لیکر بادب کھڑی ہوئی سب نے بسم اللہ کر

کھانا تناول فرمانا شروع کیا جہاں آرا بیکم اور ان کے شوہر

باوقار مصلحہ کر کے عین کھانا کھاتے تھے قابون میں پلاؤ تھا۔

کسی بن کو کو پلاؤ کسی میں زیر بریانی کسی میں قند کے چاول۔

کندن قلیہ۔ مرغ پلاؤ۔ شامی کباب۔ تلی اور دیان۔

بر مرہا۔ اجار۔ اجار چاشنی دار بچ کی مہر اکا۔ نورن چٹنی

انواع و اقسام کی افذیہ لذیذ جتنی ہوئی۔

سپہر۔ آج پلاؤ میں ذرا نمک کم کر دیا ہو۔

محسن۔ ذری کندن قلیہ چھلے۔

لیتی۔ زیر بریانی خوب خوش ذائقہ کچی آرا میں

سلوا بن ہو۔

سپہر۔ شامی کباب۔

بڑی۔ پلاؤ میں ذری نمک کم ہو اور تو سب ہمیں

پسند ہو۔

لیتی۔ یہ اجار کمان کا ہوا امی جان۔

بڑی۔ بچ کی مہر اکا۔

لیتی۔ آج کیا جلنے کتنے دن بعد امی جان کے ساتھ

کھانا کھایا۔

حسن۔ جی ہاں جہان آرا میں تو کبھی کبھی خدائے کھتی بھی

تھیں مگر آپ نے وہ سون کھنچ کر تو بہر ہی بھلی۔

ان سینے کو ادھر تو یہ زمین بنیں بڑی بیکم صاحب کے

ساتھ کھانا کھا لی تھیں ادھر نواب صاحب اور جہاں آرا بیکم

میں مزے فرے کی باتیں ہوتی جاتی تھیں۔

نواب۔ بڑی خوش خور میں آپ کی امی جان صاحبہ۔

جہان۔ ہنسی ہن۔

ان۔ درین چہ شک۔

جہان۔ اچھا آخر یہ کیوں۔ یہ کا ہے سے کہا آپ نے۔

ان۔ اور تو خبر مگر پلاؤ ماشاء اللہ خوب پکا ہو۔

آب و خاک کشتاورست -

جہان (مسکرا کر) بالآخر بندہ بشر ہو۔ ذری ملک کم ہو گیا  
ترتیب سے دینیے لگے آپ کا باورچی سو بار مر کے بھی زندہ ہو تو  
ایسا کندن تقلید نہ پاک سکے۔

انہوں نے منسکی ہتھیوں سے یلغار پر عاشق ہیں۔

جہان - جلاؤں بہت، باتیں بنانے کو رہنے دو۔

نہیں رہا فی حقیقت ہر اور اچار تو ایسا، ہم نے کبھی نہیں کہا یا تھا زبان کی بات ہے۔

جہاں یہ رہتا ہے وہاں حسین بخش کے ہاتھوں کا جو یہ  
 امر کا پورا سچ کی مہر کا جو۔

اور ہر شے پر حکمِ صاحب نے حکم دیا کہ کیا جڑ سناؤ صفیٰ نیونہ  
نے تو ان میں قلاب اور کایاں لگا کر کھانا لہر جا پیا۔ ایک

پیش خدمت رہے۔ دست خوان کا گریٹھی ایک خواص تسلیم لانی۔  
 دوسرے میں دانی کے کڑھی تھی پہلے پیگہ صاحب نے گرم

پانی سے ہاتھ دھویا۔ اسکے بعد ترکیبون نے اخص نے  
بست ماک حاضر کیا۔ ہاتھ بونچے خوشامیوں کی مانند ان کو باطنی صلہ میں

مجموعہ پانچ لکڑیوں کے ساتھ حاضر کیا۔ مجھ کو غی خانہ والی حیوان تیار کئے لائی بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ ہر شے کرنا مشورہ ہو گا اور وہ فرمایا : "وہاں سے آ جاؤ"۔

کے لئے جو کہ راقمہ کے لئے ہے۔

ظہریؒ منہدیؒ اس کے تیار ہوئی۔

مغللیں نے - عامرہ کی حضور -

بڑی - لڑکیوں کو بلاؤ۔

مغلانی - بہت خوب۔

مغلانی نے جا کر کہا۔ بیگم صاحبہ یاد فرماتی ہیں۔

مغلانیوں نے دونوں ناکھواؤں کے ہاتھوں میں پہلے  
منھدی لگائی اور پھیل پھیل کر ٹکڑے تپے لپیٹ دیے۔  
انہیں سو باہیسا اور زلفت کا تاج بندھا۔ پھر جہان را اور  
لیتی آرا کے ہاتھوں میں منھدی لگائی اور سحر طرہ ٹکڑے  
تپے اور سو باہیٹ کر طلسم کا تاج بندھا۔

جہان - بی مغلانی امی جان کے ہاتھوں میں تولیگاؤ۔

بڑی نہیں بس چھٹ پودوں پر۔

ابلی مغلائی سنیہ، عظیم صاحب کے ہوسوں پروردن میں خودی  
لگائی، حسن آرا سپہر آرائے ایک ہی سنگری پر آرم کیا، پنگو گڑ  
کے نیچے ایک مغلائی لٹی ہی کہ خاندان کھل نہ جاسکے۔  
طریم۔ و کچھ تو کھیتی رہنا کھیتی کے نیند مار۔

سپہرِ مہینہ امانت۔ مجالِ ہر گنجائے۔

حسن۔ اچھا تو بی مغالانی کو یہاں سونے دینا۔

لیتی۔ ہماری پیشگامی بھی پاس ہی ایک بچہ دارو۔

لیٹی آراہی ہمنوں کے پاس ہی پلنگری پریشان۔

حسین۔ اما جان سے اجلی ہم لڑ لڑ کے عید یلین۔

یسی۔ اور ہم۔ پارسل بھی۔ ہم میان زمین تھے۔

پہرہ - آپاؤ لونی میسر برس ہر لہ عید میان ہین ہونی ۔

یہی سہانہ میسر اس سال ہے۔

سپہر۔ عسکری نے انکے ساتھ کیا جانے کب کی عداوت نکالی

اما جان نے ہم دونوں سے یوں بات کی کہ کر دیا تھا اور ادھر ہمارا

بچے جانے لگے، جان بچا کر، کھینٹ کھینٹ کر، ان کے گھر سے باہر آ گئے۔

ساس سے دو گھڑی بھی نہیں بنی۔ شادی کے دوسرے ہی  
بیسے ماں بیٹن میں تھ چلوادی۔

ن۔ بکا ہوا۔ انھوں نے لڑو دیا وہ خود کٹ مری لڑکے  
سے ان سے بنتی ہی کب تھی۔ اور تم اپنی مہارنسا کو بھونکھل  
جاتی ہو۔ خدا کی قسم انکے میان میں کتنے تھے کہ بھائی بعض  
اوقات ناک میں دم آ جاتا ہوا یکدم فو کہ بھین کہ تم ساس کا ہے کو  
ہو تم تو میری موت ہو بھلا بھائی کین شریونی بہو بیٹیوں  
میں جاؤ نہیں۔ مگر محمد کا شکر کرتے ہیں کہ کھو نصیہ دیو بیٹی  
انشد جانتا ہوا بہارنسا کی سی ہوی ملتی نہ تو۔

جہان۔ اور کیا تین کرے ہو ملتی وہ ملتی اب سہنے دو۔  
ٹرکے اٹھتا ہوا۔ زوی سی منھدی تم بھی لگاؤ۔

ن۔ اسی ہٹاؤ بھی۔

جہان۔ ہاری خاطر سے۔

ن۔ میں اس عورتوں کے جھگڑے میں نہیں پڑتا۔

جہان۔ نہیں خدا کی قسم نکو لگانا پڑیگی۔ میں نہ مانوں گی  
کسی صورت۔

ن۔ تم بھی ایک نیا رنگ لاتی ہو ناحی قسم کھا بیٹھی ہو۔  
بے سمجھے ہو جھے۔

جہان۔ پھر لگاؤ۔ اتنا ہمارا ہی کتنا کرو۔

ن۔ تمھاری بھی عجیب خند ہوا بہر جاؤ لگاؤ لوگ نہیں گے  
سینگار عورتوں کو زیبا ہوا۔ یا کھو مفت میں نکو بنواؤ گی۔

جہان۔ اوجہ آج شب عید ہر سب ہی لگا تے ہیں ہاں جو  
آدمیت سے خارج ہیں انکی اور بات ہوا (مسکرا کر)۔

ن۔ چلیے ہم آدمیت سے خارج ہی سہی۔

جہان۔ واہ تو ہم کو بھونکنا میں۔ بے لگاؤ ہمارے سر کی قسم۔

رات کو اختر شماری۔ ایک بار ہی اخبار میں کیا جانے کیا واپی  
تباہی چھوڑا دیا۔ سب جھوٹی باتیں۔ جبکہ سر پر۔ وہ تو اللہ  
فضل کیا۔ ہر ہر ایک روز تو اسی بڑی گھڑی۔

گیتی۔ ہم جن چلے ہیں۔ اب بوقت ان باتوں کا ذکر نہ کرو۔  
آفت بدن کے۔ وہ نکلے ٹھٹھے ہوتے ہیں سستے سے ہر ہر۔ انشد  
ساتوین ٹوٹن کو بھی اسی گھڑی نہ دکھائے مجھے جس وقت سنا  
پانوں تلے سے مٹی نکل گئی۔ بس دھک سے مٹی کا اندر  
کیا ہوا۔

حسن۔ میں کس سے کہوں بہن کہ میرے قلب کسی گد رتی تھی  
گیتی۔ اور یہ بہارنسا بہن کو کیا سمجھی اسے تو ہم کہ چکے تھے  
سپہر۔ کئے لیکن مجھے بھی اڑتی سی خبر پائی ہوا۔

حسن۔ ہاری زندگی تھی کہ بھائی سے بچنے۔ ورنہ کوئی دقیقہ  
اٹھا نہیں رکھا گیا مگر میں اتنا ضرور کیں گے کہ وہ اپنی ذات  
میں ہمارے بچنے کے لیے کتنی تھیں۔

گیتی۔ اور میں تو کیا کچھ نہیں ٹھوٹا ہی میں تمھاری۔  
حسن۔ اور نواب دولہا نے جو لکھا تھا کہ ہم آئینگے۔

گیتی۔ اگر سٹیشن تک تو آئے تھے بکھو ہونچا کے چلے گئے  
اما جان سے تو کہہ دیا تھا ممتاز دولہا نے۔

سپہر۔ تمہیں دیکھنے آئی ہو میں۔

گیتی۔ نہیں انھیں ایک ضروری کام تھا۔  
جہان۔ آدھم اپنے کمرے میں حضور نواب صاحب سے

دسے مزے کی باتیں کرتی تھیں۔  
ن۔ تمھاری سب مہنون میں حسن آرا یکم چشم بدور

بڑی شعلیق ہیں۔  
جہان۔ ہی ہیں۔ اور آپ کی مشیر و جان بس کی گانٹھ

ان - اچھا صاحب لاؤ تھارسی فاضل منظور ہو - تم ضد ہی کرتی ہو تو ہم مجبور ہیں -

جہان - تو آدمی تو سب ہی لگاتے ہیں جانور کا ذکر نہیں -

ان - تو بچہ فرض ہو کہ جو نہ لگائے وہ جانور ہی بن جائے -

نواب صاحب نے ایک ہاتھ میں تھوڑی منھدی ملی اور کہا گرم پانی منگو اوہم دعوین گئے -

جہان - واہ وا - چہ خوش ابھی لگائی کیا تم نے - ملو تو اچھی طرح ورنہ اس سے تونہ لگائی ہوتی -

ان - ابو لگا کے شہید و نین داخل ہو گئے - گرم پانی سے تسلیم ہاتھ دھو کر نواب صاحب نے گلوریا کی مٹھنیں دیکھ کر صاحب نے حکم دیا کہ چار بجے ہمیں جگا دینا پیش خیرین اور بی مغلانی ٹھیک چار بجے آٹھین -

مغلانی - زاہست سے قانون دبا لے حضور -

نیکم (بیدار ہو کر) کہنے -

منع - حضور چار بج گئے -

بڑی حین آرا اور سپہر آرا کو گیتی آرا کو جگا دو اور ان کو بھی اٹھاؤ - (جہان آرا کو) -

منع - شمع لاؤ - تسلا لاؤ - حسن - آرا بیک اور سپہر آرا کو جگا یا گیتی آرا کو بھی مٹھنیں - مگر

جہان آرا کو بھی خواب ناہین ہیں - خیر لگن میں ہاتھ کھولے گئے پیش خدمتوں نے منھدی بھجوائی -

حسن - بس اب چھوٹ گئی - بانی کا لوٹا لاؤ -

گرم پانی کیا ہو یا نہیں -

پیشخدمت - جی ہاں -

سپہر - آفہ - مثال آگ گرم ہو - ذری ٹھنڈا پانی ملاؤ

جب سب لڑکیاں ہاتھ دھو مکین تو بڑی بیگم صاحب نے

حکم دیا کہ عطر کے کٹر لاؤ - مغلانی روشنی بیون میں عطر لاؤ -

لڑکیاں شمع کے سامنے ہاتھ لیلیں مغلانیون نے عطر لاؤ -

بڑی - شمع کے سامنے ہاتھ دیا جو رنگ شرما جاتا ہو -

حسن - بہت خوب (نرات سے ہاتھ ہلکا کر) -

گیتھی - اس بات کے تو ہم بھی قائل ہیں -

گیتھی - یہ تو بڑی - رنگ بیشک شرما جاتا ہو -

حسن - جی ہاں - کیون نہیں -

بڑی - حسن آرا کا ہیکو ماننے لگیں بھلا -

گیتھی - یہ نہ مانیں امی جان انکے زمانے سے کیا ہوتا ہو -

ایک مغلانی نے جان کر غصہ سے کہا کہ جہان آرا بیکم کو

جگا دو - بیگم صاحب فرماتی ہیں کہ بیدار کرو - جہان آرا بیکم کو

کی نیند کے نشہ میں متواری ہو رہی ٹھین - لاکھ لاکھ جگا یا مگر

انگڑیاں لے لے کر کر دین بد لاکین - بارے خدا خدا

کر کے پانچ بجے آٹھ بجے -

خواص - حضور صبح ہو گئی -

جہان - ادنیٰ سونے دودری -

خواص - بیگم صاحب نے بھجا ہو کر اٹھیں ہاتھ دھوئیے -

جہان - لوٹا اور تسلا منگو لاؤ -

خواص - سب حاضر ہو -

خواص نے حنا بند کھولا تو ان کو آگ کیا منھدی لگن

میں بھجوائی ہاتھ پر پانی ڈالا پیش خدمت نے دست پاک پیش کیا -

جہان - ہمارا صندوق لاؤ - اور عطر نکالو -

عطر ہاتھوں میں ملکر نواب صاحب کو جگا یا اور کہا دیکھو

ہمارے ہاتھ میں منھدی کیسی سچی ہو -

ان دوست نگارین کو جو کم کر۔ ۵

منہدی منکر ہے چوٹ دم جان پر  
ہاتھ لانا نگار کیا کہنا

جہان - گھوڑے بچ کر سونے تھے۔ دیکھو خاصہ ٹڑکا ہو۔  
ان - تڑکا نہیں بلکہ دھوپ نکل آئی خدا بھوٹ نہ بلائے  
چاند بیکے نہونگے۔ ذرا حق منگواؤ۔

جہان - اٹھ کے بیٹھو۔ عید ہر آج۔ لیٹے کیا ہو۔  
ان - ہاری تو عید شب کو ہوگی جیسے ہون گے کھینگیے۔  
جہان - رات کچھ تو دھوئی جلی تھین۔ دوپہر بس نہ حال کر ادب  
کے ساتھ جڑی بیگ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔  
اور ادب بجالا کر تھین۔

بڑی - منہدی چچی لکھ گائی تھی رات ۹۔  
جہان - جی ہاں امی جان مگر چھلا رکھا بھول گئی۔  
بڑی - بی مغلائی ممتاز دو دھاکو بھی جگا دو۔  
منع - حضور اٹھے ہیں۔

عید کے پیش مہاجر بڑے پہلے ہی سے تیار ہو گئے تھے۔  
امیر کا گھر کسی چپڑی کی نہیں لاکھون روپیہ کا اسباب زیور  
جو اہرات کپڑا پوشا کین سب ہی کچھ تھا۔ مغلائیوں اور  
خو اصون اور نوکروں چاکروں کیلئے بھی ان کی حیثیت کے  
موافق جوڑے بنے تھے بی مغلائی کی لڑکی پیاری کی آنکھ  
جو کھلی تو لحاف ہی کے اندر سے پکارا کہ حضور ہمارا چڑا اب  
نکلوا دیجیے تو ہم بہن لین۔

منع - آئیں۔! اور وہ ہر ابھی لحاف ہی کے اندر بڑی ہچکار  
جوڑے کی فرمائشیں ہونے لگیں۔ اٹھو بیٹا۔ بڑی حضور  
کو ادب بجالاؤ۔ اور سب کو بندگی کر دینا دیکھو ہاتھ

دھوؤ۔ تو ہمنو یہ گھبراہٹ! کچھ ٹھکانا ہو۔  
سپہر - پیاری کے لیے کچھ بنا ہی نہیں ادکی۔  
پیاری - واہ تمسے بڑی بیگم صاحب نے فرادیا ہوا آپ  
تھوٹھلائی بین میں سب معلوم ہو۔  
گیتی - (راستہ سے) پہلے میان کو کوئی تجویر و پھر جوڑا  
بچھڑکانا۔

پیاری - حضور مہو تیرے مہو جائینگے۔  
اس بھوٹے پن کے ساتھ پیاری نے یہ فقرہ کہا کہ پڑا  
بہنیں کھلکھلا کر سنیں بڑی بڑی بیگم صاحب پوچھا کیا سنیں  
سپہر آبولین کچھ نہیں اما جان اس پیاری کی باتوں پر  
ہنسی آئی۔ ہزار داستان کی طرح چلتی ہو۔  
حسن - اب اٹھتی ہو خان سے کہ نہیں۔  
پیاری - حضور بہن تو سردی معلوم ہوتی ہو۔  
سپہر - ہاں! اچھا تو کھٹا کھٹا اپانی ڈالیں تب  
اٹھ گئی۔

پیاری - اے ہر نہیں بیوی۔ لو میں اٹھ بیٹھی۔ اب  
جوڑا لائیے۔  
سپہر - اچھا گاؤ تو جوڑا دیں۔  
پیاری - پہلے لائیے یا مقبولہ کیجیے۔  
سپہر - بڑی ایک ہو۔  
منع - اے تو گھبراہٹ ایسی کیا ہو بیٹی حضور حکم دیتی ہیں  
گاؤ کا تو کیوں نہیں۔

جہان - مری ہوئی جانی ار دین بدن۔  
پیاری - آج عید کی صبح ہر آج نہ کچھ کیسے۔  
اس فقرے پر بھی ایک فرمائشی قسم پڑا مگر بڑی بیگم صاحب

خبر ہی نہیں کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ وہ اسی بھرپور تھیں کہ آج کس کس قسم کا بلاؤ لگے۔ کباب کڑیج کے ہون۔ تیلی کس سے پکوائیں۔ لڑکیوں کو عیدی کیا دین متا زو دھلا برسوں کے بعد لائے ہیں۔ بلو عید بڑی۔ کبھی یہاں تھے نہیں انکو عیدی کتنی اشرفیان دین لو کروں اور۔ دونوں اور۔ مایوں اور چاکروں اور اصریلوں مغلانیوں پیش خدمتوں خواصوں مہر یوں کو کیا انعام دیا جائے، انحضرت انوار و اقسام کے خیالات انکے دل میں جاگزیں تھے۔

لڑکیوں کو کس سے کوئی واسطہ نہ تھا کہ کس کو کیا دین۔ صبح عید کی خوشی تھی۔ جہان آرا اور میتی آرا سہرا آرا برسوں کے بعد ملے تھیں۔ اور شہنشاہ تھیں کہ سب نہیں ملکر خوش روزہ کریں گے۔

حسن۔ اب زری اور دن چڑھے تو متابی پر چلکر دریا کی سیر کریں۔ جلوگی بہن۔

جہان۔ ضرور ہزار کام چھوڑ کے۔ گیتی۔ مگر بے پردگی تو نہ ہوگی۔ رمتا زو دھلا کوا سکی بڑی چڑھ ہو۔ ریل ریلے تو اس طرح کہ بس اٹھ جاتا ہو دم گھٹ گھٹ جاتا تھا اور مجال کیا نہ بوجہ تک بول سکے۔

جہان۔ مجھے تو وہاں غریبہ آیا جہاں ریل ٹھہری تھی۔ دو چوکیوں کے بعد گیتی ہون کہ پیاس لگی ہو صراحی میں پانی نہیں ہو۔ کہتے ہیں یہاں نہ بولو۔ ایک ملاقاتی کھڑا ہو۔ آگے چل کے پانی بلجائیگا۔

گیتی۔ ہاں وہاں دونوں میں خوب ہوئی۔ حسن۔ اب دیکھیے ہم کبھی ایک دن لڑوا دیں گے۔ جہان۔ شاباش۔ چھوٹی بہنیں ایسا ہی کرتی ہیں۔

حسن۔ ہاں خوب یاد آیا۔ یہ تو کتنا بھول ہی گئے تھے جب مہارالسا بہن میان آئیں تو خوش رشید دو دھلا بھی لائے تھے مہاں کوئی ہمینہ بھر ہے۔ تو پہلے دن بڑی دل لگی ہوئی۔ مگر کہیں کسی سے ذکر نہ لگا۔ ان چاہیے تو نہیں تھا ہکو۔ روح افزا بہن نے مجبور کیا۔ ہم چکے چکے مہارالسا بہن اور دو دھلا بھائی کی باتیں سننے لگے، سوقت دونوں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ دروازے سب بند تھے۔ مگر آواز آتی تھی۔

جہان۔ اچھا ایہ کو۔ اب ہمارے بھی کان ہوئے۔ سپر۔ نہیں باجی اب روز روز کیا۔ ایک دفعہ کہیں بچپن کی حرکت ہوگئی۔

بیگم صاحبہ صفائی اور فرش فروش اور تنگی اور پلاؤ اور انعام اور چور کوئی فکر میں غلطان چپان تھیں حکم تھا کہ آج کوئی تیل یا فروے یا تازے یا تابوت کا لفظ زبان پر نہ لائے۔ کوئی چھینکے نہ پائے۔ یا الٹی صنعت الاعتقاد بھی ٹوکتی۔ بات کرنے زبان اور چھینکے ناک کتنی ہو خدا خیر کرے۔ مغلانیان اور پیش خدمتین انکے ساتھ علم کی تمیل میں مصروف تھیں خواہیں کبھی درج تھیں کہ کہیں ناک سے چھینک یا زبان کوئی کلمہ مدد نکل جائے تو بڑی بیگم صاحبہ بد و مانع ہو جائیں۔ بڑی۔ کل شام کو جو باتیں تہہ لکھائی تھیں یاد ہیں۔

مغلانیان۔ ہاں حضور۔ خواہیں۔ کیا بجال جان باتوں کے خلاف کریں۔ پیش خدمتین۔ سب یاد ہیں حضور۔ عہاسی مہری حضور برسوں سے ہیں اس سرکار میں۔

کیا انہا بھی نہیں جانتے۔

حسن :- اما جان بیابانی کی ڈونڈوں کو بلایا ہو۔

بڑی :- ڈونڈیاں حاضر ہوگی فوراً آج انھیں کی تو عید ہو۔

انعام لینے نہ اُٹھیں کیا۔ اب ذری دھوپ نکلے تو منہا و حمام

کرو۔ کپڑے پہنو۔ ڈونڈیاں دو منیاں سب آپ ہی

حاضر ہوں گی۔

اتنے میں رونے نے عباسی مہری کو بچارا اور وہ

چپکتی ہوئی باہر گئی۔

رتونا :- وہ کٹر جو ہم کل لائے تھے ان میں سے جو پسند ہو

وہ رکھ لو۔ اور جو پسند نہ ہو وہ اس کر دو۔

مہری :- ہم لائے تھے بائیں لایا تھا نہیں۔ کہتا ان عید

منہوتی تو کھوادی کھڑے کھڑے۔

بڑی :- یکم صاحب کے ہاں چھ جینے دھڑلے غانا

اور مہربان اور حسین بڑھی عورتیں تھیں مگر یہ عباسی مہری

جو کوئی ایک جینے سے نوکر مونی تھی تو جوان اور بلا کی جینگی

جوانی اور جو بن بھٹا بڑتا تھا اور شوخی ایک ایک گین کوٹ کوٹ کر

بھری تھی حسن آرا بگم اور سپہر آرا دونوں اسکے ساتھ عنایت

سے پیش آتی تھیں۔ گو عباسی نوکر تھی مگر عجوبی تھی۔ عباسی

جو رونے کو لکلا را تو وہ خاموش ہو رہا۔ اتنے میں نوا جینا

کی جو اس طرار اور گلخند مہری پر نظر پڑی تو میٹھی میٹھی

بائیں کرنے لگے۔

ن :- کیا ہوئی مہری صاحب۔

عباسی :- انگلیاں مثلاً کر اچھنہ ہو کیا یہ ملے کا آدمی

اور مہرے جب بات کرتا تو اپنے کو ہم کہتا ہو۔ مو اگتوار۔

ن :- اچھا جانے دو۔ اب تم اپنی طرف دیکھو۔

عباسی :- اچھنہ میں کچھ کہتی تو ظاہری ہوں مگر یہ بدترین آدمی

ہر محلات کی ٹوٹو کڑھی پر آج سے نہ آنے پانے جو یکم صاحب

یا صاحبزادوں سے جا کے کہدوں۔ موا ہوا خطبہ۔

رتونا :- حضور یہ تو اندر کی جانے والی ہو۔ جو چاہے وہاں

کمدے گر میں بیچ کہتا ہوں کہ فقط عطر کے کنڑ مانگے تھے۔

بس ہزاروں صلہ اتین سنا میں۔

ن :- اچھا چپ رہو بدترین۔ کنڑ آجا میں گئے۔

عباسی ایک عورت طار تھ گئی کہ میان رکھتے ہیں نہ کو

اس زور سے جھٹکا دیا کہ دوپٹہ کھٹک گیا اور گوری گوری کر

صاف نفا آئی نواب صاحب اور بھی ہزار جان سے عاشق زار

ہو گئے۔ اور گھر نا شروع کیا۔ رونا بونا ہوا خراٹ اور تجربہ کار

آدمی تھا۔ چٹنوں سے تار گیا کہ نواب صاحب کا اس

نوشہ مہری پر دل آیا ہو۔ عباسی کے ہاتھ جوڑ کر کہا اب خطا

معاف کرو۔ اور کنڑ زرا لا دو۔

ن :- جو عطر پسند آیا ہو وہ رکھ لو۔ باقی بچھ دو۔

عباسی :- جب کہ حضور کل ہی شب کو بچھ دیے گئے تھے

یہ تو موسودانی ہر سبزی پی پی کر ڈیوٹی پر آتا ہو کھڑے جا عید ہو

تو نکلا وادوں اللہ جانتا ہو کھڑے کھڑے نکلا وادوں۔ اس

دوسرے رونے سے تو بوجھ جا کے۔

عباسی دل میں کھلی جاتی تھی کہ نواب کی نظر پڑی۔ اب

چاندی ہو یا نچن گھن میں ہیں۔ اور رونا جلا مہر تھا۔ نجان کی۔

چاہے نوکر می جانے کسی نہ کسی کے ذریعہ سے یکم صاحب

کو ضرور اس بات کی اطلاع دون گا کہ نواب صاحب عباسی

مہری پر رکھ گئے اور کمال بھجوں گا کہ بے طور دل آیا جلتے

کہاں ہیں میری نوکری جائے تو پروا نہیں مگر عباسی

امی جان کی خوشی کرو۔

نواب صاحب و دشوار ڈھلکے اٹھے۔ ساس کی خدمت میں آداب عرض کیا۔ بڑی بیگم نے کہا جیتے رہو۔ جاؤ پہلے تم حمام کراؤ تو پھر سواریان جاؤ ہم غور توں کے نہانے میں بڑا کچھلا ہوتا ہے۔

ادھر محلدار نے ڈیوٹھی پر حکم دیا کہ ممتاز دودھا ہر آمد ہوئے ہیں چوہدار اور خدمتگار تیار رہیں اور بھی کھی تیار ہو رہے۔ حمام خانے جاؤ گئے سب نے تمیل حکم کی۔

اتنے میں نواب صاحب ہر آمد ہوئے اور سوار ہو کر چلے۔ ہر کارہ پہلے ہی سے دوڑ گیا تھا حامی سے کہا نواب صاحب آتے ہیں تیار رہو جب سوار داخل ہوئی تو حامی آداب پکلائے۔ چوہدار نے پردہ اٹھا یا حمام کاروازہ کھولا۔ تشریف لے گئے۔

پانچ منٹ تک توقف کر کے کپڑے اتارے لنگی باندھی۔ حامی نے کبھی کپڑے اتارے اور کھڑا دن سامنے رکھی۔ ایک حامی نے کھینچا اٹھا یا۔ دوسرے نے دروازہ کھولا۔ حمام کے اندر داخل ہو کر حوض پر تنگن ہوئے۔ اور نہا کر گھر گئے۔

محلدار۔ (بڑی بیگم سے) حضور تشریف لے آئے۔ بیگم۔ حکم دو کہ فہرستیں نکالی جائیں۔ سواریان جائیں گی۔ مہربان تیار ہوں۔

فہرستیں نکالی گئیں قنات گھر گئی۔ جاہنسون پرچار دن سوار ہوئے مہربان بعددشان دلربائی نفس کا کوٹا دے تار سے قدم بڑھائے ساتھ ساتھ جاتی تھیں اور اپنی اپنی اولے رنگین سے تماشا یون کو بھاتی تھیں سپاہی اور چوہدار بھی ہمراہ تھے سب نے ٹھٹھے سے سواریان حمام میں داخل ہوئے۔ حامی نفس کے قریب آنکڑا آداب بجالائے لالہ عرض حمام کر کے لپٹے دوتھا سپر

نہ ہنپے جس میں نواب صاحب کے گھر میں معلوم ہو گیا اسی دن نکالی جائے تو سہی۔ رونا اور ادھر ادھر ہٹ گیا نواب نے دربان کو حکم دیا کہ جا کر دیکھو عید گاہ میں لوگ جمع ہوئے یا نہیں۔ وہ سپاہی کو حکم دے گیا اور دوسرے نواب صاحب نے میدان خالی پا کر عباسی سے اشارت آمیز گفتگو شروع کی۔

ن۔ بی عباسی صاحب مزاج اچھے ہیں۔ کراہت  
عباسی۔ (جا کر) دعا کرتی ہوں۔

ن۔ خدا کرے ہماری بھی دعا قبول ہو۔  
عباسی۔ آمین۔

ن۔ (مسکرا کر) پوچھو تو کہ دعا کیا مانگتے ہیں ہم۔  
عباسی۔ اللہ جانے۔

ن۔ کھلا کیا جانتی ہو۔  
اتنے میں عباسی اندھ چلی گئی۔

بڑی بیگم صاحب نے محلدار سے کہا کہ چوہدار کو باغ بھیجوا کہ وہ کچھ آئے حمام تیار ہے۔ کہو وڑ جائے۔ چوہدار فوراً روانہ ہوا اور آن کر نہی کو پکارا۔ عباسی باہر آئی۔ چوہدار نے کہا کہ وہ حمام تیار ہے۔

بڑی بیگم نے جہان آرا سے کہا ممتاز دودھا سے کہدو کہ پہلے وہ حمام کراؤ میں کچھ سواریان جاؤ گئے۔ جہان آرا نواب صاحب کے پاس گئیں۔ جہان۔ (اندھ بولا کہ) امی جان کتنی ہیں تم جلے حمام کراؤ تو پھر ہم سب جائیں گے۔

ن۔ سرودی میں تو ہم ابھی نہ جاؤ گئے۔  
جہان۔ اے راہ اچھی سرودی ہے۔ جاؤ ہمارے سر کی قسم





ان قسم خدا کی ہم اسکو انعام دیجئے۔

جہان - آپ اپنا انعام رہنے دین - اور چلو اٹھو اب۔

ان - خدا کی قسم آج تو وہ اور برس  
جہان - چلو چلو - آخر بڑی بوڑھی کا کسنا بھی  
نہ مانو گے کیا۔

نواب صاحب نے کپڑے پہنے۔ دو سالہ لڑکھا اور  
بڑی بیگم صاحب کے پاس گئے۔

ان - آداب عرض ہو۔

بڑی - اللہ زندگی دے۔

ان - (مذکر دکھا کر) قبول کیجیے۔

بڑی بیگم صاحب نے ممتاز زودو دکھا کو چھاتی سے لگا یا  
بلا میں سین دعا دی جوانی کا سکھ دیکھو۔ خوش رہو اسکے بعد  
خا صدان میں بس اشرفیان رکھ کر خا صدان سامنے بڑھایا۔  
بڑی - لویہ عید گاہ کا خرچ ہو۔

نواب صاحب نے آداب عرض کر کے شہر نیاں اٹھائیں  
جب چلنے لگے تو سالیوں نے کہا ہمارے واسطے کیا لاؤ گے  
دو دکھا بھائی۔

ان - جو کہو۔

حسن - جو آپ کا جی چاہے۔

سپہر - جو شہر آپ کو پسند ہو۔

ان - نہیں جو کہو۔

حسن - آپ ہی کی راسے پر چھوڑا۔

بڑی - اور تو کس سواری پر جاؤ گے بیٹا۔

ان - جی بھی ہو۔

بڑی - نہیں نہیں بھڑ بھڑ گے میں کہیں گھوڑے نہ بھڑکیں۔

نواب صاحب سالہ کی بھی نظر پڑتی تو انکا کلمہ پڑھنے لگتا۔

الملک دوش پر خسار خوب آیت الکرسی  
بہنو مانند می گفتند خسار این چنین باید

گوئی آرا بھی آفت کا پر کالہ بھی اور ابھی نام خدا  
شانزدہ سالہ تھی مگر جہان آرا پر عالم ہی اور تھا۔ خسار  
تا بان گل تر بلک رشک قر۔

انگار خاتم صبح ست این نہ خسار ست

انگاہ کن ورق سادہ چه بہ کار ست

بڑی - (خواص سے کپڑا شک بدلی۔

خواص - ہاں حضور۔

بڑی - زیور بچھا دیا گیا۔

خواص - ہاں حضور۔

بڑی - جن آرا اور سپہر آرا بھی مہین چکیں۔

خواص - اب مہینتی مہین حضور۔

بڑی - جہان آرا اپنے میاں سے کہو عید گاہ جائیں اور  
نازدو گاہ پڑھائیں۔ اب وقت بہت تنگ رہ گیا ہو۔

جہان آرا بیگم عید ناز و اداسے دلربا اٹھیں اور  
چشم حجم کرتی ہوئی چلیں۔

نہ ہی خلق زلف نالہ من بہفت و نبالش

خبر از رفتن دل می دہد آواز زلفا نش

نواب صاحب نے جو اپنی چاہتی دیکھیں اور ابھی  
ہمال کا نظارہ کیا تو نور کا عالم نظر آیا۔ سکوائے۔

جہان - امی جان کہتی ہیں کہ عید گاہ ہو آؤ۔

ان - یہ بھاری چوٹی کس نے گوندھی ہو۔

جہان - کیوں آخر پوچھنے کی وجہ۔

ہوادار نکلاؤ۔ یا فتن پر جاؤ نہیں مجھے خفقان رہے گا۔

ن۔ ہوادار پر تو آج تک کبھی سوار ہی نہیں ہوا۔

حسن۔ اے تو آج ہوادار پر سوار ہو جائیے۔

ن۔ اچھا اب تو باہر جاتا ہوں کچھ سمجھا جائیگا۔

نواب صاحب باہر تشریف لیکے عباسی عمداً اور قصداً

غوب بن بھٹن کرد و راز سے کے پاس کھڑی تھی سرسری

گرنٹ کا لنگا۔ پڑاتے کی اچھ کچھ چوڑی گوٹ گوٹ پر آٹھ

آٹھ پلیٹیں، سپرنج بنے ہوئے سرخ گرنٹ کا نیفہ جو

یا قوت احمد کو خون رلائے۔ اسمین لاہور کا اودار شیسی

ازدار بند پڑا ہوا کچھ دار اور کرن ٹکی ہوئی۔ پور پور چلے

کانون مین اتیان۔

ن۔ اونچ اونچ۔ اسوقت توڑے ٹھٹے سے کھڑی ہو۔

عباسی۔ (گھومری جاکر) جی ہاں حضور صبح حضور ہی

کی جو تین کا صدقہ ہے۔

ن۔ چلو تمکو عید گاہ بجلین۔

عباسی۔ (مسکرا کر) بندگی۔

ن۔ کیوں کیا کچھ ہرج جو بھی پر بیٹھ لینا۔

عباسی۔ کیا نکلاؤ بیٹے گا گھر سے۔

ن۔ اب بھو دو چار روز اور نکلا پڑا ایمان۔

عباسی۔ (دوڑے کو سنبھال کر) یہ کاہے سے۔

ن۔ تمہیں جانو۔

عباسی حضور کوئی آنہ جائے اب سوار ہو جائیے۔

ن۔ بہت اچھا مگر۔

مگر کہہ چکے تھے کہ محلدار آٹری۔ نواب صاحب نے

پردہ اٹھا یا اور نر سے باہر ہو رہے۔

چوہا نے کہا بسم اللہ حضرت فتن پر سوار ہو کر عید گاہ گئے۔

اودھ پری بیگم صاحب نے دریافت کیا کہ حسن آرا اور سپہر

نے پوشاک بدلی مغلانی نے کہا حضور میں رہی ہیں۔

انکی پوشاک کا حال سنئے دونوں بہنوں کے لیے

ایک ہی قسم کا جوڑا بنا تھا سنہرا اٹلس کا پانچامہ چمڑا پان ٹکی

ہو مین۔ گوٹ کے اوپر بھل۔ کرب کا ہمارا درویشہ بانگڑی

ٹکی ہوئی۔ کانون مین کرن پھول اور نکلیان گلے میں آٹری

مہیکل جگنو۔ دھکلی۔ ہاتھوں میں میرے کے کڑے

اور چڑاؤ گنگن۔ بازووں پر نورتن۔ پالون مین بازیب اور

چمڑے۔

حسن آرا اور سپہر آرا کی پوشاک اور یورین مسرت

صرت اسقدر تھا کہ حسن آرا کرب کا دو پٹا طرے تھیں اور سپہر آرا

کا کاندنی کا گلابی تھاتی آرا کا ڈو پٹہ آبی تھا۔

ان دونوں بہنوں کی اٹھی جوانی اور خستہ رتا بان اور

پیشانی نوزانی دست خانی شان برنائی و دلربائی

اسوقت عجب لطیف و بہار دکھائی تھی جہاں آرا نے مسکرا کر

کہا۔ چشمہ بدو و ہاری دونوں بہنیں چندے آفتاب

چندے آفتاب ہیں۔

حسن۔ (لجاکر) بنا بیٹے۔ بنا بیٹے۔

سپہر۔ اللہ پاتا ہی جہاں آرا بہن کی سی شاید ہزار و ہزار

میں کوئی گاہ دکھانکے۔ حسن اسے کہتے ہیں۔

جہاں۔ بے بس اب تو نفیس نہ کیجیے

گیستی۔ ہمارا انسا بہن سے کہیں توہ اتر جائیں۔

حسن۔ اے عواہ یوں کیا کم اترا ہی ہیں۔

گیستی۔ اب بھی وہ خطہ ہو کہ دن رات مانگ چوٹی میں

گرفتار رہتی ہیں۔

حسن۔ اچڑ کیا کچھ۔ دو گھنٹے ٹھیک ایک دن چھپکا ہی نہیں درست ہوا۔

سپہر آرا اور روح افزا بہن منستی جین انگو۔

حسن۔ ہنسائی چاہیں۔

سپہر۔ گھنٹوں آئینہ سانسے رہتا ہے۔

جہان۔ بی مغلانی۔ ذری سننا۔ یہاں آؤ۔

(کان میں) کس سواری پر گئے ہیں۔ ہوادار پر تو نہیں

گئے ہوں گے۔

مغ۔ بھلا ہوادار پر کیا جاتے۔ دو ایک صاحب اور آگے

تھے سب کے سب گاڑی پر سوار ہو کر گئے ہیں۔ اس میں خون

ہی کیا ہے مگر بڑی حضور سے کون کسے اے اب۔

حسن۔ ہم تو چمپلی سیجے تھے کہ گھوڑے پر یا کچی بمر

جائیں گے۔ اب بالکی یا ہوادار پر کون سوار ہوتا ہے۔ ہر کس

میں کے یہاں۔

استے میں بڑی سیکر نے پوچھا، مغلانی متا زد دھما

کس سواری پر عید گاہ گئے۔ مغلانی نے کہا حضور کو چھ معلوم

نہیں دریافت کر لوں۔

بڑی۔ ذری باہر پوچھو تو۔

مغلانی بہت خوب حضور کو مکر باہر گئی۔ ڈیوٹی میں

کھڑی رہی۔ پوچھے کس سے جانی تو تھی کہ فٹن پر گئے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد یون عوض کیا۔

مغ۔ حضور ہوادار کچی انگو یا تھا اور گاڑی بھی۔ مگر سوار نہیں

ہوئے تھے دو چار نواب زادوں سے باتیں کرتے ہوئے

حاصل کے باہر آہستہ آہستہ جاتے تھے۔

بڑی۔ تو شاید ہوادار ہی پر گئے ہیں۔

گیستی۔ ہاں امی جان ہوادار ہی پر گئے ہوں گے (ہنس کر)

آپ اتنا گھبراؤ کیوں ہیں امی جان۔ گاڑی کچی گھوڑے پر

روڑ سب ہی جا یا کرتے ہیں۔ کیا آج ہی انوکھی عید ہوئی ہے

ہوادار پر بھلا کیا جاتے۔

بڑی۔ جب ہماری برابر ہوگی تب معلوم ہوگا حال۔

سپہر۔ ابھی نہیں کوٹھے پر دیکھا کچا مسون بھیمان اور گھوڑے

اور باکھی جاتے تھے۔

گیستی۔ ادھر کیون آتے ہیں لوگ شہر کو چھوڑ کر سڑن

کیا کرتے آتے ہیں۔

حسن۔ عید گاہ اس طرف تو جی رہی۔

سپہر۔ اما جان ڈو میناں کب آئیں گی۔

بڑی۔ آتی ہوں گی مگر اتنی کیوں ہو۔

گیستی۔ عید کی صبح کو کچی کیا سامان ہوتا ہے۔

حسن۔ ہماری تو عید کل ہی تھی کہ آپ آئیں سے

بجائے آمدت عید عشرت افراد دست

مبارک ست کام زور زور نور دست

سپہر۔ ہمیں بھی عید گاہ کا ایک شعر یاد ہے۔

جہان۔ چلو اوپر چلیں۔

حسن۔ ذری ٹھہراؤ ابھی چلتے ہیں۔

سپہر۔ اوپر والے کمرے میں چکر بیٹھیے۔

چارون بہنیں کمرے میں گئیں۔

پچھلے ہوئے بعد کے ملے

مصنوعی ویل کا حال تو یہاں چھوڑا۔ انکوہر سٹیجے دیکھیے۔

کوئی زندہ آن کر مارٹے کھا جائے۔ زخمی کرے کوئی بھوت  
پریت ستائے۔ چلتے چلتے ایک مقام پر اس کے کان میں آواز  
آئی (غوغا بابا) اس آواز اور اونکی بولی کے سنتے جی گن  
کے ہوش اٹل گئے۔

کاٹو تو مومنہ میں بدن میں۔

اس وجہ طاعت ہوئی کہ بدن تھر تھر کانپنے لگا اور قدم اٹھائی  
طاقت تک باقی نہیں رہی۔ آٹھ آٹھ آنسو روئی اور خدا سے  
دعا مانگی کہ بار خدا مجھے اس مصیبت سے بچا۔ اور گئی تو  
ایک اندھی پرہیزچی۔ لب جو بھٹکر جو گن نے۔ رونا شروع کیا۔ اتنے  
میں کسی شخص نے آواز دی اور نمک دیا ایک عورت یا جو کوئی ہو۔  
تو کون ہوا ہستی سے اس قدر قاصد پرہیزچی رات کو کیا کام ہو رہا تھا  
زار زار روتے لکھا سبب خاص ہو جو گن نے جو بھٹکی کی آواز  
سنی تو جان میں جان آئی کسی قدر تشکین ہوئی۔ ادھر ادھر  
دیکھنے لگی مگر آدمی نہ ہوا نہ دیکھ کر یہ آواز کہہ رہا تھا۔

بھڑکی شخص نے یوں مخاطب کیا ارا سے نیک بندے  
خدا کے مجھے اپنے درد دل سے اطلاع دے شاید کچھ علاج  
کر سکوں۔ درد من بہ تقدیر جو گن کھڑی ہو کر ادھر ادھر  
بہ نور دیکھنے لگی۔ پورب کے سمت آن روئے خیمہ سا۔  
تھوڑی تھوڑی روشنی نظر آئی پہلے تو ڈری کہ سٹائیڈ  
اگیا بتیاں ہو کر گین میں ایسی کانیان اپنے والدین سے  
سنی تھیں اور وہی خیالات دل میں جھے ہوئے تھے۔ مگر  
تھوڑی دیر میں یہ خیالات دور ہو گئے۔ وہ روشنی چراغ  
کی تھی۔ دیکھا کہ ایک جھوٹے سے ایک پیرم درجہ  
ہاتھ میں لیکر دریا کی طرف آتا ہے۔ جب قریب آیا تو  
جو گن نے اس کو بوز دیکھا۔ پشت پر انسانی کے سبب سے

اب سنیے کہ صبا ت دو جاہت کی کان بی شہو جان صاحب  
شب کو کمال سرسبکی و پریشانی میں مصنوعی وکیل کے گھر سے  
میان سلا رو کی صلح سے بھاگین اتنا راہ میں ایک کھیل  
نے لگا۔ کون۔ کون جاتا ہے یہ کون کتیا ہوا چلا جاتا ہے  
صد اسے برنماست۔ جواب ندارد۔ جو گن طرار سے  
بھرتی ہوئی گلیوں گلیوں بھاگی کانسٹبل اپنے دل میں  
سوچا کہ بھاگنے کا بچھا کرنا فضول ہو شاہد بھرتی ادتیری  
کے ساتھ چلے جانے۔ اور۔ ادھر یہ حضرت بھی جنیت  
ہوں۔ جو گن تو بے عا شا بھاگ کر نکل گئی۔ مگر میان  
سلا رو کو اسنے پکڑ لیا۔ پھر جو گن بیچارہ مصیبت میں  
پڑی۔ یکہ زہما اپنا نہ بیگانہ خویش نہ لگا نہ۔ شب  
تیرہ و تار جوان عورت۔ تھانہ دار و دشمن۔ گلیوں گلیوں  
سر اسبکی کے ساتھ جاتی تھی۔ زنا کھٹ ہوا اور کانپ  
اٹھی کسی نے آواز دی اور دیک رہی۔ کوئی بولا اس کے  
بدن کے رونکے کھڑے ہو گئے۔ چلتے چلتے ایک میدان  
میں پہونچی۔ ہو کا عالم آدمی رات کا وقت جاؤز تک  
کھوٹاں میں دیکے دیکے پڑے تھے جو گن جو کھیتی  
ہو تو جو پڑنے ٹانٹا اوپر آسمان نیچے زمین اور چوڑا نہ  
تاریکی۔ اس مقام پر جو گن ڈاڑھیں مار مار کر زار زار  
روئی سوچی کہ جاؤں تو لکھڑا جاؤں۔ اور کروں تو کیا  
کروں۔ گواہ وقت مصیبت کے سبب سے اس کو معلوم  
نہیں ہوا کہ وہ دو کوس زمین طرکائی تھی تھوڑی دیر تک  
اسی ہی دوق میدان میں جو ایک ایک بچے سے صد ہاویب  
تو تین دکھاتا تھا۔ کھڑی سوچا کہ کیا کرے۔ آخر کار  
ایک مدت کو چلی۔ قدم قدم پر خون معلوم ہوتا تھا۔ لکھوا

ختم ہو گئی تھی۔ آنکھوں کی روشنی بھی یوں ہی سی باقی تھی کیونکہ  
گو چراغ با تھہ میں تھا مگر لمٹول لمٹول کر قدم رکھتا تھا۔  
لب جو آتے ہی ہوا سے وہ زور باندا کہ چراغ گل اور  
پیر مرد (ہے) لکھرا خوش ہو گیا۔  
جوگن۔ اباجان ہیں اس مصیبت سے بچاؤ۔ ہلے رہتے  
ہمارا ہیمان کوئی نہیں ہے۔  
پیر مرد۔ بیٹا ہوا کبھی تیر سے ساتھ عداوت ہے۔ چراغ  
نکول کر دیا۔  
جوگن۔ مجھے اب کسی طرح اپنے پاس بلاؤ میں یہاں  
لکھو کھو کے مرجاؤں گی۔  
پیر مرد نے کپڑے اتارے لنگی باندھی اور فوراً ندی میں  
داخل ہوئے۔ ندی پایاب تھی۔ اس کنارے پر آئے  
تو شل۔ سو برس کا سن سنکھم۔ لٹیا ٹیک کے دس  
یارہ قدم چلنا بھی دو بھر تھا۔ سردی کی راتیں میدان فرخ  
ندی کا واسطہ کانپ اٹھے۔ جوگن بچا پری کے پاس  
وہ جامہ وار کاٹلا بھی نہ تھا۔ مگدو پیٹ اڑھٹا دیا تھوڑی  
دیر کے بعد پیر مرد نے آنکھ کھولی اور کہا اب تاب و طاقت  
نہیں کہ پار جاؤں اور اگر تمام مشہ یہاں بڑا ہوا تو اور  
کبھی ستم کا سامنا ہو۔ صبح کو بالکل کنگر بنا ہوا نظر آؤں گا۔  
اگر جرات کر کے پار جانا ہوں تو خوف ہو کہ مبادا جلتے  
ہی جاتے تحلیل ہو جاؤں۔ مگر تم اس جھوٹے سے  
کل نکال کر مجھے اڑھٹا دینا۔  
جوگن۔ اباجان یہ تو ہم سب کچھ کریں مگر دیا میں قدم کھتے  
ہوئے جان نکلتی ہے ہم تو یہاں بنائے ہی نہیں دزا  
پائون ڈال گا یا اور گئے گزرے۔

پیر مرد۔ پانی بہت کم ہے دریا پایاب ہے۔ خدا کا نام لیکر  
چلو بیٹا۔  
جوگن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مگر کرنی تو کیا  
کرتی۔ ناچار پیر مرد کا ہاتھ پکڑ کر چلی۔ اور تھوڑی دیر میں  
اس پار پہنچی۔  
پیر مرد۔ اس مرتبہ ویسوی سردی نہیں معلوم ہوئی۔  
جوگن۔ شکر ہو شکر ہے۔ اب چلیے سایہ میں چلیں۔  
پیر مرد جوگن کو لیکر اپنے کلبہ احزان میں آ گئے۔  
پیر مرد۔ بابا ہم ایک مصیبت زندہ اور ستم رسیدہ آدمی ہیں۔  
دنیا دا ہنسلا ستم کو از زمین اپنی جیتی تھوڑی دیر میں سناؤں گا  
پہلے تو اپنا حال کہنا۔  
جوگن۔ اباجان ہم اسوت شل ہیں اور مارے جھوک کے  
کلیجہ کو منہ کو آتا ہے۔  
پیر مرد نے کہا جو کچھ حاضر ہیں سناؤں گا ہین کھاؤ یہ  
کھکیر پیر دایک رکابی میں دو روٹیاں اور ایک پیالہ میں ساگ  
لائے۔ جوگن نے اندھیرے ہی میں ٹھیک روٹیاں کھائیں۔ ان  
موتی موتی روٹیاں اور ساگ کی ترکاری میں وہ لطف آیا کہ کبھی  
کسی قسم کی غذائیں نہیں آیا تھا۔  
پیر مرد۔ بابا ہم اسی کو نہر غنیمت سمجھ کر کھاتے ہیں۔  
جوگن۔ اسوت بولت کھانا کھانے میں زیادہ تمام سہ  
نہیں آیا تھا۔  
پیر مرد۔ کھانا کھا کر لٹو اور لیٹے لیٹے اپنا حال بیان کرو۔  
جوگن۔ غم کی داستان کیا سناؤں۔  
پیر مرد۔ ہماری داستان سے بڑھ کر سنو گی۔  
جوگن۔ میں نے کھانے سے فراغت پائی اب آپ تکلیف نہ کریں

آپ مجھے بتا دیں کہ پانی کہاں رکھا ہو میں اسے کھٹے پانی لون۔  
پیر مرد۔ مجھے اب اس کھٹے کی طاقت ہی نہیں رہی میں مارے  
سردی کے مر رہا ہوں اور ٹھہرا جاتا ہوں۔ اس طرف کو نے  
میں ٹھکرایا رکھی ہے۔

جوگن نے منہ دھویا پانی پیا۔ پوچھا میں کسان

لیٹوں۔

پیر مرد۔ اس کو نے میں دو کل ہیں سفید کو اوڑھو۔  
اور سیاہ کو کھچاؤ برے گرم ہیں۔

جوگن نے ہنسا دقت کو نے سے دونوں کل نکالے  
اب اندھیرے میں سفید اور سیاہ کی کیونکر تمیز ہو ایک کھچا کر  
لیٹی اور دوسرا اوڑھا۔

جوگن۔ کیا اس جگہ میں بھوت پریت بھی ہیں۔

پیر مرد مجھے اس میں رہتے ہوئے غصہ ہوا اگر میں نے بھوت  
پریت کی شکل تک نہیں دیکھی اور نہ مجھے کبھی کسی نے ستایا۔  
جوگن۔ راہ میں ندی کے اس طرف عجیب طرح کی آواز کان  
میں آئی۔ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔  
تمہارے کانپنے لگی۔

پیر مرد۔ اس جنگل میں طرح طرح کے پتے ہیں اور ان کے پتوں  
سے طرح طرح کی آوازیں نکلتی ہیں تم شہر کی رہتے والی ہو۔ یہ  
باتیں کیا جانو کسی درخت کے پتے کی آواز ہوگی۔

جوگن۔ شیر تو اس جنگل میں نہیں ہیں؟

پیر مرد۔ بسنی سے اس قدر دور فاصلہ پر جنگل نہیں ہے کہ  
یہاں شیر رہ سکے۔

جوگن۔ آپ کب سے یہاں رہتے ہیں۔

پیر مرد (ٹھنڈی سانس بھر کے) کیا بتاؤں۔ ناگفتہ بہ۔

میں ایک روز اپنی چاہتی ہوئی کو لیکر سر امین فرکوش ہوا۔  
باہر میں سویا۔ اندر کی کوٹھری میں اپنے ڈیڑھ مہینے کا ایک  
محصوم بچے کو لیکر وہ سوئی شب کو ڈاکوؤں نے بھاپا اور  
دوسری کوٹھری سے سینہ دیکر جا کر زینر مال میں سوچے  
ہونگے کہ شاید زینر نکالنے میں جاگ کھٹے۔ مگر زینر کو غائب  
کر دیا صبح کو دکھا کہ وہ غائب ہیں مگر ڈیڑھ مہینے کا محصوم بچہ  
چارپائی پر بڑا بلک رہا ہے۔ اور وہ بیچاری ترپتی ہوگی اور حیرت  
ماہی بے آب کی طرح اسکی جدائی میں تڑپا کیا پھر مان سے چنگر  
ایک دن جیادو سر سے روزانہ سبھی آنکھیں پھر لیں اور  
جل بسا میں نے اس محصوم بچے کو مسافت کے عالم میں ایک  
مقام پر زمین کے سپرد کر دیا۔

ای خاک تیرہ خاطر سمان نگاہ دار  
کین نور چشم ماست کہ در برگزشتہ

باسے اس وقت دل بھرا آیا اور بیچاری لڑکے کی جدائی  
سے کس درجہ بغیر رہی ہوگی۔ اور شیشہ ناموس جو چلنا چور  
ہوا وہ اس سے بڑھ کر ستم ہے۔ میرے ستر بھیس پر خدا کی مار  
کہ پیرانہ سالی میں میں نے پھر شادی کی اور تیرہ یہ ہوا کہ بھوی کا  
پتہ ہمیں ملنا۔ ہنسے جا کر کسی نے کدیا کھارے میان کر گئے  
حالانکہ میں بد بخت ابھی تک زندہ ہوں جوگن نے جو یہ فقرے  
سنے تو ریاس حیرت میں غوطہ کھانے لگی۔

شاید یہ عجید اکثر حضرات غلامین کی سمجھ میں نہ آیا ہو۔ پیر مرد  
دی حضرت ہیں جنکے نام انکی بیوی نے ایک مذاق کا خط  
بھیجا تھا۔ اور میان آزاد نے اس خط کا جواب لکھا تھا جوگن  
آنکھیں کی بھوی ہیں جب اس کے مرنے کی خبر شہر ہوئی تو  
انکا نام بھی اور طرہ شہر ہو۔ اور یہ اب جوگن ہو گئی ہیں۔

وہ قال متکین وہ اعلیٰ نگارین صحن سے جو طرارہ بھلا توڑے  
بام پر۔ یہ جہلا پلن۔ اور وہاں سے ایک ذوقن مین متابی پر  
ہو رہن۔

تھارا ناباغ شوہر  
جوگن نے انکی آواز بچانی تو بے اختیار اسکو بھلے  
عجب اتفاق پر عام مین خبر مشہور ہو گئی تھی کہ پیر مرد جل ہے  
اور یہ جیتے جاگتے موجود مین۔ سوچی کہ اسے اپنا حال  
بیان کروں یا نہ کروں۔

اسنے مین پیر مرد نے کہا ہماری پہلی بیوی کا تو بچا ہی نہیں۔  
مگر ڈاکوؤں نے اسکو قتل کر ڈالا ہوگا۔ دوسری بیوی کا حال  
سنکر ہلکا مال قلع ہوا۔ مگر سبب یہی ہی حاتم سرزد ہوئی تھی۔  
خود کردہ راجہ طالع مقام مخموری پر ہماری سسرال کی مہر جہنا  
نے شادی کے قبل ہلکا بہت کچھ لکھا تھا کہ میان لڑائی کو بھی  
تیرہ مین سال پر ساورم سو برس کے ہوشادی مکر و گھر ہننے  
ایک بیٹی اب بچتا ہے مین تم خاموش کیوں ہو گئیں۔  
جوگن۔ (دوبے داتون ایون ہی۔

پیر مرد۔ نہیں کوئی وجہ ضرور ہے۔  
راوی۔ اس اندر جوگن کا اور بھی رخ ہوا۔ بڑے میاں نے  
توڑا۔ لکھو بچا نہ تھا مگر یہ لکھو خوب پہچان گئی تھی۔  
جوگن بھلا دوسری بیوی کا نام لکھا تھا۔ تم کو کچھ یاد ہے۔  
راوی۔ پیر مرد کو سخت حیرت ہوئی کہ یہ کل کی لڑائی اور مجھ  
بڑے کو آپ کے خوش کم ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہی نہ تھا کہ اس کا  
درجہ مساوی تھا تم ہی لکھا جائز تھا۔ آپ کا لفظ اس کی  
زبان سے نہ نکلا۔

پیر مرد۔ ہماری دوسری بیوی کا نام شریا بکم تھا۔

جو خدا انھوں نے اس زمانے مین اس پیر مرد (پنپن شوہر)  
کے نام لکھا تھا اسکو مزید مل مین نقل کرتے مین تاکہ ناظر مین  
کی سمجھ مین سلسلہ سخن آجائے۔

وہو ہندا

میرے کھوسٹ شوہر خدا سے کچھ سیکند ظلمات سے پہلا  
ایا مگر تھے احمیات کے دو جاقطر سے ضرور پی لیے مین جب ہی  
مرنے کا نام مین بیٹے کچھ اوپر سوہن کا تو سن ہو گیا اب کیسا  
عاقبت کے پورے بیٹو کے ہزار دن نوخیز لعن پوش ہوتے  
جانتے مین مگر تم ثمان سے موجود۔ ڈنکو بھی آیا مگر تمہیے کے نیسے  
سبب سے کے باب کو چن کر جاؤ اور ڈاکا ترک نہ ہو۔ ہی مین کس  
ساعت تھا کہ اسے پاسے پڑی۔ ہاتھ مین خوشہ میٹھ مین انت  
نہ پیٹ مین انت۔ کرکمان کی طرح ٹم مگر بیاہ کرنے کا شوق  
چڑایا اور مجھے کہیں کا نہ رکھا اٹھ

اسکا جواب یوں لکھا گیا تھا۔

وہو ہندا

میری ایسا جیل جیل تارکدین فخری مین بیوی کو اس کے  
سین سببہ لڑک باران دیدہ شوہر کی کھٹی جواقی دیکھتا نصیب  
ہو۔ اٹھا لڑکے ہون اور جھپٹیس لڑکیان جب مین دلہیز  
مین قدم کھن سب بچے کہیں بابا آئے آبا آئے مٹھائی  
لاسنے مگر خدا کیلئے کہیں آئے نہ دیکھا دیکھی تو بابا کہنے لگنا۔ مجھے  
تھاری دادی کی خالہ کا لڑکیان کھیلنا اس طرح یاد ہے جیسے کسی کو  
صحیح کا کھانا یاد ہو مین بڑھاتو ہون مگر دل جوان ہے۔ مانا کہ  
آکھوں مین نور مین مگر چشم نگراں ست۔ فوت سامعہ سے  
بے مہر ہی بھی مگر گوش براؤ وار زان جوان بہت تم مٹھا  
پیری ہو تھا۔ اپنا لکھلا۔ وہ خندہ شکار آمیز وہ زنت غنیرہ



عورت - لو اب اور بھی مصیبت آئی - اور یہاں جب اس مسئلہ میں چیدہ برستا، تو وہ دو دو برابر برسا ہی کرتا، ہر طبری میڈیا بات ہوتی -

جوگن - پیر مرد کے کان میں (کیا داغ دے چلے آت آت -

اگر ذری دیکھو تو - ہاے میں اسوقت بیوہ ہونی جاتی ہوں -

ہاے میرے اللہ - ارے لوگوں - میں اب تک سہاگن تھی -

عورت (متحیر ہو کر) کیا کیا؟ ہم سمجھے نہیں -

جوگن - ہاے کس سے کہوں -

عورت - اب ذرا اسوقت ردنا موقوف کرو - مرد پر

غضب ہوتا ہو -

جوگن (آنسو پونچھ کر) اچھا -

جوگن کو وہ وقت یاد آیا جب ایک شخص نے ان کو جھوٹ

موٹ کد باٹھا کہ ان کے میان مرگے اور جوگن کی مان اور

خود جوگن نے شادیانے بجائے تھے کہ چلو مولا بڑھو، مگر موٹ چل بسا

اچھا ہوا - کا وہ وقت تھا اور کیا یہ وقت ہو کہ زانو پر پیر مرد کا سر

ہو اور یہ بیٹی رو رہی ہیں - جوگن کا دل اور بھی بھڑک آیا

اسے خوب یاد تھا جب ہماری منہنی باہر سے آئی تھی -

(لو مبارک بڑھو، کھلک گئے) ابیر جوگن اچھل پڑی اور

لکھا موسے دگر بوجھا چھوٹا مانے جہنم میں - جوگن کی مان لڑکی سے

ملکر بولیں کہ لو بچا ہم تو کتنے ہی تھے کہ بوڑھا کھوسٹ دو دن

کا دھماکا ہے - آج مواصلہ دوسرا دن آخر شہر دی

ہوا نہ - ان باتوں کی جوگن کے سامنے تصویر بھینچی

ہوئی تھی -

عورت - اتنا تم خراکی کون ہو جو اس قدر رو رہی ہو -

جوگن - کیا تاہن ہن -

جوگن کو اور بھی یقین کامل ہو گیا - اپنا نام بعد مدت سن کر

آہستہ آہستہ رونے لگی - مدت مدید کے بعد یہ نام سننا محاکوفی

شہو جان لگتا تھا کہ کوئی جوگن کوئی کچھ کوئی کچھ -

پیر مرد - کیا تم جانتی ہو انکو -

جوگن - نہیں - میں کیا جانوں -

پیر مرد - سننے اُسکی زندگی خراب کی -

جوگن - (اپنے دل میں) ہر توجہ آسمین شک نہیں -

پیر مرد نے کہا اب آرام کرو، کھلی ہوئی ہو اور میں بھی ہر وقت

ماہ سہ سہی کے کان پر رہا ہوں صبح کو بات چیت ہوگی مگر

اپنا حال صاف صاف کہہ سناؤ -

جوگن - بہت اچھا اب آرام کیجیے -

سویرے جوگن کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ پیر مرد اپنے

بڑے ہن - چہرے پر ہاتھ رکھا تو سردی نبض دیکھی تو ساقط -

اتنے میں ایک عورت نے آواز دی با با ہم اندر آئیں -

جوگن نے کہا آؤ - خیر اللہ نے صورت تو آدمی کی دکھائی -

یہ شکوہ با با کہہ کے پکار رہی ہو وہ چل بسے -

عورت نے کہا ارے اب اے ہاے - دیکھو ہن چہرے پر

ہاتھ لگائی تو برت ہاتھ بالکل سرد - پاؤں میں دھرت - اور

اوپر کی سانس بے جاتے ہیں -

عورت - لڑکے اب ختم ہو گئے یہ تو اچھے ہو گئے مگر تم

جنگل میں کیلے رہ گئے - ہاے اب ہم کس سے بولینگے ہمارے

دو دو حکم کون شریک ہوگا - ہاے بابا غادے گئے - اس

جنگل میں بس انہیں کے سبب سے جیتے نئے اب کڑھکڑھ

میں گے - مگر خیر اب کتنا شک روؤں -

اتنے میں بادل گرے اور ننھی ننھی بوڑھا مان پڑنے لگیں -

عورت - نہیں جو کچھ بھیدائیں اپنی ایک رشتہ دار کا نام ان زبان پر لائے تھے۔ ٹھنڈا کیا نام ہر سچ بچ بتاتا۔

جوگن - شریا بیگم۔

عورت - (تعمیر ہو کر) ارے۔ ہاے ہاے۔ یلین بھی تو ایسے وقت میں۔

عورت نے باؤز بلند کیا کر کہا باباؤ۔ شریا بیگم آگئیں۔

ای ذری آنکھ کھول کر دیکھو تو شریا بیگم آگئیں۔

جوگن - کس سے کتنی ہوہن۔

عورت - رہا تو مل کر اباے ہاے۔ ہر وقت دنیا سے اور بھی جی ہٹ گیا۔ ہاے اس وقت ایک گھڑی کے لیے ہوش آجائے تو اسے کہیں کہ شریا بیگم آئی ہیں۔ آنکھ بھر کر دیکھ تو

یلین کہ جس کا نام روز زبان پر لائے تھے اسی کے زانو پر سر رکھ کر جان دی۔

پیر مرد پر کلون کے اوپر ایک دری بھی ڈال دی تھی کہ سردی کم اثر کرے گوردونوں کو خشک کے عوض یقین ہو گیا

ٹھاکہ بابا کا بیٹا دشوار ہی سمجھتا بلکہ غیر ممکن ہر گھر اس لحاظ سے گرمی ہو چکی تھیں کہ نزع کے وقت آرام سے جان دے

سردی سے نہ ٹھہرے کہ بے موت ہی مر جائے۔ عورت بولی ابھی جان باقی ہے۔ جوگن نے کہا اس وقت کو تو دیکھو کچھ ٹھکانا

ہو نہ ہو کتا جو کہ میں آج ہی برسوں گا۔ ہوا جتنی گرم تھی کہ میں آج ہی چلوں گی۔ درخت کہتے ہیں کہ ہم آج ہی گرین گے۔ دریا

کتا جو کہ آج ہی طوفان آیا گا۔ بادل کتابا کہ آج ہی گرہوں گا۔

بکلی کہتی ہو کہ آج ہی کو نہ دنگی۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اسی وقت دم توڑیں گے۔ اور تار کی کتنی ہے کہ میں مرنے دم انہی صورت نہ دیکھنے دینی یہ کہہ کر جوگن خوب روئی رہمان تک کہ کھل کا

ایک کو نادر ہو گیا اور آسنو نہ تھے۔ عورت نے اُس کو پچھلے اور کہا سنو انے مرنے پر رونا تو جو قونی ہو ان کا مرنے ہی ہر طرف

یہ مرنے نہیں ہیں ان کا مرنے ناگوار باجی اٹھنا ہے۔ ہاں اگلی کچلی باتیں یاد کر کے اگر روتی ہو تو وہ اور بات ہے مگر میں جو اپنی مصیبت

بیان کرنے پر آؤں تو کتنی ہی مصیبت بالکل کھول جاؤ۔

ایک مقام پر ان لوگوں نے لکھ لکھا کھولا اور لاش کو دفنایا۔

جوگن جو پڑے میں واپس آئی وہ مینوں آدمی خصلت ہوے۔ جب جھو پڑے میں پہنچی تو جوگن نے عورت سے ساری داستان بیان کی۔

عورت - اب ہکو یہ تو معلوم ہو گیا کہ شریا بیگم آپ ہی ہیں۔

جوگن - ہاں تم نے اس طرح پر پوچھا کہ مجبور ہو کر مجھے کہنا ہی پڑا۔

عورت - تم کس محلے میں رہتی ہو۔

جوگن - نیب ٹوے میں۔

عورت - ٹھیک ہو پڑے میان کو کبھی تھنے خطا بھیجا تھا۔

جوگن - ہاں عمر بھر میں ایک دفعہ۔

عورت - اُس میں کیا لکھا تھا۔

جوگن - اُس میں میں نے یہی لکھا تھا کہ تم مروت کو موت بھی نہیں آتی۔ جوان آدمی مرنے جاتے ہیں۔ تم ٹھکانے سے موجود ہو۔ جیسے سے بھی تم کو خوف نہیں۔ پڑے

بیجا ہو۔ تھنے میری زندگی تلخ کر دی۔ یا تم کو موت آئے یا ہکو تو چھٹکارا ہو۔

عورت - بیشک تمہیں ہو بہن شک نہیں۔

عورت نے کمال ایمانداری کہا کہ پیر مرد کے پاس

پھیل پھری۔ دو تین گھنٹے کے بعد اسی عورت کو ہمارے کمر  
شریایکم آتی تھی جی کے ہاں تین اور ساری داستان  
کہ سنائی اور جو اہرات کا ڈبا اُنکے حوالے کر دیا کہ آپ جا تین  
آپ کا کام۔

### روز عید اور چل پھل

نواب گردون مدار مع باران موافق واجب صادق  
عید گاہ میں تشریف لیگے دیکھا کہ ساتین بناؤ چناؤ کر کے ٹھٹھے  
کے ساتھ بیٹھی ہن تھنوں پر سفید سفید چاندنیان بھی ہیں۔  
سامنے پاندان رکھا ہے۔ برنجی سٹے لگے ہوئے ہیں دایین  
بائیں ایک ایک لکڑی نیچے آگ روشن۔ چلیں بھرنے کے  
لیے دو آدمی حاضر ہیں باران سہل کا جھڑپ ہر پاون اور  
جھولدار پون میں مٹھس کے دم لگاتے ہیں۔ آسمان تک  
لوہو پکاتے ہیں کسی کی جھولداری میں دائرہ نگر ہاں۔ کہیں  
ساقن کے سامنے نشی ڈھوکی پر گاتی ہر اور چک دمک کے  
تمشا یون کو بھاتی ہر ساقی چکارہ بکاتے ہیں بیکرے  
پھینیاں سٹاتے ہیں۔ علویوں کی دکان پر دھوم ہے  
انیموں اور چٹورن کا ہجوم ہر کھلونے والے بھولے بھالے  
کھلونے رکھے دکان جمائے دونوں ہاتھوں سے لوٹتے  
ہیں۔ ننھے ننھے بچے چل رہے ہیں کہ ہم تو ملیں گے بھالیں گے  
دو پیسے دیں گے۔ عید گاہ کے پھانک پر مہو بچے تو بڑا  
اور گاڑی اور فٹن اور گھوڑوں کا تانتا لگا ہوا۔ حوض  
پر بیٹھے۔ منہ ہاتھ دھویا دست پاک سے ہاتھ پوچھا  
اتنے میں آواز آئی (الصلوة الصلوٰۃ) نمازی  
جھک پڑے صفین بنیمین پیش نماز آگے گھڑے ہوئے

ایک دیا ہے۔ خدا جانے کچن کیا ہر گھر سے کم پچاس ہزار  
روپیہ کے جواہرات ہون گے۔ یہ لکڑی بیہ زین سے کھودی  
اور جو گن کچھ تہی بن گئی۔  
شریایکم نے جو ڈبے کو کھولا تو جواہرات اور اشرفیان خوش  
تو بہت ہوئی کہ خدا نے چھو بھال کر دولت دی مگر سوچی کہ اس  
دولت کو صرف میں کو بول کر لا سکتی ہوں تو اس جنگل سے  
جھٹکا راہی آسان نہیں جس طرٹ نکل جاؤں گی لوگوں کی نظر  
پڑے گی۔ اور اس دشت بلا تیز میں اگر کوئی قتل بھی کر لے  
تو کسی کو کافون کان خبر نہ ہو۔ پھر اپنے صن گلوں زور اور غلام افرو  
اور اٹھتی جوتی سے بھی واقف نہ تھی۔ سوچی کہ مبادا کوئی  
بد آدمی زبردستی پکڑ لے گا اور پھر گھر سے نکلنے نہ  
تو ابھی مصیبت بڑے دوسرا خیال یہ تھا کہ جواہرات  
اور اشرفیان بچوں کس کے ہاتھ۔ اور اگر بچوں تو لوگ  
کہیں گے کہ یہ لالی کہاں سے۔ کئی گھنٹے تک تدبیریں سوچا  
کی مگر عقل نے کام نہ کیا۔ آخر کار اس عورت سے کہا کہ  
میں اس میں تم بھی تو کچھ ہو۔ اس قدر جواہرات لیکر ہم کیا  
کر سکتے۔ اکیلا دم کھانے بھر کو اللہ بہت کچھ دیتا جائے گا پھر  
ہم جو جواہرات اور اشرفیان سے تو محروم کریں تو فائدہ کیا۔  
کس دن کے لیے۔ عورت نے کہا میں آجین سے کچھ  
نہ لوں گی تو اس جنگل میں دنیا سے الگ تھلک رہتی ہوں  
اشرفیان میرے کس کام کی یہ تمہارے شوہر کی جائداد ہے  
اور اس پر تمہارا حق پہنچتا ہے۔ اگر میرے کام کی ہوتی تو میں  
ضرور لیتی بلکہ تم سے مانگتی اور کتنی کہ میرے گاڑھے  
دقت کام آؤ۔ ان باتوں سے جو گن کا دل بھڑایا۔ سوچی  
کہ ایک یونین کچن ہو گئی تھی اور اب روپیہ دیکھ کر

نواب صاحب بھی ایک صفت میں داخل ہو گئے تھوڑے ہلکے سا بھیسٹر  
 احباب سے انگلیں ہونے۔  
 نواب - بھائی نثار علی صاحب ہیں - آج شنب کو ضرور  
 آئیے گا۔  
 نثار علی - بہت خوب طلبہ دوسرے دکھائیے گا۔  
 نواب - ضرور ضرور۔  
 سبحان علی خان - حضرت اب اس شہر میں کوئی اس قابل ہی  
 نہیں کر لانا سنے اور دو ایک ہیں بھی تو صورت  
 حرام۔  
 نواب - خیر دنگری کا لطافت ہی سی - آپ  
 بھی ضرور آئیے گا۔  
 سبحان علی خان - انشاء اللہ۔  
 نواب - انشاء اللہ نہیں۔ کیسے غرور آؤنگا۔  
 نثار علی - اہی ہم لیتے آئیے گا۔ انکا اور ملے بھر کو۔  
 جو مداروں کو نواب صاحب نے حکم دیا کہ بٹری اور چڑی  
 خرید لو کھلونے والوں سے کھلونے لو اور رٹاسا زون  
 میں کاچ کی فنسین اور گرگڑ لون کے پٹنگ اور رنگے ہونے  
 صندوق اور کشتیاں لے ہو۔ خدام باوب نے  
 کل سودا خرید کر دوسری بھی میں رکھ دیا اور حضور نواب  
 روانہ ہوئے چنگیوں میں گھر چوہے باہر کر کے میں  
 بیٹھ رہے۔ رفقائے نذر دکھائی اس کے بعد اندر شریفین  
 لیکے مغلدار نے پردہ اٹھایا۔ خدمتگاروں اور جو مداروں نے  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا۔  
 بٹری سیم - آگئے۔ کو عبید گاہ میں کچھ مجلس  
 جمع تھا۔

نواب - جی ہاں - کچھ تھا تو مگر آگے کا سا بھیسٹر  
 بٹری بیکم - میلا اچھا تھا۔  
 نواب - جی ہاں ساتنوں کی دکانیں کثرت سے تھیں۔  
 بٹری - نماز کے قبل تو پہنچ گئے ہوں گے۔  
 نواب - آدھ گھنٹے کی دیر تھی۔  
 حسن آرا - دوپہا بھائی ہماری عہدی لائے۔  
 سپہر آرا - اما جان نے پانچ پانچ اشرفیاں دی ہیں۔  
 نواب صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اشرفیاں  
 نکالیں اور دو دو اشرفیاں دونوں جھوٹی سالیوں کو دیں۔  
 بیکم صاحب کو آداب عرض کر کے کمرے کی طرف چلے گئے۔  
 میں پٹنگ پر بیٹھے پانچاں کھایا۔ جہاں آرا بیکم بھی آکر کھلکھل  
 اور آٹے چھچھے پیچھے گئی آرا۔  
 گیتی آرا - دوپہا بھائی ہماری عہدی۔  
 نواب - شام کو دیں گے۔  
 گیتی آرا - واہ جی ہنسی ہنسی میں عہدی اڑادی۔ لائے  
 لائے۔  
 نواب - (مسکرا کر) کہہ تو دیا۔  
 گیتی آرا - اللہ جاننا ہر ہم آپ کا بڑا لحاظ کرتے ہیں اور  
 آپ جسے ہنستے ہیں۔  
 جہان آرا - اے بان وہ کلا کفری ہر اور تم ہنستے ہو کچھ دیکھی  
 کچھ کہے تو شکایت نہ کرنا ہے۔  
 نواب - تو میں ہنس گیا۔  
 گیتی آرا - (مسکرا کر) اے بیکم ہنستے ہی نہیں۔  
 ہنسنے میں رکاوٹ ہونے مغلدار کو بچارا۔

پیش خدمتین اور غلامانِ ادب کے ساتھ لیکھیں۔

نواب - اود یہ سب کاسبہ کو اٹھالائیں۔

پیش خدمت - حضور حکم دیا ہے۔ بلکہ صاحب نے۔

نواب - تو اس قدر قاتین اور خزانہ کیوں اٹھالائیں۔ اچھا

خیر۔ جوڑی اور یہ اجاری سبز چھلیوں کی اور شاہی

کباب بہان رکھ دو۔ باقی سب اٹھالجاؤ۔

پیش خدمت - حضور یہ چکرتے رکھ لیجیے۔

نواب - اچھا رکھ دو۔

پیش خدمت - اس میں سے کچھ نہ پسند فرمائیے گا۔

محبوبن جولاہی ہے۔

نواب - اچھا اور احیان رکھتی جائے۔

بھڑا کر بیگ صاحب کے پاس لیکھیں۔ لڑکوں نے

اپنی اپنی پسند کے موافق چیزیں چن لیں۔ غلامی کی طرح کی پیاری

کو کھلونے دیے۔

بیگ صاحب نے صندوق کھولا۔ اور انعام تقسیم کیا۔

بادرجی کو ایک اشرفیہ رکا مبارک دود اشرفیان۔ محبوبن کو کس روپیہ

کبڑن کس روپیہ۔

بڑی بیگم - (مخدرات) - تو نے کو حکم دو کہ بی بیانی

کی ڈونڈیوں کو تاسید کر کے کپاچہ بنجے میان حاضر

ہو جائیں۔

مخددار - بہت خوب۔

مخددار نے روئے کو حکم مستجابا۔

توڑنا۔ وہاں کوئی گھر ہیں۔ بی بیانی کے تکیے پر تو کی ڈونڈیاں

رہتی ہیں لہجہ آؤ کس کے ہاں جائیں۔

مخددار - (شک کر) تو تو ہندی کی چندی نکالتا ہے۔

مخددار - کوہ کیا کام ہے۔

رکا بدار - یہ ڈالی پہونچا دو۔

دو قابولن میں نان خطائی۔ ایک قاب میں جوزی

کسی میں نہایت خستہ ٹبرے سیر بھر منک میں اٹھ سیر لگی

کھپا یا ہمارا چاری میں بچھے کی سبز چھلیاں معلوم ہوتا تھا

کہ بچہ چھ چھلیاں تیرے ہی میں توام آجا اور بون ساسندہ

اچاری پر سرخ ٹلس اور کلاہون کی ڈوری بندھی ہوئی۔

ادھر ادھر مقیش کے چھند نے ٹٹکتے ہوئے۔

بیگ صاحب کے سامنے ڈالی لگائی گئی۔ اس کے بعد

رحیم بخش باورچی آیا۔ ایک قاب میں شامی کباب یکہ میں

پر بٹھے بدار مغلی خستہ کسی میں پسندے کباب کسی میں

کونے کباب سبز عمدہ باقرانی ایک قاب میں ہوائی روٹی

ایک میں نان پشیرہ۔ کوری کا غدی ہندیاں خلکرتی گلتھی۔

برابر کی بالائی دی ہوئی کوڑا پڑا۔ یہ ڈالی بھی بیگ صاحب

کے سامنے پیش ہوئی۔ اسکے بعد خوشیا کبڑن آئی اسکی

بچی سہزادی بھی اسکے ساتھ تھی۔ گلابن کا لٹکا چھڑکتا ہوا

گلشن وٹ کا دو پٹہ اودی گوٹ لٹکتے کے سامنے ایک بٹوا

ٹنگ رہا ہے۔ دونوں نے آداب عرض پیش کیے دایان پیشین

ڈالی میں کیلے کے ہرے بڑے بڑے بچے ہوئے۔

زنگترے کو لے امرود کیلے گندیریاں۔ چکرتے متانی

کل فواک فرنیے کے ساتھ رکھے ہوئے مجھے محبوبن بکراں ایک

خون میں کا غدی آجورے صرحیان۔ توہتیاں۔ چھہ بیان

مٹی کے کبوتر۔ توتے۔ مور۔ لگا کر لائی اور ڈالی پیش کی۔

بڑی بیگ صاحب نے کما مٹا زود دھا کے سامنے بٹھاؤ۔

کو جو خوب پسند ہو رکھ لیں۔

تین زمانے طائفے ہوں اور ایک مردانہ - صندوقی کھول کر چار روپیہ محلدار کو دینے اور کہا جو یہ ارکوسم دو لکھ فوراً جائے اور پھر بیوے سے آئے - وقت ممتاز دو طاسے دریافت کرو۔

محلدار حضور طاسے کس وقت تاک آ جائیں۔

نواب - یہی کوئی نو بیٹے تک۔

عباسی - تو آٹھ بجے بلو اپنے ساندے سے بیٹنگ پہلے نشے جانیٹے - بے چند پیسے ہوتے آچکے - اس موسے چند روٹے نہر کو اور بھی غارت کر دیا۔

نواب - تمھارے میان تو نہیں بیٹے۔

عباسی - (رتک کر) ادنیٰ اللہ نہ کرے۔

محلدار نے چوہار کو روپیہ دینے اور حکم سنایا - کہا ابھی ابھی جاؤ اور جلد آؤ - تاکید کر دی ہے۔

چوہو بردار - ابھی نو۔

چوہو بردار روانہ ہوا - ادھر بیگ صاحب نے محلدار کو حکم دیا کہ ممتاز دو طاسے پوچھو آپ کے بارون دوستوں کے واسطے

کیا پکے فوراً داروغہ کو حکم دو کہ باہر ہی پکوائیں - محلدار نے دریافت کیا تو نواب صاحب نے یہ فرمائش کی - پلاؤ۔

شیر مال - بافرخانی - تلی ہوئی اریاں تلتے ہوئے آؤ - قومیہ دو قسم کے کباب - فیڑی - زردہ - پس بھی سب پکواؤ۔

کوئی چالیس آدمی ہون گے - محلدار نے داروغہ صاحب سے کہا کہ بیگ صاحب نے حکم دیا ہے - آٹھ بجے کھانا تیار ملے داروغہ نے کیا یہ کون بڑی بات ہے۔

نواب - ہاں خوب یاد آیا - عباسی -

مغلانی - آئی حضور۔

روٹا - داوے سمجھو جو کچھ کیونکر جاؤں۔

محلدار (بیگ صاحب سے) اے حضور رونا پوچھتا ہے سیانی کے بیٹے کیسے ڈوبتی کے پاس جاؤں۔

بڑی بیگم - سب گھر ہو آئیں۔

حسن آرا - کس تو آدمی کہ آیا تھا۔

بڑی بیگم - ہاں بس اسی کو بھیج دو۔

سیہرا آرا - اما جان سب تو بے بسکین گی۔

حسن آرا - ہاں اور جگہ سے بھی بلاؤ آیا ہوگا۔

بڑی بیگم - دیکھو ممتاز دو طاسے جا کر کدو کہ اگر طلبہ و محبین نوچو ہمارا کھم سے دین - ابھی سے بند و بست ہو جا رہے۔

محلدار (نواب صاحب) حضور بیگ صاحب فرماتی ہیں کہ جو جلسہ دیجیے تو ہمارا کوئی بھی سے بھیج دیجیے۔

اتنے میں عباسی بھری گئی آئی۔

نواب - خدا جانے آج کل میں کون کون ہر تھیں معلوم ہے۔

بی عباسی۔

عباسی - حضور فیاض دینی کو بلوایے۔

نواب - ابن مقل - فیاض دینی کی ایک ہی کھی۔

بھلا تمھارا نقشہ ہر بیج کتنا۔

عباسی - (شکر کر) حضور تودل لگی کہتے ہیں۔

نواب - (محلدار سے) آج کے کدو کہ ہم سب بند و بست کیے لیتے ہیں۔

نواب صاحب نے حکم دیا چوہو ارغلان فلان زلنے اور

ایک مردانہ فلانے کو کچھ پی دے آئے - اور ہمیں اطلاع ہے - محلدار نے بیگ صاحب سے جا کر کہا - بیگ صاحب نے کہا

نواب - ذرا مہری کو کھجور دینا۔

حسن آرا - (سپہر آرا کے کان میں) مہری کو دو ٹھابھائی  
بیٹور گڑھی گڑھی بلاتے ہیں۔

سپہر آرا - (مسکرا کر) ہاں۔

عباسی مہری جلتی ہوئی چلیں۔

نواب - داروغہ سے جا کر کہہ دو کہ مشام کو برت کی  
تفلیان بھی تیار رہیں۔

عباسی - بہت خوب۔

اتنے میں حسن آرا کی خانہ زاد مہین آئین - پردہ کرا گیا  
غنیوں پرستے آئین - سب مہنوں سے ہلکیہ ہوئیں۔

نظیر بیگم - جہان آرا کا آئین۔

حسن آرا - کل کلمہ نہیں بچھا تھا۔

نظیر بیگم - ہم سے تو مہری نے نہیں کیا۔

سپہر آرا - عباسی تھوڑے مہان جا کے یہ نہیں لگا کہ  
جہان آرا بیگم اور گیتی آرا بیگم کی ہیں - واہ واہ واہ۔

پوری بات تو کسٹن لپا کر دو۔

نزیب النساء - اور تجھے پوچھا بھی - مگر یہ ابا جان سے  
باتیں کرتی رہیں - انھوں نے سنا نہیں - کیا ممتاز دوطا

بھی آئے ہیں۔

جہان آرا - ہاں۔

نزیب النساء - دیکھو تو سی آج ہم کیسا اڑے ہاتھوں لیتے  
ہیں - اللہ جاننا ہو کہ بڑا سچ ہو۔

نظیر بیگم - (جہان آرا کے کان میں) آج تو بڑا جوبن ہو جہن  
اور کیوں نہ ہو ممتاز دوطا بھی تو یہیں ہیں

جہان آرا - (مسکرا کر) آپ سے کم ہی کم۔

اسکے بعد اسرار یان آئین اور تھوڑی ہی دیر میں مخمبہ  
کھلا ہوا نظر آنے لگا۔

نواب صاحب نے خبر پائی کہ نظیر بیگم اور نزیب النساء بیگم  
آئی ہیں - محلدار سے کہا کہ نزیب النساء بیگم سے ہمارا سلام

کہہ دیا جائے۔

محلدار - (نزیب النساء سے) نواب صاحب نے  
کہا ہمارا سلام کہہ دو۔

نزیب النساء - کو آپ اپنا سلام رہنے دیں۔

محلدار نے جا کر کہا حضور کو کتنی میں کہ آپ اپنا سلام  
رہنے دیں - نواب صاحب ہنسنے لگا کہ جا کر پوچھو کہ آپ خانا

کیوں ہیں - یہ کونسی انسانیت ہو کہ ہم آداب عرض کرتے ہیں  
اور آپ یہ کہتی ہیں کہ اپنا سلام رہنے دو محلدار نے نواب صاحب

کا پیغام کہا - تو نظیر بیگم اور گیتی بیگم کا کہنا کہ مہنس پڑیں۔

نزیب النساء - کیسے - اچھا ہم انسان نہیں حیوان ہی سی  
مگر حیوان اور انسان غلوں سے پہچانا جاتا ہو - ہم آپ سے بولتے

ہی نہیں - آپ کیوں ہمیں چڑھتے ہیں۔

محلدار نے کہا تجھے اچھی سزا ملی - اور اے آؤں بچہ دھڑ  
جاؤں - جا کر کہہ - خداوند وہ خفا ہوتی ہیں - کتنی ہیں ہم آپ

نہیں بولتے ہیں - آپ کیوں بار بار تھپڑ حسن کی  
کرتے ہیں۔

نواب - (مسکرا کر) نظیر بیگم سے کہہ دو کہ مجھے آپ کی مہن  
سلام کا جواب تک نہیں دیتیں۔

محلدار نے نظیر بیگم سے کہا۔

نظیر بیگم - کو آپ جانیں وہ جانیں مجھے کیا واسطہ۔

محلدار - حضور کو کتنی ہیں وہ جانیں آپ جانیں۔

نواب۔ زیب النساء بیکم سے کو آپ کے میان آجکل  
کمان ہیں۔

محمدا نے یہ فقر کہا تو زیب النساء اور بھی تلکی ہوئیں کہا  
جا کے کہدو یہ سب کاٹنے تمہارے ہی لوٹے ہوئے ہیں  
میں خوب جانتی ہوں بس اب بہت بڑھ کر ہلکے باتیں نہ بنائیں  
میری زبان نہ کھلوائیں۔

ان فقروں پر نواب صاحب بہت شہسے۔ مگر حسن آرا  
اور سپہ سالار اور گیتی آرا دنگ تھیں کہ ان دونوں میں کیوں  
جج جلی۔

اب سنیے کہ زیب النساء بیکم کے شوہر اور ممتاز علی خان  
بہادر میں رشتہ کے علاوہ دلی دوستی تھی۔ انھوں نے ایک  
دن کہا ہم چاہتے ہیں کہ ایک شادی اور کرن مگر بیوچی حسین  
اور تربیت یافتہ ہو۔ نواب صاحب نے کہا بہتر ہے۔  
تین چار دن کے بعد رقعہ لکھا کہ ایک بیس سے جنگی صاحبزادی  
تربیت یافتہ اور خوب صورتیں اور میں تنہا آپ کی نسبت کا  
ذکر کیا ہے۔ دیکھیں خوش قسمت ہو یا بد نصیب یہی جمیلہ بڑے  
خوش نعمتوں کو ملتی ہیں۔ زیب النساء کے چھوٹے دلور نے  
یہ خط اتفاق سے پڑا یا اور بھادو کو حرن بکرن سنا دیا۔  
سو تیار وہ۔ سنیے ہی لگ ہو گئیں خط بچھڑ پڑھوایا۔  
دلور۔ اپنے مہنوں کی باتیں دیکھیں آپ نے۔

زہیب النساء۔ میں تو سر سے پاؤں تک چھنک رہی ہوں  
اس وقت۔

دلور۔ مگر بھائی صاحب سے ہمارا نام نہ لے دیکھیے گا۔

زہیب النساء۔ رفوہ کچھ ٹھکانا ہے۔ یہ اندر ہی اندر ہلکا ہلکا  
رہی ہے نہیں اور پھر کبھی ڈھونڈھی جاتی ہے، ایڑی چوٹی پر

قربان کر دوں۔

اب سالی اور بیوچی کا جھگڑانا ظن کی سمجھ میں آ گیا ہوگا۔

امشب بن محل رنگین رخا بندان دست  
نوزان گفت بہشت دست کہ صد چندان دست

اللہ اللہ آج تو بڑی بیکم صاحب کے بہانہ دانی ہوئی فلاں  
جو بڑے رنگین اور ماہ سیاہ ہو۔ تجویز ان ملے باجم غنیہ مہید  
کی خوش مناتی ہیں۔ چہل اور دل لگیان ہوتی جاتی ہیں۔ جو  
از نو عمر و نوخیز۔ حاضر جواب و تیز۔ زبان دراز و ملتاز۔  
اور نواب ناہار کے رنقا سلیقہ شمار نے مکر و  
کودلوں کی طرح کھاتھا۔ اور کمرے کے سامنے ایک شامیانہ  
عبس کا شانہ نصب کیا تھا۔

چھ منجے بیابانی کی پری چہرہ اور شیریں حرکات ڈھونڈیاں  
ڈھونڈیں سے اترے رنگین۔ اندر جا کر یہ ادب آداب بکلا میں  
اور قرینے اور تیز کے ساتھ فرش پر گھومیں۔

سات منجے سے ڈھونڈیں نے گھانا شروع کیا اور دو رنگ  
جھاڑو کے تک دھما جو کڑی مچی رہی۔

مبارک شب قدر سے بھی شب بیکم  
و شب بیکم کبھی رنجی حسین میں  
نوری کی شب کی ملاست تھی حال  
مشاہد چل پری کی تھیں آنکھیں

یہ دن تو سب ڈھونڈیاں ملائی تھیں و ظار پر پرو اور گلخانہ زمین  
مگر مٹی ڈھونڈی پر جو سب کسے بھی ستم کا جو بن تھا جسکے

بناؤ چاؤ پر سب کی نظر پڑتی تھی کسی مشاہدہ چاؤ کد دست  
نے گیسو ایسے سنوارے تھے کہ غضب ڈھایا تھا۔ اسکی لوک  
جھونک دیکھی تقریر حسن آرا اور رنگی جو لیون بڑا اثر کیا۔



گناہ جو شروع کیا تو فرمایشین ہونے لگیں۔ وہ فرط مستی سے  
جھوم جھوم کر گائی تھیں اور مغل بھر کر کھجانی تھیں۔  
زریب النساء کیون بہن بنی کی شادی ہوئی یا نہیں۔  
حسن آرا۔ اچھا پوچھو۔

نظیر بیگم۔ ادنیٰ کیا کچھ جیتا ہوا۔

حسن آرا۔ اچھا تمہاری سمجھ میں کیا آتا ہو یا ہی ہے  
کہ بن رہا ہی۔

نظیر بیگم۔ جتنوں سے تو کنوار پر پایا جاتا ہے۔

زریب النساء۔ ہاں بیشک ابھی شادی نہیں ہوئی ہے۔  
سپہر آرا۔ اسے باجی جان۔ کیا بیچ بچ ڈو فیون  
کی شادی ہو کر رہی ہے۔

اس فقرے پر حسن آرا اور زریب النساء کو ہنسی آئی تو  
سپہر آرا نے کہا بھلا! ہمیں ہنسی کی کوئی بات ہو جو ہمیں دین  
ایک شعر نہیں معلوم ہو کہ تو پوچھ نہ لیں۔

آٹھ بجے کے وقت سے ارباب نشاط کی آمد شروع  
ہوئی تو بجے تک سب گئے اور کوئی آدھ گھنٹہ میں ناچ  
شروع ہوا۔ ہر سمت صدائے تھمیں بلند تھی واقف کار  
آدمی علم موسیقی کے خاشخا دے گردن ہلاتے تھے داد  
دیتے جاتے تھے اور ادھر ادھر ارباب نشاط کا جھکڑا جیسے دیکھو  
شوخی و شنگ دیا کہ چست و چالاک۔

ور کے وقت نواب صاحب نے کہا حضرت ہم  
تو ذرا بہتر ہو گئے اب سب صاحب ناچ دیکھیے۔

ظریف۔ چوتھن چرنا بند۔

طاقت بھان نہ داشت خانہ بھان نہ داشت

نواب جی ہمیں ایک سبب ہے۔

ظریف۔ بس ایک ہی سبب ہو فرمائیے کیا سبب ہے۔

نواب۔ درد سر۔ والدہ سر کھٹا پڑتا ہے۔

ظریف۔ جی ہاں کیون نہیں۔

صندلی رنگون سے مانا دل ملا  
درد سر کی کس کے ماتھے جا رہی

احباب نے اصرار کیا کہ آب اندر نہ جاوے۔ درد سر ہو  
یہاں ہی بیٹنگ پر آرام فرمائیے۔ مگر نواب صاحب نے خوشامد کی۔

کہ جانے دیکھو طبیعت کسی قدر بے لطفت ہو یہاں نیند نہ آگئی

یہ کمکر حسب حاجت احباب زنان خانے میں تشریف لے گئے

وہاں ڈومنین گائی تھیں۔ اور بھجولیاں فرط طرب سے

تھخے لگتی تھیں۔ یہ نیچے سے اپنے کمرے میں تشریف لگتے

پیش خدمت سے کہا تھم بھلاؤ۔ وہ تھم بھری گئی۔ تو بری بیگم

صاحب نے دریافت کیا کہ تھم کون مانگتا ہے۔ عرض کیا حضور

نواب صاحب تشریف لائے ہیں۔

بڑی بیگم۔ کیون یہاں کیون تھم بھروانے بھیجا طبیعت

تو اچھی ہے۔ ذری جاسکے پوچھ آؤ۔

خواس (نواب صاحب سے حضور بیگم صاحب پوچھتی ہیں۔

کہ مزاج تو اچھا ہے۔

نواب۔ ہاں ہاں فضل الہی ہے کہ دودن کو سوسونے کا

عادی ہوں آج لیٹا تک نہیں۔ میں نے کہا ذرا کم سینگا

کہ دودن گھبراہٹ نہیں میں اچھا ہوں۔

خواس نے جا کر عرض کیا کہ دودن کو سوسونے نہیں تھے

اس سے بچے آئے طبیعت اللہ کے فضل سے اچھی ہے۔

نظیر بیگم۔ (جہاں آرا کے کان میں) تم سمجھ گئے۔

گیتی آرا۔ (راہستہ سے) آپ کی سمجھ کے تران۔

نظر بیگم - ار جاؤ نہ ہمارے ہی کہنے سے تو پھر کئی مین نہ اٹھ۔

حسن آرا - جائے جائے دیکھیے اما جان کا حکم ہے۔  
 بڑی بیگم - جاؤ جی ایک دم کے لیے لیٹ رہو۔  
 دن بھر کی تھکی ہو۔

زیبا لہنا - (مسکرا کر آہستہ سے) فوہ بہت تھک گئی ہیں جہان آرا تعجب کر پانچنے اٹھاتی ناز واداسے قدم رکھتی جلیں کرے مین پوچھیں۔ تو اب صاحب نے کہا آقاہ۔

بہت جلد آئیں آپ۔ دروازہ تاکتے تاکتے آٹھنیں تھک گئیں بارے اتنی دیر کے بعد کمین چھجھکی آواز کان میں آئی۔

جہان آرا - (تنگ کر) ایجن تم کہاں تک مین گئے آن کے۔  
 آج باہر کی سیر ہو یا میان کی، ہم گانا سن رہے تھے کہ آپ داخل ہوے۔ یہ سوچھی کیا۔ خالہ جان نے بار بار کہا جاؤ تو اٹھنا پڑا۔  
 ورنہ اتنا جانتا ہی ہم توہ گزرا اٹھتے۔ جمو لیاں اشارے کرتے لگین تمہارے سبب آج مین جھپٹا پڑا۔

نواب - جلوس خیر عید کے دن سب صاف ہے۔  
 پردے پڑ گئے خواص باہر چلی آئی۔

دوسرے دیمان کسی کا کھل کر لٹی ہیں کسی کا دو پیسہ مین چھوڑ مین۔ روپیہ دو روپیہ اٹھتی چوٹی جس نے دبا لیا اور پھر ستا نا شروع کیا۔

چار بجے جہان آرا کی آنکھ کھلی چپکے سے اٹھیں۔  
 اوٹھ کر دے پاؤں جانے ہی کو تھیں کہ نواب صاحب بھی جاگ اٹھے۔

نواب - کہاں جاتی ہو سردی مین۔

جہان آرا - (چونچا) آؤ لو۔ اور سنو

حسن آرا - جہان آرا مین نہ مانی کیوں ہو۔

جہان آرا - آقاہ کبھی ہمارے لیے زبان آئی۔

سپہر آرا - ای مین دولہا بھائی جلسہ چھوڑ کے کیوں چلے آئے۔

حسن آرا - (مسکرا کر) انکو کیا معلوم۔ یہ دولہا بھائی حساب مین۔

جہان آرا - جھوٹی ہو۔ اب کیا کمون۔

اسے مین بڑی بیگم صاحب نے کہا جہان آرا جاؤ دو

گھر مین بھی سور ہو مین آج دن بھر مین مین۔ کہ مین خدا نچی مستہ طبیعت مین ہر ج نہو جائے مین نے مسکرا نا

شروع کیا جہان آرا بھی رہن تو بڑی بیگم نے پھر کہا۔ ای

جکے لیٹ رہو۔ مین ہر جکے اٹھو۔ مین اہان آرا اٹھیں تو

میں مین نے اٹھ ہے اشارہ بازی شروع کی۔

ایک - اڈری مین جلدی کیا ہو جانا۔

دوسری - اونٹ اونٹ۔ اللہ ری مین مین۔ اڈری مین

جائے جائے۔

تیسری - اس بتائی کو تو دیکھیے۔ اللہ اللہ۔

چوتھی - ای توہے پرنہ تو کہ مین۔ کس شوق سے

جانی تھیں بیجاری۔

جہان آرا پھر کچھ جھپک کر ٹیٹھ لگین تو سب مین مسکرا نے

لگین اور عباسی بھی ایک اداسے دلربا کے ساتھ زیر لب

مسکراتے یہ اور بھی شرمائیں۔

بڑی بیگم - ار جانے دو۔ کیوں دق کرتی ہو سب

کی سب ملکر۔

زیبا لہنا - ہم کیا کچھ روکتے ہیں خالہ جان۔

سردی کی چھیکی۔

نواب۔ ٹھہرو ٹھہرو۔ منہ دھوؤ۔ پان کھاؤ۔ جب نا  
جلدی کیا ہو۔

جہان آرا۔ اے واہ۔

اے واہ! الکر جانے ہی کو تھیں کہ نواب صاحب نے  
نولائی بکڑی۔ تو جہان آرا بیگم نے درباری کے ساتھ جھنگ کر  
کھا چلو۔ چھوڑ دو بس مہینہ نہیں بھاتی وہاں سب  
مہینہ نہیں گئے تو بھائی کا جامہ پہن لیا بارو دست  
ہنسنے نہیں تھیں پرواہ کیا ہو سکی۔ اٹھو باہر جاؤ۔

نواب صاحب آنکھ ملتے ہوئے اٹھے۔ افوہ ابھی تو تین ہی  
نہیں بنے جہان آرا تو چار کا بڑا اپنے کا لون بھنی تھیں۔ کما  
کچھ مکھڑ بھی ہو آؤ کچھ بدتے ہو۔ تین بچ گئے۔ نواب صاحب  
نے کما آؤ بدتے ہیں۔

جہان آرا۔ کیا کیا بدتے ہو۔

نواب۔ ایک اشرفی لاؤ ہاتھ پر ہاتھ مارو۔

جہان آرا۔ ہم لے بیٹھے۔ اللہ جانتا ہو۔ تم بد بد کے  
کرتے ہو ہم نہیں بدتے۔

نواب۔ نکل گئیں نہ۔ ہم نہیں جانتے۔ ہم ایک  
اشرفی لین گے۔

جہان آرا۔ اور جو ہار گئے تم۔

نواب۔ تو ایک اشرفی دینے۔ قرآن کی قسم۔

جہان آرا۔ کما دیکھو شرعی قسم کھائی ہو یاد رکھنا  
عباسی کی بچے ہو گئے۔ عباسی نے کما حضور اب پانچ بیٹھے  
چار بچ گئے دیر ہوئی۔

جہان آرا۔ لاے اشرفی اشرفی ہوئی۔

نواب صاحب نے کما۔ اسے پانچ کا عمل ہے۔

لا حول ولا قوۃ۔

نواب صاحب باہر تشریف لے گئے تو بارو نے بنانا  
فروع کیا۔ اب تو دروسن میں ہو حضرت۔ فرمائیے یقین ہو  
اب سرکار دو جاتا رہا ہوگا۔

ادھر جہان آرا جو کمرے میں پہنچیں تو انکی بہنوں نے  
آنکھوں میں شوروں کیا۔

زریب النساء۔ آپ تشریف لائیں۔

حسن آرا۔ باجی جان ہندگی (مسکرا کر) اسے لو ہم تو  
ادب سے ہندگی کرتے ہیں۔ اور آپ بھی ہو کر گھوٹی ہیں۔

واہ بہن واہ۔

نظیر سلیم۔ اب تو تم نہیں تھکی پڑیں۔

جہان آرا۔ تو تم کو شاید سو رہنے میں بھیجی ہوتی ہو چھپ کر  
چھوڑ خانی سے باز نہیں آتیں۔

ڈومینوں نے جہان آرا بیگم کا آنکھل پکڑا۔ اور کما  
لائے۔ جہان آرا نے دور و میر دیے۔

ڈومنی۔ اے واہ سبحان اللہ۔ آپ سے اور دور ہیں  
لین۔

جہان آرا۔ (دو دو ملا کر) اچھا لو۔

ڈومنی۔ فیروقت تو لیے بیٹے ہیں۔ مگر بھر دینا ہوگا۔ آپ کو  
آپ تو جا کر سو رہیں۔ اور میان میں نے ان سب سے  
دشمن دین و فعیل لی۔ آپ اب آئی ہیں۔ مگر بے بیے  
ہم نہ مین گے۔

جہان آرا۔ (مسکرا کر) اچھا تو لو۔

ڈومنی۔ خیر جو حکم۔ مگر اسکی سند نہیں۔

جہان آرا - انھوں نے دس دفعہ بیل دی تو کیا کمال کسب  
کھا بھی تو سنا جھنے کچھ کا ناست نہ تھا۔

ڈومنی - (مسکراتے ہوئے) حضور آپ نہ نہیں تو ہم کیا کریں - ہم تو  
آپ ہی سب کا دیا کھاتے ہیں۔ اللہ کرے نواب صاحب  
مادہ و قیامت زندہ رہیں آپ کو کھانا کھانے سے ٹھنڈی رہیں۔

حسن آرا - اگر اب سویرا ہوا جائے - ایک آدھ چیز اور کھو۔  
ڈومنی - بہت خوب جو حکم ہو۔  
سپہر آرا - ساس بہو کی لڑائی کی نقل کرو۔

زیب النساء - اس وقت ہمارا نسا بہن نہیں - کیا کیجیے۔  
ایک بڑھی ڈومنی ساس اور بی بی بہنیں کیفیت  
قابل و بد بھی - بڑھی زمانہ دیکھتے ہوئے - خزانہ پوچھے  
منٹھ سے سنے شے خاوسے ادا کرتی تھی اور منی اگلیاں نہ لگا  
ٹھکانہ کا ہاتھ بھیل بھیل کر جواب ترکی - ترکی دیتی تھی بڑی یکم  
میک منس بڑی بختیں - بس نقل کی انتہا سے تعریف یہ ہو  
کہ بڑی یکم کو منستہ کسی نے کم دیکھا ہوگا - حسن آرا اور سپہر آرا  
اور ان کی خالہ زاد بہنوں اور بھویوں کی یہ کیفیت تھی کہ اسے  
بہنسی کے پیٹ میں لے کر پڑ گئے۔

فیظ بیگم - منی سے اور انکی ساس سے خوب نیکی۔  
حسن آرا - بڑے بھڑنے کی تواری من سے تعلیم پاجلی ہیں۔  
زیب النساء - کیسی کچھ ناگین دم آجائے گا ان کی  
ساس کا۔

صبح کو طبع برخواست ہوا  
ادھر نواب صاحب محفل میں گئے تو کروسے کی تشریف  
کی تین برہوں نے بعد شان دلربائی کھانا چاہا شروع  
کیا - دو کی زلف پریشان ستم و معافی تھی اور ایک

کھانا سناچتے تھے شرما جاتی تھی۔

نواب - این! واہ یہ کیا بات آدھے جگر کی سند نہیں  
پورا ہو۔

سازندہ - حضور لجاتی ہیں۔  
نواب - واہ وا۔

خرلیف - تم طریقہ تباد و بڑے میان۔  
سازندہ - (دانت کھول کر) خداوند یہ کھو کھا میں گی یا  
ہم ان کو۔

خرلیف - اب یہ ناچا ہی کر نیگی - یا منٹھ سے بھی کچھ کہیں گی  
سر سے تو کھیل کھیں اب منٹھ سے بھی بولیں۔  
گوری دھیرے جگہ لگی جھلک تاجاے لڑکی آواز  
دلربا بلند ہوئی - محفل عزت کی رونق وہ چند ہوئی۔

سویرے جلسہ برخواست - دو ایک صاحبوں نے کہا  
حضرت ہم بھیروین سے بغیر نہ جائیں گے۔ مگر سب رات کے  
جھکے کھٹے ہر ہو گئے۔  
نواب صاحب جام کر کے اندر تشریف لے گئے۔  
فیظ بیگم سے نوک جھونک ہونے لگی۔

### فیظ بیگم

میان آزاد ہر فرجی بھائی کی کوٹھی سے رخصت ہو کر اپنے  
جنبٹ میں شریک ہونے گئے تھے کوٹھی دیر میں کھڑکھڑاٹ  
کی آواز آئی خوجی نے (جو تک کر) کہا یہ کیا ہے یہ آواز کسی آئی  
انہوں نے کھڑکھڑاٹ کے خدا کی پناہ - آخا - اب ہم  
اسکے ہم کچھ گئے۔ زلزلہ آنسو الاہی - ہر فرجی زلزلے کے معنی  
نہیں سمجھتے مگر خوجی کو شک کے عوض یقین کامل تھا کہ ضرور

انکوبات کی تاب نہیں ہے۔

**خانسانامان** - حضور کتنے ہین کے فوج کا دستہ بیٹھ رہا ہے ایک کبھی اسطور پر نہ بچارے گا۔ آپ نے شاید یہیں سے آزاد آزاد لکھ کر بچا رکھا۔

**خوجی** - واہ ہے۔ عجب ڈر پوک آدمی ہین کیا کوئی گولی تیا یا تو بکھینچتا رہتا ہے کبھی تو بلٹون بن رہ چکے ہین بھائی رسالدار این کین - کئی این کین - سپاہی پر سپاہی کا ہاتھ ہرگز نہ اٹھئے گا۔

خانسان نے ہر مہر جی کو بھجا دیا۔

ہر مہر - پوچھو تمہارے نکل جانے سے وہ چلے آئے ہیں اتنا پوچھو تو تم جو چلائے حشمت میں آنکر تو اس سے تمہیں یہ امید بھی کہ وہ چلے ہی آئینگے۔

**خوجی** - (خانسان سے) بوجھو یہ جھگڑا کیا ہے؟ آپ کو

ان باتوں سے کیا مطلب ہے۔ میان آزادانے اس طرف دیکھا تھا۔ ہائی انکی چار آنکھیں بھی ہوئیں۔

ہر مہر - (رہنڈا سے) کیا میان آزادانے اس طرف نظر کی تھی مجھے نہیں دیکھا۔

رہنڈا - وہ اس وقت زمین چلے جاتے تھے انکو تو شاید یہ بھی معلوم ہوا ہو گا کہ سر ہر مہر جی کی گولی پر لاکوئی اور مقام ہے۔

اب جسے جس وقت شہر سے فوج ظفر موج جنگی سامان اور آن بان کے ساتھ معرکہ رخبرگے لیے چلی تو تمام شہر میں دھوم مچ گئی کہ لشکر فیروزہ روزی انور رہے پر باتا ہو گا ان فوجی اور ترکی سپاہی سب خور و اور سب کرٹیل جوان تھے مگر بات کے منگن کو آتشام مشہور فاض و عام حمیت اسلام کے عاشق دل دادہ میان آزاد آزادہ پراد رہی عالم تحفا۔

زلزلہ آئے والا ہر ایک مرتبہ میان آزادانے سن چکے تھے کہ جب زلزلہ آتا ہو تو اکثر مقامات پر قبل زلزلہ زمین کے اندر سے ایک قسم کی آواز آنے لگتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی شخص زمین کے اندر بندیقین داغ رہا ہے۔ یا چاند ماری ہوتی ہے۔

اسے میں ہر مہر جی کے آدمی نے کہا حضور فوج جاتی ہے۔ ہر مہر جی اور رہنڈا اور میان خواجہ بدیع صاحب کو کھٹے برنگے دیکھا جو سامنے آ رہی ہے پہلے تو بچا نہ دیکھا یہ اسی کی گولی تیا تھی۔ اس کے بعد بابہ بوجہ قرآن پڑھنا شروع ہوتی ہی دیکھتے دیکھتے اس میں رہنڈا کی نظر میان آزاد پر پڑی۔ بائیں ہاتھ سے گھوڑے کی باگ اٹھائے غفلت و صولت کے ساتھ پیچے ران پڑی جاسے یہ جاوہ جا۔ خوجی کی سسٹے کو کھٹے پر سے پکارے ہین۔ میان آزاد۔ میان آزاد ہوت۔ اس میان اور دادہ۔

ہر مہر - ہائیں ہائیں! خاموش رہو جی۔ بھلا یہ کوئی موقع ہے کسی کے پکارنے کا۔

**خوجی** - واہ خدا جانے کیا گالیان دے رہے ہین سننا اونچتا کون ہے۔

ہر مہر جی نے ایک اردو دان کو بلوایا اور کہا انکو بھجا دو کہ جب فوج جاتی ہو تو اس طرح میدان میں نہ پکارا کرتے ہوتے غل جاکر میان آزاد میان آزاد پکار کے غب جفتی ہے۔ اور ہم بھجاتے ہین تو جواب ہی نہیں دیتے اردو دان ہندی آدمی تھے۔ خانسان خوجی سے کہتے ہوئے کسی قدر ڈرے کیونکہ انکے مزاج سے سب واقف تھے۔ ہر مہر جی نے باہر لڑا کہ جو ہم کہتے ہین وہ انکو بھجا دو مگر ذرا ملائم الفاظ میں

گلوں بلورقارو آہوشکار زمین پر قدم نہیں رکھتا، تباہی میان  
آزاد کے چہرے سے شان سپہ سالاری عیان تھی، معلوم  
ہوتا تھا کہ کوئی شہزادہ یا سدا راوہ یا کوئی جنرل، حلیل العذر  
ہے۔

بالا سر نہیں رہو، منہ دی  
میتا فست سستارہ لبس دی

از سر تا پا غرق و برق، بکر نور میں غرق، خلق خدا و عا میں  
دیتی تھی، جرات با دین لیتی تھی، مگھڑے کا ناز معشوقانہ  
لطف دکھاتا تھا۔ تیزری، اور خوشی سے اٹھ کھڑا، ان کرتا جاتا  
تھا۔ زن و مرد پیران، کن سال اور جوان، نوعمر، عوام اور  
عماد، اور درو سا، شہر اور خاتونان، بقیس، مرتبہ مکانوں  
اور درکاروں، اور کوٹھیلوں اور چھتوں اور بازاروں میں، بعد  
جوش و خروش، فلما صبر کرتے تھے کسی نے لشکر فریادی  
ان کو دیکھ کر۔ وہاں ہلایا۔ کسی نے مہجماں جہا کہ شہر مہجماں۔  
کسی نے دعا مانگی کہ بار خدا یا ان ملک کے خیر خواہوں کو  
شاو با واد رکھ۔ سرخرو واپس آئیں۔ خوشی کے ڈنگے بجا میں  
غنی شکست فاش پائے۔ ترکی رنگ رلیاں، سنا میں سلطنت  
تعمانیہ کی سلطوت و عظمت کا علم بند ہو۔ اقبال و حلال کی  
ترقی وہ جہد ہو۔ ترکہ۔ درست مسجد و دین میں کمی کے چراغ  
جلان میں۔ حصا و نہاد و نیچا و کمین۔ اعدائے کھانے کوئی  
جزاک اللہ کا نوہ بلند کرتا تھا، کوئی سپاہیوں کی نمک حلائی کا  
دم بھرتا تھا، لڑنے کا تیاں بجاتے تھے۔ بوڑھے دل ہی دل  
میں دعا سے فیر دیتے جاتے تھے۔ شہر میں اس درجہ جوش  
تھا کہ ہر فرد بشہر، بادہ حمیت سے مدد جوش تھا۔

میان آزاد زبان حال و حال سے یہی کہتے تھے کہ سہ

آن زمین با شتم کہ روز جنگ بنی پشت من  
آن منم کا نہ رہمان نہ کہ و دین بنی سرے

ترکوں کی فوج دیکھنے کے قابل ہونے لگی جو سپاہی ہیں  
خوبرونی کی جان۔ جو انصاف و سبالت کی کان۔ جوان طست  
کشیدہ قامت خوش انداز خوبرو۔ خوشخو بہار طبع گلین مزاج  
بڑے کس مل کے لوگ ہیں اور جیوٹ جیسا۔ میدان کار نہار  
میں سپوٹے اور شیرازیان، شنگے، اور ملک کے نام پر جان دیتے  
ہیں۔ چاہے وودن تک کھانا ملے مگر غنیم کوشت نہ رکھا، شنگ  
قتل کرینگے اور مر جائیں گے۔ کوئی شدت آفتاب کی حد  
سرودی کی کثرت ایک کو نہ مانیں چاہے برف گرے۔ چاہے  
کھڑا بڑے یا ماہر سے جگر تک ٹھٹھرا جائے مگر ترکی سپاہی  
کا قدم پیچھے نہ ہٹے گا۔ اس میں ہر چہ بادا واد۔ اور یوں  
شکست کھائیسے کوئی قوم رو زمین پر زمین کچی ہے یہ دنیا کے  
کارخانے ہیں جس میں انسان کو خل میں ہے۔

شکست و فتح تصویر ہے ہر دے اور میر  
مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا

ترکوں کے حسن گامیوز کا ادنیٰ ثبوت ہے کہ جن ترکوں کو  
تبد کر کے روسی لگئے تھے جب ان کو رہا کیا اور ترکی کی طرف  
واپس آنے لگے تو روسی لیڈروں نے ردائے شریعہ کیا اور  
جیل گئیں کہ ان کے ساتھ ہم جائیں گے۔ اگر لیڈروں کو طرحتی  
سے روسیوں نے باز رکھا۔ ورنہ ان خوفزدہ و جوانوں سے وہ  
اس درجہ ملحق ہو گئی تھیں کہ گھر سے نکلی جاتی تھیں۔

بچ رہے۔

سودا روزا زلزل من بہ ترکان دا واد  
پیشتر کی ایک جنگ کا حال ہے۔

بنائون گا۔

بوڑھا۔ بیاتم ناکردہ کارموجا کے کیا بناؤ گے۔

بیٹا۔ باہم زخمیوں کو بانی بنائیں گے۔

بوڑھا۔ بیٹا اس خیال سے درگزر نہ یمن ہم اکیسے

مرزہ جانیٹکھارے بغیر۔

بیٹا۔ زرار زرارو کر با جان تم مر جاؤ تو خیر۔ مگر زخمیوں کی خبر گیری

مقدم ہر میرا تصور سوقت معانت کرنا۔ یکہ تمھاری جان جانیسے

اگر سو کا بھلا ہو تو اتھاری جان کا خیال نہ کرو۔

باپ نے بیٹے کو گلے لگایا اور بوقت مرثک سے اسکا

دامن ترکو دیا اور کہا جان بابا تم کو اب ہم نہ دیکھیں گے تمھاری پس

آہی ہی زندگی تھی گریز۔ بیٹے نے کہا ہماری جان کی کوئی نیاد

نہیں۔ جو جوان مرد ہمارے ملک اور ہمارے نسل سچائی

اور خلیفہ الرحمانی کے لیے جان دینے جائیں انکی جان ہماری

جان سے زیادہ قیمتی ہے۔ یہ لکھ لکھا کا لکھ لکھا ہوا۔ بوڑھے

نے کہانی مان اللہ۔ آداب بجالایا اور چلا۔ بوڑھا پکارے نصیب

کا مارا کھڑا تاک رہا تھا کہ ایک نظر بھر دیکھوں جب لڑکا فوج

کے ساتھ اس مقام پر پہنچا جہاں بوڑھا کھڑا تھا تو دونوں کی

چار آنکھیں ہوئیں۔

ادھر ادھر کچھ خواتین ناز واداکے ساتھ ان جوانوں پر

گل افشانی کرتی تھیں ان میں ایک بیوی بھی تھی۔ سندھو رنگ۔

شریح و تنگ آگ بھڑکا۔ اس پر سنے بعد شان دہری ایک مرتبہ

میان آزاد تباہ کچھول چھینکا تو آزاد نے ہاتھ سے روک کر

پھول کو چیم لیا اور سناٹھوں سے لگا کر تین میں لگا گیا۔ اس جنت

نیکس اور ادا ناظرہ مایا مہا نے پھر ہی منظر ڈالی اور زبان

حال و حال سے یہ اشتارہ جابر پڑھنے لگی

۔ وہی اُس وقت بہت ہی عجیبے جبریل کے انگلیشن پر

شہر ہستی جوان اور نوزید لیڈیان کو غور کر لوٹ گئیں اور کہا کہ ان

تیر کو ان کے ساتھ ہمیں بھی جانے دو۔ ہمارا کسی ادا پر دل آیا ہر

بعض بعض ڈاکٹریں مار مار کر روئیں اور اکثر بدیدہ ہو گئیں۔

ان ترکوں کے دل کی اس وقت غلبہ کیفیت ہو گئی۔

انکے جال میں کا اوئی ثروت یہ تھا۔

جس وقت فوج شہر سے باہر جاتی تھی ایک میا سا عالم ہوا

تھا کہ نئے پٹے پٹے تاشانی زمین۔ کے ایک ایک پتے کے

یہ لڑتے تھے۔ ایک نوجوان خاتون ترکی لیدی جھوک سے

فوج پر نظر ڈال رہی تھی کہ لپٹے پیارے اور جبین شوہر کو شہر

کے باہر جانے سے قبل آنکھ بھر کر دیکھو اسے اور بعد حسرت دل

میں سوچتی تھی کہ خدا جانے یہ آخری دیدار ہو یا پھر بھی اپنے جری

شوہر سے ملو گی۔ مگر افسوس کہ اسکی آرزو پوری نہ ہوئی اور اس کے

شوہر کا گھوڑا اسکو نظر نہ آیا۔ ایک بوڑھا سوا سوس کا آدمی عسا

کے سہارے سے کھڑا دیکھتا ہوا کہ اسکا نو لبرخت جگر پیش نظر

آئے تو اسکی آنکھ زور موری پائے۔ یہ لڑکا اپنے باپ سے لڑ کر

گیا تھا۔ بوڑھے کی یہی ایک اولاد اور ساری خدائی میں ہی ایک

عزیز تھا اس نے باپ کے آنکر جو گفتگو کی تھی اس سے ترکی سپاہیوں

کی ہزات اور جان نثاری صاف ظاہر ہے۔

بیٹا۔ ابا۔ اب ہمیں نصرت کرو۔ ہم فوج کے ساتھ ضرور جائینگے۔

بوڑھا۔ جان بابا سرخ

اک زرا ہوش سمجھا لو بھی دنیا دیکھو

جمہور جمہور کھڑوں کی پیدائش۔ میدان جنگ میں بڑے بڑے

ہمداروں کے چمکے چمکے ہوئے جاتے ہیں۔

بیٹا۔ ابا جان چاہئے ادھر کی دنیا، ادھر ہو جائے۔ میں

سرو اور سزا نہ جلوه گر کن  
از خرم گل چو می خرامی  
برما بعلت سلیکے نظر کن  
بر سوختہ خرم سے نظر کن

رسالہ آگے بڑھا تو ایک مقام پر کتب کے چند لڑکوں  
نے غور مارا اور ترکی زبان میں دعا مانگی کہ خداوندانِ آجوانوں  
کو نیک نام اور فائز بمرام کر۔

افضل تادم شہرین دھوم مچی تھی اور خلق خدا دست بدعا تھی  
کہ غنیم ایک ہی جگہ میں بول جیسے۔ چھوٹے بڑے امیر  
فقیر آئندہ رو نہ سبایں دعا مانگتے تھے۔ سچ ہے۔

حب الوطن ملک سیلان خوشتر  
یوسف ملک مصر شاہی میکرد  
خادمین از سبیل و یکان خوشتر  
میکفت گدا بودن کھان خوشتر

جس میں حب وطن زمین وہ آدمی نہیں۔  
جب فوج شہر سے باہر پہنچی تو آزاد پاشا اور ایک افسر  
علیقو پاشا نامے سے باتیں ہونے لگیں۔  
علیقو۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ سعد جوش ہے۔  
آزاد۔ بیشک اور یہ جوش قابلِ قدر ہے۔

علیقو پاشا نے میانِ آزاد سے پوچھا کہ غنیم اب کس  
مقام پر ہے اسے میں کیا دیکھتے ہیں کہ شہر کی طرف سے گرد و مودار  
ہوئی اور رفتہ رفتہ بلند ہونے لگی۔ لشکریوں نے بجا بلیا کہ  
وزیر جنگ نے کچھ حیات کی ہے کئی سوار بگشت اور سرپرست  
گھوڑے دوڑاتے آتے ہیں ورنہ اتقد گر و بلند نہوتی شہر میں  
تو خیر یوں ہی سب کے سب تین ہی کیسے قدر تھے کہ ساتھ آئے تھے مگر  
شہر پناہ کے باہر پہنچ کر لیے جنگی قاعدے سے جاتے تھے۔

جس وقت گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی اس افسر کا نیر نے حکم دیا کہ  
فوج آگے نہ بڑھے۔ سب ترک گئے مگر کچھ دیر تک جگر گرد کے اور  
کچھ طنزہ آید اور پوچھا یوں کے اور کوئی آواز نہ سنی جب قریب گئے

تو دیکھا کہ دس سوار اس راہ چلے آتے ہیں سواروں نے آن کر  
گنا ذریہ جنگ کا حکم لائے ہیں افسر کا نیر نے وزیر جنگ کا خط لیا  
اور پھر لشکریوں کو بتایا۔ اس کے بعد آزاد پاشا کو حکم دیا کہ سواروں  
اور جوانوں اور توپخانہ والوں کو سنا دو۔ آزاد پاشا نے  
خط پڑا پچی صفت سے نکالا اور وہ کاغذ لیکر گھوڑا بٹھایا اور سب کو  
اس کا مطلب سنا دیا۔ اس کے بعد افسر کا نیر نے سب کو  
مخاطب کر کے یوں کہا۔

اے میرے پیارے جوانو! تم کو حضور وزیر جنگ کی حیاتیت سے  
معلوم ہوا ہو گا کہ روسیہ شکر نوس ہزار آدمی دریائے آرمینیہ  
کے اس پار عبور کر آئے اس کے روکنے کا کامل بند بست کیا گیا تھا  
مگر اللہ عظمیٰ کس راہ سے چلے آئے جب ہماری فوج ان کے مقابلے  
کے لیے گئی تو کوئی جکیب ہزار آدمی مڑ آئے تھے اس جماعت  
نے ہماری فوج سے جو اندہ زمین غنیم سے کم تھی مقابل کیا گو ہماری  
جماعت کم تھی مگر حصہ و راز تک دشمن سے ختم مردانہ اور جرات  
کے ساتھ مقابل کرتی رہی اور باوجود حملہ ہرے متواتر اپنی جگہ سے  
نہ ہٹی اس جنگ سے روسیوں کو ایسا موقع ملا کہ باقی ماندہ فوج بھی  
آترانی اب یہ وقت ہے کہ ایک ایک ترکی اپنے عدو کے خون کا  
پیا سا ہو۔ اور غنیم کو نچا دکھائے۔

ایک افسر (جوش کے ساتھ) اسی منی الامام من اللہ۔  
دوسرا افسر۔ اتوئے شمیر ابد ہر اور میدان کارزار ہے۔  
تیسرا افسر۔ نیچر ہران ہر اور ہماری جان ناتوان ہے۔  
چوتھا افسر۔ (آباد و بلند)۔

معر کے پڑنے ہی اٹھ جائیں گے غیر خون کدم  
جب کھنٹا ہونے لگے سب میدان ہم سے  
افسر کا نیر۔ اے حمیت قومی جوش میں آ۔ اے ہمدردی مدد فرما



<p>اور مجھے جان کی تو فکری نہیں فکر ہوا تو سفدر کہ اس بت عہدہ جو کی کر رہا ہے۔ الغرض علیقو پاشا اور میان آزاد سے عہدہ دراز تک گفتگو رہی۔ قریب شام ایک گالون کے متصل باغ میں فوج نے بڑا ڈوڈا لا اور سپاہی رنگ رلیاں منانے لگے۔ کوئی گاتا ہر کوئی شاد دیا نے بجاتا ہر۔</p>	<p>لشکری۔ امین۔ امین خاں امین۔ افسر کمانیر۔ کوئی دقیقہ بظاہر نہ تھا۔ لشکری۔ کیا بجال۔ کیا طاقت۔ ہم لوگ ان میں نہیں ہیں جو بھاگ جایا کرتے ہیں۔ علیقو پاشا۔ شاباش ہر جوانان روئین تن۔ افسر کمانیر۔ حضور وزیر جنگ فرماتے ہیں کہ آزاد پاشا اور اس کے سن لڑکے کو چاہئے باپ سے لڑنے کے فوج کے ساتھ گیا ہر بہت عزیز رکھنا۔</p>
<p>ناشاد و ولہا</p>	
<p>افاہ۔ میان خواجہ بدیع الزمان ہیں۔ سب سے حضرت مراج قطع مٹا اور اشکیا طرح طرح نو دیریں رہا ہر۔ سب صورت لشکر و قیادہ کی کمر بستہ قد و قامت پر نظر ڈالیے تو بون لکچر ملے مجھے مین کی کہ ہر گرانٹیل جوان ہیں ع۔ ہریکل قوی جون تن اور درخت۔ کوئی غصہ بدن عنایت انزدی سے سڑلہ نہیں کوئی کل دست نہیں۔ آنکھیں بڑی گاؤ دیدہ ایک ابرو صفا چٹ۔</p>	<p>لشکری دل و جان سے زیادہ دونوں عزیز ہیں۔ آزاد۔ آزاد و خادم نام اسلام ہر آزاد خادم اہل روم و شام میدان جنگ میں جان بکف مانتا ہر آزاد زندہ واپس نہ آئے گا۔ اور لائبریری کا وسیلہ روسیہ کو بھیجا دکھائے گا۔</p>
<p>میان خوجی ہر ہرجی بھائی کی گاڑی پر سوار ہو کر مس روز کیطون کے کیل باغ پر ضامن ٹہل رہی تھی۔ ان سب پر بیڑا دون سے ہر ہرجی نے انکو ملا دیا تھا اور یہ بکونو مانی تھیں۔ خوجی گاڑی سے اترے اور کیل کو بندگی عرض کر کے یوں ہمکلام ہوئے۔</p>	<p>نیر۔ گلشن کو فقط اک نعہ دل کافی ہر راگ لانا کیسین بلبیل نالان ہم سے</p>
<p>میان خوجی ہر ہرجی بھائی کی گاڑی پر سوار ہو کر مس روز کیطون کے کیل باغ پر ضامن ٹہل رہی تھی۔ ان سب پر بیڑا دون سے ہر ہرجی نے انکو ملا دیا تھا اور یہ بکونو مانی تھیں۔ خوجی گاڑی سے اترے اور کیل کو بندگی عرض کر کے یوں ہمکلام ہوئے۔ میں روز کجاست۔ کجارت کجا بود۔ گیل۔ (مسکرا کر) ہم نہیں سمجھتے۔ خوجی۔ میں بدلتی برمی گوید اما بعد از شکوک اللہ۔ گیل۔ (اشارے سے) بیٹھو۔</p>	<p>لشکر نے غمرہ مارا اور فوج آگے بڑھی خصت ہوئے۔ علیقو پاشا نے میان آزاد سے پھر گفتگو شروع کی۔ علیقو۔ جس دوشیزہ بری چہرہ کی ہدایت کے بغیر جلیپ یہاں آئے اسکا نام کیا ہر۔ آزاد۔ (خسکے ساتھ) حسن آرڈیکم۔ علیقو۔ اگر کامیاب گئے تو مولہ مراد۔ ورنہ بیچاری سمجھے گی کہ اُس نے تم کو قتل کیا۔ آزاد۔ نہیں تمھارے کسی حالت میں انسان کو نہ نہیں ہر۔</p>
<p>میں بدلتی برمی گوید اما بعد از شکوک اللہ۔ گیل۔ (اشارے سے) بیٹھو۔ خوجی میں بیل میرود۔ براے ملاقات معشوقہ فرود</p>	<p>خونریز ہوا اور وہ صم صم حکم فضا سے جلا دیکھی مورد الزام نہیں ہے</p>

کہ بری پیکری مسرت۔

گیل نے ایک ترکی باغبان سے کہا کہ انکو سمجھا دو کہ میں ہوں  
اور میں سیٹھا ہوا کھانے لگی ہوں۔ آپ بیٹھے آئی ہوں گی۔  
باغبان نے کہا بیٹھو آدین۔ دونوں گیا باہر۔

خوجی۔ تم ہندوستان سے آئے ہو۔

باغبان۔ آن (ہاں) کلکتہ گیا۔ دو برس۔ پس چلے۔

خوجی۔ ان سے کہد ہم جاتے ہیں ہمارے مکان پر خط  
لکھوا کے بھیجیں۔

باغبان۔ کہیں۔ ہم کیوں۔ آچا۔ (راجھا)۔

خوجی نے مس گیل سے ہاتھ ملا یا اور گاڑی پر چڑھ کر  
روانہ ہوئے اور ہر فرج کو جود لگی سوچھی تو آنھوں نے

مس گیل اور مس میٹھا سے کہا کہ کلکٹ کے برات لکھوا کے  
تینوں میں باہر خوب شورہ ہوا۔ اتنے میں خوجی آن پہونے

ہر فرج نے کہا لکھوا کی شادی کی فکر ہوگئی۔ مس روز راضی  
ہیں کل برات لیکر آؤ۔ چاندی ہے۔ چین کرو۔ خاسمان بلوایا گیا

تا کہ خواجہ صاحب گفتگو سمجھتے جائیں۔

خوجی۔ خدا کرے وزیر جنگ وغیرہ بھی خود برات میں  
رونی فرور ہوں۔

ہر فرجی۔ کل امراے عظام اس نادر روزگار برات کو  
آ کر کھیت خود ملاحظہ فرمائیں گے۔

خوجی۔ واللہ تو بھر بند و بست کر لیجیے۔

میٹھا۔ اب اتھی کا ملنا محال ہے۔ سلاوٹ خواجہ صاحب کو تاپہ  
کا داگ اور کبڈا جانور ہے۔

ہر فرجی۔ یہ کیوں۔

خوجی۔ اچی ایک روز میں چلا جاتا تھا۔ سامنے سے ایک

تشربان آتا تھا باتوں باتوں میں بگڑ گیا میں نے کہا مارے

قرو لیون کے چونہ صدیاؤں لگا سنے ہنس کر کہا یہ صدیا تو نہیں ہے۔

بس بن لکا۔ اب لاکھ لاکھ تیر کر تا ہوں اس تک ہاتھ نہیں  
پہونچتا۔ تب سے میں نے اس جانور پر لا حول بھیجا۔

ہر فرجی۔ گھوڑا شرمہ ہوتا ہے۔ اوپر لے اور گدھا وہاں  
جانور ہیں۔ چر کر اسے بہتر ہے۔

خوجی۔ خوب سوچھی استاد۔ خوجی تو امیر دن کی سواری میں رہتا  
ہے۔ عمدہ چر کر جوڑی ہزار سے تو کم کو نہ آنے کی سگریار

طلے پر تھا پھر ضرور ہو۔

ہر فرجی۔ یہاں شادی بیاہ میں آدمی کا ناچ بالکل منع ہے۔ اچھے  
جو کمین کوئی عورت ناچے تو سہی ہو جائے۔

خوجی۔ اچھا پھر سیل سے ناچ کا تو نام ہو جائے۔

ہر فرجی۔ اسکی تدبیر یوں کیجیے کہ کسی ریکھ یا بندہ رچانے والے کو  
بلا لیجیے کہ خراج اور لطف کا لطف تین ہندو اسے کافی ہیں۔

خوجی۔ حضرت تین جائز ہیں۔ پانچ فال مبارک ہے۔

ہر فرجی۔ خبر دے پانچ قسمی۔

خوجی۔ مگر وہ شخص سے کہہ دیا کہ صرف ماہ گردن کے  
خوش کرنے کو تا شاد کھاتے ہیں تا کہ دو کھانا مام دین اور برات

کی طر سے نص و سرور کا سامان ملے۔ ہوا اور عروس کے  
گھر انواع و اقسام کا ناچ رنگ ہوتا رہے گا جب لوگ باہر سن

چکیں گے کہ یہ پنجاب دوطہ ہے تو اندر کون تحقیقات کرنے بھیجے گا  
کہ کسی طر سے نچ ہے خرمین وہ اور نام یاروں کا۔ کمین

یار لوگ جو کئے والے ہیں بھلا۔

ہر فرجی۔ اب تو ہو چکی واللہ کیا سوچھی ہے۔ باقی رہی روشنی  
مشمول نجار باعث الزام محمدان و لب و صلیب ٹوٹ جا رہا

ہرمزجی اور خوجی میں پہلے سے مشورہ ہو چکا تھا کہ برات  
میں باجے کے عوض تالیان بکین اور خوجہ برات کا نشان ہو۔  
اور ملا بعل بھی ساتھ ہوں۔ بیلیج سات طلبہ جن کو فارسی آردو  
کے اشخاص کی دن سے رٹا دیے تھے اور دن بارہ کو رات نکل  
چلے جاتے تھے سچ میں خوجی ٹٹو پر سوار کر لے ہوئے  
بیٹھے ہیں۔ چوٹی قزوی بیٹھائے گئے دس رنگ کی پوشاک۔  
سیاہ پلڑی اور پچھون کا سہرا۔ انیون کی ڈیبا کہیں بار بار  
ٹٹو لے جاتے تھے۔ ٹٹو دم اور پستانی مٹھ کر تمام ہنر  
نیلے نیلے رنگ کے گل گول داغ۔ خاصہ زہری کے سوا رنگ  
بنے تھے۔ رات تھی چاندنی خوجی کی صورت دیکھ دیکھ کر لڑکے  
بے اختیار ہنستے تھے جدھر سواری جاتی تھی اس طوفان  
بے تیزی کو کھیل کر لوگ قفسے لگاتے تھے۔ خوجی نے ہنس کر  
کہا کیا ہو چکی۔

لڑکے جس گل زمین سے آپ کی سواری مثل باد مہساری  
گذرتی ہو جس محلہ سے آپ کی ٹٹوی نکلتی ہو وہ زعفران زار  
ہو جاتا ہو۔

خوجی۔ یہ تو میں پہلے ہی سمجھا تھا۔ ایسی مہذب برات  
یمان والوں نے کمان دیھی ہوگی۔  
ایک تماشائی۔ (ہرمزجی کے ملازم سے) کیون کبھی  
یکارنگ ہو۔  
ملازم۔ یہ بونا مسخرہ ہر دیا ہو۔  
تماشائی ہندی۔ واہرے بہر دیے۔

خوجی۔ اولیون ہر دیے خبردار۔ اسوت میرے ہاتھ میں  
قزوی ہو (ملازم سے) کبھی ہوشیار ہو نہا ہر دیا آہو پکا۔  
سواری کا ٹٹو نہایت مسست اور مریل تھا۔

پھر دس پانچ آدمی بڑے بڑے چرخوں میں بیل بھر کر ماش  
کے بٹے جلاتے پھیلین تو کیسا۔

خوجی۔ انجی بیان ایسا سمجھنے والا کون ہوگا۔ لوگ غور  
کرین گے تو سمجھ جائیں گے کہ کچھ اور بندر ولے رات کو  
تماشا دکھانے کے لیے روشنی ساتھ لیے پھرتے ہیں۔  
دوسرے دن قریب شام سب سامان فراہم ہوا۔  
خوجی سچ سچا سوار ہونے لگے۔

ہرمزجی۔ اس قزوی نے تو اور بھی آپ کو ادب کی بنا دیا۔  
خوجی۔ (خوشی میں آن کر یہ شعر پڑھنے لگے)۔

گر ڈنڈا کم گن سب گردون لرزد  
اور اٹھا بیچہ کم تخت فریدون لرزد

ہرمز۔ (مسکرا کر شادی مبارک ہو۔  
خوجی۔

برات عاشقان پر شائع آہوا مگویت سمجھو  
چلے ہیں بیابانے مسراں کو بتک کنوارے ہم  
بیلیج الزمان کی جو رولی شادی ہو۔

ہرمزجی جوڑی پر سوار ہو کر میڈا کے یہاں پہنچے۔  
میڈا۔ (سہنسکا اور برات۔  
ہرمزجی۔ چل چلی ہو۔ ذرا آج قطع مبارک دیکھیے گا۔  
میڈا۔ تو پہلے ہم سب ملکر بٹک بارہ درمی میں بیٹھیں۔  
ہرمزجی اور میڈا اور سب روز سب ملکر بارہ درمی میں بیٹھے  
اور چار ملازم دروازے پر کھڑے ہو گئے۔

برات چلی۔ آگے نشان کا بچہ۔ چھوڑ کر اور بندر۔  
اسکے بعد سب پانچ آدمی روشنی لیے ہوئے، لیکن لڑکے  
تالیان بجاتے ہیں میٹھکے منگھاتے ہیں۔

بغیر مار کھانے نوون چلے اوصالی کوس۔ خوجی اسکی پیچ پر  
 مچھل مچھل کر اڑی لگاتے جاتے تھے۔ اور لوگ بھیبتیں پر  
 بھتیاں سنانے جاتے تھے لڑکوں سے کہتے جاتے تھے  
 کہ خبردار غل بھولنے نہ پائے او باجے واسے زور سے  
 ناخشعلی کی کہ قدم قدم جلو۔ بھائی دیکھو نامقول نشان کا  
 چہرہ بہت بڑھ گیا۔ برات چوک میں داخل ہوئی۔  
 ہر فرجی۔ (میڈا سے) پیسے برات آہو بچی۔ یہ نشان کا  
 چہرہ سنا ہے آ رہا ہے۔  
 مس روز ہستہ ہستہ ٹوٹ ٹوٹا گئیں۔  
 گیل۔ رچک اور بند کیسے۔  
 ہر فرجی۔ یہ نا جنے کے لیے آئے ہن۔  
 مس روز۔ این۔ نا چنے کا بھی سا مان ہے۔  
 ہر فرجی۔ کیسا کچھ کمیدان صاحب ہیں کہ باتیں۔  
 اتنے میں خوجی نمودار ہوئے۔ ملازمن نے بھڑک کر  
 اعلیٰ نبل بٹا دیا۔ خوجی کی صورت نظر آتے ہی مس روز اور  
 مس میڈا اور مس گیل اور ہر فرجی ہستہ ہستہ بیتاب  
 ہو گئے۔  
 میڈا۔ ٹوٹو تو آپ نے خرب ہی رنگ دیا ہے۔  
 ہر فرجی۔ ایسے ٹکیلے بچلے جوان مفید ٹوٹو پر سوار ہوں بھلا۔  
 مس روز۔ اور سارا نکلی کہ میں یہ کیا ہے۔  
 ہر فرجی سے لڑکی کی قوی لگی ہے۔ دیا سلائی والی ٹین کی  
 ڈیسا بکاسے جب گھر ہی ہے۔  
 مس روز۔ اور یہ لڑکے ناٹا لٹی ہیں نہ۔  
 ہر فرجی۔ جی نہیں ہمارے کے طلبہ ہیں۔ غزلوانی  
 ہوئی۔ فوج طفلان مفت۔

اسپر ایک فریادیںسی تھوڑے۔ اس مقام پر جو لوگوں نے گھیرا  
 اور تالیان بجا بکا کر اس زور سے فیسے لگائے کہ خوجی کا  
 ٹوٹو بیٹھ گیا۔  
 خوجی۔ او جانگو۔ اوسخرے ہستہ کیا ہو۔ جلد کوئی تدبیر  
 بناؤ۔ ورنہ مارے قردیوں کے کو لادوں گا۔ ہوت تمام  
 زمانے کی نظر مجھ دو طاہر طریق ہوگی۔  
 ملازم۔ میں اس گھوڑے کی عادت خوب جانتا ہوں یہ بغیر  
 چابک کھانے اٹھنے والا نہیں۔  
 خوجی۔ یہاں مصلحت کرتے ہو یا کسی تدبیر سے ٹٹو کو  
 مٹاتے ہو۔  
 ایک دل لگی بانسے ٹٹو پر غراب چابک جانے شروع کیے  
 اتفاق سے خوجی پر بھی ایک چابک بڑ گیا۔  
 خوجی۔ اوہ، اوہ، اوہ ساوانا مقول یہ کیا کیا نوٹے۔  
 دل لگی باز۔ تمیل کم۔  
 خوجی۔ ٹوٹو کے کو مارتا تھا۔ یا بکو خیر اب بھی کوئی تدبیر  
 کر دے کم بختو۔  
 ملازم۔ تدبیر یہی ہے کہ آپ آ کر بڑیے۔  
 ملازم نے ٹٹو کو مار کر اٹھایا۔ خوجی بھڑکھڑکے چلے۔  
 ایک بانوں رکاب پر بھڑکھڑکے دوسرا اٹھایا یہ تھا کہ ٹٹو چلنے لگا  
 خوجی ارا کر دھم سے زمین پر آ رہے بکری یہ گری۔ غزولی  
 وہ گری ڈیسا ایک حرات ٹٹو ایک طرف۔  
 خوجی۔ او گیدی او نامقول بہرہ رو پیے۔ اچھا دیدہ خواہ شد۔  
 اسوقت سارا محبت میں ہوں۔  
 دل لگی باز۔ اٹھئے اور بھرتی سے سوار ہو بیسے گھوڑے پر  
 سے گزرا سوار غزولی کام چرخے گھوڑا نصیب نہیں وہ کیا کرے گا

خوجی - نی بات ہی ہو مگر بڑی خیریت گندری کہ میں گھوڑے پر نہ گرد نہ میرے بوجھ سے تو اسکا کام ہی تمام ہو جاتا۔

تماشا شئی - بکا رشا دہو۔

خوجی نے پھر سر پر گڑھی رکھی فردی کمر سے لگائی اور ایک رٹکے سے پوچھا آئینہ تو میان منہ کا تھا رسے پاس۔

لڑکا - ضرور۔

خوجی - پھر سے بوشاک بھی ہو۔ ذرا آئینہ تو دیکھ لیتے۔

لڑکا - نہ آئینہ ملے تو پانی میں منہ دیکھ لیجیے۔

خوجی نے کہا ہاں ہاں۔ (ایک ملازم سے) ایک گلاس

پانی تو جلد میں سے مانگ لینا۔ ایک گھنٹہ کی آدمی نے گلاس

دیا مگر پانی نثارو۔ خوجی فیم کہ منک بن تو سٹھے ہی دیکھ کر

کہا سب سبیس پر معاملہ دو جا رہم حالکہ خوجی کو بار آکا دس روز

کی سکونت دریافت ہی نہیں کی چلا سٹھے یاد غضب ہو گیا

تھم جاؤ۔ جلوس روک لو۔

ملازم - خیریت تو ہو۔

خوجی - ہر فرجی بڑے خراب آدمی ہیں۔ مگر مکان کا پتہ تک

نہیں بتایا مگر تم جانتے ہو گے۔

ملازم - کون مکان۔ کیسا مکان۔

خوجی - وہی جی جہان چلنا ہو۔

ملازم - جھکو کیا معلوم حد صر کیسے چلون۔

خوجی - مجھے تو کثرت کار سے فرصت نہ ملی مگر تم لوگ عجیب

شخص ہو۔ برات چلی اور عروس کے مکان کا پتہ تک نہ دریافت

کیا غضب ہی کر دیا۔

ملازم - خیر تو نام بتائیے دریافت کر لیا جائے۔

خوجی - اسے بھی دو لٹا کو ڈھن کا نام نہ لینا چاہیے۔

انگل سے چلے چلا رہی طرٹ تو پھر سری سسرال کیون نہیں چلے چلتے۔

ملازم - یا اکی تو کچھ نام تو بتائیے۔

خوجی - گویم مشکل ڈارنگ گویم مشکل۔ اچھا پھر دریافت ہی کر لو۔

پری سبز کوہ کی قاف - پورا نام ہم نہ لینگے۔

ملازم - (ایک آدمی سے) اجی سبز پری کمان بہتی ہیں۔

آدمی - پرستان میں۔

خوجی - دربن چٹنگ - آج وہاں وہ تیار بان ہوئی ہیں کہ

پرستان بھی مات ہو مگر پوچھ کس طرٹ سے جائیں۔

ایک طرٹ چار سنا درکان پرٹھیجے ہوئے تھے ملازم نے

پوچھا کہ کوئی بری یہاں بہتی ہو۔ ایک سٹار نے کہا مجھے اور

تو معلوم نہیں مگر شہر باہر پوچھ کی غاف جو ایک تالاب اور بہا

درخت ہو وہاں پر سال ایک درویش کے تھے انکے پاس

ایک پری تھی۔

ملازم - لیجیے پتہ مل گیا چلیے۔

خوجی دس بیس قدم چلے ہوئے کہ ٹیڈا کی کوٹھی کا تالاب

یا دایا۔ چلا سٹھے۔ اٹھا یا روٹس تالاب کی سجاوٹ آج قابل

دید ہو گی طلسمات کا نقشہ نمایاں ہو گا طلسمات کا۔

ملازم - پھر چلے کہ دھر۔

خوجی - اب غواہ غواہ کہلا باہی جا رہے ہو سنو۔ ہم آئین عروس

چاروہ سالہ کو ہمیشہ ٹیڈا کی کوٹھی میں رکھنا کیسے ہیں رہیں

برات چلے۔

ملازم - تو آپ نے پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا۔

بہو جی کئی ہوتی۔ ٹیڈا اصحاب تو نہایت مشہور آدمی ہیں

چوگ کے متصل کوٹھی ہو۔

خوجی - پھر اور زمین کیا - کچھ ایسے ویسے کے گھر مٹا دی کر رہے جاتے ہیں بھلا۔

وڈا صاحب نے ملک سپن کے ایک ملک اتھار کی کوٹھی قسطنطنیہ میں کھلی بڑے مالدار آدمی تھے ایک مرتبہ کسی انگریز دوست سے انھوں نے سپن کے آرمیڈا نامے مشہور جہاز کے بیڑے کی بہت تعریف کی۔ دوست نے ہنس کر جواب دیا کہ وہاں میڈا صاحب کو اگر کھانگے راہ نہ ملی تب سے جواب ازراہ مذاق انکو میڈا صاحب کہتے تھے بعد چند وہ کوٹھی عوام میں میڈا صاحب کی کوٹھی کے نام سے مشہور ہو گئی۔ میڈا صاحب نہایت ترش اور سرکش ہیں آدمی تھے۔ آگے دو جوان لڑکے تھے۔ دونوں کا بیاد ٹھہرا ہوا تھا۔ مینوں سے تباہان ہوتی تھیں احباب دور دور سے بلائے گئے تھے۔ اتفاق سے آٹھی میم علیل ہو کر تین چار دن میں جل سپن میرے دن ایک لڑکا علیل ہوا۔ لاکھ لاکھ پیڑ کی مرگے سو تین ہی دن بعد کے بعد دیگرے دونوں چل بسے میڈا صاحب کے نام سے برات انھیں کی کوٹھی پر چلی۔

مس روز کا ملازم سب حال سن رہا تھا۔ اسنے آنگرکان سے کل کیفیت بیان کر دی۔

مس روز - بن گل دیگر شافٹ۔

ہر فرجی - بچہ پائیوں کی میدان صاحب کو دی کرتی ہیں۔

کیلا بیٹھیہ کہ برات لوٹ آئے۔

گیل - غضب ہو گیا۔ وہاں میں ہفتہ میں کئی حادثے ہوئے ہیں۔

ہر فرجی (اگر سے) ذرا ہر فرجی کے آدمی کو بھادو۔ وہ کہہ دے گا کہ یہ ہر فرجی یا ہر فرجی کی خوشگوار یا ہر حارثے کا حال ہو معلوم نہیں۔ ورنہ بچہ کی جان پر بن آٹھی۔

برات کو کوٹھی کے پچانک پر پہنچ کر ذرا اڑ گئی۔

حادثے کے دوسرے روز آٹھ بجے شب کو صاحب نہایت ملول ہو رہے تھے کہ کان میں شور و غل کی آواز آئی نیند اچھٹ گئی۔ پوچھا یہ کیسا غل ہے۔ آدمی نے بانہر نکال کر سپرین سے کہا دیکھو کون غل مچاتا ہے۔ خوب بیٹو بدماش کو۔ دو تین آدمی پچانک سے برآمد ہوئے۔

خوجی - وہ دواڑے آپ کے یہاں کی امارت و انتظام۔ کب سے برات کوٹھی پر دور دواڑے پر روشنی تک نذر دور وہ لوگ بہت بگڑے۔ ایک نے کہا جی کون پاورس مرک کی اور خوب پیٹومر دوکو۔

خوجی - کچھ گئے کو گایان دین۔ اوگسب دی یہ گالیاں کیسی۔

صاحب کے آدمی نے غصے میں آکر سائیس کو ایک ٹھکر ماری دو گڑ پڑا۔ خوجی کے سر پر ایک چپٹ رسیدی تو بگڑی وہ جا کر گری دوسرے نے ایک ڈنڈا لگایا۔ ٹوکے پاؤں بن لگاؤ بیٹھ گیا۔ اب گلی خوجی کے سر پر چپٹ ماری ہوئے۔

خوجی - نہ بھائی اسی دل لگی نہ کرو (بھڑک کر) کچھ کھنٹی تو نہیں آتی تم سب کی دیر ہو جاتی ہو۔ اور اندر خیر نہیں کرتے، نام سنیں گے تو نکال ہی کے چھوڑینگے تم سب کو۔

دس بیٹا آدمی اور کڑ بڑ کر کے اندر سے نکل آئے اور بچاؤ بند کر دیا۔ پربے بھائی بڑبن۔ چراغ داسے چراغ بھینکا کہ بچاؤ گئے گئے اور لڑکے منتشر ہو گئے۔

اسنے میں ہر فرجی کے نوکر نے کہہ دیا کہ یہ ہر فرجی یا ہر فرجی کی خوشگوار یا ہر حارثے کا حال ہو معلوم نہیں۔ ورنہ بچہ کی جان پر بن آٹھی۔

ایک ایمان دوسری ایشیائین۔ احمد نثار پاشا افواج متعینہ ایشیائے  
کو جب کے سب سالہ تقریر ہوئے ہیں دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہو۔  
جنگ دوسرا درو۔ خدا جسکے فوے۔  
آزاو۔ احمد نثار پاشا جبری اور جنگ آزاوین بلیسے دیے۔  
علیقو۔ ایسے دیسے نہیں۔ بڑے بڑے کارآمدی ہیں اور پابند  
صوم و صلوات۔

دوسرے باتین ہوتی تھیں اور احمد شکاری سفر کے تھکے ہوئے  
کرکھوں رہے تھے۔ کوئی ٹھوس سے امر گزشت نے لگائی  
سبہ و نادر پرفس باورنتا کو چھوڑ دیا کہ آزادی کے ساتھ چھوڑے۔  
کوئی ترکی چڑھتا ہے کہ کوئی دریا کی موج زنی دیکھتا ہو۔ اس مندرجہ  
سب اپنے اپنے کام میں تھے کہ دفعہ گرو خود راہوئی۔ سب کی  
نظر گرو کی طرف تھی۔ بالائی گرگ کیسی۔ میان آزادی جی جیت  
سے دیکھنے لگا کہ دفعہ کسی شخص نے انکو مخاطب کر کے  
یہ شعر سنایا ہے

خانکدان جهان را بہ حقارت مسنگر

تو چہ دانی کہ دین گرو ساری باشد

میان آزاو نے اپنے نظروں والی تو دیکھا کہ ایک عظیم آدمی ہے سرخ و  
سفید و شین یہ خوش قسمت کے ساتھ تھا میان آزاو  
کچھ پوچھنے ہی کو تھے کہ سامنے سے کی سوار نظر آئے انفر کمانیر  
اپنے خیمے سے جہاں سے ہرگز نہ گزرا وہ فرشتہ شتیاق سے کوئی دس  
بارہ قدم ٹرکھ کر سواروں کا استقبال کیا ایک نوجوان سوار سے  
نفاذ دیکر کہا۔ وزیر جنگ سنے دیا ہو۔

انفر کمانیر نے نفاذ پڑھا تو خاص وزیر جنگ کے ہاتھ کا  
لکھا ہوا۔ کھولا دیکھ کر پڑھا۔

انفر کمانیر۔ کوئی۔ کوئی۔ کوئی کا حکم ہو۔

آدمی۔ تجھ کو معلوم نہیں کہ صاحب آج جہاں ہیں اور اس  
بج کے انکی جنون کی سی کیفیت ہو رہی ہو۔  
خانسانان نے اسکا مطلب سمجھایا۔

آدمی۔ آج تمہارا خون ہوگا میان۔  
خوجی۔ زہے نصیب جو مشوق کے کوچے میں جان ملے۔  
ایک آدمی نے خوجی پر بھی دو ایک لگا دیں۔

دوسرے دن پانچ بجے کو بڑے ٹٹو ہنستا ہوا بھاگا  
اور خوجی اپنا سامنہ لیکر تھر تھر جی کو کٹھی کو واپس  
آئے۔

### میدان کارزار

بیاسا قیایا بدل نواز م	کہ بے تو سمجھ اندر گداز م
دلی دارم بغیر از مردین بانج	برنگ لالہ فائوس صد داغ
بمن یک جامہ وہ زان راحتان	کہ فی او غازی دارم برشان
دی با من گر باشی ہم آہنگ	نواہی بر کشم در پردہ چٹاک
صد اول کشی بر خیزد از من	کہ قصدا رسا عشق روح در تن
زیرم آن دم بسوی زرم آیم	پر روم درویش پیکار آرایم

سر تسمستان شجاعت پہلوان پھونان منازل بسانت  
میان آزاو فرخ مندا و جمبٹ کے ساتھ کئی دن تک مختلف مقامات  
میں پھرتا رہا ایک دن ایک گوش مقام پہنچے۔ درخت پھلے  
پھولے۔ شاخیں ہری بھری گلبن غالیہ بار چہرہ ریش فرخار  
میان آزاو پشت توں سے تر کرک جشمہ سار علیقو پاشا کے  
ساتھ بیٹھے گئے۔

علیقو۔ ہماری سپاہ جبار اور افسران آزمودہ کار کا جوش و خروش  
روبرو روبرو جھٹکا ہی جاتا ہو۔ دوست جنگ چھڑ گئی ہو۔

وہ تاریکی چھائی کہ الامان لافکر کمانیر نے پہلے ہی سے روشنی کا  
انتظام مناسب کر دیا تھا لافکر بعد غرابی بصرہ ایک مقام پر پہنچے  
جہاں چوڑا دروازہ تھا۔ افسر کمانیر نے وہاں واقعہ کار  
آرمیوں سے پوچھا کہ پہلے پڑاؤ سے یہ مقام کس قدر فاصلے پر ہے۔  
معلوم ہوا کہ پہلے پڑاؤ سے گیارہ کوس زمین طر کر گئے۔  
اب سمجھ لیں کہ وہاں خیمہ نہ خرگاہ نہ کوئی عالی شان محل حسین  
شکری رہن رات کا وقت گاؤں آ جاؤ۔ رہن تو کمان  
رہن۔

علیقو پاشا۔ یہاں تو بڑی دقت ہوئی سوئیٹنگے کہاں۔  
آزاد پاشا شاع۔ شاد بایزستین ناشاد بایزستین۔  
احمد مختار پاشا۔ خدا جانے وزیر جنگ کو کیا سمجھی۔ گروادی  
کے لیے کسی کو ضرور بھیجا جا ہیے معلوم تو ہو کہ غنیم ہو کمان۔  
آزاد۔ تیس سو راہدار ایک خیمہ افسر کو وزیر جنگ نے روانہ  
کر دیا ہر گرجی تک وہ واپس نہیں آئے۔

سپاہیوں نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی عمدہ مقام  
ہا تھا۔ آئے گاؤں ایک قبرستان کے اور کچھ نہ دیکھا سب کی صلاح  
ہوئی کہ قبرستان ہی میں پڑاؤ لیں۔ افسر اور سپاہی اور سوار  
اور کدو سب قبرستان میں داخل ہو گئے۔  
افسر کمانیر (ایک افسر سے) اتنا سا گاؤں اور تباہ قبرستان۔  
اسکی وجہ سمجھیے۔ یہاں ایک جنگ غنیم ہوئی تھی والد بزرگوار  
اسی جنگ میں جان بحق تسلیم ہوئے تھے۔  
افسر۔ تو انکی قبر بھی شاید اسی جگہ میں ہوگی۔  
افسر کمانیر۔ ہاں وہاں سے والی اونچی قبر ہے۔ (آبدیدہ ہو کر)

زمین پر سوئے ہیں چھوڑا ہوا شمشینوں کو  
اجل کمانے کہاں لائی ہے مینوں کو

اسکے ماتحت افسروں نے کہا کچھ میں کوئی عذر نہیں مگر ابھی  
فوج تھکی مادی چلی آئی ہے۔ اگر اسی دم کوچ کر دیا تو بڑی خرابی  
واقع ہوگی۔ افسر کمانیر نے وزیر جنگ کا حکم سنا کہ کہا اب ہم  
ایک دم زمین ترک کر سکتے علم ہی ہے۔

وزیر جنگ نے لکھا تھا کہ اگر ذرا بجی تو وقت ہوا تو کھاری  
سپاہ کو روسی بالکل بھون ڈالیں گے تھوڑی دیر تک  
افسروں میں سرگوشی ہوتی رہی۔

علیقو پاشا۔ اور جو ایک فانیگ کا علم بھینچ کر لکھیا ہو۔  
افسر کمانیر۔ محل رجسٹ کو حکم ہو کہ فوراً کوچ کرے اور  
آگے بڑھے۔

آزاد پاشا۔ آج راہ ذرا خراب تھی۔ پڑاؤ کا مقام تصاف ہو  
مگر راستے میں بڑی بڑی مسیبتیں پڑیں۔ اگر ایسی راہ اب  
بجھ لے گی تو بس تڑکھ ہی ہو جائے گا۔ سوار رات کے  
وقت اور بجی وقت ہے۔

احمد مختار پاشا۔ اب وقت ضائع ہوتا ہے۔  
افسر کمانیر۔ کوچ کا حکم دو۔

قادر کے موافق کوچ کا حکم دیا گیا تو شکری سخت  
خیمہ ہو کے با آسانی کوئی آفت آنے والی ہو کہ بیو بچے وغیرہ  
اور کوچ کا حکم ہو گیا مگر منہ کی بچا رہی۔ طرہ اسپر یہ ہو  
کہ پاس حسبت۔ جوش و خروش کی یہ کیفیت کہ سپاہی زمین پر  
قدم ہی نہیں رکھتے دل سے لگی ہو کر فوج روسیہ کو بچاؤ کائن  
وہ وہ مدبرین غل میں لائیں کہ دشمن منہ کی کھائیں اور کھس  
ختر تک مقابلے پر نہ آئیں طرہ کی نے دیر بقی دم کے دم میں  
سب لیس۔ قربے کے ساتھ کوچ ہوا شام تک فوج نے  
باسانی و آرام راستہ طر کیا۔ مگر آفتاب کے خوب ہوتے ہی



اگر کالم بڑے بڑے ہوئے اور فوج زیادہ ہوئی تو اس سے بھی کم زمین طے کر گئی۔ فوج پیادہ انتہا دھاتی میل فی گھنٹہ جالسنے لگی اور ریشک خراب ہوئی تو ڈیڑھ میل سے زیادہ گھنٹے میں فوج تمینن جاسکتی۔

اکثر بڑی بڑی لڑائیوں کی کوچ کی حالتوں اور اور مور پر پختہ ہو گیا ہے۔ ایک مقام پر منگھا۔ وہاں تو میل زمین باقی گھنٹے میں طے کی حالانکہ بڑی جگہ تھی افسر کمانیر نے تادری حکم دیا تھا کہ بہت جلد جاؤ ورنہ عین اس سڑک یا ک ایک لشکر ہی جو وہ گھنٹوں میں صرف بارہ میل جاسکا۔

آزاد پاشا۔ ہرادل کی فوج کے ساتھ ہم کئی بار ضمنی جنگ میں گئے تھے۔

علیقہ پاشا۔ ہم کو بکٹ کی فوج کے ساتھ رہنا بہت ہی پسند ہے۔

اسپر ایک لفٹننٹ نے فمسکر کر کہا ہمارے تو دن رات سونا اور آرام کرنا پسند ہے بکٹ اور طلاہ اور ہر اول سب سے طبیعت کا غور ہے۔

استنہین آوازائی وفتنا۔ این؟ یہ توپ کیسی دہنی۔ سب کے کان کھڑے ہوئے افسر کمانیر سخت متحیر تھے کہ یہ آواز کمان سے آئی اور واقعی حیرت اور پریشانی کی بات ہی تھی۔ استنہین پھر آوازائی وفتنا۔ جو لوگ غافل سو رہے تھے وہ تک جاگ اٹھے۔ اب تمام لشکر میں کلن پٹی لگی این کیا روسی آگئے۔ یہ توپ کمان دہنی فوراً مسک ہوا کہ جو کمرے ہوئے مسلح ہیں وہ گھوڑوں پر کاٹھیاں دھریں اور فوج نہیں ہیں وہ کمر نہیں اور مٹیا رہو جا میں۔ دوسرے کمرے میں ہرادل کے سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے آن پہنچے

سواروں نے گھوڑے باندھے اور قرون پر بیٹھنا شروع کیا۔ دن بھر کے سفر اور کوچ و در کوچ نے انہیں تھل اور شل کر دیا تھا۔ کو قرون اور قرون پر بیٹھنے میں کوئی آرام تھا لیکن اس وقت قرون پہا کے تھکے اور تھکے قرون گل سے بھی زیادہ آرام دیتے تھے نصف سے زیادہ فکری قرون پر بیٹھے تھے بعض بعض نے ہتھیار بھی اتار رکھے تھے بعض بعض مسلح ہی سو رہے کہ جب تک کوئی اور بندوبست ہو تب تک ذرا آرام تو کر لیں۔

علیقہ پاشا اور آزاد پاشا میں بڑا بارہ تھا ایک ہی قریب لیٹ کر بائیں کرنے لگے۔ علیقہ پاشا نے کہا آدمیوں اور گھوڑوں کی جھد قلت ہوگی اس وقت آسانی سے فوج کوچ کرے گی۔ اگر کالم طے ہو تو ریشک پر کوچ کے وقت سخت دقت پڑے گی جتنے لشکر کالم کی کمان کرتے ہوں انکو دین بائیں کے کالوں کا حال معلوم رہنا چاہیے۔ آج اس مرتبہ کے کوچ میں ذرا گر بڑھ گیا تھا چار میل انسان ایک گھنٹہ میں چل سکتا ہے لیکن سپاہی فوج کے ساتھ ایک گھنٹے میں چار میل نہیں جاسکتا۔ اور مسدود بار لیکر اسکے علاوہ جب کوچ کر کے منزل مقصود پر پہنچا تو آرام میں ملتا۔ نہ گندہا بچھونا پاتا ہے نہ عمدہ غذا۔ زمین برسوا نصیب ہوتا ہے ادھر پڑا دیر پہنچتے ہی حکم ہوتا ہے کہ فلاں ڈیوٹی رکام پر جاؤ اور کھانا اکثر غراب ملتا ہے۔

آزاد پاشا۔ یورپ کے ملکوں میں اوسط وقت کو بج کرنے کا کیا ہے۔

علیقہ پاشا۔ فوج پیادہ کے لیے تین میل فی گھنٹہ۔ رسالے ٹیلی گراف میں اور توپخانے کے لیے بھی بلندی میل

اتے ہی محل چاکر ایک ایک نے کچا چٹھا کر مٹا دیا۔

ایک سووار۔ نوراً پشت تو سن پراؤ۔

دوسرا سووار۔ اب وقت بہت تنگ ہو۔ غنیمت سر پر  
آن پہونچا۔

تیسرا سووار۔ آٹھواٹھو۔ آرام اب منزلوں دور ہے۔

افسر کا نیرنے مال دریافت کیا تو سواروں نے کہا

کہ یہاں سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک قلعہ ہے اس میں ترکی

فوج کے چند سپاہی تھے چھ ہزار روسیوں نے انکو گھیر لیا

ترکوں کی قوت اور روسیوں کی کثرت سے نتیجہ ہوا کہ قلعہ کی ایک

دیوار توڑ کر ترکی محل گئے قلعہ خالی پا کر روسی اپنے قبضے میں

لے آئے اب انکو گوہندون نے خبر دی کہ ترکی فوج آن

پہونچی۔ افسر کا نیرنے کہا کہ ہماری بھیجنیں ہمیں آتا کہ گوہ

کیون چلائے شروع کیے معلوم ہوتا ہے کہ روسیوں کی جماعت

ہماری جماعت سے کم ہو۔ خوف دلانے کے لیے گوہ اندازی

شروع کر دی۔ ورنہ اگر روسی سپاہ کافی ہوتی تو اس وقت

وہ دوجاہر کا لون سے ہمیں گھیر لیتے۔ کل افسروں اور جو نیر

افسروں کو بلا کر مشورہ کیا۔ اور مشورہ کے بعد انواع و اقسام

کے احکام مناسبت جاری کرنے لگے۔ تاکہ فوج قرینے سے

آراستہ ہو جائے۔

افسر کا نیر۔ رن ہتا بن۔ روشن کرو

آزاد پاشا۔ اب آخری راے کیا قرار پائی۔ گڑھی پر حملہ

جو گایا ملتوی ہوگا۔

علیقو یا پاشا۔ حملہ ہو نہ توپ کا جواب ضروری دینا چاہیے۔

محمد مختار پاشا۔ پہلے اس قربتان سے تھوڑی دیر و میدان میں

بھٹکر کل کا لون کو دوستی کے ساتھ آراستہ کیجیے پھر توپ چلانے

سے کام لیجیے۔ اتنے میں پھر توپ دھمی اور ادھر سے اسکا

جواب دیا گیا۔

اب سنئے کہ یہ قلعہ دریا سے ڈیڑھ سوپ سے کسی کوس کے

فاصلے پر واقع تھا۔ چاروں طرف سے اسکا دفاع تھا۔ اسکا دفاع

درگزر و چوڑا نہ چھوٹے چھوٹے قلعے۔ چاروں کونوں پر ایک ایک

یہ قلعے گورنمنٹ میں چھوٹے تھے مگر سرنگناک کشیدہ۔ اور سب

مضبوط اور سب میں توپیں بڑی بڑی تھیں اس قلعے میں ایک

بہت بڑی توپ بھی ترکی اپنی زبان میں اسکو صفت شکن

کہتے تھے اسکی غلت کی ادنیٰ تفریق یہ ہے کہ درزی اس میں ٹھیکر

سی کہتے تھے اس صفت شکن کی پیشانی پر یہ مصرعہ کندہ تھا ع

بترس اعدای زمین کہ آتش درد دہن دارم

اس توپ پر روسیوں کو بڑا تاڑ تھا۔ جب ترکوں نے

قلعہ کو خالی کیا تو صفت شکن میں کیل ٹھونک دی تھی قاعدہ ہے

کہ جب کبھی میدان میں لڑائی ہوتی ہے تو بھاگنے کے وقت اکثر

توپ میں کیل ٹھونک دیتے ہیں تاکہ غنیمت آئے تو دقت توپ کو

کام میں نہ لاسکے قلعہ خاص کا بہت بڑا قلعہ تھا قلعہ کیا گیا ایک

شہر آباد تھا۔ زراعت بھی اس میں ہوتی تھی دریا سے کاٹ کر

ایک نہر لائے تھے جو قلعے کے چاروں طرف جاری تھی نہر کے

درگزر و کچھ فاصلے پر نسواڑی تھی۔ اس درجہ گتھی کہ گوہ وقت

سے اس پار جائے نسواڑی کے بعد بھول کے درخت

یہ بھی گتھے تھے اسکے بعد ایک اور نہر تھی۔ نہایت عمیق۔

نہر کے بعد گہری گہری کھائیاں لائے گئے بعد اُنکی نیچے زمین اور

پھر بیت اور بالو۔ ان سب کے بعد پھر نسواڑی اور چاروں

کونوں کے ارد گرد نہر بن اور کھائیاں اور جنگل۔

ترکی اس قلعے کو نہ چھوڑتے۔ مگر خرابی یہ ہوئی کہ جب

کمانیر۔ خوب معلوم ہو؟۔

سوار جنسورین اس قلعے میں چھ مہینے رہ گیا ہوں۔

کمانیر۔ بھلا کسی ایسے گاؤں والے سے پوچھو جو تمہارا دوست ہو۔

سوار۔ آپ کو جو کچھ دریافت کرنا ہو کر لیجئے تو چہرین کاؤن والوں سے اور بھین لاون۔

کمانیر۔ فیساوڑیان جو سمن بھین وہ ہیں یا نہیں۔

سوار۔ اب ایسی بودی بھی نہیں ہو کہ گری ہی پڑتی ہو۔

کمانیر۔ ہاں ہم سمجھے۔ خیر۔

سوار سے اور بھی بہت سے سوال کر کے کمانیر نے حکم دیا کہ تو چاند پھولری دور اور بڑھاؤ۔ اور اسکے بعد طلا یہ

کے سواروں سے پوچھا کہ قلعہ بہان جسے کس قدر فاصلہ پر ہے سواروں نے کہا آدھ کوس مگر اس سوار نے جو چہرے

تک قلعے میں رہ چکا تھا۔ اسکی تردید کی اور کہا آدھ کوس سے زیادہ ہے کمانیر نے کہا گاؤں کے لوگوں سے دریافت

کر کہ ٹھیک فاصلہ کس قدر ہے۔

چھ سوار گاؤں میں پہونچے۔ دیہاتی بجا پرے مارے خوف کے لرز رہے تھے کہ خدا جگر کرے۔ جنگ کے نام سے

رعایا منزنوں بھاگتی ہو قاعدہ ہے۔ لوگ خوب جانتے ہیں۔ کہ تجارت بیاوس پڑ جائیگی۔ خون کی ندیاں۔ مینگی ملک تباہ

ہوگا۔ گاؤں جلا دیے جائیں گے۔ رعایا صید الم ہوگی۔ انواع و اقسام کی مصیبتیں پڑیں گی۔

طرفین سے لوگوں کی بوجھار ہونے لگی اور ایک گرومین فوج میں اٹکر پھٹا تو ایک ٹکڑا علیقو پاش کے گھوڑے کے پیچھے پڑا۔ اور میان آزاد کا سمند وغالب سند بھی

نوس ہزار روسیوں کے دریاے ڈینیپ کے اس پار آجانے کی خبر پئی تو اس قلعے کی فوج کو حکم ہوا کہ فوراً اس لشکر کی مدد کو جائے جو فوج روس سے لڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

بس قلعے میں معدودے چند ہی سپاہی رہ گئے اور سدا بھی مکنتی یعنی لہذا قلعے کی دیوار توڑ کر وہ بھاگ گئے۔ روسی سمجھتے تھے کہ اس قلعے کے قبضے سے ملک کا ایک حصہ گویا نکلے

دیرنگین ہوا درختا بھی ایسا ہی مگر جب انھوں نے بیتر شعاثر سنی کہ ترکی فوج ظفر موح آن پہونچی اور سامان جنگ سب

لیس ہو تو پاؤں تلے سے مٹی نکل گئی۔ روسیوں کے صرف ڈیڑھ ہزار آدمی اس قلعے میں تھے۔ قریب تھا کہ رسد کا سامان

بہم پہونچائیں مگر ترکوں نے اس قدر مہلت نہ دی۔

حضرت دزیر جنگ کی طبیعت داری کے صدر کے دارالسلطنت ہی میں بیٹھے بیٹھے اس قلعے کی فکر کی۔ دور

روسی اسپین جم جاتے تو کاناکشکل بھاروسوں نے ترکی فوج کے آنے کی خبر پاکرتوپین داغنا شروع کیں۔ دولہن

طرف مل متابین روشن ہوئیں اور توپوں پر تیان پٹنے لگیں اور وقتاً و ضناً کی آوازیں آنے لگیں۔

افسوس کمانیر نے دوچار سواروں سے جو اس قلعے کے حالات سے خوب واقف تھے طرح طرح کے سوال کیے اور

جوابوں پر خوب غور کیا۔

کمانیر۔ اس قلعے کے ارد گرد تو چار برج ہیں نہ۔ سوار۔ ہاں اور چاروں مضبوط۔

کمانیر۔ اور توپیں پڑھتی ہیں۔ سوار۔ جی ہاں ایک برج میں جو پورب کے رخ ہے برنجی توپیں ہیں۔

کسی قدر چمکا۔ علیقہ پاشا کا گھوڑا گرا۔ مگر وہ پھرتی کے ساتھ  
آچک گئے۔

آزاد۔ شاباش۔ بچے؟

بچے کہا ہی تھا کہ ایک سوار کا گھوڑا دوسرے گولے  
کے ٹکڑے سے دھم سے زمین پر آ رہا۔ اور میان آزاد کے  
کان کے پاس سے بھی ایک گولی سنسناتی ہوئی نکل گئی۔  
آزاد پاشا۔ این یہ گولی کمان سے آئی۔

ایک افسر۔ (غل جاکر) این! اگر قلعہ ڈویل جو تو گولی کمان سے  
آئی دور آئی۔

دوسرا افسر۔ بیشک ڈویل۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ پشت پر سے روسیوں نے  
بالٹھ مارا۔ دائیں۔ دائیں۔ دائیں تمام فوج میں  
کھل بیچ گئی۔

طرفین سے گولہ اندازوں نے گولے اتارے  
توپوں کے دھنکے کی آواز سن کر گاؤں والوں کا نہرہ آب  
آب ہوا جاتا تھا۔ اور آواز بگڑت اور بھی ستم دینا ہی تھی  
ترکی گولہ اندازوں نے چار گولے ایسے اتارے کہ ایک قلعے  
کے بیچ کو ٹھہار دینے میں ٹھکڑو کھٹا چھائی اور سبکی اس زور  
سے کونڈے لگی کہ گھوڑے بیقرار ہو گئے ترکوں نے باہر  
گولہ اندازی موقوف نہ کی مگر روسیوں نے جواب دینا بند کر دیا  
مگر روسی غمناک مقام میں تھے قلعہ انہیں مستحکم تھا صرف شکن  
توپ ستم کا توڑ کڑی تھی۔ اور ترک اس کے بغلک کھلے ہوئے  
میدان میں تھے۔ لیکن رسد کی قلت کے سبب سے  
روسی مایوس ہو رہے تھے ترکوں نے بھی جتنی بے صلحت  
سکوت اختیار کیا انہیں نہرہ ایک کا کڑواہٹ کی طرف قاعدہ

سے بھیج دیا تھا۔ تاکہ جیسی کا لہس طرف سے جنگ کرنے  
آتا ہے اس کا جواب دینے جائے مگر ان کو معلوم ہوا کہ وہ ٹھوڑے ہی  
آدھی تھے کھٹا چھاتے ہی قلعے میں ہو رہے ترکی فوج کا نپ  
رہی تھی کہ مبارک منہ پر سے تو بڑی تیری اور خرابی واقع ہو۔  
جائے ماخذ نہ پائے فتنہ رخ کا کوئی مقام نہیں۔ بارے  
خدا خدا کر کے صیغہ نہیں ہر سا مگر تمام رات بلی چمکتی رہی اور کالے  
کالے بادل آسمان پر نظر آتے تھے۔

اشنہ میں ایک شخص نے انکریاں کیا کہ میدان سے  
آدھ کوس کے فاصلے پر ایک جنگل ہے۔ آئین پہلے درندہ جانور  
کثرت سے رہتے تھے مگر فوج نے شکار کر کے جنگل کو خالی کر دیا۔  
اگر شب کو فوج وہاں ہی رہے تو منفی صورت ہو۔  
شکر کیا نیر۔ ایک جونیئر افسر اور بیس سوار جا کر موقع دیکھ آویں  
اور فوراً رپورٹ کریں۔

آزاد نے کامین جانا ہون۔ بیس سوار لیکر گئے اور  
خورا واپس آئے۔

افسکر کیا نیر۔ دیکھ آئے۔ ہوا چھا مقام۔

آزاد۔ بڑا کھٹا جنگل ہے اور فوج با تمام رات کو رہ سکتی ہے۔

ایک سوار۔ اس میدان سے کمین بہتر ہے۔

دوسرا سوار۔ جب ہم اس قلعے میں تھے تو اس جنگل میں خوب  
شکار کھیلے تھے مگر سلطان کا حکم آ گیا تھا کہ شکار محفوظ رہے  
اتہو جانور کا وہاں نام ہی نہیں ہے۔

تیسرا سوار۔ نہیں تو آؤ تاکہ ضرور مگر بہت کم۔

چوتھا سوار۔ اب اور بھی گھوڑوں کی ناپلون کی آواز سن کر  
بھاگ جائیں گے۔

افسکر کیا نیر نے حکم دیا کہ جنگل کے قریب چل کر ٹھہرنا۔

<p>فوج روانہ ہوئی۔ روسیوں کو بھی گونہاروں نے خبر دی کہ سر کی اس جنگ کی طرف گئے انسر کمانیر نے حکم دیا کہ دو سو سو مسلم ارد گرد پہرہ اور کٹ کے لیے چار سو آدمی مقرر ہوں اسکے بعد کچھ لوگ نہایت چھینی کے ساتھ سوئے اور اکثر بیٹھے ہی بیٹھے ادا کھنٹے لگے۔</p>	<p>وہو مہدا</p> <p>بیا اے خانہ نیرنگ پر داز نوائے میکشم در نشے مے بیا سازم دے جشن دل فرو زمن بشو کنون تفصیل روداد ہوس در خاطر خواہ پے ہشرد ز بعد شورہ چن بے ظریفان ہجوم کو دکان از ہر کنارہ غزل خوان شدہ ہمزہ باوی دل از یک طرف اندر صد بود ز طرف شعلہ آواز گل کرد ز طفلان حلقہ در دف تواری بناکہ ز اخلاط جازنا جاز بسکو خواہ طفلان میان تھا یکے در گوشمالی ہجو استاد مدار آتش نمودہ شد جو بیار اگر تاریخ ابن خاکہ شماری جو سال جہلش برسی سحاب ز جسم خواہ تھوڑے کمر</p>	<p>سرود شادیا نہ ساز کن ساز با مہنگ حجاز و نہانے کہ عقد خواہ بار دست لہرو کہ چون برجک یکہ تاخت آواز ہو اسے وصل روز دراز جاز روان شب بہرہ مادی خوشان ہاماناشانزدہ اندر شمارہ وے سیرک سوار توسن نے نوا ہی نہایت گوش آشنابود ہمدان نامیاس ساز گل کرد گردے پران میان دلتی سازی جل مابین طفلان شد بازار در پشت تو نشن رخاک اندا بکامدورس قربت فرقتہ داد بسکن راہ دادند آخر کار سہ بار اعداد خاکہ جمع آری زمن بشو اگر دانی مناسب بفرہ شانزدہ تاریخ بنکر</p>
<p>خاک کی شادی کا خاکہ</p> <p>خورشید دشت و دھالت کے مشرقستان میان بدیع ارباب ز ناشاد دودھلا کی خاک کی شادی کا حال نذر ناظرین محنتہ خصل ہو چکا ہے۔ چاند سی بیوی کی تناسے ہم آغوشی اور عین کرکوشی میں چاند کچی ہو گئی اوس ہی بڑی۔ مس روز تو ہتھ نہ چڑھیں مگر غم دالم کے تیر جگر دڑنے سین جاک کر دیا خوب بے بھاؤ کی بیرین۔ ٹو پر سے زمین پر ٹرھٹکی کھائی اور جگت ہنسائی جو ہوئی وہ کھاتے ہیں۔ دو بار دودھانے پرائے سر پئی شد جمائی مگر آندہ برائی۔ سیکڑن ارمانوں کا خون ہوا۔ خوبی کے دل میں کھپ گئی کہ ٹکڑوں کی شہادت سے اُسیر اوس بری نہ وہ منجوس اشعار زبان پر لاتے۔ نہ یہ جو تیان کھاتے۔ اپنے حافظے پر بھی دانت لگتا کہ رہ جاتے تھے کہ مسد کا نام کیون نہ یاد آیا بڑا غبا کھایا۔ سر دھتے تھے نئے چھتے تھے ہر فرجی کا ہنسا اور ہانسا مسند اکا زربے سکراناس گیل کا انگلیوں پر بچانا اور بھی ستم تھا خون بی کے رہ جانے تھے آت تک زبان پر نہیں لاتے تھے۔ اس استقلال کے قربان۔ اس محل کے حدتے۔ ایک شاعر غزلے معاشاد دودھلا کی خاک کی شادی کا خاکہ اڑا اور تاریخ شادی کی بطریق نذر پیش کی۔</p>	<p>سبحان اللہ کیا تاریخ بدیع ہے۔ پہلے جیم خواہ بیچے ج کے تین عدد۔ ۳۱ میں کا مجذور ۹۔ اور مجذور کر بیٹھے مجذور کا مجذور کیا ہوا۔ ۸۱ - ۹ x ۹ - ۱۶ - ۱۶ - ۱۶ - ۱۶ کہ اس مجذور کے مجذور بیٹھے اکاسی کو سولہ سے ضرب دو بفرہ شانزدہ کہا ہے نہ تو حساب یوں ہوا۔</p>	<p>۸۱ + ۱۶ - ۱۲۹۶</p>

خواجہ بدیع الزمان صاحب نے اپنا سر بیٹ لیا کبھی با شاعر پڑھے اور بیٹ ہی جھلٹائے۔ ٹھان لی کہ اس شاعر کی کسی وقت جب ذرا طبیعت ٹھکانے ہوگی خوب دل کو لکھ کر بھجورینگے۔ ٹھہر دوسی تو خواجہ بدیع جو اس سے بڑھ کر بھجور کر دے۔ ہم شاید شاعری نہ کر سکتے تھے۔ ہمیں جانے تو پڑی دیر کے بعد ہر سہر جی کے ایک آدمی نے دوسرا رقعہ دیا۔ سمجھے مس روز کا بخت نامہ ہے۔ لیا۔ جو ماہر برکھا۔ پھر جو سے لیے۔ کھولا۔ تو یہ قطعہ خواجہ صاحب کی نظر فیض اثر سے گذرا۔

قطعہ تاریخ شادی ناشاد دوولھا

جلت آشنا خواجہ نامدارا | چلے میاہ کرنے کو خوا کے خط  
سر راہ چہنیں سر بابک پر | فقط دوسر سو پڑین بے نقط

اب اور بھی جھلٹائے۔ مارے غصے کے منہ مٹانے لگا۔ ابن اور سنے ایک نشتہ دوشد بے نقط سنا ہے۔ اچھا سمجھا جائیگا۔ اور دوسو سو لہ کا یہ کون حساب ہے پڑین تو ضرور مگر دوسو سو لہ کس بھکوسے کے سر پر پڑین۔ سر نہ اٹھلے ہوا کہ جب دیکھیے ہاتھ پر رہا ہے اور سر راہ کس پر پڑین دروازہ پر سرسری واہون نے دل لگی دل لگی میں ہاتھ گر رہا تھا۔ شرک تھی وہ اور پڑین کس پر ہمیں ہی نہیں یاد ہے۔ وہ تو سر سہلاتے تھے۔

خوبی۔ (سہر سہر جی کے آدمی سے) یہ خط کون لایا تھا ہے۔

آدمی۔ بھکو نہیں معلوم۔ ہم نہیں جانتے۔

احمد نے سامنے آکر کہا یہ خط ایک شخص دے گئے

تھے کتبہ وقامت میں چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی۔ گاؤ دیدہ۔

رنگ کھٹائی ہے۔ ایک ایک بوجھ ایک ایک چھپرے کے برابر

خانا سان نے اسکا مطلب سمجھا یا تو خواجہ صاحب نے جھلکار

لکھا اسکا نام بھی کچھ یہ لگانا تھا۔

خوب تاریخ موزون فرمائی ہے۔ ایک زندہ دل ظریف طبع نے خوبی کے نام خط لکھا اور خط میں تاریخ بھی لکھ دی۔ خط کی عبارت سننے کے قابل ہے۔

ایسا انجلی۔ والسلام۔ کیسے مزاج قطع۔ کو پڑی کا حال تو کیسے کہ پہلی ہو گئی یا نہیں۔ بھلا کیوں صاحب۔ ایک پانوں تو آپ تبر میں لٹکا کے بیٹھے ہیں یہ شادی کا شوق لکھا ہے۔ اس بڑے بھگت کے ہدفے۔ ای لا حول۔ ای بھگتکار۔ اس عقل پر خدا کی مار۔ سہ

پیرے کہ دم ز غنیمت زندہ پس غنیمت ست  
دز شلخ کمنہ میوہ نورس غنیمت ست

منہ میں رات نہ بیٹ میں آنت اور چلے دو لھا بے پری کو جاسنے تم اور اس کلبان گلر خسار۔ نازک اندام طرحدار پر ریجھو۔ ای تیری قدرت۔ پہلے منہ تو بنواؤ۔ سہ

غالب ان سیم فنون کے واسطے  
جاسنے والا بھی اچھا جاسیے

یہ کوہ قاف کی پر بان دھیہ اور خوشرو جواون کے لیے میں باقم ایسے بونون کے لیے۔ سہ

بت کرین آرزو خدا کی کی | شان ہے تیری کیریانی کی

میان اس خیال خام سے درگدزو۔ ورنہ مفت میں اور پڑو گے۔ اپنی خاکی شادی کا خاکہ پڑھو۔ خبردار اب دھرخ نہ کرنا۔ میں بھی ہندی ہوں لہذا دیکھ نہ سکا کہ اس ملک کے باشندے سے تلو بنائیں اور ہم منہ دیکھ کر رہ جائیں۔ بننے سمجھا دیا اب تمہیں اختیار ہے۔ سہ

سمجھانے سے تھا ہمیں ہر کار | اب مان نہ مان تو ہے مختار

اس خط اور خاکی شادی کے خاتمے کو پھر بھگتکار

خوجی - اچھا ہم بھی، چھو کر نیلے - دیکھ تو سہی -

شاعرے آمدہ زہندستان  
خط ہنداشدہ زہوئل گم  
تم بہ اذن بدیع معنی رس  
ہو نہ کم روم میں ذفا مرزا  
ہجو کنا ہر آب شعرا مرزا  
کام میرا ہر دھال اوڑھو  
کئی پشتوں سے ہوں سیاہی  
گر زونجیر میں نسل جان دھو  
ایسے شاعر سے میں سمجھ لوں گا

راوی - اچھا بھان ایدر - ہونگا کتنا پیارا محاورہ ہے -  
خوجی کیا عمر و عیار کی زبیل ہیں - رسالدار کیدان بلم بردار  
شہسوار شتی گیر شاعر - کوئی فن خبر سے چھوٹا نہیں - اور  
طبیعت کستدر حاضر ہے - اہل علم زونفروز -

تھوڑی دیر کے بعد خوجی سوچے کہ دیکھیں مادہ تاریخ  
میں جو کیا نہیں - پہلے اس تاریخ پر غور کرنے لگے گویا تھوڑی  
تو جائینگے -

سربراہ چٹین سرپاک پر  
انے دل میں سوچے کہ دو سو سولہ کی قید کیوں لگائی -  
اس سے نہ سمت نہ عیسوی نہ ہجری سال نکلتا ہے - تاریخ کیا  
جیتان ہے اور جیتان کا حل کرنا کیا ہی نہیں سوچتے  
سوچتے زونجیر پشت پر نظر پڑی تو حل معما لکھا پایا -  
اسکی عبارت درج ذیل ہے -

خوجی صاحب کو کبھی پہلی بھی پوچھی ہے - آپ کا سرخ  
خوجی کا سرخ ہے نہ - اچھا سرخ کے کتنے عدد ہوئے - ۶۰۰  
دو سو سولہ سے قریب دو - تو کتنے ہوئے - ۱۲۹۶۰۰ -

مگر مطلوب ۱۲۹۶ ہے - یہ دو نقطے کہاں جائیں - شاعر  
کتاب ہے بے نقط دونوں نقطے اڑا دیئے - تو باقی کیا رہا -  
۱۲۹۶ - وہو المطلوب -

خوجی نے کئی بار اس پر غور کیا اور جب سمجھے تو دل ہی  
دل میں شاعر کی بڑی تعریف کی کہ گو ہمارا دشمن اور باجی  
ہو مگر بے نقط کی اچھی کمی - اب دو سو سولہ کا مطلب اتنی دیر  
میں معلوم ہوا - اچھا تو خواجہ بدیع الزمان بدیع جوبین بھی  
تاریخ کون اور اس سے بڑھکر - اشار ایدر کون بات  
ہے - ۵

بہر کارے کہ ہمت بشتہ گردد  
اگر خار سے بود گلہ ستہ گردد

### شہنوں

بیاسا قیا جانستان بیا  
بیاسانی گلبدن لاد رنگ  
بیاراحت می پرستان بیا  
بدہ جام اکشامر امید رنگ  
بہارست احرسانی گلغدار  
خدارا براندھی و سودا بیا

ابن دہ کے جام خورشید رنگ  
کہ بار دیان ادم آہنگ جنگ

صفت شگون کی جان در ورج معزز و مدح میان آنا فرج  
نے اس دشت بلا خیر میں شکاریوں کے ساتھ شب کو قیام کیا  
سبا ہیوں اور واردان نے اشجار سر فلک کشیدہ کے سایہ  
میں آگ روشن کی تاکہ رستان کی سرد مری بہا دس چڑھائے  
اور فوج نفر موج باد خنک کے جھوکوں سے نجات پائے ادھر آگ  
کے شعلے بھڑکے اور دھرمغان خوش بھان نشین اور آشیان  
زمین پر گر گئے - جن لوگوں کے دل چوٹ کھائے ہوئے  
تھے انکو ان بے زبانوں کی حالت نار پر رحم آیا بھجوت کے

طیور ذی شعور کو اٹھایا مگر ان میں طاقت پرواز نہ تھی۔ بعض پرندے میں ہر قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ بعض بعض شکم بندہ اگرستہ چٹمون کے جڑیوں کو کھون کھون کھایا۔ جو کھوٹے لے بچے کی شانوں پر تھے وہ شعلوں کی گرمی سے جل جھن کے خاک سیاہ ہو گئے۔ وہاں سے میدردی کوئی ناپے کسی کمر جلع۔ اکثر تاشانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی کباب ہو گئے۔

آشیانہ نہ فقس میں نہ جمن یاد آیا

آنکھ کھلنے بھی نہ پائی تھی کہ عیاد آیا

اپنے آرام اور اپنے ذاتی کے لیے حضرت انسان ان بے زبانوں پر کیا کیا قسم دھمکے ہیں اور بانہم اشرف المخلوقات ہونے کا دم بھرتے ہیں اپنے منہ میان مٹھو۔ طوطوں کو درازا سے بچرون میں بند کر کے بنی جی بھیجو اور دست گردت چڑھاتے ہیں۔ یہ کچھ اس خیال سے نہیں کہ طوطے بھی بہشت باسگ کی ہوا کھائیں بلکہ صرف اپنا دل بہلانے کے لیے تاکہ ان کے ہرے پر دربال اور انکی لال لال چوچ اور پیاری پیاری بولی دودھری اپنا غم غلط کریں۔

میان آزاد کا دل بھرا یا پہلے تو خون پی کر رہ گئے۔ مگر ضبط نہ کر سکے اور ہرے کے جانوں کی طرف مخاطب ہو کر یوں کہنے لگے۔

ایسی بیک بھائی تو تم سب جان کفت میدانی زار میں آئے ہو مگر پوری پوری امید نہیں کہ موچے سے زندہ داس جا۔ ایک خیمے کے برابر گولی ہمارے زمین ندگی کے مجلس دانے کو کافی ہوتے آؤ نہیں شاید ایک بھی ایسا ہوگا جس کا کوئی غر زور شہ دار نہ ہو۔ دوست تو غمگسار نہ ہو کسی کی پیاری چاہتی ہوئی راؤ کو خواب سے چو

چونک پڑتی ہوگی کہ ہاے میرے پیارے شوہر کا کیا جانے کیا حال ہوگا کسی کی بوڑھی ماں کا دل روتا ہوگا کہ خدا جانے اپنے نور لب نعت جگر کے دیدار سے شاد ہوں یا نہ ہوں۔ کسی کا بھائی دن رات دست بدعا ہوگا کہ بار خدا یا میرے توت باتو کو میدان جنگ سے صحیح سلامت لاکسی کا دلی دست اجناں میں ہرے شوق سے دیکھتا ہوگا کہ فلان رحمت کمان پر ہمارا یار وفادار تو بخیریت ہو کوئی اپنے پیارے شے اپنے دل کی راحت اور زندگی کے چین کو یاد کرتے آشفہ حال ہوتا ہوگا کہ خدا کرے ہم اس جنگ میں بیخ جائیں۔ مگر اس وقت ان بیکار بیگناہ جانوران صحرائی کی حالت زار پر کسی نے رحم نہ کیا۔ ہاے یہ بھاری بھاری عقل یا شعور کے موافق کس کس ناز و نفم سے اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہوئے ہمیشہ ہی کوشش رہتی ہوگی کہ چاہے وہ خود جائیں مگر انکے بچوں پر کچھ نہ آنے پائے۔ ہاے یہ خبر ہی نہ تھی کہ گھوٹوں ہی میں وہ بیگناہ جل جل کے کباب ہو جائیں گے اور انکھ بھی اچھی طرح نہ کھولنے پائیں گے۔

تو اے کو تو رام حرم چہ میدانی

طلبدن دل مرغان شہ بر پارا

تم لوگوں نے انواع اقسام کی بدعتوں سے انکی جان لی یہ میان سوار جو میرے سامنے بیٹھے ہیں انھوں نے جانور کی ایک ٹانگی اور شعلے کے قریب لے گئے۔ وہ عجیب رہ پھر پھرنے لگا تو حضرت کو یہ دل لگی سی جھی کا چوچ پیکر کر جیتے جی آگ میں ڈال دیا۔ اتفاق سے وہ ایسے مقام پر گرا جہاں آگ بہت کم تھی اور کئی منٹ میں تڑپ تڑپ کر اسکی جان نکلی۔ ایک سائیس ٹانگ ہاتھ میں پھر پھرتے ہوئے



جان کو بھونا۔ اُت ری بر جی۔

حسن اتفاق سے حضرت کما نیر بھی چپکے چپکے بیان آزاد کی تقریر سننے جانے تھے جب بیان آزاد نے پچھلے تودس بار آدیوں نے بھونے ہوئے جانوروں کو اٹھا کر بھینک دیا اور سخت خفیت ہوئے انکی تقریر سحر خیر نے برا اثر کیا۔ اسکے بعد آزاد نے انکی بڑی تعریف کی۔ شاباش جوانو۔ ہمدردی کے یہی معنی ہیں حج این کار نواہد مردان خبین کنند + شجاعت اسی کو کہتے ہیں جو رحم دلی نہیں وہ شجاع نہیں۔ وقت ستخیر ہی کوشش کرنا چاہیے کہ غنیمت بید۔ رینج تہ تیغ رین گوہ ایسا آثار ہیں کہ کالم کے کالم ڈھیر ہو جائیں گوئی ایسی جلاہن کہ ایک بھی زندہ نہ باقی رہے مگر جب دشمن کو عاجز کر دیا تو اسپرستم روانہ ہیں۔

مردی بنو قتادہ را پائے زدن

گردست قتادہ بگیرے مردی

افسر کما نیر۔ کوئی ہے۔

پہرے والا۔ حافر۔ حکم۔ سب بلیس ہے حضور۔

افسر کما نیر۔ یہ کون بول رہا تھا ابھی بھی کون بائیں رہا تھا

پہرے والا۔ خداوند ایک جو نیر افسر رہا ہیں۔

بیان آزاد باشا۔

افسر کما نیر۔ اچھا آزاد باشا کو کہو کہ اگر تکلیف نہ تو

ذرا ہانگ آئیں۔ پھر جاے جلد چلے جائیں۔ اور اگر

تکلیف ہو تو خیر۔ کل کھدینگے۔

آزاد۔ میں خود حاضر ہوتا ہوں۔ (قریب جا کر)۔

ارشاد فرمائیے۔

افسر کما نیر۔ ہم آپ کی تقریر سے کمال محظوظ ہوئے اور

ہم بہت جلد آپکے لیے کوئی عمدہ عمدہ تجویز کرینگے۔ آپکی تقریر ترجان دل ہے۔ آپ بڑے جری اور مستقل مزاج اور شجاع افسر ہیں۔

آزاد۔ (آداب عرض کر کے) میں حضور کی نوازش کا کمال شکور ہوں۔ میں کچھ عہدے پانے یا دولت حاصل کرنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ غرض صرف یہ کہ کڑکی کے تام برجان دون۔

افسر کما نیر۔ شاباش حج۔ آفرین بادربین بہت مراد تود۔

حاکم اصغر حسن شرانواہب۔ جزاک اللہ الدارین خیرا

اب آپ جاگے آرام کریں صبح کو پھر غنیمت سے مقابلہ ہے۔

بیان آزاد آداب عرض کر کے اپنی جگہ پر واپس آئے

اور ایک درخت کے سایہ میں لیٹے ہی آنکھ لگ گئی۔ فوج

دن بھر کی تھکی تو تھی ہی جو لیٹا اسکو فوراً نیند آگئی۔ اب

کوئی پانچ گھنٹہ رات باقی رہی ہوگی کہ ایک نیا گل کھلا۔

بہت قریب سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی تو سبکے

سب بدحواس ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ خیریت ہے خیریت ہے

خیریت ہے۔ یا الہی خیر کیجیو۔ یا خدا مدد دے۔ اہم حفظنا من

کل اہلیات۔ افسر اور سوار سب حیران و پریشان سمجھ گئے

کہ روسیوں کی فوج آگئی۔ ہاتھ پاؤں بھول گئے اور بات

ایسی بھی خوب جانتے تھے کہ غنیمت سربران موجود ہوا۔

اب کوچہ گزیر بھی نہ ہیں۔ اس محکم میں بھلا کیا ہو سکیگا

تن تقیر جلدی جلدی سلجھ بونے لگے۔ افسر کما نیر چلائے

کی فوج کی غفلت پر دانت پیس پسکیر رہ جاتے تھے۔ مگر فوج

کو با دز لبتہ دھارس دیتے جاتے تھے کہ گھرانے کی بات

نہیں ہے۔ اطمینان کے ساتھ کمر کسوا دیشٹ تو سن برا کر

علیم سے مقابلہ کرو اور مردانہ وار لڑو۔

اتنے میں سوار کچے بر آ گئے۔ ارے! بالاول ولاقوہ۔  
بڑا دھوکا ہوا یہ تو ہماری ہی فوج کے سوار ہیں دیکھا کہ  
بچا جس سوار ملائے کے آئے ہیں۔  
افسر کمانیر۔ (استفصال کے ساتھ) کیوں کیا خبر لائے ہو  
خیریت ہو؟

سوار۔ خیریت اسی میں ہے کہ جعفر راجہ جلد ممکن ہو تیار  
ہو جائے۔ دوسری آن ہو چکے۔ بس اب چھاپہ مارا ہی چاہئے  
ہیں آئے داخل ہیں۔ اب دیر نہیں ہے۔  
افسر کمانیر۔ سب لیس ہو جاؤ۔ کچھ بردہ نہیں۔ آئے دو  
آئیں آئیں۔ شوئی سے آئیں۔ ہم بھی مستعد ہیں۔

اس استفصال کے قرآن۔ جنرل ہو تو ایسا۔ کس  
مستقل مزاجی کے ساتھ فرماتے ہیں کہ کچھ مضائقہ نہیں آئے دو  
نوراً حکم دیا کہ یہ سوار بلا کٹ کے سوار دن سے جا ملین اور  
کہیں کہ وہ روس کے لشکر سے تب تک مقابلہ کریں ہم بھی  
لگ کر کوہو پونچے ہیں مگر دوسرا یہاں رہیں۔ دوسرا جب حکم  
افسر کے پاس رہے باقی گھوڑے گڑ گڑاتے ہوئے بکٹ کی  
فوج سے جا ملے اور حکم سنا دیا۔

ادھر کمانیر نے اُن دونوں سوار دن سے سوال کیے۔  
افسر کمانیر۔ دوسری فوج کس طرف سے آئی ہے۔  
سوار۔ حضور سامنے سے۔

افسر کمانیر۔ کیا قلعے کے دروازے سے آئی ہے۔  
سوار۔ نہیں حضور وہ جو دروازے کے رخ سے آئی ہے۔  
ایک تہ خانہ ہے اس تہ خانہ میں سے زینہ لگا کر آئے اور  
میدان میں نکلے کی دیوار کی آڑ میں ٹھہرے اور گھوڑے

اُس رخ سے باسر نکالے۔

افسر کمانیر۔ یہ کسی معتبر آدمی نے بیان کیا ہے۔  
سوار۔ ایک سوار کا فوج کے ایک جولاہے کے ساتھ خبر  
لانے گیا تھا اسی نے بیان کیا۔ خبر بہت صحیح ہے۔ اس میں  
کسی طرح کا فرق نہیں ہے۔

افسر کمانیر۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ تہ خانہ اور برج اور  
یہ سب اہم علم کچھ ہے۔ تم نکلے۔ ورسے فوج میں نوکر ہو۔  
ہوے کوئی دو چار بیٹھے۔

ایک سوار۔ بس جنگ سردیہ سے ہم فوج میں بھرتی  
ہوے ہیں۔

دوسرا۔ خداوند! میں چار برس سے نوکر ہوں۔  
مگر میرا بکٹ اس طرف نہ تھا۔ ذرا فاصلے پر تھا۔ میں نے  
نقطہ اتنا سا کہ دوسری میدان میں جمع ہوئے اور قلعے سے  
نکل آئے۔ مگر دوسرا علم بھاگنے کی نیت سے نکلے ہیں یا  
شجون کی نیت سے۔

احمد پاشا۔ ساتھ ستر سوار دن کو بھیجنے ہی کی کیا  
ضرورت تھی بھلا۔

افسر کمانیر۔ نہیں یہ تو دانا کی تاکہ تاہون کی آواز  
دور ہی سے جہاں کر دے یہ تو اچھی بات کی۔ نوراً کوچ ہو۔  
سب کا کالم آ رہا ہے۔

کمانیر نے ادھر ادھر گھوڑا بھیر کر فوج کو ایک نظر دیکھا۔  
اور کمانیر دو تو ہیں ساتھ جلیں اور باقی کی حفاظت کے  
لیے دوسو سوار بیان ہی رہیں کافی ہیں۔

یہ حکم دیکر فوج کو کوچ کی اجازت دی۔  
ادھ کو س پر فوج لگی ہوئی کہ ایک گونبد سے

آکر بکٹ کی فوج کا خط علیقو پاشا کو دیا، انھوں نے چڑھاؤ لکھ کر کے چلے گیا۔ مضمون یہ تھا۔

روسی ہمیں لڑنے پر آمادہ ہیں۔ اب انکی طرف سے توپ دغا ہی چاہتی ہے آپ کی فوج دو طرف سے گھر گئی ہے۔ روسی فوج کا کالم اس جنگل کی پشت پر بھی ہے۔ وہ اور دوسرے حملہ آور ہو گا اور قلعے کی فوج جو باہر بھی وہ پھر اندر چلی آئی یا شاید وہی فوج اس طرف چلی گئی ہو۔ بہر کیف اور دوسرے قلعے سے توپ دغا کی اور دھڑ بٹ پر سے بارود چلیگا۔

کمانبر نے کل فوج کو یہ مضمون سنایا اور کہا جنگل میں تو ہمارے سوار موجود ہی ہیں روسی فوج کے کالم کو بخوبی روکینگے اور توپیں بھی ہیں بکٹ کی فوج کو اپنے پاس بلا لینا چاہیے تاکہ قلعہ سے جو کالم آئے اس سے ہمیں ضرر نہ پہنچے۔ یہ لکھ فوراً بکٹ کی فوج کے پاس حکم بھیجا کہ تم معاً ہمارے کالم سے ملو۔ اگر روسی فوج میدان ہو تو بارود بھلا دو۔ ہم سمجھ جائینگے قلعے میں ہو تو معاً بھلا دوں گے۔ فوراً ہمیں ملجا اور باہر ہو تو بند و قین سر کر دو خبر دار ہڈیاں نہیں۔

تھوڑی دیر میں بکٹ کی فوج اپنے جنرل کے کالم سے مل گئی مگر قلعے سے توپ کی آواز نہ آئی۔ کمانبر نے اپنے اسٹیشنوں پر مشورہ کیا۔ اور بہت جلد یہ اسے قرار پائی کہ جو سوار جنگل میں ہیں انکی کمک اس وقت ضرور ہے۔ جنرل نے نصف فوج تو اسی میدان میں چھوڑی۔ اس حصہ فوج کے پاس صرف دو توپیں تھیں۔ باقی تمام فوج لیکر چلے ہی گئے کہ جنگل کی طرف سے دین دانی کی آواز میں آئے لیکن۔ جنگ شروع ہو گئی۔ کمانبر نے ایک فلائنگ کالم سپر کی آزاد پاشا

جو نیرا نیر رسالہ روانہ کیا۔ فلائنگ کالم فوج سے تیز جاتا ہے۔ عجلت یہ بھی کہ سواروں کو دھارس ہو اور ملک دست سے پہلے ہی پہنچ جائے۔ اب سینے کے دو سواروں میں سے ہر ایک سینہ دے دین میں میں زخمی اور دوسرا ضائع ہو چکے تھے۔ اور چھ گھوڑوں پر گویا نیر تھیں یہ لوگ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ مگر دوسری فوج بہت بڑھ آئی تھی روسیوں کی طرف طرف دس سوار زخمی ہوئے اور دوسرے جسمیں ایک افسر تھا۔ آزاد پاشا کے کالم نے سواروں کو مدد دی۔ اور طرفین سے بند دین دغا لگیں۔ نیر نیرا نیر تھی روسیوں کے دو سوار جنگل کے ایک اور سمت پر سے آکر اس کالم پر گرے اور اب مصیبت یہ تھی کہ اور دوسرا بڑھ پر بارود بھری تھی اور دوسرا لوہار کی تڑائی دست بدست شروع ہو گئی۔ جب تک جنرل کا کالم ملک کو آئے روسیوں نے کسی قدر غلبہ حاصل کر لیا اور ان سواروں میں چاہی باقی رہ گئے تھے کہ جنرل فوج ترکی بھی دھم سے آگودے۔ پھر کیا تھا۔ روسی فوج کا جو کالم آگے بڑھا تھا اور جس سے دست بدست جنگ ہوتی تھی اسکو ترکوں نے کاٹ کر پھینک دیا اور اور دھڑ آزاد پاشا کا کالم بڑھا تو روسی فوج نے اس سے مقابلہ کیا تو بھڑائی پر ملک روسی غالب رہے مگر آزاد پاشا کمال سہاوت بڑھتے ہی گئے انکا فرس و غالبہ سب سے دس قدم آگے جاتا تھا جب روسیوں نے دیکھا کہ ترکی فوج آن ہی پہنچی تو دریا میں گھوڑے ڈال دیے۔

یہ وہ دریا تھا جس سے نہرین کنگر قلعہ معلی کے ارد گرد جاری تھیں اور ہر دسویں نے دریا میں گھوڑے ڈالے اور ترکوں نے بارود ماری۔ روسی پلٹ پڑے اور کمال شجاعت

ترکوں کی فوج ملک آگئے۔ لیکن نصف سے زیادہ کو آزاد باشا کے کالم نے فی النار کر دیا۔ اس مقام پر روسیوں نے بڑی جالا کی کئی بھی وہ خوب جانتے تھے کہ اگر دیا سے باہر نہیں آئے ہیں تو ترکی رسالہ ہمارے ایک سوار کو بھی نہ چھوڑے گا اور اب اسی دریا میں قہر ننگ ابل ہو گئے۔ لہذا دریا سے گھوڑے نکالے اور برسر مقابلہ آئے۔ جب روسیوں نے دیکھا کہ نصف سے زیادہ مردان کاری کام آئے تو تلواریں سوت گھڑے کر چڑھ دوڑے۔ ترکوں نے اب بھی بدوق ہی سے کام لیا اور نصف کے قریب باقی ماندہ روسیوں کا بھی ویران ہو گیا۔ ترکی فوج اس مقام پر نہایت استقلال کے ساتھ لڑتی۔ اب روسیوں کو کوئی سوا سوا آدمی باقی رہ گئے وہ بھی جان بکھریں ترکوں پر اگر سے۔ تلوار کی لڑائی شروع ہوئی۔ بین روسیوں نے آزاد باشا کے گھوڑے کو زخمی کیا مگر وہ رے آزاد۔ ایک روسی نے گھوڑے کے پیچھے برتواری لگا لی تھی کہ آزاد نے ٹکرا ہوا ہاتھ دگایا تو بھٹکا۔ آزاد ملک کھل گیا۔ دوسرا چھپا آئے تاکہ کے سر اڑنا جا ہاتھ لگا ایک ترکی سوار خود روسی کا سر بھٹکا سا اڑا دیا۔ روسی نے بڑھکڑا کر گھوڑے کی ٹانگ پر ہاتھ لگایا اور گھوڑا تڑپ کر دست بچ قدم پیچھے ہٹا مگر ایک ترک نے روسی کی دونوں ٹانگیں ایک ضرب شمشیر میں اڑا دیں۔

الغرض گھوڑے ہی عرصے میں ترکی فوج نے فہیم کو کاٹ کے پھینک دیا اور جنرل کے کالم سے جا ملی تین سو تہہ و تین دوستو تلواریں اور پچیس گھوڑے ترکوں کے ہاتھ آئے۔ قلعہ کے لشکر ویتہ نے جو اس شکست کی خبر سنی تو ہاتھ پاؤں بھول گئے سٹیچی سٹیچی سب بھول گئے۔ چال تو اچھی چلے گئے

مگر سپہ سالار افواج ترک نے کئی سیکڑوں آرزووں کا خون کیا۔ بکٹ کی فوج قلعہ کے پاس چھوڑ کر خود جنگ کی طرف چڑھ دوڑا اور ایک فلاینگ کالم فوراً روانہ کر دیا جب آزاد باشا واپس آئے تو سپہ سالار نے کئی تعریف کی اور کہا کہ سپہ سالار کی علامات کے سبب سے مناسب معلوم ہوا کہ آزاد باشا ہی بھیجے جائیں۔ اس کے بعد حکم دیا کہ بکٹ کے سواروں سے قلعے کی فوج کا حال دریافت کرنے کے لیے سوار بھیجے جائیں فوراً تعمیل حکم ہوئی اور سواروں نے انکار کیا کہ قلعے سے تمام شب ایک پ بھی نہیں دے گی۔ مگر اگر گد کے قلعوں میں کئی بار دن ہتھ میں سون ہوئی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ افسران فوج و دربار کے ذریعے سے جنگ کی کیفیت دیکھتے ہو گئے۔ ایک بار کوئی چالیس سوار دریا کے اس باز نظر آئے تھے۔ شاید وہ ملک کو جاتے ہوں اور شاید اور سوار بھی آگئے پیچھے ہون گھر بکٹ کی فوج نے زہر گویاں چلائیں وہ وہ بھاگ کے قلعے میں چور ہے اور جنگ کی فوج کو روسی مدد نہ پہنچا سکے۔ میان آزاد کا سینہ فرط غم سے باغ بلخ بھرا۔ غش برین پر دغ تھا۔ جاے میں پھولے نہیں سماتے تھے۔ کھلے جاتے تھے کہ آج ہلی فتح پائی۔ اور ہمت مردانہ اور باری طالع سے روسیوں نے شکست کھائی اب کچھ کچھ انا سر خود اڑا ہوئے۔ کمائے قلعے کے حالات کی تحقیقات کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کیں۔ فوج اب بے مقام پر بھڑکی تھی کہ حتی الوسع روسی کو سے دھاتک پہنچے ہاتھ علیقو باشا۔ کل شام ملک اشارہ قلعہ بھی خالی کر اپنے گھر مقبوض قلعہ پر۔

احمد باشا۔ کیا تم نے کبھی اس قلعہ کی سیر نہیں کی ہے ہم تو کئی بار جا چکے ہیں۔

آواز پاشا۔ اب شام تک انشاء اللہ اس قلعے کی سیر کر رہے ہوں گے۔

اسکی عظمت کے تو ابھی سے ہم قائل ہو گئے اور سنا ہمیں ایک بہت بڑی توپ ہر جگہ پیشانی پر لکھا ہر صبح برسے ندی ازمین کے آتش در دہن دارم۔

احمد پاشا۔ مگر ایک بات یاد رکھیے گا جب کبھی غنیم سے میدان میں مقابلہ ہو تو اسکو یہ موقع نہ دیجیے گا کہ ایک حصہ فوج بلکہ کسی جانب سے آپکی بقیہ فوج پر جا کر جیسا کہ آج ہوا۔ یہ عیب ہے۔

آواز پاشا۔ سنیے تو کہ خاص باعث کیا ہوا۔ ہم فشیب میں تھے غنیم بلندی پر وہ جگہ بخوبی دق کو سکنا تھا۔ مگر ہم کچھ نہیں کر سکے تھے تو میں جان پر کھیل کر بڑھنا گوارہ سب کے سب خاک و خون میں لوٹتے ہوئے۔

احمد فخر پاشا۔ توضیح ہے۔ ہکو یہ نہیں معلوم تھا۔ ہم اور علیق پاشا تو دیکھتے جانتے تھے۔ مگر کچھ کارروائی نظر آتی تھی۔ انہی میں نہ لگا ہو گیا۔

کیونکہ نہ ہمیں سنکر حال دل عاشق کو کم سن میں وہ کیا جا میں لان کسے کہتے ہیں

اکی خبر کچھ۔ آج بڑی بگم صاحب کے او ان فلک تو مان کی متابی پر بیرون کا جھگڑا ہے طوہ نظر آتا ہے۔ اسی یہ اندر کا اکھاڑا ہے یا پھر ان ہشتی زمین پر آرائیں جہاں آرا جادو کا گیتی آرا شتری خصال حسن آرا عالم نور آرا با فرق۔ سپر آرا زرق برق۔ چارون نور۔ چارون نوخیز نگاہیں شارت آشنا ادائیں دلاویر۔ وہ جامہ داری وضائیاں اور کلین دلائیاں۔

وہ تعلق چال وہ گورے گورے گال کہ عابد شب زندہ اری بھی قلیا نام ہو جائے۔ آہو چہون کی چھل بل بکھا کر ام ہو جائے اور یہ شعر زبان پر لائے۔ سہ

بغضتم بتما کردی چہ کردی | دم درد آشنا کردی چہ کردی  
اتنے میں شہزادہ عالی کمر ز ہایون خر کے ایک مصاحب خاص نے اپنے آٹاے نامار سے جا کر کہا حضور زرد کو مجھے پو تشریف لائیں۔ سانسے واسے عکس پر بیرون کا تخت آتر آہا ہی اسی بیاری بیاری صومین خیال نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی ہو گئی۔ خصوصاً ایک تو بس جھلا جا رہے۔ سہ

بستے رنگیں واسے سرو قد سے یا مکن بوسے  
چولہا نشین دی جو سنبل مو پریشانی

ہایون فرکی یا چھین کھل گئیں۔ بت ماہ سپاہبر آرا کے درد فراق میں شب در در سر دھنتے تھے یہ نوید محبت خیر اور خرد طرب انگیز سنکر جان میں جان آئی۔ فوراً سر سے اکھوٹ میں آنسو بھرتے دھرتے ہوئے کو مجھے برائے۔ اور آتے ہی یہ شعر حسرت باز زبان پر لائے۔ سہ

بدام زلف دم را شکار خود کردی  
ترجے مکن اکون کہ کار خود کردی

چارون ہتھین دری کی موج زلی اور روانی کے خبر سے لوت ہی نہیں اور یہ خبری نہیں کہ عاشق زار معروف نظارہ بازی ہے۔ شہزادہ دلدادہ نے با دار بلند عین جات بتیابی میں اس بیت کو جسکے ایک ایک لفظ سے حسرت چٹکتی ہے ترجمان دل کیا۔ سہ

ماہیں وہ دل عین مرا | یا شنو ناہ حسن من مرا  
یہ شعر سننے ہی وہ چارون حرار ہو کر نظر سے اوجھل ہو گئیں

ع۔ عشق کے صدمے اٹھانے کو جگر بھی چاہیے۔ ۵	ہمایون فر۔ ہاے اس زبان کو کمان بند کروں۔ حرف عشق زبان پر آتے ہی آنکھیں اٹکو و ہونڈ بھٹ لگیں۔ اور کاش چپ ہی رہتا تو شاید کچھ بردار دور ہی سے آنکھیں سیکنے میں آتیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئیں ہاے اگر ایسا ہی پردہ تھا تو آنا ہی کیا ضرور تھا۔ ۵
عاشق تو موہے پر میرزا کی نہ گئی سراپا کرٹی میان اٹھائی نہ گئی	اس سحر میں میں ہم تو نثار کوئی دم میں اسد سلاست رکھے اٹکو وہ جہان ہوں
میرزا ہمایون فرجعت ہی پردوزا تو مجھ کے اٹکے دست نواب احمد مرزا صاحب نے سمجھا یا کہ اٹھ کرے میں بیٹھے۔ وہاں سے بھی تو نظارہ جمال ممکن ہو۔ ہمایون فر۔ یہ سچ ہو مگر بندہ نواز۔	رفیق۔ خداوند یہ بھی ایک شونہ بھی۔ ع۔
ایمن رضوان بھی جو بیٹے تو نہ جان بوجھ تھن گیا تو جہ جانان کا ارادہ دل میں	معتوق بن نہیں اگر اتنی کچی نہو
سمجھا بھلا کر کے میں لکھے۔ شہزادہ بلند ارادہ نے کہا آپ کوئی باگل نہ سمجھ لیجے گا مگر کیا کردن دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ سیکرڈن ہی تدبیر میں تین گرتے پر نہ جڑھیں۔ نواب صاحب نے کہا بھائی کچھ حیرت بھلا وہاں کسی کا گڑہ کو نہ کر ممکن ہو۔ اس خیال سے دگر د۔ ورنہ مفت میں جگت ہنسائی ہوگی۔ ع	ہمایون فر۔ ہمارے درد دل کا تو کچھ علاج کریں۔ کہا عشق بھی چپائے سے چھپتا ہو۔ رفیق۔ یہ سچ ہو۔ ۵
جرا کارے کندہ غافل باز اید شیمانے	سادگی سے سخن عشق در گوش نہیں ابھی کم سن ہیں کسی بات کا کچھ گوش نہیں
شہزادہ۔ بھائی میں تو نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بھی کوئی گناہ ہو۔ نواب۔ و اسد تو پھر یہ ہاے ہاے کا ہے کی ہو یہ کون مشکل بات ہو۔ شہزادہ۔ ہاے مشکل تو یہی ہو کہ آسان نہیں۔ آپ ہی ہماری مشکل آسان کیجیے تو جانیں۔	اتنے میں شہزادہ خون در حکم بقوار و مضطر کے ایک دلی دوست آئے مرزا ہمایون فر نے بادل سر دواہ بردار اپنے عشق اور انکے استغنا کا حال کہنا یا۔ اور پھر ٹھنڈی سانسین پھر لگے دوست نے مسکرا کر کہا آپ عاشق تو موہے مگر ذرا ہر محل نہیں۔ ہمایون فر نے اُسکے جواب میں یہ شعر پڑھ دیا۔ ۵
نواب۔ میں بیڑا اٹھانا ہوں۔ اٹھو ارے کی صلت دیکھے	عاشق سے بھی ہوتا ہو کہیں صبر و تحمل اس بات کو کہتا ہو جو آتی نہیں مجھ کو
سب زیادہ نہیں۔ شہزادہ۔ ارے یار تم جھٹلاتے ہو۔	ہمارا عشق ہی ہماری جان کا گاہک ہو نہ لکاسودا ہو لگی نہیں ہر آنکے دست نے کہا صبح ہو کر عشق اور ضبط لازم و ملزوم ہو۔
نواب۔ کیا خوب۔ اس وحشت کے صدمے۔	دعویٰ جو عشق کا ہو تو فرما دے کس لیے یہ ہاے ہاے احوال ناشاد کس لیے

آپ ذرا صبر تو کیجیے۔

شہزادہ - وہاں بس ہی تو مشکل ہے سنا نہیں۔

بکواسے کبر عاشق رہ گیا بلکہ ارہ عشق دھبوری شکر نہایت

نواب - حضرت سیدے وہ جہاں سنے اور پڑنی کتابوں میں

پڑھتے آئے ہیں کہ عاشقوں کا حال ابتر ہوا ہے اور شہزادوں

نے تاج و تخت پر باہر دی سے لات ماری اور توستے کی زبان

کسی شہزادی کے حسن گلو سوزی کر گامی شکر جنگل اور

کوہ دہانوں کی راہ کی اور دہان ساحر طے آئے کما آنکھ بند کر

آنکھ بند کی اور منزل مقصود بردن سے داخل ہو گئے اور دہان

ایک دیو سے مقابلہ کیا اور اسکو نیچا دکھایا اور بادشاہ نے پوچھا

بول کیا مانگتا ہے کما ہم صرت یہ جانتے ہیں کہ شہزادی کے

ساتھ عقار ہو یہ تو سب دھوکا ہے حسب عقل جب عادت

و دنوں طرح محال ہے لیکن اگر ایسے ہی آپ خود ذوق ہیں

فکر کرو دلگا۔ آپ مطمئن رہیے۔ آپ بادشاہ کی نسل سے ہیں اور

ماشاۃ الحدیث خوبرو کم سن تربیت یافتہ ہونا خوش سلیقہ

متمول وجہ کیا نہ شادی ہو اور محبوب مطلوب نہ ملے۔

شہزادہ - آپ کی تقریر وہ کچھ دار ہوتی ہے کہ جادو بھی

اسکے مقابل میں گر دے۔

نواب - کیا اچھے دار تقریر کیا منی۔ اسی میں کل ہی تو

فکر کرتا ہوں۔

شہزادہ - کچھ ہنسنے اتنے دنوں خاک چھان کر بیا کچھ آب

اب نہ دیر کر بیٹے۔

نواب - گستاخی معاف آپ کی تدبیر تو خالی از جنون نہ تھی

اور ہم ایک قرینے سے چلیکے۔ تدبیر تدبیر میں بھی زمین

آسمان کا فرق ہے۔

شہزادہ - ہنسنے تو وہ دہ فکر کی کہ آپ کے دم دگمان میں تھی

نہوگی۔ عورت کا بھیس بدل کر اُسے مل آئے اور پھر اپنے ظاہر کو

کہ ہمایون فرمیں ہیں۔

ان مقاموں پر مقدر نے کچھ پہنچایا

منزلوں مجھ سے مرے دیکھ دگمان دور رہے

نواب - لاجل ولاقہ۔ یہی تو باطل میں ہے آپ کا۔ بھلا

کسی کے بیان سے طر جانا کونسی دانا کی ہے جب ہی آپ سے ڈ

کھٹکی ہوئی میں سمجھ گئی ہوئی آدمی ضعیف ہے۔

شہزادہ - ارے یار جو جاہلو کہ لو۔ مگر دکا حسن چکی ہوئی

دیکھیں تو ہزار جان سے گاہک کیوں ہوں۔ اسکو جنوں کو یا

نظر تیا سودا۔ ہم تو یہ سودا ضرور خریدینگے۔

وہ کیسو تنگین مری آنکھوں سے نہان ہے

سودے کا سا عالم ہے نہایت حقان ہے

و اند آنگہ بھر دیکھا بھی نہ تھا کہ نظر سے نہان ہو میں۔

اور تو یہ بائیں ہوتی تھیں اب ادم کا حال سنے کرنا مر

کو دیکھ کر چاروں بریان شوخی اور ادا کے ساتھ طرارہ بھر

نظر سے غائب ہو گئیں۔

حسن آرا اور سہرا تو ہمایون فر سے خوب واقف تھیں مگر

جان آرا اور گنتی آرا نے دانتوں کے تلے انگلی دبا کی اور تیر

ہو کر یون بائیں کرنے لگیں۔

جہان آرا - اے کون تھا۔ شکل صورت سے تو کوئی نہیں

معلوم ہوا ہے۔

حسن آرا - (دبے دانتوں) میں ایک۔ اسی مکان میں

رہتے ہیں۔

پسہ آرا - کبھی باہر رہتے ہیں کبھی سانسے والی کوٹھی میں۔

گیتی آرا۔ یہ دے دے دانتوں کیوں گنتی ہو۔ تباؤ تو ساؤ  
ماجرایا ہے۔

جہان آرا۔ ہاں ہر کچھ دال میں کالا کالافرورجب تک  
آگ نہیں ہوتی دھواں نہیں اٹھتا۔

حسن آرا۔ احوال ہے۔ اور سنے گا۔ اب رنگ لائی گھری۔

جہان آرا۔ میں ہمیں یہ کجک کی باتیں بھی نہیں معلوم ہیں

حسن آرا۔ (مسکرا کر) اے لو اچھی آئیں۔

گیتی آرا۔ یہ ہر کون۔ بے جان بچان کے اتنا دھبٹ  
نہ ہوتا۔

سپہر آرا۔ اے خیر ہر ہو کمان اسوقت۔

گیتی آرا۔ میں تو دہین ہوں جہان تم ہو۔ مگر۔

سپہر آرا۔ ہاں مگر۔ کیا۔ بس مگر یہی مگر۔

حسن آرا۔ مگر دیا میں۔

سپہر آرا۔ ہاں مگر کیا کام۔

گیتی آرا۔ تو اب اس بکیرے سے کیا واسطہ۔ صاف

صاف تباہی۔

حسن آرا۔ بہن ایک شہزادے ہیں۔ بڑے امیر آدمی

ہیں۔ اسوقت ہم سب کو یہاں بچاؤ کھڑے دیکھ لیا۔ میں

کیا معلوم تھا کہ اتنے وقت یہ بھی کوٹھے پر برآمد ہو گئے ورنہ

نہ آتے۔

سپہر آرا۔ تو آخر آپ دونوں بہنوں کی سمجھ میں

کیا آتا ہے۔

گیتی آرا۔ اب میں کیا کون (مسکرا کر) بڑا بیاد

سوال ہے۔

سپہر آرا۔ (تنگ کر) احوال ہے۔ خوب یک نشہ دوشد۔

یہ باتیں ہوتی ہی تھیں کہ عباسی مہری ولایتی انار اور

سیب لائی جان آرا بیگم نے کہا عباسی یہ سانسے والی کو بھی

میں کون رہتا ہے۔ عباسی مسکرا کر بولی حضور یہ حال مجھے نہ پوچھیے

یہ بڑی کمائی ہے۔ کسی دن فرصت کے وقت عرض کر دینی۔

جہان آرا اور گیتی آرا کا ہاتھ ٹھکا اب یقین دہانی ہو گیا

کہ ان کا گمان بے اصل نہ تھا۔ کہا۔ نہیں ابھی دم تباؤ

اور فردر تباؤ۔

عباسی حضور اسمیں ایک شہزادے رہتے ہیں۔ ہمایون فر بھی

اُٹھتی جوانی ہے۔ کوئی میں بائیس برس کا بس ہو گا۔ بڑے

قبول صورت اور گلے گلے کے گھرو ہیں۔ سپہر آرا بیگم کے ساتھ

نکاح پڑھونا چاہتے ہیں میں جب نادر مرزا کے ہاں تو کبھی

تو انکی سالی نے ان کو کل باتیں کہی تھیں۔ اور ہمایون فر کے

حسن کی بڑی تعریف کرتی تھیں۔

گیتی آرا۔ کن کی سالی نے کہا؟ ہمایون فر کی؟

جہان آرا۔ کیا شادی ہو گئی۔

عباسی حضور نادر مرزا صاحب کی سالی کی زبانی میں

نے سنا تھا۔ ہمایون فر کی شادی ابھی نہیں ہوئی۔ وہ

کہتے ہیں کہ شادی ہو تو سپہر آرا ہی کے ساتھ ہو۔ اور

نہیں تو پھر نہ۔

سپہر آرا۔ (مسکرا کر) اے چپ بھی وہ واہ بڑی وہ بکے آئی

ہر وہاں سے۔

عباسی۔ تو اس میں چوری کیا ہے۔ کیا بیاہ کسی کا

ہونا نہیں؟

سپہر آرا۔ (مسکرا کر) اے جانتا ہی نہیں ہنسی آتی ہے۔

راوی۔ کیوں نہیں۔ ہنسی ضرور آتی ہوگی۔



جہان آرا - بہن سنو - تم چاہے لاکھ ہو - دل کی بات کہیں  
جیسی رہتی ہے - آنکھیں کسے دیتی ہیں - انداز چھانے سے  
نہیں چھپتے - کوئی لاکھ پوشیدہ رکھے تو کیا ہوتا ہے -  
عباسی - حضور شہزادے بہادر کا خدا نخواستہ بڑا حال  
ہے - دن رات یہی کہتے ہیں کہ کسی طرح سپہ آرا کے ساتھ  
نکلج ہو -

سپہ آرا - ذہنک کہ سنا عباسی تم ان باتوں میں نہ  
بہت دخل دے مقولات دیا کرو - تم نہ جا کے نکلیج پڑھو اور  
تم بھی تو جوان جہان ہو -  
عباسی - اے حضور مجھ غریبی کے ساتھ کون شادی کرے گا  
بھلا - اور نہ کہ شہزادے بادشاہ کی اولاد - وہ تو نظر اٹھا کر  
بھی نہ دیکھیں -

سپہ آرا (ہنس کر) ہاں! سچ کہنا جا کے دیکھو - دیکھو نظر  
اٹھانے میں کہ نہیں -  
گیتی آرا - باتیں بناتی ہے لڑکی - ہم اب تک بونے نہ تھے کہ  
چھوٹی بہن ہو کون کسے - شادی نہ کرو گی تو کیا بن سیتی  
رہو گی - آخر بُرائی کیا ہے امد کا دیاسب کچھ ہے سبز گون  
کا نام - باپ دادا شاہی کرتے تھے بہتہ شامہ زون  
خدمت کو -

اسپہ آرا منس دی اور بہن کو گلے لگا کر بولی -  
گیتی آرا بہن ذرا سمجھ بوجھ کے بات کیا کر دکنے کو تو کہ  
جانی ہو مگر خیال نہیں رہتا کہ میں کیا کستی ہوں - یہ ابھی  
کو نسا کلمہ کہا تھا گیتی آرا نے کہا تم تو سبھی بات سمجھتی  
کہ میں ہی نہیں بہن - سبھی باتیں کہہ کر وہ سبھی سمجھتی  
آئیں - یہ ہم ہمیں کس بات پر اس وقت تو ہمیں کی کوئی بات

گو نہ کر نہ منسب نہ کر حال دل عاشق کو  
کہ میں ہوں وہ کیا جانیں ہاں کتنے ہیں

اتنے میں کسی نے ہمایون فرے محل سے یہ شعر کا تاثر دے کیا -

تم زرا پہلو سے اُمھے ہم پھڑک کر رہ گئے  
یوں بھی دیکھا تھا کسی کام نکل جانے ہو

عباسی - یہ حضور آنکھیں کی آواز ہے - امد جاننا ہے  
وہی ہیں -

سپہ آرا - (ہنس کر) اے کیون جھوٹ موٹ  
قسم کھانی ہو عباسی -  
حسن آرا - آنکو ہمایون فرے کچھ رشوت دی ہے جب ہی  
انکی سی کہ رہی ہیں -

گیتی آرا - جو یہ بات ہے تو ہم خالد جان سے کہیں گے - کیا  
بڑا کیا ہے - ابھی تو عمر ہیں میں ایس برس کا سن اور  
شہزادے حسین - رویہ والے - کیا بُرائی کیا ہے ہم خالکے  
ضرر دے کہیں گے -

جہان آرا - مگر پہلے انکی (حسن آرا) کی تو فکر کرو -  
گیتی آرا اس کھیرے میں ہم نہ پھرنے مگر سپہ آرا کے لیے  
تو خالہ جان سے ضرور کہیں گے چاہے ادھر کی دینا ادھر  
ہو جائے - ہمایون فر کو بھنے اس وقت آنکھ بھر کے دیکھ  
لیا ہے - بڑے خوبصورت ہیں اور ابھی چشم بد دور کل کے  
رٹکے ہیں -

سپہ آرا (ہنس کر) وہ خوبصورت کیا معنی بلاشبہ  
یوسف ثانی سی مگر اجنبی اجنبی پسند ہے - شادی بیاہ میں  
کسی کا کیا اجارہ - اور کل کے رٹکے کیا معنی - کیا ننھے  
میں کچھ :-

ہوئی نہیں۔

سپر آرا۔ ہم سمجھ گئے۔ آپ نے کہا نہ تھا ہم نہ تھا خدا  
کے لیے رہتے تھے۔

سپر آرا بہت ہی ہنسی۔ گیتی آرانے کہا کھلی ہی جانی  
ہیں کہ ہماری سفارش کرنے بہن جانی ہے۔ دل میں پیار  
اور ظاہر میں انکار۔ مگر مجھے کتنک اڑو کی بھلا۔

جہان آرا اور گیتی آرا دونوں ہمیں بلکہ بڑی بیگم کے  
باس پر پوچھیں۔ جہان آرانے بڑی بیگم سے یوں گفتگو کی۔

جہان آرا۔ خالہ جان اب دعوتیں نہ کھلو ایسے کا کیا  
منظور کیا ہے۔

بڑی بیگم۔ کیسی دعوتیں بیٹی۔ جو جی چاہے کوا دکھاؤ  
منع کس نے کیا ہے۔

جہان آرا۔ امی یہ دعوتیں نہیں خالہ جان۔ بڑی دعوت  
جس میں آپ کے ہزاروں روپیہ صرف ہوں اور مفتوں تک

ناج رنگ رہے۔

بڑی بیگم۔ کیا کہا۔ ہم سمجھ نہیں۔ ناج رنگ کیسا۔ ابھی  
یو دو مینوں کا گانا سن چکی ہو اس روز جی چاہے تو پھر

بجوا بیجنا۔

گیتی آرا۔ نہیں خالہ جان۔ یہ نہیں۔ رنگا مطلب یہ ہے  
کہ اب ہماری بہنوں کی شادی کی فکر نہ کیجئے گا۔ اب امدکی

عنایت سے سبانی ہوئی ہیں۔ اب کچھ فکر تو ضرور کیجئے۔

بڑی بیگم۔ کسی دن فرصت کی وقت کوئی۔ وہ جہان تم جانو  
گیتی آرا۔ خالہ جان یہ جو سامنے رہتے ہیں شہزادے یہ

کیا برسے ہیں کچھ۔

بڑی بیگم۔ سچ تو کہتی ہو ہمیں اتنا خیال ہی نہ تھا انکا۔

گیتی آرا۔ کوئی ایسے ویسے ہیں کہا۔

بڑی بیگم۔ اچھا دیکھو۔ فکر کرو گئی۔ سپر آرا کے لیے۔  
اچھے ہیں۔ ابھی لڑکا ہی تو ہے۔

بڑی بیگم سے بچی پوچھی کہ کے جہان آرا اور گیتی آرا  
بچر بچت پر سائیں حسن آرا بیگم مینا بازار پر رہ رہی تھیں۔

دکان جو سری بھگلاہ کہ درۃ التاج سر بلندی دفرۃ لعین  
غزیری و جگر گوشہ ارجمندی ست ملبہ بدیرا دیرا قرۃ لعین

صدت دالال مال بعدن معدن جگر گوشہ کان ست۔

گیتی آرا۔ چلو اسے رکھو مطلب کی بات سنو ہننے خالہ جان  
سے جا کر کہا انھوں نے منظر کر لیا۔ ہننے کہا کہ یہ شہزادے

جو سامنے رہتے ہیں کیا برسے ہیں۔ بڑی تعریف کی خالہ جان  
نے کہا ہلو کبھی بی بی۔ یہ کہ رنگی کیا بھاری آجان کا کنا

ٹال دنگی اور دھڑکی کوئی کالا کھانا ہوتا تو ہم خود نہ کتے۔

سپر آرا استغابی پر ہمایون فری چاہ میں لیکن۔ لگی بڑی  
ہوئی ہے نکمیں سون سے چھلکے چھلکے شہزادے پر نظر ڈالی۔ ہونٹ

مرزا ہمایون فرد شالہ اڑھے ہوئے کمرے میں بیٹھے

حقہ پی رہے تھے۔ سپر آرانے آہستہ سے کنکری پھینکی۔

شہزادے نے جو گردن پھیری تو سپر آرا کا چاند سا گھڑا نظر آیا۔

مگر سپر آرا جب دکھا کر ڈرا ہٹ گئی۔

ہمایون فر۔ واہ۔ بھلا ایسی قسم ظریفی سے کیا ملتا ہے۔ خدا  
کے لیے ایک نظر دیکھ لو۔

س۔ آڑ میں کھڑی تھی صورت تو نہیں دکھائی مگر ڈوٹے  
کے آنچل کو ہوا کے رخ چھوڑ دیا۔

ایک خاتون گلہ نے جو انکی تقریر سنی تو اوپر آیا۔

دیکھا اکیلے کھڑے ہوئے ہیں گھبراہ کہ یہ ماجرا کیا ہے۔

ڈرتے ڈرتے یوں کہا۔  
 خد متگار۔ حضور کس سے یابین کرتے تھے۔  
 ہ۔ دیوار و در سے۔  
 خ۔ بیان تو کوئی آدم زاد اس وقت نہیں ہے۔  
 ہ۔ اچھا تم جاؤ حقہ بھر لاؤ۔  
 خ۔ حضور حقہ بھر رکھا ہے۔ ابھی مسلک ابھی نہیں خداوند۔  
 ہ۔ اچھا جاؤ بان بنا لاؤ۔  
 خ۔ نگور بان بھی خاصہ بان میں بنی رکھی ہیں۔  
 ہ۔ اچھا کچھ اور مٹنے کے لیے لاؤ جا کے۔  
 خ۔ خداوند۔ وہ کیا دوشالہ رکھا ہے۔  
 ہ۔ (چھلا کر) پھر جنم میں جا بکشت۔  
 خ۔ نورانیہ جلا گیا۔  
 وہاں اکثر آدمیوں سے کہا کہ آج حضور کا مزاج کچھ بگڑا  
 ہوا پایا۔ بان مانگے میں نے کہا سامنے رکھے میں خداوند  
 کہا حقہ بھر لاؤ۔ عرض کیا بھر ہوا ہے۔ پھر اور مٹنے کو مانگا  
 عرض کیا کہ دوشالہ حاضر ہے بس اس پر چھلا آؤ گے۔  
 مصاحب۔ سزا تمھاری۔  
 دوسرا م۔ تم اسی لائق ہو۔ جاں نکلو میوت۔  
 سپاہی۔ خد متگاری کرنے چلے ہیں کیسے کسی رئیس  
 کے ہاں رہے ہو۔  
 رفیق۔ مطلب سرکار کا یہ تھا کہ اس وقت مل جاؤ۔  
 خد متگار۔ یہ کیوں۔  
 رفیق۔ تمھارا سراو کیوں۔ پاگل کہیں کا۔  
 خ۔ ہم تو کچھ سمجھے دیکھے نہیں۔  
 سپاہی۔ اچی وہ سامنے والی چھو کر بان جانتے ہو

کہ نہیں جانتے۔  
 خ۔ ہاں ہاں سبکین۔  
 س۔ بس انھیں برسر کار رکھے ہوئے ہیں۔  
 خ۔ بس جاؤ بھی۔ بٹری مر گئے اولاد چھوڑ گئے کہاں وہ  
 کہاں ہمارا کوٹھا۔ عجب آدمی ہو تم۔  
 س۔ اب تم کسی کی مانو گے تھوڑا ہی۔  
 ر۔ اچھا اس لیڈر سے کیا مطلب۔ تم ایسے وقت  
 وہاں سے نکل جایا کرو۔  
 شہزادے نے یہ شعر پڑھا۔  
 خجلی بکھلاں صلیح و صفائیز کنند  
 غنچہ سازند دل و کار صبا نیز کنند  
 واسطے خدا کے ایک نظر ادا ضرور دیکھو صورت تو دکھا دو۔  
 سپہر آرا نے ہاتھ دکھایا۔  
 ہ۔ اس دست خانی کے قربان۔ مگر۔  
 قانع بہ نعلی نشو و شاہین دیدار  
 بردار نہ متاب نسلی تو ان کرد  
 میں تو صورت کے نظارے کا طالب ہوں۔ سہ  
 طالب نظارہ ام بروہ برا فکن زرخ  
 پیش صف راستان شعدہ بازی مکن  
 جب سپہر آرا بیگم کو معلوم ہوا کہ گیتی آرا اور جہان آرا  
 آئینوں تو دل میں سوچی کہ بید صبا ہوئی اب یہ دونوں تار  
 جالینگی۔ ناچار متابی سے آتری۔ جہان آرا نے کمرے میں  
 حسن آرا سے پوچھا کہ سپہر آرا کہاں ہے۔  
 حسن آرا۔ ابھی ابھی یہاں تھیں۔ کیا جانے کہاں  
 چلی گئیں۔

مغلانی - وہ کیا آخر ہی مین متابی پر سے -

جہان آرا - (گردن پھیر کر) این! اے لودہ تو متابی کی  
برہو اٹھا رہی تھیں -

گیتی آرا - (مسکرا کر) چہ خوش - یہ کیسے -

سپہر آرا بہت ہی شرمائی مگر مجبوری کا مقام تھا - کرتی

کیا متابی سے اترتے ہوئے مغلانی اور عینون بہنوں نے

دیکھ لیا تھا اب جہان آرا نے بنا نا شروع کیا -

جہان آرا - کہاں گئی تھیں آپ -

سپہر آرا - (لجاکر) واہ مین دیکھتی تھی کہ وہ مین یا  
چلے گئے -

ج - اے تو منہ کیوں لال ہوا جاتا ہے -

گ - آخر شرماتی کیوں ہو -

س - اے واہ - دونوں بہنیں لگا رہیں بناتی ہو -

گ - تباؤ تو آخر شرماتی پر کسکو دیکھنے لگی تھیں -

س - بس اب چھٹ خانی نہ کرو باجی -

گ - اے لودہ پھر شرمائیں -

ج - نہیں اب شادی ہونا شکل نہیں ہے -

گ - سپہر آرا کی جوتون سے ہم پہلے ہی ٹاٹ گئے تھے -

س - جی ہاں - آپ کا کیا کہنا - آپ یوں ہی تاڑ لیا  
کرتی ہیں -

ج - وہ تو بہت گرویدہ ہیں مگر ڈھیل ہماری ہی طرف  
سے ہوئی -

گ - ڈھیل نہیں اسے جو تو فی کہتے ہیں - ہم پوچھتے ہیں

آخر ان مین عیب کیا ہے - بولو - نک سب سے درست

ہیں گورے چٹے ہیں - روپیہ دے دیے ہیں - ابھی ماشاء اللہ

کم سن مین - خاندان کیسا کہ لاکھون کردرون مین ایک  
پھر شرمائی گیا ہے -

جہان آرا - مین توانا ق منہ تھکاتی ہو - یہ شادی  
نہیں سکتی -

سپہر آرا - اے اے اے اے کر دو مین -

ج - چلو بس خاموش رہو - آپ مین کیا اُنکے مقابل مین

سپہر آرا - ایڑی چوٹی پر ایسے بادن ہزار کو

تربان کر دوں -

گیتی آرا - ادھ - ادھ - اپنے حسن کا بڑا غرہ ہے  
آپ کو -

ج - نوج کوئی کسی کا دل یوں بیدردی سے دکھائے -

حسن آرا - آپ آجاں سے کیسے اور ہمارے سامنے  
کھلا دیجیے تو بس پھر چٹ پٹ فکر ہو جائے -

س - چٹ مری منگنی اور پٹ مراباہ - (مسکرا کر)

یہی شل یاد آئی ہوگی - اچھا صاحب یوں ہی سہی -

گ - جو وہ سن لین - کہ گیتی آرا ہماری سفارش کرتی ہیں

تو ہمارے بڑے احساندہ ہوں -

س - آپ مین کس خیال مین -

گ - اس خیال مین کہ تمھارا اور ہمایون فر کا عقد ہو -

س - ہر جگہ ہمیں پسند ہی نہیں -

ج - کیا نہیں پسند ہے -

س - نکاح کرنا - ہم مین بیابے ہی رہینگے - ہم شادی کرنا

چاہتے ہی نہیں - ہم مین کسی کا کیا اجارہ ہے -

گ - دینا جہان مین ایسی کوئی بھی عورت تھی جس نے  
شادی نہ کی ہو -

سپہر آرا - ایک زیب انسا ہی تھی -  
 گیتی آرا - کون زیب انسا - اے یہ ناور مرزا دانی زیب  
 دد تر کے آگے کھینے ہیں تمہارے نزدیک اسکا بیاہی  
 نہیں ہوا - واہ -  
 سپہر آرا - خوب سمجھیں (مسکرا کر) خوب سمجھ گئیں -  
 گ - جلو بھی رہو بس -  
 سپہر آرا - اس زیب انسا کا ذکر کرتی ہوں جو عالمگیر بادشاہ  
 کی بیٹی تھی -  
 گیتی آرا - تو بادشاہ کی بیٹی بن بیاہی رہی -  
 سپہر آرا - خاقون جنت کی قسم بن بیاہی تھی -  
 گ - اے ہجر - جلو بس چھوٹی تھیں نہ کھاؤ -  
 سپہر آرا دل ہی دل میں کھلی جاتی تھی کہ اب ہمایون  
 کے ساتھ شادی ہوئی اور برسوں کی مناسبتیں پوری  
 ہوئی - مگر ظاہر میں گویا دل لگی ہو رہی تھی اس طرح  
 پیش آتی تھیں بات ہوئی اور مسکرا دیا بات ہوئی اور  
 فقہہ لگایا - حسن آرا نے بھاپ لیا کہ سپہر آرا کا عشق  
 روز بروز بڑھتا جاتا ہے لہذا انکو جرأت ہوئی کہ اس معاملے  
 میں بات چیت کریں مگر کسی کے پاس جا کر کہا کیون باجائ  
 کیتی آرا بس کتنی تو ٹھیک ہیں - پھر اب کچھ فکر ہوئی  
 چاہیے -  
 جبری بیگم - ہان ہان - میں غافل نہیں ہوں -  
 ج - تو بھرا ب کب -  
 ب - دیکھو کسی سے کون سنوں -  
 گ - اُنکے کوئی غزیرشتہ دار ہیں ؟ فردر ہو گئے -  
 ب - ہان ہان - خوب جعفر کے ہان اُنکی چھوٹی کی بیٹی

بیاہی ہے اور مرزا سکندر رنجت اُنکے حقیقی چچا ہیں اُنکی بیوی  
 ہم سے بھی دور دراز رشتہ ہے -  
 حسن آرا - بس اُنھیں کو بلائیے -  
 ب - آج بھیجی مری کو -  
 عباسی - حضور ان دونوں خاندانوں کو میں جانتی ہوں  
 جب کیسے جاؤں -  
 ج - ذرا بناؤ چناؤ کر کے جانا -  
 راوی - وہ یوں ہی بناؤ چناؤ کیے رستی میں آپ کی  
 تعلیم کی کیا ضرورت ہے - اور لاکھ بناؤ کا ایک بناؤ بی عباسی  
 کی جوانی ہے -  
 ج - سمجھی کہ ہیں -  
 ع - حضور یہ تو آپ تب کہیں جب کبھی پولی حیران  
 دیکھا ہو - لہذا جھنڈے بننے سے ہمیں آپ نفرت ہے - اس  
 کھتے سے جاؤں کہ ہمایون فرہاد کی نوڈی پر بھی نگاہ  
 پڑے -  
 ج - کیسا دیدہ دلیل ہے - جبری زبان دراز عورت ہے -  
 گ - یہ چھو کر سی تو گھوڑے پر سے شمسوار کو اُتارے  
 وہ بلا کی عورت ہے -  
 ح - جی اُدیلا بولی ہوئی میں شوخی بھری ہے -  
 ج - اے خالہ جان پھر عباسی کو بھیجو -  
 ب - ذرا تامل کرو بیٹی - دو ایک سے پوچھ لیں سبچ  
 سمجھ لیں - کسی سے پوچھیں کسی سے پوچھیں تب تو کہیں  
 یا یوں ہی اُٹکل پُچھو -  
 ج - ہان اچھا ہاں تک مضافتہ نہیں ہے -  
 ح - اس میں ہم خوش ہمارا خدا خوش -

گ۔ امد جاتا ہے۔ ہنستہ نہیں خالد جان نے منظور کر لیا اور  
کہا سپہر آرا سے بھی ذکر کرو۔

سپہر آرا۔ ذکر کیا۔ ۱۰۔ ایک عورت شادی ہی نہیں کرتی  
آپ کی کچھ زبردستی کر یا آجان کی زبردستی ہے۔ امد جاتا ہے  
ہم نہ مانینگے۔ نہ مانینگے اپنے اپنے اوپر سب کو اختیار ہے۔  
اسمین کسی کا جوارہ ٹھوڑا ہی ہے کچھ۔

ج۔ اور حسن آرا کو کچھ اور ہی کہ آئین۔  
س۔ کیا کہ آئین باجی جان۔ لیکن ایسا غضب نہ کر دینا  
ہم نہ مانینگے۔

ج۔ یہ تو خود ہی کو دی بڑی ہیں۔ وہاں کہ آئین کہ پہلے  
ہمارے لیے پیغام ہو۔ پھر سپہر آرا کے لیے۔ اب تم جانو یہ  
جائیں ہم نہیں جانتے۔

گ۔ ہاں بس ہم سے کیا واسطہ مگر خالد جان نے بھیجا ہے کہ  
جا کے پوچھو جو کو وہ ہم ان سے کہدین۔ ہو کیا۔

ج۔ ہو تو سمجھانے سے کام تھا۔ بیاہ تمہارا ہو گا جن تم  
کرد کی شہر بھی کی شہزادین اور شہزادوں سے رشتہ ہو گا  
بادشاہزادی بننے کی لا کھون کے جو اسرات پاس ہیں۔  
زیور کی انتہائی نہیں۔ نقد رو میرا الگ نوٹ الگ اور  
ساڑھے تین ہزار کا وثیقہ مینے نے مینے ملتا ہے بھلا کس  
بات کی کہی ہے۔

سپہر آرا۔ وثیقہ کہیں بھی مینے بھر میں مل جاتا ہے۔

گ۔ اچوہ دہنل برس میں ملاسی۔ حساب تو بازاری ہے  
اور خوبصورت ابھی مسین بھگتی ہیں۔

حسن آرا۔ تو تم ان سے استفادہ راکھو کیون کرتی ہو ہم نے تو  
کہدیا کہ منظور ہے۔ منظور۔ منظور۔ منظور۔

بڑی، عظیم سندی سپہر آرا سے تو پوچھ لو۔ دیکھو منظور  
ہر بائین۔

حسن آرا۔ ہم سے پوچھ لیجئے آجان۔  
گیتی آرا۔ (منکر) این اس کے کیا معنی۔

جہان آرا اور گیتی آرا نے مگر حسن آرا کو خوب بنایا  
اور حسن آرا بجاری اس وقت بن گئی بڑی عظیم نے کہا تھا  
کہ سپہر آرا سے پہلے دریافت کر لو۔ اسپر حسن آرا بولین کہ  
ہم سے پوچھ لیجئے مطلب یہ تھا کہ ہم سپہر آرا کے دلی بائین  
خوب جانتے ہیں ہم سے دریافت فرمائیے۔ ہم انکی ٹھیک

ٹھیک اس سے اطلاع دینگے۔ مگر ان دونوں نے صرف  
حسن آرا کے چہرے اور دو گھڑی کی دل لگی کے لیے یہی معنی  
رکھے کہ حسن آرا اپنی شادی چاہتی ہیں جب ہی کہتی ہیں

کہ ہم سے پوچھ لیجئے مطلب یہ کہ پہلے ہم سے دریافت فرمائیے پھر  
سپہر آرا سے پوچھئے گا۔ حالانکہ حسن آرا کا مطلب یہ نہ تھا۔

جہان آرا۔ ہاں تو پہلے تم سے پوچھیں۔ اچھا پوچھا  
جواب دو۔

گ۔ تو پوچھنے کے طرق سے پوچھو یہ کیونکر پوچھتی ہو۔  
ج۔ اچھا حسن آرا ہن اگر مرزا ہما یون فر کے ساتھ تمہاری

شادی ہو تو نکو پسند ہے بائین۔  
حسن آرا۔ تو ہن نے یہ کہا تھا کہ ہم سے پوچھو ہن نے تو یہ کہا تھا

کہ سپہر آرا سے کیا پوچھتی ہو۔

گیتی آرا اور جہان آرا حسن آرا کو بیکر ہنستی ہوئی اوپر  
نہیں۔ دیکھا سپہر آرا بڑے ہنستے سے ٹہل رہی ہیں۔

جہان آرا۔ تو سب بات ٹھیک ہو گئی۔ اب دراسی  
بھی کس نہیں ہے۔

جہان آرا - تم کو تو اپنے لیے منظور ہی اور ہم کو ان کے لیے منظور ہوئے۔

حسن آرا - آپ تو بات بات میں مذاق کرتی ہیں اور ہم معاملے کی بات کہتے ہیں۔ سپہر آرا کد منظور ہے۔

سپہر آرا - باجی جان آج رات کو غور کر لیں تو پھر عرض کریں۔

جہان آرا اور گیتی آرا دونوں ہنس پڑیں اور کہا تو مبارک۔

حسن آرا بولیں ہم تو پہلے ہی سے جانتے تھے ہن مگر کبھی موقع نہ ملا۔

اور پھر یہ بات بھی تھی کہ آما جان سے ہنسنے دیدہ و دستہ ان باتوں کا تذکرہ نہ کیا۔ اسکی ایک خاص چیز بھی اب آپ دونوں نے کہا تو ہنسنے کی ساتھ دیا۔ مگر اب ہم کو یقین ہے کہ کبھی کبھی شادی ہو جائیگی۔ اب باہر رک نہیں سکتا کسی طرح سے رکنا نظر نہیں آتا اسد کرے کبھی کبھی نکاح ہو دونوں دھوا دھن ہنسی خوشی رہیں۔ جہان آرا بولی ابھی سے دھوا دھن نہ بناؤ۔ شاید وہ نہ منظور کریں۔ حسن آرا نے کہا۔ واہ وہ اور نہ منظور کریں! کہیں ایسا ہو سکتا ہے۔

ج۔ کیسا جی خوش ہے اسوقت کہ بس کچھ نہ پوچھو اسد جانتا ہے۔

گ۔ اسد کرے جلد دروازے پر شنائی کی آواز آئے۔ اسکے بعد حسن آرا سپہر آرا غیلے میں باتیں کرنے لگیں۔

### قلعے کا محاصرہ

دوسرے روز سے ترکوں نے قلعہ کا محاصرہ شروع کر دیا

تین جانب سے قلعے کو محصور کر لیا۔ مگر چوتھی طرف دقت تھی اول تو وہاں تک جانے کے لیے ایک دریا خاں تھا۔ ترکی خنجر دریا عبور کرنے کی آسانی سے فکر کر سکتے تھے مگر دریا قلعے کی دیوار سے ملتی تھا اور اسی مقام پر روسیوں کی توپیں چڑھی ہوئی تھیں روسی گولہ انداز خدرا سے دعا مانگتے تھے کہ ترکی اس طرف آئیں تو ہم پرے کے پرے توپ کے ٹہرے اُڑا دیں۔

ترکی کا اہل اس طرف بڑھا تو روسیوں نے قلعے سے توپیں چلا دیں۔ گیارہ ترکی زخمی ہوئے اور دو پیادے اُسی مقام پر لوٹ گئے۔ روسیوں نے بہت عجلت کی ورنہ اگر ذرا اور ٹھہر جاتے تو پھر پورے کالم کی خیر نہ تھی ان کے منیر نے اسوقت کی سفیر گھبرا کر کہا شکر ہے کہ دہی کے اٹھے گئی ورنہ بڑی جابھب ہوتی۔ اب ترکوں نے چوتھی جانب سے قلعے کے گھرنے کا غم فسخ کر دیا روسی قلعے میں جب چاب بیٹھے تھے۔ آنکو خوب معلوم تھا کہ ترکی فوج قلعہ خانی کر بائی اندر اچھاگ جانے کی ایک راہ تجویز کر چکے تھے اور سوچتے تھے کہ اگر ترکوں نے گولہ اندازی شروع کر دی تو جب تک ہمارے پاس گولہ بارود ہی تب تک جواب دینگے اور جب سامان ختم ہو جائیگا تب چپکے سے قلعہ چھوڑ کر نکل بھاگینگے۔ دونوں اپنی اپنی گھاٹ میں تھے۔ منیر کا منیر نے کہا کہ گاون سے دو کوس پورب کے رخ روسیوں کا ایک رسالہ آہو چکا ہے۔ دس سوار خبر لانے جا رہے۔ ورنہ پھر ذرا ٹھہر ہی کھیر ہے۔

ایک یا شاہ۔ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ روسیوں کا رسالہ آگیا ہے۔

ہونے لگا۔ اُسے نہادق سرکی۔ دایمن۔ یہ گھوڑا بھر رکالک  
 ہو رہے اور فوراً مہلبی پر ہاتھ تھا۔ دایمن نشانہ خالی کیا۔  
 دونوں نے تلواریں سونپیں۔ اُسے ایک ہاتھ لگایا۔ تلواریں  
 آزاد پاشا کے فرس تندو کے کان تک آئی تھی کہ آزاد نے  
 ردسی افسر کا ہاتھ اڑا دیا۔ منگنی اسے کہتے ہیں۔ اتنے میں  
 طرفین سے سوار آگئے۔ ترکی سواروں نے بندوقین چلا دیں  
 تو روسیوں کے دو گھوڑے زخمی ہو کر گر پڑے اور تین آدمی  
 ہونے لگے۔ ادھر آزاد پاشا کے گھوڑے کے چھکے کے پاس  
 زخم لگا اور خون جاری ہو گیا، لغرض ادھر یہ اور ادھر وہ  
 دونوں اپنے اپنے جڑاؤ کی طرف چلے۔ وہ اپنے جہرے میں  
 پہنچے تو ایک افسر کا ہاتھ نہادق میں سوار غائب۔ ایک  
 گھوڑے کی پشت پر سوار نہادق۔ دو گھوڑوں کا پتہ نہیں  
 آزاد پاشا اپنے جہنم میں آئے تو گھوڑا زخمی۔ ایک سوار  
 کا پتہ نہیں۔ ایک گھوڑا نہیں نظر آیا۔ دھل کھینچے تھے فوجی  
 واپس آئے۔ دو سوار سخت زخمی ہو گئے تھے مگر ایک گھوڑے  
 پر دو آدمی ایک ترکی دردی پہنچے دوسرا روسی۔ اس پر شکاریوں  
 نے خوشی کا نعرہ مارا کہ ایک روسی کو قید کر کے لے آئے۔

کمانیر۔ یہ گھوڑا بھر کس مقام پر رہی۔  
 آزاد۔ یہاں سے کوئی سو اگوس کے فاصلے پر۔

کمانیر۔ کیا روسی سو اگوس پر ہیں؟

آزاد۔ نہیں کوئی گھوس پر۔ مگر گرد آوری کے سواروں  
 سے مجھے مقابلہ ہو گیا۔ ہم تو دیکھ بھال کر واپس آئے تھے مگر  
 انھوں نے چھپا لیا۔ بننے گھوڑے بھگائے کہ انکو اطلاع دیں  
 لیکن جب وہ گلے ہی پر آئے تو مجبور ہو کر خوب دھکول کے  
 مقابلہ کیا۔ اتنے میں سواروں نے آزاد کی تحریک کی۔ نو سوار

کمانیر۔ ابھی ایک شخص نے آن کہ بیان کیا۔ خبر معتبر  
 معلوم ہوئی ہے۔

دوسرا پاشا۔ ایک رسالہ آن ہو چکا۔ خود آجہرنی جاب  
 تیسرا پاشا۔ قلعے کی تو قلعی کھل گئی۔ یہاں تو بالکل  
 سنا ہے۔

علیقو پاشا۔ ہاں نہیں تو اب تک گو نہ جلتا ہوا۔  
 آزاد۔ تو اگر ادھر سے نہ چلے تو کہا کچھ فرض ہے کہ ہم بھی  
 انہوش ہی رہیں ہم تو گئے آمارین۔ انکا مصلح تو خالی  
 ہو گیا۔ نہیں دم نہ بیٹے۔

کمانیر۔ بننے سنا ہے کہ اس کانوں کے ورث کے رخ  
 روسیوں کا رسالہ قلعے والوں کی کمک کے بت آن ہو چکا ہے  
 جب تک اس خبر کی تصدیق یا تکذیب نہیں ہوئی کہ کوئی کارروائی  
 نہ کرے۔

آزاد پاشا نے اجازت لیکر گھوڑے کی باگ اٹھائی  
 دس سوار ساتھ ہے، در چلے کوئی کوس بھر کے فاصلے پر  
 گئے ہوئے کہ روسیوں کا رسالہ سامنے سے نظر آیا جو سوار  
 گرد آوری کر رہے تھے انہیں سے کوئی چالیس پینتالیس  
 آدمی صرف تھے۔ ادھر آزاد پاشا نے گھوڑا بھگایا اور انھوں  
 نے انکا چھپا لیا تو آزاد کا گھوڑا برتاہر اور سبک خیر تھا مگر  
 روس کے دوسرا تین سواروں نے اپنے گھوڑے بے  
 خیریت آن کر لٹکا رہا۔ اب آزاد پاشا کے ساتھ نو سوار رہ گئے  
 تھے ایک سوار کو روسیوں نے اتنا سا راہ میں قتل کر ڈالا تھا  
 آزاد پاشا نے دیکھا کہ چاہے جتنا ترس گھوڑا چلائے اسے  
 آگے نہ بڑھنے پائے گا چار مع نو سواروں انھوں نے گھوڑے  
 کی باگ پھردی۔ اب ان سے اور ایک روسی افسر سے مقابلہ



مین سے آٹھ اُنٹے کمال مداح تھے اور یوں سوار کو زخم کی تکلیف و ربامیں کی شدت کے سبب بولنے کی طاقت بھی ایک سوار۔ آزاد پاشا نے گھوڑا پھر کر دوسری افسر کا مقابلہ کیا۔ اور اس کو بھڑکتی کے ساتھ کہ ایک ہی وار میں اسکا ہاتھ کاٹ کے پھینک دیا۔

دوسرا سوار۔ پہلے دونوں کی بند دونوں کا نشانہ خالی گیا مگر آزاد پاشا بھری جو غدی سے رُٹے۔

تیسرا سوار۔ ایسے مقام پر گھوڑا پھرنا اور بچانا ذرا دل کی نہیں ہے۔

چوتھا سوار۔ جب تک ہم لوگ پہنچیں یہ دوسری افسر کا ہاتھ کاٹ چکے تھے بالکل بے بس کر دیا تھا۔ افسر تو ہسپا پہلے تو بالکل اٹھا کر ہم سب واپس آئے تھے مگر جب وہ لوگ نکلے برائے تو بجز مقابلے کے چارہ نہ رہا۔ آزاد پاشا بدست چرسے اور ہم سب بھی ساتھ ہی ساتھ چلے۔ تلوار چلنے لگی۔ ہم غائب رہے۔

پانچواں سوار۔ ہم نے دور سے دیکھا کہ دوسری سوار پرے چھانے آمادہ کوچ کھڑے تھے۔

کمانیر۔ ہوں (آذرا غور کر کے) تو اب قلعے کا خالی کرنا ایک کام ہے اور اس رسالے سے مقابلہ کر کے اُسکو ہٹانا دوسرا کام ہے اگر ہم ادھر جانے ہیں تو ادھر یہ لوگ قلعہ چھوڑ کر نکل جائے ہیں یا شاید ادھر سے یہ مقابلہ کریں ادھر سے وہ۔ اگر ہم نہیں فرختے تو وہ رسالہ بڑھتا ہے۔ اس صورت میں ہم دو جانب سے گھر جائیں گے۔ غور طلب بات ہے۔ اچھا جب تک وہ رسالہ آئے۔ قلعے پر تو گوکہ اندازی شروع کر دو۔ مگر ذرا اور غور کرنے دو۔ کس تعیل کار سے

شباطین بود۔ کئی پاشا شورے کے لئے آئے اور آخر کار یہ اسے قرار پائی کہ پھر سوار بھیجے جائیں اور وہ جا کر بغیر کھینچ کر دوسری رسالہ کس طرف جانے کا قصد رکھتا ہے۔

آزاد پاشا نے کہا میں جا ہوں۔ مگر کمانیر نے کہا نہیں تم ابھی کسی قدر تھکے ہو چلے آئے ہو۔ یہاں پاشا میں سوار لے کر جائیں اور دو گونہ سے بھیجے ایک سوار نے جو کس قلعے میں ۶ صدمہ لگا چکا تھا کمانیر جانے دو کہ میو کو گانوں سے بھجھا ہوں۔ دو دھم بھجھنے کے بہانے سے وہ جائیگا۔ کمانیر نے کہا ہنسی۔ سوار گانوں گیا اور ایک بوڑھے آدمی کو بلایا کان میں کہا کہ یہاں سے کوئی دھم دو کوس کے فاصلے پر۔ دیوین کی فوج آئی ہے جا کر ٹوہ لو کہ کدھر جاتے ہیں اور کتنے آدمی ان کے ساتھ ہیں بوڑھا ایک اور آدمی کو لے کر چلا تو ادھر دوسری قیدی در تکران میں بائیں ہوئے لیکن۔

روسی۔ (آزاد سے) مجھے بڑی بُری تو اعلیٰ جاتی ہے۔ ذرا جو ک موٹی اور کوڑے نرنے لگے چاس کوڑے تک سزا جائے گی۔ چاہے کبسا ہی سخت جرم ہو چاس کوڑوں سے زیادہ سزا نہیں دی جاسکتی سب سے سخت سزا یہ ہے کہ گھوڑا

تک ایک تیرہ دن کو گھری میں تہا قید کر دیتے ہیں۔ اور کوٹھری قیر سے زیادہ تنگ ہوتی ہے۔ ہم دوسری سپاہی اپنے فہر کے حکم کی تعمیل کو قلعے بساں تھے ہیں۔ اب روس میں بارہ مدارس حرب ہیں۔ ہمارے ہاں کے افسر بڑے عیسائی و بائبل ہوتے ہیں اور ان کے شاخاوندہ و جابل ہم روسیوں کو اس پر البتہ مارہی کو سپاہی اور افسر نہایت جری حیثیت متعل فرما کر اسے ہوتے ہیں۔ آج ہم نے شراب کا ایک قہر بھی نہیں پیا ہے۔ اسوقت جمائیون کی

بھول گئے۔

روسی۔ ہاں اچھی جوڑی۔

روسی قیدی نہایت جوش و خروش میں کھڑا ہو کر  
بڑی ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ٹھٹھکے لگے۔ کچھ سے شعلے نکلنے لگے

روسی زبان میں کہی بار کہا کہ ہاے اسوقت میرے پاس  
تو اور نہیں در نہ کل ترکوں کا سر بھٹا سا اڑا دیتا۔ اسپر  
ایک ترک سپاہی کو جوش آگیا آنکھوں میں خون اُتر آیا۔

ڈپٹ کے کہا سنو بھئی تم بھی سپاہی اور ہم بھی سپاہی ہیں۔  
ہمارا تمھارا ایک پیشہ ہے مگر اسوقت فرق یہ ہے کہ تم قیدی ہو  
اور میں آزاد ہوں۔ میں اسوقت تمھاری بات کا جواب  
نہیں دیتا چاہتا۔ اس اور کچھ نہ کہو نہ لگا۔ روسی قیدی نے  
ایک آہ سر بھینچی اور اس شعر کو ترجمان دل کیا۔

میلو کسکو دکھائی ہو عروج بردار

ہم بھی اس نغمے میں تھے قید سے آزاد بھی

علیقو یا شاید کلمہ شکر روسی قیدی کے پاس گئے اور  
پون گفتگو کی۔ تمھارے قلعہ میں ایک اردو رہا تو پتھی  
جسکی پیشانی پر میرے کندہ ہے۔ ع۔

تیرس اور دمی ازمن کہ آتش درد ہن دم

ہم نے اپنی رسالت اور جو اندری سے اس مصرع کا جواب  
پون دیا۔ ع۔

لف جاب غزیر خود بر خوین گفن دارم

روسی قیدی نے کہا ہم فارسی زبان سے واقف نہیں  
ہیں۔ ایک ترک سپاہی نے اس کا ترجمہ کیا تو روسی قیدی ٹھکر  
اگیا۔ کہا ہم تو اسوقت قیدی ہیں جو چاہو سو کہ جس طرح  
چاہو پیش آؤ۔ چاہے قتل کرو چاہے گردن مار دو تمھارے

ڈاک بیٹھی ہوئی ہے۔ ہم لوگ شراب کے عاشق ہیں۔ کوئی  
روسی سپاہی ایسا نہیں جو شراب پی کے غین نہ ہو جائے ہم لوگ  
اس قدر آزاد رہے ہیں کہ ہمارے اسپتالوں کو کبھی خالی نہ پائے  
مگر مصیبت کو جتنی ہم برداشت کر سکتے تھے ممکن کیا کوئی اور  
سپاہی مقابلہ کر سکے۔

آزاد تمھارے ملک میں ایک بڑی خرابی ہے کہ سواروں  
اور سپاہیوں کی بھرا کر دیتے ہیں مگر افسر معدودے چند  
ہوتے ہیں اور افسر دن کی تنخواہ میں بھی صرت ہرے نام  
ہوتی ہیں۔ پورے جنرل کی تنخواہ میں سو پونڈ یعنی تین ہزار  
روپیہ سالانہ سے زیادہ نہیں ہوتی ہے۔ بننے سنا ہے کہ روسی  
افسر اکثر بے ایمانی بھی کرتے ہیں۔

روسی۔ مگر ذلت جنگ پچاس فی صدی کے حساب سے  
تنخواہ بڑھادی جاسکتی ہے۔

علیقو۔ یہ کوئی بڑی تعریف کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ وہ  
بڑے بڑے کارناما بناتے ہیں۔

روسی۔ ہمارے جنرل بڑی شیریں زبانی سے پیش آنے  
میں۔ کاسک سپاہی ہمارے لشکر کے جزو اعظم ہیں۔ یہ لوگ  
بالکل دجوش ہوتے ہیں مگر بڑے جری اور شہسواری میں  
طاق۔

علیقو۔ بھلا ترکوں کو تم کیسا سپاہی سمجھتے ہو۔

روسی۔ بس ہمارا ہی دل جانتا ہے۔ خوش رو جوان شیر  
کی سی کلائی چیلنے کی سی کمرینے چوڑے شانے بھرے  
موسے اور گول گردن تیار۔ جسے دیکھے گلے ٹھٹھے کا چون  
گو کا سب بھی اُن سے ڈب کے چلنے والے نہیں۔

علیقو۔ (مسکراتے ہوئے) اور ہمارے ہاں کے باشی بزدلوں کو

ملا تو بہکو بیان سے بہا دینگے۔ مگر رسالے کے گھوڑے اور سوار سب جوان اور خوبصورت ہیں۔ اور جوش خروش سے آنے ہیں۔ قلعے سے اُنکے پاس لوگ گئے تھے۔ کل شب کی شکست کا حال سنکر روسی بہت ہی جھلٹا ہے ہوئے ہیں اور قلعے ہوئے ہیں کہ بدلائین۔

اتنے میں وہ دونوں جاسوس بھی آئے۔ جس طرف میں دودھ پہنچے گئے تھے وہ سانس پھینک دیے گئے سوار نے بڑھکر پوچھا کہ کچھ بتا لگایا۔ کوئی امر دریافت ہوا۔ پوڑھا۔ بڑی فوج ہے۔ اور دریاں ایسی چلتی ہیں جیسے شیشہ۔ سوار کبھی پہلے بھی فوج دیکھی تھی۔ پوڑھا۔ ہونہ۔ عمر گذر گئی۔ بیسوں زامیان دیکھ دالین۔ یہ ایک دلیے پھرتے ہیں۔ سوار۔ دودھ بکایا انہیں بکا۔

پوڑھا۔ فوج میں دودھ لے کر گئے ہم۔ پہلے تو دو ایک انہروں نے پوچھا تم کون پر تھے کہا دودھ پہنچے آئے ہیں کہا دودھ میں شکیا تو نہیں ہے۔ ہنسنے کہا جیکے کے دیکھ لو۔ اسپرہ لوگ ہنسنے اور کہا چکھتے ہی لوٹ جائیں۔ میں نے تھوڑا سا دودھ خود کھایا۔ تب دودھ لیا اور دام دیے۔ پاشا۔ ہم لوگوں کا حال کچھ پوچھتے تھے۔

ب۔ بہت کچھ پوچھا رات کو جو لڑائی ہوئی اُسکا حال سننے کہا دونوں طرف سے بارہ جلتی تھی۔ ہم دے دیکھائے اپنے جمو پڑوں میں بیٹھے تھے صبح کو معلوم ہوا کہ روسی ہار گئے اور ترکوں نے فتح پائی وائسین تو ہم سنے بھی دیکھی تھیں۔

بس میں ہیں۔ اسپرہ کی ترکوں نے نہایت جوش و خروش سے کہا ہم سپاہی ہیں جو شخص ہمارے بس میں یا اسکا قتل کرنا ہماری دفع کے خلاف ہے ہمارے امکان میں ہے کہ سوقت تھیں قتل کر دالیں یا چونک کرین یا کھڑا چو ادین سنسار کرین جو چاہیں کرین کرے

مردی نہ بود قنادہ را بائی دن | اگر دست قنادہ را بگیرد مردی  
ہم اس مسلک کے سالک ہیں۔

روسی ہم مرد میدان ہیں۔ ہم جو فرد ہیں مگر سوقت قیدی ہیں اگر تم سپاہی اور بہادر ہو تو بہکو شراب پلاؤ۔ علیقو پاشا اس نعرے پر بہت ہنسنے۔ روسی قیدی نے جھلا کر کہا۔ آپ جیسے اگر آپ کچے سپاہی ہیں تو براہی کا ایک جام پلائے۔ ورنہ ہم تو قیدی ہیں۔ ترکی سپاہی۔ ہم نمکوش اپنے بھائیوں کے سمجھتے ہیں تم سوقت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ ہم نمکوقیدی سمجھ کر بنانا چاہتے ہیں ہرگز نہیں ہم خوب جانتے ہیں کہ ہمارے سپاہی اور سوار بھی کسی وقت میں قیدی ہو جائینگے جنگ دوسرا د خدا اچانے اس جنگ عظیم کا نتیجہ کیا ہو لیکن یہ بہکو خوب یقین ہے کہ ترکی اور روسی دونوں سپاہی ہیں اگر ترکوں کو روسی قید کر لینے تو نسل اپنے بھائیوں کے سمجھیں گے اور اس علی پڑا اگر ترکی روسی کو قید کرے گئے تو وہ بھی اپنے قید پون پر ہم روانہ رہینگے۔

جو سوار ریاض پاشا کے ساتھ روسیوں کے رسالے کی خبر لانے کے لیے گئے تھے وہ اتنے میں اُس لے۔ انھوں نے کہا روسیوں کا رسالہ خاص قلعے داؤن کی ملک کو آیا ہے۔ سیرنی مدد دیکر وہ قلعے کی فوج کو اپنے ساتھ لے جائینگے یا اگر موقع

پاشا۔ کچھ سنا کہ کس طرف جانے والے ہیں۔

پوچھا۔ ہاں ہاں۔ اسی طرف آئے ہیں۔

سوار۔ خوب معلوم ہے کہ اس طرف آئینگے۔

ب۔ ہاں میں کوئی دو گھنٹے میں اس طرف جڑھینگے۔

کمانیر۔ (سواروں سے) تم کو دیکھ کر دو بیسوں نے چھپا نہیں کیا۔

سوار۔ نہیں۔ ہم آ رہے تھے۔ جھڑپی کی آڑ میں کھڑے

تھے ہم۔ جب ہم نے دیکھا کہ گرد آوری کے ساتھ آئے ہیں

تو آمستہ آمستہ چل کھڑے ہوئے مگر ہم نے کمی بار دیکھا فوج

میں ہمارا جوش و خروش تھا۔ میں تو ہیں ہم کو نظر آئیں۔

ایک کوئی چودہ بی تھی۔

پاشا۔ تو بچانہ بھی ساتھ ہے۔

کمانیر۔ ہماری رائے یہ ہے کہ نصف فوج بہانہ اور چوبی

کرے اور قلعے پر گئے چلائے تین طرف سے قلعے کو بھینے محو

کر لیا نصف نصف فوج ہر سمت رہے۔ اور باقی ماندہ فوج

روسی رسالے کی طرف بڑھ رہے تاکہ اسکو راستے ہی میں روک

دے آگے نہ بڑھنے پائے اور ہم صرف دو سو سوار ایک دو سطر

میں ٹھہریں تاکہ طرفین کا حال ہمیں معلوم رہے۔

اس کے بعد افسروں نے اتفاق کر لیا فوج ترتیب کے ساتھ آگستہ

ہوئی اور چلی آزاد پاشا اس کا لم کے ہمراہ تھے جو کچھ کے

منع پر قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔

علیقہ پاشا اس کا لم کے ہمراہ گئے جو فوج دوسرے سے

مقابلہ کرنے گیا تھا۔

اب سنئے کہ ایک کوس کے فاصلے پر ترکی رسالہ رک

کیا اور جنگ شروع ہو گئی کمانیر کے کان میں دائیں دھین

کی آواز آنا شروع ہوئی۔ سواروں نے غل بچا یا کہ وہ جنگ

شروع ہو گئی۔ جو کالم قلعے کو گھرے ہوئے تھے انھوں نے

بھی آواز سنی اور دفعتاً قلعے سے بھی گولہ چلنے لگا۔ مضافا

اور تین طرف سے گولے برسائے گئے کمانیر جنرل افواج دنوں

طرفوں کی جنگ کا حال دیکھ رہے تھے۔

ترکوں کے ایک گولے نے کچھ برج کے بیرونی قلعے کے برج

کو ڈھکایا۔ اور کسی توپیں مع چالیس روسیوں کو گولہ انباروں

کے اراکار کے گرنے پر تین اور اس برج کے قریب کھڑے اور

گیارہ سائیسوں کی بھی جان لی اس برج کے نیچے ہی

گھوڑے بندھے تھے۔ ترکوں نے خوشی کا نعرہ بلند کیا۔

اسپر روسی اور بھی جھلائے جھلا کر گولے مارنے لگے کہ اتنے

میں ترکوں کا ایک گولہ قلعہ معلی کے ایک کونے پر پڑھا۔

جسے ٹکڑوں سے تین روسی افسر دو گولہ انداز دو سیبا ہی

اسی دم ٹھنڈے ہو گئے۔

روسی افسروں نے دیکھا کہ معاملہ نازک ہوتا جاتا ہے ڈری

تشویش ہوئی تسکین فقط یہ تھی کہ بیرونی ملک آیا جانتی ہے

اگر یہ خیال خام تھا۔ پانچ چھ افسر ایک بلند مقام سے دور میں

لگا کر میدان کی طرف دیکھنے لگے۔ دیکھا کہ افسر کمانیر کچھ

سواروں کو لے کر وسط میں ہے اور روسی اور ترکوں سے

برابر گولی چلی رہی ہے۔ انھوں نے نعرہ خوشی ملا کہ ہمارے

سوار ٹر بھر کر ہماری مدد کو ضرور آئینگے۔ مگر عین دفر خوشی

کی حالت میں ترکی گولہ اس بلند مقام پر پڑھا جہاں یہ

روسی افسر دور میں سے دیکھ رہے تھے اور اسی دم وہ

سب افسر دنیا سے کوچ کر گئے اپنے رسالے کو دور میں

ذریعے سے دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے مگر یہ آخری خوشی تھی

کچھ نہ بن پڑیگی۔

چوتھے افسر نے جو سب سے زیادہ تجربہ کار تھے کہا کچھ گولہ انداز دریا کی طرف دالے برج میں رہیں جب ہم لوگ نکل جائیں تب وہ بھی بھاگ کھڑے ہوں اس عرصے میں اگر ترکون کے کالم متعینہ نے دریا کی طرف جانے کی کوشش کی تو گولہ انداز اور اسے آگ برسائیں۔ ہر کو موقع ملے گا کہ وہ اس کے ساتھ نکل جائیں۔

یہ گفتگو قلعے کے اندر خاص خاص افسروں میں ہو رہی تھی کہ ترکون کا ایک گولہ دوسرے برج پر گرا اور دوبار سے ٹکرایا برج کو گرانا ہوا صحن قلعہ میں پھٹا تو چوبیس آدمیوں کو زخمی کیا۔ دو سپاہیوں اور ایک لفٹنٹ کی جان لی اے بھی کھل بیٹھی۔ یہ گولہ ہنوز نہ دھوا تھا کہ ایک گولہ آگیا جس سے برج پر ہوا اور بھی خاک میں مل گیا اور دسیوں کے جان مال کا نقصان ہوا۔ ہنوز یہ گولہ ٹھنڈا نہ ہوا تھا کہ ایک گولہ آگیا اور پھٹنے لگی تو دسیوں کو ٹھنڈا کر دیا اسکے بعد ترکون نے گولوں کی بھر مار کر دی۔ اور تمام میدان میں دھنسا دھنسا کی آواز گونجنے لگی روسی جنرل نے اپنے گولہ اندازوں کو حکم دیا کہ جتنی توپیں ہیں سب پر تپتی برسے اور صف شکن بھی گولے برسائے گولہ انداز کو پوری پوری خوراک دجائے گی تو ٹھوڑی ہی دیر میں سناٹا ہو جائے گا۔ خالی توپیں بھیلنے سے رہے ہم گولے اتارتے ہیں تو گر سامان کمان سے لائیں۔ اور یہ گفتگو ہوتی تھی اور میدان میں ایک ادھل چلا روسیوں کا کالم اس قدر قریب آگیا کہ گولے کی ٹرائی بیکار ہوئی گو ترکون نے برابر بار بار دھماکے ماری ماری کرتے کرتے دھماکے ہوئے فوج کو لے ہی آئے تاکہ اس کالم کو شکست دیکر

اسکے بعد انکو فوج اور جنگ سے مطلق سرکار نہ رہا۔ ترکون نے ٹھوڑی دیر میں قلعے کی مغربی دیوار کو جو ان سب مستحکم تھی مارے گولوں اور گولہ بون کے چھانی بنا دیا اور مغرب کے علاوہ اور دو جانب سے بھی آگ برس رہے تھے روسیوں کے پاس قلعے میں اس قدر سامان تھا کہ تین طرف سے غنیمت کا مقابلہ کرنے۔

الغرض جب ترکون نے تین جانب سے قلعے کو گھیر لیا اور تینوں طرف سے گولی اور گولے برسائے لگے روسیوں کو قلعے کے اندر سخت عاجز کیا قلعہ کا ایک برج گولوں سے اڑا دیا کئی روسی افسروں کو جو درہمیں سے اس فوج کو دیکھتے تھے جو یہ دینی مدد دینے کو آئی تھی ایک ہی گولے میں ٹھنڈا کیا تو ترکون کا دل اور بھی بڑھا۔

مگر روسی اپنی خوشنویس ناک حالت پر افسوس کرتے تھے خصوصاً جب انھوں نے دیکھا کہ جو فوج انکی ملک کے لیے آئی تھی وہ روک دی گئی اور ترکون کے ایک کالم نے ہر ہتھیار کا مقابلہ کیا اور تین جانب سے دوسرے کالم نے قلعے کو گھیر لیا تو یہی سہی امید بھی جاتی رہی اور افسران روس قلعے میں باہم مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ ایک افسر۔ بات بیدھب ہوئی۔ اب کچھ نہ کچھ نہ کرنا چاہیے۔

دوسرا افسر۔ بجز اسکے اور کوئی تدبیر نہیں ہے کہ قلعہ چھوڑ دین اور چپکے سے نکل جائیں۔

تیسرا افسر۔ ہاں صحیح ہے۔ مگر قلعہ چھوڑا اور دریا کی طرف کے کالم نے ہمارا نقاب کیا سب بھر جان بری محال ہو جائیگی اور کتنے کی موت جان جائیگی پھر کرتے دھرتے

کی فوج جنگ کے قہد سے سرحد کی طرف بڑھی۔ اور کوئی چھبیس سائیس دن کے بعد اعلان جنگ دیا تو گورنٹ برصغیر اپنے ملک میں منتشر کیا کہ سرکار اہل سرحد کو اغیار کی اطاعت اور ماتحتی اور عہداری سے آزاد کرنے کے لیے جنگ کرتی ہے اور جو عہداری اس ملک میں بیشتر تھی اسی کو از سر نو قائم کرنا چاہتی ہے ورنہ اس کے ایک اخبار سے معلوم ہوا کہ سر دیانے پوری پوری تیاری جنگ کی ہے۔

سر دیانے وزیر جنگ نے حکم دیا کہ جہاں جہاں مدارس ہیں سب بند کر دیے جائیں اور فوج کے زنجیوں کے لیے و بطریق اسپتال بنائے جائیں۔ سرکاری عمارتوں میں کینسرس اور کینس میگزین کا سامان رکھا گیا۔

شہزادہ من سے جب سلطنت قحمانیہ نے دریافت کیا کہ یہ جنگی تیاریاں کس قہد سے ہو رہی ہیں تو شہزادے نے ان دکان اور چین و چنان کے بعد کچھ بین بائین شاہین ایک اڑادی کہا کہ حاشا ہم سلطنت روم سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتے اس کے بعد ایک سفیر حضرت سلطان اعظم بھیجا اور اسکو تاکید کی کہ حضرت سلطان کی خدمت میں شہزادہ من کی طرف سے کہے کہ سر دیانل وجان سے مطیع و منقاد گورنٹ برصغیر کی ہے مگر ٹرکی سمجھ گئی کہ وال میں کچھ کالا کا لاضرہ ہے۔ گورنٹ ٹرکی نے سر دیانے سے خراج طلب کیا۔ اور لکھا کہ سرحد سے فوراً اپنی فوج واپس لے جاؤ ورنہ بھی خواہش ظاہر کی کہ مراد نجم تخت نشین ہوں اور ایک سو اکیس قریب توپ کی سلامتی اور اس کے جواب میں سر دیانے اپنی اور فوج بھی سرحد پر روانہ کی اس عرصے میں بائیں نیکو دے کے جو بھی عہد صبت کرنے لگے۔ سر دیانل دیکھا کچھ مٹے بھی بر دال لگاے۔ ساتھی نیکو

فلے والوں کی مدد کو پہنچیں اگر یہ کام شکست پانا بھی تو روسیوں کی تنہا برائی۔ تین طرف سے فوج فلے کا محاصرہ کیے ہوئے تھی اور قلعے کی فوج دوسرے کے پاس سامان بھی تھا کہ دو گھنٹے مقابلہ کرتی روسیوں نے تلوار لاری اور پھینٹے ترکوں نے بھی دست بدست جنگ کی مگر فتحہ ایسی ٹھنکھوڑ لکھا جھانی کہ کل میدان اور دشت بزدلیہ و نادر ہو گیا۔ ڈگھٹا ٹوپ اندھیرا کہ کچھ نظری نہیں آتا تھا۔ جو جس مقام پر کھڑا تھا شل پیکر تصویر خاموش کھڑا رہا۔ قلعے کی فوج روس نے جاہا کہ نکل بھاگے مگر راستہ ہی نہیں سوچتا تھا بڑے بڑے آرمیوں کا قوی ہے کہ ایسی تاریکی اور ایسے کالے کالے بادل بھی نہیں دیکھے تھے۔

آزاد پاشا اور علی نو پاشا اور احمد پاشا اپنے اپنے کالوں کو چھوڑ کر ادھر ادھر ٹوٹ ٹوٹ کر گشت کرنے لگے۔ اور بگل بجنا شروع ہوا کہ سب اپنی اپنی جگہ پر موجود کچھ یون سی سی تاریکی کم ہوئی تو یہ بیون دوست ایک مقام پر باہم گفتگو کرنے لگے۔ مگر ایک کی بھی شکل نظر آتی تھی۔ سر دیانل تو کیا اصل حقیقت تھی کہ ٹرکی کا مقابلہ کرنا مگر روسیوں نے بڑے دے دیکر جنگ پر چڑھایا۔ سر دیانل کو شک کی جگہ یقین تھا بلکہ یہی ایمان دہن تھا کہ اگر ترک در ابھی غالب آئے تو روسی ہمارا ہاتھ بٹا بیٹھنا اور ہم ترکوں کو بچا دیکھا بیٹھنے مگر جب مقابلہ ہوا تو سر دیانے کے چھٹے چھوٹ گئے اسنے کھلم کھلا تیاری کی تھی کہ ٹرکی سے خبردار ماہو۔ روس اور فرانس اور اسٹریا کے سفیرون نے سر دیانے کو سمجھایا کہ خبردار جنگ کا قہد نہ کرنا لیکن روس کا سمجھا نہ صرف برک نام تھا۔ دہرہ شدہ دیتا جاتا تھا۔ جون کے عینے میں شریا

کے اخبار میں چھپا کہ وہ لوگ بھی اہل سردیا کا ساتھ دیئے اور سب ملکر ترکون سے نبرد آزما ہونے سے اب نیسے کہ بوسنیا اور ہرنیو کو نیا بھی بگڑ گئے اور اسی عرصے میں بلغارستان بھی بگڑ کھڑا ہوا۔

ادھر تو یہ ہو رہا تھا اُدھر سردیا کے شہزادے نے وزیر جنگ کے نام خط بھیجا کہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ ہم اعلان جنگ کرتے ہیں۔

تار برنی نے ساری خدائی میں گھر گھر یہ خبر پونچائی۔ سردیا کی فوج کے سپہ سالار روسی جنرل سرنیات تھے انھوں نے سردیا کو کسی قدر رویہ بھی دیا کہ سامان جنگ ہم ہونچاؤ۔ اس وقت شہزادہ ملن کا مرت کس برس کا سین تھا۔ سردیا کے پاس کوئی بادن ہزار آدمی تھے مگر ان میں تو اعداد ان اور آرمودہ کا شاید پانچزار ہوں۔ باقی نادانق محض الغرض شہزادہ میں جنگ روم و سربا شروع ہوئی۔

روسی جنرل کی راے کے مطابق سردیا کی فوج کارروائی کرتی تھی۔

آزاد۔ روسیوں کو تو ابتدا ہی سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ سب روسیوں کی سازش سے ہوا۔

علیقو۔ تجوی۔ پیشتر ہی سے معلوم تھا۔ احمد پاشا۔ وہ تو یورپ چھپے ہی نہیں رہتے۔ آزاد۔ مگر اہل سردیا تو بڑے بودے نکلے۔

احمد۔ بالکل کچ جانتے ہی نہیں۔ کسی میدان میں سرسبز نہ ہوے ہر مقام پر شکست پائی جو جنگ ہوئی بھاگتے راہ نہ ملی۔

آزاد۔ ہاں صاحب پھر کسی جنگ کا تو حال بیان کیجیے۔ روسی تو مقام نس میں تھے اور سردیا کی فوج مقام اگسینس میں نس بہت ہی عمدہ مقام تھا۔ سردیا اور بلغارستان دونوں کے قبضے کے لیے اس سے زیادہ مقام نہ تھا۔

سردیا نے اپنی فوج کے دو کالم بنائے۔ اور روسی جنرل کی جالاکی سے دونوں کالم کیے بعد دیکرے نس کے پہاڑوں پر چڑھ گئے اور وہاں سے اترے تو دونوں کالم مختلف سمتوں سے چلے۔ ترکون کے پاس نینیس ہزار آدمی تھے۔

آزاد۔ کون صاحب یہ فوج پہاڑوں پر چڑھ کیونکر گئی۔ علیقو۔ غفلت کے سبب سے۔

آزاد۔ افو اتنی غفلت۔ علیقو۔ حضرت سلطان تک خبر ہو چکی۔ جواب طلب کیا۔ عبد الکریم پاشا سپہ سالار فوج بھیجے گئے کہ اس کمانیر سے باز پرس کریں۔

آزاد۔ ضرور جاسیتے تھا۔ علیقو۔ بس پھر تو ترکون نے چھکے چھوڑا دیے۔

آزاد۔ اخبار دن میں پڑھا تھا۔ علیقو۔ مار کے اڑا دیا۔ شکست پر شکست دی بھاگتے

راہ نہ ملی۔ آزاد۔ سردیا تک داخل ہو گئے تھے۔

علیقو۔ جی ہاں۔ ۳۱۔ جولائی کو سردیا کی سلطنت میں ترک داخل ہوئے مگر ٹبری جنگ کے بعد سردیا میں جانے پائے۔

آزاد۔ اور وہ روسی جنرل کیا ہوئے۔ علیقو۔ روسی جنرل اور کئی افسر سردیا کی مدد کو آئے تھے

سر دیا کے صدر مقام الکر شیر تک دڑانے ہوئے چلے گئے۔

آزاد۔ (خوش ہو کر) ہاں یہ تو ہنسنے اخبار میں پڑھا تھا۔

علیقو۔ اب شہزادہ ملن گھرائے۔ اور دل غار کے سفروں کو محل شاہی میں طلب کر کے لکھا کہ اب ہم صلح کے خواستگار ہیں۔ آپ لوگ صلح کرادیجیے۔

آزاد۔ (خوش ہو کر) بات تیرے کی۔

علیقو۔ مگر ستمبر کو سر دیا نے اسی شکست فاش پائی کہ تمام عمر نہ بھولنے کے تری سپاہیوں نے جوش میں آکر ایسا نچا دکھا کہ تھلائے کے مجبور ہو کر بھاگنا پڑا۔ اس جنگ میں میں بھی شریک تھا۔ یہ اُن کے صدر مقام کے پاس ہوئی تھی۔ سر دیا کے سپاہی جنگ کے قابل نہیں ہیں۔ مگر اس جنگ میں اُن کے گولہ اندازوں نے بڑا کارناما کیا۔

احمد۔ بس اب شکست کے بعد ہی تو روس کے والٹیر آئے تھے۔

علیقو۔ روسی جنرل افسر سپاہی والٹیر سب آئے تھے اسی سبب سے تو جنگ نے طول چھینا اور نہ سر دیا دالے تو

کب کے بول گئے ہوتے۔ اب دل لگی دیکھیے کہ پہلے تو روس

نے تمور سے ہی سے آدمی بھیجے مگر جب ترکوں نے سر دیا کی فوج کے ہر جنگ اور ہر مقام پر دانت کھتے کر دیے

تو روس نے جھلکا بہت سے سپاہی اور والٹیر بھیج دیے روسیوں کو سر دیا کی فوج سے نفرت ہو گئی اور سر دیا کے سپاہی روسیوں سے حسد کرنے لگے سوچے کہ یہ ظاہر تو

ہمارے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تمھاری

لماک کو آئے ہیں مگر باطن میں ہمارا لماک چھیننے اور ہمارے غلام بنانے کی فکر میں ہیں چلیے دونوں قومیں ایک قسم کی

گورنمنٹ روس نے انکو درپردہ بھیجا تھا کہ مردین مگر اہل

سر دیا کی جنسیت نے انکو بھی کہیں کا نہ رکھا۔ کئی سواریاں

کہنے لگے کہ جب سر دیا کے سپاہی ایک جنگ میں بھاگے گئے تو روسی فوجوں نے ہندوؤں کے کندھوں سے مارنا شروع کیا

اور لٹکا لٹکا کر کہا کہ اگر نہ رو دیا آگے بڑھو گلو۔ بھاگے تو چھپے پھر کر کھنا محال تھا۔ بھاگے سو بھاگے۔

آزاد۔ لا حول ولاقوہ۔

احمد پاشا۔ (دشمن کے دامن اس طرح بھاگے کہ کچھ پوچھنے نہ

بس شے ہوئے۔ اور بودے نہ بھی ہوتے تو ہمارا مقابلہ کیا خاک کرتے۔ ای لا حول۔

علیقو۔ پھر تو حضرت سلامت سر دیا میں جو طرف ہمارا ڈنکا

بجھنے لگا اور فہم بھاگ کر اور بھی دور ہو رہا۔

آزاد۔ اس کے کیا معنی دور ہو رہا کیا معنی۔

علیقو۔ مطلب یہ کہ ملک کے اندر رونی حصہ میں چلا گیا۔

احمد۔ ہمارے دوست بھی سر دیا کی کئی لڑائیوں میں شریک تھے

آزاد۔ کون دوست۔

احمد۔ حسن پاشا۔

علیقو۔ شہزادہ ملن چلائے۔ آجہ بانوں بھول گئے سوچے

کہ بڑی غلطی ہوئی۔ ۱۸۔ اگست کو دزرا کو بلوایا ایک

مجلس شوریٰ منعقد کی بعض دڑانے لکھا کہ صلح کر لیجیے۔ ورنہ

اس سے زیادہ تباہی پڑے گی۔ اب بھی سویرا ہی مگر اکثر دون کی

یہی راے ہوئی کہ چاہئے انجام جو کچھ ہو صلح کی درخواست

کرنا فضول ہی ہے ہر جہاد آباد۔

ترک تو بڑھتے آئے ہی تھے سر دیا کی فوج کو انھوں نے

پھر شکست دی چند ہی روز میں ترکوں نے ایسا نچا دکھا یا کہ



ناچانی ہوگی۔

آزاد۔ اچھی دل لگی ہو۔

احمد۔ ایک افسر فوج سردار مجھ سے کہتا تھا کہ روسی جنرل سردار کے سپاہیوں کی جنیت پر دانت پیس میکر رہ جاتے تھے اور ہماری فوج کا دل بڑھتا جاتا تھا۔ سردار کو اچھی سزا ملی۔ بہت چل نکلتا تھا۔

علیقو۔ یہاں تک نوبت آئی کہ ادھر ترکوں نے مقابلہ کیا ادھر بندہ وقین اور توپیں چھوڑ کر بھاگے افسر بچا رہے مگر مقام پر ایکلے رہ گئے سپاہی اور سواروں کا پتا ہی نہیں افسر ترکوں کوں کھڑے ہوئے میں آخر کار سلاطین یورپ نے یہ فیصلہ کیا کہ دو ہفتے تک جنگ ملتوی رہے۔ ترک فوج باکرہ سر ہو گئے تھے انکو مہلت منظور تھی مگر جب انھوں نے دیکھا کہ اس سلسلہ میں متفق الراے میں تو بد رعبہ جو روسی منظور کر لیا۔ مگر ہم تو اصل مائی نیگرہ کی تعریف کرینگے دامن سپاہی ہوں تو ایسے ہوں۔

احمد۔ اور شہزادہ ملن کی حمایت دیکھیے۔ انکو روسیوں نے یہ پٹی بڑھائی کہ تم بوسینا اور سردار کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دو۔ انھوں نے اپنے ملک میں چوڑا منہ مشہور کر دیا کہ ہم بادشاہ ہیں لڑائی پھر شروع ہوگئی اور ترکوں نے پھر سردار کو دیا۔

آزاد۔ ہم نے بڑی کوشش کی تھی کہ اس جنگ میں شریک ہوں مگر بوجہ چند در چند آزد نہ برائی۔ اخیر ترکوں نے سردار کو نچا تو دکھا باس ہی خوشی کا باعث ہو۔

احمد۔ ایک مرتبہ البتہ سردار نے بڑا سخت حملہ کیا تھا۔

۲۸۔ ستمبر کو۔

علیقو۔ واہ۔ کیا خالی سردار نے حملہ کیا تھا؟ اہل مٹرا اور روسی اور بائیں نیگرہ کی فوج نے مل کر چڑھائی کی۔ مگر تعریف نہ کیجیے گا کہ کس بسالت سے ہٹا دیا۔ احمد۔ تو کیا آپ افسر تھے۔

علیقو۔ اچی وہ ہم نہیں ہمارے بھائی سہی۔ سر نیاز تو اس دن فتح فرور حاصل کرنے لگے مگر انکے پاس اس قدر فوج نہیں اور ترکوں کا جوش و خروش درجہ خندہال سے بڑھا ہوا تھا۔ بڑی دیر تک جنگ رہی سردار کو یقین ہو گیا تھا کہ ترکوں پر غالب آجائیں گا مگر آخر کار ترکوں نے مار کے ہٹا دیا۔ اس جنگ میں طرفین نے بڑا نقصان اٹھایا اور روسیوں کے کوئی ستر افسر دیکھ لاشیں میدان میں ملین۔ اتوار اور ترکوں کی بانی سردار نے شکست پر شکست پائی۔ اور روسیوں کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ ترکی اہل سردار سے بدرجہا بڑھ چڑھ کر ہیں۔ سمجھ گئے کہ اس طرح کی مدد سے خاک فائدہ نہ نکلے گا اور آخر اکتوبر تک سردار کی طاقت خاک میں ملگنی۔ نومبر کی پہلی تاریخ کو صدر مقام برترکون کا قبضہ ہو گیا۔

آزاد۔ سلطان مراد کی جگہ پر تو عبد الحمید خان اور آخر گت من تخت نشین ہوئے تھے نہ؟

علیقو۔ ہاں۔ ۳۱۔ اگست کو۔ سلطان مراد بچا رہے کی حالت سخت افسوسناک تھی۔ ابھی نام خدا چوتیسواں سال ہو۔

آزاد۔ خدا خضر و انباس کی عمر عطا کرے۔ علیقو۔ من آمین ثم آمین۔ بین تو ہونا رہا۔

آزاد۔ مگر انکے اس جوش و خروش کو دیکھیے گا اس وقت

اب سینے کے آزد پاشا چھ جری اور دلاور ترکوں کو لیکر قلعے کی طرف چلے۔ دوزینے ساتھ مجھے چار مزدور لے کر ان چوبلی زینوں کو آہستہ آہستہ لے جاتے تھے۔ آزاد پاشا کے ساتھ وہ سوار بھی تھا جو قلعے میں عرصہ دراز تک رہ چکا تھا قلعے کی ایک کھائی اور دوسرا یون ادیکی جھاڑوں کو گر کر کے آزاد پاشا بڑی دیر میں ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں میدان ہی میدان تھا۔ زمین کھڑے رہے جب مزدور زینے لیکر آئے تو سوار سے آفون نے انور و دسام کے سوالات کرنا شروع کیے۔

آزاد۔ قلعے میں تو بالکل سناٹا ہے۔

سوار۔ آدمی کم ہیں۔ سب کے سب قلعہ خاص میں جمع ہو گئے۔

آزاد۔ پھر ہمارا کالم کیوں نہیں آتا روکنے والا کون ہے۔

س۔ یہ فقط ہمارا خیال ہی خیال تھا کہ یہ مقام خالی ہوگا اگر فوج آتی اور اوپر سے روسی گولہ اندازی کرتے تو کالم کا کالم اڑھا گیا یا نہیں اسی سبب سے تو پانچ جہد آرمی آئے کہ اگر ابھی ڈائے گئے تو کیا۔ وطن کا لوٹ کے نام پر جان لگی۔ گئی۔

آزاد۔ اچھا اب فوج کو بولالین۔

س۔ ہاں اسکا مضائقہ نہیں۔

آزاد۔ اب یہاں تک آئے ہیں تو قلعے کی سیر بھی کر لیں۔ ٹھوڑی دیر کے بعد آزاد پاشا ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے قلعہ خاص کی دیوار بہت قریب تھی مگر گولہ انداز اب بچا بچا کر گولے اتارنے لگے تاکہ آزاد پاشا پر کوئی ٹکڑا نہ پڑ جائے کل فوج دست بدعا بھی کہ خدا خدا آزاد کو بچاتا۔ اور زندہ

بھی جنگ کا ذکر ہو رہا ہے۔

علیقو۔ سپاہی جہاں میدان میں گیا بس پھر اسکو جان کا مطلق خیال نہیں رہتا۔

اتنے میں بادل چھٹنے لگے اور کچھ کچھ روشنی نمودار ہوئی۔ ردسی سمجھے تھے کہ ترک ابھی کچھ دیر تک خاموش رہیں گے اور ہر موقع ہلکا کر دیا کی طرف بھاگ جائیں لیکن یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ترکوں نے تو پرتی دی اور دھننا کرنا ہو گا لایا۔ ارے۔ انوہ۔ ہم سمجھے تھے کہ ترک غافل ہو گئے ہونگے مگر وہ کب چونکے دالے ہیں۔

ابھی تک بادل منتشر نہیں ہوئے۔ تاریکی موجود ہے مگر انھوں نے گولا چلا ہی دیا۔ دوسرا آیا۔ تیسرا آیا۔ مجبور ہو کر دسیوں نے چند جری گولا اندازوں کو قلعے کے ایک برج میں چھوڑا اور تیار ہو گئے کہ نکل بھالیں مگر چند آدمیوں نے صلاح

دی کہ دشت اور جلگت کی کارروائی فضول اور فون

بہ گری کے خلاف ہی پہلے دیکھ لو کہ ترک کیا کارروائی

کر رہے ہیں۔ ٹھیکہ کر لو کہ کتنے اسقدر آدمی ہیں۔ پھر لہجہ

قلعہ چھوڑنے کا قصد کر دو مضائقہ نہیں۔ اس پر سختی آکر

تھے قلعے والوں نے زندوں سے دیکھا تو معلوم ہوا اندر کی

طرف جماعت کثیر ہے چند گولہ انداز انکو کسی طرح پریشان کر سکتے

اب بڑی پریشانی ہے۔ بھاگیں تو قتل ہوں اور قلعے میں رہیں

تو کوکوں سے کھو بڑی چھٹی ہے۔

یوں تو فوج ترک کا ہر ایک سپاہی سر دل جو اندر رہتا

کا جری تھا لیکن آزاد پاشا سب سے دہل ہاتھ بڑھ چڑھ کے تھے

’مئے دل سے لگی تھی کہ نفیم روسیہ کو بھگا کر اپنے تیلن شمالی

سرحد تک پہنچائیں۔

و صبح سلامت لانا۔ آزاد باشا جان بکھت تو گئے تھے  
دراے ہوئے قلعے کی دیوار کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔

آزاد۔ زینہ لگا کر اندر کی کیفیت تو دیکھیں۔

سوار۔ دیوار استقدر بلند ہے کہ الامان۔ زینے استقدر بلند  
کہاں ہیں کہ قلعے کا حال معلوم ہو جائے۔

آزاد۔ ابا با با۔ وہ دیکھو دیوار گری ہوئی ہے۔ ہمارے  
گوئے نے ایک حصہ دیوار کو خاک میں ملا دیا۔ وہاں سے  
زینہ لگا کر دیکھیں۔

سوار۔ بڑا نازک معاملہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ کا کوئی  
روئے والا نہیں ہے۔

اسن قعرے پر آزاد کو حسن آزاد سپہر آرا اور امیر رکھی اور خضر انسا اور  
زینت انسا اور دنیا اوس بلیڈ یا د آئین لیکن زینہ لگا کر آواز بلند  
بسم اللہ لکھ کر کھٹ کھٹ کرتے ہوئے چڑھ گئے۔ دوسرا

زینہ بھی لگایا گیا چھ سپاہی اور سوار جو ساتھ تھے وہ  
چڑھنے لگے۔ جب آخری سیڑھی پر پہنچے تو پھر بسم اللہ لکھ  
میان آزاد نے اسپر پائون رکھا اور دونوں زینوں سے

لا الہ الا اللہ کی آواز بلند کی اور قلعے کی طرف جھانکا  
اور سب نے ملکر تایان بجا دیں روسیوں نے جو یہ آواز سنی  
اور آزاد باشا اور دو آدمیوں کو دیکھا کہ قلعے کے اوپر آگئے

تو سمجھے فوج کی فوج مثل بحر موج اٹھ اٹھی۔ ایک پر  
ایک گرنے لگا بلا مشورہ و اجازت سپاہی اور سوار اور  
افسر اور چھپنے تھے سب کے سب دریا داسے راستے سے بھاگے

گو انداز بھی غائب اور افسر بھی نہ اور آزاد نے اور آگئے  
ساتھ یوں نے پھر نعرہ بلند کیا۔ اس نعرے کی آواز ترکی  
فوج تک نہیں گئی مگر جب ترکوں کے ایک کالم نے دیکھا کہ

روسی فوج دریا کی جانب سے نکلی جاتی ہے تو دوطرف سے اسپر  
حمل کیا۔ اور ایک کالم قلعے کے اندر داخل ہو گیا ان دونوں  
کالموں نے فوج روس کو گھیر لیا۔ روسی اسوقت بے بس تھے  
جب دیکھا کہ دوطرف سے مجبور ہو گئے اور اب کوچہ گزیر بند  
تو سخت متوجش ہوئے۔

اتنے میں قلعے میں سے آزاد باشا نے بندوق سر کی مگر  
ترکوں نے اشارے سے منع کیا کہ کوئی ابھی نہ چلنے پائے اور  
ایک سوار روسیوں کے پاس بھیجا گیا اسکو ہدایت ہوئی کہ  
اسطرح پر امور تدارعہ فیہ کا تصفیہ کرے۔

سوار نے فوراً جا کر ان لوگوں سے بون گفتگو کی۔  
سوار۔ افسر فوج ترک نے ہمیں بھیجا ہے اور کہا ہے کہ دریا  
کر دیہ لوگ جان دینا چاہتے ہیں یا نہیں۔

ایک افسر۔ ہم دونوں طرف سے محصور ہیں۔ یہ ہمیں  
خوب معلوم ہے۔

سوار۔ دوسری طرف سے نہیں اور قلعے کی جانب بھی  
نظر ڈالو۔

روسیوں نے قلعے کی طرف دیکھا تو ترک ڈٹے ہوئے  
ہوش اڑ گئے۔

دوسرا افسر۔ ہم اسوقت بالکل بے بس ہیں۔  
سوار۔ پھر کیا ضرور ہے کہ خواہ مخواہ جان دیجیے۔  
افسر۔ ہم اب لڑنا نہیں چاہتے۔

سوار۔ تو ہتھیار رکھ دو۔

راوی۔ مثل مشہور ہے کہ دہلی آئی جو ہے سے کان کنرانی ہے  
باہم مشورہ کر گئے۔

کر نفل۔ ہتھیار رکھنا تو بڑی شرم کی بات ہے۔

چوتھا۔ جانتے ہو یہ کون۔ یہ بڑے نامی گرامی افسر میں  
علیقو۔ ہونہ۔ مجھ سے کتنے ہیں۔ جنگ کر میا میں ہوا تھا  
مقابلہ ہو چکا ہے جب ہی تو بھٹا رہا ہے دھوکے دھوئے ہیں میں تھا  
میر گیا تھا اور یہی افسر مجھ کو گرفتار کر لے گیا تھا۔  
آزاد۔ آغا جب ہی یہ بائیں رخ دکھائی کی ہو رہی ہیں۔  
علیقو۔ اور کیا۔

روس کے ایک افسر نے آزاد پاشا کی طرف اشارہ کر کے  
پوچھا یہ بھی ترکی فٹیلین ہیں۔ ترکوں نے کہا ہاں مجھے ترک  
کیون کیا کسی اور ملک کے باشندے معلوم ہوتے ہیں۔ روسی  
کہا نہیں۔ ہیں تو سرخ و سفید اور خاص یورپین یہ بھی مگر انکا  
لب و ہج بعض اوقات ترکوں کا سائینس پایا جاتا ہو گون  
کہا یہ کہ یہ ہندی ہیں۔

ترک قلعے کی سیر کرنے لگے۔ جو سوار اور افسر اس قلعے  
میں رہ چکے تھے۔ وہ برائی باتوں کو یاد کرتے اور پرانے  
مقاوموں کو دیکھتے تھے اور جو لوگ نہیں آئے تھے وہ اوروں سے  
کل حال پوچھتے جاتے تھے۔ ان فرض ترک قلعے خراب سے  
قلعے میں دندناتے تھے۔  
آزاد۔ آج بہت تھکے۔

سوار۔ کارنایان کیا۔ آفرین۔ آفرین۔  
دوسرا سوار۔ تمہارے لئے کہ کہین کوئی روسی دیکھ نہ نے۔  
اب ادھر کا حال سنئے۔ روسی اور ترکی دونوں دست  
برست جنگ پر آمادہ ہو گئے تھے مگر تاریکی کے سبب سے دونوں  
کچھ کچھ پیچھے ہٹنے لگے حتیٰ کہ فاصلہ زیادہ ہو گیا۔ کمانبر نے  
پتیلے پرست دیکھی یہاں تھا کہ انکی فوج نے قلعہ خالی کر لیا اور  
اپنے دوسو سواروں کو حکم دیا کہ اس کالم سے جا کر مچاؤ

لفٹنٹ۔ مگر اب اور تو چارہ بھی نہیں۔  
جنرل۔ وہ تمہارا ہی کتنے ہیں ذرا گنو تو۔  
ل۔ ہاں سچ تو ہے۔ شاید دس پانچ تو اتریں ہوں اور  
نہرہ میں بند و فین۔  
ک۔ اچھا ہم تمہارا رکھے دیتے ہیں۔  
س۔ ہاں بس رکھ دو۔

روسیوں نے ہتھیار رکھ دیے اور ترکوں نے ان کو  
چاروں طرف سے گھیر کر قید کر لیا۔ اور قلعے میں بے گئے۔  
اسوقت ایک روسی افسر کی آنکھ سے اشک جاری ہو گئے  
بول ہی دل میں سوچنے لگا کہ اب تک اس قلعہ پر قبضہ کیے  
ہوئے غنیمت سے ٹرتے تھے اور اب قید میں ہیں۔

یہ افسر خباہت کر میا میں کارنایان کر چکا تھا اور کسی  
ٹرائیون میں اسے تھپے پائے تھے۔ آج تک کسی جنگ میں  
اسے شکست نہیں پائی تھی۔ مگر اس قلعے میں انکے ایسے پھنسے  
کہ قید ہو گئے۔ اس افسر نے علیقو پاشا کو غور سے دیکھا اور  
علیقو پاشا نے اسے غور سے نظر ڈالی۔

علیقو۔ کیا ہوا انقلاب زمانہ تو مشہور ہی ہے۔ کبھی ہم  
غالب کبھی تم غالب۔

افسر۔ (خونخوار ہو کر) اتفاق۔

ع۔ ایسا ہی اتفاق سب کو ہوتا ہے۔

افسر۔ (جین بہ جین ہو کر) کیا بزدلوں کی سی بائیں کرتا ہے۔

ع۔ اب قید میں ہوا اس سے جھوڑے دیتا ہوں درنہ۔

ایک پاشا۔ اس بحث سے کیا واسطہ۔

دوسرا۔ قیدی سے کیا جھگڑتے ہو۔

تیسرا۔ بیکار اس کے منہ لگتے ہو۔

جو میدان میں برسے جائے کھڑا ہے۔ سوار روانہ ہوئے اور  
ادھر سے سوار طلب کیے۔ میدان آزاد نے جاہانہ سواروں  
کے ساتھ خود بھی جائیں مگر اس قدر شل ہو گئے تھے کہ اٹھنا محال تھا۔  
علیق قوسم نہ جاؤ۔ ہم جاتے ہیں۔

احمد۔ ہکونہ جاتے دو۔

ع۔ نہیں ہم خود جائینگے۔

راوی۔ سپاہی ایسے ہونے ہیں۔ نہ کہ سردیہ کے  
بزدلوں کے۔

آزاد۔ قسطنطنیہ میں اکثر آدمیوں کی رائے ہے کہ افواج  
ترک کے افسر جری تو ہونے میں مگر اصول جنگ کا حقد  
واقفیت نہیں رکھتے۔

افسر۔ یہ سچ ہے۔ یہ کوئی قاعدہ عام نہیں ہے۔ اکثر افسر  
بڑے جنگ آزما اور تجربہ کار ہیں۔ مگر ترکی فوج کے افسروں  
کی ہم اس قدر تعریف نہیں کر سکتے جقدر ترکی سپاہیوں کی  
تعریف کر سکتے ہیں۔ ترک طاقت و مضبوطی متشعل مزاج بھی  
سپاہی ہیں۔ جنگ کی قوت جان بکھت بننے میں مگر افسر جھے  
نہیں اسکی وجہ یہ کہ افسر اکثر سفارشی مقرر ہو جاتے ہیں اگر  
استحقاق اور دیانت کے لحاظ سے مقرر ہوں تو کیا کوئی کرنا  
مقابلہ کر سکے۔ لاجول ولاتوہ۔

آزاد۔ وقت صلح کوئی نوے ہزار کے قریب سپاہ رہتی ہے۔  
افسر۔ ہاں اسکے قریب ہی قریب۔ کوئی ایک لاکھ آدمی  
آزاد۔ اور وقت جنگ۔

افسر۔ بونے دلاکھ تک۔ مگر جنگ کی وقت مقرر بھی فرض  
ہے کہ فوج سے مدد دے۔

آزاد۔ اب احمد مختار پاشا تو ایشیا کی افواج ترک کے

سپہ سالار ہیں اور عبدالکریم پاشا یورپ کی فوج کے۔ اور  
ہو برٹ پاشا اسپیسکس جنرل افواج بحری ہیں۔

افسر۔ ان سے آپ واقف ہیں۔

آزاد۔ صرف اس قدر سنا ہے کہ انگریز ہیں۔ کپتان ہو برٹ  
مگر انکی بیاقت کی بڑی تعریف ہے۔ سنا بڑے آزمودہ کار افسر  
ہیں۔ انکے پدر نرنگار کوئی بڑے امیر آدمی تھے۔

افسر۔ اسلاف جنگیہم کے ترکے ہیں شکستہ میں پیدا ہوئے  
تھے۔ اب ۵۴ برس کا سن ہے۔ چھ برس سے ترکوں کی فوج

بحری میں وکیر میں برٹش گورنمنٹ نے انکا نام کاٹ دیا۔ انھوں  
نے بہت کچھ منت و مساحت کی کہ حیرانامہ فسران فوج بحری انگلستان  
کے زمرے میں بھی شامل ہے لارڈ ڈرنی نے منظور کر دیا مگر جنگ

روم دروس شروع ہوئی تو انسے کیا گیا کہ با آسٹ انگلستان کے  
افسر فوج بحری زمین یا ترکی کے۔ انھوں نے لکھا کہ مجھے ترکی  
کی افسری پسند ہے زمین و اسلحہ ناہین چاہتا ہوں انکا نام پھر  
خارج کیا گیا۔

آزاد۔ کارنایان کر رہا ہے۔

افسر۔ اس میں کیا شک ہے۔

آزاد۔ روسیوں کا جواب دینے والا وہی تو ہے ایک۔

اسکے بعد ایک روسی افسر نے جو قید ہو گیا تھا کہا کہ تم لاکھ  
انٹرائی کی لو مگر دیکھو ہم کس جو انگریز اور استقلال کے  
ساتھ دیا ہے ڈیفوب بخور کر آئے۔

آزاد۔ دیا ہے ڈیفوب پر تو کوئی قطعے ہیں۔

روسی۔ گنتے جانیے۔ رشیک۔ تفسا۔ نیچی۔ اسکا کچا  
نکو دوس۔ دون۔

آزاد۔ پرسودا۔ سلسرہ۔ ترنگائی۔

آزاد۔ ہاں اب نظر آیا۔ خدا خیر کرے۔

روسی قیدیوں میں سے دو افسروں نے درخواست کی کہ اگر ترک اجازت دین تو وہ بھی بیرون پر سے دیکھیں۔

سوار یہاں سے بھی روانہ ہوئے اور قوٹری دیر میں میدان کے کالم سے مل کر گھوڑے کو گڑا دیے تو روسیوں کو بھاگنے کا نہ ملی ترکوں نے انکا تعاقب کیا، ترک فوج حاصل کر کے قلعہ میں بھیجی کی لینے لگے جیسا کہ ہر ایک فوج کا قاعدہ ہے۔

ایک سپاہی۔ ہماری قوم تو جنگی قوم ہے۔ سلف سے آج تک سپہ گری ترکوں کا پیشہ ہے۔ ہی ہمارے آباؤ اجداد کا پیشہ تھا۔ ممکن نہیں کہ رگ تار جوش زن نہو ترکوں کو کوئی میدان کا زراہ سے بھاگنے نہ دیکھنا۔ ترک کھڑے جا میں شکست پائیں یہ ممکن ہے۔ مگر رز جنگ غنیم کو پشت نہ دکھائیں گے۔

افسر۔ محمود دانی کے وقت سے ہماری قوم نے یورپ کے فنون حرب میں واقفیت حاصل کی ورنہ گو پہلے ہی ترک جنگ میں بسالت اور جو اندری ظاہر کرنے بھی لیکن طرز حرب سے چند ان واقف نہ تھے مرن اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنی جرات و شجاعت کے عزم پر انکو ناز تھا اور انکا ناز سچا نہ تھا جب یونان نے سلطان مغربی العہ کے عہد میں علم بغاوت بلند کیا تو محمود نے یورپ میں قواعد جنگی کے مطابق فوج کو تیار کروا دیا اس وقت بھی جرٹھانی کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اور بعض بعض قوت بھی باغی ہو گئے تھے۔ ایسے وقت نازک میں نئے قاعدے سے فوج کو میدان جنگ میں لڑوانا آسان امر نہ تھا۔ ترکی سپاہی مدت العمر سے ایک خاص قاعدے کے مطابق لڑتے آئے تھے۔ نئے قاعدے سے انکو کمال وقت ہوئی نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ ترکوں کی تاجر بہ کاری سے روسیوں نے فائدہ اٹھایا

روسی۔ ان قلعوں میں سلسلہ سب سے مضبوط قلعہ ہے۔ اسے میں دس بندرہ آدمیوں نے قلعے کے برج سے کہا کہ وہ بھاگے۔ وہ بھاگے جاتے ہیں۔ ہاں سوار و شاہاش جاتے نہ پائیں۔ جاتے نہ پائیں۔ آزاد پاشا اور گل افسر و سواروں و سپاہ ترک اور روسی قیدیوں کے کان بھرنے ہوئے کہ یہ کیا کہ رہے ہیں۔ کون بھاگا۔ سمجھ گئے کہ روسی بھاگے ہوئے۔

برج پر جا کر دیکھا تو ترک تعاقب کر رہے ہیں اور روسی سوار کھٹ بھاگے جاتے ہیں سب نے مگر نعرہ خوشی بلند کیا اور جو لوگ قلعے میں تھے انھوں نے بھی برج والوں کی دیکھا دیکھی نعرہ مارا۔

آزاد۔ بالا ہمارے ہاتھ ہی (خوش ہو کر) سے

سانی کو بڑا ہی ہنسنے چھاپا لا ایچھانے میں جب گئے تو چھاپا لا

جب دیکھے ہاتھ میں چوکی توں  
ای قدر یہ تم نے خوب طوطا بالا

ترک اسکا مطلب نہ سمجھے مگر آزاد اس وقت د فورط سے جاے میں بچو لے نہیں سماتے تھے۔

ایک افسر نے دور میں کے ذریعے سے دیکھا کہ بالا تویم جیت گئے مگر ایک خرابی ہے۔ خدا جانے اگر روسی رسالہ اس کے پر پہونچ گیا تو ہم دب جائیں گے۔

آزاد۔ ہکو وہ میلانہیں سوچتا۔

افسر۔ ایک غنیم اور جرٹھائے۔

آزاد۔ (مسکرائے) داند نہین نہیں سوچتا۔

افسر۔ اب بہت قریب ہے۔ خدا نہ کرے کہ پہلے پر پہونچ جائیں۔

اور غائب گئے لیکن چونکہ ترک سفینہ کا اصول کے مطابق  
رہے تھے لہذا روسیوں کے بھی چھکے چھوٹ گئے۔

آزاد۔ آگے عسائیوں کو بھی تو فوج میں بھرتی کرتے تھے۔  
افسر۔ ہاں کچھ دن تک عسائی بھی فوج میں بھرتی کیے گئے  
مگر بعض بعض شرطیں سخت تھیں۔

آزاد۔ اب اس وقت تلے میں جو فوج ہر آئین پر درپین  
ٹرکی کے لوگ زیادہ ہیں یا ایشیائے

افسر۔ ایشیائی ٹرکی کے لوگ زیادہ ہیں۔

آزاد۔ مدرسہ حرب صرف مسطیفیہ میں ہوا کہیں اور بھی۔  
افسر۔ کئی مدرسے ہیں ان مدرسوں میں فنون حرب انجیری  
کے علاوہ فرانسیسی اور عربی اور ترکی زبان کی بھی تعلیم ہوتی  
ہے اور تاریخ اور جغرافیہ اور ریاضی اور علم کلیت بھی سکھایا  
جاتا ہے۔

آزاد۔ ہاں یہ تو ہم اس مدرسے میں دیکھ چکے ہیں جو مسطیفیہ  
کے قریب ہے۔ روسیوں نے بڑی کوشش کی کہ تیلے پر چڑھ جائیں  
مگر ترکی سواروں نے دم نہ لینے دیا۔ کئی سو سواران روس تلے  
پر چڑھ گئے۔ مگر با قیامانہ ایسے جو اس بھاگے کہ چھپے پھر کر  
دیکھنا قسم تھا۔ جو سوار تیلے پر تھے انھوں نے باڑھ مارنا  
شرع کی جس سے ترکوں کا کسی قدر نقصان ہوا۔ ایک افسر  
نے فوراً فوج کے دو کالم کر دیے۔ ایک کالم نے تیلے کی سپاہ  
روس سے مقابلہ کیا اور دوسرا کالم ان سواران روس کا  
تغائب کر لیا گیا جو بھاگے جاتے تھے آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ وہ  
سوار تو بھاگ نکلے مگر تیلے کے سواروں نے ترکوں کو بہت  
نقصان پہنچایا اگر تعداد میں کافی ہوتے تو ترکوں کو  
وہاں سے ہٹ جانا پڑتا مگر ترکوں کی جماعت کثیر نہ آئے

پھر دیے اور بخوشی دیر میں نصف سے زیادہ کو اہل کے سپرد  
کر دیا با قیامانہ بھاگ کھڑے ہوئے شام تک کل فوج ترک  
تلے کے اندر نہ دانی تھی شب کو ترکی فوج نے انواع و  
اقسام کی دلیلیوں سے خوشیاں منائیں فوجی پارک سپاہی کا  
دل ہاتھوں بلکہ بانسوں بڑھ جاتا ہے دوسرا جا کر ایک چھار ڈ  
سالہ چھوٹری کو لے آئے۔ اور وہ ناپختہ لگی میدان آزاد سے  
زیادہ تھکے ہوئے تھے اور مٹی غند سوار ہے تھکے کہ ایک افسر  
نے جا کر انکو جگایا۔

افسر۔ آزاد۔ آزاد۔ آزاد۔ آزاد۔ آزاد۔  
آزاد۔ (انگرائی لیکر) کو بھیجی۔  
افسر۔ ذرا تھکے تو کھو۔

آزاد۔ آپ ہیں۔ حضرت ذرا سونے دیجیے۔  
افسر۔ واسعہ ہم نہ ناشیکے۔

اتنے میں علیقو باشا آئے۔ انھوں نے آزاد کو جگایا۔  
اور کہا جلد بیان کا تاج دکھائیں۔  
آزاد۔ یہ کون ہے۔ ہر تو حسین۔

علیقو۔ ہر کا کہ آتش ہے۔ کافر بادیش ہے۔ جھلاوا ہے۔  
آزاد۔ یہ ترکی ہے۔

علیقو۔ بلگیر بالی ہے۔ جسکو بلغارستان کہتے ہیں۔  
آزاد۔ اسکی وضع تو مردانی ہے۔

افسر۔ بیان عورتیں ہی سنتی ہیں۔  
آزاد۔ چوبھی ہے اور اچکن بھی ہے اور منیل بھی ہے۔

افسر۔ اور کمر بند برقع بھی ہے۔  
آزاد۔ مگر کیا ادھر۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

افسر۔ ہم تو اس کمر بند پر جان دیتے ہیں۔

راوی۔ حضرات! ظفر بن اس بیان کو یاد رکھیے گا۔  
آزاد۔ قسم خدا کی آنے دار۔

افسر۔ بلخارستان میں دو بدیشان مشہور ہیں حسن اور جمال  
میں بے نظیر اور پسند و دلپذیر۔

آزاد۔ پھر تم کو کون رکھینگے۔  
افسر۔ اگر زندگی جو تو دکھانگے در نہ مجھوری ہو۔

آزاد۔ آزادانشاہ۔ یار زندہ وصحبت باقی۔  
اس بہت جاو و جمال نے ترکی غزلین گائین گریبان

آزاد کو پسند نہ آئیں بان مسکے حسن گلوسر پر لبہ فریقہ ہو  
اور اس کی ادائے آنکھ دل بر اثر کیا۔

آزاد۔ کوئی فارسی غزل بھی یاد ہو۔  
افسر۔ فارسی غزلین کیا جانیں۔ فارس جانے کابھی

کا ہے کو اتفاق ہوا ہوگا۔  
یہ نعرہ سنکر وہ مسکرائے لگی۔ آزاد پاشا نے کہا یہ

فارس فرد گئی ہیں ہمیں دراشک نہیں وہ اور بھی  
مسکرائی تب اس افسر کو بھی یقین ہو گیا فارسی غزل

گانے کی فرمائش کی تو اسے سان انجیب حافظ شیرازی کے  
یہ اشعار گائے۔

تو اسے معج کہ سنجی دلا مبارکباد | تو نفس نغمہ را مبارکباد  
ہمیشہ نغمہ شنو عشق و دیگ امر | بلند نغمہ تری این نوامبارکباد

جبری دیر تک دھما جو گڑی مچی رہی اسکے بعد آزاد اور دو  
ترکی افسر اپنی اپنی جگہ پر بیٹ کر یوں مہکلا م ہوئے۔

آزاد۔ جرمنی در پردہ روس کے ہمیں ہیں۔  
محمود پاشا۔ اس میں کیا شک ہو۔ دونوں دانت کاٹی

روٹی ہوئے۔

حامد پاشا۔ بس یہی تو ہمیں خوف ہو کہ کسی سلفطینین ہا ہم  
لی ہوئی ہیں۔

محمود۔ دزدکی تو رہا ہے ہو کہ جرمنی ضرور مدد کی فرانس  
سے اور روس سے جانی دشمنی ہو۔ وہ روس کو اپنا دوست

بنائیگی اور اطالیہ ہو بجات میداے، اور ایس برقیفہ کر لگا  
اور آسٹریا کو بوسینا اور ہسریگو وناوے دینگے۔ اور انگلستان

مصر اور کینڈا پانگے۔  
آزاد۔ یہ غلط ہو انگلستان مصر نہ لگا۔ اور مصر ایسا

ملک ہی نہیں جس پر کسی خاص یورپین سلفطنت کا قبضہ  
ہو جاوے۔

حامد۔ وجہ۔ یہ آپ کو کون کون معلوم ہوا۔  
آزاد۔ نہ سو نہ کرا چھلکا یاد ہو۔ بس سمجھ جائے۔

حامد۔ مگر انگلستان ہو ضرور مدد دینگا۔  
آزاد۔ انگلستان نے صاف کہا کہ ہم کسی طرف نہ گئے

مگر ان ایک بات ہو کہ سلفطینہ پر کسی کو قابض ہونے دینگے  
اس کو یاد رکھیے گا اسکے خلاف نہوگا۔

حامد۔ اچھا اطالیہ کو تو حصے بخرے کرنے کی خواہش ہو۔  
آزاد۔ لا حول ولاقوہ۔ اطالیہ اور آسٹریا دونوں

اگر بلجائیں تو بھی ترکی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہاں روس  
اور جرمنی کی سازش مبری ہو دونوں طاقت و سلفطینین

ہیں۔  
محمود۔ روس کی خواہش نہیں ہو کہ سلفطینہ پر قابض

ہو مگر روسی بس اس قدر چاہتے ہیں کہ او کوئی ترکی گئے  
معاہدات میں کچھ دخل نہ دے۔

آزاد۔ اور کوئی دخل نہ لگا۔



دوول یک شود و بشکند کہ در ا | ہذا انگدگی آزاد انبوہ را

اگر چہ لوگ متفق ہو کر مرین تو کیا بات ہے۔  
آزاد۔ اگر سب پاہون کا ایک دیکھ کر تو ہم عیش عیش  
کرنے لگے۔

احمد۔ ہاں پھر انا بھی نہ ہو۔ ایک دن مدحت پاشا کے محل  
میں مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ جبری سرگرمی سے بحث چوری  
تھی کہ ایک افسر سرکش پاشا نے اکبر حسن ادنیٰ وزیر جنگ پر گولی  
چلائی۔ ہندو ق کے دئے ہی گل دریا بھاگ کر اندر کے کمرے  
میں چلے گئے۔ مگر شید پاشا وزیر صنعت دول خارجہ و احمد پاشا  
ذیر برتہ جبری بیٹھے رہے۔ شید پاشا تو سٹکے کے عالم میں تھے  
مگر احمد پاشا اس شقی کے کچے پر بوج لگے۔ اُس نے اپنے کھم کھتا  
ہوا لکڑے اپنے انا بڑھوٹا لیا۔ اور انگوٹھی مقام پر ڈھکی کہ۔  
مجبور ہو کر انگوٹھان نے بچوڑ دیا۔ حسن ادنیٰ کو زخم تو کلاوی لگا تھا  
مگر جان باقی تھی۔ اس شقی القاب نے چٹنے چلے ایک اور تباہ  
رکھا اور وزیر مہرج و کاکام تمام ہو گیا۔ سہ

سائنس دیکھی تھیں سہل میں جو آتے جاتے

اور جرح کا دیا جلا دے جاتے جاتے

اب سینے کو شید پاشا انک اپنی جگہ پر بیٹھے رہے اور  
کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ بیٹھے ہی بیٹھے مرنے لگے بعد اُس کم  
کیطرت جہان اور وزارت گیا اور دروازہ ہلا کر کہا۔ وزیر عظم  
دروازہ کھول دین تم پر گولی نہ جلاؤ لگا۔ خاطر جمع رکھو  
مدحت پاشا نے جواب دیا کہ اس وقت میں نہ کھونڈ لگائے  
دیوانے ہو۔ اُسے دروازے میں گولی ماری لیکن کمرے  
میں کسی پر بری نہیں دوزر کرے میں اُسکے گرفتار کرنے کو  
لگے۔ مگر اُسے گولی چلائی۔ جب پولیس آئے اُسے کو دیکھا کہ وہ

محمود۔ نہیں انگلستان ضرور دخل دیگا۔

آزاد۔ ہاں انگلستان دخل دیگا مگر فوجی مدد نہ دیگا۔  
حامد۔ ہندوستان میں ہمارے لشکر کے زمینوں کے لیے  
چندہ جمع ہو رہا ہے۔

محمود۔ فرانس اب کسی میں نہیں ہے۔  
آزاد۔ شہنشاہی لڑائی نے رجب سہی طاقت اور بھی  
توڑ دی۔

محمود۔ اور اصل تو یہ ہے کہ سلطنت جمہوری نے اور بھی  
مٹی خراب کی۔

آزاد۔ اس واسے سے جہین اتفاق ہے۔  
محمود۔ یہ عزل و نصب تو دنیا کا قانون ہے۔

آزاد۔ مشرور زلی کی حکمت غیبی دور اندیشی سے خالی  
نہیں ہے۔

محمود۔ ہاں کیسی کچھ۔ اور پرنس بہار کی حکمت عملی  
کیا کم ہے۔

حامد۔ جتنے ہیں سب نہیں۔ بین۔ کوئٹہ اینڈ۔ بسی کیا  
کچھ کم ہیں۔

آزاد۔ پرنس بہارک ہوں یا کوئٹہ اینڈ بسی۔ جب تک  
ہماری سلطنت کے درالیاقت سے کام کرینگے کسی کا ہنگامہ  
خوف نہیں ہے۔ بال تک بیکانین ہو سکتا۔

حامد۔ خدا مالک ہے۔  
محمود۔ مگر آزاد پاشا آدمی لائق ہیں۔

جبری دیر تک ان معاملات کی نسبت گفتگو رہی اسکے  
بعد احمد پاشا نے کہا کہ ہمارے ملک کو ناجانی اور نا انسانی  
نے غارت کر دیا۔ ورنہ سہ

شخص مگر ہم اور ادھر ادھر لاشیں پڑی ہیں ایک پس  
افسر مقتول ہوا۔ چھ سپاہی اور کانسبل مجروح ہوئے تب  
کہیں اُس دوڑنے کو گرفتار کیا۔  
آزاد۔ آخر کچھ کچھ مزاحی ہوئی۔ یا تو بچ نکلا۔  
احمد۔ خون کا۔ خون۔ قصاص۔ حکم یہ کہ کل زندہ  
نہ رہنے پائے۔  
حامد۔ بچنے اُسکو دیکھا۔ ہر عضو بدن میں زخم تھا۔  
آزاد۔ ہاں۔ خود بھی زخمی ہوا۔  
حامد۔ اور جراحت کو قریب نہیں جانے دتا تھا۔  
آزاد۔ کوئی وجہ بھی دیات ہوئی یا نہیں۔  
حامد۔ قاتل نے تو کچھ بتایا نہیں مگر لوگوں کا قیاس ہو کہ  
سلطان عبدالعزیز نے سخت سے اُترنے پر وہ جھڑا اٹھا اور  
از خود رفتہ ہو گیا لہذا دُور سے بلا لینے گیا۔  
آزاد۔ اہل دُور زمین سے کسی نے گرفتار نہ کیا۔  
حامد۔ دُور اُسوقت مسلح تھے نہیں کچھ۔ وہ تو باہم  
مشورہ کر رہے تھے۔  
احمد۔ وہ مسلح ہمار۔ آمادہ ہو کر اُترنے کو کہا تھا۔ انکا مقابلہ  
اُسوقت آسان نہ تھا اور تین دیر دن کے مقابلہ کیا بھی مگر  
سلاح اور ہتھیار میں برافرن ہوتا ہے۔  
آزاد۔ سنا کہ ایک سپاہی بڑا ظلم کر رہے ہیں۔  
حامد۔ ہرے سانے نام نہ لیجیے۔ وہ سپاہی حسین  
لوٹیرے ہیں۔  
احمد۔ اسمن کیا شک ہے۔ ظلم اور تعدی سپاہی کا کام  
نہیں ہے۔  
آزاد۔ صلح اور جنگ دونوں وقت ان لوگوں کی ہی نیت

رہتی ہے کسی نہ کسی طرح لوٹ مار میں۔ پر ابا مال اچھے آئے  
سپاہی کو اس سے کیا کام ہے۔  
احمد۔ بس انکا مقابلہ ہمارے ہاشی بزدلی ہی کر سکتے ہیں۔  
آزاد۔ دونوں کر ارے اور کس بل کے جوان ہیں۔ یوں  
صاحب سلطان عبدالعزیز نے جو قوت یہ حال بنا ہو گا کہ وہ  
سے اُترے جائیگے۔ اُنکے دل کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ خدا  
یہ وقت کسی کو نہ دکھائے اور سلطان مراد کے طرفداروں نے  
کھلی کے چراغ جلائے ہوئے۔  
احمد۔ سلطان کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہاں کیا ہڈیا  
پک رہی ہے۔  
انے حافظ پاشا نے جو قریب تھے کہا کہ حضور کی نسبت  
یہ تجوز ہوئی ہے۔ اُسپر انھوں نے ذریعہ جنگ کو طلب کیا اور  
ذریعہ جنگ نے صاف انکا کیا کہا ہم نہ آئیں گے۔ جو قوت سلطان  
عبدالعزیز کا آدمی ہو چکا ذریعہ جنگ کیلٹی میں تھے۔  
آزاد۔ اور کون کون تھا۔  
حامد۔ اور کئی دیر تھے۔ اور ملا بھی تھے۔  
آزاد۔ سلطان کو کس قدر بچ ہوا ہو گا کہ ہم ذریعہ کو بلاتے  
ہیں اور وہ نہیں آتا۔  
احمد۔ بس سمجھ گئے کہ اب ہم سلطان نہیں ہیں۔  
آزاد۔ افسوس صد افسوس۔  
حامد۔ شیخ الاسلام نے بھی راے دے دی کہ سلطان  
آمدے جائیں۔  
آزاد۔ محمد مراد آئندہ بھی تو شیخ الاسلام کی راے سے  
جانشین قرار پائے تھے۔  
حامد۔ جی ہاں۔ کونسل میں جو قوت شیخ الاسلام کی تحریر کی

اور پڑھی گئی مین بھی وہاں موجود تھا۔ کسی نے اس را سے اختلاف نہ کیا۔

محمود۔ سلطان نے کچھ نبد دست نہ کیا۔

آزاد۔ نبد و دست کرنے تو کیا کرتے۔

محمود۔ کل فوراً اور رعایا اور رفعات ایک طرف تھے۔

احمد۔ محل معالی کو جو طرہ سے گھیر لیا تھا۔

محمود۔ لیکن خرابی یہ ہوئی کہ شہزادہ مراد سلطان ہی کے پاس تھے۔

احمد۔ ہاں جب ہی توقف ہوا۔

احمد۔ جی ہاں۔ سلطان نے انکی دعوت کی تھی۔ وہ بدعو تھے۔

محمود۔ چار سلاطین روم کا مراد نام تھا۔ یہ مراد نجم الدین احمد۔ آخر ایک ضرب توپ کی شک سے کل عیا کو معلوم ہو گیا کہ اب نئے سلطان تخت نشین ہوئے مختلف صوبوں کے

گورنروں کے پاس تار بھیجا گیا کہ سلطان مراد کی عہداری کو ردیف پاشا اسی صبح کو سلطان عبدالعزیز کے پاس گئے۔

سلطان مجلس میں تھے اطلاع کرائی۔ چند خواجہ سراؤں نے خوب غل مچایا اور ردیف پاشا کو اندر نہ جانے دیا مگر سپاہیوں نے ان خواجہ سراؤں کو گرفتار کر لیا۔ سلطان عبدالعزیز نے

کہا بھیجا کہ ہم ملاقات نہ کر سکتے۔ اسپر ردیف پاشا نے کہا کہ اگر آپ شریف نہیں لائینگے تو میں مع سپاہیوں کے رہا نہیں چلا آؤنگا۔

آزاد۔ افسوس کا مقام ہے۔

محمود۔ پھر سلطان کو مجبور ہو کر باہر آنا پڑا۔

احمد۔ ہاے اسوقت میں بھی تھا۔

آزاد۔ انکے دل کا حال انکے بشوے سے ظاہر ہوتا ہوگا۔

احمد۔ اسپر کیا شک ہے۔ اور انکی والدہ بیجاری بائیک ساتھ آئی تھیں اسپر میان آزاد کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے۔

احمد۔ ہاں کھڑے ہوئے تھے اور روتی جاتی تھیں۔

آزاد۔ بدائیسے کیا کیا گیا۔

احمد۔ کہنا کہ اب سلطان نہیں ہیں آپ۔ حکمرانی کا اب فاتحہ ہے۔

آزاد۔ تو یہ۔ تو یہ۔ کیا انقلاب ہے مانہ ہے۔

احمد۔ اور سنئے۔ اُسے کیا گیا۔ محل بھی خالی کر دیجیے۔ آزاد۔ افسوس ہوا افسوس

احمد۔ سلطان جہد العزیز نے جھکا کر کہا تم جھوٹ بولنے ہو ردیف پاشا نے کہا ذرا کھڑکی سے جھانک کر باہر دیکھیے۔

دیکھا کہ فوج برے جانے ہوئے باہر کھڑی ہے۔ ہوش اڑ گئے اتنے میں کہا گیا کہ اگر جان غریب تو فوراً محل چھوڑ دیجیے۔

محمود۔ جب ہمارا پر سوار ہو کر جانے لگے تو کہا (اگر میں جانا نہ کر رہا ہوتا) اسبابو دعاء تو اس بودھے کو میں رہ رہے سینچتا

آزاد۔ اگر ایک مکان کسی کے قبضے سے نکلیے تو عمر بھر بچ رہے نہ کہ ملک۔

احمد۔ تو قبلہ سلطان عبدالعزیز کو ذرا اور شیخ الاسلام بدوخت سے نہیں آتا۔ اگر وہ تخت نشین ہوتے تو سلطنت کے حق میں اچھا ہوتا۔

آزاد۔ ہاں ہے تو ایسا ہی۔

محمود۔ سلطان مراد اُسے زیادہ ناواقف ہیں۔

آزاد۔ لیکن حق تو مراد ہی کا ہے۔

محمود۔ بلاشبہ جب بھی نو سلطان روم ہوئے۔

احمد۔ ۴۔ جون کو یہ خبر آئی کہ سلطان عبد العزیز مرڈ  
پڑے۔

آزاد۔ کیا کسی نے قتل کر ڈالا۔ یا واقعی خودکشی کی۔

احمد۔ خودکشی کی۔

محمود۔ مراد کو سہار کبادی کا خط بھی لکھا تھا۔

آزاد۔ ہاں! کیا لکھا تھا۔

محمود۔ لکھا تھا کہ میں سہار کباد دیتا ہوں۔ خدا کرے تم

کا مہیا ہو۔ مگر اس مقام پر میں نہیں رہنا چاہتا۔ دوسری

جگہ بھیج دو۔

احمد۔ داغ میں کسی قدر خلل ہو گیا تھا۔

محمود۔ ہوا ہی چاہے۔

آزاد۔ ہتھیار تو آئے پاس نہیں تھے۔

محمود۔ بڑی حفاظت کی گئی تھی مگر ایک دن دیکھا کہ سہری

بر بڑے بین اور ایک ٹانگ نیچے تنگی ہوئی ہے۔ خون کے

شرائے جاری ہیں۔

احمد۔ ۱۹۔ ڈاکٹر کئے۔ جس میں برٹش سفارش کے ڈاکٹر بھی

اور خد جانتے کس کس ملک کے اہل تھے مگر جان ہی باقی

نہیں بھی کرتے کیا۔

محمود۔ مینی سے انھوں نے گین کاٹ ڈالیں تھیں۔

احمد۔ بڑا افسوس ہوا۔ خدا جانتا ہے جسے سنا سوس کیا

مگر مجبوری کا مقام تھا۔

آزاد۔ مراد تو خوش ہوئے ہونگے کہ اب کوئی اندیشہ

نہیں رہا۔

احمد۔ زمین کیا خشک ہے۔

محمود۔ مگر سلطان مراد نے عبد العزیز کی قبر کی حالتیں

خاطر بہت کی ہے۔

احمد۔ بیشک۔ اور چاہیے بھی ایسا ہی۔

آزاد نے کہا مانتی نیگرو کے آدمیوں کو بتئے اب تک

نہیں دیکھا ہے۔ اتنے دن تک قسطنطنیہ میں رہے ہر ملک کا

آدمی دیکھا۔ مگر نہیں دیکھا تو مانتی نیگرو کا آدمی۔

احمد۔ ترکوں سے اور اُسے اکثر جھگڑا رہا ہے۔

محمود۔ بڑے بہادر ہیں۔

آزاد۔ بڑی تعریف سنی ہے۔

محمود۔ مورچے سے بھاگتا تو جانتے ہی نہیں۔

آزاد۔ ہم جانتے ہیں ایسے جری سپاہی تمام عالم میں

نہ ہونگے۔

محمود۔ آدمی کا ہے کو دہ ہیں۔

آزاد۔ اگر مانتی نیگرو کے سپاہی اس وقت بکندہ دین تو

کاسک سے اور اُسے خوب ہو۔

محمود۔ کاسک کی کیا اصل و حقیقت ہے۔

آزاد۔ اسد اسد اتنے بڑھے ہوئے ہیں۔

احمد۔ ایک ایک بچہ سپاہی ہے اور ایسا سپاہی جس کا کوئی

مقابلہ نہ کر سکے۔

آزاد۔ اگر زندہ رہے اور قسطنطنیہ کو دیکھنا نصیب ہوا تو

مانتی نیگرو بھی جانے۔ قابل دید مقام ہے۔

احمد۔ آپ بشرِ طغریٰ کی پورپ کی سر بیجیے۔

آزاد۔ آپ کس کس ملک گئے ہیں۔

احمد۔ سر ویہ۔ بلگیرا۔ مانتی نیگرو۔ سر کیشیا۔ فرانس

جرمنی۔

آزاد۔ (محمود بانٹا سے) اور آپ؟۔

محمود۔ یورپ کا تو کوئی ملک ہم سے بچے نہیں پایا اور  
ایشیا میں عرب اور فارس اور آرمینیا اور سرکشیا دیکھا  
اور ادھر مضربک ہوا آئے ہیں۔

آزاد۔ ہاں! تو آپ دونوں صاحبِ سیاح ہیں اور رہا  
کون کون کر لے سکتے ہیں آپ۔

احمد - فارسی - عربی - ترکی - فرانسیسی -  
مجموعہ - ہم فارسی - عربی - فرانسیسی اور انگریزی بول  
سکتے ہیں -

آزاد (منسک) اور ترکی؟

محمود۔ (مسکرا کر) کیا خوب۔ اب ترک کی بھی نہ بول سکتے تھے۔

آزاد۔ ترکی شعر تو میری ہے کوئی۔

محمود نے شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ سیف اور  
خنجر ہمارا اعتبار ہے، گرمیہ ان کا زار ہے۔ قبر سے ہمیں خوف  
نہیں اگر مورا ہے ہمارے جاہل تو ہم سے زیادہ خوش نصیب  
لوٹی نہیں۔

آزاد۔ کل یہ اشعار ہم کو لکھ دیے گا۔

دوسرے روز صبح کے وقت میان آزاد افسران فوج سے جنگ کی نسبت باتیں کرنے لگے۔ ایک افسر نے کہا ہم لوگ پہلے ہی سے جانتے تھے کہ دوسرے جنگ سرورج ہوئی اور دوسرے خود میدان میں آئیگا۔ وہی جوا۔ اور سرورج کی جنگ میں تو دوسرے شریک ہی تھا۔ بلکہ باور دوسرے اور پسندناؤ سبز گونیا کو روس نے درغلنا شروع کیا تھا کہ ترکوں کے خلاف ہتھیار اٹھاؤ۔ جب سرورج نے شکست پائی تو روس بھی

جھٹلا یا اگر اس جھٹلانے سے ہوتا کیا برا حال! لاقوۃ یطلبہا  
یہ تھا کہ سلطان کی عیلاماری میں کئی عیوبون میں علیحدہ علیحدہ  
گو رنٹ قائم ہو جائے اور ہر کئی سلطنت کو دفعہ آئے اور  
دفعہ دفعہ ان عیوبون کو اپنے زیر نگین کرے۔ اس آستانہ کو  
دیکھ لگے گا۔ بے ایمانی تو کوئی روس سے سیکھے۔

آزاد۔ اگر سرحدیہ پنجاب ہوتی اور بلگیر با اور یوسینا وغیرہ مقامات میں غدر ہو جاتا تو روس خاموش رہتا۔ خوش ہو کہ ترکی کی مختلف ریاستوں اور صوبوں میں غدر ہو گیا اور لطف یہ کہ روس سے کوئی سلطنت با زیر سر نہ کر سکتی۔ روسی حاکم کہ دینے کہ ہمیں کچھ واسطہ نہیں ہم نہیں جانتے۔ ترکی کے صوبے ترکی کے جبر سے تنگ اگر آزاد ہونے کے لیے کوشش کرنے میں ہمیں کما واسطہ ۔

افسر۔ روس کا ہر طرح فائدہ تھا۔

آزاد۔ اگر سردیہ اور بلغارستان ترکی سے شکست بھی  
پانے یوروپس کا کیا نقصان ہے۔  
افسر۔ ہے تو۔ مگر کم۔

آناؤ۔ مطلب یہ کہ اُسکا کوئی محبوبہ تو نکلی جانے والا نہیں اگر کوئی نکلیگا تو سُر کی کا۔

افسر۔ ہاں یہی تو ہم بھی سوچتے ہیں۔

دوسرا افسر - ۷۶ - ستمبر کو کونٹ شوٹ لانے وزیر صنعت  
خارجہ کے نام ایک مراسلہ بھیجا تھا۔

آزاد۔ لارڈ ڈوربین کے نام۔

افسر۔ یاں لکھا تھا کہ سربہ کی جنگ اب ختم ہونی چاہیے اور  
اگر کسی صلح کرے تو سب مسلمانین ملکر کارروائی کریں بلکہ  
روس کو دھماکے اور دھمکائیاں دیں۔

\_\_\_\_\_

افسر۔ اہل سرودہ تو بالکل بودے نکلا۔

آزاد۔ سرودہ تو شہزادہ ملن کے قبضے میں ہو اور رومینیا؟

افسر۔ رومینیا کے حکمران شہزادہ چارلس ہیں۔

آزاد۔ کیا یہ بھی روس کے بس میں ہیں؟

افسر۔ کیسے کچھ۔

آزاد۔ تو روس نے ترکی کے کسی صوبے کو بغیر سازش اور

انگو کے نہیں چھوڑا۔ کوئی مقام باقی ہی نہیں رہا۔ عجیب

ہی۔ بڑے ایماندار لوگ ہیں چشم بد دور۔

افسر۔ روس کے قول و فعل کا کوئی ذی عقل ہرگز اعتبار

نہ کرے گا۔

آزاد۔ ترکی نے تو ایک یادداشت میں لکھا تھا کہ روسی

سرودہ کی مدد کرتے ہیں روس کے افسر اور سپاہی سرودہ میں

تشریف سے ہیں۔ روس کی مدد کے سبب سرودہ اختراہا ہے اور

صلح بر آسانی کے ساتھ راضی نہ ہوگا۔ سرودہ کی گورنمنٹ کو شک

کے عوض نہیں ہے کہ روس آخر دم تک اسکو ترکی سے بچاے گا

ورنہ کبھی جنگ پر راضی نہ ہونے۔

افسر۔ ایک اخبار میں نے پڑھا تھا کہ جنگ سرودہ کی

نسبت روس کے ہر شہر اور قصبے بلکہ گاؤں تک میں جندہ

جمع ہو رہا ہے۔ غریب سے غریب بھی خوشی کے ساتھ جندہ رہنے

میں۔ اکثر آدمیوں نے قرض لیکر سرودہ کی مدد کے لیے جہاد

دیا۔ والدین جب سرودہ کی مدد کو چلے تو پارٹیوں نے انکو

دعا میں دین اور جب سرودہ سے بعد انکو اسے جنگ اور سر

کرائی شروع ہوئی تو جوش و خروش کی کچھ انتہا ہی نہ تھی

اور مدد ترکوں کا بھر خدشہ موج زن تھا۔ ترکوں نے انکو

خفے کے جا بجا اشتہار چکاوے کہ اگر وہ زمین کوئی تھیں

آزاد۔ اپنا حصہ ضرور لگائیں گے۔

افسر۔ شہنشاہ روس نے بھی شہنشاہ آسٹریا کے نام سپاہی

خط بھیجا تھا۔

آزاد۔ کیا لکھا تھا۔

افسر۔ لکھا تھا کہ ترکی میں کمال نظمی ہے۔ لہذا ہم سب

پرفرض ہے کہ جسے تحریک کریں۔

آزاد۔ اور اپنے ہاں کے منسلک کی خبر ہی نہیں۔

افسر۔ جی ہاں۔

آزاد۔ انگلستان ایسی تجویز سے ہرگز اتفاق نہ کرے گا۔

افسر۔ اور نہ آسٹریا نے پسند کیا۔ نہ اروس اپنا ساتھ دیکر

رہ گئے۔

آزاد۔ انگلستان نے اسقدر اہمیت منظور کیا تھا کہ جنگ

میں ایک مہینے کی مہلت ملے اور وہ بھی روس کی استدعا

کے موافق۔ روس کی دلی خواہش تھی کہ سرودہ اور ترکی کی

جنگ ملتوی ہو جائے۔

سربراہی ایسٹ کو گورنمنٹ انگلستان نے حکم دیا کہ اگر

ترکی التوا سے جنگ پر راضی نہ ہو تو فوراً قسطنطنیہ سے واپس آؤ۔

اور کہ دو دن انگلستان کی دلی خواہش ہے کہ ترکی کی سبودی ہو

لیکن اگر سلطنت عثمانیہ التوا سے جنگ پر راضی نہیں ہوتی تو

آج سے انگلستان اس کے معاملات میں دخل نہ دے گا۔

آزاد۔ جب ہی تو جنگ ملتوی ہو گئی۔

افسر۔ اور کیا۔ جب کل سلطنتوں کا اتفاق ہوا ہے تو ایک

کو بدرجہ مجبوری تعمیل کرنی ہی پڑتی ہے۔

آزاد۔ ظاہر ہے کہ سرودہ عمر بھر ترکی سپاہیوں کی حفاظت

نہ بھولے گا۔

کارروائی کر دیا جو ترکی کی عظمت اور جبروت کے خلاف ہی  
تو رعایا اُسکو گولی مار دیگی۔

آزاد۔ اصرار ہے۔

افسر۔ آپ تو یہاں تھے نہیں۔ مجھے اسکا حال پوچھیے  
آزاد۔ صحیح ہے۔

افسر۔ اب سنیے کہ روس نے خواہش کی کہ کچھ جینے کی  
حالت ملے مگر ترکی کو منظور نہ تھا۔

آزاد۔ ہاں بہین ترکی کا نقصان ہی کیا تھا۔

افسر۔ ترکی نے کہا کہ کچھ جینے کی حالت میں ہمارا نقصان  
ہی۔ اگر حالت ہو تو کم سے کم کچھ جینے کی۔ روس نے منظور نہ کیا۔

اور کہا کچھ جینے تک سرودہ اپنی فوج کا بار نہ اٹھا سکے گا۔

اظالیہ نے بھی روس کی سی کمی تب برٹش گورنمنٹ نے  
پرنس بسارک لکھا کہ آپ بھی اس بارے میں ہماری مدد

کریں اور سرودہ کو سمجھا دیں کہ کچھ جینے کی حالت منظور کر  
پرنس بسارک نے کہا کچھ جینے کی حالت ہمارے نزدیک

کچھ مضائقہ نہیں ہے مگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ کسی سلطنت پر زور  
ڈالیں۔ اگر سرودہ مان لے تو خیر ورنہ ہم روس یا سرودہ

یا اظالیہ پر زور نہیں ڈالنا چاہتے۔

آزاد۔ مطلب یہ کہ روس کا ساتھ دیا۔

افسر۔ کچھ جینے کی حالت میں روس کا نقصان ہوتا۔

آزاد۔ جب تو منظور نہ کیا۔ ایک ہی کا بیان ہے۔

افسر۔ روس اور جرمنی اور اظالیہ تو متفق الہا سے تھے مگر  
فرانس نے مخالفت کی۔

آزاد۔ (مسکرائے) وہ تو جس طرف جرمنی ہی کے خلاف  
فرانس ضرور ہوگا۔

افسر۔ آسٹریا نے فرانس کا ساتھ دیا۔

آزاد۔ دو ایک طرف ہو گئے۔

افسر۔ اس بھڑے ہی عرصے میں روس خدا جانے  
کتنے مرتبہ جھوٹ بولا۔

آزاد۔ یہ تو پرانی بات ہے۔

افسر۔ زار روس نے سفیر برٹش سے خود کہا تھا کہ میرا نشان  
تسلطیہ پر قیصر کریمکا نہیں ہے اگر اشد ضرورت ہوئی تو

شاید بلگیرا کے ایک حصے پر قابض ہو جاؤں۔

آزاد۔ کیا جواب۔ اشد ضرورت کے یہ معنی کہ بلگیرا کو اب  
ہم نہ چھوڑینگے۔

افسر۔ جی ہاں۔

آزاد۔ ہندوستان کے قبضہ کی نسبت بھی تو کہا تھا کہ کوئل  
نفت میں ہماری سلطنت پر نعمت تراشی ہے کہ ہندوستان کو

روسی فتح کرنا چاہتے ہیں۔ پھل غلطی مگر کوئی پوچھے کہ آپ کی  
بات کا یقین کس مردود ہو۔

افسر۔ ششہ ازمین روس نے صاف کدیا تھا کہ ہم خواہو  
شامل سلطنت روس نہ کریں گے۔ جب اعتراض کیا گیا تو کہا کہ

ہم نے ضلع خجند پر قبضہ کیا ہے کچھ شہر خواہ پر قابض نہیں ہو  
اور نہ خان خجند کو تخت سے اتارے۔

آزاد۔ اس بے ایمانی کو دیکھیے گا۔

افسر۔ لاجول دلاتوہ۔

آزاد۔ اتنی بڑی سلطنت اور یہ کیفیت۔ افسوس۔ حق  
افسر۔ کئی بار روسیوں نے برٹش گورنمنٹ کو مفت دینا

کے ساتھ لکھا کہ آپ ہماری طرف سے بدظن نمون ہم صلح کے  
خواہان ہیں صلح کی ہمارا خاص مسلک ہے۔ مگر جب لکھا کہ بنا

مطلب ہو فوراً غلامی کی۔

آزاد۔ ظاہر ہے۔

افسر۔ جب ترکی نے ملت جنگ منظور کر لی تو لاروس نے

شہر اسکو کی کونسل کے ممبروں کے سامنے ایک پیسج دی اور

کہا کہ آپ لوگوں کو بخوبی معلوم ہے کہ ہماری خواہش کے

بوجب ترکی نے ملت منظور کر لی۔ اس ملت سے سروے

اور باہمی ملکوں میں کشت و خون نہ ہونے پایگا اس موقع پر

اہل ناٹلی نگر دئے ثابت کر دیا کہ وہ واقعی بڑے بہادر اور

جیسے جو اندر سپاہی ہیں اور یہ ذرا سا محو بہشتیہ اپنے باشندوں

کی جرات اور شجاعت کے لیے مشہور رہا ہے۔ فوس ہے کہ شہر

کی نسبت ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس ملک کے باشندے جری

ہیں۔ گو ہمارے ملک کے افسر بھی اعلیٰ فوج میں شریک تھے

مگر اہل سر دیہ میدان سے بھاگ ہی کھڑے ہوئے ان سے

کسی طرح کی امید نہیں ہو سکتی ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہماری

رعایا کا ہمارے سبب سے خون بہے بلکہ اسکا تنہا فائدہ دل

جان سے غزیر ہے۔

آزاد۔ کیا بڑے رحمدل بنے ہیں۔

افسر۔ جی ہاں۔ ولی خواہش ہے کہ صلح ہو۔

آزاد۔ بہشتی آدمی میں بیچارے۔

افسر۔ کیسے کچھ۔

آزاد۔ اس پیسج کے جواب میں کونسل نے کیا کہا۔

افسر۔ کونسل کے نمبر نے کہا اے شہنشاہ روس ہلوگ حضور کے

کمال شکر گزار ہیں۔

آزاد۔ اور قلعہ صلح بکارتے تھے اور جنگ کی تیاریاں کرتے تھے۔

افسر۔ اچھی بُری وعدہ و خلافات سلطنت ہے۔

آزاد۔ ناروس کی شکل سے شان خسروی تو ظاہر ہے اور

شہنشاہ جرمی کی صورت سے بھی۔

افسر۔ آسٹریا جرمی اور روس تینوں سلطنتوں کے

شہنشاہوں کا چہرہ عجب دار ہے۔

آزاد۔ آپ نے سمجھ لیا کہ آپ کو دیکھا ہوگا۔

افسر۔ دیکھ کر کیا خوب۔ میں مہربان برسوں رہا ہوں۔

آزاد۔ لاروسا لبریری ہی تو مسطیفیہ کی کانفرنس میں منجانب

برٹش گورنمنٹ گئے تھے۔

افسر۔ ہاں لاروسا لبریری آئے تھے۔

اتنے میں اس افسر کے پاس ایک خط آیا۔ خط کھولا اور

ہسان آزاد کو مخاطب کر کے یوں لکھا کہ

افسر۔ یہ ایشیائی ترکی سے خط آیا ہے۔

آزاد۔ ہاں! کسی دوست نے بھیجا ہے۔

افسر۔ ہمارے چائے کے کٹے کا خط ہے۔ وہ غنٹ میں۔

آزاد۔ وہاں کی جنگ کا کیا حال لکھے ہیں۔

افسر۔ لکھا ہے کہ سردی کی گرم بازاری ہے۔ اور برف کثرت سے

گرتی ہے سردی آہستہ آہستہ بڑھنے آئے ہیں مگر سامنے میں بڑا

ظلم کر رہے ہیں۔ ایک دل لگی مادر کھنے کے قابل ہے ہم لوگوں نے

سرکشیہ داؤن کو درغلان کر روس کی عملداری میں غلام کر دیا۔

اُوہ قاتل کی کمی تو میں روس سے بھی ہو گئی ہیں۔

آزاد۔ (خوش ہو کر) خوب ہوا۔ میں بہت خوش ہوا۔

افسر۔ سنئے کہ روسی جابر تو ہیں ہی تاکہ ظلم سے اہل سرکشیہ

کی ناک میں دم آگیا تھا۔ دیوانہ راہوئے ہست ترکوں کی

شہ باتے ہی بگڑ کھڑے ہوئے۔ ابتدا ابتدا میں روسیوں نے

کسی قدر کامیابی حاصل کی تھی۔ مینیا میں چار زخوات پائی تھیں



لیکن ۲۶ اپریل کو باطوم میں ایسا نچا دیکھا کہ یاد ہی تو کرتے ہو گئے۔

آزاد۔ قطعہ باطوم سے قلعہ ارطون کستدر فاصلے پر ہے۔

افسر۔ کوئی پینتالیس میل کے قریب۔

آزاد۔ کس جانب ہے۔

افسر۔ جنوب کی طرف اسپر روسی قابض ہو گئے ہیں۔

آزاد۔ روسی افسر بہت جلد بڑھ آئے۔

افسر۔ مگر کیا۔ اُنکے حق میں ضرر ہوگا۔

آزاد۔ یہ کیوں۔ اس سے ہمیں اتفاق نہیں ہے۔

افسر۔ ایک وجہ ہے۔ میں عرض کروں۔ اگر مع سامان رسد

فوج آئے تو تو اچھا ہے لیکن یہ لوگ تو دوزخ کی طرح کر کے

آتے ہیں۔ انہی دور پر آئے ہیں کہ اگر ایک شکست ہو تو

ہوش ارجحائیں بڑی غلطی کی۔ احمد مختار پاشا تجربہ کار آدمی

ہیں۔ عجب نہیں کہ عہدہ اور قصہ اڑھنے دیا ہو کہ بڑھ کر جائینگے

کمان۔ دو ایک کالم کا مقابلہ شکل نہیں۔

آزاد۔ خاص فوج سے تو روس کے بڑھتے ہوئے

کالم فاصلے پر ہیں۔

افسر۔ تو یہی تو خرابی ہے۔

آزاد۔ ہاں خط تو ختم لیجیے۔

افسر۔ جتنے کئی مقاموں پر بندوبست کر لیا ہے کہ روسیوں

کے پاس رسد نہ جانے پائے اور نہ وہ اپنی فوج سے خط

کتابت کر سکیں احمد مختار پاشا ہمارے سپہ سالار کے خراج میں

حرارت نام کو نہیں ہے۔ بڑے سنجیدہ آدمی ہیں اور غارتگر اور

قتل شع۔ روسیوں کے جنرل کا نام سنا ہی ہوگا۔ گرنیڈیو لوک

سکاٹیل جوان آدمی ہیں۔ اور جری۔

قسطنطنیہ کے کانفرس کی نسبت کہا کہ ترکی کی طرف سے

صفوت پاشا اور ادم پاشا مقرر ہوئے۔ صفوت پاشا وزیر

صیغہ خارجہ ہیں اور یولین ثالث کے وقت میں سفیر فرانس

میں تھے بڑے تجربہ کار آدمی ہیں اور ادم پاشا بھی یورپ کے

پولٹیکل امور سے واقفیت رکھتے ہیں۔

آزاد۔ جرمنی کی طرف سے تو صرف ایک سفیر تھا۔

افسر۔ ہاں جرمنی اور اطالیہ اور روس کی طرف سے

ایک ہی ایک سفیر تھا۔

آزاد۔ اور انگلستان کی طرف سے۔

افسر۔ دو انگلستان فرانس ترکی اور اسپر پائے دو دفعہ

بھیجے تھے۔

آزاد۔ اور پریسیڈنٹ کون تھا۔

افسر۔ صفوت پاشا۔ ترکوں نے اپنے صوبوں کی بغاوت

کی نسبت ایک کاغذ پڑھا۔

آزاد۔ جنرل اغنائیف بھی تھے۔

افسر۔ انھیں کے سبب سے تو دو مہینے کی مہلت دی گئی چار

گھنٹے تک بحث رہی۔ سلطان نے لارڈ سلسبری سے کہا کہ

ہم ان شرائط کو قبول نہیں کر سکتے جو ہماری رعایا کی مرضی

کے خلاف ہوں۔ ورنہ وہ لوگ ہمیں کو قتل کر ڈالینگے اور

تھا بھی ایسا ہی۔

آزاد۔ جوش کے سبب سے۔

افسر۔ لارڈ سلسبری نے بلگیر باکے جبر و تعدی کا ذکر

کیا تو سلطان المغنم نے فرمایا کہ ترکوں کا قصور نہیں ہے۔

وہ خاص روسیوں کا قصور ہے۔ انھیں کے سبب سے جبر

و تعدی ہوئی۔

یہ باتیں جوبھی رہی نہیں کہ ایک شخص نے آنکر کہا کچھ اور بھی سنار دسی آگئے۔ آنا سنار تھا کہ لوگ گھبرا گئے۔  
آزاد۔ کون آئے ہیں؟ روسی۔ کہاں سے آئے۔  
صفوت پاشا۔ خدا جانے یہ کہتے کیا ہیں۔  
آزاد۔ کچھ گھبرائے ہوئے سے ہیں۔

اس شخص نے کہا یہ خط پڑھ لیجیے۔ خط پڑھا تو یہ زمین  
نظر سے گذرا جزل کیلنڈر۔ روسی قس قسے سے جبین تم  
آجکل ہوسات میل کے فاصلے پر آگئے ہیں ان کے پاس  
سات ہزار نوچ پیادہ اور چار ہزار سوار اور دس توپیں ہیں  
خاص اس نیت سے آئے ہیں کہ قلعہ برقیہ کریں۔ کل تک  
قلعے کے قریب پہنچ جائیں گے درز تک ہم مدینہ پہنچ سکتے  
اگر برسوں تک تم انکا مقابلہ کرو تو ہم ایک کالم بھیجیں ہماری  
فوج کا ایک سہ ہند کیا گیا اور ایشیا میں دسی بڑھتے آئے ہیں۔

### شادی کی جھڑپ جھار

ناظرین کو یاد ہو گا کہ میرزا ہمایون فرہادر موت کے بعد  
اپنے گلبدن خجہ دین معشوق کا جمال بالکمال مشاہدہ کر کے  
از خود رفتہ ہو گئے تھے اور ادھر جہان آرا اور گیتی آرا ملنے  
اپنی خالہ سے کہنا شروع کیا کہ شہزادے کے ساتھ بہتر آرا ملے گی  
شادی فرما رہے تو بڑی خوشی کی بات ہے سپہنشاہ آرا ملے گی  
میں تو خوش ہوئیں کہ اگر شہزادہ ہمایون فر سے شادی ہو تو  
مدت کی آزدی برائے گوشتا رہیں منظور نہیں کرتی نہیں۔

جہان آرا۔ میرزا ہمایون فر میں آپ نے عیب کیا دیکھا۔  
گیتی آرا۔ ایہ۔۔۔ وہ جھڈیل مثل نہیں سنتی۔ من بھالے  
موٹے یا ہلائے۔

سپہر آرا۔ ہم ایسی باتیں سنتے ہی نہیں۔  
حسن آرا۔ تو بولتی کیوں ہو پھر۔  
سپہر۔ کیا باتیں کرنے میں کسی کا جارہہ ہے کچھ۔ واہ اب  
کوئی بولے بھی نہیں۔

جہان۔ اسد جانتا ہے دل میں کھلی جاتی ہیں۔  
گیتی۔ خالہ جان کی منظوری کا ہمیں انتظار تھا۔ انھوں نے  
منظور کر لیا۔ اب کیا ہوتا ہے۔ شادی ہوئی داخل ہے۔  
سپہر۔ تو آپ گھڑی گھڑی چٹھری خانی کون کرتی ہیں۔  
جہان۔ سیاب شادی نہیں کرتی۔ جوڑی اچھی ہے۔ دونوں  
گورے چٹے۔

حسن۔ یہ آپ نے اتنی جلدی دیکھا کیونکر۔  
جہان۔ اور سنو۔ کیا خدا نخواستہ کوئی آنکھوں کا اندھا ہے  
گیتی۔ ایک بھٹے تک ہم دونوں کا ناچ دیکھیں گے۔  
حسن۔ آپ کے طفیل میں ہم بھی دیکھ لینگے۔

عباسی۔ اے حضور کیا سچ نکاح گھڑی گیا ہے مبارک  
مبارک۔

سپہر۔ سنا عباسی تم نہ بچ میں بولا کرو۔ ہماری باتوں  
میں تم کون بولنے والی ہو۔  
حسن۔ اب مبارکباد بھی نہ دے۔

عباسی۔ حضور آپ کہتے دیکھیے۔ اسد وہ دن جلد دکھائے  
تو ڈنڈی جھاک کر سلام کر لگی۔

سپہر۔ ادھر نکھارے میان کہاں ہیں عباسی۔  
عباسی۔ مسکرا کر خدا کیجے ہو بچے مواد نہ سنا تھا۔  
سپہر۔ تم تو خوش ہو گئی۔

عباسی۔ جی مجھے بے حوائج نوشی۔ اپنا فراج ہی اور طرح کا

جہان - اب یہ تو بتاؤ کہ ہمایون فرکانم کیا رکھا جائیگا۔  
حسن - ہمایون دو دھلا۔

جہان - امی نہیں۔ مڑھا نام۔ کوئی اور اچھا سا نام تجویز تو  
ہمایون دو دھلا بھی کوئی نامون میں نام ہے۔  
گیتھی - پھر تم کوئی جوان خطاب تجویز نہ۔  
حسن - شہزادے دو دھلا۔

جہان - یہ بھی نہیں۔ دیکھو ہم ہی تجویز نیگے اور تم سب  
مٹکے خوش ہو جاؤ گی۔

حسن - (مسکرا کر) مبارک دو دھلا۔

سپہر - نہیں مبارک قدم دھلا (شرما کر) ہر نہ اچھا  
خطاب۔

جہان - تو دو دھلا کیا آپ کے ہاں کی ٹوڈی میں یہ اچھا  
خطاب تجویز کیا کرتا۔

جہان حسن آرا سے کہو۔ جو ساری کتاب میں جانے بیٹھی ہیں  
حسن - ہم تو فرخ دو دھلا کہا کرتے ہیں اس سے اچھا خطاب  
نہ ملے گا۔ جس کا جی چاہے جو کہے ہو کہو ہی نام پسند ہے۔ فرخ دو  
دھلا آما جان سے پوچھیں۔ دیکھیں وہ کیا کہتی ہیں۔

حسن - آما بیگم ناز وادے دربار کے ساتھ بڑی بیگم کے  
پاس گئیں اور کہو لے پن سے پوچھا ہمایون آما جان سپہر  
کے دو دھلا کا خطاب کیا تجویز ہے۔ بڑی بیگم نے حسن آرا کو  
سر سے ہاتھوں تک دیکھا مگر جواب نہیں دیا۔ تو انھوں نے  
پھر پوچھا آما جان تباہے مرزا ہمایون فرخ کا خطاب کیا

ہو گا۔  
بڑی بیگم - کچھ نہیں ہے۔ ہا۔ ابھی بات نہ چیت خطاب  
کی فکر پڑ گئی۔

حسن - فرخ دو دھلا خطاب رکھیے گا۔

بڑی بیگم - تو بیٹا ابھی زبان سے نہ نکالو۔ جب سب تین  
ٹھیک ہو جائیں تب خطاب سوچ لینا۔  
مغلانی اور مغلدار مسکرائیں اور حسن آرا کے شوق اور  
بھولے پن کا حصے تک ذکر رہا۔

حسن آرا نے اگر جہان آرا سے کہا آما جان کہتی ہیں کہ  
ابھی کسی سے ذکر نہ کریں۔ جہان آرا نے مسکرا کر کہا ذکر نہ کریں  
کیا کوئی دھندہ ہو رہا ہے۔ اپنی جگہ آپہنیں باتیں کرنے  
ہیں۔ کیا نئے سچ مج آنے سے پوچھا ہی جا کر جس کا بولی ان  
میں نے پوچھا کہ مرزا ہمایون فرخ کا خطاب کیا تجویز ہے تو بڑی  
طرف سے ہاتھوں تک دیکھا اور چکی ہو رہیں میں کچھ نہیں  
نہیں۔ میں نے کہا فرخ دو دھلا ہو تو گیس۔ اسپر سفند زار میں  
سی ہوئیں اور سمجھانے لگیں کہ ابھی اس بات کا کسی سے  
ذکر نہ کرنا۔ جب نکاح ہو گا تو خطاب تجویز جائیگا۔ ابھی سے  
کیا جلدی ہے۔

انے میں بیاری چھو کر ی نے آن کر کہا کہ بڑی بیگم صاحب  
پوچھتی ہیں کچھ منگوائی کھائیے گا۔ ابھی تازی تازی شیرینی  
آئی ہے۔ حکم ہو تو لاؤں۔

حسن - کہاں سے آئی ہے۔  
سپہر - آما جان نے مول منگائی ہو گی۔

سپہر - جی نہیں حضور وہ جو سامنے شہزادے رہتے ہیں  
آنکے ہاں سے آئی ہے۔

سپہر آرا نے جو شہزادے کا نام سنا تو جھپٹنے لگی۔  
حسن آرا نے مسکرا کر کہا فرخ دو دھلا ہے ہمارے واسطے  
بھیجی ہو گی۔ جہان آرا نے ہنس کر کہا مبارک قدم دو دھلا

ہاں سے آئی ہے۔

گیتی - جاؤ پیاری لے آؤ۔ کو مانگتی ہیں۔

جہان - اب یہ نہیں معلوم ہوا کہ اسکے واسطے یہ بھی۔

پیاری مٹھائی لائی۔ سپہر آرا کے سوا اور سب

بہنوں نے کھائی۔

جہان - اب بہت شرمنا نہیں۔ کھائی کیون نہیں ہو۔

سپہر - جی کی خوشی - ہم نہیں کھائے۔

گیتی - جس میں معلوم ہو کہ انکے میان کے ہاں سے آئی ہے۔

جہان - اے جی تو ابھی سے انکے بیان کیون کہتی ہو۔

سپہر - دکھتی جاؤ جہان آرا ہیں۔ ہلکو چھپڑے جاتی ہیں۔

کھر ہم کچھ کھینکے تو ہرمانیگی۔

گیتی - (منہسک) اے تو ہنسنے کہا کیا ہیں۔ خواہی نحو ہی ہر

مانتی ہو۔

سپہر - میان میان نئے نہیں کہا۔

اسپر فقہہ ہر آرا سپہر آرا بیگم کے جلدین۔ جاتے ہی

ہری بیگم سے جڑی دیکھے آجا جان ہیں سب مل کے

دق کرتی ہیں۔ ہری بیگم نے کہا تم روز بروز جبہ ہی بنی

جاتی ہو۔ دق کیا کرتی ہیں۔ چٹکیان لپٹی میں کاٹے کھائی

ہیں آخر دق کیا کرتی ہیں۔ سپہر آرا نے کہا داہیات بائیں

کرتی ہیں۔ ہری بیگم مسکراہیں خدا جانے کتنے سال کے بعد

آج ذرا مسکرا دیں۔ پوچھا کیا داہیات بائیں کچھ کموگی بھی۔

سپہر - میان میان کرتی ہیں۔

ہری بیگم - واہ واہ وہ چلو تم اپنا کام کرو۔ نہیں ہیں

ہنستی ہیں دو گھڑی۔

سپہر - تو میں ابھی ہنسی گوارا نہیں ہے۔

ہری بیگم - نئے مٹھائی کھائی۔

سپہر - نہیں آجا جان بنے تو چھوٹی تک نہیں۔

ہری بیگم - یہ کیون۔

سپہر - اس وقت خواہش نہ تھی۔

ہری بیگم نے سپہر آرا کو مٹھائی کھلائی اور سمجھایا کہ اب تم

سبائی ہو میں بہنوں سے ذرا ذرا سی بات پر بلکہ نہ کر دو کوئی

بجہ تو ہو نہیں۔ ہری بیگم میں اگر ایک بات بجا بھی کہی تو

آسکا برا مانا کیا۔

سپہر - اور تو کوئی کچھ نہیں کہتا تھا اگر گیتی آرا ہیں بہت بڑھ

کے بائیں بناتی ہیں۔

اتنے میں ہری بیگم کو مٹھے پر ہونچ لگیں۔

عباسی - حضور ادھر دیکھیے۔

گیتی آرا نے پوچھا خالد جان خیر تو ہے۔ اس وقت

آب کہاں آئیں۔ ہری بیگم نے کہا تم سب ملے ہماری

لڑکی کو دق کرتی ہو اسکی کیا وجہ وہ بیچاری ہمارے پاس

دوڑی آئی۔

گیتی - خالد جان یہ بنتی ہیں۔

حسن - پوچھیے ہوا کیا تھا۔

ہری بیگم - اب کیا جانیں ہم سے تو انکو کہا کہ گیتی آرا ہیں

ہم سے داہیات بائیں کرتی ہیں۔ میں نے کہا کچھ خیر ہے لڑکی

داہیات بات کیا گایاں دی ہیں۔

جہان - خالد جان ہوا یہ کہ انھوں نے کہا مٹھائی نہ چھوؤ

یہ ہمارے واسطے سامنے دالے محل سے آئی ہے۔

اسپر فقہہ ہر آرا - ہری بیگم نے کہا تم برابر وایان

آپس میں منہبو۔ ہم جاتے ہیں۔

<p>خدا شکر - ہاں واہ تو پھر کیا ہو۔</p> <p>عباسی - بڑوس ہی میں دو لھا دھن دونوں۔</p> <p>خدا شکر - کیسی بہن - میں کچھ قبولی صورت۔</p> <p>عباسی - چاند سا کھرا ہو۔</p> <p>خدا شکر - ہمارے شہزادے بھی تو حسین ہیں۔</p> <p>عباسی - ارہ اُنسے کہیں حسین ہیں بوساقتہ آنکھیں بالکل ہرن کی سی۔</p> <p>خدا شکر - بڑی بہن کے ساتھ پاچھوٹی بہن کے ساتھ۔</p> <p>عباسی - چھوٹی بہن کے ساتھ۔</p> <p>خدا شکر - اُنکا نام کیا ہو۔</p> <p>عباسی - سپہ آرا ایک دیکھنے سے تعلق رکھتا ہو۔</p> <p>خدا شکر - تو میں جا کے سرکار سے کہوں - مگر کیا اُن کو اطلاع ہی نہوٹی ہوگی۔</p> <p>عباسی - اطلاع تیرا سر ہوئی ہوگی۔ ابھی ابھی کی تو بات ہو اطلاع کیونکر ہوئی بھلا۔</p> <p>خدا شکر - دیکھو جا کے انعام مانگوں گا۔</p> <p>عباسی - تو میرا نام لے دینا۔</p> <p>خدا شکر - میں کوں لگا خداوند میرے آقا کی شادی ہو گیا ہے اب کے ساتھ ہوتی ہو از میری شادی بی عباسی کے ساتھ قرار پائی ہو۔</p> <p>عباسی - ارہ روئے دگر ایڑی چوٹی پر قربان کر دوں۔</p> <p>خدا شکر - ایسی تو صورت دار بھی نہیں ہو۔</p> <p>عباسی - سارے صورت دار نہیں ہم بد صورت ہی سہی ہیں۔</p> <p>خدا شکر - تو آخر ہمارے ساتھ بیاہ کرے میں غدر کیا ہو۔</p> <p>عباسی - اللہ جانتا ہی میں ہزاروں گالباں دوں گی۔</p>	<p>سپہر - جسے کہا ہو اسکے دبے پیم پوجائیں۔</p> <p>حسین - ارہ کوستی کیوں ہو۔</p> <p>سپہر - ہنسنے کا تھا کہ ہمارے واسطے مٹھائی آئی ہو۔</p> <p>چھان - نہیں کہا تھا؟ بھلا قسم تو کھاؤ۔</p> <p>عباسی - حضور جو ہرانہ مائیں تو عرض کر دوں۔</p> <p>سپہر - کیا کہتی کیا ہو۔</p> <p>عباسی - حضور نے استغدر تو فرما دیا تھا کہ ہمارے واسطے آئی ہو۔</p> <p>سپہر آرائے کہا سنا عباسی تم بہت جل نکلی ہو تم سے بیس بار کہدیا سمجھا دیا اور تم نہیں مائیں اسکے کیا معنی تم کوئی برابروالی ہو جو ہمارے بیچ میں بولتی ہو عباسی کے مزاج میں سخرہ بہت تھا اور پھر سخرہ لگی بھی سخرہ لگائی وڈنی گارے تال بے تال - ادھر تو سپہ آرا ایک جھلا کر لٹکارتی تھیں ادھر عباسی نے پر شہر بھنا شروع کیا۔</p> <p>پھر ہمارا لی کف ہر شاخ پر پھانسا ہو</p> <p>ہر دوش میں جلوہ باد صبا ستانہ ہو</p> <p>سپہر - تم اب نکالی جاؤ گی۔ بس اتنا ہمیں معلوم ہو گیا ہے ہم تو خفا ہوتے ہیں اور تم شعر پڑھ رہی ہو۔</p> <p>عباسی نے ہاتھ جوڑ کر کہا حضور خفگی کسکی - نوڈی ہوں جو حکم دیجیے۔</p> <p>عباسی ہم نے مزا ہا ہا ہا فر کے ایک خدا شکر سے باتوں باتوں میں کہا کہ تمہارے شہزادے کا نکاح ہو پڑا اور وہ شہر ہوا کہ نکاح کبسا۔ کہا ہنسنے تو ابھی تک نہیں سنا۔</p> <p>شاید ہو۔ کہاں کس گھر میں۔</p> <p>عباسی - ہماری سرکار میں۔</p>
--	--

خدا متاگار۔ پھر ہو گا کیا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں گیامان و تو  
کیا پر دای تو میں جا کر حضور کو اطلاع دوں۔  
عباسی۔ ہاں ہاں کہتی تو جانی ہوں اب کیونکر کہوں۔  
خدا متاگار نے سات بار جھگ کر سلام کیا اور کہا خداوند  
اسوقت ایک خوشخبری سنی ہے اور بہت بڑے معتبر آدمی کی  
زبانی سنی ہے حضور شنیکے تو بہت ہی خوش ہوئے مگر خداوند  
بے انعام لیے نہ بناؤں گا۔

شہزادہ۔ اگر انعام کے قابل بات ہوگی تو دیجئے۔  
خدا متاگار۔ حضور کے نکاح کی بامیں ہو رہی ہیں۔  
شہزادہ۔ بالکل ہو گیا ہے؟

خدا متاگار قسم کھا کر عرض کرتا ہوں خداوند کے سامنے وہا  
بیمکرم صاحب کی جھوٹی صاحبزادی کے ساتھ نکاح ہو نہ لایا ہے۔  
عباسی مہر بی بی بھی آئے کما ہماری طرف سے آداب بجالانا  
اور کہنا مبارک ہو خداوند بہت کچھ خبر ہے۔

## تماشا

ایک قصر بنع و عالی شان کے سہ منزے پر لکشن دربار کے  
میں ایک خاتون آئینہ زانو و خیر و خوبرو درفش نکلف پرتکون  
تھیں اور درجے کی رنگین خدیجے سے بازار سرا باہار کی سیر  
دیکھ رہی تھیں کہ سامنے کے ایک چھاگ بھر نظر پڑی تو دیکھا  
کہ گز بھر کے ایک کاغذ پر مختلف اوان کی روشنائی سے  
انگریزی میں کچھ عبارت لکھی ہے۔ حیرت ہوئی کہ یا خدا یہ  
کاغذ کیسا ہے۔ اب تک تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ فوراً مغلائی کو  
بلایا اور یوں گفتگو کی۔

خاتون۔ بی مغلائی۔ زری ادھر تو آنا۔ دیکھو یہ کاغذ یہاں

کیسا چکا ہے۔

مغلائی۔ ہاں حضور چکا تو ہے۔ مگر امد جانے کس نے  
چکا یا۔

خاتون۔ ہمیں بھی حیرت ہے کہ یہ کہاں سے آیا اور ہم  
اسی چھوڑ کے سے بازار کی سیر کرنے گئے۔ یہ کاغذ کبھی نہیں  
دیکھا اور رنگ برنگ کے حوت ہیں۔ نیلے بھی ہیں پیلے  
بھی آبی بھی ہیں۔ گلابی بھی ہیں۔ دھانی بھی ہیں مرغوانی  
بھی ہیں۔

مغلائی۔ جھنڈی تو نہیں گڑی ہے۔ جو جھنڈی گڑی ہو تو  
سمجھ جائے کہ کسی کا (تالیف) ہونے والا ہے یہ چھاگ تو  
نور محمد زردوز کے مکان کا ہے۔

خاتون۔ کسی سے دریافت کر لو زری کہ یہ کیسا بھلا۔  
بی مغلائی باہر گئیں۔ دربان سے کہا احمد بیگ زری  
کسی سے پوچھو تو نور محمد زردوز کے مکان پر یہ رنگ برنگی  
کاغذ کیسا چکا ہے۔ چھاگ پر یہ دربان نے کہا اسوقت تو زری

کوئی اور آدمی نہیں ہے چوہدار آئے تو جادوئے مغلائی تنک کر

ہوئی۔ اچھ کچھ شری ہے۔ دروازے پر سے بوجھ لے کہ یہ کاغذ  
کیسا ہے۔ دربان نے باہر جا کر دریافت کیا۔ اب شخص نے کہا  
کسی کے گھر میں گڑی (زرقی) لپوئے والی ہے) دوسرے  
نے کہا۔ اچھ نہیں کہیں بیلان ہوگا۔ اسباب کی فہرست ہے  
الغرض غنی زبان میں آئینی بائین ٹھوڑی دیر میں نور محمد زردوز  
بھی آگیا دربان نے اس سے دریافت کیا تو آئے ٹھٹھک ٹھٹھک  
حال بنا یا۔ دربان نے مغلائی سے کہا۔ مغلائی اوپر گئی اور  
یوں تقریر کی۔

مغلائی۔ حضور کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ۔ ایک نمونے نے کہا

حرف میں۔ چو بدار گیا اور ٹھوڑی دیر میں واپس آیا۔  
چو بدار۔ ماما جی۔ دداجی۔ ذری بی مغلائی سے کہہ دیجیے  
چو بدار حاضر ہے۔

مغلائی۔ پوچھا لوگوں نے کیا کہا۔  
چو بدار۔ پرسون تماشا ہوگا۔ شیر لڑینگے۔  
مغلائی۔ ادنیٰ امی شیردن سے لڑیگا کون۔  
چو بدار۔ ایک صاحب لڑیگا۔

مغلائی۔ ادنیٰ امی۔ شیر سے آدمی لڑے؟ امی پناہ  
میں رکھے۔

چو بدار۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ شیر سے آدمی لڑیگا۔  
مغلائی۔ حضور سے میں نے جاکر کہا۔ ان کو یقین ہی  
نہیں آتا۔

چو بدار۔ اب اسکو ہم کیا کریں۔  
مغلائی۔ میں بردے کے پاس بلاؤں۔  
چو بدار۔ اب یہ تمکو اختیار ہے۔

مغلائی اور لڑکی اور کتا حضور ہم نے جو کہا تھا۔ وہ  
سب صحیح نکلا۔ چو بدار کہتا ہے کہ شیر سے آدمی لڑینگے اور  
شیردن کو بھیجاں مارینگے۔

خاتون۔ آت۔ اس جھوٹ سے خدا سمجھے۔

مغلائی۔ امی تو موی مجھ سے کیا واسطہ۔  
خاتون۔ تم کیوں نہیں کھاتی ہو۔  
مغلائی۔ ہم تو نیرا آدمیوں کی زبانی سن چکے ہیں حضور۔  
خاتون۔ کیا سن چکی ہو۔ یہ سن چکی ہو کہ شیر انسان  
سے لڑینگے۔

مغلائی۔ ہاں ہاں۔ امی جانتا ہے۔

کہ قرفی ہو نیوالی ہو دوسرے نے کہا کہیں بیلان ہوگا۔ مگر  
تو محمد خود آگے آخو نے بتایا کہ تماشہ ہونیوالا ہے۔  
خاتون۔ تماشا کیسا۔ کیا کہیں بیلا ہے۔

مغلائی۔ وہ تو یہی کہتے تھے کہ انگریزوں کی ولایت سے  
کچھ تماشا کرنے والے آئے ہیں۔ صاحب لوگ ساتھ ہیں۔  
یہیں ہیں۔ گھوڑے ہاتھی۔ ہرن ہارے اور سنا بن ہارے  
بھی ہیں اور نور محمد کہتے تھے کہ گھوڑے آدمی بھی آئے  
ساتھ ہیں وہ خاتون سے کپڑا بیٹنے ہیں۔

خاتون۔ امی تمہارے اس جھوٹ کو آگ لگے کہیں خاتون  
سے کپڑا سی سکتا ہے کوئی۔ اچھا اس گھوڑے کو لاؤ۔ ہمارے  
سانے دانت سے کپڑا سی دے تو ہم ایک ہزار دین۔ چاہے  
سورویہ پیشگی لے۔

مغلائی۔ وہ زمین کھا کر کہتے تھے اور انھوں نے یہ بھی  
کہا کہ ایک سیم ہر وہ اتنی ٹنگ جاتی ہے اور دانت سے  
توب اٹھا کر داغ دیتی ہے۔

خاتون۔ بی مغلائی تم کسی طبیب سے علاج کرواؤ۔  
مغلائی۔ بس حضور کو تو یقین ہی نہیں آتا۔ اسکو ہم  
کیا کریں۔

خاتون۔ اور جو بات ہو خاتون ہی سے ہوتی ہے۔  
مغلائی۔ اب میں کیا جانوں نور محمد کہتے تھے۔

خاتون۔ اچھا چو بدار کو حکم دو۔ کہ وہ بھی جا کے  
پوچھ آئے۔

بی مغلائی نیچے گئیں۔ چو بدار کو حکم دیا کہ جا کے کسی  
پوچھو یہ کاغذ آج کیسا چپکا ہے۔ پھاٹک پر ایک ہرا سا  
کاغذ ہے اور اس پر نیلے اور ہرے اور زرد اور لال مٹے مٹے

خاقون - قسم خدا کی اگر آدمی شیر سے لڑے نہ تو ہم دو ہزار روپیہ بدینے ہیں۔

منغلانی - تو حضور میں غریبی دو ہزار کسے گھر سے لاد لگی۔  
خاقون - اچھا تم ہار دو دو آئے دو۔ اور ہم ہارین تو دو ہزار روپیہ دین۔

منغلانی - حضور قسم خدا کی دربان نے نور محمد زردوز نے اور چوہا دارنے اور کئی اور آدمیوں نے کہا کہ شیر سے لڑ لیتے۔  
خاقون - ای تو کون لڑیگا۔ آدمی؟

منغلانی - جی ہاں۔ آدمی۔ آدمی۔  
خاقون - تم نشے میں تو نہیں ہو اسوقت۔

منغلانی - (دانتوں کے تھے انگلی دبا کر) ای ہر حضور کیا مجال ہے۔

خاقون - اچھا پھر کیا؟

منغلانی - میں سمجھی نہیں حضور۔ مگر لوگ ہی کہتے ہیں کہ تماشے دالوں کے پاس تین چار شیر ہیں اور شیروں کے وہ لوگ لڑتے ہیں آدمی برابر پنجاب پر پنجاب جاتا ہے اور شیر کبری کی طرح کان دبا کر کورسے کھاتے ہیں اور چون تک نہیں کرتے۔

خاقون - چلو بس اب چپ رہو۔  
منغلانی - بہت خوب۔

خاقون - شیر کو انسان جو ایک جھنگے سے بھی کم ہے مارے کوڑے لگائے۔ پنجاب جاسے۔ اور شیر چون تک نہ کرے

پنجاب کھائے اور آدمی کو جیر بھڑکے نہ پھینک دے نہ کھڑکے نہ یقین نہ آئیگا اگر کھو کوئی دکھادے کہ آدمی شیر سے لڑتا ہے اور شیر کو کورسے لگاتا ہے اور شیر چون تک نہیں کرتا تو ہم قائل

ہو جائیں گے یہ تو کبھی گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ انسان کورسے لگائے اور شیر ذرا نہ بولے۔

منغلانی - تو حضور میں اسکا اقرار نہیں کر سکتی۔  
خاقون - داروغہ کو بلاؤ۔ کواد پر چلے آئیں۔

منغلانی نے داروغہ صاحب سے کہا چلیے حضور نے یاد کیا ہے۔ نادری حکم ہے کہ ابھی داروغہ صاحب کو لاؤ

داروغہ نے کہا خبر تو ہے۔ داروغہ بیچارے سے کہا حضور ہوا کہ اتنا کڑا حکم دیا گیا۔ اچھا چلیے۔ کہدیکھے داروغہ حاضر ہے۔

داروغہ ادھر گئے دوان سے سر منڑے پر زینے پر کھڑے ہوئے کہا اطلاع دو منغلانی نے اطلاع دی حکم ہوا جی کے اس طرف بلاؤ۔ داروغہ صاحب پہنچے۔ ارشاد۔

خاقون - ای داروغہ صاحب۔

داروغہ - آداب عرض ہے حضور۔

خاقون - یہ تم کہا دواہیات باتن کرنے ہو۔ شیر سے آدمی لڑ لگا۔ سب دواہیات بات۔ اور تم کو ان سب باتوں کا یقین بھی آگیا۔؟

داروغہ - حضور رکھا ہی ہے۔ کیسے اشتہار لے آؤں۔

خاقون - یہ بال تھے دھوپ میں سفید کیسے ہیں۔ کیا؟

بھلا کہیں دانتوں سے کھڑا بھی سیا گیا ہے۔ سی دو دو دھڑا روپیہ دین۔

داروغہ - حضور اگر ایسا کمال حاصل ہوتا تو پانچ روپیہ کی نوکری کیوں کرتا۔ میں بھی کہیں چار پانچ سو روپیہ کا نوکر ہوتا۔

خاقون - اچھا اشتہار لے آؤ۔ اور میں پڑھ کے سناؤ۔  
داروغہ - بہت اچھا۔ ابھی حاضر کرتا ہوں۔



داروغہ صاحب ایک اشتہار کو پھاڑنے لگے۔ اتفاق سے تماشے والے صاحب نے دیکھ لیا پوچھا تم کون کیا ہم میرا فضل ہیں۔ کون میرا فضل؟ اچھی ہم میرا فضل ہیں کون کے کیا معنی۔ کون میرا فضل کی ایک ہی کئی صاحب نے کہا تم اشتہار کیوں آٹھاڑنا تھا۔ ہم سے اوڑ اشتہار لے۔ صاحب نے اردو کا ایک اشتہار دیا۔ داروغہ صاحب اشتہار لیکر دوڑتے ہوئے آئے۔ مغلائی۔ کو میر صاحب لائے۔

داروغہ۔ اسی برس کی عمر ہوئی۔ پانچ کی نوکری بھی کی اور پچاس کی بھی کی گریہ باتیں کس کر کے آج تک سنی بھی ہوں جواب اس پر ان سالی میں سننا پڑتی ہیں پوچھیے جھگو ان باتوں سے کیا مطلب میں تماشے والا نہیں بندر والا نہیں ریچھ والا نہیں مجھے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ۔ مگر خواہ مخواہ کو حضور برا بھلا کہنے لگیں۔

مغلائی۔ تو اب اس تقریر سے کیا فائدہ ہے۔ اشتہار لائے کہ نہیں لائے۔

داروغہ۔ نہ لانا کیا معنی۔ یہ اشتہار نہیں تو اور کیا ہے۔ مغلائی۔ بس اب بات بن گئی چلے جھٹ پٹ۔

داروغہ اور مغلائی اوپر پہنچے تو بیک صاحب نے مہر سے کہا دیکھو آگے نہ مہر نے کہا حضور داروغہ جی آگے ہیں اتنے میں مغلائی کمرے کے اندر داخل ہوئی ساو ہنسکر بولی۔ لیجیے وہ اشتہار تو لائے حکم ہوا کہ جی کے پاس آرام کر سہی کچھ اور ایک پٹ بیٹھ دیا جائے۔ خاتون۔ کو صاحب اشتہار آگیا؟

داروغہ۔ ہاں حضور حاضر ہے۔

خاتون۔ وہی اشتہار ہے۔

داروغہ۔ وہی خاص وہی اشتہار۔

خاتون۔ بھلا اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہی اشتہار ہے۔

داروغہ نے بی مغلائی کی طرف اشارہ کر کے اپنی

پیشانی پر زور سے ہاتھ لگایا۔ اس اشارے کا مطلب یہ

تھا کہ قسمت جھوٹ گئی۔ اب ہم ایسے ہو گئے کہ ہماری بات

کا انکو یقین ہی نہیں آتا۔ کہا اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر غلط ہو تو

شیر کے کٹھے میں غلام کو ہاتھ پاؤں باندھ کر چھوڑ دیجیے۔

خاتون۔ اچھا پڑھ کر سناؤ تو۔

داروغہ۔ حضور آپ فرمائیے گا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ جو کچھ

پڑھا وہ سب سچ ہے تو اس کا جواب میں کیا دوں گا۔

خاتون۔ میرے سوال کا جواب تم دو گے یا میں خود ہی

دونگی۔

داروغہ۔ حضور کے سوال کا جواب میں دونگی۔

راوی۔ (دونگی) کی ایک ہی کئی۔ شیر کا کٹھا ادیکھا ہی

نہیں اور ابھی سے گھرا گئے خدا ہی حافظ ہے۔ اگر یہی بد جو سی

ہے تو شیر کے کٹھے میں خودی نہ کھن جائے کہیں۔

خاتون۔ آپ جواب دیجیے؟ غیر۔

مغلائی۔ اے میر صاحب اسوقت آپ ہیں کہاں۔

خاتون۔ شیر کے کٹھے میں ہیں۔

مغلائی۔ نہیں اسد جانتا ہے کچ کچ عجیب بکلی بکلی باتیں

کرتے ہیں۔

داروغہ۔ میں تو آدمی ہوں۔ اور تم بی مغلائی۔

بس اب کیا کہوں۔

خاتون۔ آدمی تو نہیں ہمیں تو بن مانس معلوم ہوتے ہوئے

مغلانی۔ (سکرکر) تو حضور دانت سے کپڑا بھی سی لینے ہوئے۔

اس فقرے پر مہر اور مغلانی اور یگم صاحب  
 کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ مگر ادوغہ دل ہی دل میں کہو  
 برا بھلا کہتے جانتے تھے۔

مغلانی (مسکرا کر) میر صاحب حکم ہو تو لاؤں۔

داروغہ - کیا شی؟

مغلانی۔ جی سوئی تاگا۔

خاتون - ہان ہان لاؤ۔ ضرور لاؤ۔

مغلانی۔ ایسا نہو میر صاحب مجھ سے خفا ہو جائیں۔ مگر  
اسد جانتا ہے کہ بن مانس کا تماشہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ کیون  
میر صاحب سوئی ناگلا لادیں۔

داروغہ صاحب نے اشتہار پڑھ کر مسنایا۔

تماشا تماشا تماشا

زندگی زندہ دلی کا ہر نام

مردہ دل خاک جہا کرتے ہیں

خوش مذاق و خوش مزاج و نرود و دلون تماشا بینون  
 و لیکن طبعون کو ضرورہ ہو کوڑو بے صاحب کی کمبختی ۱۲  
 حال تھے اس شہر میں طرح طرح کے تماشے دکھائی گئے اور تماشا بینوں  
 کو انھوں نے دیکھے نہ انھوں نے جو چراغ بنے میں طاق ہے۔  
 چستی اور بھرتی میں شہرہ آفاق ہے با وصف پرانہ سالی  
 ایسے جا کوکست اور کال فل تماشے دالے نہ دیکھے ہوئے  
 جھکی رگ رگ میں خون کے ساتھ کمال بھی کوٹ کوٹ  
 کے بھرا ہے۔

ہمارے ساتھ انوع و اقسام کے میوزی شہور اور  
فرغان خوشنوا اور جانوران صحرائی بھی ہیں جو مختلف ملکوں کے  
ہم لانے ہیں زمرانام کا ایک جانور ہے یہ جانور قریب قریب  
گور حمری کی شکل کا ہوتا ہے زندگی میں سے کچھ بڑا ہے۔ حجر کے  
برابر۔ مگر تمام جسم میں اودان کے خط ہوتے ہیں سفید سیاہ  
اور زرد۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ اس وحشی جانور کو آج تک  
کوئی پالو نہیں کر سکا اسکی بھڑک مٹ ہی نہیں سکتی۔ رگ  
زمین دشت بھری ہے۔

بائیں یہ تمبب جانور جنگل کا دیو ہے۔ اربابھینسے کی قسم  
میں اسکا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ ہندوستان کا موٹے  
سے موٹے بھینسا جسامت اور قد و قامت میں اسکا مقابلہ نہیں  
کر سکتا۔ اسکی شکل بھیمانک اور ڈرائونی ہے۔ بن مانس اسکا  
نام اور رنگ آئینک ہر حضرت انسان سے شکل بہت  
ملتی ہے آدمی کی طرح کھڑا ہو سکتا ہے۔ دنیا میں انسان کے سوا  
یہی ایک مخلوق ہے جو گھڑی سے کر کر کے گڑا ہے مراد مادہ دونوں  
ایک ہی کھرے میں بند ہیں یہ جانور جسکو بن مانس کہتے ہیں  
قابل دید ہے۔

بنگال کے اعلائے کے تین شیریں - انہیں ایک شیر بہت  
 بڑا ہے - ان شیروں سے مشر جان لڑینگے اور شیروں کو  
 اٹھماکے دے دے مارینگے -

خاتون گھر کی چکی اور باسی ساگ -  
مغلائی - دہلی - اصر جانا ہر سننے سے بدن کے رنگے  
کھڑے ہو گئے۔

مہری۔ تم اپنی نہ کو۔ تم تو گورنری جیسی تک سے  
ڈر جا کی ہو۔

مغلانی - (ورنہ) اب تک تو گھوڑے پر سے سوار کو اتار لیتی تھیں اب شیر سے بھی مقابلہ کرو گی - اسہ جانتا ہے ہماری تو روح لرزتی ہے -

صری - آخہ - یہ جب ہی کانپ رہی ہو -  
مغلانی - ہاں خوب بوچھیں -

خاتون - یہ اسمین لکھا ہے کہ شیر سے آدمی لڑ لگا -  
داروغہ - حضور مجھ کو تو نظر آتا ہے شاید نہ لکھا ہو اب ایک کام کیجئے کسی اور سے پھر موائے تو اب کو یقین آئے -  
خاتون - ایش کی عینک لگا کے پڑھو -

داروغہ - میں سو برس کا بوڑھا شاید نظر نہ کام کرتی ہو -  
مغلانی - اے میرا صاحب ابھی تو آپ اتنی برس کے تھے ادبات کرتے ہی سو برس کے بن بیٹھے تو ایک گھڑی کے آپکے ہاں بیس برس ہوتے ہیں -

داروغہ - لاجل ولاقوہ -

خاتون - اب کہیں بھاگ نہ جائے گا -  
مغلانی - اچھا آگے پڑھیے -

داروغہ - ان شیروں پر مشر جان نمچیان لگا بیٹھے -  
خاتون - کیا لگا بیٹھے نمچیان -

مغلانی - نمچیان -

خاتون - (مسکرا کر) اے واہ - تو میان جی ہوسے کتب خانہ بنایا ہے - نمچیان پڑھیں معلوم ہوتا ہے شیر کھنڈرے ہیں -  
داروغہ - جو لکھا ہے وہ میں پڑھتا ہوں -

مغلانی - میرا صاحب دیکھیے ایک دہہ دوے میں کد شیر سے لڑتے ہیں اور ایک آپ ہیں کد اس دن بیتان جو لڑیں تو آپ نے کو گھڑی میں سنا چھوڑ دیا -

داروغہ - تو ملی کیا کچھ کم ہے - ملی بھی شیر کی خالہ کھانی ہے -  
خاتون - ایک دن انیم کی مینک میں تم بھی تو کتنے تھے کہ کم شیر میں تو نصاری بھی خالہ جان ہو گئیں - برا نہ مانیے گا -  
ہننے ایک بات کہی - اچھا ہاں پڑھیے -

داروغہ - شیر کے کان پڑھیں گے اور چھادینگے - تین کٹرے اکھو لینگے اور تینوں شیروں سے ایک ہی دفعہ مقابلہ کرینگے -  
کسی پر بھی جائینگے - کسی کو بچھڑ لگا بیٹھے کسی کو دے اریٹینگے اور اس پر باؤن رکھ کر دوسرے شیر سے لڑینگے -  
خاتون - یہ آدمی ہیں یاد بوزار -

مغلانی - حضور ب چھوٹھ ہے - جو رتی گھڑی بھی صبح ہو -  
داروغہ - اسمین پی لکھا ہے - جو لکھا ہے وہ پڑھوں یا اپنی طرف سے کچھ ملا دوں -  
مغلانی - تماشا دیکھنے جائیے گا -

داروغہ - اگر حضور نے گٹھ کے دام دیے تو بیشک جاؤنگا -  
خاتون - ہم ایک شرط سے دام دینگے -  
داروغہ - وہ کیا -

خاتون - شیر کے کٹرے میں جاؤ - اور اس سے لڑو -  
داروغہ - حضور غلام کو گٹھ کے دام نہیں چاہم میں - دو روپیہ کا لالچ کروں اور وہاں شیر ایک بچھڑ میں کام نام کروں -  
غلام ایسے نمائے سے دہ گزرا -

مغلانی - بچھڑ کیا - اے میرا صاحب کٹرے میں جاتے جاتے تو آپ کی روح خراب ہو جائیگی -  
داروغہ - ہاں یہ بھی سچ ہے -

مغلانی - جس کی خالہ سے آپ ڈرے اس سے بھلا کیا چینیے گا -



نہیں عرض کرتا تھا۔ چوڑی والی کو اشتہار دکھا کر کہا۔ اسی تماشے کا اشتہار ہے۔

چوڑی والی۔ ہنسنے لگا۔ تونسا ہر کثیر دون کا سالہ ان کے ساتھ ہے۔ ایک شیر پر بندر ہو گا دوسرے پر بھینس تیسرے پر جیتا۔ چوتھے پر لنگور۔ پری سیر ہوگی۔

مغلانی۔ اے لو انھوں نے اور بھی اندھیر کر دیا۔ شیر پر بھینس اور لنگور !!!

خاتون۔ اچھا باتی اشتہار تو ختم کرو۔

داروغہ۔ ۸ بجے دروازہ کھلے گا تا کہ تماشا کی رتنے کی سیر کر سکیں اور سب جانور دیکھ سکیں۔ ۹ بجے سے تماشا شروع ہو گا اور ۱۲ بجے ختم ہو جائیگا۔

درجہ اعلیٰ کا ٹکٹ لہر درجہ دوم کا ٹکٹ اور درجہ سوم کا ٹکٹ اگر کوئی درجہ اعلیٰ کے بھی آگے بیٹھا جائے تو چوبیس روپیہ دے چھ کر سیان لینگی۔

درجہ دوم میں بھینس ہیں مگر خالی آئینہ فرس نہیں ہے۔ اگر ریس راویان یا غام ہندوستانی عورتیں تماشا دیکھنا چاہیں تو ان کے لیے پردے کا کافی نظام ہو جائیگا مگر درجہ اول کے پانچ روپیہ اور درجہ دوم کا ایک روپیہ لیا جائیگا اس میں درجہ دوم کی درجہ دہری دھری چھین

پری ہوئی ہیں۔

مغلانی۔ حضور کی بردش ہو تو ہم بھی جائیں۔

مہری۔ واہ۔ تم جاؤ اور ہم نہ جائیں۔

چوڑی والی۔ پھر تم دونوں کو میگ صاحب بھیجی تو کیا ہم نے کچھ چوڑی کی ہے۔

مغلانی۔ سب چلیے دس بارہ روپیہ کی نوبت ہے۔ چوڑی والی۔ اور تماشا کتنے دن ہو گا۔

داروغہ ان فقرہ بازوں پر بہت جھلنے کا غصہ بھینک رہا اور کہا بس اب ہم نہ بڑھیں مفت میں بچ ہوتا ہے۔ ہم کسی کے نہ لینے میں نہ دینے میں تماشے والے کی صورت بھی دیکھی نہیں کر سکا کسی کو یہ احتمال ہو کر شوت لے لی۔

مغلانی نے اشتہار اٹھا کر دیا اور کہا حضور فرماتی ہیں کہ کل پڑھ کر سائے۔ داروغہ نے کہا غلام کو حکم کی تعمیل میں غار نہیں ہے مگر حضور کو جب یقین ہی نہیں آتا تو پھر پڑھنے سے کیا فائدہ اور یوں کہیے پڑھ دوں لکھا ہے کہ کبھی ملک

اطاہ سے آئی ہے اور دنیا کے کل بڑے بڑے ملکوں میں سکی تعریف ہوئی ہے۔ کوئی ملک ایسا نہیں جہاں کے اخبارات نے تعریف نہ کی ہو۔

دو تین مہینے پانچنگی اور ایک خوش گاموس کی نازک آوازی سنم ڈھائیگی یہ نازک اندام گلفام مس ہیں۔ پچھنی

سے علم موسیقی میں تعلیم پائی ہے۔ جسے انکا گانا نہیں سنا وہ علم موسیقی سے واقف ہی نہیں ہے۔

خاتون۔ مس مس کیا پڑھتے ہو۔

داروغہ۔ اگر نری لفظ ہے۔

خاتون۔ کچھ منے بھی ہیں باون ہی کہ دیا۔

داروغہ۔ کنواری جھوکر سی کو منے ہیں۔

خاتون۔ ہونگی کوئی میں میں برس کی۔

داروغہ۔ کیسے جھوٹ کہ دون در نہ اس میں لکھا تو ہی ہے۔

اننے میں پڑوس کی چوڑی والی آئی اور آتے ہی کہا بیگ صاحب برسوں بیان پڑا تماشا ہو گا۔ آپ لے چلیے تو ہم بھی آپ کے فیل میں دیکھ لیں سنا پڑا اچھا تماشا ہو گا اور دھڑے صاحب کی باجھیں مل گئیں کیا یوں حضور میں جھوٹ

مغلامی - یہی کوئی دو تین روز -

داروغہ - چار روز - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - بدھ - جمعرات  
جمعہ - ہفتہ - اب تو یقین آگیا حضور یا اب بھی نفیس  
نہیں آیا -

مہری - اگر بے پردگی نہو اور دہری دہری موٹی موٹی  
چغین پری ہوں تو بگم صاحب بھی جلی جلیں - آپ  
داروغہ صاحب کو ایک دن بھیج دو وہ دیکھ آئیں اگر  
بے پردگی نہو تو کیا ہرج ہو -

داروغہ - جی ہاں میں جا کر سب دیکھ لوں گا -

مہری - ہزاروں ہی آدمی ٹوٹ پڑ گئے -

داروغہ - ہزاروں - اچی سیکڑوں آدمی آئینگے -

بڑا بھاری ماشا ہے -

مغلامی - (ہنس کر) اس وحشت کے مدد تے بیان -

خاتون - رکنے حواس آج ہر جانہیں ہیں - جب سے

شیر دن کا حال سنا بد حواس ہو گئے -

مہری - ہزاروں نہیں ہزاروں سے بڑھ کر سیکڑوں

آئیں گے !!! -

چوڑی والی - گنتی بھی نہیں آتی -

داروغہ - ایک بات زبان سے نکل گئی -

مہری - ہاں چڑے کی زبان ہی بھسل گئی -

داروغہ - یا اتنی ایک بات کے جیتھرے ارادہ نبی ہیں -

خاتون - برسوں ضرور جا کے دریافت کرنا اور اچھی طرح

پوچھ آنا - جو جانے کے قابل ہو تو ہم جاؤں - در نہ جا کے

نگو بننا اور دسل آدمیوں میں ذلیل ہونا کو عقل مند ہی ہے -

لیکن عقل سے تو انھیں بہرہی نہیں - خدا جانے وہاں

جانے بھی پائین پائین -

داروغہ - حضور چار روپہ عنایت کریں تو رئیس بن کے

غلام جانے اور سب پائین دریافت کر آئے -

تیسرے روز شام کے وقت میرا فضل صاحب داروغہ

پڑانے فتن کے ایک میاں پر سوار ہو کر ماشا دیکھنے تشریف

لیکے اسی برس کا سن - پو پلا منٹھ - ہاتھوں میں عیشہ چشم

لاغر دراز - کمر خم - سر بر شملہ - شالی چپکن پہنے ہوئے نیچے کے

دروازے پر کمار دن نے میاں رکھ دیا میرا فضل صاحب

بسم اعد کہ کرتے تو دیکھا کہ میدان میں طلسمات کا سہا

ہے - ہزاروں تماشاں ڈٹے ہوئے اور پورے میں لید ہاں

جٹلیں ٹٹ کے ٹٹ لگائے کھڑے ہیں - انگریزوں سے

جان پہچان تو تھی نہیں سوچے کہ اگر آگے بڑھیں تو شاید

ذلیل ہو جائیں اس سے بہتر یہی ہے کہ گھر واپس جا کر

کماروں سے پائین کرنے لگے -

داروغہ - بہان تو ہندوستانوں کے دیکھنے کا موقع

نہیں ہے -

کمار - ہاں حضور -

داروغہ - مگر لوگ موجود تو ہیں -

کمار - ہزاروں آدمی آئے ہیں -

داروغہ - بھلا اب کٹ بہان کمان خریدیں -

کمار - اب "کسو سے دریافت کریں تو بات بنے - مگر

ابسا نو کہ صاحب یہاں کھڑے ہوئے دیکھ لے تو

بن ناچی کو بیٹ چلے -

ایک شخص نے کہا کٹ سانسے بٹ رہے ہیں وہیں

جا کے خرید لو - سب مول لے رہے ہیں - میرا صاحب کمار کو

داروغہ - اچھا میانہ اٹھا کر درخت کے سایہ میں لے چلو  
 کہا - اور اٹھائے کون -  
 داروغہ - اس کے کیا معنی - تمہارے سوا کوئی اور  
 بھی اٹھائے گا -

کہا - تو خدا اذہر جو تھے کا تو پتا ہی نہیں -  
 داروغہ - کسی سے کہہ دو کہ در آمد دے دے -  
 کہا - حضور اور تو کوئی یہاں نظر نہیں آتا ذرا سی آپ ہی  
 کا ندھا لگا دیں -

داروغہ - ہم کا ندھا لگا دیں ! اسکے کیا معنی -  
 کہا - جو مجھے کہا کہ عوض آپ ہی ایک طرف زور  
 لگا لیں -  
 داروغہ - تم لوگ دارو پیکر تو نہیں آئے ہو -

کہا - خداوند - دارو نند و کہا رہتے ہیں - یہاں ایک ہندو  
 بن دو مسلمان اور ایک ہندو ٹکٹ لیکر غائب ہو گیا -  
 داروغہ - ذرا اُس کا پتا تو لگا دو جی -

اتنے میں دس منٹ کے لیے تماشا ملتوی کیا گیا اور  
 لوگ بھر بھر کر باہر نکلنے لگے - تو کہا روں نے میانہ اٹھا کر  
 درخت کے نیچے رکھا داروغہ نے حکم دیا کہ دو کہا جا کر اُسکو  
 ڈھونڈ لاء دو کہا رہ چلے -

اتنے میں میان واحد العین سے تین تین آنکھیں ملیں  
 ایک کو آواز دیا -

واحد العین - کیوں کیسا گرا جھکا دیا - سچ کہنا -  
 ایک کہا - اب کیا تماشا ہو گا - بس اتنی ہی دیر -  
 و - ہو گا کیوں نہیں - جھجی دی ہو کہ جسکا جی چاہے  
 باہر جا کے کھپائی آئے -

حکم دیا کہ چار روپہ کا ایک ٹکٹ خرید لاء - کہا نے کہا حضور  
 بھاری پوشاک پہنے ہیں حضور ہی جا کے لائیں ہم گو  
 دو دھکے دے کے صاحب نکال دیتے - داروغہ بوسے نہیں  
 ہم نہ جائینگے اگر تم پر دو چار چھین پر گین تو کیا بردا ہی -  
 کہا - تو مجھ ہی اور جو ہم پر ایک آدھ پٹری تو ستم ہی ہو جائیگا  
 داروغہ صاحب حضور ہی دیر کے بعد اترے - میانہ کا  
 ڈنڈا پکڑ کر ٹکٹ بیچے دے کی طرف دیکھا - سیکڑ دن آدمی  
 ٹکٹ خرید رہے تھے - چاہا کہ خود بھی ہو بخین مگر انگریزوں کو  
 دیکھ کر خافت ہو کر مبادا کوئی خطا ہو جائے کہ یہاں تم کو  
 آئے - کہا روں نے سمجھا یا کہ حضور اتنے انگریز اور ہندوستانی  
 جھل جاتے ہیں کوئی چلن بھی نہیں کرتا - ایک درجہ فوسن  
 آپ ہی کو ہر - لائے ہم ٹکٹ لادیں - کہا جا کر درجہ اول  
 کا ٹکٹ خرید لایا -

اتنے میں تماشا شروع ہو گیا داروغہ نے کئی بار پوچھا کہ  
 کہا آیا - کہا روں نے کہا حضور آتا تو آپ ہی کے پاس آتا  
 یا کہیں بھاگ جاتا - اُسکا کہیں پتا ہی نہیں ہر داروغہ نے  
 کہا یاں تبا کو نہ ہو - وہ تو جعلی ٹکٹ تھا - گوارہی کر کوئی کا  
 اٹھا دیا ہو گا - اچھا ہوا کہ ہمارے پاس نہ تھا - میں تو ہم بھی  
 دھریلے جاتے - اندر نے بڑا فضل کہا - کہا روں نے فرے سے  
 تماشا دیکھ رہا ہر - یہاں یہ خدا کا شکر کرتے ہیں کہ ٹکٹ انکے  
 پاس نہ تھا ورنہ حالات بھیجے جاتے - تینوں کہا سمجھ گئے  
 کہ وہ ٹکٹ لیکر تماشا دیکھنے چلا گیا اور میان کو خوب تو بنا یا  
 آدھ ٹھٹھے کے بعد داروغہ نے کہا ارے کیا کر گیا - کہا روں  
 پر اُسکو معلوم ہو گا - ہم کیا جانیں ہم بھی آپ ہی کے پاس  
 کھڑے ہیں کسی کے مرنے جینے کا حال کیا معلوم -

دوسرا کمار۔ تو اب ٹکٹ ہم کو دیدو۔

و۔ اچھا اب تم دیکھ آؤ۔

فقیر نے کمار نے ٹکٹ لیا جب گھنٹی بجی اور لوگ جانے لگے تو یہ بھی اندر گیا میان واحد العین مچھون پر ناؤ دینے ہوئے پہنچے۔

داروغہ۔ ارے تو کمان مر رہا تھا۔

و۔ لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے۔

و۔ تو اب تک کمان رہا۔

و۔ رہے کمان ادھر ادھر۔

و۔ ارے کثرت ادھر ادھر اتنی دیر لگائی۔

و۔ تو میں نے دو جگہ لگائے نہ۔ ایک کو تاویہان دیرین ہر آپ کی طرح دو آئینیں تو میں نہیں۔ بس ایک ہی طرف کے آدمی دیکھ پاتا ہوں باقی حیر صلاح۔

و۔ لوگوں نے کیا کہا۔

و۔ حضور اس ٹکٹ کا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

و۔ اے لعنت خدا تم پر۔ جلو میا نہ اٹھاؤ۔

کمار۔ اٹھائیں کیونکہ۔ چوٹھا غائب ہے۔

و۔ (جھلا کر) ارے یہ جو تھا پھر غائب ہو گیا۔

ک۔ ہاں خداوند۔

و۔ نکال دو۔ آج سے نہ رہنے بائے۔ آخر یہ کیا کمان۔

و۔ حضور جب جھکو بتاؤ ملا تو فقیر کے کوٹکٹ دبا کہ گھنٹی تم بھی

جا کے لوگوں سے دریافت کر دو۔ شاید کوئی تم ہی کو بتا دے

ہم نے تو لوگ دل لگی بازی کرتے تھے۔ جدھر گئے لوگوں نے

کہنا شروع کیا۔ ایک لکڑیاں بسے کی کافی آنکھ تماشے کی بتاتا

و تا کوئی نہ تھا۔ سب چٹکوں پر اڑاتے تھے۔

و۔ بھئی فقیر کے کو بلاؤ۔

اب سنیے کہ میان فقیرے سیدھے سادھے آدمی تھے واحد العین کی طرح شریر تو تھے نہیں۔ صاحب نے جو دیکھا کہ درجہ اعلیٰ میں بیٹھا ہے تو اسکے پاس آئے۔ اور غور کر کے قطع شریف کو دیکھا۔

صاحب۔ تم کون۔

فقیرے۔ (دھڑکے ہو کر) خداوند (کانپ کر) خداوند۔

ص۔ تم کون ہے۔

ف۔ حضور میں کمار ہوں۔

ص۔ کیا پیشہ کرتا ہے۔

ف۔ پچھلیاں بیچتا ہوں اور دودی اٹھاتا ہوں۔

ایک لہڑی نے جو قریب کی کرسی پر بیٹھی تھیں کما اسکو اٹھا دو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تماشہ نہ دیکھنے والے مگر ہمارے

پاس نہ بیٹھے۔ صاحب نے فقیرے کو فوراً اٹھا دیا اور

کہا ہم تم کو پولیس کے سپرد کرنے ہیں نہیں بتاؤ یہ ٹکٹ کمان سے لائے۔

ف۔ ہم جنکو میا نہ پر لائے ہیں انکا ٹکٹ ہے۔

ص۔ وہ کمان ہے۔

ف۔ باہر ہیں۔

ص۔ جلو باہر ہو دکھاؤ وہ کمان ہیں۔

ف۔ بہت اچھا۔ چلیے۔ میا نہ باہر ہے۔

صاحب کے ساتھ فقیرے باہر آئے ادھر ادھر میا نہ

ڈھونڈھا صاحب کو لپکے۔

ف۔ داروغہ صاحب ذرا میا نہ سے باہر آئیے۔

ص۔ کدھر ہے۔ کون ہے۔ کسکا ٹکٹ ہے۔



صاحب نے جو جھٹلا جھٹلا کر کئی بار بیڈ صوب بیڈ صوب سوال کیے تو داروغہ صاحب کے ہاتھ پائون پھول گئے۔ شک کی جاگہ یقین ہو گیا کہ جعلی ٹکٹ تھا۔ اب پھر اسٹی ٹی کا پتہ ہوئے مہمانے سے باہر نکلے اور ہاتھ جوڑ کر کہا حضور غلام ضابطے سے ناواقف ہے۔ صاحب جبکہ داروغہ کوئی بڑا جلیل القدر عمدہ دار سمجھتے تھے اسی لیے ان کے قلی تھے مگر حضرت نے ہاتھ جوڑے اور پھر پھر اتنے ہوئے اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا اور احوال۔

صاحب۔ یہ ٹکٹ کس کا ہے آپ کا ہے۔  
داروغہ۔ حضور غلام کی سمجھ میں نہیں آتا۔  
ص۔ تمہارا ٹکٹ ہے یا کسی اور کا ہے۔

و۔ ہم پھر نہیں سمجھے۔ خداوند ہم نہ۔ وسان کا آدمی ہے۔  
اب سنئے کہ میان فقیر سے جو داروغہ صاحب نے گفتگو کی تھی تو ایک اگر نیر سمجھا تا جاتا تھا۔ مگر یہاں فقط صاحب اور داروغہ اندر اور دیکھا رہا ہے ایک یور وین کو بلایا اور کہا آپ انکو سمجھاتے جائیے اب سوال و جواب شروع ہوئے۔  
ص۔ یہ ٹکٹ اس قلی کے پاس کہاں سے آیا۔ اس کی حقیقت نہیں ہے کیونکہ خریدے۔ یہ چار روپیے کا ٹکٹ ہے۔  
و۔ یہ ٹکٹ ہے ہی نہ۔

ص۔ ہاں ہاں۔ یہ اول درجہ کا ہے۔ صاحب پوچھے ہیں کہ اس کے پاس کہاں سے آیا۔ یہ غریب آدمی چار روپیہ کا ٹکٹ کہاں سے خرید سکیگا۔ آپ کا ٹکٹ تو نہیں ہے۔  
و۔ حضور میں روپیہ جرانہ لے لیں۔

ص۔ آپ گھبراتے کیوں ہیں۔  
و۔ مجھ کو نہیں معلوم تھا کہ یہ جعلی ٹکٹ ہے۔

ص۔ جعلی نہیں ہے۔ درجہ اول کا ہے۔  
داروغہ کی جان میں جان آئی صاحب نے سمجھا یا ٹکٹ جعلی نہیں ہے مگر مٹانے والے پوچھتے ہیں کہ اس قلی کے پاس کہاں سے آیا۔ یہ درجہ اول میں بیٹھ کر تماشہ دیکھتا تھا۔ تب تو داروغہ کہاں روں پر جھٹلائے اور کہا نا بکا رکسی زردار بروگے ہماری۔ تین گھنٹے تک ہمیں یہاں بٹھا رکھا داروغہ تماشہ دیکھا کہے صاحب کہا کہ اجازت ہو تو ذرا میں بھی دیکھ لوں صاحب نے کہا ہاں آپ آئیے۔ داروغہ صاحب تماشہ دیکھنے شرف لیگئے۔  
و۔ اگر غور میں آئیں گے کہاں سے دیکھیں۔

ص۔ وہ کیا حقیقت پری ہیں۔  
و۔ ہاں پردہ فوس۔ صورت نہیں دکھائی دیتی۔  
ص۔ صورت دکھائی دے تو کوئی آئے کیوں۔  
و۔ ہم بھی بیگم صاحب کو لاٹینگے۔

ص۔ ہاں ابکو اختیار ہے۔ پانچ روپیہ دیجیے۔ اول درجے میں بیٹھیں۔ ایک روپیہ دین دوم میں۔  
داروغہ صاحب نے مرت آدھ گھنٹے تماشہ دیکھا ہو گا کہ جلسہ برخواست ہو گیا۔ داروغہ گھر آئے۔ بارہ بجے ہو چکے اس وقت بیگم صاحب آرام میں تھیں کہ حکم بھار کہ داروغہ جہوت آئیں اسی دم ہو کر جگا دو۔ دربان نے اطلاع دی کہ داروغہ صاحب آگئے۔ غلامی نے بیگم صاحب کو جگایا۔

داروغہ صاحب صحن میں آئے۔ اوپر سے بیگم صاحب نے

بانہن لیکن۔  
بیگم۔ کو سچ نکلا۔  
داروغہ۔ حضور سچ۔ بالکل سچ۔ ہزاروں کی بھڑکتھی۔  
ب۔ بن انس بھی تھے؟

داروغہ - حضور بن ماس تھے مگر ادانت سے کڑا  
سیٹے نہیں دیکھا۔

بیکم - شیر تھے۔

داروغہ - حضور بس کچھ نہ پوچھے۔ شیر کیا بکرتے تھے۔

ب - اسی پر بھریہ کیا تعریفیں تھیں کہ آدمی شیر سے  
لڑیگا اور کان بکرتے ٹھکانا سب جھوٹ مرے ہو  
شیر دن سے لڑنا کون شکل ہے۔ دے پلے پلے ہو گئے۔ کھانا  
نہ پاتے ہو گئے۔

داروغہ - حضور ایسے بڑے بڑے شیر کہ آدمی صورت دیکھے  
ڈر جائے۔

ب - ہاں اور آدمی سے لڑے تھے۔

داروغہ - قسم خدا کی قسم پر تسمنا لگاتا تھا اور شیر چون تک  
نہیں کرتے تھے۔

ب - ادنیٰ اللہ جاننا ہی آدمی کیا دیو ہے۔

داروغہ - اوند - کوئی میں برس کا سن۔

ب - ڈیل ڈول کیسا ہے۔

داروغہ - میانہ قامت ہے۔ نہ دلا ہے نہ موٹا تازہ ہے۔

ب - ایک ایک شیر سے لڑا تھا۔

داروغہ - تینوں شیروں سے لڑا اور اٹھا اٹھا کر دیدے لدا  
عقل نہیں کام کرتی۔

ب - اچھا اب یہ تباہ ہمارے دیکھنے کا بھی ٹھکانا ہے۔

داروغہ - جی ہاں حقین پڑی ہوئی ہیں۔ بہت سی عورتیں  
کچھ کچھ بھری تھیں۔

داروغہ - میں صاحب نے داروغہ سے کہا دو ٹکٹ پانچ پانچ  
روپیہ دے اور چار ٹکٹ ایک ایک روپیہ دے پانچ ہی سے

داروغہ - حسین پھر کل وقت نہ واقع ہو۔ داروغہ صاحب نے

چودہ روپیہ لیے اور میانے پر سوار ہو کر گئے۔ ٹکٹ خریدے

دو تین آدمیوں سے پڑھوائے۔ ٹھکانے۔

داروغہ - مہری عرض کر دو ٹکٹ لے آئے۔

مہری - پوچھنی بن کتنے ٹکٹ ہیں۔

داروغہ - دو دو درجہ اول کے ہیں۔ پانچ پانچ روپیہ دے

اور چار درجہ دوم کے ایک ایک روپیہ دے کل چھ ٹکٹ

ہیں۔ بہ آرام تمام تماشا دیکھے گا۔

ب - اچھا تم اپنے واسطے لائے یا نہیں لائے۔

داروغہ - مجھ سے کسی نے کہا نہیں تھا۔

ب - اسی تو اتنا سوچیے کہ ہم کیسے ساتھ جائینگے

اب منگو لو۔

داروغہ نے اپنے واسطے بھی درجہ اولیٰ کا ٹکٹ

منگوایا۔

داروغہ - روز بیک صاحب مع خواصوں کے تشریف

لے گئیں۔

نامہ آزاد

میان آزاد فرخ نباد اور جند انسر اور کئی ہزار سوار

اور پیادے قلعہ کی حفاظت کے لیے مقرر ہوئے اور کچھ

فوج روسیوں کے مقابلے کے لیے روانہ کی گئی مگر آدمی

کے لیے جو سوار بھیجے گئے تھے انھوں نے اطلاع دی کہ

پانچ میل کے فاصلے پر روسیوں کا لشکر جارا مقیم ہے۔ لشکر

خاص اس غرض سے آتا ہے کہ قلعہ کو خالی کر دے اور

اسی قلعہ کو اپنا صدر مقام بنائے۔

ہوا ہے۔ روسیوں نے سعی یلین کی کہ عبور کر آئیں مگر عرصے تک ناکام رہے۔

روس نے صوبہ۔ دینیاسے جو روس کا ماتحت ہے سازش کر لی۔ جب ترکوں کو یہ خبر معلوم ہوئی تو انھوں نے قصبہ بکٹ واقع۔ دینیاسے پر قبضہ کر لیا۔ روسی شمالی کنارہ دیکھا کیسٹن بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ ۱۸۔ مئی تک کوئی پونے دو لاکھ آدمی جمع ہوئے۔ ترکوں نے ایک جہاز جسکے ساتھ

کشتیوں پر نو پین تھیں ایک پلو کی طرف بڑھایا اور اسے مقام پر لنگر انداز ہوا کہ جنگ کی آڑ کے سبب سے روسیوں کو انکا جہاز بھی طرح نظر نہیں آتا تھا۔ مگر تین سول البتہ درخون سے بھی اونچے تھے۔ انکے سبب سے روسیوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ ترک کینگا مین ہیں۔ روس کے گولہ اندازوں نے

چھوٹی چھوٹی توپوں سے گولے اتارنے شروع کیے۔ مگر ترکوں کا بال بیکانہوا۔ اس کے بعد دو بڑی بڑی توپوں سے گولے اتارے انھوں نے چالاکی یہ کہ ایک بلند مقام سے گولے مارے آخر کار ایک گولا ہمارے ہماز پر پڑا اور میگن

کو اڑا دیا۔ جو قوت روسیوں نے دیکھا کہ ہماز سے دھواں اٹھا تو غر خوشی بلند کیا۔

اس قدر میان آزاد لکھ چکے تھے کہ ایک افسر نے ان کو بوجھا کہا لکھ رہے ہو۔

آڑاؤ۔ ایک خط لکھتا ہوں۔

افسر۔ (مسکرا کر) کسی معشوق کے نام۔

آڑاؤ۔ (ہنس کر) ہاں تو معشوق کے نام۔

افسر۔ تو میرے اس وقت باتیں ذکر کیجئے۔ دل لگا کر لکھیے۔

افسر کمانیر۔ ذریعہ جنگ کی تاکید ایک ہی کہ یہ قلعہ ہمارے قبضے میں رہے اگر غنیم اس قبضے پر قابض ہو گیا تو ہمارے

حق میں اچھا نہیں ہے۔ یہ قلعہ یورپین ترکی کی فوجی ہے لہذا ہمارے سپاہ کو اسکی حفاظت میں مردی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

ایک افسر۔ ذریعہ جنگ کے پاس خط کتابت جاری ہے یا نہیں۔

کمانیر۔ برابر راستہ جاری ہے۔

افسر۔ تو بیشک ہمارے کامیابی میں شک نہیں۔

کمانیر۔ مگر ہماری فوج کئی اگر آجائے تو ہم کو کوئی تباہ نہ سکے۔

افسر۔ ذریعہ جنگ کو لکھیے۔ یہ سالار کو لکھیے۔

کمانیر۔ کچھ چکا ہوں۔ فوج کئی بہت جلد آنے والی ہے۔

میان آڑاؤ کو جو معلوم ہوا کہ مسطظیفہ تک خط کتابت اور آمد رفت جاری ہے تو انھوں نے حسن آرا کے نام خط لکھا۔

میدان جنگ۔ قلعہ معلی۔ جولائی۔ ۲۷۔ ۱۸۷۸ء

جان آناؤ۔ اب میدان کا اندازہ اور میدان روم کی شمشیر آبدار۔ اب جنگ اور توپ فنگ کے کام میں جس وقت صفت جنگ میں غنیم کے سامنے جانا ہوں یہ خیال کہ سرخرو ہونے میں ہمارے ساتھ نکاح ہوگا آتش جو اندری کو اور بھی مشتعل کرتا ہے۔ خدا کرے میری آندہ برائے آئین

اب میان کا حال سنو۔ روس اور روم کے درمیان میں ایک دیا سے رخسار ہے۔ ڈینیوب۔ یہ دریا دباے گنگ سے بڑا ہے۔ اور اس کے کنارے پر پڑے بڑے اور مشہور شہر واقع ہیں۔ بارش کے سبب سے آجکل دیا بہت بڑھا

جب جہاز ڈوبنے لگا تو روسیوں نے دو چھوٹی جھوٹی کشتیاں بھیجیں۔ انھوں نے نشان لے لیا۔ ترکوں کے جہاز پر کوئی سوا دو سو آدمیوں کے قریب تھے۔ جہین سے پانچ چھ آدمی نچ نکلے۔

ایک اخبار سے معلوم ہوا کہ روسی اس فتح سے بہت ہی خوش ہوئے۔ تو پیاں اچھلتے ملگن۔ سپاہی افسروں اور افسر سپاہیوں کے گلے ملنے لگے۔ کچھ دن کا عرصہ ہوا کہ روس اور روس کے جہاز ایک دوسرے کے متقابل ٹکرائے تھے۔ جب ترکوں کو معلوم ہوا کہ شب کو روسیوں کا جہاز بھی آگیا ہے اور تاریکی کے سبب انکو مطلق نظر نہیں آیا تو تصدیق کیا کہ وہاں سے چھلنے چلے گئے۔ روسی جہاز نے تعاقب کیا۔ اب سینے کے ایک تمام پر روسیوں نے آگ تار پید و چھوڑا۔ تم نے اسکا نام بھی نہ سنا ہوگا یہ بڑا مہیب آہ ہے۔ اسکے ذریعہ سے جہاز فوراً پھوٹ کر تہ آب مینہ جاتا ہے۔ آگ پانی کے اندر جا کر جہاز کے نیچے پھٹتا ہے اور نیچے ہی سے جہاز کو اڑا دیتا ہے۔ ترکوں کو معلوم ہو گیا کہ عظیم نے تار پید و چھوڑا ہے انھوں نے بھی ایک تار پید و چھوڑا اور وسط میں دونوں باہم ٹکرائے اور سرد ہو گئے۔ جب روسیوں کو معلوم ہوا کہ ترکوں نے جواب ترکی بہ ترکی دیا تو سخت خفیف ہوئے۔ اب سینے کے ترکوں کے جہاز کا کپتان ایک بڑے ادب کے مستول پر جا کر کھڑا ہوا۔ روسیوں نے اسکی جرأت دیکھ کر گولہ مارا۔ کپتان نے سر کو ذرا مٹایا گولہ دور جا کر دبا میں گر ا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ روسی گولہ انداز چھلائے۔ پھر تار کر دوسرا گولہ جلا تا ترکی کپتان نے پھر سر مٹایا اور نشانہ خالی کیا

اب روسی گولہ انداز سخت نام ہوئے جو گولہ انداز فادرانہ اور کامل فن تھا۔ آئے بڑا اٹھایا کہ ابھی اگر کپتان اسی مقام پر کھڑا ہوتا تو اڑا دینگا۔ یہ کہہ کر گولہ انداز۔ اس مرتبہ ترکی کپتان نے گولے کے قریب پہنچنے کے وقت تک ذرا بھی جھنجھٹ نہ کی اور اس سے چاس گز کے فاصلے پر گولہ بھجایا تو ترکوں نے تابان بجائیں۔ نعرہ خوشی بلند کیا اور ہمارے کپتان نے ٹوٹی آمار کر روسیوں کو تو بی سے تین بار سلام کیا اور ستول سے اترے۔ روسیوں نے اس لائق افسر کی خود تعریف کی اور بت ہی شرمندہ ہوئے کہ انکے گولہ اندازوں کے گولے نے تین بار نشانہ خطا کیا۔ روس اور روسی درمیان درمیان اور فرانس اور انگلستان کی ملوک کے اخبار ہمارے کپتان کی تعریف میں غلبہ ایمان میں جو برت باشا جو صیغہ جنگ بحری کے افسر میں بڑے بڑے کا نمایاں کر رہے ہیں۔ گو روسیوں کے پاس تار پید و کثرت سے ہیں مگر جو برت باشا نے انکی دال نہ گلے دی۔

ترکوں کے افسر کچھ نہیں ہیں میرا دل رونا ہے کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں ہان ترکی سپاہیوں کا ساری خدا فی میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا جرأت میں اور استقلال میں بے نظیر ہمدردی میں لا جواب مصیبت برداشت کرنے میں عظیم خیر خوش و گراں دلیل کر رہے جو ان جان جائے، و قدیم بھیجے نہ مٹیکا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ افسر کچھ نہیں ملے دل نہ تو ہے خدا کی قسم دل رونا ہے۔ اور اگر ترکوں نے خدا نخواستہ شکست بھی پائی تو میں بھی کہوں گا کہ ترکی سپاہی بسات میں کسی قوم سے کم نہیں ہیں اسوقت میرا دل بھرا یا۔ میں لکھتا جاتا ہوں اور رونا جاتا ہوں کہ یا خدا اگر افسردن کی کارروائی اور بے پروائی

کا یہی حال ہو تو انجام کیا ہونا ہو۔ خدا کرے افسر بھی سپاہیوں کی طرح جان لرزادین۔ آمین آمین تم آمین۔ ع ابن دعا از من و از جملہ جان آمین بادہ روم کی سپاہ پر روم کو ناز ہو کر رہے

طاؤس راز نقش و نگاری کہ ہست خلق

تحسین کنند و ادبچل از پای رشت خویش

جبوقت افسروں کی کارروائی پر نظر ڈالنا ہوں بے اختیار رو دیتا ہوں اگر ترک خدا انخواستہ شکست بھی پائیں تو ساری خدائی میں کوئی یہ نہ کہ سیکہ گا کہ ترک جری نہیں ہوں کیا مجال ترکوں کی جرأت کے جھنڈے کرے ہوئے ہوں اگر ہم غنیم کے مقابلے میں دب بھی نکلین تو رومی سپاہی کی نظر رومی سپاہی کے سامنے بھی نہوگی کیا طاقت۔ بلکہ ہمارے ملک کے جواہر اور شیر دل سپاہی زبان حال سے یہی کہیں گے کہ

تعماری تیغ کا منھ چڑھ کے لے لیا ہوسے

کبھی نہ آپ سے ہم دیکے بالکس میں رہے

ماہ مئی کے شروع ہی میں کرب کی تو میں مقام بانسور پہنچا ہوں جاپہنچے تھیں مگر افسوس ہو کہ اسکی کسی نے فکر نہ کی۔ پھر دل جلے یا نہ جلے۔ جہاز اچھی حالت میں نہیں۔ مرمت نہ کی نہیں ہوئی۔ افسوس خدا افسوس۔ اب فرمائیے سپاہ بجا رہی کیا کرے۔ ترکوں کو بہانہ ملے منظور ہو کہ کچھ نہ لے لے اگر آلات حرب تو درست ہوں۔ ہاے افسر لائق ہوتے تو ترک اب تک روس کے چھلکے چھوڑا دیتے۔ مگر افسر کی قیامت ظاہر ہو۔ کسی بات کی پروردی نہیں اور سب سے زیادہ ستم یہ ہو کہ رشوت کی گرم بازار ہو۔ دوسری رشوت دینے اور

سازش کرنے میں طاق میں خدا ہی خبر کرے لیکن عیدل نیم منور بہ بنیم چہ میشود ترک میں بارہ بارہ برس کے لڑکے ہتھیار اٹھانے کے لیے آدہ ہین اور ترک کسی بات میں غنیم سے کم نہیں مگر افسروں کو کیا کریں۔ سپاہ کے جوش و خروش و فدا داری اور جان بازی کا ادنی ثبوت یہ ہو کہ جب کوئی افسر اچھی کارروائی کرتا ہو تو سوار اور پیادہ نماز کے وقت دعا مانگتے ہیں کہ بار خدا یا اسکی عمر دراز ہو۔ اور اسی کی طرح کل افسر نیک نام اور فاضل کرام ہوں۔ تین مرتبہ دودھ ہزار سپاہیوں نے میرے قدم لیے ہیں اور کہا ہو کہ آزاد پاشا ہم سب تمھارے درم ناخبریدہ غلام ہیں کہ تمھیں فلاں میدان اور فلاں جنگ میں روم کی عزت رکھ لی خدا ان جان شادوں کو سرخسہ دکرے۔ آمین۔ ع۔ آفرین بادہ برین ہمت مروانہ تو۔

ذریعہ جنگ پر خضر تھا کہ افواج ترک متعین ایشیا کی۔ زیادہ خبر داری کرنے مگر وہ اپنی جگہ سے ہلتے تک نہیں اور نہ انھیں اچھی طرح معلوم ہو کہ ایشیا کی ترکی میں جنگ کی حالت کیا ہو۔ سپاہی اتھہ جوڑ کر بدست و سماجت کہتے ہیں کہ ہم جان بکھت آئے ہیں اب ہم زندہ واپس جانا نہیں چاہتے ہماری دلی آرزو یہی ہو کہ ہم لرین اوکٹ مرین اور غنیم سے میدان جنگ میں دب نہ چلیں۔ مگر افسر اور ہی دھن میں ہیں۔ اور ہی آدھیر بن میں ہیں۔

افسروں کا یہ حال ہو کہ ایک دوسرے کے دشمن اگر کسی افسر فوج نے اچھی کارروائی کی تو اور افسر جل مرتے ہیں۔ ہاے افسوس ہمدردی کا انہیں نام تک نہیں ہو بے پروائی حراج میں حد سے زیادہ ہر غایت لادنی ہی برا

نام بھی نہیں بعض مراد آفندی کے عزل پر کھٹ افسوس تھے  
ہیں اور بیدلی سے کارروائی کرنے ہیں بعض سلطان ہرود  
کا اتیک جھبہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اب وہ وقت ہے کہ چاہے  
مراد آفندی سلطان روم ہوں چاہے عبدالحمید خان بیچ  
کو یکساں کارروائی کرنی چاہیے۔ اب باہمی بخش کو بالائے  
طاق رکھنا لازم ہے۔ اب وہ وقت ہے کہ کل ترک ایک جان  
دو غالب ہو کر نسیم سے لڑیں۔ مگر یہ بات سپاہ میں ہے مگر  
افسروں میں مطبق نہیں پائی جاتی۔ اعلیٰ افسر ادنیٰ افسر کے  
خلافت۔ یا تخت افسر کا دشمن پھر بات کو نہ کرنے۔ خدا جانے  
یہ لوگ اس جھوٹ اور ناجاچائی سے کیا کر سکتے۔ ہائے فحشا  
و اے افسوس۔

جرمنی میں بہت سے آدمی متفق ہو کر اس بات پر آمادہ  
ہوئے کہ وزیر جنگ موقوف کر دیے جائیں اور سلطان معظم  
کے ایک رشتہ دار کا نام لیکر کہا کہ وہ بھی موقوفی کے قابل  
ہیں۔ یہ لوگ یہاں کے پارلیمنٹ میں جو اس قسم کے تنگی  
مشوروں کی اعلیٰ انجمن ہے جمع ہوئے اور کہا کہ اگر ہماری  
درخواست کے بموجب کارروائی نہ ہوگی تو ہم بغاوت  
کر بیٹے سلطان معظم نے انکی درخواست قبول کی اور ان  
سے بعض کو گرفتار کر لیا۔ وجہ یہ کہ مغربان بارگاہ سلطانی  
نے سچا سچا حال نہیں بتایا تھا۔ حالانکہ یہ درخواست قابل  
پذیرائی تھی۔

روس کی آبادی فکروور ہے۔ روم کی آبادی ہیں  
کر در کے قریب ہے۔ گنگے کا فرق ہے دونوں سلطنتوں میں  
روپیہ نہیں ہے۔ دونوں کی اندرونی حالت خراب ہے۔  
رشتہ کی دونوں ملکوں میں گرم بازاری ہے مگر ترک

راست باز ہیں تین پانچ نہیں جانتے۔ روسی عہد خلافت  
اور عہد سکون میں۔ ترکوں نے جو کہا وہ کیا اور جو کہا وہ کیا  
اور عہد کے موافق کیا۔ ترک اتیک نشے سے نفرت کرتے ہیں  
درجہ اول کے خوش مزاج اور پاکیزہ جھٹیلین ہیں۔ انکی جرات  
کا ایک زمانہ معترف ہے اگر کوئی دق کرے یا چھڑے تو آگ  
ہو جائیں اور شیر کی طرح بھر پڑیں ورنہ انکی مہمان نوازی  
اور انسانیت میں اصلا فرق نہیں۔

ایک لائق انگریز کی رائے ہے کہ تمام عالم میں جانورن  
بار برداری کے ساتھ انسان اس رحمہ دلی اور سلوک کے  
ساتھ نہیں پیش آتے جقدر رحم دلی اور محبت کے ساتھ ترک  
پیش آتے ہیں۔

ایک عیسائی باوری کے سامنے چند آدمیوں نے کہا کہ  
ترک بڑے عیاش ہوتے ہیں۔ پادری صاحب نے جواب دیا  
کہ باہن ہرجن نیکیوں کا ہمارے ملک میں زبانی داخلہ ہے  
آنکا سچا برتاؤ ترکی ہی میں ہوتا ہے۔

ہاں خوب یاد آیا ہے۔ میں تو روسیوں کے دنیوب  
عبور کرنے کا حال بیان کرتا تھا۔ جب روسیوں نے دیکھا کہ  
دریا کی طغیانی کم نہیں ہوتی تو سخت پریشان ہوئے۔ اس  
حالت میں بلوٹ کا بنانا محال تھا شمالی کنارہ دریا پر روسی  
فوج بیکار پڑی تھی مگر اس سے روسیوں کا فائدہ بھی ہوا  
انھوں نے اس عرصے میں خوب عیاری کر لی اور اس علی ہذا  
ترکوں نے بھی تیاری کی مگر ان کا فائدہ ہوا افسوس یہ ہے کہ  
ترکوں کی کل کارروائیوں سے روسی واقف ہوتے جاتے  
تھے مگر روسیوں کی کارروائیاں خفیہ رہتی تھیں اس مقام پر  
پھر جھوٹ کے رد آتا ہے۔ یہ فہرہ دلی غلطی اور سخت بے پروائی کا

الامان جو مشہور ہوا کہ ترکوں نے بڑے بڑے جبر کے اسکی اصلیت یہ کہ سرکیشا کے باشندوں کو روس سے جانی دشمنی ہی انکو غوب یاد دہی کہ روسیوں نے اپنے سخت ظلم کیے تھے لہذا جب کبھی روسی میدان جنگ میں نہجی ہونے لگے سرکیشا کے سوار فوراً گھوڑوں سے اتر کر انکی ناک اور کان کاٹ لینے تھے۔

میدان جنگ میں جو کچھ کارروائی میں نے کی سکا بیان شاید سنجی بر محمول ہو۔ مگر اقتدار میں ضرور کچھ لگا کر جی اس قلعے میں جہیں ٹھیکہ میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ روسی فوج منعم تھی اور جب میں طرف سے ترک اس قلعے کا محاصرہ کیے ہو تھے اور دونوں طرف سے تفنگ آتش فشانی کرتی تھی تو تمھارا پیارا آزاد جان پر کھیل کر صرف پانچ سواروں کو ساتھ لے کر قلعے کے اندر گیا تھا۔ جب روسیوں کا ایک کالم رات کو قوت دفعہ جنگ کے ایک کونے سے ہماری فوج پر حملہ آور ہوا تھا تو تمھارا پیارا آزاد ہی اس کے مقابلے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اور غنیمت کو شکست فاش دی تھی۔ نازک نازک وقتوں میں جبکہ غنیمت خیر لانا اور اسکی نقل و حرکت کا حال دریافت کرنا نہایت ہی جرات کا کام تھا۔ آزاد ہی صرف دس بارہ سوار لیکر جاتا تھا اور خبر لاتا تھا۔ آزاد نے روسی افسر سالہ سے دست بدست جنگ کی اور اسکو زخمی کر کے اپنے سواروں کو بچا لایا اور اپنی فوج کو روسیوں کی نقل و حرکت سے اطلاع دی۔

آن نہ من باشم کہ دوز جنگ مبنی پشت من  
آن شمم کا ندر بیان خاک خون مبنی سر

میرے سمند سبابت پر یہ خیال تازہ کرنے کا کام کرتا ہے کہ اگر اسی طرح میں کایا سب اور سرخو رہا تو ایک اور حسن آرا بیکم

تہجہ ہر۔ سپاہی بیچاروں کا کیا تصور۔ روسیوں نے لاکھوں آدمی دیا پر جمع کر دیے اور ترکوں کو قانون کان خبر ہی نہیں اگر رعایا کو خبر ہو جاتی تو دوزیر جنگ اور بعض افسران کو فوراً گرفتار کر لینے کے ہمارے ملک کی عزت تھلا دے ہاتھ ہر اور کم غافل ہو مگر رعایا کو اسکی خبر ہی نہ تھی کہ روسی کیا کارروائی کر رہے ہیں۔ سپاہی جان بکف آمادہ تھے کہ ترکی کے نام پر اپنا خون بہائیں اور غنیمت کو بچا دکھائیں مگر جب افسر بھی دینے ہوں کتنی حسرت کی بات ہے۔ اس غفلت سے خدا سمجھے کہ روسی دینوبک کنارے قلعے بنائے جاتے تھے اور ترک درابھی اسکا دفع حل نہیں کرتے تھے آخر کار انکے بوٹ آنا شروع ہوئے۔ پہلے بوٹ لکے آدمی جب اترے تو ترکوں نے انکا مقابلہ کیا اتنے میں اور بوٹ آئے۔

اس جنگ کی نسبت سرکاری طور پر مشہور ہوا ہے کہ روسیوں کی جماعت کم تھی مگر وہ ایک ایسے مقام پر تھے جہاں سے غنیمت پھر گولے برساتا تھا اور وہ اسلحہ سانی سے روسیوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔

معتبر طور پر معلوم ہوا ہے کہ ترکوں نے اس جنگ میں روسیوں کے لئے دلی راہی سالت کا نقش منقوش کر دیا روسی افسر خود متعین کہ انھوں نے باوصف تجربہ کاری تمام عمر میں ایسے جری لڑنے والے نہیں دیکھے تھے۔ گولی پر گولی کھاتے تھے اور دراتے ہوئے چلے جاتے تھے۔

اس جنگ میں ترکوں کے ساتھ سرکیشا کی فوج بھی تھی۔ ان سواروں نے اعلیٰ درجے کی شجاعت کے ساتھ جنگ کی۔ لڑنے کے وقت ایسے خونخوار ہو جاتے تھے کہ

<p>قاصد بشارت رسان اس خط کا جواب لائے تو ہمارے ہاں عید ہو جائے ہم تو جان کو مہینے پر لیکر آئے ہیں اگر معشوق کی خبر عافیت کی خبر نہیں تو غل جان کرانگی ہو چکے درنہ جان کچھ دن کی همان ہر سوچ لیے ہیں کہ مزار پر ہی ہے پھر جو انور دی ہی ہے کیونکہ نہ جان دین جس کو دل دیا اسکے حکم سے جان دینے بھی آئے دل بھی تمھارا۔ جان بھی تمھاری۔</p> <p>ہر۔ اس کو نادان غیر نہ کہتے ہیں۔</p>	<p>پیاری حسن آرا آزاد کی چاہینی ہوئی ہوگی کسی کو اسوت یہ معلوم ہو جائے کہ تینے اس اقرار سے مجھے ترک بھی ہو چکا ہے آؤں اور نہ کروں کی طرف سے مورچے پر جاؤں اور پھر تمھارے ساتھ نکاح ہو تو ملک و فرد ہنسے کیونکہ ہندوستان کی رسم کے خلاف ہے مگر کتنے مجھے جس غرض سے بھیجا ہے وہ تمھاری حیت پر دال ہے۔ کوئی شریف زادہ تم پر حجت نہیں لکھ سکتا عہدہ عالم کو اہمیت اور دست پہ تمھاری پاکبازی اور پاکدامنی کا حال خدا خوب جانتا ہے۔ مجھے ہر دم یہ خیال رہتا ہے کہ خدا جانے میری جدائی سے تم پر کیا لکڑتا ہو گا مگر استقلال کو ہاتھ سے نہ دینا۔ صبر عجب نعمت ہے۔ ع۔ صبر تلخ است لیکن بر شیرین وارد ہے۔</p>
<p>از منجیق فلک سنگ نقہ سے بار در من ابلہانہ گر نیم بہ آبلگینہ حصار</p> <p>اگر گولی لگی تو ہی لباس نقہ ہو گا زمین تابوت اور رسالت نوحہ خوان ہی کا کافی ہے۔</p>	<p>اگنے فرے کا غم ہے امید وصال میں مل جل کے رہ گئی ہے خوشی بھی لال میں</p>
<p>نہم آن سیر ز جان گشتہ کہ باغ دفع بد رہ خانہ جلا د خندل خوان رنم</p> <p>خدا کی خدائی میں بس ایک آرزو تو یہ ہے کہ وصال جاناں ہو کوئی مصر کی شاہی بھی رہے تو تمھاری گل جھوڑ کر نہ جاؤں ہرگز نہ جاؤں وہاں یہ لطف کہاں ہے۔</p>	<p>خدا چاہے اور صبر دینا اور صبر ہو جائے مگر وصال ضرور ہوگا اس جان ناتوان پر لاکھوں مہینے ہیں بے بھیل نلگا اگر ایک نظر اپنے معشوق پر ہی پیکر کو ضرور دیکھ لوں اور کوئی آرزو بر آئے یا نہیں مگر یہ مراد ضرور پوری ہو۔ آمین۔</p>
<p>آمین خوان بھی جو لینے تو نہ جاؤں سو خلد نہن گیا کو چہ جانان کا ارادہ دل میں</p> <p>خدا نہ کرے کہ میرے دل کی آرزو شستہ ہو۔ پیاری سپہ آرا کو یہ خط حرف بحرف پڑھا دینا۔ میری رونا لگی کے وقت اس بیجاری کی عجب حالت تھی۔ ہاے درو اور تم کو سمجھا نا کہ ناجی جان آزاد کو اتنی دور کیوں بھیجتی ہو جسوقت یاد آتا ہے فٹھنوں روتا کرتا ہوں عید کا دن بڑی مصیبت میں گزارا۔ اب ہماری عید تو کسی دن ہو گی جس وقت شک و رنج و گیسوے فٹھنیز کی بو سے غنر شمار سے ہا</p>	<p>ایک دینا ہونہ ہو پر دہین مطلق ہمیں میں ہوں یارب اور مر معشوق شک نہ ہو</p> <p>اب وعدہ وفا کی آپ کے ہاتھ ہے۔ ہم تو صرف قول کے موافق بیان چلے آئے اور اقرار ہے ہیں کہ وعدہ ضرور وفا ہو گا۔</p> <p>وعدے پر کل کے آج قسم کھاتے جاتے ہیں ہم ہیں کہ ان کی بات پڑا نہ لے جاتے ہیں</p>



ریاض پاشا۔ کل افعال پیچھے سے توہ کی اب توہ کے مرنے جاتے ہیں گھر سے	دماغ شک جملہ عطار ہوگا۔ دست نگارین باغین اردو باباں مقابل میں بغیر رنج کے خوشی حاصل ہی نہیں ہوتی جب تک در زمین ہوتا آرام کا فر انسان نہیں جانتا۔ غری
تو بیعت کی بھر دساہیں ریاض ہم حوصلہ عفو کے آئے جاتے ہیں	ای متاع درد در بازار جان انداختہ گوہر ہر سود در حبیب ریان انداختہ
آزاد۔ تو مغفرت تو ہو جائیگی۔ علیقو۔ اس جنگ میں شہید ہوں تو بال بال کی مغفرت ہو جائے۔	ہاں کے افسر مجھ سے بہت خوش ہیں زیر جنگ امج افسر اعلیٰ میرا دم بھرتے ہیں۔
آزاد۔ بچنے کی امید نہ بہت کم ہے ریاض۔ سپاہی کو ہر دم کفن پوش رہنا چاہیے اور ہم اندر سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ اب دنیا ہی کو چھوڑ دیا دنیا کی کوئی بات پسند نہ آئی غایت کے لیے تو شہ ہمارے پاس موجود ہے اور اگر جنگ میں لگی جان تو ہمارے دلی ہونے میں شک نہیں۔ برسوں سے دنیا چھوڑے بیٹھے ہیں۔	خوجی مسخرے کو مین قسطنطنیہ ہی میں چھوڑ آیا ہوں لیکن اگر قلعے میں جہنا ہوا تو بلا لولگا۔ عدم رسی خط کی شکایت تو ضرور کرتی ہوگی مگر۔
ہم سے ریاض ہونگے ولایت اب کم کا فر ہوشک جولاے ہمارے کمال میں	تو ای کوہ تر باہم حرم چہ میدانی طہیدن دل مرغان رستہ بر بار
آزاد۔ کلی فوج آئے تو ہم ہاں سے ٹل نہ سکیں۔ محمد پاشا۔ چکو تو یہ قلعہ بھاڑے کھانا ہے۔ علیقو۔ قس علی ہذا۔	میدان جنگ سے کیونکر خط بھیجوں بعض بعض معانوں پر اتیک رستہ بند تھا۔ آمد و رفت محال تھی۔ ہاں سے یہ خط قسطنطنیہ جا لگا۔ اور وہاں سے ہندوستان بھجوا پاس عرصے میں پہنچے گا۔
آزاد۔ افسوس ہے کہ اس کالم کے ساتھ ہم نہ بھیجے گئے۔ محمد پاشا۔ جیلے شکا رکھیں۔	سپر آرا کو دلا سا دیا کرو سع ابھی کم سن ہیں کسی بات کا کچھ ہوش نہیں
تھا اپنے ہی سوچ میں دہستان اور من رگ کی بھی نہ رنگ کا دھیان بے وقت و درگ خوش نہ آیا	اس خط کا جواب اس تہ سے بھیجا۔ قسطنطنیہ روم کو تھی ہر مزجی بھائی نزد آزاد پاشا برسد۔
بے فصل وہ چھاگ خوش نہ آیا اُٹھے اور دریافت کیا کہ راک لیکر کون لوگ جا رہے	نویا۔ مجبوراً وطن دور۔ آزاد۔ یہ خط لکھ کر میان آزاد قلعے میں ادھر ادھر سر کرنے لگے
	دو چار افسرانے ہمراہ تھے۔ آزاد۔ خالی خولی میٹھنا تو اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ علیقو۔ ہاں بس اتو جنگ سر پر سوار ہے۔

اُنسے جا کر کہا کہ بھائی واسطے خدا کے ذرا حفاظت سے دعا لیجانا۔ ہاے گلی بھی کیا بری ہوتی ہے۔

سوار بہت حفاظت سے لیجاٹینکے۔ کیا حضور کا بھی کوئی خط ہے۔

آزاد۔ ہاں بڑا ضروری خط ہے۔

سوار۔ آپ خاطر جمع رکھیے راستہ صاف ہے۔

آزاد۔ ہاں راستہ صاف ہے۔

میان آزاد قلعے کے ایک بیج پر جا کر دو رہن سے جنگل کو دیکھنے لگے دیکھا کہ جو طرف میدان ہے اور بجانب جنوب ترکی فوج مقیم ہے۔ قلعے کے ایک سمت دریا بہن مارتا ہے سوچے کہ چل کے بوٹ پر سوار ہوں اور دو ٹھری دل ہلاؤں۔ دو چار آدمیوں کو ساتھ لیا اور چلے۔ ایک بوٹ پر سوار ہوئے۔ دریا کی روانی کے فزے اُڑاتے چلے جاتے تھے کہ دفعہ گرد نمودار ہوئی۔

آزاد۔ یہ گر دیکسی ہے۔

ماجھی۔ کیا روسی کو نہیں آگئے۔

آزاد۔ لا حول ولاقوہ۔

ماجھی۔ مگر گزریا دیہ نہیں ہے۔

سوار۔ دس سے زیادہ آدمی نہیں ہیں۔

ماجھی۔ معلوم ہوا جاتا ہے۔

آزاد۔ ہاں بہن تو سوار مگر کم۔

سوار۔ جمعہ بندہ دین ملوگوں کے پاس بہن اور بے بھری بہن اگر روسی ہوے اور انھوں نے بندہ سرک تو ہم بھی گولی چلائیں گے۔ مگر دسیوں کو جات کیونکر ہونی کہ بیدھرک قلعے کے قریب چلے آئے اور پھر گرد آہری گئے

سوار اُنکو نہ دیکھتے۔ یہ مرنے شگ ہی شگ ہے۔ روسی دوسری نہیں ہیں۔

آزاد۔ روسی گولی چلاؤں تو جان جانے کی پروا نہیں مگر خرابی یہ کہ بلا کار نمایاں کیے ہوے جان جاہلی اگر

کسی بڑی جنگ میں قتل ہوں اور ہمیشہ جرات کے کچھ جوہر دکھائیں تو مصلحتاً نہیں۔ دل کا حوصلہ تو لنگے یہ کیا کہ کشتی

پر دھن بارہ آدمی سیر دیا کر رہے ہیں اور گولی پڑی چلیے

لوٹ گئے۔ خدا کرے روسی نہوں اُنکو کنارے پر آکر بہن۔

اتنے میں ترکوں نے قلعہ کے بیج سے کہا (فوج آگئی)

فوج آگئی آزاد نے کہا لو فوج ملکی آگئی۔ بیج دے دو رہن

سے دیکھ رہے ہیں معلوم ہوتا ہے ہماری ہی فوج ہے۔ درنہ

اب تک ہل چل رہی گئی ہوتی۔

ایک سوار نے اشارے سے اہل بیج سے دریافت کیا

کہ کیا ہماری فوج ملکی آگئی اُسے اشارے سے کہا ہاں اور

پندرہ بیس آدمیوں نے نعرہ خوشی بلند کیا۔ ادھر بوٹ پر

سے لوگوں نے مارے خوشی کے غل مچایا۔ میان آزاد نے

حکم دیا کہ کشتی کنارے لگاؤ ماجھی نے فوراً تعمیل حکم کی۔

آزاد نے ایک سوار کو بھجوا کہ خبر لاؤ۔ سوار نے قلعے

کے اندر جا کر دیکھا جو بیس سوار آئے ہیں کل حاصل

پوچھا اور کشتی کی طرف واپس چلا۔ آزاد سے یوں

حال بیان کیا۔

سوار حضور ملکی فوج بیان سے ایک میل پر آگئی ہے۔ آج

تھکی ہے کل تک بیان پوچھ جاہلی۔ گرد آہری کے سوار

اطلاع کے لیے آئے ہیں افسر کاہنے اسی وقت اُس کا کم کو

بھی اطلاع دی ہے جو قلعہ کے باہر ہے۔

آزاد - کئے آدمی ہیں۔ میں کوئی پانچ چھ ہزار۔  
 سوار - یہ تو نہیں پوچھا۔ دریافت کر آؤں لیگ کے۔  
 آزاد نہیں کچھ ضرورت نہیں (ماٹھی سے چلو جنگل کے رخ۔  
 ماٹھی بہت خوب خداوند۔ اسوقت جنگل ہی کے چلنے کی  
 بہار ہر دریا کو ہم گھام کر چکر کھانا ہوا گیا ہر اور بعض بعض  
 مقاموں پر پھنچے پیچھے درخون کے سایے سے دریا بالکل  
 تیر قرار ہر گھنے درخون نے بالکل تاریک کر دیا ہر۔  
 آزاد۔ بس ایسے مقام سے ہم بہت خوش ہوتے ہیں۔  
 ماٹھی۔ حضور ضرور چلیے اور روز چلا کیجیے بس کوئی چار  
 گھڑی دن رہے چلا کیجیے۔ بڑی سیر ہوتی ہے بس ادھر ادھر  
 شکار کیجیے۔ اور بھون بھون کے گوشت کھائیے۔ جنگل  
 شکار کی بہار ہے۔

آزاد۔ یہ ندی کس دریا سے ملی ہے۔  
 ماٹھی۔ دریا سے دنیوب سے ملی ہے یہاں سے دو کوس  
 کے بعد اسکا پاٹ اور بھی چوراہے۔  
 آزاد۔ یہاں پر تو بالکل ذرا سیاحت ہے۔  
 ماٹھی۔ دیکھیے سانسہ ہی کے جنگل میں شکار کے لیے  
 وزیر اہر سلطان آگے جایا کرتے تھے۔

اب اُس مقام پر پہنچے جہاں اشجار رفیع دریا کے  
 دورویہ اسقدر گھنے تھے کہ دریا کا پانی اُن کے سایے کے  
 سبب سے بالکل سیاہ نظر آتا تھا اور حاجا کنارے کے  
 نشیب و فراز اور دریا کا چکر کھاکر ہنا اور درخون پر پو  
 خوشنوا کا جھرمٹ عجب لطف دکھاتا ہے میان آزاد نے ایک  
 بندوقی باد ہوائی سر کی تو آزاد تمام جنگل میں گونجنے لگی  
 ریاض پاشا اور محمد پاشا وغیرہ جو شکار پھیلنے گئے تھے

بندوق کی آواز سنکر متحیر ہوئے مٹی بندوق کی آواز پر تو  
 سننے لگے مگر انکو معلوم تھا کہ شکار پھیلنے گئے ہیں۔  
 ریاض۔ یہ بندوق کیسی دخی۔ اور آزاد دریا کے رخ  
 آئی ہے۔

محمد۔ ہاں بیشک آئی تو اسی طرف سے۔  
 سوار۔ میں جا کر دیکھتا ہوں۔ شاید کسی گانوں کے لئے  
 سہری ہو۔

ریاض۔ دو تین آدمی ساتھ جا کر دیکھیں۔  
 محمد۔ جی کوئی ہمارے ہی لشکر کا ہوگا۔  
 ریاض۔ تو اس طرف سے آواز کیونکر آئی۔

اتنے میں میان آزاد نے پھر گولی چلائی۔ اب ریاض پاشا  
 متوحش ہوئے جتنے آدمی انکے ساتھ موجود تھے سب کمانہ  
 بندوقین بھرا اور دو سوار دن کو حکم دیا کہ جسطرف سے گولی کی  
 آواز آئی ادھر جا کر دیکھو کون ہے۔

سوار۔ اگر وہ ہمیر گولی چلا میں تو ہم جواب دین یا یہ دین۔  
 ریاض۔ بیشک جواب دو۔ مگر ہکو بھی اطلاع ہونی چاہیے۔  
 سوار۔ ایک آدمی دوڑا دینے۔

یہ ککر سوار اسطرح چلا۔ میان آزاد نے اپنے ساتھیوں  
 سے کہا کہ جب سے ہم نے گولی چلائی اور سے ایک  
 گولی کی بھی آواز نہ آئی۔ معلوم ہوتا ہے وہ لوگ خائف ہوئے  
 شاید سمجھے ہوں کہ فیم لین گاہ میں تھا ورنہ وجہ کیا کہ  
 بندوق کی آواز نہ آئی اتنے میں تین ترک سواروں نے  
 کشتی دیکھی۔

ایک سوار۔ یہ تو ہمارے ہی لشکر کے ہیں۔  
 دوسرا سوار۔ ہاں ہاں وہ آزاد پاشا بیٹھے ہیں۔

ٹیمس سوار۔ بندوق بھی انکے ہاتھ میں ہو۔

ادھر میان آزاد اور انکے ساتھیوں نے ان سواروں کو دیکھا جب کشتی کے قریب آئے تو ایک سوار نے کہا کہ ادھر آپ نے گویا ن چلائین اور ادھر ہلوک تھیر ہوے کہ یا آئی یہ کون ہو۔

ان غرض آزاد پاشا اور ریاض پاشا کشتی پر سوار ہوئے اور قلعہ میں داخل ہو کر مکملی فوج سے حالات دریافت کرنے لگے مکملی فوج کے ایک افسر رسالہ نظام پاشا نے یوں بیان کیا۔

نظام پاشا۔ جب دریا بے ڈیفیوب سے روسی اسطرت عبور کر آئے تو مقام نکو دوس میں جنگ ہوئی۔ روسی اوہل روینیا دونوں ملکر ترکوں کی فوج پر گولے برسائے تھے۔ ایک مقام سے ترکوں کو ہٹ آنا پڑا مگر اس جگہ

سے ہر کسی قدر سامان رسد وغیرہ وہیں چھوٹ گیا اور روسیوں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ جبری سخت جنگ ہوئی اور عرصہ دراز تک تو یوں کی آواز سنی میدان گونج رہا تھا۔

اس جنگ میں روسیوں اور روینیا کی فوج کے بہت سے آدمی مقتول ہوئے۔ کئی ہزار آدمی کام آئے وہ سب کی یہی کہ ترکوں نے اس مقام پر خوب ہی مقابلہ کیا سوار اس بسالت سے لڑے کہ بایں و شاید اور فوج پیادہ نے بھی وہ کام کیا کہ روسیوں کے چھلکے چھڑا دیے۔

آزاد۔ الحمد للہ۔ شکر خدا۔

ریاض۔ جنگ نکو دوس ہمارے اہل وطن کی جرات کا نمونہ ہو۔

علیقو۔ ابھی دیکھتے جائیے۔

سوار۔ خون کی ندیاں بہینگی۔

ریاض۔ پھر جنگ کا توقعہ یہی ہو۔

سوار۔ جنگ کر لیا کہ وقت ہمارا سن کوئی انیس برس کا تھا۔ بہین طرفین کی کارروائی کا حال بخوبی یاد ہو۔

ریاض۔ نکو دوس کی جنگ کا اچھا انجام ہوا۔

نظام۔ کئی گھنٹے تک جنگ رہی۔ دونوں طرف سے آگ برستی تھی مگر روسیوں کی جماعت زیادہ تھی ترک کم تھے۔ گو مقابلہ تو ایسا کیا کہ روسی فوج آجنگ مداح بہن لگا ایک کی دوا دو۔ دسل آدمی کہین تنو کا مقابلہ کر سکتے بہن۔

آزاد۔ فوج میں اس قدر کمی درپا دی قیامت ہو ترک کہاں تک لڑے۔ بان اگر بیر دنی مدد بہو بختی تو روسی تماشا دیکھ لیتے۔ چھلکے چھوٹ جاتے پھر ایک تدبیر کار گر نہوئی۔

نظام۔ جب ترکوں نے دیکھا کہ فوج روس کی جماعت بہت زیادہ ہو تو قلعہ میں چلے گئے مگر انکے کالم نے روس کی اس فوج پر حمل کیا جو آگے بڑھی ہوئی تھی روسی کھرا گئے

اور قریب تھا کہ بھاگین مگر روینیا کی فوج نے بلند مقاموں سے بارش ماری۔ اب فرمائیے فوج ایک کالم سے لڑے یا دو کالموں سے اور پھر ایسی حالت میں کہ وہ دونوں کالم جماعت میں زیادہ ہون ٹرانا نک وقت تھا۔ ترکوں نے رات کو قلعہ خالی کر دیا۔ اور مقتضائے مصلحت بھی ہی تھا

ورنہ دوسرے روز روسی محاصرہ کر کے داخل ہو جاتے۔

آزاد۔ قلعہ کی رسد تو بہین رہ گئی تھی۔

نظام۔ بہین ترکوں نے قلعہ خالی کر نیکے قبل کل سامان کو جلا دیا اور خاص خاص عمارتیں بھی سوخت کر دیں۔

ایسے کچھ غور راہی ہیں۔ مگر ان کا رویہ یوں مین مروت  
سوار اور سپاہی قابل تعریف ہیں۔ انفسوں نے جنگی  
امور کی بجاقت مطلق نہیں ظاہر کی۔ ایک زمانہ ہی گنتا  
ہو۔

ریاض کچھ آدمی قید بھی تو ہو گئے۔  
نظام۔ ہاں مگر ترکوں کی جہیت کے سبب سے  
قید نہیں ہوئے سبب مروت یہ تھا کہ انفسوں نے  
عاقبت اندیشی سے کام نہیں لیا۔  
ریاض۔ انسوس۔ انسوس۔ انسوس۔

آزاد۔ بس ہی تو رہا ہو۔  
نظام۔ فسطیہ مین ایک ایک بچہ جان کھت ہو۔  
آزاد۔ یا خدا ایسی جوش انفسوں مین بھی آجائے۔  
نظام۔ اگر انفس بیاقت سے کام کرتے تو نگو بس اسعد  
جلد خالی نہ ہونے پاتا۔ ترک جس جو انفسوں سے ٹرتے ہیں  
اسکا حال کوئی غنیمت سے پوچھے۔ خود رویوں کی مرسل  
سے یہ ظاہر ہو۔ اگر انفسوں ترک کی رگ جہیت بھی شل سپا  
جوش زن ہوئی تو نگو بس اور سنوا کے درمیان مین  
آمد رفت بند کر دیتے اور پھر رویوں کے کرتے دھرتے  
ایک نہ بن پرتی۔ کوئی ایسی تدبیر کرنے کے بل شکست  
ہو جاتا۔

ریاض۔ ایشیائی ترک مین ابھی ابھی کارروائی  
پور ہو رہی ہو۔

نظام۔ دمان ابھی تک ہم کسی قدر غالب ہیں۔ روی  
دور تک برآمد آئے تھے مگر بے شک پن کے ساتھ۔ اب  
وہ ہٹا دیے گئے اور خود انکے ایک صوبہ مین پھوٹ

پڑ گئی ہو۔

نظام پاشا نے کل حالات مفصل بیان کیے شب کو  
کوئی دو بجے کے وقت گردآوری کے سواروں نے آکر  
انفسوں کو اطلاع دی کہ جو کالم باہر بھیجا گیا تھا اس سے  
دوس کے ایک کالم سے چھڑ گئی اور ہماری فوج کو مدد کی  
بڑی ضرورت ہو۔ انفسوں نے اسی وقت حکم دیا کہ فوج  
خود تیار ہو۔ حکم پانے ہی سواروں اور پیادوں اور  
انفسوں نے تیار کی اور ہنگل بجا اور فوج جھٹ پٹ  
تیار ہو گئی اور قاعدے کے موافق برے جمائے ہوئے تھے  
سے چلی۔ انفسوں نے بھی ساتھ ہوئے شہزاد پاشا بھی اس  
فوج کے ساتھ تھے۔ راستہ مین انھیں خیال تھا مروت  
استعد تھا کہ انکا خط حسن آرا یکم کے پاس پہنچ جائے  
سے کوئی خط نہیں بھیجا ہو۔ وہ بیچارے خدا جانتے اس کو تا  
ظہر کو کس مروت پر محول کرنی ہو گئی دل مین طرح طرح کے خیالات  
راہ پاتے ہوئے۔ کبھی کبھی ہو گئی کہ آزاد دیکھو بھول گئے ہوں  
کبھی سوچتی ہو گئی کہ شاید لڑائی مین قتل کیے گئے ہوں کبھی  
خیال کرنی ہو گئی کہ شاید فوج مین کوئی عہدہ نہ ملا ہو یا خدا  
میرا خط جلد پہنچا دے ایسا نہ ہو کہ راستہ مین ڈاک منجے گئے  
یا کوئی اور حادثہ ہو اور خط دمان تک نہ پہنچے۔

ایسے جانا ہی نامہ میکس

بال میکا نو کبوتر کا

پانچ میل پر فوج ملی اس کالم سے ملی۔ معلوم ہوا کہ  
دوسروں کا مورچہ سامنے ہو۔ دوسروں نے چار گولے چلائے  
ترکوں نے بھی جواب دیا مگر پھر گولہ اندازی موقوف ہو گئی  
فوج ایک گاون کے قریب پھری بھی میدان آزاد نہ دیکھا  
کہ ایک ہندی اس گاون کے ایک درخت کے سایہ مین بیٹھا ہوا

حقہ کی ربا پر۔ قریب جا کر غور سے دیکھا تو گھٹنا اور گرد اور  
انگڑا اور جو گوشتہ پٹی اور چڑھوان مٹی جوتا۔ پوچھا آپ  
ہندوستان میں رہتے ہیں اس شخص نے مسکرا کر کہا  
جی ہاں۔

آزاد۔ کس شہر میں دو تھانہ پر خانہ صاحب۔

خان۔ آپ تو خوب پہچان گئے کہ خانہ صاحب ہیں میں  
رام پور میں رہتا ہوں۔

آزاد۔ یہاں کس قریب سے آنا ہوا۔

خان۔ ایک صاحب کو پڑھا ماموں۔ انھیں کے ساتھ  
چلا آیا۔

آزاد۔ تو میدان جنگ میں آپ کیوں کر آئے۔

خان۔ وہ ایک اخبار کے نامہ نگار ہیں۔

آزاد۔ ہندوستان کی کوئی خبر کہیے۔

خان۔ ہندوستان میں آج کل کھڑکھری کر رہی کہ  
آزاد نامے ایک صاحب حسب مقتضائے حجت اسلام ترکی

گئے ہیں اور وہاں شریک جنگ ہوئے ہیں۔ اگر سرخرو

واپس آئیں گے تو ایک نوجوان ملے گا جو قندنگاح میں لائیں گی۔

میان آزادی جو طرفہ دھوم ہو چھوٹے برسے سب مداح ہیں

اور والدہ ہم تو ان ملے گا صاحب کی حجت کے قائل ہیں

آفرین۔

آزاد۔ وہ ملے کون ہیں۔

خان۔ حسن نام ہیں۔

آزاد۔ خوبصورت ہو گئی۔

خان۔ جیسے تو ان کے حسن و جمال کی نئی تعریف سن رہی

اور حسینہ تو نہیں تو میان آزاد یہ رحمت کیوں اٹھائے۔

حسن بھی عجب نعمت خدا داد ہے۔

آزاد۔ جیسے آزاد کا ذکر یہاں نہیں سنا۔

خان۔ جیسے سنا کہ کسی شخص نے ان کیلیم صاحب سے جا کر

جڑی نمی کہ بیان آزاد نے ترکی میں ایک سائیس کو قتل

کر ڈالا اور سائیس سے شادی کر لی۔ تو کیلیم صاحب کی حالت

کمال بدی ہو گئی اور اس درجہ مدد قلب برپوئی کہ بعض

ساقط ہو گئی۔ آدمہ گھٹنے کا دل کو گونگے کے عوض

یقین تھا کہ خدا نخواستہ چل بسیں۔ اعزاء قربانے نازدار

رونا شروع کیا شہر بھر میں خبر مشہور ہو گئی کہ حسن آرا کیلیم

رنگر اسے خلع ہو گئے۔

گو میان آزاد ضعیف الاعتقاد نہ تھے مگر اس فقرے

پر مباحثہ انکی زبان سے نکل گیا کہ (خدا آکرے) اور یہ حال

مسکراہیدہ ہو گئے۔ خانہ صاحب نے کہا آپ کی آنکھوں میں

کیون آنسو نکلے۔ آزاد نے بات ماننے کے لیے کہا۔

یون ہی۔ ہم کہ بیان مسکرا کر مجھے رونا آتا ہے اس میں

جس کا ذکر ہو۔

خان۔ لوگ تجھے تکفین کی فکر میں تھے۔

آزاد۔ (رو کر) افسوس۔

خان۔ رنے بنوئی ایک نواب صاحب ہیں وہ فوراً

ڈاکٹر صاحب کو بلا لائے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ابھی

جان باقی ہے معادہ بڑی لگی۔ چند منٹ کے بعد کیلیم نے

آنکھیں کھولی دن خوشی کے سدا بانے بچے گئے۔

آزاد۔ شکر ہے شکر ہے۔

خان۔ سنا کوئی آئے اغزہ میں سے میں وہ جانتے ہیں

کہ انھیں کے ساتھ نکاح ہوا اور حسن آرا انتہی میں کہ شادی ہو گئی

## تماشے کی تیاریاں

وہی بلیم صاحب جنھوں نے تماشے میں جانکا قصد کیا تھا تماشے کے دن وقت پر سچ دھج کے تیار ہوئیں مگرے کی سجادت کا حال کچھ نہ پوچھیے وطن کی طرح آراستہ تھا عمدہ مین سکھ کی فیروزنی چھت گیری رنگ بھالری گی ہوئی اور گردگوٹے کی چیک دی ہوئی۔ کمر از رنگاری خوشنما استرکاری۔ چو طرف دیوار گیربان۔ سبز رنگ کنول میش ہا موی سمع ندرت انتا۔ یحون پنج مین سبز جھاڑ۔ دایمن بائمن ایک ایک جھاڑا سبھی سبز رنگ اور سبزی رنگ کی ایک ایک ہنڈیا۔ درہ پر چاندنی شفاف آب خیلین چین ایک طرف بلیم صاحب کی سہری بھی لگا گئی پائے۔ نعل کی پوش چھتری مین بھالری ہوئی پس ٹکی ہوئی۔ سروائی تیکے اوہرا دھور کھے ہوئے مین کمرے کے سامان سبز رنگ سے سہری کی رنگت بھی دعائی نظر آتی ہے۔ ایک طرف گلدرستہ۔ ایک چنگر مین چھٹی کے بار جنگلی بھینی بھینی خوشبو سے نام کرہ سا ہوا تھا دوسری چنگر مین بیٹے چنبلی کے پھول کرن پھول بدیمیان۔ مطلق۔ لنگن۔ بھلی۔ چھبکا کسی طاق پر مہر بے کی اجاری۔ کسی مین سبب اور دلایا آوار کسی مین کنٹر کیوڑا۔ کسی مین گلاب۔ بلیم صاحب نے پانچ بجے سے سنورنا شروع کیا۔ مغلانیان چاندنی کی سفلیان اور آفتاب لائمن پس سے بلیم صاحب نے منہ ہاتھ دھویا۔ پھول دالی گلی کی خوشبودا مسی لگائی۔ اسپر فرے دار گلو دی کھائی۔ کتھا کیوڑے کا بسا ہوا۔ چٹنی ڈلی الاچی پڑی ہوئی ایک زعفرانی

آزاد کے ساتھ با عمر بھر کنواری ہی رہوئی حشر تک شادی نہ کر دی۔

آزاد۔ آفرین صد آفرین۔

خان۔ تو اس غزبنے ایک اخبار مین رہ جوئی خبر چھوڑی تھی کہ آزاد نے سائیس کی جو رو کو گھر مین الیا ہے بس حسن آرا ضبط نہ کر سکیں۔

آزاد۔ اس مرک کا نام بھی معلوم ہے آپ کو؟

خان۔ جی نہیں۔ نام تو نہیں سنا۔

آزاد۔ کیسے کیسے بے ایمان دنیا مین ہیں۔

خان۔ مگر وہ آزاد ہی کا دم بھرتی ہیں۔

آزاد۔ واہ ری بلیم۔ خدا اسکو فائز برام کرے۔

راوی۔ کہا خوب اچھی دعا ہو مگر (مین) ہم بھی کہتے ہیں۔ آئین آئین تم آئین۔

خان۔ سننا ہو کوئی اور جو ان عہت جوگن ہوئی مین وہ کتنی مین جب تک آزاد نہ آجنگے تب تک مین جوگن ہی کے بھیس مین رہوئی۔

آزاد۔ (منجھوکر) وہ کون مین۔

خان۔ دیکھیے — انکا نام — شاید

احمد رکھی ہو۔

آزاد۔ ہاں ہوئی۔

راوی۔ (ہوئی) کی ایک ہی کہی ہو۔ کیا بھوے بنے جانے ہیں۔

خان۔ کوئی شرابسا مین جان آزاد کا چرچا نہ ہو۔

آزاد۔ قابل مذاقات ہیں۔





مغلانی بہت خوب حضور۔

سیکم۔ پردہ ہو جائے۔

چہرہ اسی۔ حضور پر پردہ ہو گیا۔

بیک صاحب نفس میں بعد نازداری بائیں مغلانیوں

نے جھٹکا چھوڑا اور ریشمی دھریوں سے کس دیا دھریاں

نفس کے اصرار دھرا گئے لیے ہوئے دائیں بائیں مغلانی

اور دھریاں نفس کا گناہائے مغلانی۔ دو پہلی بھی دستی

کٹی لیے ہوئے آگے آگے جاتے تھے شعلہ چیرن کے آگے دو

چہرہ دار اور چار خاص برادر چوپیلے پر مغلانی ادیش خدمت

سوار۔ سواری اس مٹھتے سے چلی اندر سے نکلا کہ راہ میں

فقیر دڑے اور سوال کرنے لگے۔

چٹا سائین۔ خدا بیک صاحب کو زندہ رکھے۔ قربانی ہو

دے دے چٹا سائین کو ایک روپیہ بڑا دعا گو ہو۔

ضعیفہ۔ اندھیری بیک صاحب کو صد سال کی عمر عطا کرے

یہ بڑھیا سڑی کھائی ہو۔

فقیر۔ حضور یہ مٹھک بیکس کئی دن کا بھوکا پیاسا ہو

نظر رحم کیجئے۔

فقیر دن کو انعام ملتا جاتا تھا۔

الغرض تماشا گاہ کے دروازے پر سواری ہونچی

جیسے ہی نفس اندر جان لیگی صاحب کما دھرت (مہری نے

بیک صاحب کا ٹکٹ دکھایا اور اپنے ٹکٹ دکھائے نفس دن

اندر گئی مگر دیسے ہی صاحب نے کہا روک۔ کہا روک ٹکٹ

نوراً دیکھا گیا خاص برادر نکلتے بائیں ٹکٹ موجود تھے۔

مہری۔ پہلے تو پانچ ہی ٹکٹ منگوائے تھے۔

لاڈو۔ واہ۔ صبح ہی کو تو دروغہ صاحب ڈرائے گئے تھے کہ

سب کے واسطے ٹکٹ لاؤ۔

پیش خدمت اور مغلانی کا چوہلا بھی نفس کے برابر

بائیں پر لگا یا گیا۔

سیکم۔ امی مغلانی۔

مغلانی۔ حضور ارشاد۔

سیکم۔ تماشا گاہ طلبات ہو۔ یہ خیمہ کینا کر کھڑا ہوا ہوگا۔

مغلانی۔ بیک صاحب عقل کام نہیں کرتی۔

سیکم۔ ادنیٰ سے ہوئے جھانے کنول۔ بیچ میں ایک موٹا گیند

یہ انہی روشنی کمان سے آئی۔

مغلانی۔ حضور سب جادو کا کہیں ہو۔

لاڈو۔ بڑے جادو گر کہتے ہیں۔

سیکم۔ دیکھو یہ فرنگین کس طرح ڈنڈی مٹھی ہوئی ہیں۔

لاڈو۔ حضور انکے بیان پر پردہ کمان ہو۔

سیکم۔ یہ لال لال دروی پٹنے ہوئے کون ہندوستانی

بیٹھے ہیں۔

مہری۔ حضور یہ باجا بجا بیٹلے۔

سیکم۔ ای کیا باجا بھی بھگیا۔ ای وہ ہندوستانی رئیس

آنے لگے یہ مرزا سکندر رشکوہ ہیں۔ وہ نواب ہمایوں سلطنت

آئے۔ اٹ جان جان میں جان آئی۔ ہم تو سمجھے تھے یہاں

صاحب لوگ اور گورے ہیں ہی ہمارے ہمارے شہر کے

رئیس بھی آئے گئے۔

مغلانی۔ حضور آئے ہیں مرزا جعفر بیگ وہ بیٹھے ہیں

اور یہ دیکھیے اس کو نے پر جھوٹے صاحب ہیں۔

ہندوستانی اور فرنگی سب ہی آئے ہیں جلسہ دیکھنے کے

لاق ہر ای یہ روشنی کس چیر کی ہر ہماری سمجھ میں نہیں آتا

یہ ہر کیا مجید اور سارے مجھے مین آجالا ہو گیا۔

مہری۔ سب جادو کا زور ہے۔

مغلانی۔ بان ہے تو ایسا ہی۔

سیکلم۔ اور وہ شیراز و رند اور بن مانس کہاں ہیں۔

مغلانی۔ امد جانے کہاں ہیں۔

مہری۔ ابھی تماشا تو شروع ہی نہیں ہوا۔

سیکلم۔ یا اسد کب تک تماشہ شروع ہوگا۔ بی مغلانی یہ

انگریز کا نوٹا کیون ساٹے کھڑ ہے۔ کالے کالے کپڑے

پہن کے۔

مغلانی۔ خدا جانے حضور۔

سیکلم۔ اس سے کہہ دو کہ ساٹے سے ہٹ جائے۔

آر ہوئی ہے۔

اتنے مین داروغہ صاحب نے جی کے قرب انکر کسا

آداب بجالا ہوں۔

سیکلم۔ اس دشت کے حدتے آداب عرض کرنے کا کون

موقع تھا کہ اب تماشا کب تک شروع ہوگا بڑی دیر ہوئی

چلو بھی۔

داروغہ۔ تماشا شروع ہوا ہی چاہتا ہے۔

سیکلم۔ مین تو آگیا لگی۔

داروغہ۔ بس شروع ہوا ہی چاہتا ہے۔

سیکلم۔ ادنیٰ جب سے یہی کہہ رہے ہیں کہ شروع ہوا ہی

چاہتا ہے۔ اچھا ففس منگو آؤ۔ ہم اب جاشیکہ بھیجے

آگیا گئے۔

داروغہ۔ نا حضور۔ اب کوئی دم مین شروع ہوا

داخل ہے۔

سیکلم۔ ایسے تماشے سے ہم درگزرے۔

داروغہ۔ اچھا دس منٹ اور بیٹھے۔

مغلانی۔ سہان بان۔ بیٹھینگی کیون نہیں۔

داروغہ۔ وہ لیجے تیار بان ہونے لگیں۔

تماشا تو ابھی شروع نہیں ہوا جب شروع ہوگا تو اسکا

بیان نذر ناظرین کیا جائیگا بال فعل لگے ہاتھوں ایک

خدرنگار کی حاضر جوابی کا حال سنئے۔ مگر ذرا غور سے۔

خواجہ اور بندہ۔ آقا اور نوکر تو بہت دیکھے لیکن میان

سلار د کے سے شریر اور زبان دراز کم کسی بات مین

چوکتا ہی نہ تھا۔ میان نے کچھ کہا اور سلار د نے بات

کاٹ دی۔ آقا نے ایک بات کہی اور سلار د نے پتو اٹایا

گالیان دینا بڑا بھلا کتا بات بات مین تو نناناں کے کہیں

ہاتھ کا کرتب تھا اور میان بھی ایسے گو کہے لے کہ خدا کی

پناہ۔ ۵۰

خواجہ بائیدہ بری رخسار | جون درآید بازی دختہ

چو عجب کو چو خواجہ حکم کس

دین کشد بار ناز جون بندہ

یہ المیہ سنا کرتے تھے کہ اب تاکہ میان سلار د

ساکھ برس کا کوٹ اور آقا کو بات بات مین دیتے

اب سینے کہ میان سلار د آدمی تھے جلاک اور شریر

آقا نے پوچھتے اور گو کہے۔ پس ان کی چاندی تھی

پانچون تھی مین اور سر کر صافی مین اور ادھر سے مقدمہ

داؤن کو بھانسن بھونس کے لے آتے تھے اور انھیں کی

بدولت روٹیو بخت صاحب کی رویمان جیتی تھیں لہذا

خواہ خواہ دیتے تھے۔

سلارو۔ اچی ہم رڈز ایک تاشہ دیکھنے میں اور بن کوری  
بن دام جب تاشہ دیکھنا ہوا ایک بات چھڑی آپ  
پر کوئی چھینی کندی۔ کوئی فقرہ چست کیا۔ کوئی آواز  
کسا آپ جھلائے چلے تاشہ ہو گیا۔

آقا۔ کیوں پڑے۔

سلارو۔ آپ بھی اتنے ہوئے۔

آقا۔ تاشا قابل دید ہے۔

سلارو۔ بھلا ان تاشہ دالون کو کچھ مل رہیگا۔

آقا۔ خوب پیدا کرتے ہیں۔

سلارو۔ تو پھر ہم آپ کو بندہ بنا کے ادھر ادھر لیجا کر بن  
دکالت میں تو آپ کو نکال دلیگا پورے دسل آپ میں نہیں  
ایٹھیں میں آپ کو کوئی بوجھتا نہیں ہم تو جانتے ہیں اور کچھ نہ  
کیجیے دو بندہ بیاں نیچے اور ایک کرا۔ ہم اور آپ شہر بھر  
میں چکر لگا کر بن۔ کھانے بھر کو مل ہی جائیگا۔

آقا۔ بھئی کوئی پیشہ بناؤ۔

سلارو۔ ایک کام نیچے۔ دو تین ٹہنیاں نوکر رکھ لیجیے۔

سارنگی آپ کے ہاتھ میں ہو۔ اور آگے آگے وہ چم چم

کرتی جانی ہوں بگڑے دل آواز سے کہیں آپ نہیں چم

گندے پانچ گندے روز پیٹ لیا کیجیے اور دل ملی کی

دل لگی۔

آقا۔ روپیہ پیدا کرنے کی کوئی تدبیر سوچو۔

سلارو۔ کیا تا میں آپ تو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

سلارو نے کہا اب بناؤ کمان تاشہ ہے۔

آقا۔ بھئی اگر میرا ہے میں انکے ساتھ چالیس گھوڑے ہیں

ایک سے ایک بڑھا ہوا بری کی صورت پیش دس بھاری

ایک دو زرو نوایخت نے دروازے پر باہر سے لاٹ  
ناری اور کیا کھول دو دروازے۔ جب تک سلارو جائے  
جائے انھوں نے آسمان سر پر اٹھایا اور اسقدر  
غل بجا باکہ الامان۔

آقا۔ کھول۔ جلدی کھول۔ جلدی کھول۔

سلارو۔ نوکر بڑے کیوں جاتے ہو۔

آقا۔ کھو تباہی باتیں بناتا ہے۔

سلارو۔ معلوم ہوتا ہے آج بارہ تیرہ گندے پیسے کہیں

سے مل گئے ہیں۔

آقا۔ کھول۔

سلارو۔ (دروازہ کھول کر) لو کھولا۔

آقا۔ اتنی دیر لگتا ہے۔

سلارو۔ کیا اجرا کیا ہے۔ گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔

آقا۔ ہم گھبرائے ہوئے ہیں کیوں صاحب۔

سلارو۔ اچی گھبرائے نہیں ہو کھلائے سہی۔

راوی۔ سبحان اسدا اچھی تعریف کی۔

آقا۔ سلارو تاشا دیکھنے چلو گے؟

سلارو۔ کسکا تاشہ۔

آقا۔ کسکا تاشا ہوتا ہے۔

سلارو۔ بندہ والے کا تاشہ رکھ کا تاشا پتلیوں کا

تاشہ نٹ کا تاشہ۔ بھان بٹی کا تاشہ پانچ سلاری

دھنک دھنکا۔ ہر کہ نہیں۔

آقا۔ ارے نادان صاحب کا تاشہ۔

سلارو۔ بھئی آج تک نام بھی نہیں سنا۔

آقا۔ ایک روپیہ ٹکٹ ہے۔

خود قسمی جھوٹی بٹانی پڑی۔ عضو خضو سا کچے کا ڈھلا ہوا اور  
تین شیریں بنیں۔ ایک آدمی جا کے لڑا۔

سلارو۔ جلیس گپ نہ اڑاؤ۔ سوائے ڈینگ کے دوسری  
بات ہی نہیں جب دیکھو گپ ہی اڑاتا ہر ڈینگیا زانے بھر کا۔  
آقا۔ (دھول لگا کر) یہ کیا تقریر تھی۔ کیون جی یہ کیا  
گفتگو تھی (اگر جاگس) ہاں بدترین بھر کیگا۔

سلارو۔ حضور ہو اگر دھوکے دھوکے میں پھنس گیا۔  
سمجھا تھا کچھ اور ہونی کچھ اور۔

آقا۔ سمجھا کیا تھا آخر یہ تو سمجھا گیا تھا۔  
سلارو۔ اسوقت کچھ خیال نہ رہا۔ یہ تو یاد نہ آیا کہ چارے  
آقا سے اور جسے گفتگو ہوتی ہے۔ سمجھا کہ تھی لکڑی بارے کا  
بوندہ باتیں کر رہا ہے۔

آقا۔ تو غلطی کی نہ پھر غلطی کا تھیادہ کھینچو۔

سلارو۔ پھر چون تک بھی تو نہیں کیا۔ چپ چاپ  
ٹپا کیا خاموش مورا۔

آقا۔ شاباش مگر گڑی بات ہم نہیں سہہ سکتے چاہے  
کہ کے دیکھ لو۔ ادھر کسی نے گڑی بات کہی اور ادھر ہم بیٹ  
چلے اسین چلے گئی ہو۔

سلارو۔ ہاں میان بان۔ یہی بات ہے۔

آقا۔ بس اب تو یہ کہہ کر کہ آج سے نہ کہنے۔

سلارو۔ کان پر کے تو یہ کی۔ آج سے کہیں جو جو کی  
وہ ہماری۔

آقا۔ بس اب ہم تم سے خوش ہو گے۔

سلارو۔ بوندہ جیسے خوش نہ تو بھیک بھی مانگے گو۔

آقا۔ پھر دی بات۔

سلارو۔ کیا کچھ جھوٹ ہے۔

آقا۔ تو ہم تیری بدولت جیتے ہیں۔ کیون ہے۔

سلارو۔ موقوف کر کے دیکھ لو۔ دوسرے ہی دن چوری

کر اور دن اٹل تو آپ کے بٹے کیا ہے مگر مور اسیم طوفان۔ آقا

اور رضائی اور دودو جڑے کپڑے اسوقت پناہ اور آجورہ اور

کنوڑہ اور نیلی اور گالدران اور بھونایا ہی اگر کوئی سمجھ

بجائے تو دودو۔ بوندہ۔ ہم سے سانا سودو دانا۔

آقا کہ جو عتہ آیا تو لکڑی کے گردے اور سلارو نے

کوٹھری کا دروازہ بند کر لیا۔

آقا۔ دروازے پر لٹ مار کرے اورا بکار اپنے

باپ کی قسم کھا۔

سلارو۔ میرا باپ ہی مر جائے جو جھوٹ کہتا ہوں۔

آقا۔ تیرا باپ کہاں ہے۔

سلارو۔ بیان سے بڑی دور ہے۔

آقا۔ آخر کچھ نام بھی ہے اس مقام کا کہ نہیں۔

سلارو۔ خدا کی۔

آقا۔ تو پھر اس کے مرنے کی قسم کیسی اپنے لڑکے کی قسم کھا

سلارو۔ واہ اپنے لڑکے کا تو نمک کھاتا ہوں۔

آقا۔ کانک نمک کھاتا ہے یہ تو نے کہا کیا۔

سلارو۔ کانک نمک کھاتا ہوں نہ پھر جب حضور میرے

موت کے ہوئے یا نہیں ہوئے۔

سلارو۔ بہت بہتر۔

آقا۔ حضور ایک شرط سے دروازہ نہ کھلوا میں کہ

اس شرع کے مٹنے بتا دو۔

<p>آقا - دواہ - اچھا کیا ہے - تباؤ تو -          سلارو - وہ دولت میان سلار بخش ہیں -          آقا - موت پاگل ہماری دولت استغنا ہے -          سلارو - دواہ جب اے اور نہ توب، البتہ کہیں کہ پروا ہی          نہیں اور جو ہے ہی نہیں تو کیا عیبت بی بی ازبے چادری -          آقا - اگر چاہوں تو خدا کی قسم دہل سزا رو پر دو دن          میں جمع کروں -</p>	<p>سلارو - تو میں کچھ ترہا لکھا ہوں بھلا -          آقا - شعر کے معنی بنادو تو لوگ ہماری تعریف کریں کہ          نوکر تک پڑھے لکھے ہیں -          سلارو - اچھا فراد -          آقا رخصت گدھے - ابے فرایئے کہا کہ - فراؤ نہیں کہتے -          سلارو - بت خوب - اب وہ شعر تو فرمائیے -          آقا - ہاں - صحیح ہے - سن سے</p>
<p>سلارو - گردس برس کو بھیجے بھی جاؤ گا لے پانی دروازہ کو کھولے          آقا - اس سے کیا مطلب -          سلارو - دس ہزار آپ دودن میں کیونکر جمع کر سکتے ہیں -          سواے اسکے کہ چوری کیجیے یا دغا بازی -          آقا - چوٹے کوئی اور ہونے ہونگے -          سلارو - صورت تو ایسی ہی ہوتی ہے -          آقا - (لکڑی نان کی کسکی -          سلارو - ہماری اور چور کی - اور کسکی -          آقا - ہاں یہ مانا -</p>	<p>چھپا چکر کبھی چوٹی تو اس سے کیا فائدہ ہے قاضی          نہ میکہ سے میں جگہ بیگی نہ میکشون میں شمشاد جوگا          سلارو - اسکے معنی یہ کہ مفت کی شراب قاضی کو بھی حلال ہے          آقا - اچھا اور آگے -          سلارو - ابی کوئی چھوٹا شعر پڑھو - یہ تو شیطان کی          آنت ہے -          آقا - اچھا سنو -          ہو گیا دل بھی نہیں کجیاب   یہ بھی کجنت ہمارا نہ ہوا</p>
<p>سلارو - (پچھے بیٹ کر) تو میں نے فقط اپنی ہی صورت          کا ذکر ٹھوڑا ہی کیا تھا - میں نے تو آپ کو بھی شامل کر لیا تھا          جی حضرت -          آقا - سنو - ہو پورے -          سلارو - حضور نے تم ہی کم -          آقا - ارے بارشبو کا پنا لگاؤ -          راوی - بار کی ایک ہی کمی - نوکر سے اب یار ہے ہوے -          آقا - اگر کو شش کر دو پنا لگا ہی چھوڑو - تم بڑے          چالاک اور فخر باز آدمی ہو - مگر عجب کو شش کرو نہ -</p>	<p>سلارو - ہمارا دل بھی ہمارا بار ہوا -          آقا - (مسکرا کر) بڑا مسخو ہے - ہر بات میں مسخو ہیں -          سلارو - آپ تو بن ناقص کا نمون میں گھسٹتے ہیں - بڑے          حضور میں یا میں ہوں -          آقا - ہاں اچھی کمی - انعام کے قابل کمی - مگر اس وقت          کچھ ہو نہیں -          سلارو - ہنرمند اس وقت کیا معنی - اور موت اس وقت ہے -          آقا - ہمارے پاس دولت نہیں ہے - مگر ایک دست بڑی          دولت ہر وہ کیا ہے -          سلارو - اجم ہم جانتے ہیں جسے کچھ چھپا نہیں ہے -</p>

عزت و دانا باد کہ این ہم غنیمت است	محببت تو یہی جو کہ تم کو شمش نہیں کرنے ورنہ بنا ضرور
سلا رو۔ فارسی ہم نہیں پڑھے ہیں۔ گلستان پڑھی تھی وہ بھی بھول گئے۔	لگ جائے۔
آقا۔ بھر میں تمہاری عقل پر۔ بڑے کم نفع ہو۔	ہر چیز کو دل پران کر اور اگر جہد کنی بدست آید
سلا رو۔ بیش باز۔ ہم خوش ہمارا خدا خوش۔	یعنی اگر دل مائل ہو نہ فلان چیز ملے تو کوشش سے
آقا۔ کل سے ایک گھنٹے پڑھا کرو۔ ہم پڑھا کر گئے۔	وہ ہاتھ آسکتی ہے۔
سلا رو۔ واہ کچھ پڑھ کے آپ نے بنایا کچھ ہم بنا سکتے	سلا رو۔ تو آپ کوشش کر کے کہیں سے عقل تو لے لیجیے۔
اجی بس جاؤ بھی پڑھیں فارسی اور چینی میں۔ یہ دو کچھ	آقا۔ بہو عقل کی ضرورت ہی کیا ہے۔
قسمت کے کھیل۔	سلا رو۔ (مسکراتے ہوئے) ہاں اگر میں نے کی سلا متی سے عقل
آقا۔ تو ہم میں بیچتے ہیں۔ کیوں ہے۔	کیا کیجیے گا جیسے تو نہ ہو گے جو بات کہتے ہو بھونڈی بے کنی
سلا رو۔ آپ پڑھ لکھتے ہو کہ بے کرتے ہیں کیوں صاحب	وہاں بات یوں کہنا تھا کہ ہم کو تو عقل کا بیضہ ہوا ہے
آقا۔ (مسکراتے ہوئے) تم پرے سے کے بد معاش ہو۔	کیوں کہنا پڑے کہ غرور ہوتا۔
سلا رو۔ خیر سہی۔ جو کہیے بجا ہے۔	آقا۔ چلو اب تماشے کا ذکر کرو۔
آقا۔ کل سے گلستان پڑھا کرو۔	سلا رو۔ کہ چلیے۔ میں سنتا ہوں۔
سلا رو۔ اور انہوں نے منی کون بتایا گا۔	آقا۔ درجہ اول کے چادر دپتے ہیں۔
آقا۔ ہم۔	سلا رو۔ آف۔ اسی توبہ۔
کشف الدجی بکمال	آقا۔ درجہ دوم کے دور دپتے۔
حنیف جمع خصائل	سلا رو۔ اسی توبہ۔
سلا رو۔ ہاں عربی بھی پڑھے ہو۔ واہ وکیل صاحب۔	آقا۔ درجہ سوم کا غلط ایک چہرہ شاہی ہے۔
آقا۔ اجی ہمیں کیا نہیں آتا۔	سلا رو۔ مورد شہم طوفان۔ یہ بھی بہت ہے۔
سلا رو۔ مگر قسمت سمجھنی ہوتی ہے۔	آقا۔ ہم تو ایک روز ضرور جائیں گے۔
آقا۔ قسمت تمہاری خود چھوٹی ہے۔ بد معاش۔	سلا رو۔ ایک دن دکھلا جائیگا۔
کوتا ہے میں۔	آقا۔ شرارت سے نہیں جو کہتے تم۔ کیوں؟
اس پر اتنا بہت جھلائے اور سلا رو دوسرے	سلا رو۔ پیٹ پیٹے کہیں تو چور بد معاش۔ چغور۔ ہم تو
بھاگ گئے۔	انہ کے سامنے کہتے ہیں صاف صاف بے لگاؤ۔
	آقا۔ شاہاش پڑھے کہنے واسے ہو۔ ع۔

خاتمہ الطبع بن مع تاریخ طبع بطریق تقریظاً رقیقہ  
 با جیز اضعف البنیان ابو ناظم محمد حامد علی  
 حامد شاہ آبادی مصحح مطبع عفا عنہ المادی  
 تلمیذ امیر مدنی

حمد اور نعت سرور منقبت آل اطہر دعت اصحاب الکبر کے  
 بعد پیچیز سجدان سراپا عیسان احقر العباد ابو ناظم المدعو  
 محمد حامد علی حامد خلف حافظ غلام علیخان متوطن شاہ آباد  
 ضلع ہر دوی غفر ذنبہ و ستر عیوبہ خدمتی مطبع ارباب  
 خیرت و اصحاب طہنت و ذکا و طالبان اسرار و شایقان  
 اسرار و قصص کی خدمات عالی درجات میں بنوید عبید جانفزا  
 و غرقہ تازہ فرحت افزا متمسک ہو کر فی زمانہ وجود کد بازاری  
 علوم و مدارس و متداولہ معائنہ کتب عربی و فارسی سے  
 عموماً بلکہ خصوصاً لوگوں کو مجبوری و دوری جوگی کی علی انھیں  
 ادیان عوام اور نیز ان کے انعام مقومات اعلیٰ کتب  
 مذکورہ بالا کے مفہوم سے مزین قاصر و متعارفین بناؤ علیہ  
 سخنوران عالی و فاراد و مکنت سبحان و الاتبار نے محض برفض  
 رعایت عام بنحو اسے مگوار اس علی قدر عقولم زبان  
 اوردوسے معلی قدیم میں عبارت سلیس مضامین نفیس نہایت  
 لطیف اور بغایت الطف عجائب عجائب فقے اور غراب غراب  
 داستانین تحریر زبان میں اکثر کتب تفصیل کمال کوئی و قفا و قفا  
 شعراے دہلی تو شعراے گھنٹوں نے لایف و تصنیف تین کے لحاظ  
 و معائنہ کا عموماً یا عموماً شوق زیادہ ہوا ہر شخص مل و جان سے  
 ان کے دیکھنے سننے پر آمادہ ہوا گو متدہ میں سلف نے کوئی دیکھے اس  
 فن کی فروگزاشت نہیں فرمائے ایسے ایسے صنائع برائے لگی

تصانیف و ثابت کے اندر دیکھنے میں آئے کہ سپان سرور کو  
 وہ حضرت بابر کانت نقاش اول میں ہر طرح انھیں میں کمر  
 غور سے جو دیکھا و بعد ان رج یہ بحر حق صد ہائی کسی کمال  
 کسی فن کسی سیر کا کسی خانہ میں ہوا ستاخرین باشرت نے بھی وہ  
 داستانین ہم زبانیں کو مثل آئے دیکھنے میں تا میں بلکہ شوق ایسی  
 عجیب انتخاب میں کہ عیدم انظر و لا جواب بن چاہی ہر طرح  
 دوست دلی نافرین ہوا سخن دلی کے تار عرق خوش برائی ہو جہاں دلی  
 سرانہ خوش گلابی علامہ نہایت سخنور نامی گری خوش شاعرے نامی حال اس  
 عیدم المثال جناب نہایت ترن نامہ صاحب شہر ارکا سمیری  
 لکھنوی سکرانہ انھار نے فسانہ آزاد کو چار جلدیں تصنیف فرمایا  
 کیسی کسی داد سخنوی دی ہو کیا کیا شاعری کی ہر مدوح کا یہ  
 وہ ناول ہو جو سب ناولوں میں درجہ اول اور سب سے  
 افضل ہو شوقی مضامین لیکن عبارت جتنی مطالب درستی  
 بنا دین میں بے نظیر ہر دعت سرانی اسکی خارج از تحریر و تقریر  
 جس جگہ جو زبان ہو ویسی ہی اسکی بول چال ہو اسی طرح کی  
 قیل و قال ہو۔ و اعدبت ہر کمال کیا ہو کہ مضامین ہندب و  
 اخلاق کو ناول کے پیرایہ میں بیان فرمایا ہو یہ آپ ہی کی ایجاد  
 ہو یہ بات خداداد ہو۔ و موصوف کی جو تصنیف ہو وہ فضل خدا ہے  
 ایسی ہی کماؤں سے بھری ہو آپ ہر اس کمال کا خانمہ ہو گویا  
 یہ فن آپ ہی کا ایجاد کیا ہو آپ بہت بڑے شاعر میں اور  
 کل علوم و فنون سے اہر زبان اوردو کو بھی آپ نے ایسا ہوا  
 کیا ہو کہ یہ بھی آپ ہی کا حصہ ہو اکثر ناول آپ کے تصنیف فرمود  
 اس مطبع عالم مرجع میں چھپے ہیں ہزار ہا جلد فروخت ہو رہی  
 ہیں یہ فسانہ آزاد کی جلد دوسری کی پہلی اور تیسری اور چوتھی  
 جلد بھی اسی مطبع میں چھپی ہو یہ فسانہ کامل چار جلدیں مطبع

بارہا اس مطبع بن چسکندر شیعین ہو چکا اس فسانہ کا جواب کی تعلیم جو کچھ مجھے مختصر خوبی اسکی دیکھنے پر اپنے مختصر  
 فسانہ شہور آفاق پر کل حد تک کا سعدانی کی مختصر جلد دوم فسانہ آزاد کی جو اس سے پہلے چند بار مطبع دہلی میں طبع ہوئی وہ اس  
 پر محبت مراد شائقین طبعین اس مطبع بعض نفع شہور و تک و دو مطبع نشی و کشی کی کتب کو لکھنا کے لئے درجہ اولیٰ کا نسخہ  
 اعداد دیا رعایا جناب علی نقاب رہا ہادی نشی پر اگ نرین صاحب دم آقا و اجداد اہلک مطبع ہذا ہا عمیرہ ۱۹۱۰ء کو باہتمام تمام عالی مطبع و  
 مذاکرہ خیال جناب باوجود اولیٰ حد تک مطبع نشی و کشی تمام و نتیجہ الاکام چاہا رہد حسن و خوبی زبور مطبع سے آراستہ و سیرت ہو کر گذر  
 ناظرین ہونی خداوند کریم جب تک چشم و دار بر زمین گردان ہے یہ مطبع ادبہ آقا و نشان رہے۔ آمین ثم آمین

### قطعات تبلیغ مطبع سابق

از عذب البیان مولانا محمد حامد علی خان حامد شاہ آبادی مصحح مطبع ہذا

کیون نہ اہل ذوق کو ہوں خوبیاں اسکی پسند  
 ہو اگر حامد تمھیں تاریخ ہجری کا خیال  
 خوب یہ قصہ کیا سرشار نے نادریان  
 لکھ دو تم۔ زیبا کو راحت فرایہ داستان

از سخنور معیدیل مویخ کامل نشی بھگو اندمال صاحب عاقل اعجاز مطبع

رسم نمودن ناتھ در بصد ترنیں  
 نوشت مصرعہ تاریخ ہجریش عاقل  
 عجیب قصہ دلچسپ و راحت آگئے  
 بین فسانہ آزاد عشرت آئینے

بہتر فسانہ لکھا سرشار نے نام خدا  
 گر ہوں عاقل ہر تاریخ سچی کی تمھیں  
 ایک عالم جان دول سے شہری اسکا ہوا  
 لکھو خوب فسانہ آزاد کیا عشرت فرا

از سخنور ذوقار نشی مدنوہن لال صاحب سرشار خیر آبادی اعلیٰ محاسب مطبع

بخدا جانفرایہ فسانہ  
 سال ہجری کی گریو ملین ہوں  
 لکھا سرشار نے نہایت خوب  
 لکھو سرشار تم۔ نکو پر خوب

اعلان۔ حق تصنیف اس فسانہ آزاد جلد دوم کا اپنی مطبع نشی و کشی محفوظ ہے



تیمت	نام کتاب	تیمت	نام کتاب
عار پ	ناول روز المیرت - مترجمہ منشی امراؤ مرزا صاحب	عار پ	فسانہ آزاد - کامل ہر چار جلد مصنفہ پنڈت رتن ناتھ
عار پ	ہیرت دہلوی حصہ اول -	عار پ	صاحب لکھنوی یہ تمام ہندوستانی ناولوں میں ایک
عار پ	ایضاً حصہ دوم	عار پ	وچسپا و مشہور افسانہ ہے - اور متفرق جلدیں بھی
عار پ	خون ناحق - مترجمہ منشی خلیل الرحمن صاحب اسمین	عار پ	بنابر فروخت ذیل میں درج ہیں -
عار پ	علاوہ دیگر مفید مطالب ہونیکے سراغ رہائی پولیس	عار پ	۱- جلد اول
عار پ	قابل ملاحظہ ہے -	عار پ	۲- جلد دوم
عار پ	دستان - مترجمہ باوراجی داس صاحب بھارگو	عار پ	۳- جلد سوم
عار پ	اسکی ہر دفعہ نئی دیکھنے پر منحصر ہے -	عار پ	۴- جلد چہارم
عار پ	شہید حقا - عاشقانہ قصہ نہایت درد انگیز	عار پ	سیر کو ہسار - کامل در دو جلد از پنڈت رتن ناتھ صاحب
عار پ	ناول سیتا - درد و جلد غدر کے واقعات	عار پ	در لکھنوی اس کتاب میں مضامین فصاحت کو افسانہ کے
عار پ	فسانہ لارنس و روتھ - کامل فوجی افسروں کی	عار پ	پیرایہ میں لائق تصنیف ظاہر فرمایا اور رلیسیاں
عار پ	میں کیوں کا ڈوٹو	عار پ	خام کار اور اس کے رفقاء غدار و مکار کا نمونہ نظر آئے
عار پ	الف لیلا اور دوسرے ناول مصنفہ پنڈت رتن ناتھ صاحب	عار پ	پیش کش کیا ہے ایکسٹریس کی پوری زبان و فصاحت میں
عار پ	اسمین قصص اتوں کی ترتیب سے منظر اردوج ہر جلد اول	عار پ	کی اہلہ فرمیان نہایت خوبی سے لکھی ہیں -
عار پ	ایضاً جلد دوم	عار پ	جذیرہ عشق - ایک بچہ - پانچ گزریں - ناول کا ترجمہ -
عار پ	کامٹی - مصنفہ پنڈت رتن ناتھ - موصوف صدر	عار پ	جام سرشار - باتھوہس کا پہلے نام فضا عبدی عفا
عار پ	بچہ مٹی و دھن - مصنفہ پنڈت صاحب موصوف	عار پ	مصنفہ پنڈت رتن ناتھ صاحب در لکھنوی شہزادوں کی
عار پ	کریم و مہم	عار پ	فریح حسن - مترجمہ ناول فوسٹ از انڈر صاحب
عار پ	پی کہان	عار پ	مترجمہ جناب خواجہ اکبر حسین صاحب کنیا سائیں سنگھ
عار پ	چخشو - مصنفہ پنڈت صاحب موصوف	عار پ	ارٹس مائٹریوس اسی نام کے انگریزی ناول کا
عار پ	طلسم خیالات افسانہ تنگ و چنتا -	عار پ	عسام فہم و سلیس و بجا و در ترجمہ -
عار پ	ناول اسرار کامل - نیک و نیکر کا ترجمہ	عار پ	حورین - ایک تاریخی واقعہ - غدر ۱۸۵۷ء کا
عار پ	مفید خاص و عام علوم و فنون کے متعلق ایک	عار پ	اسرار آسیہ مصنفہ مولوی محمد احسن صاحب
عار پ	زبردست بحث -	عار پ	نگرانی -

نام کتاب	قیمت	نام کتاب
ویس کی ایک شہزادی - یہ ناول بھی بڑا دلچسپ جدید معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے تصنیف کے وقت ہندوستانی مذاق کا خیال رکھا تھا۔	۸/۱۲	سبز باغ - سلمان کی فضول خرچی کے نتائج کرشن کا تنا - حصہ اول - حصہ دوم -
لعبت فرنگ - مسمیٰ پر افسانہ نادرہ بحقیقت اس فسانہ بہرول عزیز کو کتاب بزرگ پر ایچو باور بہرکس سے منشی عدیم نظیر خوش تقریر تہا بشی رام نرائن صاحب نے ترجمہ فرمایا عجیب دلچسپ قصہ اور عبارت ہے اگر اس کے عنوان کو بھی کوئی صاحب ملاحظہ فرمالین تو پھر کیا ممکن ہے کہ یہ تمام کیے کتاب دل کو چین پڑے۔	۸/۱۲	مجموعہ افسانہ و لپیڈر - ترجمہ کتاب ویس فرام اس قصہ بہت نتائج سودمند نکلتے ہیں مولوی احسان اللہ صاحب وکیل عدالت مفتی بانگ دین ضلع گوجپور نے بڑی قابلیت سے ترجمہ کیا ہے لطف یہ کہ ہر ایک قصہ کی لوح و ہندسہ و ناتمہ جد اگانہ ہے کاغذ سفید و جانی -
قصہ حاجی بابا اصفہانی - مترجمہ کتاب ایڈ وینچر ز آف دی حاجی بابا آف اصفہان مصنفہ کپتان موریر صاحب مشہرہ رسیان مالک ایران مترجمہ منشی مولانا مرزا بہت دہوی ناول رقیب - انگریزی ناول کا ترجمہ جنگ ہفت روزہ - مصنفہ سید ولایت حسین صاحب اکبر و جو وھا بانی - دلکش تواریخی ناول آسمان کے عجائبات - اسرار حسن - سجد و دلچسپ و دلکش پدماوت - مشہور قصہ ہے - انجن آرا - قابل دید ہے	۸/۱۲	رنگے سیار - مولفہ محمد رضا صاحب یہ کتاب فسانہ آزاد سے منتخب کیا ہوا ایک نہایت دلچسپ مختصر حصہ ہے - جدید الطبع - خونی فتمت - ایک نصیبت زدہ کی داستان بو الہوس - مرد جہلقت کی منگنی پر بحث - جوشش خون - ایک بدکار عورت کی ہوفانی کا انجام بادشاہ سلامت - لانگ لیوڈمی کننگ کا ترجمہ امیرارہ بیند - اہل ہند کے گذشتہ حالات - گناہ بے لذت - مترجمہ منشی خلیل الرحمن صاحب نئے بگڑے - ایک احمق نو ابھ صاحب کا حال ظرافت عبارت اردو شکسپیئر یعنی اردو ترجمہ کنگ لیر ترجمہ لالہ سیتا رام صاحب - بی - اے - مجلد









